

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ

پس اللہ کے ذمہ ان لوگوں کی توبہ قبول کرنا ہے جو حماقت کے ساتھ گناہ کر لیتے ہیں پھر قریب ہی وقت میں

مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا

توبہ کر لیتے ہیں۔ سو یہ وہ لوگ ہیں جن کی توبہ اللہ قبول فرمائے گا۔ اور اللہ علم والا

حَكِيمًا ۱۷ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ ۚ حَتَّىٰ إِذَا

حکمت والا ہے۔ اور ان لوگوں کی توبہ نہیں جو بُرے کام کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ

حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْإِثْنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ

جب ان میں سے کسی کے سامنے موت حاضر ہو جائے تو کہتا ہے کہ بے شک میں نے اب توبہ کی، اور نہ ان لوگوں کی توبہ ہے

وَهُمْ كُفَّارٌ ۖ أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۱۸

جو کافر ہونے کی حالت میں مرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

اعتراف ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ:

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ پہلی آیت ان عورتوں کے متعلق ہے جو مساحقہ کرنے والیاں ہیں اور دوسری آیت لواطت کا ارتکاب کرنے والوں کے بارے میں اور سورۃ النور کی آیت وہ زانی وزانیہ کے متعلق ہے۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی واضح دلیل ہے کہ لواطت کی سزا تعزیر ہے۔ حد نہیں ہے۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ الا ذی والی آیت لواطت کے متعلق ہے۔

تفسیر آیت ۱۷:

إِنَّمَا التَّوْبَةُ (بے شک توبہ قبول کرنا) اس سے اس شخص کی توبہ مراد ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ رجوع فرما کر توبہ قبول کر لیں۔ عَلَى اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کے ذمہ) اس سے مراد وجوب نہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کوئی چیز واجب نہیں۔ بلکہ علی، وعدے کی تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ بہر صورت ہو کر رہے گا۔ جس طرح واجب چھوڑا نہیں جاسکتا۔ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ (صرف ان لوگوں کیلئے ہے۔ جو برائی کر لیتے ہیں) گناہ کو سوء کے لفظ سے ذکر اسلئے کیا۔ کیونکہ گناہ کا وبال برا ہے۔ بِجَهَالَةٍ (نادانی کے ساتھ) جہالت کی قید کا فائدہ:

مُخَوِّمٌ: بِجَهَالَةٍ موضع حال میں ہے یعنی يعملون السوء جاہلین سفہاء۔ وہ برائی کرتے ہیں اس حال میں کہ وہ

ناواقف و نادانی کرنے والے ہیں۔ کیونکہ قبیح کے ارتکاب کی طرف حماقت آمادہ کرتی ہے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وہ جاہل ہے جب تک کہ وہ جہالت سے باز نہ آجائے۔

ترغیبِ توبہ:

دوسرا قول: اس کی جہالت یہ ہے کہ اس نے فانی لذات کو باقی لذات کے مقابلہ میں ترجیح دی ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے وہ ناواقف نہیں کہ اس نے گناہ کیا۔ لیکن وہ اس کی سزا سے ناواقف ہے۔ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ (پھر قریب وقت میں وہ توبہ کر لیتے ہیں) احتضار موت سے پہلے پہلے دوسری آیت میں فرمایا حتیٰ اذا حضر احدہم الموت کہ جب ان میں سے کسی ایک کو موت آنے لگتی ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ احتضار کا وقت ایسا ہے۔ کہ اس میں توبہ قبول نہیں ہوتی۔ ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ موت سے پہلے کی جانی والی ہر توبہ قریب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ موت کا فرشتہ دیکھنے سے پہلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ان اللہ تعالیٰ یقبل توبۃ العبد ما لم یغرغر۔

(رواہ احمد ۲/۱۳۲ ترمذی ۳۵۲۷ ابن ماجہ ۴۲۵۳)

بیشک اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ قبول کرتے ہیں جب تک غرغرہ میں مبتلا نہ ہو۔ من تبعیض کے لئے ہے۔ یعنی کسی قریب زمانہ میں توبہ کر لیتے ہیں۔

گویا کہ (ترغیبِ توبہ کے لئے) معصیت اور حضور موت کے درمیانی زمانے کو بہت قریبی زمانہ قرار دیا۔ (کہ وہ تھوڑا سا وقت ہے فوراً توبہ کر لینی چاہیے)

فَاُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ (ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ رجوع فرمائیں گے) یہ وعدہ ہے کہ وہ اس کو پورا فرمائیں گے۔ اور بتلادیا کہ بخشش بہر صورت ہونے والی ہے۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا (اور اللہ تعالیٰ ان کے توبہ کے ارادہ کو جاننے والے ہیں) حَکِيمًا (حکمت والے ہیں) کہ شرمندہ ہونے کو توبہ قرار دیا۔

تفسیرِ آیت ۱۸:

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ التَّوْبَةَ (اور توبہ مقبول نہیں ان لوگوں کی جو برے کام کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو کہنے لگتا ہے اب میں توبہ کرتا ہوں) مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کی کوئی توبہ نہیں جو گناہ کرتے رہتے ہیں۔ اور اپنی توبہ کو ٹالتے رہتے ہیں یہاں تک کہ ان سے تکلیف دور ہو جائے اسبابِ موت جمع ہو کر اور ملکِ الموت کو سامنے دیکھ کر۔ ایسے لوگوں کی توبہ غیر مقبول ہے کیونکہ یہ اضطراری حالت ہے۔ اختیاری نہیں۔ قبولیتِ توبہ تو ثواب و رجوع ہے اسکا کوئی کسی سے وعدہ نہیں مگر جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پسند کر لیا جائے۔ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ (اور نہ انکی توبہ قبول ہے جو کفر کی حالت میں مر جاتے ہیں)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرِهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ

اے ایمان والو! تمہارے لئے یہ حلال نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث ہو جاؤ اور تم ان عورتوں کو اس غرض سے مقید مت رکھو کہ

لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا اتَّيَمُّوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبَيَّنَةٍ وَعَاشِرُوهُنَّ

جو مال تم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ واپس لے لو۔ مگر یہ کہ وہ عورتیں کوئی صریح فحش کام کر بیٹھیں، اور تم ان کے ساتھ اچھے

بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ

طریقہ پر زندگی گزارو، سو اگر تم کو وہ ناپسند ہیں تو ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں

خَيْرًا كَثِيرًا ۱۹

زیادہ خیر رکھ دے۔

نحو: اس کا عطف للذین يعملون السيئات پر ہے یہ بھی موضع جر میں ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے لیست التوبة للذین يعملون السيئات ولا للذین يموتون وهم كفار۔ ہم کفار۔ یموتون کی ضمیر سے حال ہے۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ پہلی آیت مؤمنین کے متعلق اور درمیانی منافقین سے متعلق اور پچھلی آیت کفار کے متعلق ہے۔

نحو و قراءت:

بعض مصاحف میں یہ دو لام کے ساتھ ہے۔ یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر اولئك اعتدنا لهم عذاباً الیماً ہے۔
أُولَئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا (ان لوگوں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے) اعتدنا یہ عتید سے ماخوذ ہے۔ عتید کا معنی حاضر ہے یا اس کا اصل اعددنا۔ دال کوتا سے بدل دیا۔
آیت ۱۹: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرِهًا۔ (اے ایمان والو! تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم مالک بن جاؤ عورتوں کے زبردستی)

طریق جاہلیت کا خاتمہ:

زمانہ جاہلیت میں آدمی عورتوں کے اس طرح وارث بن جاتے کہ اپنا کپڑا اس پر ڈال دیتے اور بلا مہر اس سے شادی کر لیتے۔ خواہ عورت کو پسند ہو یا نہ، یہ آیت اتاری کہ تمہارا ان کو بطور وراثت لینا درست نہیں۔ جس طرح کہ میراث لی جاتی ہے۔ جبکہ عورتیں بھی اس کو ناپسند کرنے والی ہوں۔ یا ان کو مجبور کر کے ایسا کرو۔

نحو قراءت:

گرہا فتحہ کے ساتھ یہ کراہت سے ہے۔ اور ضمہ کے ساتھ اکراہ سے ہے اور مصدر ہے۔ حمزہ علی رحمہما اللہ نے ضمہ سے پڑھا ہے۔ یہ مفعول سے حال ہے۔

فائدہ مہمہ:

گرہ کی قید لگانے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جب گرہ نہ ہو تو ایسا کرنا جائز ہو جائے گا۔ کیونکہ کسی شئی کو ذکر کر کے تخصیص کرنا ماسواء کی نفی پر دلالت نہیں کرتا۔ جیسا اس آیت میں ہے۔ وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ۔ کہ تم اپنی اولاد کو بھوک کے ڈر سے قتل نہ کرو الا سراء۔ ۳۱۔ اب بھوک کا خطرہ نہ ہو بلکہ وسعت مالی میسر ہو تو ایسی حالت میں بھی اولاد کا قتل جائز نہیں۔

وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ (اور تم ان کو نہ روکو) جاہلیت میں رواج تھا کہ جب آدمی کسی عورت سے نکاح کرتا حالانکہ اس کو اس کی ضرورت نہ ہوتی تو اس کو روک لیتے۔ خود اچھا سلوک نہ کرتے۔ یہ سلوک اس لئے کرتے تاکہ وہ اس کا مال حاصل کر لیں اور وہ مال سے خود علیحدگی اختیار کر لے۔

نَحْوُ: نمبر ۱۔ ان ترثوا پر عطف کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور لا تاکید نفی کے لئے ہے۔ اب مطلب یہ ہوا۔ نہ ان کا مال میراث کی طرح مالک بننا حلال ہے اور نہ ان کو روک رکھنا حلال ہے۔ نمبر ۲۔ یہ جملہ مستانفہ ہے اور لا نہی کا ہے۔ اب گرہا پر وقف ہوگا۔ مطلب یہ ہوگا۔ تم مت ان کو روکو۔

العضل روکنے اور تنگ کرنے کو کہتے ہیں۔

لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا اتَيْتُمُوهُنَّ تاکہ جو مہر تمہارے مردہ باپ یا عزیز نے ان کو دیا ہے۔ تم ان سے اس کا کچھ حصہ واپس لے لو۔

نَحْوُ: یہ لتذہبوا بتاویل مصدر لام کا مجرور ہو کر لا تعضلوا کے متعلق ہے۔

بدسلوکی میں اجازت خلع:

إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيَّنَةٍ (مگر یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں) فاحشہ سے مراد خاوند کی نافرمانی اور خاوند اور اس کے اہل و عیال کو بدکلامی سے ایذا دینا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر بدسلوکی ان عورتوں کی طرف سے ہو تو پھر تم خلع کے مطالبہ میں معذور ہو۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ الفاحشۃ سے مراد زنا ہے۔ پس اگر عورت نے ایسا کیا تو اس کے خاوند کے لئے خلع کا مطالبہ درست ہے۔

قراءت: مُبَيَّنَةٍ کو مکی اور ابوبکر نے یا کے فتح سے پڑھا۔ استثناء عام ظرف سے زیادہ عام ہے یا استثناء مفعول لہ ہے۔ گویا تقدیر عبارت یہ ہوگی ان کو تمام اوقات میں مت روکو مگر اس وقت جبکہ وہ فاحشہ کا ارتکاب کریں۔ دوسرا معنی۔ ان کو تم کسی علت و غرض سے نہ روکو مگر روکنے کی علت ارتکاب فاحشہ ہو۔

وَإِنْ أَرَدْتُمْ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۖ وَآتَيْتُمْ أَحَدَهُنَّ قِطَارًا

اور اگر ایک بیوی کو دوسری بیوی کی جگہ بدلنا چاہو اور تم ان میں سے ایک کو بہت سا مال دے چکے ہو

فَلَا تَأْخُذْ وَامِنْهُ شَيْئًا ۚ اتَّخِذُوا نَهْ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴿۲۰﴾ وَ

تو اس میں سے کچھ بھی نہ لو۔ کیا تم اس کو واپس لوگے بہتان رکھ کر اور صریح گناہ کا ارتکاب کر کے، اور

كَيْفَ تَأْخُذْ وَنَهْ وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيثَاقًا

تم اس کو کیسے لیتے ہو حالانکہ تم ایک دوسرے تک پہنچ چکے ہو اور انہوں نے تم سے خوب پختہ عہد

غَلِيظًا ﴿۲۱﴾

لے لیا ہے۔

وہ عورتوں سے بدسلوکی کرتے پس انہیں حکم دیا گیا۔ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (ان سے حسن معاشرت اختیار کرو) اور وہ نفقہ اور مہریت میں انصاف کرنا ہے۔ اور بات مجمل و مناسب کہنا۔ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ (پس اگر تم ان سے نفرت کرتے ہو) ان کی بد صورتی یا بد اخلاقی کی وجہ سے فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا (پس ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت سی بھلائی رکھی ہو) ہ کی ضمیر اس شے کی طرف یا کرہ و ناپسندیدگی کی طرف راجع ہے۔ خیراً کثیراً سے مراد ثواب جزیل ہے یا پھر اولاد صالح۔

مفہوم و مطلب :

آیت کا یہ ہے۔ پس اگر تم ان کو ناپسند کرتے ہو تو ان سے جدائی صرف نفس کی کراہت کی وجہ سے اختیار نہ کرو۔ بسا اوقات نفس ایسی چیز کو ناپسند کرتا ہے۔ جو دینی اعتبار سے اس کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ اور بھلائی سے قریب تر ہوتا ہے۔ اور ایسی چیز کو نفس پسند کرتا ہے۔ جو دینی اعتبار سے انتہائی نقصان دہ ہے بلکہ عورتوں سے جدائی اسباب صلاح پر نظر کرتے ہوئے ہونی چاہیے۔

نَحْمُ: فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا۔ جزاء ہے۔ اور ان کو ہتموہن شرط ہے۔ اب آیت کا مطلب یہ ہوا۔ ان کو ہتموہن فاصبروا علیہن مع الکراہة فلعل لکم فیما تکرہونہ خیراً کثیراً لیس فیما تحبونہ۔ اگر تم ان کو ناپسند کرتے ہو تو کوئی بات نہیں صبر کرو باوجود کراہت کے ان کو اپنے ہاں روک کر رکھو۔ شاید کہ جس چیز کو تم ناپسند کرتے ہو اسی میں بہت سی بھلائی ہو جو اس چیز میں نہ ہو جس کو تم پسند کرتے ہو۔

تفسیر آیت ۲۰: ایک جاہلانہ روش:

زمانہ جاہلیت میں جب کوئی آدمی کسی عورت کو دیکھتا اور وہ اس کو پسند آ جاتی۔ تو اپنی سابقہ بیوی پر بہتان لگاتا اور زنا کی

طرف اس کی نسبت کرتا۔ تا آنکہ مجبور ہو کر وہ اپنے مہر سے دست بردار ہوتی یا اس کو واپس کرتی۔ اس آیت میں فرمایا گیا۔ وَإِنْ أَرَدْتُمْ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ (اگر تم ایک بیوی کو طلاق دے کر دوسری کو اس کی جگہ بدلنا چاہتے ہو) وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ (اور تم نے ایک بیوی کو دے رکھا ہے) إِحْدَى الزَّوْجَاتِ مراد ہے۔ اور زوج سے مراد جمع ہے۔ کیونکہ اَتَيْتُمْ میں ضمیر خطاب جماعت رجال کو ہے۔ قِنْطَارًا (خزانہ) بہت زیادہ مال جیسا کہ آل عمران میں گزرا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر فرمایا۔ لَا تَغَالُوا بِصَدَقَاتِ النِّسَاءِ۔ عورتوں کے مہروں کے سلسلہ میں گرانی نہ کرو۔ تو ایک عورت نے کہا۔ کیا ہم تمہاری بات مانیں یا اللہ تعالیٰ کا فرمان: وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہر شخص دینی سمجھ میں عمر سے زیادہ ہے۔ تم جتنے مہر پر مرضی ہو نکاح کرو۔ (بکر بن عبد اللہ المزنی کی روایت میں ہے کہ فاروق اعظم نے فرمایا میں تمہیں کثرت مہر سے منع کرنے لگا۔ تو میرے سامنے یہ آیت: اَتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا آگئی پس میں اس سے رک گیا)

فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ (پس تم اس دیئے ہوئے مال میں سے نہ لو) ہ کی ضمیر قِنْطَار کی طرف راجع ہے۔ شَيْئًا آتَاخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا (کیا تم اس مال کو باطل طور پر اور کھلے گناہ کا ارتکاب کر کے لو گے) مَبِينًا بمعنی واضح۔

تعریف بہتان:

البہتان کسی آدمی کے متعلق کوئی ایسی بری بات یا فعل کی نسبت کرنا جو اس نے نہ کیا ہو۔ کیونکہ وہ اس فعل یا بات کو سن کر مہبوت یعنی حیران ہوگا۔ اس لئے اس کو بہتان کہتے ہیں۔ یہاں فعل ہی مراد ہے۔
بُهْتَانًا یہ حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ یعنی اس حال میں کہ تم بہتان لگانے والے اور گناہ کا ارتکاب کرنے والے ہو گے۔

تفسیر آیت ۲۱:

پھر اس آیت میں جماع کے بعد مہر لینے کو اور زیادہ برا قرار دیتے ہوئے فرمایا۔ وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَى بَعْضُكُمْ إِلَى بَعْضٍ (تم کس طرح اس کو لے لو گے۔ جبکہ تم جماع کر چکے) أَفْضَى۔ ایسی خلوت جس میں رکاوٹ نہ ہو۔ اسی سے فضاء بمعنی صحراء ہے۔

احناف کی دلیل:

مَسْئَلَةٌ: یہ آیت ہم احناف کے لئے خلوت صحیحہ کے بعد لزوم مہر کی دلیل ہے۔
آیت میں مہر واپس لینے کو ناپسند قرار دیا گیا۔ اور اس کی علت اگلی آیت میں بیان فرمائی۔

پختہ وعدہ کی مراد:

وَإِذَا خَذْتُم مِّنْكُمْ مِّيثَاقًا غَلِيظًا (اور وہ عورتیں تم سے پختہ وعدہ بھی لے چکیں) اور وہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَاَمْسَاكُ بمعروف او تسريح باحسان (البقرہ۔ ۲۲۹) کہ یا تو ان عورتوں کو دستور کے موافق روک رکھو یا احسان سے رخصت کر دو)

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۚ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً

اور ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہیں مگر جو پہلے گزر چکا۔ بے شک یہ بے حیائی کا

وَمَقْتًا ۖ وَسَاءَ سَبِيلًا ﴿۲۱﴾

اور غصہ کا کام ہے اور برا راستہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ اپنے بندوں سے ان عورتوں کی خاطر لیا۔ تو یہ ایسے ہی ہو گیا جیسے ان عورتوں نے اپنے خاوندوں سے براہ راست لیا۔

دوسری تفسیر: میثاقاً غلیظاً سے مراد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ استوصوا بالنساء خیراً۔ تم عورتوں سے بھلا سلوک کرو فان هن عوان فی ایدیکم اخذتموهن بامانة اللہ۔ وہ تمہارے ہاتھوں میں ریوڑ کی طرح ہیں۔ واستحللتن فروجهن بکلمۃ اللہ (ترمذی ۱۱۶۳۔ ابن ماجہ ۱۷۵۱ مسلم ۱۸۵۱۔ تم نے ان کو اللہ تعالیٰ کی امان سے لیا اور ان کی شرمگاہوں کو بحکم خدا اپنے لئے حلال بنایا۔

آیت ۲۲: جب یہ آیت لایحل لکم ان ترثوا اتری۔ تو لوگوں نے کہا ہم نے سابقہ رواج کو ترک کر دیا۔ ہم ان کی ناپسندیدگی سے ان کے وارث نہ بنیں گے۔ لیکن ہم ان کو پیغام نکاح دیں گے اور ان کی رضا و رغبت سے ان سے نکاح کریں گے۔ تو اس پر یہ آیت اتری۔

باپ کی موطوءہ حرام ہے:

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ (ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہے) ایک قول یہ ہے کہ نکاح سے مراد وطی ہے۔ یعنی ان عورتوں سے وطی نہ کرو جن سے تمہارے باپوں نے وطی کی ہو۔

مَسْنَدُہ: اس سے یہ ثابت ہوا کہ باپ کی موطوءہ سے نکاح حرام ہے خواہ وہ موطوءہ نکاح سے ہو یا ملک یمین یا زناء سے جیسا کہ ہمارا مسلک احناف ہے۔ اور اکثر مفسرین کی یہی رائے ہے۔ جب انہوں نے یہ کہا کہ ہم ایسا کریں گے۔ تو اس کی ممانعت کر دی گئی تو اگر اپنی طرف سے ایسا کریں گے تو اس کا حال خود سوچ لیں کیا ہوگا فرمایا۔ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ (لیکن جو پہلے ہو چکا) اس پر تو تم سے مواخذہ نہ کیا جائے گا۔

نَحْوُہ: سیبویہ کہتے ہیں کہ یہ استثناء منقطع ہے۔

اللہ کی ناراضگی و ناپسندیدگی:

آیت کے اگلے حصے میں عقد کی حیثیت بتلا دی۔ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً (کہ یہ بے حیائی ہے اور قباحت میں انتہاء کو پہنچنے والی ہے) وَمَقْتًا (اور ناراضگی میں) میں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں مغوض اور ایمان والوں کے ہاں انتہائی ناپسندیدہ ہے۔ بعض لوگ عورتوں کی

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ

حرام ہو گئیں ہیں تم پر تمہاری مائیں، اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں، اور تمہاری پھوپھیاں، اور تمہاری خالائیں، اور بھائی

الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَأُمَّهَاتُ النِّسَاءِ الَّتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ

کی بیٹیاں، اور بہن کی بیٹیاں، اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا، اور تمہاری دودھ شریک بہنیں،

وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ الَّتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ الَّتِي دَخَلْتُمْ

اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری ان بیویوں کی بیٹیاں جن بیویوں سے دخول کر چکے ہو جو تمہاری گودوں

بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ زَوْحَلَّائِلُ أَبْنَاءُكُمْ

میں ہیں۔ سوا اگر تم نے ان بیویوں سے دخول نہ کیا ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ ان کی لڑکیوں سے نکاح کرلو، اور حرام ہیں تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں

الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ

جو تمہاری پشت سے ہیں اور یہ بھی حرام ہے کہ تم دو بہنوں کو اپنے نکاح میں جمع کرو مگر جو گزر چکا۔

إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿۲۳﴾

بلاشبہ اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

ناراضی کے باوجود اپنے وقار کے لئے ایسا کرتے تھے اور اس کو نکاح مقت کہتے تھے۔ اور اس سے جو اولاد پیدا ہوتی اس کا لقب المقتی مشہور ہوتا۔ وَسَاءَ سَبِيلًا (اور یہ بہت برا راستہ ہے)

تَفْسِيرُ آیت ۲۳..... بیانِ محرمات:

جب شروع سورت میں ان عورتوں کا ذکر کیا جن سے نکاح حلال تھا۔ اور اس سے قبل بعض محرمات کا ذکر دیا گیا۔ اور وہ باپوں کی موطوءہ ہیں۔ تو اب باقی محرمات کا ذکر فرمایا۔ وہ سات نسب سے ہیں۔ سات سبب سے ہیں۔ ابتداء نسب والی عورتوں سے کی۔ فرمایا۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ (تم پر تمہاری مائیں حرام کر دی گئیں) مراد ان سے نکاح کا حرام ہونا ہے عند البعض۔ ہم نے شرح المنار میں مختار قول ذکر کر دیا ہے۔ نانی یادادی وہ بھی امہات میں شامل ہیں۔

وَبَنَاتُكُمْ (اور تمہاری بیٹیاں) پوتیاں، نواسیاں وہ بھی ان کے ساتھ شامل ہیں۔

قاعدہ: جب جمع کا مقابلہ جمع سے ہو تو پھر تقسیم احادی کی احاد پر ہوتی ہے۔

پس ہر ایک پر اس کی ماں اور اس کی بیٹی حرام ہوگی۔ وَأَخَوَاتُكُمْ (اور تمہاری بہنیں) جو باپ یا ماں یا صرف باپ کی طرف

سے یا صرف ماں کی طرف سے ہوں۔ یعنی حقیقی، علاقائی، اخائی۔

عمات سے مراد:

وَعَمَّتُكُمْ (تمہاری پھوپھیاں) حقیقی علاقائی، اخائی۔ وَخَلَّتُكُمْ (اور تمہاری خالائیں) تینوں قسم حقیقی، علاقائی، اخائی۔ وَبَنَتْ الْأَخ (بھتیجیاں) تینوں قسم حقیقی، علاقائی، اخائی۔ وَبَنَتْ الْأُخْتِ (بھانجیاں) تینوں قسم ان دونوں قسم میں پوتیاں اور نواسیاں بھی شامل ہوں گی۔

حرمت رضاعت:

آگے سبب سے جو محرمات ہیں ان کو بیان کیا۔ وَأُمَّهُتُكُمُ الَّتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُم مِّن الرِّضَاعَةِ (تمہاری رضاعی مائیں اور بہنیں) اللہ تعالیٰ نے رضاعت کو نسب کے قائم مقام کیا ہے۔ اسی لئے مرضعہ کو دودھ پینے والے بچے کی ماں سے تعبیر فرمایا۔ اور اس کی بیٹیوں کو بہن سے تعبیر فرمایا۔ اسی طرح مرضعہ کے زوج کو رضیع کا باپ اور اس کے ماں باپ کو دادا دادی اور باپ کی بہن کو اس کی پھوپھی ہر بچہ جو اس خاوند سے اس عورت کا پیدا ہو وہ اس رضیع کے بھائی، بہنیں حقیقی ہیں۔ اور اس عورت کا جو بچہ دوسرے خاوند سے پیدا ہو وہ اس کے ماں جائے بہن بھائی ہیں۔ اور اس کی اصل رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے۔ یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب۔ بخاری۔ ۵۲۳۹۔ مسلم۔ ۱۴۴۴۔ رضاعت سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔

عقد کی محرمات:

وَأُمَّهُتُ نِسَائِكُم (اور تمہاری بیویوں کی مائیں) یہ محرمات فقط عقد سے ہیں۔ وَرَبَّائِكُمُ الَّتِي فِي حُجُورِكُمْ (وہ ربیبہ جو تمہاری پرورش میں ہوں) عورت کی وہ اولاد جو موجودہ کے علاوہ خاوند سے ہو اس کو ربیب اور ربیبہ کہا۔ کیونکہ یہ خاوندان کو پالتا ہے۔ جیسا کہ عموماً والد اپنی اولاد کو پالتا ہے۔ پھر مفہوم میں وسعت پیدا ہوئی اور تربیت نہ کرنے کی صورت میں بھی نام یہی رکھا گیا۔ الَّتِي فِي حُجُورِكُمْ (جو تمہاری گودوں میں ہیں) داؤد ظاہری نے کہا اگر وہ اس کے زیر نگرانی نہ ہوں تو حلال ہیں۔

حجور کی قید کا مطلب:

حجور کم کا تذکرہ غالب حالت کے پیش نظر ہے۔ یہ شرط نہیں۔ باقی اس انداز سے لانے کا مقصد حرمت کی علت بیان کرنا ہے۔ ان کی حرمت تمہارے ان کو گود میں لے لینے کی وجہ سے ہے یا اس بناء پر کہ وہ تمہارے گود میں لینے کے میلان میں ہیں۔ گویا کہ تم ان کی بیٹیوں سے عقد کرنے میں اس طرح ہو گے جیسے اپنی بیٹیوں سے عقد کرنے والے ہو۔

مِنْ نِّسَائِكُمُ الَّتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ (تمہاری ان عورتوں سے جن سے تم نے قربت کی ہو) یہ ربائبکم سے متعلق ہے یعنی کہ اس ربیبہ سے نکاح حرام ہے۔ جو مدخول بہا ہو۔ اگر اس عورت سے دخول نہ ہوا ہو تو پھر وہ ربیبہ حلال ہے۔ اور دَخَلْتُمْ بِهِنَّ یہ جماع سے کنایہ ہے۔ جیسے عرب کہتے ہیں بنی علیہا وضرب علیہا الحجاب یعنی تم نے ان کو ستر میں داخل کیا ہو۔ با

تعدیہ کی ہے۔ لمس وغیرہ دوائی جماع وہ قائم مقام دخول ہیں۔

بعض علماء نے اللاتی دخلتم بہن کو نساء متقدمہ اور متاخرہ کی صفت بنایا ہے۔ حالانکہ اس طرح نہیں۔ کیونکہ ایک وصف دوائیے موصوف کا وصف نہیں بن سکتا جن کا عامل مختلف ہو۔ اور یہاں نساء متقدمہ مجرور بالا ضافت ہیں اور نساء متاخرہ من کی وجہ سے مجرور ہیں۔ اور اس طرح کہنا درست نہیں مردت بنسائک و ہربت من نساء زید الظریفات اس طور پر کہ پہلی نساء اور دوسرا لفظ نساء کی صفت بنے۔ زجاج نے اس طرح کہا۔ یہ قول صاحب کشاف کے قول سے زیادہ بہتر ہے۔

فَإِنْ لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ (اگر تم نے ان سے قربت نہ کی ہو تم پر کوئی گناہ نہیں) کہ تم ان کی بیٹیوں سے نکاح کر لو۔ جبکہ پہلے ان کو طلاق دے کر فارغ کر دو۔ یا وہ نکاح کے بعد مرجائیں۔ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ (اور تمہاری بہوئیں) حلائل جمع حلیلہ ہے۔ زوجہ کو کہا جاتا ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے لئے حلال ہے۔ یا ایک دوسرے کا بستر اس کے لئے حلال کیا گیا۔ یہ حل سے ہے یا حلول سے ہے۔

اصلاب کی قید سے متبنیٰ کو خارج کیا:

الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ (وہ بیٹے جو تمہاری صلب سے ہیں) وہ نہیں جن کو تم نے متبنیٰ بنایا ہے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ جب ان کو زید رضی اللہ عنہ متبنیٰ رسول اللہ ﷺ نے جدا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لَكُمْ لَا يَكُونُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِيْ أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ (الاحزاب: ۳۷) تاکہ ایمان والوں کو اپنے منہ بولے بیٹوں کے سلسلہ میں کوئی تنگی نہ رہے۔ یہ آیت رضاعی بیٹے کی بیوی کی حرمت کے لئے نہیں ہے۔

رضاعی بیٹے کی بیوی بھی محرمات سے ہے:

(اس کی حرمت حدیث: یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب سے ثابت ہے اور اس پر اجماع ہے) وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ (اور یہ کہ تم جمع کر دو بہنوں کو) یعنی نکاح میں جمع کرنا۔ **نَحْمُ**: اس کا عطف محرمات پر ہے۔ اور یہ موضع رفع میں ہے۔ یعنی تم پر جمع بین الاختین حرام کیا گیا۔

إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ (مگر جو ہو چکا) اب تک جو ہوا وہ معاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا (بیشک اللہ تعالیٰ بخشنش فرمانے والے مہربان ہیں)

امام محمد رحمہ اللہ کا قول:

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل جاہلیت ان تمام محرمات کو جانتے تھے مگر باپ کی بیوہ اور نکاح اختین مروج تھا اسی لئے ان کے متعلق الا ما قد سلف فرمایا۔

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ

اور حرام ہیں وہ عورتیں جو کسی مرد کے نکاح میں ہوں، سوائے ان عورتوں کے جن کے تم مالک ہو جاؤ۔ اللہ نے ان احکام کو تم پر فرض فرما دیا ہے،

وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ

اور تمہارے لئے حلال کی گئیں ہیں وہ عورتیں جو ان کے علاوہ ہیں کہ تم اپنے مالوں کے بدلہ طلب کرو اس حال میں کہ تم پاک دامنہ اختیار کرنے والے ہو۔

مُسْفِحِينَ ۚ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ

پانی بہانے والے نہ ہو۔ سو ان میں سے جن عورتوں سے نفع حاصل کر لو ان کے مہر دے دو جو مقرر ہو چکے ہیں

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَا ضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ

اور تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ مقرر مہر کے بعد آپس کی رضامندی سے کسی بات پر راضی ہو جاؤ بلا شبہ اللہ

عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿۲۴﴾

علیم ہے حکیم ہے۔

تفسیر آیت ۲۴:

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ (اور خاوندوں والی عورتیں) کیونکہ انہوں نے اپنی شرمگاہوں کو نکاح کے ذریعہ محفوظ کر لیا۔
قراءت: یہاں کسائی نے محصنات۔ صاد کے فتح سے پڑھا۔ اور باقی تمام قرآن مجید میں کسرۃ صاد سے پڑھا۔

لونڈیوں کی حلت:

إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ (مگر جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوں) قید ہو جانے کی وجہ سے جبکہ اس کا خاوند دارالحرب میں ہو۔ مطلب یہ ہوا، تم پر منکوحہ عورتوں سے نکاح حرام ہے۔ یعنی وہ عورتیں جن کے خاوند ہوں مگر وہ عورتیں کہ جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ بنے ان کے قید ہو جانے کی وجہ سے اور ان کے بلا خاوند نکالنے کی وجہ سے۔ دارین کے مختلف ہونے کی وجہ سے ان میں فرقت واقع ہو گئی۔ قید کی وجہ سے نہیں۔ دارین سے مراد دار الکفر اور دار الاسلام ہے۔ اسی لئے غانم کے لئے ملک یمین (لونڈی) استبرائے رحم کے بعد حلال ہے۔

كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ (یہ اللہ تعالیٰ کا فریضہ ہے تم پر) کتاب یہ مصدر مؤکد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر لکھ دیا لکھ دینا اور فرض کیا فرض کرنا۔ اور فرض کا مطلب جو حرام کی گئی چیزیں ہیں ان کا حرام قرار دینا ہے۔ وَأُحِلَّ لَكُمْ (اور حلال کر دی گئیں تمہارے لئے)

نَحْمُو: فعل مضمر نے کتاب اللہ کو نصب دی اس پر اس کا عطف ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے لکھ دی تم پر ان کی تحریم اور اس کو حلال کر دیا تمہارے لئے۔ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ (ان مذکورہ محرمات کے علاوہ عورتیں)۔

قراءت: کوئی قراء نے سوائے ابوبکر کے حرمت پر عطف کرتے ہوئے وَاَحِلَّ۔ ضمہ سے پڑھا ہے۔

نَحْمُو: اَنْ تَبْتَغُوا (یہ کہ طلب کرو تم) یہ مفعول لہ ہے۔ یعنی اس چیز کو جو حلال ہے اس چیز سے جدا کر کے جو حرام ہے اس نے بیان کر دیا تا کہ تم طلب کرو ان کو اپنے مالوں کے ساتھ۔ یا یہ ماوراء ذلکم سے بدل ہے۔ اور تبتغوا کا مفعول اس صورت میں مقدر ہے اور وہ النساء ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ مقدر نہ مانا جائے۔

بِأَمْوَالِكُمْ (اپنے اموال کے ساتھ) مال سے مراد یہاں مہر ہے۔

لطیف استدلال:

مَنْبِتْلَةٍ: اس میں اس بات کی مضبوط دلیل ہے۔ کہ نکاح بلا مہر درست نہیں اور مہر لازم ہو جاتا ہے۔ خواہ مقرر نہ کیا جائے۔ اور غیر مال مہر نہیں بن سکتا۔ اور معمولی مقدار بھی مہر نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ ایک دانہ عادیہ مال شمار نہیں ہوتا۔

مُحْصِنِينَ (اس حال میں کہ تم پاکدامنی اختیار کرنے والے ہو) غَيْرَ مُسْفِحِينَ (نہ ہونا جائز تعلق رکھنے والے) تا کہ تم اپنے اموال کو ضائع کرنے والے نہ بنو اور اپنے آپ کو محتاج کر لو ایسی چیز سے کہ جس میں تمہارے دین و دنیا کا نقصان ہو۔ اور ان دونوں خساروں میں بتلا آدمی بہت بڑے بگاڑ کا شکار ہو گیا۔

الا حصان پاکدامنی۔ حرام میں بتلا ہونے سے نفس کو بچانا۔ المسافح زانی یہ اسخ سے ہے اس کا معنی منی بہانا ہے۔

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ (پس جس طریق سے تم عورتوں سے لذت اندوز ہو چکے ہو) تو ان کے مہر ان کو دو۔ یعنی عورتوں سے تم نکاح کر چکے ہو۔ فاتوہن اجورہن (تو ان کے مہر ان کو دے دو) کیونکہ مہر بضع کی طرف لوٹنے والا ہے۔ **نَحْمُو:** فَمَا اس موقع پر نساء کے معنی میں ہے۔ اور من تبعیضہ یا بیانیہ ہے۔ بہ کی ضمیر لفظ کے لحاظ سے تو من کی طرف راجع ہے اور معنی کے لحاظ سے فاتوہن کی طرف لوٹی ہے۔

فَرِيضَةً (جو کچھ مقرر ہو چکے ہیں) **نَحْمُو:** یہ اجورہن سے حال ہے۔ ای مفروضہ مقرر کیے ہوئے۔ یا یہ ایتاء کی جگہ ہے۔ کیونکہ دینا فرض ہے۔ یا یہ مصدر مؤکد ہے اور فعل محذوف ہے فرض ذلك فريضة۔ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَايْتُمْ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ (کوئی حرج نہیں اس مقدار میں جس پر تم باہمی رضامند ہو جاؤ مقرر ہو جانے کے بعد) یعنی مہر میں سے جو کم کرے یا تمام بہہ کرے یا اس مقدار میں اضافہ کر دے۔ یا جس پر وہ باہمی ٹھہرانے پر رضامند ہو یا فراق پر۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا (بیشک اللہ تعالیٰ اشیاء کو ان کی پیدائش سے قبل جاننے والے) حَكِيْمًا (اور حکمت والے ہیں) اس میں جو اس نے عقد نکاح کو لازم کیا جس سے انساب کا تحفظ ہے۔

ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ آیت متعہ کے سلسلہ میں نازل ہوئی۔ جو اس وقت تین دن کے لئے مباح ہو واجب اللہ تعالیٰ نے مکہ فتح کرایا۔ پھر منسوخ ہو گیا۔

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَّا

اور تم میں جس شخص کو اس کا مقدور نہ ہو کہ آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرے تو آپس کی

مَلَكَتْ أَيْمَانَكُمْ مِّنْ قِتْيَتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ۖ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِكُمْ ۖ بَعْضُكُمْ

ایمان والی باندیوں سے نکاح کر لے جو تمہاری مملوکہ ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے ایمان کو۔ تم سب آپس میں ایک

مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَإِنْ كُوهُنَّ بِأَذْنِ أَهْلِهِنَّ وَاتُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ

دوسرے کے برابر ہو، سو تم مذکورہ باندیوں سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کر لو اور انہیں ان کے مہر بہتر طریقہ پر دے دو،

مُحْصَنَاتٍ غَيْرِ مُسَفِّحَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ ۚ فَإِذَا أُحْصِنَ فَإِنَّ أَتَيْنَ

یہ منکوحہ باندیاں نہ علانیہ بدکاری کرنے والی ہوں اور نہ خفیہ طریقہ پر دوست بنانے والی ہوں۔ پس جب وہ باندیاں نکاح میں آجائیں تو اگر کوئی

بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ۖ ذَٰلِكَ

بے حیائی کا کام کر بیٹھیں تو ان پر اس کی آدھی سزا ہے جو آزاد عورتوں پر ہے، یہ

لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ۖ وَأَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَاللَّهُ غَفُورٌ

اس کے لئے ہے جو تم میں سے زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ رکھتا ہو اور یہ بات کہ صبر کرو بہتر ہے تمہارے لئے اور اللہ غفور ہے

رَّحِيمٌ ۝۲۵

رحیم ہے۔

تفسیر آیت ۲۵:

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا (جو تم میں سے طاقت نہ رکھتا ہو) طول کا معنی زائد کہا جاتا ہے لفلان علی طول یعنی فلاں کو مجھ پر فضل و اضافہ حاصل ہے۔ یہ استطیع کا مفعول ہے۔ اَنْ يَنْكِحَ (کہ وہ نکاح کرے) نَحْوُ: یہ طول کا مفعول ہے۔ یہ مصدر ہے۔ اور اپنے فعل کا عمل کرتا ہے۔ یا طَوْلًا سے بدل ہے۔

الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ (پاکدامن مومنہ عورتوں سے) مراد آزاد مسلمان۔ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانَكُمْ مِّنْ قِتْيَتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ (پس جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہیں تمہاری مومنہ لونڈیوں میں سے) یعنی اس کو مسلمان لونڈی سے نکاح کر لینا چاہیے۔ من قیتاتکم سے مراد مسلمانوں کی لونڈیاں ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ جو اس قدر مالی وسعت نہیں رکھتا جس سے وہ آزاد

عورت سے نکاح کرے تو اسے لونڈی سے نکاح کر لینا چاہیے۔ اور کتابی لونڈی سے نکاح ہمارے نزدیک بھی جائز ہے۔ اور یہ قید استحبابی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ایمان تو بالاتفاق آزاد عورتوں میں بھی شرط نہیں حالانکہ اس کے ساتھ قید موجود ہے۔

روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر جو وسعتیں فرمائیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ لونڈی سے نکاح۔ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے نکاح، اگرچہ وہ خوشحال ہو۔ یہ روایت مسئلہ طول میں ہم احناف کی دلیل ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ (اور اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو جانتے ہیں) اس میں متنبہ کر دیا کہ ان کے ظاہری ایمان کو قبول کر لیا جائے گا۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے زبان کا عمل نہیں۔ کیونکہ ایمان مسموع کا علم تو مختلف فیہ نہیں ہے۔ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ (تم ایک دوسرے سے ہو) لونڈیوں کے نکاح سے نفرت نہ کرو۔ کیونکہ تم سب اولاد آدم علیہ السلام ہو۔ اس میں ڈرایا گیا کہ انساب پر عیب جوئی اور احساب پر فخر نہ کرنا چاہیے۔ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ (ان سے نکاح ان کے مالکوں کی اجازت سے کرو) اس میں ہماری دلیل ہے کہ عورتوں کو حق ہے کہ وہ عقد براہ راست کریں۔ لیکن موالی کی اجازت کا اعتبار کیا گیا نہ کہ ان کے عقد کا۔ اور غلام اور لونڈی کے لئے جائز نہیں کہ نکاح اپنے موالی کی اجازت کے بغیر کریں۔

بلا ٹال مٹول مہر ادا کرو:

وَ اَتَوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (اور تم ان کے مہر دستور کے موافق دے دو) یعنی ان کے مہر بغیر ٹال مٹول اور تکلیف پہنچانے کے دے دو۔ اور ان کے مہروں کے مالک ان کے موالی ہیں۔ ان کو ادا کرنا موالی کو ادا کرنا ہی ہے۔ کیونکہ وہ اور جوان کے قبضہ میں ہے۔ وہ ان کے موالی کا ہے۔ یا تقدیر عبارت یہ ہے۔ وَاَتُواْ مَوْلٰیہِہُنَّ۔ وہ مہر ان کے موالی کو دو۔ اس صورت میں مضاف حذف کیا گیا ہے۔

مُحْصَنَاتٍ (وہ پاکدامنی اختیار کرنے والیاں ہوں)

نَحْوُ: یہ اتوہن کے مفعول سے حال ہے۔

غَيْرُ مُسْلِفٰتٍ (نہ ہوں وہ علانیہ زنا کرنے والیاں) وَلَا مُتَّخِذٰتٍ اٰخِذٰنٍ (اور نہ خفیہ یا رانہ کرنے والیاں ہوں) یعنی خفیہ زنا کرنے والیاں نہ ہوں اخدان۔ پوشیدہ یار۔ فَاِذَا اُحْصِنَ (جب پاک دامن ہو جائیں) نکاح کے ذریعہ۔ قراءت: اُحْصِنَ۔ حفص کے علاوہ کوئی قراء نے پڑھا۔

یہاں محصنات سے غیر شادی شدہ عورتیں مراد ہیں:

فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ (پس اگر وہ بے حیائی کا ارتکاب کریں) فاحشہ سے مراد زنا ہے۔ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ

اللہ چاہتا ہے کہ بیان فرمائے تمہارے لئے اور تم کو بتلاوے طریقے ان لوگوں کے جو تم سے پہلے تھے اور یہ کہ وہ تمہاری

عَلَيْكُمْ ۝ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۲۶ وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ

توبہ قبول فرمائے اور اللہ علم والا حکمت والا ہے اور اللہ چاہتا ہے کہ تمہاری توبہ قبول فرمائے اور جو لوگ

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا ۲۷ يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ

خواہشات نفسانیہ کے پیچھے چلتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم بڑی بھاری گنجی میں پڑ جاؤ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ تخفیف کا

عَنْكُمْ ۝ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا ۲۸

ارادہ فرماتا ہے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

الْمُحْصَنَاتِ (پس ان پر نصف سزا ہے اس کی جو آزاد پاکدامن عورتوں پر ہے) مِنَ الْعَذَابِ سِزَا۔ مراد حد ہے۔ پچاس کوڑے۔ اور نصف ما علی المحصنات دلالت کرتا ہے۔ کہ ان کی سزا کوڑے ہیں سنگساری نہیں۔ کیونکہ رجم نصف نہیں اور محصنات سے یہاں آزاد عورتیں مراد ہیں جو غیر شادی شدہ ہوں۔

۱: العنت کا معنی:

ذَلِكَ (یہ اس شخص کے لئے ہے) اس سے لونڈی کے نکاح کی طرف اشارہ کیا۔ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنْتَ مِنْكُمْ (جس کو تم میں سے گناہ کا خطرہ ہو) ایسا گناہ جو غلبہ شہوت تک پہنچانے والا ہو۔ العنت کا اصل معنی جڑنے کے بعد ہڈی کا ٹوٹنا۔ پھر استعارۃً ہر نقصان و مشقت کے لئے استعمال کیا گیا۔ اور گناہوں میں ابتلاء سے بڑھ کر کوئی نقصان دہ چیز نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ العنت کا معنی زناء ہے کیونکہ وہ ہلاکت کا سبب ہے۔ وَأَنْ تَصْبِرُوا (اور تمہارا صبر کرنا) بجائے لونڈی کے نکاح کے۔ خَيْرٌ لَكُمْ (تمہارے لئے بہت بہتر ہے) کیونکہ اُس سے اولاد غلام ہوگی۔ اور وہ لونڈی ہر وقت باہر نکلنے والی داخل ہونے والی۔ محنت و مشقت کرنے والی ہے۔ یہ تمام چیزیں نکاح کرنے والے کے لئے نقصان اور توہین کا باعث ہیں۔

اور عزت ایمان والوں کی صفات سے ہے حدیث میں فرمایا۔ آزاد عورتیں گھر کی درستی ہیں اور لونڈیاں گھر کی ہلاکت ہیں۔ وَاللَّهُ غَفُورٌ (اور اللہ بخشنش کرنے والے) گناہ چھپانے والے ہیں۔ رَحِيمٌ (مہربان ہیں) رکاوٹ کا ازالہ فرمانے والے ہیں۔

تفسیر آیت ۲۶:

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبينَ لَكُمْ (اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ وہ تمہارے لئے کھول کر بیان کرے) اصل اس طرح ہے یرید اللہ ان یبین لکم اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے بیان کرنا چاہتے ہیں۔ ارادہ تبیین کو پختہ کرنے کے لئے لام کو بڑھا دیا۔ جیسا کہ لا ابالک میں اب کی طرف اضافت میں تاکید بڑھادی گئی۔ مطلب آیت کا یہ ہوا اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں۔ کہ وہ کھول کر بیان کر دیں وہ مصالح جو تم پر مخفی ہیں اور وہ عمدہ اعمال جو معلوم نہیں۔ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ (اور تمہاری راہنمائی کر دے ان لوگوں کے راستے کی طرف جو تم سے پہلے ہوئے) یعنی پہلے انبیاء علیہم السلام اور صالحین کے راستے اور وہ طریقے جن پر وہ اپنے دین کے سلسلہ میں چلے۔ تاکہ تم ان کی اقتداء کرو۔ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ (اور تمہاری توبہ قبول کرے) اور تمہیں ان باتوں میں جن میں مخالفت ہو جائے توبہ کی توفیق دے۔ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ (اور حکیم) (اور حکمت والے ہیں) ان باتوں میں جو ان کے لئے مشروع کی ہیں۔

تفسیر آیت ۲۷:

وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ (اللہ تعالیٰ تم پر رجوع فرمانا چاہتے ہیں) تاکید کے لئے دوبارہ لایا گیا۔ پختگی اور تقابل کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔ وَيُرِيدُ (اور چاہتے ہیں)۔ یعنی فجار شہوت پرستوں کا مقصد:

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا (وہ لوگ جو شہوات کے پیروکار ہیں کہ تم مائل ہو جاؤ بالکل مائل ہونا) میل عظیم۔ حق اور میانہ روی سے مائل ہونا۔ اور یہ سب سے بڑا میلان ہے۔ کہ اتباع شہوات، خواہشات میں معاونت کی جائے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان سے مراد یہود ہیں کیونکہ انہوں نے باپ کی بہنوں، بھتیجیوں اور بھانجیوں کو حلال قرار دیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو حرام کیا۔ تو وہ کہنے لگے تم خالہ کی بیٹیوں اور پھوپھی زاد کو حلال قرار دیتے ہو حالانکہ خالہ اور پھوپھی تو تم پر حرام ہیں بھتیجیوں اور بھانجیوں سے نکاح کر لو۔ پس یہ آیت اتری۔ کہ ان کا مقصد یہ ہے کہ تم ان کی طرح زانی بن جاؤ۔

آیت ۲۸: يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ (اللہ تعالیٰ تم سے تخفیف چاہتے ہیں) لونڈیوں کے نکاح کی رخصت دے کر۔ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا (اور انسان کمزور پیدا کیا گیا) کہ شہوات سے صبر نہیں کرتا۔ اور طاعات کی مشقتیں برداشت نہیں کرتا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مالوں کو ناحق طریقہ سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ

تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ

کوئی تجارت آپس کی رضا مندی سے ہو، اور مت قتل کرو اپنی جانوں کو۔ بے شک اللہ

كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ۝۲۹ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ عُدُوًّا وَظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيهِ

تم پر بہت بڑا مہربان ہے، اور جو شخص زیادتی اور ظلم اختیار کرے گا سو عنقریب ہم اسے دوزخ میں داخل

نَارًا ۚ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۝۳۰

کردیں گے اور یہ اللہ پر آسان ہے۔

آیت ۲۹: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (اے ایمان والو! تم اپنے مال اپنے درمیان ناجائز طریقہ سے مت کھاؤ) جن کاموں کو شریعت نے مباح قرار نہیں دیا جیسے چوری، خیانت، غصب، قمار، معاملہ ربا وغیرہ۔
إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً (مگر یہ کہ تجارت ہو) یعنی کھانے کا ذریعہ تجارت ہو۔ قراءت: کوئی قراء نے تجارت پڑھا ہے۔
یعنی تجارت ہو۔ عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ (اپنے مابین رضا مندی سے) یہ تجارت کی صفت ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ تجارت صادرة عن تراض بالعقد۔ تجارت جو باہمی رضا مندی کے معاہدہ سے ہو یا لیکن تجارت باہمی رضا مندی والی ممنوع طرق سے نہ ہو۔

تخصیص تجارت کی وجہ:

تجارت کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اکثر اسباب رزق تجارت سے متعلق ہیں۔ آیت میں بتلایا گیا کہ بیع لین، دین، دست بدست سے بھی درست ہے۔ اور بیع موقوف کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔ جبکہ اجازت پائی جائے کیونکہ رضا مندی پائی گئی اور مجلس کے خیاری کی نفی پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ اس میں تجارت کے ساتھ کھانے کی اجازت مکان عقد سے جدا ہونے کی قید کے بغیر ہے۔ اور جدا ہونے کی قید لگانا نص پر اضافہ ہے (جو کہ درست نہیں)

قتل نفس کیا ہے؟

وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ (تم خودکشی نہ کرو) نمبر ۱۔ انفس سے مراد تمہاری جنس سے جو مومن ہیں کیونکہ مومن ایک جان کی طرح ہیں۔ نمبر ۲۔ خودکشی نہ کرے جیسا کہ بعض جاہل کرتے ہیں۔ نمبر ۳۔ القتل کا معنی ناجائز اموال کا کھانا ہے۔ پس غیر پر ظلم کرنا اپنے آپ کو ہلاک کرنے والے کی طرح ہے نمبر ۴۔ نفس کی خواہشات پر مت چلو ورنہ تم اس کو قتل کر دو گے۔ یا ایسے کام کر گزرو گے

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبٰٓرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاَتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ

جن چیزوں سے تمہیں منع کیا جاتا ہے۔ اگر ان میں سے بڑے بڑے گناہوں سے اجتناب کرو گے تو ہم تمہارے گناہوں کا کفارہ کر دیں گے اور تمہیں

مُدْخَلًا كَرِيْمًا ۳۱

عزت کی جگہ میں داخل کریں گے۔

جو قتل کو لازم کرنے والے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا (بیشک اللہ تم پر رحم کرنے والے ہیں) رحمت ہی کی بناء پر تمہیں ایسی چیزوں کے متعلق خبردار کیا۔ جس میں تمہارے اموال کی حفاظت اور تمہارے ابدان کی بقاء ہے۔

اس کا دوسرا معنی یہ بھی کیا گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو توبہ کے لئے نفسوں کو قتل کا حکم دیا اور ان کی غلطیاں مٹانے کے لئے بھی یہی حکم دیا۔ كَانَ بِكُمْ (وہ تم پر مہربان ہے) اے امت محمدی! رَحِيْمًا (رحم کرنے والا) کہ ایسی مشکل تکالیف کا تمہیں مکلف نہیں بنایا۔

آیت ۳۰: وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ (جو ایسا کرے گا) یعنی قتل کا اقدام نفسوں پر عُدُوًّا وَاَنَا وَظُلْمًا (قصد دوسرے پر زیادتی کرتے ہوئے اور ظلم کرتے ہوئے) اپنی جان پر یعنی نہ ظلماً نہ قصاصاً۔ یہ دونوں مصدر موضع حال میں واقع ہیں۔ یا مفعول لہ ہیں۔ فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا (عنقریب ہم اسے مخصوص آگ میں داخل کریں گے) جس کا عذاب سخت ہے۔

وَكَانَ ذَلِكَ (یہ آگ کا داخلہ) عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا (اللہ تعالیٰ پر آسان ہے) یہ وعید اس کے متعلق ہے جو ہمیشگی کو حلال قرار دینے والا ہے اور دوسرے کے متعلق آگ کے داخلہ کا استحقاق بتلانے کیلئے ہے۔ اور ساتھ ہی مغفرت کا وعدہ بھی فرما دیا گیا ہے۔

آیت ۳۱: اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبٰٓرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاَتِكُمْ (اگر تم ان بڑے گناہوں سے پرہیز کرو جن سے روکا گیا ہے۔ تو ہم تمہاری چھوٹی غلطیاں مٹا دیں گے) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ الْكَبٰٓرُ۔ بڑے گناہ وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء میں ابتداء سے ان تَجْتَنِبُوْا كَبٰٓرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ تک بیان کیا۔

کبائر تین ہیں:

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کبائر تین ہیں۔ نمبر ۱۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا۔ نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا۔ نمبر ۳۔ اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف ہو جانا۔

ایک تفسیر اس کی کفر کی اقسام ہیں۔ اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کبیر ما تنہون عنہ ہے اور وہ بڑی بات جس سے تمہیں روکا گیا اور وہ کفر ہے۔ وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخَلًا كَرِيْمًا (اور ہم تمہیں داخل کریں گے عمدہ داخل ہونے کی جگہ)۔

سورۃ نساء کی آٹھ آیات ساری دنیا سے بہتر:

قراءت: مدنی قراء نے مَذْخَلًا پڑھا۔ دونوں مکان کے معنی میں ہیں اور مصدر ہیں۔ کریمًا۔ کا معنی عمدہ اچھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سورۃ نساء کی آٹھ آیات اس امت کے لئے اس ساری دنیا سے بہتر ہیں جس پر سورج طلوع و غروب ہوتا ہے۔ نمبر ۱۔ یرید اللہ لیبین لکم۔ نمبر ۲۔ واللہ یرید ان یتوب علیکم۔ نمبر ۳۔ یرید اللہ ان یخفف عنکم۔ نمبر ۴۔ ان تجتنبوا کبائر ماتنہون عنہ نکفر عنکم۔ نمبر ۵۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ۔ نمبر ۶۔ ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ۔ نمبر ۷۔ ما یعمل سوءاً او یظلم نفسہ۔ نمبر ۸۔ من یفعل اللہ بعدابکم۔

معزلہ کا استدلال:

اس آیت سے معزلہ نے استدلال کیا کہ صغائر کی بخشش لازمی ہے۔ جبکہ کبائر سے پرہیز کیا جائے اور کبائر کی بخشش نہیں۔

شرک کی معافی اللہ کی مشیت میں ہے:

جواب: یہ استدلال باطل ہے۔ کیونکہ تمام کبائر و صغائر مشیت الہی میں برابر ہیں۔ ان دونوں پر چاہے تو عذاب دے سکتا ہے۔ اور دونوں کو معاف کر سکتا ہے۔ جیسا اس ارشاد میں ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء۔ النساء۔ ۴۸۔ کہ اللہ تعالیٰ شرک کو نہ بخشیں گے۔ اور ان کے سوا جو چاہیں گے جس کو چاہیں گے معاف فرمادیں گے۔ شرک کے علاوہ گناہ پر مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور پھر دونوں کو اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ملایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ان الحسنات یدھبن السيئات۔ کہ نیکیاں گناہوں کو ختم کر دیتی ہیں۔ یہ آیت بتلاتی ہے کہ صغائر و کبائر تمام کائنات سے معاف ہونا ممکن ہے۔ کیونکہ السيئات دونوں پر بولا جاتا ہے۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ ط لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ

اور تم کسی ایسی چیز کی تمنا نہ کرو جس کے ذریعہ اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، مردوں نے جو اعمال کئے ان کے لئے

مِمَّا اكْتَسَبُوا ط وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ط وَسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ

ان کے اعمال کا حصہ ہے، اور عورتوں نے جو اعمال کئے ان کے لئے ان کے اعمال کا حصہ ہے، اور اللہ سے اس کے فضل کا

فَضْلِهِ ط إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝۳۳ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ

سوال کرو، بلاشبہ اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے، اور ہر ایک کے لئے ہم نے اس مال میں وارث مقرر کر دیئے ہیں

مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ ط وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ

جو والدین اور رشتہ دار چھوڑ جائیں، اور جن لوگوں سے تمہارا معاہدہ ہوا۔ ان کو ان کا حصہ

نَصِيبَهُمْ ط إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ۝۳۳

دے دو بے شک اللہ کو ہر چیز کی اطلاع ہے۔

بیجا تمنا کی ممانعت:

آیت ۳۲: جب دوسرے کے مال اور جاہ کی تمنا کر کے دوسرے کا مال ناجائز ذرائع سے درست نہ تھا اور قتل نفس ناحق بھی اسی ضمن میں تھا۔ تو مسلمانوں کو اس بات سے بھی منع کر دیا۔ کہ وہ مال و جاہ کی اس فضیلت پر دل میں تمنا کرنے لگیں جو اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے پر ان کو دی ہے۔

تقسیم ربانی پر راضی رہو:

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ (اور تم نہ تمنا کرو اس کی جو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے فضیلت دی ہے بعض کو بعض پر) کیونکہ یہ فضیلت خداداد ہے۔ اور تدبیر و حکمت الہیہ سے اس طرح ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے حالات کا بخوبی علم ہے۔ کس کے لئے رزق کا کس قدر کھولنا مناسب ہے۔ یا تنگ کرنا۔ ہر شخص کو تقسیم ربانی پر راضی رہنا چاہیے۔ اور دوسرے کے حصہ اور نصیب پر حسد نہ کرے۔

حسد و رشک میں فرق:

یہ ہے کہ تمنا کرے کہ یہ چیز اس کو مل جائے اور اس سے چھین جائے۔ غبطہ و رشک۔ جو چیز اس کے پاس ہے اسی چیز کی تمنا کرے۔ اس کی شریعت نے اجازت دی اور حسد سے روک دیا۔

شأن نزول: جب مردوں نے کہا۔ کہ ہمارا اجر بھی دوگنا ہوگا۔ جس طرح میراث میں ہمارا حصہ عورتوں سے دوگنا رکھا گیا۔ عورتوں نے کہا ہمارا بوجھ بھی قیامت کے دن مردوں کے بوجھ سے نصف ہوگا جیسا کہ میراث کا حصہ۔ تو یہ آیت اتری۔

درجہ بمطابق عمل:

لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ (مردوں کے لئے حصہ (ان کے اعمال کا مقرر ہے) جو وہ کمائیں اور عورتوں کے لئے (ان کے اعمال کا) حصہ ہے جو وہ کمائیں) یہ میراث کے مطابق نہیں۔ وَسْئَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ (اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو) اس کے خزانوں میں کمی نہیں۔ اور جو لوگوں کو فضیلت ملی اس کی تمنّا مت کرو۔ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والے ہیں) پس فضیلت اس کی طرف سے بقدر استحقاق ہے۔ ابن عیینہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سوال کا اسی لئے حکم دیا تا کہ وہ عطاء کرے۔

اللہ سے سوال میں نجل:

حدیث میں وارد ہے۔ جو آدمی اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔ (ابن ماجہ۔ ۳۸۲۷) اور اس میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت سی بھلائی بندے سے روک کر رکھتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ میں اپنے بندے کو اس وقت تک نہیں دوں گا جب تک وہ مجھ سے نہ مانگے گا۔

قراءت: وسلوا۔ مکی و شامی نے پڑھا۔

آیت ۳۳: وَلِكُلِّ وَنَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ (اس مال میں سے جو چھوڑا ماں باپ اور اقارب نے)

نحو: یہ مال محذوف کی صفت ہے۔ مطلب اس طرح ہوگا۔ ہر اس مال سے جس کو چھوڑ جائیں والدین الخ۔ یہ فعل محذوف کے متعلق ہے۔ موالی کا لفظ اس پر دلالت کرتا ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ یرون مما ترك۔ وہ وارث ہونگے تركہ کے جس کو چھوڑا والدین و اقارب نے۔

وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ (اور وہ لوگ جن سے تمہارے عہد بندھے ہوئے ہیں) یعنی تمہارے ہاتھوں نے معاہدہ کیا ہے۔ فَاتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ (ان کا حصہ ان کو دے دو) نحو: والذین (الایۃ) یہ مبتداء ہے جس میں شرط کا معنی پایا جاتا ہے۔ اس کی خبر فاتوہم نصیبہم ہے۔

بہتر یہ ہے کہ فاتوہم سابقہ جملہ کی شرح ہو اور الذین کا عطف الوالدان پر ہے۔ فاسمیت۔ کو فی قراء نے عقدت پڑھا۔ یعنی عقدت عہودہم ایمانکم تمہارے دائیں ہاتھوں نے ان کے معاہدوں کو مضبوط کیا ہے۔ مراد اس سے عقد موالات ہے۔ یہ مشروع اور جائز تھے۔

الرِّجَالُ قَوُّمُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا

مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔ اس سبب سے کہ اللہ نے ان میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے

أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ ۖ فَالْصَّالِحَاتُ قَنِيتٌ ۖ حَفِظَتْ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ

کہ مردوں نے اپنے مالوں میں سے خرچ کیا۔ سو جو عورتیں نیک ہیں وہ اطاعت کرنے والی ہیں۔ مرد کی عدم موجودگی میں بحفاظت الہی نگہبانی کرنے

اللَّهُ ۖ وَالَّتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ

والی ہیں، اور جن عورتوں کی بد خوئی کا تمہیں ڈر ہو ان کو نصیحت کرو اور انہیں لینے کی جگہوں میں تنہا چھوڑ دو،

وَأَضْرِبُوهُنَّ ۚ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا ۗ إِنَّ اللَّهَ

اور ان کو مارو، سو اگر وہ تمہاری فرمانبرداری کریں تو ان پر زیادتی کرنے کے لئے بہانہ نہ ڈھونڈو، بے شک اللہ تعالیٰ

كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا ﴿۴﴾

رفعت والا ہے بڑا ہے۔

اہل عقد کو وصیت سے حصہ ملے گا:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت اس کی قائل ہے اور یہی ہم احناف کا قول ہے۔ اس سے وراثت میں حصہ ثابت ہو جاتا ہے۔ اس کی وضاحت اس طرح ہے جب کوئی مرد یا عورت مسلمان ہوتا جس کا کوئی وارث نہ ہوتا اور نہ وہ عربی ہوتا اور نہ کسی کا آزاد کردہ غلام ہوتا۔ تو وہ دوسرے مسلمان کو اس طرح کہتا۔ میں تم سے عقد موالات کرتا ہوں۔ کہ جب میں جنایت کروں تو تو تاوان ادا کرے گا۔ اور اگر میں مرجاؤں تو تو میرا وارث ہوگا۔ دوسرا جواباً کہتا میں نے اس معاہدہ کو قبول کر لیا۔ چنانچہ اوپر والا دوسرے کا وارث بن جاتا۔ مگر موالی کا حصہ آیت اولوالارحام سے منسوخ ہو چکا ہے۔ اب صرف بطور وصیت ان کو دیا جائے گا جیسا اس آیت میں صراحت ہے۔ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا (بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہیں) یعنی وہ عالم الغیب والشہادہ ہے۔ یہ انتہائی بلغ انداز میں وعدہ بھی ہے اور وعید بھی۔

آیت ۳۴: الرِّجَالُ قَوُّمُونَ عَلَى النِّسَاءِ (مرد عورتوں کے ذمہ دار ہیں) وہ ان پر نگرانی امر و نہی کے سلسلہ میں کریں گے۔ جیسے والی رعایا پر کرتے ہیں۔ اسی لئے ان کو قوام فرمایا گیا۔

اسباب فضیلت:

بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ (اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض مردوں کو بعض (عورتوں) پر فضیلت دی) بعضہم

کی ضمیر مردوں اور عورتوں کی طرف لوٹی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ مردان عورتوں پر غلبہ رکھتے ہیں عقل، عزم، حزم، تیر اندازی، قوت، غزوہ و حرب، کمال صوم و صلوة اور نبوت و خلافت و امامت و اذان اور خطبہ و جماعت و جمعہ کی وجہ سے بلکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تکبیرات تشریق کی وجہ سے بھی فضیلت والے ہیں۔ بلکہ شہادت فی الحدود والقصاص، دو گنا حصہ وراثت اور میراث میں عصبہ بننے کی وجہ سے افضل ہیں۔ اسی طرح نکاح و طلاق کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں رکھی ہے اور اولاد کی نسبت نسبی بھی انہی کی طرف ہوتی ہے۔ اور مرد ہی داڑھیوں اور پگڑیوں سے مزین کیے گئے ہیں۔

وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ (اور اس وجہ سے بھی کہ مرد اپنا مال ان عورتوں پر صرف کرتے ہیں) یعنی عورتوں کے نفقہ و نان کی ذمہ داری ان مردوں پر ہے۔ اس آیت میں اس بات کی دلیل پائی جاتی ہے کہ عورتوں کا نفقہ مردوں پر لازم ہے۔ پھر ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔

عورتوں کی تقسیم:

قسم اول: فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ (پس نیک عورتیں فرمانبرداری کرنے والیاں ہیں) قانتات کا معنی اطاعت گزار اور خاوندوں کے حقوق کو پورا کرنے والیاں۔ حَفِظَتْ لِلْغَيْبِ (اور خاوندوں کی غیر موجودگی میں حفاظت کرنے والی ہیں) للغیب کا مطلب جو غیر موجودگی میں ان پر لازم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے خاوند موجود نہ ہوں تو اپنی شرمگاہوں، اموال، بیوت کی پوری حفاظت کرنے والی ہوں۔

دوسرا قول یہ بھی ہے کہ للغیب کا مطلب ان کے پوشیدہ راز نہ ظاہر کرنے والی ہیں۔ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ (اس حفاظت کے سبب جو اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کی) کہ خاوندوں کو ان کے متعلق نصیحت فرمائی: وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (نساء: ۱۹) کہ عورتوں سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آؤ۔

یاما کو مصدر یہ مانیں تو مطلب یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو حفاظت غیب کا حکم دیا اور اس کی توفیق بخشی۔ ما موصولہ ہو، یعنی عورتوں کو اس طرح بنادیا کہ مردوں کو ان کے حقوق کا نگران بنایا۔ اور اس کے بدلے ان پر عصمت اور مردوں کے اموال و اولاد کی حفاظت ان کے ذمہ کی۔

قسم ثانی: وَالَّتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ (اور وہ عورتیں جن کی نافرمانی کا تمہیں خطرہ ہو) اور خاوند کی اطاعت سے نکل جانے کا۔ النشز بلند جگہ کو کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ نشز یہ ہے کہ خاوند کے حقوق کی ادائیگی میں تخفیف کا مطالبہ کرے اور خاوند کی بات نہ مانے۔

فَعِظُوهُنَّ (ان کو) (زبانی) نصیحت کرو (یعنی اللہ تعالیٰ کی سزا سے ان کو ڈراؤ۔ العظه، وعظ اس نرم کلام کو کہتے ہیں۔ جو سخت دلوں کو نرمادے اور نفرت والی طبائع کو جھکا دے۔

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَأَبْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ

اور اگر تم کو شوہر اور بیوی کے آپس کے اختلاف کا ڈر ہو تو بھیج دو ایک آدمی فیصلہ کرنے والا مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی فیصلہ کرنے والا عورت کے

أَهْلِهَآ إِن يُرِيدَآ إِصْلَاحًا يُّوَفِّقُ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا إِن اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا

خاندان میں سے، اگر دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کے درمیان موافقت پیدا فرمادے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا

خَبِيرًا ۴۵

خبر رکھنے والا ہے۔

کنایۂ ترک جماع:

وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ (تم ان کی خوابگاہوں میں علیحدگی اختیار کرو) یعنی اپنے لحاف میں مت داخل کرو۔ یہ ترک جماع سے کنایہ ہے۔ یا بستر میں منہ اس سے پھیر لے۔ کیونکہ فی المضاجع فرمایا عن المضاجع نہیں فرمایا۔ واضربوھن (اور ان کو مارو) جس کا نشان نہ پڑے اللہ تعالیٰ نے اولاً نصیحت کا حکم فرمایا پھر خوابگاہوں میں ان سے علیحدگی اختیار کر لینے اور آخر میں ضرب کا حکم فرمایا۔ گویا پہلی دونوں صورتیں نہ بن پڑیں تو تب تیسری اختیار کی جائے۔

فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَیْھِنَّ سَبِيْلًا (اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو تم خواہ مخواہ ان پر اعتراض کا راستہ مت تلاش کرو) یعنی ایذا سے تعرض مت کرو۔

اللہ کی عظمت کا خیال کرو:

مَخْوَرٌ: سبیل یہ تبغوا کا مفعول ہے۔ یہ بغیت الامر بمعنی طلبت الامر ہے۔ مت ڈھونڈو ان پر بات اعتراض والی۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا كَبِيْرًا (بیشک اللہ تعالیٰ بڑی عظمت و کبریائی والے ہیں) اگر تمہارے غلبے والے ہاتھ ان پر ہیں تو یقین کر لو کہ اس کی قدرت اس سے بہت بڑھ کر ہے جتنی تم کو ان پر حاصل ہے۔ اس لئے ان پر ظلم سے گریز کرو۔ دوسری تفسیر یہ ہے اللہ تعالیٰ تو بڑی عظمت و کبریائی والے ہیں۔ پھر تم اس کی علو شان کے باوجود اس کی نافرمانی کرتے ہو۔ بڑی بادشاہت کے باوجود نافرمانی کر رہے ہو۔ پھر تم توبہ کرتے ہو تو وہ توبہ قبول فرماتا ہے۔ پس تمہارے حق میں جو زیادتی کر بیٹھا تم اس کو معاف کرنے کے زیادہ حقدار ہو۔ پس معاف کر دو۔

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۳۵:

اس آیت میں خاندان و برادری والوں کو فرمایا۔

ضمیمہ کا مرجع:

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا (اگر تمہیں اختلاف کا خطرہ ہو ان کے مابین) الشقاق عداوت و دشمنی، کیونکہ ہر ایک ان میں سے وہ کام کرتا ہے جو اس کے دشمن پر شاق گزرتا ہے۔ یا شقاق، ایک طرف مائل ہونا۔ گویا ہر ایک ان میں سے اپنے ساتھی کی مخالف جانب میں جھکا ہوتا ہے۔ ضمیر کا مرجع میاں بیوی ہیں حالانکہ ان کا تذکرہ نہیں ہوا مگر ان دونوں کے حالات پر دلالت کرنے والی باتیں گزریں مثلاً مردوں اور عورتوں کا تذکرہ ہوا۔ **نَحْوُ**: شقاق بینہما۔ اصل میں شقاقاً بین ہما ہے۔ یہاں مصدر کی اضافت ظرف کی طرف کی گئی ہے۔ اور ظروف میں وسعت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ بل مکر الیل والنہار۔ سبا۔ ۳۳۔ اصل میں یہ بل مکر کم الیل والنہار تھا۔ فَاَبْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا (تم مقرر کرو ایک فیصلہ کرنے والا مرد کے اہل میں سے اور ایک عورت کے اہل میں سے) حَکَمٌ میاں بیوی کے خاندانوں میں سے بنانے کا حکم دیا۔ کیونکہ قریبی رشتہ دار اندرونی حالات سے واقفیت رکھتے ہیں۔ اور وہ اصلاح کے بھی دوسروں کی بنسبت زیادہ طلب گار ہیں اور میاں بیوی بھی ان پر اطمینان و اعتماد کرنے والے ہیں۔ پس وہ اپنی اندرونی بات ان کے سامنے محبت و بغض اور مصاحبت و مفارقت کی قسم سے ظاہر کر دیں گے۔

ضمائر کے مراجع اور اصلاح ذات البین:

نمبر ۱: اِنْ يُرِيدَاْ اِصْلَاحًا (اگر ان دونوں کو اصلاح منظور ہوگی) میں ضمیر حکمین کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اور یُوَفِّقُ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا (تو اللہ تعالیٰ ان میاں بیوی میں اتفاق فرمادینگے) میں ضمیر زوجین کی طرف جاتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر حکمین اصلاح ذات البین کا ارادہ رکھتے ہوں گے اور ان کی نیت صحیح ہوگی۔ تو ان کی وساطت میں برکت دی جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ زوجین کے مابین الفت و موافقت کی کوشش کو واقع فرمادیں گے اور ان کے دلوں میں مودت و اتفاق ڈال دیں گے۔ نمبر ۲۔ دونوں ضمائر کا مرجع حکمین ہوں۔ تو مطلب یہ ہوگا۔ اگر حکمین اصلاح ذات البین کا ارادہ رکھتے ہوں۔ اور میاں بیوی کے خیر خواہ ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے مابین موافقت ڈال دیں گے۔ پس حکمین ایک بات پر اتفاق رائے کر لیں گے اور موافقت کی تلاش میں اتنی تگ و دو کریں گے یہاں تک کہ مراد پوری ہو جائے۔

نمبر ۳: یا دونوں ضمائر زوجین کی طرف راجع ہوں۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ اگر میاں بیوی اپنے مابین اصلاح کے خواستگار ہونگے اور بھلائی کے خواہاں ہونگے۔ اور باہمی مخالفت دور کرنا چاہتے ہونگے۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے مابین الفت القاء فرمادیں گے۔ اور دشمنی کو موافقت سے بدل دیں گے۔ اور بغض کو محبت میں بدل دیں گے۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا (بے شک اللہ تعالیٰ ہر بات کو جاننے والے) اور ارادہ حکمین سے بھی واقف ہیں۔ خَبِيرًا (خبر رکھنے والے ہیں) وہ زوجین میں سے ظالم کو جاننے والے ہیں۔ حکمین کو تفریق کا اختیار نہیں مگر امام مالک کا اس میں اختلاف ہے۔

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي

اور اللہ کی عبادت کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ بناؤ۔ اور والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، اور قرابت

الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ

داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور پاس والے پڑوسی اور دور والے پڑوسی اور پہلو کے ساتھی کے ساتھ

وَالصَّاحِبِ بِالْجَنُبِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۖ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۖ إِنَّ

اور مسافر کے ساتھ اور ان لوگوں کے ساتھ جو مالکانہ طور پر تمہارے قبضہ میں ہیں اچھا سلوک کرو، بے شک

اللَّهُ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُحْتَالًا فَخُورًا ﴿۳۶﴾ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ وَيَأْمُرُونَ

اللہ تعالیٰ اسے پسند نہیں فرماتا جو اپنے آپ کو بڑا سمجھے۔ شخی کی باتیں کرے جو لوگ کنجوسی کرتے ہیں اور لوگوں کو

النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۖ وَاعْتَدْنَا

کنجوسی کا حکم دیتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپاتے ہیں، اور ہم نے کافروں کے لئے

لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿۳۷﴾ وَالَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا

ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا ہے اور جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو لوگوں کو دکھانے کے لئے اور اللہ پر

يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ وَمَنْ يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا

ایمان نہیں لاتے اور نہ آخرت کے دن پر، اور شیطان جس کا ساتھی ہو

فَسَاءَ قَرِينًا ﴿۳۸﴾ وَمَا ذَا عَلَيْهِمْ لَوْ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَانْفَقُوا

سو وہ بہت برا ساتھی ہے، اور کیا نقصان ہے ان کا اگر وہ ایمان لائیں اللہ پر، اور آخرت کے دن پر اور خرچ کریں

مِمَّا رَزَقَهُمُ اللَّهُ ۖ وَكَانَ اللَّهُ بِهِمْ عَلِيمًا ﴿۳۹﴾ إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ

اس میں سے جو اللہ نے انہیں دیا ہے، اور اللہ ان کو خوب جانتا ہے، بے شک اللہ ظلم نہیں فرمائے گا۔

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۖ وَإِنْ تَكَ حَسَنَةً يُّضْعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا

ذره برابر بھی، اور اگر نیکی ہوگی تو اس کو چند در چند کر دے گا۔ اور اپنے پاس سے بڑا ثواب

عَظِيمًا ﴿۴۰﴾

عطا فرمائے گا۔

خلاصہ عبودیت اور احکام شرعیہ:

آیت ۳۶: **وَاعْبُدُوا اللَّهَ** (اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو) کہا گیا ہے کہ عبودیت چار باتوں کا مجموعہ ہے نمبر ۱۔ وفاء بالعہد۔ نمبر ۲۔ رضا بالموجود۔ نمبر ۳۔ حدود کی حفاظت۔ نمبر ۴۔ ہاتھوں سے کھوئے جانے والی چیز پر صبر۔ **وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا** (اور اس کے ساتھ کسی چیز (صنم وغیرہ) کو شریک نہ ٹھہراؤ) شیناً مفعول بہ ہے یا پھر مفعول مطلق اشراکاً کی صفت ہے۔ **وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا** (اور والدین کے ساتھ احسان کرو) یعنی قول فعل سے اور بوقت ضرورت انفاق کے ذریعہ ان کے ساتھ احسان کرو۔ **وَبِذِي الْقُرْبَىٰ** (اور قرابت داروں کے ساتھ) خواہ بھائی ہو یا چچا یا دیگر۔ **وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ** (اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت دار پڑوسی کے) یعنی پڑوس میں رہنے والا قرابت دار۔ **وَالْجَارِ الْجُنُبِ** دور کا پڑوسی۔ یا پڑوسی قریب النسب اور پڑوسی اجنبی۔

ہم مجلس کی مراد:

وَالصَّاحِبِ بِالْجَنُبِ (ہم مجلس کے ساتھ) نمبر ۱۔ پہلو والا ساتھی یعنی زوجہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول یہی ہے۔ نمبر ۲۔ یا وہ شخص جو تیرے پہلو میں رہے خواہ رفیق سفر بن کر یا شریک فی التعلیم رہ کر یا شاگرد بن کر۔ نمبر ۳۔ یا تیرے پہلو میں بیٹھنے والا کسی مجلس یا مسجد میں۔

وَابْنِ السَّبِيلِ (مسافر یا مہمان) **وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ** (اور جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوں) مثلاً غلام۔ لونڈیاں۔ **إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَلًا فُخُورًا** (بیشک اللہ تعالیٰ اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو اپنے آپ کو بڑا خیال کرنے والا شیخی کی باتیں کرنے والا ہو) مختال اس شخص کو کہتے ہیں جو متکبر اور قرابت داروں اور پڑوسیوں سے نفرت کرتا ہو اور ان کی طرف بالکل توجہ نہ کرتا ہو۔ فخور وہ شخص جو تکبر سے اپنی تعریف کرے۔ شکور اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنی اچھائی بطور اعتراف و تحدیث نعمت کے ذکر کرے۔

تفسیر آیت ۳۷:

الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبَخْلِ (جو لوگ بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل کا حکم دیتے ہیں)

نحو و قراءت:

نَحْوُ: نمبر ۱۔ الذین یبخلون، من کان مختلاً فخوراً کا بدل ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ مَنْ کے معنی کا لحاظ کر کے

جمع لائے یا بطور مذمت جمع لائے۔ نمبر ۲۔ ہم مبتداء محذوف اور الذین یبخلون اس کی خبر۔ قراءت: حمزہ اور علی رحمہما اللہ نے البخل پڑھا ہے۔ یہ دونوں لغتیں ہیں جیسا کہ الرشد اور الرشد۔

مفہوم آیت:

آیت کا معنی یہ ہے وہ جو کچھ اپنے ہاتھ میں ہے اس میں بخل کرتے ہیں اور جو لوگوں کے پاس ہیں اس میں بھی بخل کرتے ہیں کہ ان کو بخل کی تعلیم دیتے ہیں صرف سخاوت کی دشمنی کرتے ہوئے۔

الفاظ کا باہمی فرق:

- البخل : خود تو کھائے مگر دوسرے کو نہ کھلائے۔
 الشح : نہ خود کھائے نہ دوسرے کو کھلائے۔
 السخاء : خود کھائے دوسرے کو کھلائے۔
 الجود : دوسروں کو کھلائے خود نہ کھائے۔

اظہارِ نعمت:

وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ (اور وہ چھپاتے ہیں اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے عطاء کی ہے) یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو جو مال اور خوشحالی دی ہے اس کو چھپاتے ہیں۔ حدیث میں وارد ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر انعام کرتے ہیں تو چاہتے ہیں کہ بندے پر اپنی نعمتیں دیکھیں۔ (ترمذی۔ ۲۸۱۹)

واقعہ عجیبہ:

ہارون الرشید کے ایک عامل نے ایک محل اس کے محل کے سامنے بنایا۔ کسی نے ہارون رشید سے اس کی چغلی کر دی۔ اس عامل نے کہا۔ اے امیر المؤمنین! سخی کو یہ بات پسند آتی ہے کہ وہ اپنی نعمت کا اثر دیکھے میں نے چاہا کہ آپ کو میں آپ کے احسان پر نگاہ ڈلو کر خوش کروں ہارون الرشید کو اس کی یہ بات بہت پسند آئی۔

شأن نزول: ایک قول یہ بھی ہے کہ ان یہود کے متعلق اتری جنہوں نے محمد ﷺ کی تعریف تورات میں چھپالی تھی۔
 وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا (اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے) جس کے ساتھ ان کی تذلیل کی جائے گی۔

آیت ۳۸: وَالَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ (اور وہ لوگ جو اپنے مال لوگوں کو دکھلاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں)
 مخموم: یہ ببخلوں پر عطف ہے یا کافرین پر۔ رِئَاءَ النَّاسِ اس کا مفعول لہ ہے۔ رِئَاءَ کا مطلب فخر کے لئے تاکہ ان کو بڑا سخی کہا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے نہیں۔ اس سے مراد منافقین یا مشرکین مکہ ہیں۔

وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَنْ يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا (وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور جس کا شیطان دوست ہو پس وہ بہت برا دوست ہے) اس لئے کہ وہ ان کو بخل اور ریا کاری اور دیگر بد اعمالیوں پر آمادہ کرتا ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ یہ وعید ہے۔ پھر مطلب یہ ہے کہ شیطان کو آگ میں ان کا قرین بنایا جائے گا۔

تفسیر آیت ۳۹:

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللَّهُ (ان کا کیا نقصان ہوتا اگر یہ اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان لے آتے اور اس میں سے خرچ کرتے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو رزق دیا ہے) ان کے ایمان پر کیا وبال پڑتا۔ اور اتفاق فی سبیل اللہ پر کیا بوجھ پڑتا۔ دراصل اس انداز سے ان کی مذمت و توبیخ کی گئی ہے۔ ورنہ تو ہر منفعت اور مصلحت اس میں یہی حکم رکھتی ہے۔ یہ اسی طرح بات ہے جیسے نافرمان بیٹے کو کہا جائے۔ اگر تو نیک ہوتا تو تیرا کیا نقصان تھا؟ اور یہ بات معلوم ہو چکی کہ نیکی میں تو کوئی مضرت نہیں۔ لیکن حقیقت میں یہ توبیخ و مذمت ہے۔ وَكَانَ اللَّهُ بِهِمْ عَلِيمًا (اللہ تعالیٰ ان کو خوب جاننے والے ہیں) اس جملہ میں کافروں کو دھمکی ہے۔

آیت ۴۰: إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (بیشک اللہ تعالیٰ ایک ذرہ کے برابر ظلم کرنے والے نہیں) ذرہ کی تحقیق:

ذَرَّةٌ۔ اصل میں چھوٹی چھوٹی کو کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے اپنا ہاتھ مٹی میں داخل کیا۔ پھر اس کو اوپر اٹھایا پھر اس میں پھونک ماری پھر فرمایا۔ کہ ان میں سے ہر ایک ذرہ ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ دھول اور اڑتے غبار کا ہر جزء ذرہ ہے۔

وَأَنَّ تِلْكَ حَسَنَةً (اور اگر ذرہ بھر نیکی ہوگی) مثقال کی ضمیر مؤنث لائی گئی۔ کیونکہ اس کی نسبت حسنة مؤنث کی طرف ہے۔

نحو و قراءت:

مَجْمُوعٌ: مجازی، گمان کو تامہ قرار دیتے ہیں۔ تکن کی نون کو کثرت استعمال کی وجہ سے حذف کر دیا۔ يُضْعِفُهَا (وہ اس کا ثواب کئی گنا کر دے گا)۔

قراءت: مکی و شامی قراء نے يُضْعِفُهَا پڑھا ہے۔ وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا (اسے اجر عظیم عنایت فرمائیں گے) یعنی اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے اس نیکی کرنے والے کو بہت بڑا اجر عنایت فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے جس اجر کو خود عظیم فرمایا اس کی مقدار کو کون جانتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی دنیا کے سامان کو متاعِ قلیل کہا۔

ردِ معترزہ:

اس میں معترزہ فرقہ کی تردید ہے کہ جنہوں نے گناہ کبیرہ کے مرتکب کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنمی قرار دیا خواہ اس کی کتنی ہی نیکیاں کیوں نہ ہوں۔

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ۝۴۱

پس کیا حال ہو گا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ بنائیں گے

يَوْمَ يَذَّيْبُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصُوا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّى بِهِمُ الْأَرْضُ ۝

جس دن وہ آگ آرزو کریں گے جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی کہ کاش! ان پر زمین برابر کر دی جاتی

وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا ۝

اور یہ لوگ اللہ سے کوئی بات بھی نہ چھپائیں گے۔

آیت ۴۱: فَكَيْفَ (ان کفار کا کیا حال ہوگا) خواہ وہ یہود ہوں یا دیگر۔ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ (جبکہ ہر امت سے ہم ایک ایک گواہ حاضر کریں گے) جو ان پر ان کی کارکردگی کی گواہی دے گا اور وہ ان کا پیغمبر ہوگا۔
قیامت کی گواہی:

وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا (اور آپ کو اے محمد ﷺ ان پر بطور گواہ لایا جائے گا) هَؤُلَاءِ کا مشاڑ الیہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰت والتسلیمات ہے۔

شَهِيدًا یہ حال ہے۔ یعنی شاہد کے طور پر لایا جائے گا۔ کہ آپ ایمان لانے والے اور کفر اختیار کرنے والے اور منافقت اختیار کرنے والوں پر گواہ ہونگے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سورہ نساء تلاوت کی جب میں وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا پر پہنچا تو رسول اللہ ﷺ پر گریہ طاری ہوا۔ اور زبان مبارک سے فرمایا حسبنا احمد ۳۸۰ جلد ۱ بخاری ۲۵۸۲

آیت ۴۲: يَوْمَ يَذَّيْبُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصُوا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّى بِهِمُ الْأَرْضُ (اس دن کافر چاہیں گے اور وہ جنہوں نے رسول کی نافرمانی کی کاش وہ پیوند زمین ہو جائیں)

قراءت ونحو:

یومئذ۔ ظرف ہے یود الذین کا تَسَوَّى تا مفتوحہ اور تخفیف سین اور مالہ کے ساتھ اصل میں تَسَوَّى ہے یہ حمزہ علی رحمہما اللہ نے پڑھا۔ تَسَوَّى۔ تاکاسین میں ادغام کر کے مدنی و شامی رحمہما اللہ نے پڑھا ہے۔

وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا (اور اللہ تعالیٰ سے وہ کوئی بات نہ چھپائیں گے) یہ جملہ مستانفہ ہے۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے چھپانے کی قدرت نہ پائیں گے۔ کیونکہ ان کے جوارح خود ان پر گواہ ہونگے۔

شأن نزول: ابوداؤد ترمذی و حاکم میں ہے۔ کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے دوستوں کے لئے کھانا تیار کرایا۔ یہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَرَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا

اے ایمان والو! اس حال میں کہ تم نشہ میں ہو نماز کے پاس نہ جاؤ یہاں تک کہ تم جان لو

مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا وَإِنْ كُنْتُمْ

کہ کیا کہہ رہے ہو، اور نہ اس حالت میں نماز کے پاس جاؤ جبکہ تم پر غسل فرض ہو، مگر یہ کہ راستہ گزرنے والے ہو یہاں تک کہ تم غسل کر لو۔ اگر تم مریض

مَرَضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِنَ الْغَايِطِ أَوْ لَمْ تُسَمِّ الْنِسَاءَ

ہو یا تم میں سے کوئی شخص قضاے حاجت کی جگہ سے آیا ہو یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو

فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ

پھر پانی نہ پاؤ تو ارادہ کرو پاک مٹی کا۔ سو مسح کر لو اپنے چہروں کا اور ہاتھوں کا

إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا ﴿۴۳﴾

بے شک اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا مغفرت فرمانے والا ہے۔

ان دنوں کی بات ہے جب شراب مباح تھی۔ انہوں نے کھایا پیا۔ پھر ایک کو اپنے میں سے نماز کے لئے آگے کر دیا۔ تاکہ مغرب کی نماز پڑھائے۔ اس نے قل یا ایہا الکافرون کولا اعبد کی بجائے اعبد اور انتم عابدون کو بھی لا کے بغیر پڑھا۔ آیت ۴۳: پس یہ آیت اتری: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَرَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ (اے ایمان والو! تم نماز کے قریب نہ جاؤ اس حال میں کہ تم نشہ میں ہو۔ یہاں تک کہ جانو۔ جو کچھ تم کہتے ہو) یعنی نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔ تقولون کا مطلب تقرءون ہے۔

نشہ میں کلمہ کفر کا حکم:

مَسْنَدُہ: اس میں دلیل ہے کہ نشہ والے کا ارتداد شمار نہ ہوگا کیونکہ لفظ لا کو گرا کر سورہ کافرون کا پڑھنا کفر ہے۔ حالانکہ ان پر کفر کا حکم نہیں لگایا گیا۔ بلکہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا سے خطاب فرمایا۔ اور آنحضرت ﷺ نے بھی ان کے اور ان کی ازواج کے درمیان تفریق کا حکم نہیں دیا۔ اور نہ تجدید ایمان کا حکم دیا۔ کیونکہ امت کا اجماعی مسئلہ ہے کہ جس کی زبان پر کفر غلطی سے جاری ہوا۔ اس پر کفر کا حکم نہ لگایا جائے گا۔

وَلَا جُنُبًا (اور نہ اس حال میں کہ تم جنابت سے ہو) مَخْرُجًا: اس کا عطف انتم سکاری پر ہے۔ جملہ محلاً منصوب ہے حال ہونے کی وجہ سے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ لا تقربوا الصلوة سکاری ولا جنبا یعنی جنابت کی حالت میں نماز نہ پڑھو۔

جنب کی تفصیل:

الْجُنُبُ: کالفظ واحد و جمع کے لئے اور مذکر و مؤنث کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے کیونکہ یہ اسم ہے جو مصدر الِاجْتِنَابِ کی جگہ استعمال ہوا ہے۔

مسجد اور جنابت:

إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ (مگر یہ کہ تم (مسافر ہو) راستہ عبور کرنے والے ہو) یہ جنبا کی صفت ہے تقدیر عبارت یہ ہے لا تقربوا الصلوة جنبا غیر عابری سبیل یعنی جنبا مقیمین غیر مسافرین۔ یہاں جنب سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے حاجت غسل کے باوجود غسل نہ کیا ہو۔

حَاصِلُ کَلَامٍ: یہ ہوا لا تقربوا الصلوة غیر مغتسلین۔ تم نماز کے قریب نہ جاؤ جبکہ تم غسل نہ کرنے والے ہو۔ حَتَّى تَغْتَسِلُوا (یہاں تک کہ تم غسل کر لو) یعنی مگر یہ کہ تم مسافر ہو اور پانی نہ پانے والے ہو تیمم کرنے والے ہو۔ آیت میں تیمم کرنے والے کو مسافر کہا۔ کیونکہ مسافر کی عام حالت بغیر پانی کے ہوتی ہے۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

البتہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ لا تقربوا الصلوة تم نماز کے مقامات کے قریب نہ جاؤ۔ یعنی مساجد ولا جنبا کا مطلب تم مسجد کے قریب جنابت کی حالت میں مت جاؤ۔ الا عابری سبیل مگر راستہ عبور کرنے کی غرض سے۔ جنابت والے کے لئے مجبوری کی حالت میں مسجد میں سے گزرنا جائز ہے۔ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ (اگر تم بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے ہو کر آیا ہو)

الغائط۔ نشی زین کو کہتے ہیں۔ وہ قضائے حاجت کے لئے نشی جگہوں میں جاتے تھے۔ پس وہ بول کر حدث سے فراغت کا کنایہ کر دیا۔ أَوَلَمْ تَسْتَمِ الْنِسَاءُ (یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو) یعنی ان سے قربت کی ہو۔ حضرت علی و ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی تفسیر مروی ہے۔

پانی نہ پانے کی حدود:

فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً (پس تم پانی نہ پاؤ) یعنی اس کے نہ ہونے یا دور ہونے کی وجہ سے استعمال پر قدرت نہ رکھتے ہو۔ یا اسی طرح عدم قدرت میں پانی تک پہنچنے کے آلہ کا نہ پانا اور سانپ، درندہ، دشمن وغیرہ کا پانی کے پاس ہونے کی وجہ سے پانی تک نہ پہنچ سکتا شامل ہے۔

شرط میں چار اشیاء:

فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا (پس تم پاکیزہ مٹی سے تیمم کرو) چار چیزیں شرط کے تحت داخل ہیں نمبر ۱ مریض۔ نمبر ۲۔ مسافر۔ نمبر ۳۔ بے وضو۔ نمبر ۴۔ بے غسل۔ فاء، جزاء کی لاکر تیمم کا امر فرمایا جو کہ تمام سے متعلق ہے۔
مَنْ سَنَّ لَهٗ: جب مریض پانی نہ پائے خواہ حرکت نہ کر سکے اور پانی تک نہ پہنچنے میں عاجزی کی وجہ سے اور مسافروں سے پانی دور ہونے کی بناء پر ان کی دسترس سے باہر ہو۔ اور بے وضو اور جنابت والے جب پانی نہ پائیں تو ان کو تیمم درست ہے۔

معنی صعيد:

زجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں، صعيد۔ سطح زمین کو کہتے ہیں۔ خواہ مٹی ہو یا اور کچھ اگر سخت چٹان ہو جس پر مٹی کا نشان بھی نہ ہو اسی پر تیمم کے لئے ضرب مار کر ہاتھ اور چہرے پر پھیر لیا تو تیمم سبب طہارت بن گیا۔ اور من کا حرف سورہ مائدہ میں تبعیض کے لئے نہیں بلکہ ابتدائے غایت کے لئے ہے۔ طیب کا معنی طاہر ہے۔

قراءت: لمستم پڑھا حمزہ اور علی رحمہما اللہ نے۔ فَاَمْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيكُمْ (تم مل لو اپنے چہروں اور بازوؤں پر) وجوہکم کی بعض نے زائد قرار دی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا (بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے) رخصت و آسانی عنایت فرما کر۔ غَفُورًا (بخشنے والے ہیں) خطاؤں اور تقصیرات کو۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ

کیا تو نے ان لوگوں کو دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا وہ گمراہی کو خریدتے ہیں

وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ۝۴۴ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَاكُمْ ط

اور یہ ارادہ کرتے ہیں کہ تم راہ سے بھٹک جاؤ، اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو خوب جاننے والا ہے

وَكٰفٰی بِاللّٰهِ وٰلِيًّا ۚ وَكَفٰی بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ۝۴۵ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا

اور اللہ کافی ہے ولی ہونے کے اعتبار سے اور اللہ کافی ہے مددگار ہونے کے اعتبار سے، جو لوگ یہودی ہیں

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا

ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کلمات کی تحریف کرتے ہیں ان کی جگہوں سے اور کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور نہیں مانیں گے

وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمِعٍ وَّرَاعِنَا لِيَآبَا لِسِنِّهِمْ وَطَعْنًا فِی الدِّیْنِ ط

اور کہتے ہیں کہ سن لے اس حال میں کہ تو سننے والا نہ ہو، اور اپنی زبانوں کو موڑتے ہوئے اور دین میں طعن کرتے ہوئے لفظ راعنا کہتے ہیں

وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاَسْمَعْ وَاَنْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهٖمْ

اور اگر وہ یوں کہتے کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا اور آپ سن لیجئے اور ہم پر نظر فرمائیے تو ان کے لئے بہتر

وَاقْوَمَ ۚ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۴۶

ہوتا اور درست ہوتا اور لیکن اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کر دی سو وہ ایمان نہیں لائیں گے مگر تھوڑے سے آدمی،

اَلَمْ تَرَ کے معنی کی وضاحت:

آیت ۴۴: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ (کیا تم نے ان لوگوں کی حالت کی طرف نظر نہیں کی جن کو کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا) الم تر میں نمبر ۱۔ رویت قلب مراد ہے۔ اور رویت پر الی لا کر۔ اَلَمْ يَنْتَه عِلْمُكَ اِلَيْهِمْ کے معنی میں کر دیا گیا۔ کیا تمہارا علم ان تک نہیں پہنچا۔ نمبر ۲۔ الم تر بمعنی الم تنظر ہے کیا تم نے غور نہیں کیا ان کی طرف۔ نصیب کا معنی تورات کا تھوڑا سا علم مراد اس سے احبار یہود ہیں۔

يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ (وہ گمراہی کو ہدایت کے بدلہ میں لیتے ہیں) مراد اس سے ان کا نبوت رسول اللہ ﷺ پر واضح دلائل قائم ہو جانے کے بعد بھی یہودیت پر اصرار کرنا ہے۔ حالانکہ وہ جان چکے ہیں کہ آپ وہ النبی العربی ہیں جن کی خوش خبری تورات

وانجیل میں دی جا چکی ہے اور ویریدون اَنْ تَصْلُو السَّبِيلَ (وہ یہ چاہتے ہیں کہ تم راستہ سے گمراہ ہو جاؤ) تَصْلُو کی ضمیر کا مرجع مؤمن ہیں اور السبیل سے مراد اسلام کا حق والا راستہ ہے۔ یعنی وہ تمہیں بھی گمراہ دیکھنا چاہتے ہیں جیسے وہ خود گمراہ ہوئے۔

تَفْسِيْرُ آيَتِ ۴۵:

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَاكُمْ (اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتے ہیں) اسی نے تمہیں ان کی دشمنی کی اطلاع دی ہے اپنے معاملات میں ان سے کوئی مشورہ مت طلب کرو۔ وَكَفَى بِاللّٰهِ وَلِيًّا (اللہ تعالیٰ تمہارا پورا کارساز ہے) وہ کارسازی کر کے تمہیں نفع پہنچائے گا۔ وَكَفَى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا (وہ اللہ پورا پورا مددگار ہے) ان کے ضرر کو دفع کریگا پس اس کی مدد و نصرت پر یقین کرو ان کی مکاریوں سے بچانے کیلئے۔

یا ان کی کچھ بھی پرواہ مت کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری ان کے خلاف نصرت کرے گا اور ان کی مکاریوں کیلئے کافی ہو جائے گا۔

نَحْوُ: وَلِيًّا اور نصیراً یہ تمیز کی وجہ سے منصوب ہیں یا پھر حال ہیں۔

آیت ۴۶: مِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ (کچھ یہود تبدیل کرتے ہیں کلمات (تورات) کو اس کے مقامات سے)۔

ایک نحوی تحقیق:

نَحْوُ: نمبر ۱۔ یہ الذین اتوا الكتاب کا بیان ہے۔ یا نمبر ۲۔ اعدائکم کا بیان ہے اور درمیان میں جملہ مقررہ ہے۔ یا نمبر ۳۔ نصیراً کے متعلق ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے ینصرکم من الذین هادوا جیسا کہ دوسری آیت میں ہے: وَنَصَرْنَاهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا [الانبیاء: ۷۷]

نمبر ۴۔ محذوف سے متعلق ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ من الذین هادوا قوم یحرفون الکلم۔ پس قوم مبتداء اور یحرفون اس کی صفت اور من الذین هادوا اس کی خبر مقدم۔ اس صورت میں موصوف قوم کو حذف کر کے اس کی صفت موصیہ یحرفون الکلم کو اس کے قائم مقام کر دیا۔

تحریفِ مواضع کی مثال:

يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ (وہ کلمات کو ان کے مقامات سے بدل دیتے) یحرفون کا معنی پھیرنا اور زائل کرنا ہے۔ کیونکہ وہ ان کو بدل کر ان کی جگہ دیگر کلمات رکھ دیتے تو گویا ان کے اپنے مقامات سے پھیر دیتے۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے ان کو رکھا تھا۔ اور اس سے زائل کر دیتے۔ اس تحریف کی مثال آپ کی تعریف میں یہ کلمہ تھا۔ أَسْمَرُ رُبْعَةٌ مناسب قدسیا ہی سفیدی مائل۔ انہوں نے بدل کر گندم گوں طویل القامت کر دیا۔

اس آیت میں عن مواضعہ کے الفاظ ہیں۔ اور ماندہ ۴۱ میں من بعد مواضعہ ہے۔ دونوں میں فرق: عن مواضعہ کا مطلب یہ ہے کہ ان کلمات کو ان مقامات سے ہٹاتے جہاں حکمت الہیہ کے مطابق ان کو رکھا گیا تھا۔ اس کا مقصد اپنی شہوات کی

اتباع ہے۔ اور من بعد مواضعہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ کلمہ ایسے مقام پر رکھتا جہاں رکھنا زیادہ مناسب تھا۔ جب انہوں نے اس کی تحریف کی تو اس لفظ کو چھوڑ دیا تو وہ اس مسافر کی طرح بن گیا۔ جس کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ اپنے ان مخصوص مقامات کے بعد۔ دونوں معانی قریب ہی ہیں۔

وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا (اور وہ کہتے ہیں ہم نے سنا آپ کا قول اور نافرمانی کی آپ کے حکم کی) دوسرا قول یہ بھی ہے کہ وہ عصینا آہستہ کہتے۔ وَاسْمَعُ (تو سن ہماری بات)۔

کلمہ مدح و قدح:

غَيْرُ مُسْمِعٍ (نہ سنائے جاؤ) یہ مخاطب سے حال ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ اسمع و انت غیر مسموع۔ یہ کلمہ دو طرفیں رکھتا ہے۔ مذمت و مدح۔ مذمت اس طرح۔ نمبر ۱۔ تو ہم سے سن ہم تمہیں بددعا دے رہے ہیں لا سمعت کی کیونکہ اگر ان کی بددعا قبول ہو تو کچھ نہ سنتے۔ اس لئے کہ اصم غیر مسموع ہوتا ہے۔ انہوں نے یہ بات اس بات پر اعتماد کرتے ہوئے کہی کہ ان کا قول لا سمعت مقبول بددعا ہے۔ نمبر ۲۔ تو سن تمہیں ایسا جواب نہ دیا جائے جس کی طرف تم بلا تے ہو مطلب یہ ہے کہ کبھی موافق جواب نہ سننے پاؤ۔ گویا کہ تم نے کچھ سنا ہی نہیں۔ نمبر ۳۔ تم سنو پسندیدہ بات، نہ سنائے جاؤ۔ کیونکہ تمہارے کان اس کو سننا پسند نہیں کریں گے۔

مدح کا احتمال بھی ہے۔ کہ تم سنو اور ناپسندیدہ بات نہ سنائے جاؤ یہ اس محاورہ سے نکلا ہے۔ اسمع فلان فلانا۔ فلاں نے فلاں کو خوب جلی کٹی سنائیں۔

مراد راعنا:

وَرَاعِنَا (تو ہماری رعایت کر) نمبر ۱۔ راعنا میں یہ احتمال بھی ہے کہ تو ہمارا انتظار کرتا کہ ہم تجھ سے بات کریں۔ اور نمبر ۲۔ عبرانی سریانی کلمے کے مشابہ بھی ہو سکتا ہے۔ جس سے وہ گالی دیتے تھے وہ ”راعنا“ ہے۔ وہ اس سے دین کا مذاق اڑاتے اور رسول اللہ ﷺ سے تمسخر کرتے یہ ذو معنیں (دونوں معنوں کا احتمال رکھنے والا) کلام کر کے گالی اور توہین مراد لیتے اور ظاہر کرتے کہ وہ توقیر و اکرام کر رہے ہیں۔

حق کو باطل کی طرف موڑنا:

لَيَأْتِيَنَّكَ بِالْأَسْتِثْمِ (اپنی زبانوں کو موڑ کر) یعنی بل دے کر اور تبدیل کر کے۔ نمبر ۱۔ مطلب یہ ہے کہ اپنی زبانوں کے ساتھ حق کو باطل کی طرف موڑتے۔ اس طرح کہ انظر نا کی بجائے راعنا کہتے اور لا سمعت مکروہا کی بجائے غیر مسموع کہتے۔ نمبر ۲۔ اپنی زبانوں کو بل دے کر بطور منافقت اس طرف موڑتے جو گالی و برائی ان کے باطن میں چھپی تھی۔ وَطَعْنَا فِي الدِّينِ (اور دین میں طعنہ زنی کی خاطر) اس سے مراد ان کا وہ قول ہے کہ اگر یہ سچے پیغمبر ہوتے تو ضرور یہ اطلاع دیتے اس اعتقاد کی جو ہمارے باطن میں ہے۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا (کاش وہ سمعنا اور اطعنا کے لفظ کہتے) اور عصینا نہ کہتے اور واسمع کہتے اور اس کے ساتھ غیر مسموع نہ ملاتے اور انظر نا کہتے راعنا نہ کہتے۔ لَكَاَنَّ خَيْرًا لَّهُمْ (تو اس کا کہنا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ آمِنُوا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ

اے وہ لوگو! جن کو کتاب دی گئی ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے نازل کیا جو اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے۔

مِّنْ قَبْلِ أَنْ تَطْمِسَ وُجُوهًا فَنَرُدَّهَا عَلَىٰ أَدْبَارِهَا أَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا

اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو مٹا دیں پھر ان کو الٹی جانب کی طرح بنا دیں یا ان پر لعنت کر دیں جیسا

لَعَنَّا أَصْحَابَ السَّبْتِ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ﴿٤٧﴾ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ

کہ ہم نے ہفتہ کے دن والوں پر لعنت کی، اور اللہ کا حکم پورا ہو کر رہتا ہے۔ بے شک اللہ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک

بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ افْتَرَىٰ

کیا جائے اور اس کے علاوہ جس گناہ کو چاہے بخش دے گا اور جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے تو اس نے بہت

إِثْمًا عَظِيمًا ﴿٤٨﴾

بڑے جرم کا ارتکاب کیا۔

ان کے حق میں بہتر ہوتا) یعنی ان کی یہ بات اللہ تعالیٰ کے ہاں پسند ہوتی۔ وَأَقْوَمَ (اور زیادہ عدل و انصاف والی ہوتی) وَلَكِنْ لَّعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ (اور لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کے باعث ان پر لعنت کی) اور ان کے کفر اختیار کر لینے کی وجہ سے رحمت سے دور پھینک دیا۔ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا (پس بہت تھوڑے ان میں سے ایمان لائیں گے) ان میں سے بعض حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جیسے حضرات مسلمان ہوئے۔ نمبر ۲۔ یہ اتنا کمزور ایمان رکھتے ہیں جو ناقابل اعتبار ہے اور یہ کہ بعض پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں اور دوسری کتابوں سے انکار کرتے ہیں۔

آیت ۴۷: جب وہ ایمان نہ لائے تو یہ آیت اتری: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ آمِنُوا بِمَا نَزَّلْنَا (اے اہل کتاب تم ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے اتارا) نزلنا سے مراد قرآن ہے۔ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ (وہ تصدیق کرنے والا ہے، اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے) مراد تورات ہے۔

طمس وجوہ کا معنی:

مِّنْ قَبْلِ أَنْ تَطْمِسَ وُجُوهًا (اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو بالکل مٹا ڈالیں) یعنی عین، ابرو، ناک، منہ کے نشانات کو مٹا ڈالیں۔ فَتَرُدُّهَا عَلَىٰ أَدْبَارِهَا (اور ہم ان کو گدی کی طرح کر دیں) کہ نشان مٹ کر وہ بھی گدی کی طرح سپاٹ ہو جائیں فا اس میں سیبہ ہے اور فاتعیب کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔ کہ ان کو دوسراؤں سے ڈرایا گیا جن میں ایک دوسرے کے بعد آئے گی ان

چہروں کا پشت کی طرف پھیرنا مٹانے کے بعد ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ ہم چہروں کو منادیں اور چہروں کو پشت کی طرف پھیر دیں۔ اور گدی کو اگلی طرف یہ بھی کہا گیا کہ طمس سے مراد تبدیل کرنا اور بدلنا ہے۔ جس طرح قبٹیوں کے اموال کو پتھر بنا دیا اور وجوہ سے ان کی وجاہت اور سرداری مراد ہو یعنی اس سے قبل کہ ان کے باوجاہت لوگوں کے حالات بدل ڈالیں اور ان کی ترقی چھین کر ذلت اور وجاہت کو پستی سے بدل دیں۔

دو میں سے ایک عذاب:

أَوْ نُلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّا أَصْحَابَ السَّبْتِ (یا ان پر ہم لعنت کریں جیسا ہم نے ہفتہ والوں پر لعنت کی) یعنی ان کو مسخ کر کے رسوا کریں جیسا ہفتہ والوں کو مسخ کیا۔ ہم ضمیر وجوہ کی طرف راجع ہے اگر اس سے مراد صاحب وجاہت ہوں۔ یا ضمیر الذین اتوا الكتاب کی طرف لوٹی ہے۔ بطریق التفات۔ اور یہ وعید اس وقت ان سے متعلق ہوتی جب کہ کوئی بھی ان میں سے ایمان نہ لاتا۔ حالانکہ بعض ایمان لا چکے جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ۔ انہوں نے اس وقت آیت سنی جبکہ وہ شام سے لوٹ رہے تھے۔ وہ گھر جانے سے قبل ہی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر مسلمان ہو گئے اور کہنے لگے۔ میں نہیں سمجھتا تھا کہ میں اپنے گھر بھی پہنچ سکوں گا۔ اس سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ میرے چہرے کو مسخ کر دے۔

نمبر ۲ دوسری تفسیر یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دو باتوں میں سے ایک سے ڈرایا۔ نمبر ۱۔ طمس وجوہ۔ نمبر ۲۔ لعنت۔ پس اگر طمس نے ان کے سرداروں کے حالات کو بدل دیا پھر دو میں سے ایک بات تو ہو گئی۔ اور اگر ان رؤسا کو نہیں بدلاتو لعنت ان کو پہنچ گئی۔ وہ ہر زبان سے ملعون ہیں۔

نمبر ۳۔ یہود کے متعلق اس پشن گوئی کے پورے ہونے کا قیامت سے قبل انتظار ہے۔ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا (اور اللہ تعالیٰ کا حکم ضرور پورا ہو کر رہتا ہے) امر اللہ سے جس کا حکم دیا گیا۔ اور وہ عذاب ہے۔ جس سے ان کو ڈرایا گیا۔ مَفْعُولًا یعنی ہر صورت پورا ہوگا۔ اگر وہ ایمان نہ لائیں گے تو دو میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے۔

آیت ۴۸: إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ (بیشک اللہ نہ بخشے گا یہ کہ اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے اور بخش دے گا اس کے علاوہ کو) نہ بخشے گا مطلب یہ ہے کہ اگر موت شرک پر آگئی۔ ذلک کا مشاڑ الیہ مادون الشریک ہے۔ خواہ کبیرہ بدون توبہ ہو۔

شرک مغفور بالتوبہ:

الحاصل: شرک مغفور بالتوبہ ہے۔ اور جو توبہ نہ کرے مگر گناہ شرک کے علاوہ ہوں تو اس سے بخشش کا وعدہ ہے۔ مطلب یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ بخشے گا اس کو جو شرک کرتا ہے۔ اس لئے کہ وہ مشرک ہے۔ اور گنہگار کو گناہ ہونے کے باوجود بخش دے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ سے ملے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ ٹھہراتا ہو گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور اس کی غلطیاں اس کو نقصان نہ دیں گی۔ (احمد ص: ۳۶۲ جلد ۲)

محبوب ترین آیت:

لِمَنْ يَشَاءُ (جس کے لئے وہ چاہے گا) یہ مشیت کی قید آیت کو اس کے عموم سے نہیں نکالتی۔ جیسا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
 اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ (الشوریٰ: ۱۹) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قرآن مجید میں سب سے زیادہ محبوب آیت
 میرے لئے یہ ہے۔ (اس لئے کہ اس میں مغفرت الہی کی بہت بڑی امید دلائی گئی ہے)۔

معزلہ کا قول اور اس کا جواب:

یہ مَادُون کی مغفرت کا وعدہ توبہ کے ساتھ معلق ہے۔ مگر یہ باطل بات ہے۔ کیونکہ کفر تو مغفور عنہ توبہ کے ساتھ اس آیت
 سے ہے۔ قل للذین کفروا ان ینتھوا یغفرلھم ما قد سلف۔ الانفال۔ ۳۸۔ پس اس سے کم درجہ کے گناہ تو توبہ سے بخشے
 جانے کے زیادہ حقدار ہیں۔ حالانکہ یہ آیت زیر تفسیر ان دونوں چیزوں کے مابین فرق کیلئے اتاری گئی ہے۔ اور وہ اسی طرح ہو سکتی
 ہے جیسا ہم نے کہا۔

وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ افْتَرَىٰ اِثْمًا عَظِيْمًا (جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرائے گا پس اس نے بہت بڑا طوفان
 باندھا) اس نے ایسا بڑا جھوٹ بنایا ہے جس سے دردناک عذاب کا حقدار بن گیا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاءُ وَلَا

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنی جانوں کو پاکیزہ بتاتے ہیں، بلکہ اللہ جس کو چاہے پاکیزہ بناتا ہے اور لوگوں پر

يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝۴۹ اَنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلٰى اللّٰهِ الْكُذِبَ وَكُفٰۤى بِهِ اِثْمًا

کھجور کی گٹھلی کے تانگے کے برابر بھی ظلم نہ ہوگا۔ دیکھو یہ لوگ اللہ پر کیسے جھوٹ باندھتے ہیں اور ان کا یہ افتراء صریح گناہ

مُبِيْنًا ۝۵۰ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ

ہونے کے لئے کافی ہے۔ کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا، وہ مانتے ہیں بتوں کو

وَ الطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰؤُلَاءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ

اور شیطان کو، اور کافروں کے بارے میں کہتے ہیں کہ جو لوگ ایمان لائے ان کے نسبت یہ کافر

اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۝۵۱ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ

زیادہ راہ راست پر ہیں ایسا کہنے والے وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور جس پر اللہ لعنت کر دے تو اس کے لئے

تَجَدَّلَ لَهُ نَصِيْرًا ۝۵۲ اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذَا يُؤْتُوْنَ

کوئی مددگار نہ پائے گا۔ کیا ان لوگوں کا ملک میں کچھ حصہ ہے سو ایسی صورت میں لوگوں کو وہ

النَّاسَ نَقِيْرًا ۝۵۳

ذرا سی چیز بھی نہ دیتے۔

آیت ۴۹: یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے یہود و نصاریٰ میں سے اپنے آپ کو پاک قرار دیا کہ ہم تو انبیاء علیہم السلام کے بیٹے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور کہا ہمارے سواء جنت میں کوئی نہ جائے گا۔

اللہ کا تزکیہ معتبر ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ (کیا تم نے ان لوگوں کی حالت پر غور نہیں کیا جو اپنے آپ کو پاک قرار دیتے ہیں) اس میں تمام ایسے لوگ شامل ہیں جو اپنے طور پر پاک باز بنتے ہیں اور اپنے عمل کی پاکیزگی سے اپنے نفس کو موصوف قرار دیتے ہیں۔ اور اطاعت و تقویٰ کے اضافہ سے نفس کو متصف مانتے ہیں۔ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاءُ (بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں پاک کرتے ہیں) اس میں یہ بات بتلائی کہ اللہ تعالیٰ کا تزکیہ ہی قابل اعتبار ہے۔ کسی دوسرے کا تزکیہ معتبر نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی

اہل تزکیہ کو جاننے والے ہیں۔ اسی طرح کی دوسری آیت سورہ النجم ۳۲ فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ اَتَّقٰی کہ اپنے کو پاک مت قرار دو۔ وہ متقین کو خوب جانتا ہے۔ وَلَا يَظْلَمُوْنَ (ان پر ظلم نہ کیا جائے گا) یعنی جو لوگ اپنے آپ کو پندار میں پاک قرار دیتے ہیں۔ ان کو ان کے پاک قرار دینے پر پوری سزا دی جائے گی یا جن کو وہ چاہے گا ان کی پاکیزگی پر ثواب دیا جائے گا اور ان کے ثواب میں کسی چیز کی کمی نہ ہوگی۔ فِتْيَلًا (بٹے ہوئے دھاگے کی مقدار) الفتیل ہاتھوں سے میل کی مروڑی بنانا۔

آیت ۵۰: اَنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ (غور کرو۔ یہ کس طرح اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں) اپنے خیال کے مطابق وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پاکیزہ ہیں۔ وَكَفٰى بِهِ اِثْمًا مُّبِيْنًا (اس افتراء کا کھلا گناہ ہونا ظاہر ہے) یعنی ان کے تمام گناہوں میں یہ تزکیہ والا زعم گناہ ہونے کے اعتبار سے کافی ہے (کسی دلیل کا محتاج نہیں)

آیت ۵۱: اَلَمْ تَرَ اِلٰی الَّذِيْنَ اٰوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ (کیا تم نے غور کیا ان لوگوں کی حالت پر جن کو کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا) یعنی یہودیوں یَوْمُنُوْنَ بِالْحَبِيْبِ (وہ بتوں پر ایمان لاتے ہیں) الحبیب ہر وہ چیز جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جائے۔ وَالطَّاغُوْتِ (اور شیطان) وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰؤُلَاءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا (اور وہ کافروں کو کہتے ہیں کہ یہ ایمان والوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں) اس کا واقعہ اس طرح ہے جی بنی بنی اور کعب بن اشرف دونوں یہودی سردار ایک یہودی جماعت کے ہمراہ مکہ گئے۔ تاکہ قریش سے رسول اللہ ﷺ کے خلاف لڑنے کا معاہدہ کریں۔ انہوں نے کہا۔ تم اہل کتاب ہو۔ اور محمد ﷺ کے تم زیادہ قریب ہو اور وہ ہماری نسبت تم سے قریب تر ہیں۔ ہمیں تمہارے اس قریب پر اعتبار نہیں۔ بس ایک صورت ہے کہ تم ہمارے معبودوں کو سجدہ کرو تو ہم تم پر اعتبار کر لیں گے۔ انہوں نے بتوں کو سجدہ کیا۔ پس جبت و طاغوت پر ایمان لانا اسی بات کو قرار دیا گیا کیونکہ اصنام کو سجدہ ریزی اس کا عملی مظاہرہ تھا۔ انہوں نے ابلیس ملعون کی اتباع کی۔ پھر ابوسفیان نے کہا تم بتلاؤ کیا ہم زیادہ ہدایت یافتہ ہیں یا محمد ﷺ تو کعب کہنے لگا۔ تم زیادہ ہدایت یافتہ ہو۔

آیت ۵۲: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ (یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے) کہ ان کو اپنی رحمت سے دور ہٹا دیا ہے۔ وَمَنْ يَلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ نَصِيْرًا (جس پر اللہ تعالیٰ لعنت فرمائیں تم ہرگز اس کے لئے کوئی مددگار نہ پاؤ گے) کہ جو اپنی مدد سے اس کی نصرت کرے۔

آیت ۵۳: پھر یہودی بخل و حسد سے ان کی تعریف کی حالانکہ یہ دونوں بدترین خصلتیں ہیں۔ وہ اپنے مال کو توروک کر رکھتے ہیں مگر تمنا اس چیز کے ملنے کی کرتے ہیں جو دوسروں کو ملی۔ چنانچہ فرمایا۔ اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ

منحور: ام۔ منقطعہ ہے۔ اور ہمزہ استفہام انکاری کے معنی میں ہے۔ ہاں ان کے پاس کوئی سلطنت کا حصہ نہیں ہے۔

یہودی شدت بخل:

فَاِذَا لَا يُوْتُوْنَ النَّاسَ نَفِيْرًا (ایسی حالت میں تو یہ لوگوں کو ذرا سی چیز بھی نہ دیتے) یعنی اگر حکومت کا کچھ حصہ ہوتا۔ اہل دنیا کی حکومت یا اللہ تعالیٰ کی مملکت تو پھر بھی یہ شدت بخل کی وجہ سے لوگوں کو ایک معمولی چیز بھی نہ دیتے۔

النقییر: وہ گڑھا جو گھٹلی کی پچھلی جانب پایا جاتا ہے۔ یہ فیتل کی طرح قلت کی مثال بیان کی۔

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا

کیا وہ لوگوں سے اس چیز پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے، سو ہم نے

آلِ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا ۝۵۴ فَمِنْهُمْ مَنْ

آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت دی اور ہم نے ان کو بڑا ملک عطا کیا۔ سو ان میں سے

أَمَنَ بِهِ وَ مِنْهُمْ مَنْ صَدَّ عَنْهُ ۖ وَ كَفَىٰ بَجَهَنَّمَ سَعِيرًا ۝۵۵ إِنَّ

بعض اس پر ایمان لائے اور بعض نے اس سے روگردانی کی۔ اور کافی ہے دوزخ کا دہکتی ہوئی آگ ہونا۔ بلاشبہ

الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا ۖ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ

جن لوگوں نے ہماری آیات کے ساتھ کفر کیا عنقریب ہم ان کو آگ میں داخل کریں گے جب بھی ان کی کھالیں پک جائیں گی

بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ ۖ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝۵۶

تو ہم ان کی کھالوں کے علاوہ ان کی دوسری کھالیں پلٹ دیں گے تاکہ عذاب چکھیں۔ بیشک اللہ زبردست ہے۔ حکمت والا ہے،

آیت ۵۴: أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ (بلکہ یہ لوگوں پر حسد کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اپنے فضل سے دے رکھی ہے) یعنی رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حسد کرتے ہیں۔ باوجودیکہ حسد قبیح چیز ہے۔ اور حسد کی وجہ وہ نصرت و غلبہ اور عزت میں اضافہ اور ہر روز کی ترقی تھی (جو ان کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی) فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ (تحقیق ہم نے آل ابراہیم کو کتاب یعنی تورات دی) وَالْحِكْمَةَ (اور نصیحت) یعنی دین کی گہری سمجھ بوجھ۔

یہود کو الزامی جواب:

وَآتَيْنَهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا (اور ہم نے ان کو بہت بڑی بادشاہت دی) یعنی بادشاہت یوسف و داؤد و سلیمان علیہم السلام یہ یہود کو الزامی جواب دیا خود اسی بات سے جس کو وہ جانتے بوجھتے تھے۔ کہ اسلاف محمد ﷺ یعنی آل ابراہیم علیہم السلام کو کتاب، حکمت اور مملکت دی جا چکی۔ اس لئے اگر آج آل ابراہیم کے جلیل القدر فرزند کونبوت و حکومت اسلاف کے مشابہ دے دی جائے تو اس میں کیا استبعاد ہے۔

آیت ۵۵: فَمِنْهُمْ مَنْ آمَنَ بِهِ (پس ان میں سے کچھ تو ایمان لائے) اس پر یعنی یہود میں کچھ لوگوں نے آل ابراہیم والی بات پر یقین کر لیا۔ وَمِنْهُمْ مَنْ صَدَّ عَنْهُ (اور کچھ نے اس سے منہ پھیر لیا) باوجودیکہ وہ اس کے صحیح ہونے کا یقین رکھتے تھے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے عنقریب ہم ان کو ایسے باغوں میں داخل کریں گے۔ جن کے نیچے نہریں

خُلِدِينَ فِيهَا أَبَدًا لَّهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيهَا ظِلٌّ ۝۵۷

جاری ہوں گی۔ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ ان میں ان کے لئے پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور ہم ان کو گھنے سائے میں داخل کریں گے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا ۖ وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ

بے شک اللہ تمہیں حکم فرماتا ہے کہ امانت والوں کو امانتیں دے دیا کرو اور جب تم لوگوں کے درمیان

النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ

فیصلے کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلے کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جس چیز کی تمہیں نصیحت فرماتا ہے وہ بہت اچھی ہے۔ بے شک اللہ

سَمِيعًا بَصِيرًا ۝۵۸

سننے والا دیکھنے والا ہے۔

دوسری تفسیر:

ان یہود میں سے کچھ تو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے اور بعض نے اس نبوت کو اوپر اقرار دے کر انکار کی ٹھان لی۔

وَكُفِيَٰ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا (جہنم کی بھڑکتی آگ ان کے لئے کافی ہے) جو ایمان لانے سے باز رہے۔

تفسیر آیت ۵۶:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ (بیشک جن لوگوں نے کفر کیا ہماری آیات کے ساتھ عنقریب ہم انکو داخل کریں گے)۔

نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا۔ (آگ میں۔ ہر دفعہ جب ان کی کھال جل جائے گی۔ تو ہم

پہلی کھال کی جگہ دوسری کھال بنا دیں گے) نَضِجَتْ کا معنی جلنا۔ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا کا معنی ان کھالوں کو ان جلی کھالوں سے

بدلنا ہے۔ پس تبدیلی اور تغیر دونوں ہیئتوں کے مختلف ہونے کے ساتھ ہوگی، نہ کہ اصل کی تبدیلی کے ساتھ۔ اہل حق کا یہی مسلک

ہے۔ فرقہ کرامیہ کا اس میں اختلاف ہے۔ فضیلؒ کہتے ہیں جلی کو ان جلی بنا دیا جائے گا۔ لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ (تاکہ وہ عذاب

کو چکھیں) اور عذاب کا ذائقہ ہمیشہ رہے۔ اور منقطع نہ ہو۔ جیسے کسی عزیز کو تم کہتے ہو۔ اعزك الله یعنی اللہ تمہیں عزت میں دوام

میسر فرمائیں۔ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا (بیشک اللہ تعالیٰ زبردست ہیں) انتقام لے سکتے ہیں۔ کوئی چیز اس کے ارادے کو بحر میں پر

نافذ کرنے سے رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ حَكِيمًا (وہ حکمت والے ہیں) اس کام میں جو کافروں کے ساتھ وہ کریں۔

آیت ۵۷: وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خُلِدِينَ فِيهَا أَبَدًا لَّهُمْ

فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ (اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ہم ان کو جنتوں میں ضرور داخل کریں گے۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوگی۔ وہ ان جنتوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کے لئے وہاں ستھری بیویاں ہوگی) مطہرۃ کا مطلب نجاسات، حیض و نفاس سے پاک ہونا۔

خوبصورت سایہ میں داخلہ:

وَنُذِخْلَهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا (اور ہم ان کو وسیع سایہ میں داخل کریں گے) ظلیل یہ صفت کا صیغہ ہے جو ظل سے لیا گیا۔ اور اس کے معنی کی تاکید کے لئے لایا گیا۔ جیسا کہتے ہیں۔ لیل الیل۔ طویل رات۔ ظلیل وہ سایہ جو دراز خوبصورت ہو۔ نہ اس میں سوراخ ہو۔ اور ہمیشہ کا سایہ ہو کہ جس کو سورج نہ مٹا سکے اور ایسا سہانا کہ نہ اس میں گرمی ہو نہ ٹھنڈک۔ اور یہ صفات جنت کے سایہ کے علاوہ کسی میں نہیں۔

تمام فرائض امانتیں:

آیت ۵۸: پھر حکام کو مخاطب کر کے ادائیگی امانات کا حکم دیا۔ اور عدل کا حکم دیا اپنے اس ارشاد سے إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا (اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم امانتیں امانت والوں کو ادا کر دو) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس حکم میں ان فرائض کی ادائیگی بھی شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں۔ جن کو انسان نے اٹھایا ہے۔ اور حواس کی حفاظت بھی انہیں میں شامل ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں۔ وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ (اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو) حکمت کا معنی فیصلہ کرنا۔ العدل کا معنی برابری کرنا اور انصاف کرنا ہے۔

عثمان رضی اللہ عنہ تو حدیبیہ کے بعد اسلام لا چکے تھے:

دوسرا قول یہ ہے۔ کہ عثمان بن طلحہ بن عبد الدار بیت اللہ کا چابی بردار تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے کعبہ کی چابی لی۔ جب آیت نازل ہوئی تو علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ کہ یہ چابی اس کو واپس کر دو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے متعلق قرآن اتارا ہے۔ یہ آیت عثمان کو پڑھ کر سنائی وہ سنتے ہی مسلمان ہو گیا۔ جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دی کہ چابی برداری عثمان کی اولاد میں ہمیشہ رہے گی۔ (حاشیہ کشاف)

إِنَّ اللَّهَ نِعْمًا يَعْظُكُمُ بِهِ (اللہ تعالیٰ تمہیں بہت اچھی چیز کی نصیحت کرتے ہیں)

نحو و قراءات:

ما نکرہ منصوبہ موصوفہ ہے يعظُكُمْ، سے تقدیر عبارت یہ ہے۔ نعم شينًا يعظُكُمْ بہ۔

نمبر ۲۔ ما موصولہ مرفوعۃ المحل۔ ما بعد اس کا صلہ۔ تقدیر عبارت یہ ہے نعم الشئ الذی يعظُكُمْ بہ مخصوص بالمدح

محذوف ہے۔ یعنی نعمًا يعظُكُمْ بہ ذاك۔ ذاك کا مشارالیه ادائیگی امانات اور عدل فی الحکم ہے۔

قراءت: نِعَمٌ مدنی اور ابو عمرو نے پڑھا۔ نِعَمٌ شامی اور حمزہ علی نے پڑھا۔ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا (بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری باتوں کو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ

اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی، اور ان لوگوں کی فرمانبرداری جو اولوالامر ہیں تم میں سے

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ

پس اگر تم آپس میں کسی چیز کے بارے میں جھگڑنے لگو تو اس کو لوٹا دو اللہ کی طرف اور رسول کی طرف، اگر تم اللہ

بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝ أَلَمْ تَرَ إِلَى

اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے اور بہت خوب تر ہے۔ کیا آپ نے

الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا

ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے جو اللہ نے آپ کی طرف نازل فرمایا اور اس پر بھی ایمان لائے جو

أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ

آپ سے پہلے نازل کیا گیا یہ لوگ چاہتے ہیں کہ شیطان کی طرف اپنا قضیہ لے جائیں حالانکہ

أَمْرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ۝

ان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اس کے منکر ہوں، اور شیطان چاہتا ہے کہ ان کو گمراہ کر کے دور کی گمراہی میں ڈال دے،

سننے والے) بصیراً (تمہارے اعمال کو دیکھنے والے ہیں)۔

آیت ربط:

آیت ۵۹: جب حکام کو ادائیگی امانات اور انصاف سے فیصلے کرنے کا حکم دیا تو لوگوں کو حکم فرمایا کہ وہ ان کی اطاعت کریں۔ فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ (اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکام کی بات مانو۔ پس اگر تم کسی چیز میں تنازع کرو تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو) اولی الامر سے مراد حکام یا علماء ہیں کیونکہ ان کا حکم حکام پر چلتا ہے۔ اگر تم اور حکام کسی دینی امر میں مختلف ہو جاؤ تو اس میں کتاب و سنت کی طرف رجوع کرو۔

إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو یہ تمہارے لئے سب سے اچھی اور تاویل کے اعتبار سے سب سے بہتر ہے) ایمان اطاعت کو لازم کرتا ہے نہ کہ نافرمانی کو۔ یہ آیت بتلا رہی ہے کہ امراء کی اطاعت لازم ہے جبکہ وہ حق کی موافقت کریں۔ جب وہ حق کی مخالفت کریں تو پھر ان کی اطاعت

نہیں۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق)) (احمد ۴۰۹ جلد ۱)
دلچسپ حکایت: مسلمہ بن عبد الملک نے ابو حازم کو مخاطب کر کے کہا کیا تمہیں ہماری اطاعت کا حکم نہیں دیا گیا۔ جو اللہ کے اس
ارشاد میں ہے واولی الامر منکم۔

ابو حازم: کیا جب تم حق کی مخالفت کرو تو تمہاری اطاعت ختم نہیں ہو جاتی۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے: فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ یعنی قرآن اور رسول آپ کی زندگی میں اور وفات کے بعد آپ کی احادیث کی طرف۔
ذَلِكَ اس کا مشارک الیہ الرد ہے۔ کتاب و سنت کی طرف لوٹنا۔ خیر۔ بہت بہتر ہے۔ جلد ملنے والا ہے۔ وَأَحْسَنُ
تَأْوِيلًا اور بہت بہتر ہے تاویل کے لحاظ سے۔ یعنی انجام کے لحاظ سے۔

بشر منافق اور یہودی کا قصہ:

آیت ۶۰: بشر منافق اور یہودی کے درمیان جھگڑا تھا۔ یہودی نے اس کو کہا کہ آؤ نبی اکرم ﷺ سے فیصلہ کروالیں۔ کیونکہ وہ
جانتا تھا کہ آپ رشوت نہیں لیتے۔ منافق نے کہا چلو کعب بن اشرف کے پاس چلتے ہیں۔ اس کا مقصد تھا کہ اس کو رشوت دے کر
اپنے حق میں فیصلہ کرا لے۔ پھر دونوں فیصلہ لے کر حضرت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ آپ نے یہودی کے حق میں فیصلہ
کر دیا۔ مگر منافق راضی نہ ہوا۔ اور کہنے لگا آؤ۔ ہم عمر کے پاس فیصلہ لے جاتے ہیں۔ یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول
اللہ ﷺ نے میرے حق میں فیصلہ دے دیا ہے۔ مگر یہ راضی نہیں ہوا۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے منافق کو کہا۔ کیا بات اسی طرح ہے۔ اس
نے کہا ہاں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم دونوں یہاں ٹھہرو یہاں تک کہ میں تمہارے پاس نکل کر آؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی تلوار
لے کر نکلے۔ اور منافق کی گردن ماردی۔ اور کہا میرا فیصلہ اس کے لئے جو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ پر راضی نہیں ہوتا یہی
ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ (کیا تم نے ان لوگوں کی حالت کو دیکھا جن کا گمان یہ
ہے) جبریل علیہ السلام نے کہا عمر نے حق و باطل میں تفریق کر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تو فاروق ہے (اسباب النزول للواحدی)
اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحٰكَمُوْا اِلَى الطَّاغُوْتِ (کہ وہ ایمان رکھتے ہیں
اس رجوع اتاری گئی آپ کی طرف اور وہ جو اتاری گئی آپ سے پہلے۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ وہ شیطان کی طرف اپنا فیصلہ لے جائیں)
نَحْمُ: یزیدون۔ یزعمون کی ضمیر سے حال ہے۔

طاغوت سے مراد کون ہے؟

نمبر ۱۔ طاغوت سے مراد کعب بن اشرف یہودی ہے اس کو طاغوت اس لئے کہا کیونکہ وہ سرکشی میں حد سے بڑھنے والا تھا۔
اور عداوت رسول میں انتہاء کو پہنچا ہوا تھا۔

نمبر ۲۔ اس کو شیطان سے تشبیہ دی۔ نمبر ۳۔ غیر اللہ کی طرف فیصلہ لے جانے کو تحاکم الی الطاغوت قرار دیا اور اس کی
دلیل آیت کا اگلا حصہ ہے۔ وَقَدْ اُمِرُوْۤا اَنْ يَّكْفُرُوْۤا بِهٖ وَيُرِيْدُوْۤا الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا (حالانکہ ان کو شیطان کی
نافرمانی کا حکم دیا۔ اور شیطان چاہتا ہے کہ ان کو دور کی گمراہی میں مبتلا کر دے)

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ

اور جب ان سے کہا گیا کہ آ جاؤ اس حکم کی طرف جو اللہ نے نازل فرمایا اور آ جاؤ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا ۝۶۱ فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ

تو آپ منافقین کو دیکھیں گے کہ وہ آپ سے ہٹتے ہیں، پس کیا حال ہو گا جب ان کو کوئی مصیبت

مُصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَاءُوكَ يَحْلِفُونَ ۖ بِاللَّهِ إِنَّ

پہنچے ان کے ہاتھوں کے کئے ہوئے کرتوتوں کی وجہ سے پھر وہ آئے آپ کے پاس اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں

أَرَدْنَا إِلَّا أَحْسَنًا وَتَوْفِيقًا ۝۶۲ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي

کہ ہمارا مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ بھلائی کی صورت نکل آئے اور آپس میں موافقت ہو جائے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کچھ ان کے دلوں میں ہے

قُلُوبِهِمْ ۖ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا

اللہ سے جانتا ہے۔ سو آپ ان سے اعراض کیجئے اور ان کو نصیحت کیجئے، اور ان کی ذاتوں کے متعلق ان سے ایسی باتیں کہہ دیجئے جو ان کے حق میں خوب زیادہ

بَلِيغًا ۝۶۳ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَلَوْ أَنَّهُمْ

فائدہ مند ہوں۔ اور ہم نے پیغمبر نہیں بھیجے مگر اسی لئے کہ بحکم خداوندی ان کی فرمانبرداری کی جائے اور جب انہوں نے

إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ

اپنی جانوں پر ظلم کیا آپ کے پاس آتے پھر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے

الرَّسُولُ لَوْ جَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا ۝۶۴

استغفار کرتا تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور مہربانی فرمانے والا پالیتے۔

ضلال بعید کیا ہے:

یضل سے مراد حق سے ہٹانا۔ ضلال بعید سے مراد موت تک قائم رہنے والی گمراہی ہے۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۶۱:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ (جب منافقین کو کہا جاتا ہے) تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ (آؤ فیصلہ کرانے کے لئے اس

حکم کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے اتارا اور رسول کی طرف (رَأَيْتَ الْمُنْفِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا) تم دیکھو گے کہ منافقین تم سے رکتے ہیں رکنا) یعنی وہ آپ سے اعراض کر کے دوسرے کی طرف جاتے ہیں۔ تاکہ اس کو رشوت دے کر اپنے حق میں فیصلہ کرا لیں۔

آیت ۶۲: فَكَيْفَ (پس ان کا کیا حال ہوگا) اور یہ کیا کچھ کر رہے ہیں۔ اِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ (جب ان کو کوئی مصیبت پہنچ جاتی ہے) یعنی عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے بشر کا قتل۔ بِمَا قَدَّمْتُ أَيْدِيهِمْ (جوان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا) یعنی تمہارے سواء اور کسی کے پاس فیصلہ لے گئے اور فیصلے میں آپ پر بے انصافی کی تہمت لگائی۔ ثُمَّ جَاءُوكَ (پھر آپ کے پاس مقتول کے منافقین ساتھی آئے) يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ اِنْ اَرَدْنَا اِلَّا اِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا (اس حال میں کہ وہ اللہ کی قسمیں اٹھا رہے ہیں کہ ہم نے تو آپ کے علاوہ دوسرے کے ہاں فیصلہ لے جا کر بھلائی اور متخامین کے درمیان موافقت کا ارادہ کیا) برائی اور آپ کی مخالفت کا ارادہ نہیں کیا۔ اور نہ ہی آپ کے فیصلہ پر ناراضگی ظاہر کی ہے۔

نحو: کیف میں استفہام تعجبی ہے۔ یحلفون باللہ حال ہے۔

منافقین کو وعید:

درحقیقت یہ ان کے فعل پر وعید ہے۔ کہ وہ عنقریب شرمندہ ہونگے۔ جبکہ ان کو شرمندگی کچھ کام نہ آئے گی۔ اور نہ معذرت فائدہ دے گی۔

ایک قول یہ ہے کہ منافق کے رشتہ دار اس کے خون کا مطالبہ لے کر آئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس خون کو رائیگاں قرار دیا۔ اور کہنے لگے ہم تو عمر کے پاس فیصلہ لے کر اس لئے گئے تھے۔ کہ وہ عادلانہ فیصلہ سے ہمارے ساتھی پر احسان کریں اور اس کے اور اس کے مخالف کے درمیان موافقت کروادیں۔ ہمارے دل میں یہ خیال تک بھی نہ تھا کہ وہ ایسا فیصلہ کر ڈالیں گے جو انہوں نے کر دیا۔

آیت ۶۳: اُولَٰئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ (یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو ان کے دلوں میں ہے) یعنی منافقت۔ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ (آپ ان سے اعراض فرمائیں)۔ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَهُمْ فِيْ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا (اور ان کو نصیحت کریں اور ان کو ان کے متعلق موثر بات کہیں)

اعراض کا مفہوم:

اعراض کا مطلب۔ نمبرا۔ ان کا عذر قبول کرنے سے اعراض کریں۔ اور ڈانٹ ڈپٹ اور انکار کے ساتھ ان کو نصیحت کریں۔ اور ان کو نصیحت کرنے میں تخویف و انداز میں خوب مبالغہ کریں۔ یا نمبر ۲۔ انجام سے اعراض کریں اور عتاب سے نصیحت کریں اور ان کی اس حرکت کے متعلق آپ کے دل میں جو آخری نصیحت ہے وہ ان کو کریں۔ اور بلاغت کا قاعدہ ہے کہ اپنی زبان سے اس حقیقت کو پہنچے جو ان کے دل و جنان میں ہے۔

نَحْوُ: فی انفسهم یہ قل لهم سے متعلق ہے۔ اے قل لهم فی انفسهم الخبیثۃ وقلوبہم المطویۃ علی النفاق۔ ان کے خبیث نفوس اور نفاق پر لپٹے ہوئے دل کے اندر اترنے والی بات کہیں۔ قولاً بلیغاً پوری بات جو ان تک پہنچ جائے اور ان میں اثر انداز ہو۔

آیت ۶۴: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ (نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول کبھی بھی مگر اس لئے تاکہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ تعالیٰ کے اذن سے) باذن اللہ کا مطلب۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی اطاعت کی توفیق بخشی اور اس میں آسانی فرمائی۔ نمبر ۲۔ اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کی اطاعت کی اجازت دی۔ اور اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مبعوث پیغمبر کے بارے میں حکم دیا کہ وہ اس کی اطاعت کریں۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم دینے والا ہے۔ پس اس کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ کیونکہ اللہ نے فرمایا من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ (اور جبکہ انہوں نے طاغوت کے پاس فیصلہ کرانے کیلئے جانے کے سبب اپنے نفوس پر ظلم کر لیا تھا) جَاءُوكَ (آپ کے پاس آ جاتے) نفاق سے سچی توبہ کر کے اور رسول ﷺ کی مخالفت کرنے کی معذرت کر لیتے۔ فَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ (پھر نفاق شقاق سے سچی توبہ کے بعد اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیتے) وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ الرَّسُولُ (اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لئے استغفار کرتے) ان کی معافی کی سفارش کر کے لَوْ جَدُّوا اللَّهَ تَوَّابًا (وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا) رَحِيمًا (مہربان پاتے)۔

نَحْوُ: جَاؤُكَ جو کہ اُن کی خبر ہے یہ اذ ظلموا میں عامل ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ ولو وقع مجینہم فی وقت ظلمہم مع استغفار ہم واستغفار الرسول۔ اگر ان کی آمد اس ظلم کے وقت میں استغفار ذاتی اور شفاعت رسول کے ساتھ ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کر لیتا۔

شفاعت کا اعلیٰ مرتبہ:

نکتہ: استغفرت لهم نہیں فرمایا بلکہ اس کی بجائے استغفر لهم الرسول فرمایا اس سے آپ کی عظمت شان اور آپ کے استغفار کا مقام و مرتبہ ظاہر فرمایا۔ اور اس پر متنبہ فرمایا کہ جس ہستی کو الرسول کہتے ہیں۔ ان کی شفاعت کا بارگاہ الہی میں بڑا مرتبہ ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک بدو آپ ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے اور آپ ﷺ کے دفن ہونے کے بعد آپ ﷺ کی قبر مبارک پر آیا اور اپنے آپ کو آپ ﷺ کی قبر مبارک پر ڈال کر لوٹ پوٹ ہونے لگا اور قبر کی مٹی کا چلو بھر کر اپنے سر پر ڈالا اور کہنے لگا یا رسول اللہ آپ نے کہا ہم نے سنا اور آپ پر جو قرآن اتر اس میں یہ آیت ہے وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ (الایۃ) میں نے اپنے اوپر ظلم کیا اور آپ کی خدمت میں اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی کی خاطر آیا ہوں۔ میرے لئے میرے رب سے استغفار کر دیں۔ آپ کی قبر سے یہ آواز آئی اللہ تعالیٰ نے تمہیں بخش دیا۔ (احادیث کی معتبر کتابوں میں اس روایت کا ثبوت نہیں ملتا۔ اسی لئے علامہ نسفی نے قیل کے کمزور الفاظ سے ذکر کیا ہے) صحابہ کرامؓ نے اس کو قبر مبارک کے پاس اس طرح کیونکر چھوڑا ہو گا۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا

سو قسم ہے آپ کے رب کی وہ مومن نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ جو ان کے آپس کے جھگڑے ہوں ان میں آپ کو فیصلہ کرنے والا بنا کر آپ کے

فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿۶۵﴾ وَلَوْ أَنَّا

فیصلے سے اپنے دلوں میں کسی بھی طرح کی تنگی محسوس نہ کریں اور پورا پورا تسلیم کر لیں۔ اور اگر ہم

كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنْ اقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ أَوْ اخْرَجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ

ان پر یہ فرض کر دیتے کہ اپنی جانوں کو قتل کرو یا یہ کہ اپنے گھروں سے نکل جاؤ

مَا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِّنْهُمْ وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ

تو اس پر عمل نہ کرتے مگر تھوڑے سے لوگ، اور اگر وہ لوگ ان کاموں کو کرتے جن کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو یہ

خَيْرًا لَّهُمْ وَأَشَدَّ ثَبَاتًا ﴿۶۶﴾ وَإِذْ أَتَيْنَهُمْ مِنْ لَدُنَّا آجْرًا عَظِيمًا ﴿۶۷﴾

ان کے حق میں بہتر ہوتا، اور یہ ان کے ایمان کو زیادہ پختہ کرنے والا عمل ہوتا اور اس وقت ان کو ہم اپنے پاس سے ضرور اجر عظیم عطا کرتے۔

وَلَهَدَيْنَهُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ﴿۶۸﴾

اور ہم ان کو سیدھے راستے پر چلاتے۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۶۵:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ (پس آپ کے رب کی قسم ہے۔ وہ ایماندار نہیں ہونگے) نَحْوُ: لا زائدہ ہے قسم کے معنی کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ اور لَا يُؤْمِنُونَ جواب قسم ہے یا تقدیر عبارت اس طرح ہے فلا یعنی معاملہ اس طرح نہیں جس طرح وہ کہتے ہیں پھر فرمایا: وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ آپ کے رب کی قسم وہ مومن نہ ہونگے۔ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (یہاں تک کہ وہ آپ کو فیصلہ مانیں ان معاملات میں جو ان کے مابین پیش آنے والے ہوں) یعنی جو ان کے مابین مختلف اور مختلط ہیں اور اسی سے الشجرہ کو شجرہ کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی شاخیں آپس میں ملی جلی ہوتی ہیں۔ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا (پھر وہ نہ پائیں اپنے دلوں میں کوئی تنگی) مِمَّا قَضَيْتَ (اس سے جو آپ نے فیصلہ کیا) یعنی آپ کے فیصلے سے دل میں تنگی محسوس نہ کریں یا شک نہ کریں۔ کیونکہ شک کرنے والا اپنے معاملے میں تنگی محسوس کرتا ہے یہاں تک کہ اس کو واضح یقین نہ ہو جائے۔

وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (اور وہ آپ کے حکم کو بلا کراہت بخوشی مان لیں) اور وہ آپ کے فیصلے کے پورے طور پر مطیع ہو

جائیں۔ سلم اور اسلم نفسہ کہا جاتا ہے۔ جبکہ وہ اپنے نفس کو اس کے لئے خالص کر دے۔
تسلیم کا معنی:

تَسْلِيْمًا یہ مصدر ہے جو فعل کیلئے بطور تاکید لایا گیا۔ اور یہ فعل کو دوبارہ لانے کی طرح ہے۔ گویا تقدیر عبارت یہ ہے۔
وَيَنْقَادُوا لِحُكْمِكَ انْقِيَادًا لَا شُبْهَةَ فِيهِ بظاہر ہم و باطنہم۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے یہاں
تک کہ آپ کے حکم اور فیصلے پر رضا مند نہ ہوں۔

تَفْسِيْرُ آيَتِ ۶۶:

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ (اگر ہم ان پر فرض کر دیتے) ہم سے مراد منافقین ہیں۔ اگر ہمارا فرض کرنا ان پر واقع ہوتا۔
قتل النفس کا مطلب:

اَنْ اَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ (کہ تم اپنے نفسوں کو قتل کرو) اَنْ مفسرہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جہاد کے ذریعے اپنے آپ کو قتل کے
لئے پیش کرو۔ یا اگر ہم ان پر واجب کر دیتے جیسے ہم نے بنی اسرائیل پر قتل نفس لازم کیا تھا۔ اَوْ اَخْرَجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ یا اپنے
گھروں سے نکلو یعنی ہجرت کرو۔ مَا فَعَلُوْهُ (تو وہ ایسا نہ کرتے) بوجہ منافقت کے۔

نَحْمُ: ہ کی ضمیر قتل یا خروج کی طرف راجع ہے۔ یا ضمیر لائے کیونکہ کتبنا کی دلالت اس پر موجود ہے۔

اِلَّا قَلِيْلٌ مِنْهُمْ (مگر تھوڑے ان میں سے)

قراءت: شامی نے قلیلاً پڑھا مستثنیٰ ہونے کی وجہ سے اور حالت رفعی، فعلوا کی ضمیر جمع کا بدل ہونے کی وجہ سے ہے۔
وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوعَظُوْنَ بِہ (اگر یہ لوگ کیا کرتے جو ان کو نصیحت کی جاتی ہے) یعنی رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور ان
کی حکم برداری۔ لَکَانَ خَيْرًا لَّهُمْ (تو ان کے لئے بہت بہتر ہوتا) دونوں جہانوں میں وَاَشَدُّ تَثْبِيْتًا (اور ان کے ایمان کو اور
زیادہ پختہ کرنے والا ہوتا) اور اضطراب و بے چینی سے دور ہوتا۔

آیت ۶۷: وَ اِذَا (اور اس حالت میں) لَا تَنْبَهُمْ مِّنْ لَّدُنَّا اَجْرًا عَظِيْمًا (اور ہم اپنی طرف سے ان کو عطاء کرتے بہت بڑا
ثواب)

جواب سوال مقدر:

نَحْمُ: اذایہ سوال مقدر کا جواب ہے گویا اس طرح کہا۔ تثبیت کی صورت میں کیا ملتا تو جواب دیا۔ کہ اگر وہ ثابت قدم ہو
جاتے تو ہم منقطع نہ ہونے والا کثیر ثواب دیتے۔ عظیم سے یہاں کثیر مراد ہے۔

آیت ۶۸: وَلَهْدَيْنَهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا (اور ضرور ان کی ہم راہنمائی کرتے سیدھے راستہ کی طرف) ہدایت سے یہاں
مراد دین پر ثابت قدمی دینا ہے۔

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ

اور جو لوگ اللہ کی اور رسول کی فرمانبرداری کریں سو یہ ان اشخاص کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی

النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۖ

انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ حضرات اچھے رفیق ہیں،

ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ ۖ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عِلِمًا ۖ

یہ فضل ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔

مُحْوَر: ہم مفعول اول اور صراطاً مستقیماً مفعول ثانی ہے۔

خوب رفاقت والے:

آیت ۶۹: وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ (جو لوگ اللہ اور رسول کے حکم پر چلیں گے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ اپنے انعام سے سرفراز فرمائے گا۔ یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین)

جو ایسی اطاعت کرے گا جیسے انبیاء علیہم السلام کے افضل صحابہ رضی اللہ عنہم۔

الصدیق نمبر ۱۔ سچائی میں مبالغہ کرنے والا کہ اس کا ظاہری معاملہ بھی صدق والا ہو اور باطن کا صدق مراقبہ کے ساتھ ہو۔

نمبر ۲۔ جو اپنے فعل سے قول کی تصدیق کرنے والا ہو۔ والشہداء وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہادت پائی۔

والصالحین: جن کے احوال نیک ہوں اور اعمال خوب تر ہوں۔

وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا (یہ لوگ بہت اچھے ساتھی ہیں) یعنی ان لوگوں کی رفاقت کیا ہی خوب ہے۔ رفیق۔ صدیق کی

طرح ہے۔ یہ واحد و جمع دونوں طرح مستعمل ہے۔

آیت ۷۰: ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ (یہ مہربانی اللہ تعالیٰ کی ہے)

فضل کیا ہے:

مُحْوَر: ذَٰلِكَ مبتدا ہے اسکی خبر الفضل من اللہ ہے یا الفضل مشاۃ الیہ ہے اور من اللہ خبر ہے۔ مطلب یہ ہوا۔ نمبر ۱۔ کہ فرمانبرداروں کو عظیم اجر کا ملنا اور انعام یافتہ لوگوں کی رفاقت کا میسر آنا یہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کیونکہ اسی نے ہی یہ نعمت ان کو میسر فرمائی۔

نمبر ۲۔ انعام یافتہ لوگوں کو فضیلت اور مرتبہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ملا ہے۔ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عِلِمًا (اور اللہ تعالیٰ پورا پورا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوا ثُبَاتٍ أَوْ وَانْفِرُوا جَمِيعًا ۖ ﴿٧١﴾

اے ایمان والو! تم اپنے بچاؤ کا سامان لے لو پھر نکل کھڑے ہو چھوٹی جماعتیں یا بڑی جماعتیں بنا کر،

وَإِنْ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيْبِطُنَّ ۚ فَإِنْ أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا قَدْ أَنْعَمَ

اور بلاشبہ تم میں بعض ایسے لوگ ہیں جو دیر لگاتے ہیں، سو اگر تم کو کوئی مصیبت پہنچ جائے تو کہتے ہیں اللہ نے مجھ پر

اللَّهُ عَلَىٰ إِذْلَمَ أَمْ كُنْ مَعَهُمْ شَهِيدًا ۖ ﴿٧٢﴾ وَلَئِنْ أَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللَّهِ

انعام فرمایا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ حاضر نہ تھا۔ اور اگر تم کو اللہ کا فضل حاصل ہو جائے

لَيَقُولَنَّ كَأَن لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ مَوَدَّةٌ ۚ يَلِيْتَنِي كُنْتُ مَعَهُمْ

تو کہنے لگتے ہیں گویا کہ تمہارے اور ان کے درمیان کوئی دوستی ہی نہیں اے کاش میں ان کے ساتھ ہوتا

فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا ۖ ﴿٧٣﴾ فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ

تو مجھ کو بڑی کامیابی حاصل ہوتی۔ سو جو لوگ آخرت کے بدلہ دنیا والی زندگی کو اختیار کرتے ہیں

الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ۚ وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ

ان کو چاہیے کہ اللہ کی راہ میں جنگ کریں۔ اور جو شخص اللہ کی راہ میں جنگ کرے پھر وہ قتل کر دیا جائے

أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۖ ﴿٧٤﴾

یا غالب ہو جائے سو عنقریب ہم اسے اجر عظیم عطا کریں گے۔

جاننے والے ہیں) اپنے بندوں کو اور ان کو جو ان میں سے فضیلت والے ہیں۔

نکتہ: اس آیت سے معلوم ہو رہا ہے۔ کہ بندوں سے اللہ تعالیٰ جو بھی بھلائی والا معاملہ فرماتے ہیں وہ محض اس کا فضل ہے۔ اللہ تعالیٰ پر لازم نہیں جیسا معتزلہ (خذلہم اللہ) کہتے ہیں۔

آیت ۱۷: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ (اے ایمان والو! اپنے بچاؤ کا سامان لے لیا کرو) احتیاط کرو اور دشمن سے بچو۔

صرف ولغت:

الْحِذْرُ اور الْحَذَر۔ ایک معنی رکھتے ہیں یعنی بچنا۔ ان کی نظیر اثر اور اثر کا لفظ ہے۔ محاورہ ہے۔ اخذ حذرہ۔ جبکہ وہ محتاط

ہو جائے۔ اور خوف زدہ چیز سے بچ جائے۔ گویا اس نے احتیاط کو ایسا آلہ بنایا جس سے اس نے اپنے نفس کو بچا لیا۔ اور اپنی روح کی حفاظت کر لی۔ فَأَنْفِرُوا ثُبَاتٍ (پھر نکلو متفرق ٹولیاں بنا کر) یعنی دشمن کی طرف متفرق سرایا میں جماعت بنا کر نکلو۔ الثبات کا معنی جماعت ہے۔ اس کا واحد ثُبَّةٌ ہے۔

اکٹھے نکلنا:

أَوْانْفِرُوا جَمِيعًا (یا اکٹھے نکلو) یا رسول اللہ ﷺ کی معیت میں۔ کیونکہ جماعت بلا اطاعت کامل نہیں اور معاہدہ بلا واسطہ کے منظم نہیں ہوتا۔ یا انفروا ثباتٍ تم متفرق نکلو جبکہ نفیر عام نہ ہو یا جماعتوں کی صورت میں نکلو جبکہ نفیر عام ہو۔

ثبات اور جمیعاً دونوں حال ہیں۔

تفسیر آیت ۷۲:

وَأَنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيْطَنَنَّ (اور تم میں سے بعض تو وہ ہیں جو ست پڑ جاتے ہیں)

جان بوجھ کر سستی والے منافق ہیں:

لَمَنْ کی لام ابتدائیہ ہے۔ جیسا کہ ان اللہ لغفور میں ہے۔ من موصولہ ہے۔ لَیْطَنَنَّ کا لام قسم محذوف کا جواب ہے۔ تقدیری عبارت یہ ہے۔ وان منکم لمن اقسام باللہ لَیْطَنَنَّ۔ قسم اور جواب قسم مل کر مَنْ کا صلہ ہے۔ اور اس کے اندر لوٹنے والی ضمیر لَیْطَنَنَّ میں جاگزین ہو گئی ہے۔ مطلب یہ ہے لیتثاقلن ولیتخلفن عن الجہاد۔ وہ ضرور بوجھل ہو گئے اور ضرور جہاد سے پیچھے رہیں گے۔ بطو کا معنی ابطاء ہے۔ تاخیر کو۔ کہتے ہیں ما بطؤ بک۔ اور یہ با سے متعدی بنتا ہے۔ اس میں لشکر رسول اللہ ﷺ کو خطاب ہے۔ منکم سے مراد یہ ہے کہ ظاہر سے وہ تم میں سے ہیں اور باطن سے نہیں بلکہ وہ منافق ہیں۔ اور خفیہ طور پر کہتے ہیں تم اپنے آپ کو کیوں قتل کرتے ہو۔ انتظار کرو یہاں تک کہ غلبہ ہو جائے۔

فَإِنْ أَصَابَتْكُمْ مُّصِيبَةٌ (اگر تم پر قتل و شکست کی مصیبت پڑتی ہے) تو وہ سستی کرنے والا منافق کہتا ہے۔ قَالَ قَدْ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيَّ إِذْ لَمْ أَكُنْ مَعَهُمْ شَهِيدًا (وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر انعام کر دیا کہ میں ان کے ساتھ موجود نہ تھا) شہید کا معنی حاضر و موجود (ورنہ مجھے بھی ویسی مصیبت پہنچتی جیسی ان کو پہنچی)

آیت ۷۳: وَلَئِنْ أَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللَّهِ (اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کی کوئی مہربانی پہنچتی ہے) فتح یا غنیمت کی صورت میں۔ لَيَقُولَنَّ كَأَن لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ مَوَدَّةٌ (وہ ضرور کہے گا گویا تمہارے اور اس کے درمیان کوئی دوستی نہیں ہے)

یہ سب غنیمت کے فوت ہو جانے کی بناء پر ہے نہ کہ ثواب کی طلب میں۔ گویا اس کی اس سے پہلے تمہارے ساتھ کوئی دوستی نہیں کیونکہ منافقین مومنین سے ظاہر میں دوستی رکھتے اگرچہ باطن میں ان کے لئے فساد کے خواہاں تھے۔

قراءت: نَحْمٌ: لم تکن کوئی وحفص نے لم یکن پڑھا ہے۔ کان یہ مخففہ من المثقلہ ہے۔ اس کا اسم محذوف ہے یعنی کانہ بینکم و بینہ مودۃ یہ جملہ معترضہ ہے۔ جو لَیَقُولَنَّ اور اس کے مفعول کے درمیان حائل ہے۔ وہ مفعول یَلِیْتَنَنِّی

کُنْتُ مَعَهُمْ (ہائے کیا خوب ہوتا کہ میں بھی ان لوگوں کے شریک حال ہوتا) ہے۔
فَافُوزٌ یہ تمنی کا جواب ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ فَافُوزٌ فَوْزًا عَظِيمًا (پس میں بڑی کامیابی پاتا) یعنی غنیمت میں سے وافر حصہ پاتا۔

مخلصین کو جہاد لازم ہے:

آیت ۷۴: فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ (پس چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ لوگ لڑیں جو دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے فروخت کرنے والے ہیں) يَشْرُونَ فروخت کرنے کے معنی میں ہے۔ اور مراد اس سے یہ ہے کہ مؤمن آخرت کی باقی زندگی کو دنیا کی جلدی ختم ہونے والی زندگی پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور اس کے بدلے میں لے لیتے ہیں۔ یعنی اگر بیمار دلوں والے اور کمزور نیاں والے کبھی جہاد سے رک جائیں۔ تو ثابت قدم رہنے والے مخلصین کو ضرور لڑنا چاہیے۔

دوسری تفسیر:

یشرون، یشترون کا ہم معنی ہے۔ مراد وہ منافقین ہیں جو دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے خریدنے والے ہیں۔ اس میں ان کو نصیحت کی گئی کہ وہ اپنے نفاق کو بدلیں اور اللہ اور اس کے رسول پر مخلصانہ ایمان لائیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جیسا جہاد کا حق ہے۔ جہاد کریں۔

مقبول کوشش برائے اعزاز دین:

وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا (جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑے گا پس وہ مارا جائے گا یا غالب آئے گا عنقریب ہم اس کو بہت بڑا اجر دیں گے)

اس آیت میں اجر عظیم کا وعدہ کامیابی اور مغلوبیت ہر دو صورت میں اس کے اعزاز دین کے لئے کوشش کی بناء پر ہے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ

اور تمہیں کیا عذر ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ضعیفوں کی خاطر جن میں مرد اور عورتیں

وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ

اور بچے ہیں جنک نہ کرو جو یوں کہہ رہے ہیں کہ اے ہمارے رب نکال ہم کو اس بستی سے جس

الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ

کے رہنے والے ظالم ہیں، اور بنا دے ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی حمایت کرنے والا اور ہمارے لئے اپنے پاس سے

لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ۝۷۵ الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

کوئی مددگار بنا دے جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں

وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الظَّالِمِينَ فَفَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ

اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں، سو تم شیطان کے دوستوں سے جنگ کرو

إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا ۝۷۶

بلاشبہ شیطان کی تدبیر ضعیف ہے۔

آیت ۷۵: وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ (اور تمہارے پاس کیا عذر ہے۔ کہ تم جہاد نہ کرو اللہ تعالیٰ کی راہ میں حالانکہ کمزور)۔

نَحْوُ: ما مبتداء لکم خبر ہے۔ یہ استفہام نفی میں سستی پر متنبہ کرنے کے لئے اور اثبات میں انکار کے لئے ہے۔ لَا تُقَاتِلُونَ یہ حال ہے۔ اور اس میں عامل استقرار ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا محاورے میں کہتے ہیں مالک قائمًا۔ تو کیوں کھڑا ہے؟ اب مطلب یہ ہوا۔ تمہیں کیا ہو گیا کہ تم قتال چھوڑنے والے ہو حالانکہ اس کے دوائی موجود ہیں۔

مستضعفین کون لوگ ہیں؟

المستضعفین یہ حالت جری میں ہے کیونکہ سبیل اللہ پر اس کا عطف ہے۔ یعنی فی سبیل اللہ وفی خلاص المستضعفین۔ یا مستضعفین کی حالت نصی ہے۔ ای اختص من سبیل اللہ خلاص المستضعفین۔ من المستضعفین۔ کیونکہ سبیل اللہ تو ہر خیر میں عام ہے۔ اور کمزور مسلمانوں کو کفار کے ہاتھوں سے چھوڑانا یہ بھلائی کے اعلیٰ و خاص

طرق میں سے ہے۔ مستضعفین سے مراد مکہ میں وہ اسلام لانے والے جن کو کفار نے ہجرت سے روک دیا۔ چنانچہ وہ کفار کے درمیان کمزور و عاجز ہو کر رہے۔ ان سے سخت ایذا پاتے رہے۔ مِنْ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ (مرد اور عورتیں اور بچے) یہاں بچوں کا تذکرہ ان کے افراطِ ظلم کو بیان کرنے کے لئے ہے کہ ان کی ایذا سے نابالغ بچے بھی محفوظ نہ رہے۔ بچوں کو ایذا ان کے والدین کو تنگ کرنے کے لئے تھی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ کمزور لوگ اپنے بچوں کو دعاؤں میں شریک کرتے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جلد نازل ہو۔ کیونکہ چھوٹے بچے گناہوں سے پاک ہوتے ہیں جیسا کہ قوم یونس علیہ السلام نے کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں اور میری والدہ بھی ان مستضعفین میں سے تھے۔

کمزوروں کی دُعا:

الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا (وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں) القریۃ سے مراد مکہ ہے۔ الظالم یہ قریہ کی صفت ہے۔ مگر اس کا اسناد اہلہا کی طرف ہے۔ وہ اس کا فاعل ہے۔ اس کا اعراب القریہ والا ہے۔ کیونکہ یہ اس کی صفت ہے اور اہل اس کا موصوف ہے۔ اس لئے اس کی تذکیر اس کے مذکر لانے کا سبب ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ من هذه القرية التي ظلم اهلها۔

معاون کی مراد:

وَأَجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا (اور تو مقرر فرما ہمارے لئے اپنی طرف سے مددگار) جو ہمارے معاملے کا ذمہ دار بنے اور ہمیں دشمنوں کے چنگل سے چھڑائے۔ وَأَجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيرًا (اور تو مقرر فرما ہمارے لئے اپنی طرف سے ایسا معاون) جو ان کے خلاف ہماری مدد کرے۔ وہ اخلاص سے دعا کرتے اور اس سے مدد مانگتے۔ چنانچہ بعض کو مدینہ منورہ منتقل ہونا میسر آ گیا۔ اور بعض توفیق مکہ تک رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے بہتر ولی و ناصر مقرر فرما دیا۔ اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ پس آپ ان کے بہترین نگران بنے۔ اور ان کی زبردست مدد فرمائی۔ جب آپ مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے تو عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو حاکم مقرر کیا۔ پس لوگوں نے ان کی طرف سے اسی طرح ولایت و نصرت پائی جیسا ان کو چاہئے تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ وہ کمزور کی طاقت ور کے خلاف مدد کرتے۔ یہاں تک کہ وہ ظالموں سے زیادہ عزت والے ہو گئے۔

آیت ۷۶: پھر مسلمانوں کو رغبت دلائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتال کرنے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کا مددگار اور کارساز ہے اور مسلمانوں کے دشمن شیطان کی راہ میں لڑنے والے ہیں ان کا دوست شیطان ہی ہے الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں اور وہ لوگ جو کافر ہیں وہ شیطان کے راستہ میں لڑتے ہیں) الطاغوت سے مراد شیطان ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو،

فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ

پھر جب ان پر جنگ کرنا فرض کیا گیا تو اس وقت ان میں سے ایک فریق لوگوں سے اس طرح ڈرنے لگا جیسا اللہ سے ڈرتے ہوں

أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كُتِبَ عَلَيْنَا الْقِتَالُ ۚ لَوْلَا أَخَّرْتَنَا إِلَىٰ أَجَلٍ

بلکہ اس سے بھی زیادہ ڈرنے لگے، اور کہنے لگے کہ اے رب آپ نے ہم پر جنگ کیوں فرض کی ہم کو تھوڑی مدت کے لئے مہلت کیوں نہ دی

قَرِيبٍ ۚ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ ۚ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ ۚ وَلَا تُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴿۷۸﴾

آپ فرمادیجئے کہ دنیا کا نفع تھوڑا سا ہے اور آخرت بہتر ہے اس کے لئے جو پرہیزگاری اختیار کرے اور تم لوگوں پر کھجور کی گٹھلی کے تائے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا

أَيُّنَ مَا تَكُونُوا يَدْرِكُكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشِيدَةٍ ۚ وَإِنْ

تم جہاں بھی ہو تم کو موت پکڑ لے گی۔ اگرچہ تم مضبوط قلعوں کے اندر ہو، اور اگر

تُصِبَّكُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُوا هَذِهِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۚ وَإِنْ تُصِبَّكُمْ سَيِّئَةٌ

ان کو کوئی اچھی حالت پیش آ جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے ہے، اور اگر ان کو کوئی بری حالت پیش آ جاتی ہے

يَقُولُوا هَذِهِ مِنْ عِنْدِكَ ۚ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ ۚ فَمَالِ هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ

تو کہتے ہیں کہ یہ تیری وجہ سے ہے، آپ فرمادیجئے کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے، سو ان لوگوں کو کیا ہوا

لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا ﴿۷۹﴾ مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ۚ وَمَا

کہ بات سمجھنے کے قریب بھی نہیں جاتے، تجھے جو کوئی اچھی حالت پہنچ جائے سو وہ اللہ کی طرف سے ہے، اور تجھے جو کوئی

أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ۚ وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ

بری حالت پہنچ جائے سو وہ تیری طرف سے ہے، اور ہم نے آپ کو لوگوں کے لئے پیغام پہنچانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کافی ہے

شَهِيدًا ﴿۸۰﴾

گواہی دینے والا۔

کید شیطانی:

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ (تم شیطان کے دوستوں سے لڑو) اولیاء سے مراد کفار ہیں۔ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ -

کید۔ نمبر ۱: سے وساوس مراد ہیں۔ نمبر ۲: حالت کو بگاڑنے کی کوشش مختلف حیلہ بازیوں سے۔ كَانَ ضَعِيفًا (شیطان کی تدبیر بہت کمزور ہے) کیونکہ وہ دھوکا ہے۔ اس سے حاصل کچھ نہیں۔ نمبر ۳: شیطانی تدبیر اللہ تعالیٰ کی مدد کے مقابلہ میں ضعیف ہے۔ آیت ۷: مسلمان کفار سے لڑائی کرنے سے رکے ہوئے تھے جب تک وہ مکہ میں مقیم تھے۔ ان کی تمنا یہ تھی کہ ان کو قتال کی اجازت مل جائے۔ پس یہ آیت اتری۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوا اَيْدِيَكُمْ (کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کہا گیا۔ تم اپنے ہاتھوں کو روکو لڑائی سے) وَاقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ (اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو پس جب لڑائی ان پر فرض کر دی گئی مدینہ منورہ پہنچ کر)۔

اِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ (اسی وقت ایک جماعت ان میں سے لوگوں سے ڈرنے لگی جیسا اللہ تعالیٰ سے ڈرا جاتا ہے) یعنی وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ان سے کفار لڑائی کریں۔ جیسا کہ وہ ڈرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی پکڑ اتار دیں گے۔ اس وجہ سے نہیں کہ ان کو دین میں شک و شبہ ہے۔ بلکہ ارواح کو خطرات میں ڈالنے سے فرار اختیار کرتے ہوئے۔ اور موت سے ڈرتے ہوئے۔

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ خوف طبعی ہے۔ یہ اس بناء پر نہیں کہ اعتقاد اُوہ اللہ تعالیٰ کے حکم و امر سے نفرت کرنے والے تھے۔ انسانی فطرت ہے کہ اس چیز سے نفرت کرتا ہے۔ جس میں وہ ہلاکت کا خوف غالب پاتا ہے۔

مَخْجُو: خَشْيَةُ اللّٰهِ میں مصدر کو مفعول کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔ یخشون کی ضمیر سے یہ حال ہے۔ یعنی وہ لوگوں سے اہل خشیت اللہ کی طرح ڈرتے ہیں۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی خشیت والے لوگوں سے مشابہت اختیار کرنے والے ہیں۔ اَوْ اَشَدَّ خَشِيَةً (یا وہ خشیت میں ان سے بھی بڑھ کر ہیں) اس کا عطف حال پر ہے۔ مطلب یہ ہوا وہ اہل خشیت سے زیادہ خشیت والے ہیں اس جگہ او۔ تخییر کیلئے ہے۔ یعنی اگر تم ان کی خشیت کو خشیت اللہ کی طرح قرار دو تب بھی تو درست ہے اور اگر تم کہو کہ اس سے بھی زیادہ ہیں۔ تو تو درست کہہ رہا ہے۔ کیونکہ ان کو مثلیت حاصل ہو گئی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ (وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب تو نے ہم پر لڑائی کو کیوں فرض کیا) لَوْلَا اَخَّرْتَنَا اِلٰی اَجَلٍ قَرِيبٍ (اس کو تو نے ایک قریبی وقت تک کے لئے مؤخر کیوں نہ کیا) یعنی تو نے موت تک مہلت کیوں نہ دی کہ ہم بستر پر مرتے۔

در حقیقت یہ قتال کی فرضیت کی وجہ حکمت کے متعلق سوال ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر اعتراض نہیں اسکی دلیل یہ ہے کہ انکو اس سوال پر تو بیخ نہیں کی گئی بلکہ اسکا جواب انہیں دیا گیا۔ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ - وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی (کہہ دیں کہ دنیا کا سامان تھوڑا ہے، البتہ آخرت بہت بہتر ہے اس کیلئے جس نے تقویٰ اختیار کیا) متاع دنیا قلیل کا مطلب زائل ہونا ہے اور آخرت کثیر اور دائم ہے اور کثیر بھی اگر زوال پذیر ہو تو قلیل ہے پھر قلیل اور زائل کا خود اندازہ کر لو! وَلَا تُظْلَمُونَ فَتِيْلًا (تم پر دھاکے

برابر بھی ظلم نہ ہوگا) تمہارے اجور میں سے معمولی چیز بھی کم نہ کی جائے گی قتل کی آرزو مندی سے۔ اس لئے اس سے اعراض نہ کرو۔
تظلمون کو یظلمون مکی حمزہ علی رحمہم اللہ نے پڑھا۔

تفسیر آیت ۷۸:

پھر اس آیت میں واضح فرمایا۔ کہ احتیاط، تقدیر میں کسی چیز کا فائدہ نہیں دیتی۔ فرمایا۔ اَيْنَ مَا تَكُونُوا يَدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ (جہاں بھی تم ہو گے۔ موت تم کو آئے گی) وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ (خواہ تم بلند قلعوں یا محلات میں ہو)
﴿نَحْوُ﴾: این میں شرط کے معنی میں تاکید کے لئے ما کو بڑھایا گیا ہے۔ وَانْ تُصِيبْهُمْ حَسَنَةٌ (اگر ان کو کوئی بھلائی پہنچے) جیسے خوشحالی، ارزانی یَقُولُوا هٰذِهِ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے) اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں۔ وَانْ تُصِيبْهُمْ سَيِّئَةٌ (اگر ان کو برائی پہنچتی ہے) یعنی قحط کی مصیبت اور سختی پہنچتی ہے۔ یَقُولُوا هٰذِهِ مِنْ عِنْدِكَ (تو وہ کہتے ہیں یہ تیری طرف سے ہے) اس کی نسبت آپ کی طرف کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ وہ تیری طرف سے ہے۔ اور تیری نحوست سے ہے (نعوذ باللہ) اور اس کی وجہ یہ تھی کہ منافقین اور یہود کو جب کوئی اچھائی میسر آتی تو اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے اور جب کوئی تکلیف پہنچتی تو اس کی نسبت محمد ﷺ کی طرف کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کی تردید فرمائی۔ قُلْ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (آپ کہہ دیں کہ یہ تمام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے) فَمَالِ هَٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيثًا (ان لوگوں کو کیا ہوا کہ بات سمجھ بھی نہیں سکتے) یفقهون سمجھنے کے معنی میں ہے۔ اگر وہ سمجھتے تو جان لیتے کہ اللہ تعالیٰ ہی کھولنے اور رزق کے تنگ کرنے والے ہیں۔ اور یہ تمام اس کی حکمت سے ہوتا ہے۔

﴿نَحْوُ﴾: کُلُّ کا مضاف الیہ محذوف ہے۔ اور وہ ذٰلک ہے۔ یعنی وہی ارزاق کو کھولنے اور بند کرنے والے ہیں۔
آیت ۷۹: پھر فرمایا۔ مَا اَصَابَكَ (جو تجھ کو پہنچے) مِنْ حَسَنَةٍ (کوئی نعمت و احسان) اَلَا كَا مُخَاطَبِ اِنْسَانٍ هُوَ اور خطاب عام ہے۔ زجاج کہتے ہیں۔ خطاب نبی اکرم ﷺ کو ہے اور مراد آپ کے علاوہ ہیں۔

فَمِنْ اللّٰهِ (وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے) یعنی اس کا تفضل و احسان ہے۔ وَمَا اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ (اور جو تمہیں آزمائش و مصیبت پہنچے) فَمِنْ نَفْسِكَ (پس وہ تیری طرف سے ہے) یعنی ان اعمال کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کیے ہیں جیسا دوسری آیت میں فرمادیا۔ وَمَا اَصَابَكُمْ مِنْ مَّصِيْبَةٍ فَمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ۔

اچھائی و برائی آپ کے اختیار میں نہیں:

وَ اَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا (اور ہم نے آپ کو لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے) نمبر ۱۔ آپ تقدیر بنانے والے نہیں ہیں کہ آپ کی طرف سختی کی نسبت کر رہے ہیں۔ نمبر ۲۔ آپ کو لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ پس آپ کے ذمہ پیغام رسالت کو پہنچانا ہے۔ اچھائی و برائی آپ کے اختیار میں نہیں۔ وَ كَفٰی بِاللّٰهِ شٰهِيْدًا (اور اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے) کہ آپ اس کے رسول ہیں۔ یہ بھی کہا گیا۔ کہ جملہ پہلے کلام سے متصل ہے۔ کہ وہ بات کو سمجھنے کے قریب نہیں جاتے بلکہ کہتے ہیں۔ ما اصابك۔ گویا یہ بھی منافقین کا مقولہ ہے۔ ﴿نَحْوُ﴾: شہیداً یہ تمیز ہے۔

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِظًا ۝۸۰

جو شخص فرمانبرداری کرے رسول کی تو اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی اور جس نے روگردانی کی سو ہم نے آپ کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا۔

وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ ۚ فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ

اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا کام بات ماننا ہے، پھر جب آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں تو ان میں سے کچھ لوگ اس بات کے

الَّذِي تَقُولُ ۖ وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ ۚ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَىٰ

خلاف کہتے ہیں جو وہ کہہ چکے تھے، اور اللہ لکھتا ہے جو کچھ وہ راتوں کو مشورے کرتے ہیں، سو آپ ان کی طرف سے اعراض کریں اور اللہ پر بھروسہ

اللَّهُ ۖ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ۝۸۱ أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ ۖ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ

کریں، اور اللہ کافی ہے کار ساز کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر وہ اللہ کے سوا کسی غیر کے پاس

غَيْرِ اللَّهِ لَوْ جَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ۝۸۲

سے ہوتا تو اس میں بکثرت اختلاف پاتے۔

تردید معترزلہ:

معترزلہ نے اس آیت میں حسنة و سيئة کو طاعت و معصیت قرار دیا حالانکہ یہ صراحتہ ظلم ہے اور ما اصابك اس پر زور و شور سے دلالت کر رہا ہے۔ کیونکہ اصاب و ما اصبحت افعال کے لئے محاورہ میں استعمال ہوتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ معترزلہ تو اس بات کے بھی قائل نہیں کہ حسنات کا خالق و موجد اللہ تعالیٰ ہے۔ پس آیت میں ان کے استدلال کی قطعاً گنجائش نہیں۔

تفسیر آیت ۸۰:

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (جو رسول کی اطاعت کرتا ہے درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے) کیونکہ وہ رسول تو حکم نہیں دیتے اور منع نہیں کرتے مگر اسی کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دے رکھا اور جس سے منع کر رکھا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی میں اس کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ وَمَنْ تَوَلَّىٰ (جس نے اطاعت سے منہ موڑا) پس اس سے اعراض کیا۔ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِظًا (نہیں بھیجا ہم نے آپ کو ان پر نگران بنا کر) کہ آپ ان کے اعمال کی حفاظت کریں اور ان کا محاسبہ کر کے ان پر ان کو سزا دیں۔

آیت ۸۱: وَيَقُولُونَ (اور مناق کہتے ہیں) جب آپ ان کو کسی بات کا حکم دیتے ہیں۔ طَاعَةٌ - نَحْمَدُ: یہ مبتدائے محذوف امر نا کی خبر ہے۔ امرنا طاعة یا شاننا طاعة (ہمارا کام تو اطاعت ہے) فَإِذَا بَرَزُوا (جب وہ آپ کے پاس سے نکل

کر جاتے ہیں) مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ (تو ان میں سے ایک جماعت رات گزارتی ہے)
لمع ساز منافق:

بَيَّتَ کا معنی لمع سازی کرنا اور ہموار کرنا، بنانا یہ البیتوتہ سے ہے۔ کیونکہ یہ معاملے کا فیصلہ کرنا اور رات کو اس کا منصوبہ بنانے کو کہتے ہیں۔ یا ابیات الشعر سے ہے۔ کیونکہ شاعر بھی شعر کو سوچتا اور موزوں الفاظ ملا کر ادا کرتا ہے۔
قراءت: حمزہ اور ابو عمرو نے ادغام سے پڑھا ہے۔

غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ (اس کے برخلاف جو آپ نے کہا) یعنی جو آپ نے ان کو حکم دیا اور کہا اس کے مخالف۔ یا اس کے برخلاف جو اس جماعت نے کہا اور جو اطاعت اس کے ضمن میں ہے۔ کیونکہ انہوں نے اندر قبولیت کی بجائے تردید چھپا رکھی ہے اور اطاعت کی بجائے نافرمانی۔ وہ اپنے اس قول و اظہار میں منافقت کرنے والے ہیں۔

اللہ خود انتقام لے گا:

وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ (اور اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں جس بات پر وہ رات گزارتے ہیں) ان کے صحائف اعمال میں درج کرنے والے ہیں اور اس پر ان کو بدلہ دیں گے۔ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ (پس ان سے اعراض کریں) آپ کے دل میں ان سے انتقام کی بات نہ آئے۔ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ (اور تم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو) ان کے معاملے میں پس وہ ان کی مضرت و نقصان کے لئے کفایت کرنے والے ہیں خود ان سے انتقام لیں گے۔ جب اسلام کو قوت حاصل ہو جائے گی۔ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا (اور اللہ تعالیٰ کی کار سازی کافی ہے) اس کے لئے جو اس پر بھروسہ کرتا ہے۔

تقلید جامد کی تردید:

آیت ۸۲: أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ (کیا پھر وہ قرآن پر غور نہیں کرتے) یعنی کیا وہ قرآن کے مضامین اور عبارت پر غور نہیں کرتے۔

التدبر: معاملے کے پس منظر کو دیکھنا اور پیش منظر کو سامنے رکھنا۔ پھر استعمال میں عام ہو کر ہر اس تامل و تفکر کے لئے بولا جانے لگا جس میں دلائل کی طرف نظر کرتے ہوئے دل کا تصرف شامل ہو۔
اس سے روافض کی اس بات کی تردید ہو جاتی ہے۔ کہ قرآن کا معنی سمجھا نہیں جاسکتا مگر رسول اللہ ﷺ کی اور امام معصوم کی تفسیر سے یہ آیت قیاس کی صحت اور تقلید (جامد) کو باطل قرار دیتی ہے۔

وَلَوْ كَانِ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ (اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا) جیسا کہ کفار کا زعم و خیال ہے۔ لَوْ جَدُّوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا (تو ضرور اس میں بہت سے اختلاف پاتے)۔

اختلاف کا مطلب:

نمبر ۱۔ تناقض ہے جو توحید، شرک اور تحلیل و تحریم کی حیثیت سے پایا جاتا۔ نمبر ۲۔ بلاغت کے لحاظ سے فرق پاتے۔ کہ اس کا

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ

اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آ جاتی ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں۔ اور اگر اس خبر کو پہنچا دیتے رسول کی طرف

وَالِیِّ أُولَى الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلَّهِ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ ۖ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ

اور ان لوگوں کی طرف جو ان میں سے فہم رکھنے والے ہیں تو ان میں جو ایسے حضرات ہیں جو اس سے استخراج کر لیتے ہیں وہ اس کو جان لیتے اور اگر تم پر اللہ کا فضل

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَا تَبْعَتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا ۝۸۳

اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم شیطان کے پیروں جاتے سوائے چند آدمیوں کے۔

بعض حصہ اعجاز سے قاصر و کوتاہ ہوتا جس کا مقابلہ ہو سکتا اور بعض حصہ حد اعجاز تک پہنچنے والا ہوتا۔ نمبر ۳۔ معانی کے لحاظ سے پس اس کا بعض حصہ جس میں غیب کی خبریں دی گئی ہیں۔ وہ اطلاع کے مطابق ہوتا اور بعض حصہ اس کے خلاف نکلتا۔ اس کا بعض حصہ علمائے معانی کے نزدیک صحیح مقصد پر دلالت کرنے والا ہوتا اور بعض ناموافق معانی پر دلالت کرنے والا ہوتا۔

تردید ملحدین:

باقی ملحدین نے جن آیات میں اپنے فاسد گمان کی بناء پر اختلاف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہم نے ان آیات میں ان کے انتقاد کی قلعی کھول دی ہے۔ مثلاً فاذا هی شعبان مبین (الاعراف ۱۰۷) کالہا جان (النمل ۱۰) فوربک لنسئلنہم اجمعین (الحجر ۹۲) فیومئذ لا یسئل عن ذنبہ انس ولا جان (الرحمن ۳۹) وغیرہ من الآیات الكثيرة۔

نا تخر بہ کار لوگ:

آیت ۸۳: وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ (جب ان کو امن کی خبر مل جاتی ہے یا خوف کی) ہم سے مراد کمزور مسلمان جن کو حالات کا پورا تجربہ نہیں یا منافقین۔ جب ان کو رسول اللہ ﷺ کے جہاد سرایا کی سلامتی و امن کی اطلاع ملتی یا خوف اور شکست وغیرہ کی۔ اذاعوا بہ (تو وہ اس کو پھیلا دیتے ہیں) ان کا یہ پھیلا نا نقصان دہ تھا۔ محاورہ میں کہا جاتا ہے۔ اذاع السروا اذاع بہ۔ اس نے وہ بھید ظاہر کر دیا۔ ہ کی ضمیر کا مرجع الامر ہے۔ یا الامن یا الخوف۔ کیونکہ او۔ کسی ایک چیز کا تقاضا کرتا ہے۔

وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَالِیِّ أُولَى الْأَمْرِ مِنْهُمْ (اور اگر وہ اس خبر کو لوٹاتے رسول اللہ ﷺ اور ان کی طرف جو ان امور کو سمجھتے ہیں) سے مراد خبر ہے۔

فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضَ الْمُؤْمِنِينَ عَسَى

سو آپ اللہ کی راہ میں قتال کیجئے آپ مکلف نہیں ہیں مگر اپنی جان کے، اور ایمان والوں کو ترغیب دیجئے، عنقریب

اللَّهُ أَنْ يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنكِيلًا ۝۸۴

اللہ کافروں کے زور کو روک دے گا اور اللہ بہت سخت ہے زور کے اعتبار سے، اور بہت سخت ہے سزا دینے کے اعتبار سے،

مَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً

جو کوئی شخص اچھی سفارش کرے۔ اسے اس میں سے حصہ ملے گا اور جو شخص بری

سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِّنْهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيتًا ۝۸۵

سفارش کرے اس کو اس میں سے حصہ ملے گا اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

استنباط والے صحابہ رضی اللہ عنہم:

أُولَى الْأَمْرِ سَـمَرَاد۔ کبار صحابہ جو معاملات میں گہری بصیرت رکھتے تھے یا وہ جن کو امیر و ذمہ دار بنایا جاتا۔ لَعَلَّمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ (اس کو وہ لوگ پہچان لیتے جو ان میں سے استنباط کرنے والے ہیں) یعنی وہ اس کی تدبیر کو جان لیتے جس کی ان کو اطلاع دی گئی اور اپنی فطانت اور تجربہ اور لڑائی کے داؤ پیچ کو جاننے کی بناء پر اس کی تدبیر نکال لیتے۔

دوسرا قول یہ بھی ہے۔ ان کو رسول اللہ ﷺ اور اہل الامر کی طرف سے امن اور بعض دشمنوں پر یقینی غلبے کی اطلاع ملتی تھی۔ اور خوف و ڈر کی اطلاع تو وہ اس کو پھیلا دیتے وہ پھیل کر دشمن تک پہنچتی تو اشاعت ایک مستقل خرابی بن جاتی۔ اگر وہ رسول اللہ ﷺ اور ذمہ دار افراد کی طرف وہ بات لوٹاتے اور ان کے سپرد کرتے اور اس خبر کو سنی ان سنی کر دیتے۔ تو گہری سمجھ والے اس کی تدبیر خود کر لیتے کہ اس میں کیا کچھ کرنا ہے۔

النبط: وہ پانی جو کنواں کھودنے سے اول مرتبہ نکلتا ہے۔ استنباط استخراج کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ استعارة ذہن کی تیزی سے جو معانی نکالے جائیں اور مشکل کاموں میں جو تدابیر اختیار کی جائیں ان کے لئے استعمال ہوا۔ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ (اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل (رسول اللہ ﷺ کو بھیج کر جو فرمایا) وہ نہ ہوتا) وَرَحْمَتُهُ (اور اس کی رحمت) جو کتاب اتار کر اس نے فرمائی وہ نہ ہوتی۔ لَا تَبْعُهُمُ الشَّيْطَانُ (تو ضرورتاً شیطان کی اتباع کرتے) اور کفر پر باقی رہتے۔ إِلَّا قَلِيلًا (مگر بہت تھوڑے)۔ تم میں وہ اس کی اتباع نہ کرتے۔ اور عقل سے ایمان لاتے جیسا زید بن عمرو بن نفیل اور قیس ابن ساعدہ وغیرہ۔

سابقہ آیات سے ربط:

آیت ۸۴: اس سے قبل آیات میں جہاد میں ٹال مٹول کرنے والوں کا ذکر کیا۔ اور ظاہری طور پر اطاعت کا اظہار اور اندر اس کی

مخالفت چھپانے کا تذکرہ کیا گیا۔ اب اس آیت میں جہاد کا حکم دیا کہ خواہ آپ تنہا ہوں اور کوئی ساتھ نہ دے۔ تب بھی آپ لڑیں۔ فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (پس جہاد کریں اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خواہ وہ آپ کو اکیلا چھوڑ دیں۔

تنہا جہاد کا امر:

لَا تُكَلِّفُ إِلَّا نَفْسَكَ (آپ مکلف نہیں مگر اپنی ذات کے) آپ اکیلے اپنے نفس کو جہاد کے لئے پیش کر دیں اللہ تعالیٰ آپ کا مددگار ہے۔ نہ کہ لشکر ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو بدر صغریٰ کے لئے نکلنے کی طرف بلایا۔ ابوسفیان نے رسول اللہ ﷺ سے بدر کے مقام پر لڑنے کا وعدہ کیا تھا۔ بعض لوگوں نے اس نکلنے کو ناپسند کیا۔ پس یہ آیت اتری آپ ستر صحابہ ﷺ کا دستہ لے کر نکلے۔ اگر آپ کے ساتھ کوئی بھی نہ جاتا تب آپ اکیلے ہی نکل کر تشریف لے جاتے۔ وَخَرَضِ الْمُؤْمِنِينَ (آپ مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کریں) آپ کی ذمہ داری اتنی ہے کہ آپ ان کو آمادہ کریں پس کافی ہے۔ ان پر سختی کرنا نہیں۔

عَسَى اللَّهُ أَنْ يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا (امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی جنگ کو روک دے گا) باس سے ان کی پکڑ و شدت مراد ہے۔ ان کفار سے مراد قریش ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر ان پر رعب ڈال دیا وہ نہ نکلے۔ عَسَى: کا لفظ اگرچہ امید کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مگر سختی کی امید کینے کے وعدہ پورا کرنے سے بہتر ہے۔ وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا (اللہ تعالیٰ بڑی طاقت والے ہیں) قریش سے۔ وَأَشَدُّ تَنْكِيلًا (اور سخت عذاب دینے والے ہیں) وہ لڑائی میں تمہیں امتیاز بخشیں گے۔

شفاعت حسنہ اور سیئات:

آیت ۸۵: مَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً حَسَنَةً (جو اچھی شفاعت کرتا ہے) وہ شفاعت شرارت کو دور کرنے کی ہو یا فائدہ پہنچانے کی بشرطیکہ شرعاً جائز ہو۔ يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِّنْهَا (تو اس کے لئے ثواب شفاعت کا حصہ ہوگا) وَمَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً سَيِّئَةً (جو بری سفارش کرے گا) سیئہ وہ سفارش جو حسنہ کے برخلاف ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ میرے سوا اس کا کوئی تفسیر کرنے والا نہیں۔

مطلب آیت کا یہ ہے کہ جس نے توحید کا حکم دیا۔ کفار سے لڑائی کی یہ شفاعت حسنہ ہے اور اس کی ضد شفاعت سیئہ ہے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ شفاعت حسنہ صلح کرانا اور شفاعت سیئہ چغلی کرنا۔ يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِّنْهَا (اس کو اس میں سے حصہ ملے گا) وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيتًا (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قابو رکھنے والے ہیں) المقیت کا معنی قدرت والا۔ من اقات علی الشیء قدر علیہ۔ جو کسی چیز پر قابو رکھتا ہے۔ یا مقیت کا معنی حفیظ ہے یا پھر یہ قوت سے ہے جس کا معنی خوراک ہے کیونکہ خوراک بھی جان کو روک کر رکھتی اور اس کی حفاظت کرتی ہے۔

وَإِذَا حُيِّتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ

اور جب تمہیں کسی تحیہ کے ذریعہ دعا دی جائے تو تم اس سے اچھی دعا دے دو۔ یا اسی کو لوٹا دو، بے شک اللہ ہر چیز کا

كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا ۸۶

حساب لینے والا ہے۔

آیت ۸۶: وَإِذَا حُيِّتُمْ (جب تمہیں سلام کیا جائے) سلام کے ساتھ تحیہ ہمارے دین میں یہ دونوں جہاں کی سلامتی کی دعا ہے۔ جیسا کہ النور کی آیت ۶۱ میں فسیلّموا علی انفسکم تحیة من عند اللہ۔ فرمایا اسی طرح سورہ احزاب آیت ۴۴ میں تحیتہم یوم یلقونہ سلام۔ فرمایا۔

سلام کی انتہاء و برکات:

اسلام سے قبل اہل عرب ملاقات کے وقت حیاء اللہ کہتے یعنی تیری زندگی دراز ہو۔ اسلام نے آکر اس کو السلام علیکم سے بدل دیا۔ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا (کسی طرح کا سلام تو تم اس سے بہتر جواب دو) یعنی کہو وعلیکم السلام و بیہد جب کہ وہ السلام علیکم کہے اور ہر کاتہ کا اضافہ کر دو جبکہ و بیہد کہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ ہر چیز کی انتہاء ہے اور سلام کی انتہاء ہر کاتہ ہے۔ (ذکرہ البغوی) تحیة یہ تفعیلة کا وزن ہے۔ حیّا۔ یحیی۔ تحیة۔

أَوْ رُدُّوهَا (یا اسی کو لوٹا دو) یعنی اسی طرح کا جواب دو۔ رد سلام کا مطلب اسی طرح کا جواب دینا ہے۔ کیونکہ جواب دینے والا مسلم کے قول کو واپس لوٹاتا ہے۔ اس میں مضاف محذوف ہے۔ یعنی رد و امثلھا

سلام کے مسائل:

مَسْئَلَةٌ: سلام سنت ہے۔ اور جواب سلام فرض ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ زائد الفاظ سے جواب دے۔

مَسْئَلَةٌ: جب کسی مسلمانوں کی جماعت کے پاس سے گزرے تو ان کو سلام کرے اور وہ اس کا جواب اگر نہ دیں گے تو جبریل علیہ السلام ان کے پاس سے ہٹ جاتے ہیں اور ملائکہ خود سلام کا جواب دیتے ہیں۔

مَسْئَلَةٌ: خطبہ میں سلام کا جواب نہیں۔ قرآن کی جہری قراءت کے وقت سلام نہیں۔ اس طرح حدیث کی روایت کے وقت، علم جب پڑھایا جا رہا ہو۔ اذان کے وقت۔ اقامت کے وقت۔

مَسْئَلَةٌ: امام ابو یوسف بیہد علیہ فرماتے ہیں۔ شطرنج کھیلنے والے، چوڑے کھیلنے والے گانا گانے والے، قضائے حاجت میں مصروف، کبوتر اڑا کر شگون لینے والے اور حمام میں بلا عذر رنگا ہونے والے وغیرہ کو سلام نہ کرے۔

مَسْئَلَةٌ: مرد جب اپنے گھر میں آئے تو اپنی بیوی کو سلام کرے۔ چلنے والا بیٹھنے والے کو۔ سوار پیدل چلنے والے کو۔ گھوڑ سوار گدھے سوار کو۔ چھوٹا بڑے کو۔ قلیل تعداد والے زیادہ تعداد والوں کو جب ملاقات کریں تو سلام میں جلدی کریں۔

اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ وَمَنْ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ضرور بالضرور قیامت کے دن تمہیں جمع فرمائے گا۔ جس میں کوئی شک نہیں، اور اللہ سے

اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ؕ

زیادہ کس کی بات سچی ہوگی

یہود کے سلام کا حکم:

ایک قول باحسن منہا کے متعلق یہ ہے کہ اہل ملت کے لئے ہے۔ اور دو ہا یہ ذمی کفار کے لئے ہے۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب اہل کتاب تمہیں سلام کریں تو تم کہو علیکم۔ یعنی وعلیکم ماقلتہم۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ اس وقت السلام علیکم کہتے تھے کہ تم پر موت واقع ہو۔

ایک اشکال اور اس کا حل:

آپ ﷺ کا ارشاد لا غرار فی تسلیم۔ سلام میں دھوکا بازی نہیں۔ یعنی اس طرح نہ کہیں علیک، بلکہ علیکم کہیں۔ کیونکہ کرانا کا تبین بھی ساتھ ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا (بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے) وہ ہر چیز پر خواہ سلام ہو یا اور، وہ محاسبہ کرے گا۔

آیت ۸۷: اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَمَةِ (اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ضرور تمہیں قیامت کے دن میں جمع کریگا)

نحو: لفظ اللہ مبتداء۔ لا الہ الا هو۔ خبر ہے یا جملہ معترضہ ہے اور لیجمعنکم خبر ہے۔ مطلب یہ ہے۔ اللہ کی قسم وہ ضرور تمہیں جمع کرے گا۔

یوم القیامۃ سے مراد تمہیں اٹھائے گا۔ قیامت اور قیام یہ طلبہ اور طلاب کی طرح ہیں۔ اور قیام سے قبور سے اٹھنا یا حساب کے لئے کھڑا ہونا مراد ہے۔ جیسا یوم یقوم الناس لرب العالمین۔ المطففین: ۶۔ میں وارد ہوا۔ لَا رَيْبَ فِيْهِ قیامت میں کوئی شبہ نہیں۔

نحو: یہ یوم القیامۃ سے حال ہے۔ ہا کی ضمیر یوم کی طرف راجع ہے۔ یا مصدر محذوف کی صفت ہے تقدیر عبارت یہ ہے جمعاً لا ریب فیہ ایسا جمع ہونا جس میں شبہ نہیں۔ اور ہا کی ضمیر جمع کی طرف لوٹی ہے۔

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِتْنَةٍ وَاللَّهُ أَرَكْسَهُمْ بِمَا كَسَبُوا ۖ أَتُرِيدُونَ

سو منافقین کے بارے میں تم کو کیا ہوا کہ دو گروہ بن گئے۔ اور اللہ نے ان کے کرتوتوں کی وجہ سے انہیں الٹا پھیر دیا۔ کیا تم چاہتے ہو

أَنْ تَهْدُوا أَمِنْ أَضَلَّ اللَّهُ ۖ وَمَنْ يُضِلِّ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا ۝۸۸

کہ اسے ہدایت پر لے آؤ جسے اللہ نے گمراہ کر دیا اور جسے اللہ گمراہ کر دے سو تو اس کے لئے کوئی راستہ نہ پائے گا۔

وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ

ان کی خواہش ہے کہ کاش تم کافر ہو جاؤ جیسا کہ انہوں نے کفر اختیار کیا پھر تم سب برابر ہو جاؤ، سو تم ان میں سے دوست

أَوْلِيَاءَ حَتَّى يُهَاجِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُواهُمْ وَ

نہ بناؤ یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں اللہ کے راستے میں، سو اگر وہ اعراض کریں تو ان کو پکڑو اور

أَقْتُلُوهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ ۖ وَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝۸۹

ان کو قتل کرو جہاں بھی تم ان کو پاؤ۔ اور نہ بناؤ ان میں سے کسی کو دوست اور نہ مددگار

اللہ سب سے زیادہ سچے:

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا (اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بات میں کون سچا ہے) **نَحْوُ**: حَدِيثًا یہ تمیز ہے۔ اور استفہام بمعنی نفی ہے۔ مطلب یہ ہے اطلاع دینے اور وعدہ و وعید میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی سچا نہیں۔ کیونکہ کذب قبیح ہے اور اسکا اطلاق اس کی ذات پر ناممکن ہے۔ کیونکہ کذب کی حقیقت کسی چیز کے متعلق ایسی اطلاع جو اس میں نہیں پائی جاتی اور یہ اللہ تعالیٰ سے محال ہے۔

آیت ۸۸: فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِتْنَةٍ (تمہیں کیا ہو گیا کہ تم منافقین کے متعلق دو گروہ ہو گئے)

نَحْوُ: مَا مَبْتَدَأ اور لکم خبر ہے۔

منافقین کے لئے فیصلہ کن قول:

مطلب یہ ہے کہ تمہیں کیا ہو گیا کہ تم ان لوگوں کے متعلق اختلاف میں پڑے ہوئے ہو۔ جو ظاہراً منافقت اختیار کرنے والے ہیں۔ اور تم ان کے متعلق دو گروہوں میں بٹ گئے ہو۔ تم ان کے متعلق قطعی طور پر کافر ہونے کی بات نہیں کرتے۔ یہ معاملہ اس طرح ہوا کہ ایک جماعت منافقین نے دیہات کی طرف جانے کے لئے آپ ﷺ سے اجازت مانگی۔ ان کو مدینہ کی مرطوب

آب و ہوا کی وجہ سے تکلیف تھی۔ جب وہ مدینہ سے نکلے تو برابر سفر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مشرکین مکہ سے جا ملے۔ ان کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف ہوا۔ بعض نے کہا وہ کافر ہیں۔ بعض نے کہا وہ مسلمان ہیں۔

نحو: فتنین یہ حال ہے جیسا کہتے ہیں مالک قائماً۔ سیبویہ کہتے ہیں جب تم کہو مالک قائماً۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قیمت؟ تو کس لئے کھڑا ہے۔ اور اس پر نصب اس تاویل سے آیا ای شی یستقرک فی ہذہ الحال؟ کوئی چیز تمہیں اس حالت میں قائم رکھنے والی ہے؟

وَاللّٰهُ اَرٰكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا (اللہ تعالیٰ نے ان کو لوٹا دیا ان کے اعمال کی وجہ سے) یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو کافر قرار دیا۔ ان کے ارتداد اختیار کرنے اور مشرکین کے ساتھ مل جانے کی وجہ سے۔ تم بھی ان کو کفر کی طرف لوٹاؤ اور ان کے بارے میں اختلاف نہ کرو۔

گمراہ کو ہدایت یافتہ مت کہو:

اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ (کیا تم چاہتے ہو کہ جس کو خدا نے گمراہ کیا ہو۔ اس کو ہدایت یاب کرو) یعنی اس کو منجملہ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے قرار دو۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا ہو۔ یا کیا تم ان کا نام ضرور مسلمان رکھنا چاہتے ہو۔ جن کی گمراہی کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دیا۔ اس صورت میں جن لوگوں نے ان کو مسلمان کہا ان کو عار دلانا مقصود ہے۔

اشاعرہ کی دلیل:

نکتہ: یہ آیت ہمارے مذہب اشاعرہ کی دلیل ہے کہ کسب بندے کے لئے ثابت ہے۔ اور خلق اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ وَمَنْ يُضِلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيْلًا (جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے پس تم ہرگز اس کے لئے راستہ نہ پاؤ گے) یعنی ہدایت کی طرف۔

آیت ۸۹: وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا (وہ لوگ دل سے چاہتے ہیں کہ کاش تم بھی ایسے ہی کافر ہو جاؤ جیسے وہ ہو گئے) **نحو:** کاف یہ محذوف مصدر کی صفت ہے اور ما مصدر یہ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے ودوا لو تکفرون کفراً مثل کفرهم۔ وہ چاہتے ہیں کاش تم کفر کرو کفر کرنا ان کے کفر کی طرح۔

فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً (تاکہ وہ اور تم برابر ہو جاؤ) اس کا عطف تکفرون پر ہے۔ سواء یہ مستویں کے معنی میں ہے۔ تاکہ تم اور وہ کفر میں برابر ہو جاؤ۔

اسلام سے پہلے موالات نہیں:

فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَاءَ حَتّٰی يُهَاجِرُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (پس تم ان کو دوست نہ بناؤ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کریں۔) ان سے موالات اس وقت تک نہ کرو جب تک اسلام نہ لائیں کیونکہ ہجرت تو اسلام لانے کے بعد ہے۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا (پس اگر وہ ایمان سے منہ موڑیں) فَخُذُوْهُمْ وَاَقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُمُوْهُمْ (پس ان کو پکڑو اور ان کو قتل کردو جہاں تم

إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ أَوْ جَاءُوكُمْ

مگر جو لوگ ایسے ہیں جو ان لوگوں سے میل ملاپ رکھتے ہیں جن کے اور تمہارے درمیان عہد ہے یا تمہارے پاس اس حال میں آجائیں

حَصْرَتْ صُدُورُهُمْ أَنْ يُقَاتِلُوكُمْ أَوْ يُقَاتِلُوا قَوْمَهُمْ ۖ وَلَوْ شَاءَ

کہ ان کے دل تمہارے ساتھ اور اپنی قوم کے ساتھ جنگ کرنے سے رک رہے ہوں، اور اگر اللہ

اللَّهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقَاتِلُوكُمْ ۚ فَإِنْ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ

چاہتا تو ان کو تم پر مسلط فرما دیتا سو وہ ضرور تم سے لڑتے پس اگر وہ تم سے الگ رہیں سو تم سے قتال نہ کریں

وَالْقَوَا إِلَيْكُمُ السَّلَامَ ۖ فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا ۙ ۙ سَتَجِدُونَ

اور تمہارے ساتھ سلامت روی کا معاملہ رکھیں تو اللہ نے تمہارے لئے ان پر کوئی راہ نہیں دی۔ غنقریب تم دوسرے لوگوں

آخَرِينَ يُرِيدُونَ أَنْ يَأْمَنُوكُمْ وَيَأْمَنُوا قَوْمَهُمْ ۖ كُلَّمَا رُدُّوا إِلَى

کو پاؤ گے جو یہ چاہیں گے کہ تمہاری طرف سے بے خطر ہو کر رہیں اور اپنی قوم سے بھی بے خطر ہو کر رہیں۔ جب کبھی لوٹائے جائیں فتنے

الْفِتْنَةِ أُرْكَسُوا فِيهَا ۚ فَإِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوكُمْ وَيُلْقُوا إِلَيْكُمُ السَّلَامَ

کی طرف تو اس کی طرف واپس لوٹ جائیں۔ سو اگر وہ تم سے یکسو نہ ہوں اور تمہاری طرف سے سلامت روی کا معاملہ نہ رکھیں

وَيَكْفُوا أَيْدِيَهُمْ فَخَذَّوهُمْ وَأَقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ ۖ وَأُولَئِكَ

اور اپنے ہاتھوں کو نہ روکیں سو ان کو پکڑو اور قتل کرو جہاں بھی ان کو پاؤ۔ اور یہ وہ لوگ ہیں

جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُبِينًا ۙ

جن پر ہم نے تمہارے لئے ایسی حجت دے دی ہے جو واضح ہے۔

ان کو پاؤ جیسا کہ تمام مشرکین کا حکم ہے (وَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا) (ان میں سے کسی کو دوست اور مددگار مت بناؤ) اگر وہ اپنی دوستی اور مدد پیش کریں تو ہرگز قبول نہ کرو۔

معاهدہ والوں کا قتل جائز نہیں:

آیت ۹۰: إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَى قَوْمٍ (سوائے ان لوگوں کے جو ایسی قوم کے پاس پہنچ جائیں جن سے تمہارا معاہدہ ہے)

یصلون کا معنی پہنچ کر ان سے تعلق قائم کر لیں۔ یہ خذوہم واقتلوہم سے استثناء ہے۔ موالات کی طمع میں قتل مت ترک کرو۔ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ (تمہارے اور ان کے درمیان میثاق و معاہدہ ہو) اس سے مراد اسلامی لوگ ہیں۔ ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان معاہدہ ہوا اور اس کا واقعہ اس طرح تھا کہ ہلال بن عویر اسلمی کے مکہ جانے سے پہلے اس کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا۔ کہ ہلال نہ رسول اللہ ﷺ کی مدد کریگا اور نہ رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کی مدد کریگا۔ اور جو شخص ہلال کی پناہ میں آجائے گا۔ خواہ وہ قبیلہ کا ہو یا غیر قبیلہ کا اس کو بھی ہلال کی طرح پناہ حاصل ہوگی۔ نہ قتل کیا جائے گا اور نہ گرفتار مطلب یہ ہوا کہ ان کو قتل کرو مگر وہ لوگ جو تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ کی وجہ سے متصل ہو جائیں۔

أَوْ جَاءُوكُمْ (یا وہ تمہارے پاس آجائیں) نَحْمُ: اس کا عطف قوم کی صفت پر ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ الا الذین یصلون الی قوم معاہدین او قوم ممسکین عن القتال لا لکم ولا علیکم۔ مگر وہ لوگ جو ایسی قوم سے مل جائیں جو معاہدہ والی ہو یا ایسی قوم سے جو مسلمانوں کے ساتھ لڑائی سے رکنے والی ہوں تو وہ تمہارے حق میں ہوں اور نہ وہ تمہارے مخالف ہوں یا اس کا عطف الذین کے صلہ پر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ الا الذین یتصلون بالمعاهدین او الذین لا یقاتلونکم۔ مگر وہ لوگ جو مل جائیں معاہدین کے ساتھ یا ان لوگوں کے ساتھ جو تم سے لڑنے والے نہیں ہیں۔ حَصْرَتْ صُدُورُهُمْ اَنْ یُقَاتِلُوْكُمْ اَوْ یُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ (ان کے دل میں نفرت ہے۔ تمہارے ساتھ لڑنے سے اور اپنی قوم سے لڑنے سے) الحصر۔ تنگی اور گھٹن۔

نَحْمُ: قد کو مضمر مان کر حصرت صدورہم حال ہے۔ اور ان یقاتلوکم میں اَنْ کے بعد عَنْ محذوف ہے ای عن قتالہم۔ یقاتلوا قومہم سے مراد تمہارے ساتھ مل کر اپنی قوم سے لڑنا ہے۔

وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَیْكُمْ (اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو ان کو تم پر مسلط کر دیتے) انکے دلوں کو مضبوط کر دیتے اور نفرت قتال کو دور کر دیتے۔ فَلَقَتْلُوْكُمْ (اور وہ تم سے جنگ کرتے) نَحْمُ: اس کا عطف لسلطہم پر ہے۔ اور لام کو تاکید کے لئے داخل کیا۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ دونوں کا مجموعہ جزاء نہیں بلکہ ہر ایک مستقل جزاء ہے۔ کیونکہ تسلط کے بعد لڑنا ضروری نہیں۔ فَاِنْ اعْتَزَلُوْكُمْ (اگر وہ تم سے کنارہ کش رہیں) اور تعرض نہ کریں۔ فَلَمْ یُقَاتِلُوْكُمْ وَالْقُوا اِلَیْكُمْ السَّلَامَ (اور وہ تم سے نہ لڑیں اور تم سے صلح کا سلوک کریں) یعنی اطاعت و فرمانبرداری۔ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَیْهِمْ سَبِيْلًا (تو اللہ تعالیٰ نے تم کو ان پر کوئی راہ نہیں دی) یعنی ان سے قتال کی اجازت نہیں دی۔

تفسیر آیت ۹۱:

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّامَنُوْكُمْ (تم ان کو بھی پاؤ گے جو تم سے بے خوف ہو کر رہنا چاہتے ہیں) منافقت کے ساتھ وَیَّامَنُوْا قَوْمَهُمْ (اور اپنی قوم سے بے خطر رہنا چاہتے ہیں) موافقت کے ساتھ۔ یہ قبائل اسد و غطفان ہیں۔ جب یہ مدینہ آتے تو اسلام لاتے اور معاہدہ کر لیتے تاکہ مسلمانوں سے محفوظ رہیں۔ اور جب اپنی کافر قوم کی طرف لوٹ کر جاتے تو تمہارے معاہدے توڑ دیتے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَاً ۖ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً

اور کسی مومن کی شان نہیں ہے کہ وہ کسی مومن کو قتل کرے مگر خطا کے طور پر۔ اور جو شخص کسی مومن کو بطور خطا قتل کر دے

فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا ۖ فَإِنْ كَانَ مِنْ

تو اس پر واجب ہے کہ ایک مومن غلام آزاد کرے اور اس کے خاندان والوں کو دیت ادا کرے۔ الا یہ کہ وہ لوگ معاف کر دیں، اور اگر وہ مقتول ایسی

قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُمْ مُّؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۖ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ

قوم میں سے ہو جو تمہارے مخالف ہیں اور وہ شخص خود مومن ہے تو ایک مومن غلام آزاد کرنا واجب ہے، اور اگر وہ ایسی قوم سے ہو

بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۖ فَمَنْ

کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہو تو دیت بھی واجب ہے جو اس کے خاندان والوں کو سپرد کر دی جائے اور ایک مومن غلام آزاد کرنا بھی واجب ہے۔ پھر

لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُّتَتَابِعَيْنِ ۖ تَوْبَةٌ مِّنَ اللَّهِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا

جس شخص کو غلام نہ ملے تو وہ لگاتار دو ماہ کے روزے رکھے بطریق توبہ کے جو اللہ کی طرف سے مقرر ہوئی ہے اور اللہ علم والا

حَكِيمًا ۙ

اور حکمت والا ہے۔

كُلَّمَا رُزُّوا إِلَى الْفِتْنَةِ (جب ان کو فتنہ کی طرف لوٹایا جائے) فتنہ سے مراد ان کی قوم کا ان کو مسلمانوں کے خلاف لڑائی کے لئے دعوت دینا ہے۔ اُرْكُسُوا فِيهَا (وہ بدترین صورت سے اس میں پلٹ جاتے ہیں) یہ لوگ اس حالت میں ہر دشمن سے بدتر ہیں۔ فَإِنْ لَّمْ يَعْتَزْلُواكُمْ (پس اگر وہ تمہارے ساتھ لڑنے سے علیحدگی اختیار نہ کریں) وَيَلْقُوا إِلَيْكُمُ السَّلَامَ (اور نہ ہی طالب صلح ہو کر تم سے صلح کریں) اس کا عطف لم يعتزلوكم پر ہے۔ اور نفی کا اثر یلقوا پر بھی ہے۔ وَيَكْفُوا أَيَدِيَهُمْ (اور نہ ہی اپنے ہاتھوں کو روکیں) فَخُذُوهُمْ وَأَقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ (تو ان کو پکڑو اور قتل کر دو جہاں تم ان کو پاؤ) یعنی جہاں ان پر قابو پاؤ اور غالب ہو۔ وَأُولَئِكَ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُّبِينًا (ایسے لوگوں کے خلاف ہم نے تم کو کھلی ہوئی دلیل دے دی۔) یعنی ان سے لڑنے کے جواز کی کھلی دلیل ان کی ظاہر دشمنی کی صورت میں مہیا کر دی اور ان کی حالت کفر و غدر کو تمہارے سامنے طشت از بام کر دیا۔ اور مسلمانوں کو ان کا نقصان پہنچانا بتلادیا۔ یا تسلط ظاہر کر دیا اس طرح کہ ان کے قتل کی اجازت دے دی۔

کافر کا خون مباح، مؤمن کا حرام:

آیت ۹۲: وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ (کسی مسلمان کو زیبا اور مناسب نہیں) یعنی اس کے لئے صحیح و درست نہیں اور نہ اس کے حال کے لائق ہے۔ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا (کہ وہ کسی مؤمن کو قتل کرے) یعنی ابتدائی طور پر بلا کسی قصاص کے۔ اس میں بتلا دیا کہ مؤمن اور کافر برابر نہیں۔ کافر کا خون تو مباح ہے۔ نہ کہ مؤمن کا۔ اِلَّا خَطَاً (مگر غلطی سے) یعنی غلطی کی وجہ سے۔
مَحْذُوْفٌ: یہ استثناء منقطع ہے۔ اور لکن کے معنی میں ہے عبارت اس طرح ہوگی۔ لکن ان وقع خطاً۔ لیکن اگر غلطی سے مار ڈالے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ مصدر کی صفت ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی الا قتلاً خطاً مگر وہ قتل جو غلط طور پر ہو۔ مطلب یہ ہوا مؤمن کی شان یہ ہے کہ قتل مؤمن کا پایا جانا اس سے منافی ہو ابتداءً۔ مگر جب اس سے بلا قصد غلطی سے پایا جائے۔ اس طرح کہ وہ کافر کو تیر مارے اور مسلمان کو لگ جائے۔ یا کسی کو کافر سمجھ کر مارا اور وہ مسلمان تھا۔
 وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ (جس نے کسی مؤمن کو خطاً قتل کر دیا پس ایک مؤمنہ گردن آزاد کرنا ہے)
مَحْذُوْفٌ: خطاً یہ قتل مصدر محذوف کی صفت ہے۔ ای قتل خطاً۔ تحریر رقبہ مبتداء ہے اور خبر محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ فعليه تحریر رقبہ۔ پس اس کے ذمہ ایک مؤمن گردن آزاد کرنا ہے۔

حکمت تحریر:

التحریر۔ آزاد کرنا۔ آزاد اور آزاد کیا ہوا شریف شمار ہوتے ہیں۔ کیونکہ شرافت آزاد لوگوں میں ہے۔ جیسا کہ کمینگی غلاموں میں ہے۔ اسی سے عتاق الطیر اور عتاق الخیل عمدہ پرندوں اور گھوڑوں کے لئے بولا جاتا ہے۔

آزادی میں زندگی:

الرقبہ: گردن سے مراد جان ہے۔ اہل عرب اس کی تعبیر راس سے کرتے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں: فلانا يملك كذا راساً من الرقيق۔ فلاں اتنے غلاموں کا مالک ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ جب اس نے ایک مؤمن جان کو من جملہ زندوں سے نکال دیا تو ضروری ہو گیا کہ وہ ایک مؤمن جان اسی طرح کی آزاد لوگوں میں شامل کرے۔ کیونکہ غلام کو آزادی سے رہا کرنا اس کو زندہ کرنے کی طرح ہے۔ کیونکہ غلام کا شمار تو مردوں میں ہوتا ہے۔

کیونکہ غلامی کفر کا اثر ہے اور کفر موت ہے۔ جیسا قرآن مجید میں او من كان ميتاً فاحيينه۔ الانعام ۱۲۲۔ اسی لئے اس کو منع کیا گیا کہ وہ آزاد لوگوں جیسا تصرف کرے۔ مگر یہ اشکال والی بات ہے۔ اس لئے کہ اگر بات اسی طرح ہوتی تو قتل عمد میں بھی گردن کی آزادی لازم ہوتی۔ لیکن یہ بات بطور احتمال کہہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر مؤمنہ گردن کی آزادی لازم کی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قاتل کی مؤمن جان کو باقی رکھا۔ وہ اس طرح کہ قصاص لازم نہ کیا۔ اسکی بجائے اس کی مثل رقبہ مؤمنہ لازم کر دی۔

دیت ترکہ کی طرح ہے:

وَدِيَّةٌ مِّسْلَمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ (اور دیت جو سپرد کی جائے۔ میت کے ورثاء کو) اور وہ اس کو باہمی تقسیم کر لیں۔ جیسا کہ میراث کو وہ تقسیم کرتے ہیں۔ اس میں اور بقیہ ترکہ کی تقسیم میں کوئی فرق نہیں۔ اس میں سے قرضہ ادا کیا جائے گا۔ اور وصیت بھی نافذ ہوگی۔ اور اگر کوئی وارث نہ رہے گا تو وہ بیت المال کا حق ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اشیم الضبائی رضی اللہ عنہ کی بیوی کو اس کے خاوند اشیم کی دیت سے حصہ دیا۔ دیت کی ادائیگی البتہ عاقلہ پر ہوگی۔ اور کفارہ قاتل پر۔ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا (مگر یہ کہ وہ دیت معاف کر دیں) یصدقوا اصل میں يتصدقوا ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ اس پر ہر حال میں دیت ہے۔ مگر معاف کر دینے کی صورت اس سے مستثنیٰ ہے۔ فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ (اگر وہ اس قوم میں سے ہے جو تمہارے دشمن ہیں) یعنی مقتول خطا تمہارے دشمنوں میں سے ہے۔ العدو کا لفظ مفرد جمع دونوں پر بولا جاتا ہے۔ وَهُوَ مُؤْمِنٌ اور وہ مقتول مؤمن ہے۔

دارالحرب میں مقتول مسلمان کا حکم:

فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ (تو ایک مؤمنہ گردن کا آزاد کرنا ہے) اگر کوئی حربی دارالحرب میں مسلمان ہوا۔ اور ہجرت کر کے دارالاسلام میں نہیں آیا۔ کسی مسلمان کے ہاتھوں وہ خطا قتل ہو گیا۔ تو اسلام کی وجہ سے بطور کفارہ لونڈی آزاد کرنی ضروری ہے۔ دیت لازم نہیں۔ کیونکہ خون کی معصومیت تو دارالاسلام پر موقوف ہے۔ اور یہ دارالاسلام نہ تھا۔ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ (اگر وہ مقتول ایسی قوم میں سے ہے کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہے) فِدْيَةٌ مِّسْلَمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ (تو دیت سپرد کی جائے اس کے اہل کو اور ایک مؤمنہ گردن کا آزاد کرنا لازم ہے) یعنی اگر مقتول ذمی ہو تو اس کا حکم مسلمان والا ہے۔

مَسْتَكِلَّةٌ: اس آیت میں دلیل ہے کہ ذمی کی دیت مسلم کی طرح ہے۔ ہم احناف کا قول یہی ہے۔ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ (جو نہ پائے گردن) یعنی اس کا مالک نہ ہو۔ اور نہ اس تک اس کی وسعت ہے۔ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ (تو اس پر دو ماہ کے روزے ہیں) مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللَّهِ (جو مسلسل رکھے جائیں یہ توبہ کے طور پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کی ہوئی ہے)

مَحْجُوزٌ: مضاف محذوف ہے اور شہرین سے حال ہے۔ یعنی روزے رکھنا ایسی حالت میں ہے کہ قبول توبہ ہو اس کی طرف سے اور رحمت اس کی طرف سے۔ یہ تاب اللہ علیہ سے ماخوذ ہے جس کا معنی اذا اقبل توبتہ یعنی یہ توبہ کے لئے مشروع ہوا۔ اس صورت میں یہ مفعول لہ ہے یا فلیتب توبۃ اس کو توبہ کرنی چاہئے۔ اس کا نصب مصدریت کی وجہ سے ہے اور مفعول مطلق بن گیا۔ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا (اور اللہ تعالیٰ جاننے والے ہیں اس کو جو اس نے حکم دیا۔ اور اس میں حکمت والے ہیں) جس میں اس نے قدرت کو ظاہر فرمایا۔

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ

اور جو شخص کسی مؤمن کو قصد قتل کر دے تو اس کی جزا جہنم ہے اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہو گا

وَلَعَنَهُ وَاعَدَ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ۹۳

اور اس پر اللہ کی لعنت ہوگی، اور اس کے لئے اللہ نے بڑا عذاب تیار فرمایا ہے۔

آیت ۹۳: وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا (جس شخص نے قتل کیا کسی مسلمان کو قصداً) متعمداً۔ یہ قاتل کی ضمیر سے حال ہے مطلب یہ ہوگا وہ مؤمن کو مؤمن ہونے کی وجہ سے قتل کرے یا اس کے قتل کو حلال سمجھتے ہوئے قتل کر دے۔ یہ دونوں کفر ہیں۔

خلود سے طول قیام مراد:

فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا (پس اس کی سزا جہنم ہے۔ وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہے گا۔ یعنی آپ علیہ السلام کے قول کے مطابق اگر وہ اس کو سزا دے تو اس کی سزا ہمیشہ کی جہنم ہے بعض اوقات خلود سے طول قیام مراد لیا جاتا ہے۔ اور معتزلہ کا یہ کہنا کہ وہ ایمان سے نکل جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مخالف ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ ط (البقرہ: ۱۷۸) وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ (اور اللہ تعالیٰ کا غضب اس پر ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے دور کر دیں گے) یعنی اس سے بدلہ لیں گے اور رحمت سے اس کو دور کر دیں گے۔ وَاعَدَ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا (اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے بڑا عذاب تیار کیا ہے) کیونکہ اس نے بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ اور بڑی مصیبت کا حدیث میں فرمایا گیا۔ دنیا کا زوال اللہ تعالیٰ پر آسان ہے مؤمن کے قتل سے۔

(ترمذی۔ ۱۳۹۵)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ

اے ایمان والو جب تم اللہ کی راہ میں سفر کرو تو تحقیق کر لیا کرو، اور جو شخص تمہارے سامنے اطاعت

أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتُ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ فَعِندَ اللَّهِ

ظاہر کرے اسے یوں نہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے تم دنیا والی زندگی کا سامان تلاش کرتے ہو۔ سو اللہ کے پاس

مَغَانِمُ كَثِيرَةً ۖ كَذَلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ فَمَنْ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا

غنیمت کے بہت مال ہیں، اس سے پہلے تم ایسے ہی تھے، سو اللہ نے تم پر احسان فرمایا، سو خوب تحقیق کیا کرو۔ بے شک اللہ ان

تَعْمَلُونَ خَيْرًا ۖ ۞ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي

کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ جو مسلمان مذروالے نہیں ہیں۔ ان میں جو بیٹھ رہنے والے ہیں اور جو اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد

سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ

کرنے والے میں برابر نہیں ہیں۔ جو لوگ اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والے ہیں ان کو بیٹھے رہ جانے والوں پر اللہ نے بڑے درجہ کی

عَلَى الْقُعْدَيْنِ دَرَجَةٌ ۖ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى ۖ وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ

فضیلت دی ہے اور سب سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور اللہ نے فضیلت دی ہے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہ جانے والوں پر

عَلَى الْقُعْدَيْنِ أَجْرٌ عَظِيمًا ۝٩٥ دَرَجَاتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً ۖ وَرَحْمَةً ۖ وَكَانَ

اجر عظیم عطا فرما کر، جو اس کی طرف سے درجات اور بخشش اور مہمانی کی صورت میں ملے گا۔ اور

اللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ٤٦

اللہ بخشے والا مہربان ہے۔

معاملہ کی تحقیق کرو:

آیت ۹۴: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ (اے ایمان والو جب تم سفر کرو اللہ تعالیٰ کی راہ میں یعنی غزوہ میں جاؤ) فَتَبَيَّنُوْۤا (تو ہر کام کو تحقیق کر کے کیا کرو) فَتَبَيَّنُوْۤا حمزہ و علی رحمہما اللہ نے پڑھا۔ یہ دونوں تفعّل سے ہیں اور استفعال کے معنی میں ہیں۔ مطلب یہ ہے۔ معاملہ کی مکمل تحقیق کر لو اور جانچ لو اور اس میں عجلت سے کام نہ لو۔ وَلَا تَقُوْلُوْۤا لِمَنْ اَلْقٰى إِلَيْكُمُ

السَّلَامَ لَسْتُ مُؤْمِنًا) اور جو شخص تمہیں السلام علیکم کہے تو اس کو مت کہو کہ تو مؤمن نہیں) قراءت: السَّلَامَ کو السَّلَامَ مدنی، شامی، حمزہ نے پڑھا ہے۔ اور دونوں کا مطلب فرمانبرداری ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ السلام علیکم کہنا ہے۔ ایک قول ہے۔ اسلام مراد ہے۔

نَحْوُ: لَسْتُ مُؤْمِنًا۔ یہ موضع نصب میں ہے۔ لاتقولوا کا مقولہ ہونے کی وجہ سے۔

واقعہ مرداس بن نہیک رضی اللہ عنہ:

روایت میں ہے کہ مرداس بن نہیکؓ اسلام لائے۔ مگر ان کی قوم اسلام نہ لائی۔ رسول اللہ ﷺ کے ایک لشکر نے علاقہ پر حملہ کیا۔ وہ بھاگ گئے۔ مرداس وہاں رہا کیونکہ اسے اپنے مسلمان ہونے کا یقین تھا۔ جب اس نے گھوڑوں کو دیکھا تو اپنی بکریوں کو پہاڑ کی اوٹ میں کر دیا۔ اور خود پہاڑ پر چڑھ گیا۔ جب گھوڑے پہنچے اور انہوں نے تکبیر بلند کی تو اس نے بھی تکبیر بلند کی اور اتر کر آ گیا۔ اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور السلام علیکم کہا مگر اسامہ بن زیدؓ نے اس کو قتل کر دیا۔ اور اس کی بکریاں ہنکا کر لے گئے۔ جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ تو رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دی۔ آپ اس پر سخت غمگین ہوئے۔ اور فرمایا کیا تم نے اس کو قتل کر دیا اس سامان کی خاطر جو اس کے پاس تھا۔ پھر حضرت اسامہ کو یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (تم دنیا کی زندگی کا سامان چاہتے ہو) یعنی تم غنیمت چاہتے ہو۔ حالانکہ وہ جلدی ختم ہونے والا سامان ہے۔ یہی تمہیں ثابت قدمی سے چھوڑنے کی طرف لے جانے والا ہے۔ اور اسی نے تمہیں مقتول کے حالات کی بحث و کرید سے روکا۔ القرض سے مراد مال ہے۔ عرض کہنے کی وجہ اس کا جلد زوال پذیر ہونا ہے۔

نَحْوُ: تَبْتَغُونَ، تقولوا کی ضمیر سے حال ہے۔

فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ (پس اللہ تعالیٰ کے ہاں بے شمار غنائم ہیں) جو اللہ تعالیٰ تمہیں عنایت فرمائیں گے۔ جو تمہیں اسلام کا اظہار کرنے والے کے قتل سے بے نیاز کر دیں گی۔ اور اس سے تم اس کے مال کی طرف تعرض کرنے سے بچ جاؤ گے کہ اس پر قبضہ کرو۔

كَذَلِكَ کا مفہوم:

كَذَلِكَ كُنْتُمْ مِّن قَبْلُ (تم بھی تو اس سے قبل اسی طرح تھے) جبکہ تم نے شروع شروع میں اسلام قبول کیا۔ اور تمہارے منہوں سے کلمہ شہادت سنا پس اسی سے تمہارے مال محفوظ ہو گئے۔ بغیر اس انتظار کے کہ تمہاری زبانیں اور دل موافقت کریں۔ كَذَلِكَ کا کاف کان کی خبر ہے۔ اور اس کو کان کے اسم بلکہ کان سے بھی مقدم کیا گیا ہے۔ فَمَنْ اللَّهُ عَلَيْكُمْ (پس اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا) ایمان پر ثبات اور ایمان پر شہرت دے کر پس ایمان میں داخل ہونے والوں سے اسی طرح کا سلوک کرو۔ جیسا تم سے کیا گیا۔ فَتَبَيَّنُوا (خوب تحقیق کر لو) تبینوا کو دوبارہ عظمت و تاکید کیلئے لائے۔ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا (بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی خبر رکھتے ہیں) پس قتل کی طرف فوراً مت گرو بلکہ اس میں پوری احتیاط و بچاؤ سے کام لو۔

آیت ۹۵: لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولَى الضَّرَرِ (بلا عذر جہاد سے بیٹھے رہنے والے مسلمان برابر نہیں)

قاعدون سے مراد جہاد سے بیٹھ رہنے والے۔

نحو قراءت: مدنی۔ شامی، علیؒ نے غیور پڑھا ہے۔ کیونکہ یہ قاعدون سے استثناء ہے۔ یا حال ہے۔ البتہ حمزہ مجہولہ نے مؤمنین کی صفت قرار دے کر مجرور پڑھا ہے۔ باقی تمام قراء رحمہم اللہ نے قاعدون کی صفت بنا کر مرفوع پڑھا ہے۔ الضرر سے مراد مرض ہے یا معذوری جیسے نابینا، لنگڑا، اپاہج پن وغیرہ۔

قاعد و مجاہد برابر نہیں:

وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ (اور جہاد کرنے والے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے اموال و انفس کے ساتھ) اس کا عطف القاعدون پر ہے۔ بلا عذر بیٹھ رہنے والے اور مجاہد میں برابری کی نفی فرمائی۔ اگرچہ اس کو معلوم ہو۔ اور جہاد سے بیٹھ رہنے والے کو توبیخ کر کے ابھارنا مقصود ہے۔ دوسری آیت میں فرمایا۔ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔ الزمر۔ ۹۔ اس آیت میں طلب علم پر آمادہ کیا اور جہل پر رضامندی اختیار کرنے پر متنبہ کیا۔

ایک سوال کا جواب:

فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً (اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا درجہ بہت زیادہ بنایا ہے جو اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں نسبت گھر بیٹھنے والوں کے) اس جملہ کو جملہ اول کے لئے بطور بیان کے لایا گیا۔ اور اس بات کی وضاحت فرمائی کہ قاعدین کا درجہ کیوں مجاہدین کے برابر نہیں۔ گویا اس آیت کو سن کر سوال ابھرتا تھا کہ آخر یہ کیوں برابر نہیں تو جواب دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والے ہیں جہاد سے بیٹھ رہنے والوں پر فضیلت دی ہے۔ دَرَجَةً یہ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یہ کسی شے کا مفہوم تفضیل میں ظاہر کرنے کے لئے لایا جاتا ہے۔ گویا تقدیر عبارت یہ ہے۔ کہ انہ فضلہم تفضلاً اس نے ان کو فضیلت دی ایک درجہ۔ جیسا کہتے ہیں ضربہ سوطاً۔ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى (اور ہر دو فریق سے اللہ تعالیٰ نے اچھے بدلے کا وعدہ فرمایا)

مَحْمُود: کُلًّا یہ وعدہ اللہ کا پہلا مفعول اور الحسنی دوسرا مفعول ہے۔

کُلًّا سے مراد مجاہدین و قاعدین کے دونوں فریق ہیں۔ الحسنی سے مراد جنت ہے۔ اگرچہ مجاہدین کو قاعدین سے درجات میں فضیلت میسر ہوگی۔

وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا (اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو جہاد سے بیٹھ رہنے والوں پر اجر عظیم سے فضیلت دی ہے)

آیت ۹۶: دَرَجَاتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً (درجات اپنی طرف سے اور مغفرت اور رحمت)

مَحْمُود: نمبر: اجرؑ یہ فضل کی وجہ سے منصوب ہے اور درجات و مغفرت و رحمة یہ اجرؑ سے بدل ہیں گویا عبارت یہ ہے اجرہم اجرؑ.....

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّيْتُهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ

ہے شک فرشتے جن لوگوں کی جان ایسی حالت میں قبض کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی جان پر ظلم کر رکھا تھا ان سے فرشتے کہتے ہیں کہ تم کس حال

كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ

میں تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم بے بس تھے زمین میں، فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین

اللَّهُ وَاسِعَةٌ فَتُجَارُ فِيهَا فَأُولَٰئِكَ مَا لَهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ

کشاہد نہیں تھی کہ تم ترک وطن کر کے دوسری جگہ چلے جاتے، سو یہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بُری

مَصِيرًا ۹۷ إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا

جگہ ہے۔ لیکن جو مرد اور عورتیں اور بچے قادر نہ ہوں کہ کوئی

يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ۹۸ فَأُولَٰئِكَ عَسَى

تدبیر کر سکیں اور نہ راستے سے واقف ہوں امید ہے

اللَّهُ أَنْ يَغْفِرَ عَنْهُمْ ط وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا ۹۹

کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے گا اور اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

نمبر ۲۔ درجات۔ منصوب ہے درجہ کی وجہ سے۔ عبارت اس طرح ہوگی فضلہم تفضیلات۔ جیسا کہتے ہیں۔ ضربہ اسواطاً ای ضربات اور اجراً عظیماً منصوب ہے درجاتِ نکرہ کی وجہ سے اور مغفرة ورحمة منصوب ہیں فعل مضمَر کی وجہ سے۔ گویا عبارت اس طرح ہے وغفرلہم ورحمہم مغفرة ورحمة۔

آیت کا مطلب:

مطلب آیت کا یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بالعذر بیٹھ رہنے والوں پر ایک درجہ فضیلت دی ہے اور بلا عذر آنحضرت ﷺ کے حکم سے بیٹھ رہنے والے دوسروں کی کفایت کی وجہ سے کئی درجہ فضیلت رکھتے ہیں۔ کیونکہ جہاد فرض کفایہ ہے۔ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا (اور اللہ تعالیٰ عذر کو معاف کر کے بخشش کرنے والے اور زیادہ اجر بڑھا کر رحم کرنے والے ہیں)

تفسیر آیت ۹۷:

یہ آیت ان لوگوں کے متعلق اترتی جو اسلام لائے مگر ہجرت نہ کی۔ جبکہ ہجرت فرض تھی۔ اور مشرکین کے ساتھ بدر میں آئے

مرتد ہو کر اور قتل کیے گئے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفَّيْهُمْ الْمَلٰٓئِكَةُ تَوَفَّيْ۔ ماضی کا صیغہ بھی ہو سکتا ہے اور مضارع بھی تتوفاهم ایک تاکو حذف کر دیا گیا۔ التوفی۔ قبض روح کو کہتے ہیں۔ ملائکہ سے مراد ملک الموت اور اسکے معاون۔ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفَّيْهُمْ الْمَلٰٓئِكَةُ (بیشک وہ لوگ جن کی ملائکہ روح قبض کرتے ہیں) ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ (اس حال میں کہ وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں) یہ تو فاهم کی ضمیر مفعولی سے حال ہے۔ یعنی اس حالت میں کہ وہ اپنے نفسوں پر کفر والا، ترک ہجرت والا ظلم کرنے والے ہیں۔ قَالُوْا (وہ روح قبض کرنے والے فرشتے کہتے ہیں) فِیْمَ کُنْتُمْ (تم اپنے دین کے سلسلہ میں کس چیز پر تھے) اس کا مقصد توبیخ ہے کہ تم اپنے دین میں کسی چیز پر نہ تھے۔ قَالُوْا کُنَّا مُسْتَضْعِفِیْنَ (وہ کہتے ہیں کہ ہم ہجرت سے عاجز تھے) اس لئے کہ مغلوب تھے۔ فِی الْاَرْضِ (سر زمین مکہ میں) انہوں نے ہمیں جبر و اکراہ سے نکالا۔ قَالُوْا (ملائکہ ان کو بطور توبیخ کہتے ہیں) اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاَسْعَةً فَتُهَا جَرُوْا فِیْهَا (کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے) اس سے مراد یہ ہے کہ تمہیں مکہ سے کسی بھی علاقے کی طرف ہجرت کی قدرت حاصل تھی۔ جہاں تمہیں اپنے دین کے ظاہر کرنے میں رکاوٹ نہ تھی اور رسول اللہ ﷺ کی طرف بھی ہجرت کر سکتے تھے۔ فتھا جروا یہ جواب استفہام کی وجہ سے منصوب ہے۔ فَاُولٰٓئِكَ مَا وَلٰہُمْ جَہَنَّمُ وَاَسَآءُ مَصِیْرًا (سوان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ جانے کیلئے بری جگہ ہے) یہ ان کی خبر ہے۔ اولئک پر فافا اس لئے لائے کیونکہ الذین میں ابہام ہے جو شرط کے مشابہ ہے۔ یا قالوا فیم کنتم اور ضمیر عائد محذوف ہے یعنی قالوا لہم۔

مَسْئَلَةٌ: اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص کسی جگہ اپنے دین کو قائم نہ رکھ سکتا ہو جیسا قائم رکھنا چاہئے اور دوسری جگہ قائم رکھنے کا امکان ہو تو اس پر ہجرت ضروری ہے۔ حدیث میں وارد ہے۔ جو اپنے دین کو لے کر ایک زمین سے دوسری زمین میں گیا خواہ وہ ایک بالشت دور ہو تو جنت اس کیلئے لازم ہوگئی اور وہ اپنے باپ ابراہیم اور نبی محمد ﷺ کا رفیق ہوگا۔ (نعلبی نے مرسلہ روایت کی ہے)

تَفْسِیْرُ آیَتِ ۹۸:

اِلَّا الْمُسْتَضْعِفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانَ (مگر جو مرد اور عورتیں اور بچے مغلوب کر دیئے گئے)۔ اس میں مغلوب لوگوں کو اہل وعید سے مستثنیٰ کیا گیا۔ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَةً وَّلَا یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًا (نہ کوئی تدبیر کر سکتے ہیں اور نہ راستہ سے واقف ہیں)

یعنی محتاجی اور عاجزی کی وجہ سے نکلنے کی تدبیر نہیں رکھتے اور نہ ان کو راستوں کی پہچان ہے۔

حِمْ: لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ یہ مستضعفین کی صفت ہے۔ یا الرجال والنساء والولدان کی صفت ہے اور یہ بات درست ہے۔ جملہ حکماً نکرہ ہے۔ موصوف میں حرف تعریف کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اس کی نظیر یہ ہے۔ ولقد امر علی اللئیم یسبنی۔ شعر میں یسبنی جملہ اللئیم کی صفت ہے۔

آیت ۹۹: فَاُولٰٓئِكَ عَسٰی اللّٰهُ اَنْ یَّغْفِرَ عَنْہُمْ (پس ان کے لئے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کرے گا) یہاں عسی کا لفظ اگرچہ امید و طمع کے لئے آتا ہے۔ مگر شاہی محاورہ میں وجوب کے لئے ہے۔ کیونکہ نخی کا طمع دلانا وعدہ پورا کرنا ہے۔ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا (اور اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا بخشنے والا ہے) اپنے بندوں کی تخلیق سے قبل ہی عفو و غفور ہے۔

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرْغَمًا كَثِيرًا

اور جو شخص اللہ کی راہ میں وطن چھوڑے وہ زمین میں جانے کی بہت سی جگہ پائے گا اور اسے بہت کشادگی

وَسَعَةً وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ

ملے گی، اور جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرنے کی نیت سے نکل کھڑا ہو

ثُمَّ يَدْرِكُهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ

پھر اس کو موت آ پڑے تو یقینی طور پر اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ثابت ہو گیا اور اللہ

غَفُورًا رَحِيمًا ۱۰۰

بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

آیت ۱۰۰: وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرْغَمًا (جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرے گا۔ اس کو زمین میں منتقل ہونے کے مقابل جائیں گے)

معنی الرغم:

مرغمًا ہجرت کے مقامات اور راستے جن پر چل کر وہ اپنی قوم کی ناک خاک آلود کرنے والا ہوگا۔ یعنی وہ ان سے ان کی ناک خاک آلود کر کے جدا ہو۔ الرغم ذلت ورسوائی کو کہتے ہیں۔ اصل میں ناک کا خاک آلود کرنا ہے۔ رُغام مٹی کو کہتے ہیں۔ محاورہ ہے راغمت الرجل۔ جب وہ اس سے جدا ہو اور وہ اپنی ذلت ورسوائی کی وجہ سے جدائی کو پسند نہ کرتا ہو۔ کَثِيرًا وَسَعَةً (بہت اور رزق میں وسعت) یاد دین کو ظاہر کرنے کی وسعت یا سینے کی وسعت کیونکہ اس کا خوف امن میں بدل گیا۔ وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ (جو آدمی اپنے گھر سے اللہ اور رسول کی طرف مہاجر بن کر نکلا) یعنی جس طرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے نکلنے کا حکم دیا۔ مہاجر یہ یخرج کی ضمیر سے حال ہے۔

ہجرت الی اللہ:

ثُمَّ يَدْرِكُهُ الْمَوْتُ (پھر اس کو ہجرت گاہ میں پہنچنے سے قبل موت آگئی) اس کا یخرج پر عطف ہے۔ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ (اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر واقع ہوا) یعنی وعدہ الہی کے مطابق اس کو اجر ملے گا۔ عَلَى اللَّهِ فرمانا صرف تاکید وعدہ کے لئے ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں۔ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا (اور اللہ تعالیٰ بخشنے والے مہربان ہیں)

مَنْبِتِلَّة: علماء نے فرمایا۔ ہر وہ ہجرت جو طلب علم، حج، جہاد، ایک شہر سے دوسرے شہر جانا تاکہ وہاں اطاعت الہی میں اضافہ ہو۔ یا قناعت حاصل ہو یا زہد میں ترقی ہو یا پاکیزہ رزق میسر ہو۔ تو یہ تمام اقسام ہجرت الی اللہ ورسولہ میں شامل ہیں۔ اگر ان کے راستہ میں موت آگئی تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں مل گیا۔

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنْ

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز میں

الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ الْكَافِرِينَ كَانُوا لَكُمْ

قصر کر لو اگر تم کو اس بات کا خوف ہے کہ کافر لوگ تمہیں فتنہ میں ڈال دیں گے، بے شک کافر تمہارے کھلے

عَدُوٌّ وَأُمْبِينٌ ۝ وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِنْهُمْ

ہوئے دشمن ہیں اور جب آپ ان میں موجود ہوں پھر ان کے لئے نماز قائم کریں تو چاہیے کہ ان میں سے ایک جماعت آپ کے ساتھ کھڑی ہو جائے

مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا بِأَسْلِحَتِهِمْ ۖ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِنْ وَرَائِكُمْ ۚ

اور یہ لوگ اپنے ہتھیار لے لیں، پھر جب سجدہ کر چکیں، تو یہ تمہارے پیچھے ہو جائیں

وَلَتَأْتِ طَآئِفَةٌ أُخْرَى لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا

اور دوسری جماعت آ جائے جنہوں نے نماز نہیں پڑھی۔ سو وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھیں، اور اپنے بچاؤ کا

حِذْرُهُمْ وَأَسْلِحَتُهُمْ ۚ وَذَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ

سامان اور اپنے ہتھیار ساتھ لے لیں۔ کافروں کی یہ خواہش ہے کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں سے اور اسباب سے غافل

وَأَمْتَعْتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُمْ مَيْلَةً وَاحِدَةً ۖ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

ہو جاؤ تو تم پر یک بارگی حملہ کر بیٹھیں، اور تم پر اس بات کا کوئی گناہ نہیں کہ

إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِنْ مَّطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَنْ تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ ۚ

اگر بارش سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو تو اپنے ہتھیار رکھ دو

وَأَخْذُوا حِذْرَكُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ۝

اور اپنے بچاؤ کا سامان لے لو، بے شک اللہ نے کافروں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار فرمایا ہے،

آیت ۱۰۱: وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ (جب تم زمین میں سفر کرو) الضرب کا معنی یہاں سفر کرنا ہے۔ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ (تو تم پر کچھ گناہ نہیں) أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ (کہ تم نماز میں قصر کرو) یعنی رکعات نماز میں قصر کہ چار کی دو پڑھو۔

سوال: آیت کے ظاہر سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قصر سفر میں رخصت ہے۔ اور تکمیل عزیمت ہے۔ جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا۔ کیونکہ لا جناح تخفیف ورخصت کے مواقع میں مستعمل ہوتا ہے۔ لازم ہونے کے معنی میں نہیں آتا۔

نقصان کے خیال پر اطمینان کے لئے گناہ کی نفی کی:

جواب: قصر عزیمت ہے۔ نہ کہ رخصت۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق اکمال جائز نہیں۔ صلاة السفر رکعتان تمام غیر قصر علی لسان نبیکم۔ رہی آیت تو انہیں اتمام سے الفت تھی پس اس بات کا امکان تھا۔ کہ ان کے دلوں میں قصر کی وجہ سے نماز میں نقصان کا خیال گزرے۔ پس اللہ تعالیٰ نے نفسوں کو قصر کے سلسلہ میں اطمینان دلانے کے لئے گناہ کی نفی کی تاکہ دلوں میں خوشی پیدا ہو۔ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَفْتِنَكُمْ الْذِّينَ كَفَرُوا (اگر تمہیں خطرہ ہو کہ کافر تمہیں فتنے میں مبتلا کریں گے) یعنی اگر تمہیں خطرہ ہو کہ کافر تمہارے قتل کا قصد کریں گے۔ یا زخمی کرنے کی ٹھانیں گے۔ یا پکڑ لیں گے۔

خارجیوں: کے نزدیک قصر کے جائز ہونے کے لئے خوف شرط ہے۔ جیسا کہ بظاہر نص میں خوف کے موقع پر قصر کا جواز اتر ا۔
جمہور: کے نزدیک خوف کی شرط نہیں۔ اس کی تاکید حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ ہم کیوں قصر کرتے ہیں جبکہ اب ہم امن میں ہیں۔ انہوں نے کہا مجھے بھی تعجب ہوا جس بات سے تمہیں ہوا۔ تو میں نے دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کے متعلق سوال کیا۔ تو فرمایا۔ صدقة تصدق اللہ بها علیکم فاقبلوا صدقته۔ مسلم ۶۸۶/۱/۲۵

یہ صدقہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کیا ہے۔ پس اس کو قبول کرو۔

قصر صدقہ ہے:

مَسْئَلَةٌ: اس روایت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ سفر کی صورت میں تکمیل جائز نہیں۔ کیونکہ ایسا صدقہ جس میں تملیک کا احتمال بھی نہ ہو وہ محض اسقاط ہے۔ اور اس کے واپس کرنے کا احتمال بھی نہیں۔ اگر صدقہ کرنے والا ایسے لوگوں میں سے ہو جس کی اطاعت لازم نہیں مثلاً متولی قصاص جب وہ معاف کر دے۔ پس جس کی اطاعت لازم ہے اس کی طرف سے کیا جانے والا صدقہ لزوم کا زیادہ حقدار ہے۔

وقت نزول کی کیفیت کا تذکرہ:

آیت کے نزول کے وقت ان کی حالت اسی طرح تھی۔ پس حالات کے موافق اتری جیسا کہ دوسری آیت میں ہے اِنْ اردن تحصناً۔ النور۔ ۳۳۔ (کیونکہ کچھ لوگ ارادہ تحصن کے باوجود ان سے برے کام کرواتے) اس کی دلیل عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت بھی ہے۔ من الصلاة ان یفتنکم ہے یعنی لثلاً یفتنکم اس طرح کہ قصر سے مراد حالات میں قصر ہے۔ وہ یہ ہے کہ خوف شدید کے وقت جانور کے اوپر ہی اشارہ کر لے۔ یا رکوع سجود و قراءت تسبیح میں تخفیف کرے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ اِنَّ الْكُفْرَيْنَ کَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا (بیشک کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں) پس ان سے بچو۔
آیت ۱۰۲: وَاِذَا کُنْتَ فِیْهِمْ فَاقْمْ لَہُمْ الصَّلٰوةَ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ ان میں ہوں اور نماز پڑھانے کا ارادہ کریں) ہم سے مراد اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اقامت یہاں اردت کے معنی میں ہے۔

صلوۃ خوف آپ کی خصوصیت نہیں:

امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اس کو اپنے ظاہر سے متعلق کیا اسی لئے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی نماز خوف کو خاص مانا ہے، مگر طرفین رحمہما اللہ کہتے ہیں۔ ائمہ، ہر زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں پس آپ کو خطاب ان تمام کو شامل ہوگا۔ جیسا کہ دوسری آیت میں خذ من اموالہم صدقہ تطہرہم۔ التوبہ۔ ۱۰۳۔ اب زکوٰۃ ہر زمانہ میں ہے اور اس کی دلیل صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل ہے۔

فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ (پس ایک جماعت آپ کے ساتھ کھڑی ہو) ان کی دو جماعتیں بنادیں۔ ایک ان میں سے آپ کے ساتھ کھڑی ہو کر نماز ادا کرے اور دوسری جماعت دشمن کے سامنے کھڑی رہے۔
وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ۔ (وہ اپنا اسلحہ ضرور ساتھ لے لیں جو کہ دشمن کے سامنے ہیں)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اگر اس سے مراد نمازی ہو تو وہ ایسا اسلحہ جو نماز میں ان کو مشغول کرنے والا نہ ہو لے لیں، مثلاً تلوار، خنجر وغیرہ۔

سجدہ نماز مراد ہے:

فَإِذَا سَجَدُوا (پس جب وہ سجدہ کر چکیں) یعنی اپنی رکعت کو سجدہ سے مقید کر چکیں۔ سجود سے ظاہری سجدہ مراد ہے۔ مگر امام مالک رحمہ اللہ سجدہ سے نماز مراد لیتے ہیں۔

فَلْيَكُونُوا مِنْ وَّرَآئِكُمْ (پس وہ تمہارے پیچھے چلے جائیں) یعنی جب آپ کے ساتھ والی جماعت ایک رکعت ادا کر لیں۔ تو وہ پیچھے لوٹ کر دشمن کے سامنے کھڑے ہو جائیں۔

وَلَتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَى لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ اور دوسری جماعت آئے جنہوں نے نماز نہیں پڑھی وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھیں۔ لم یصلوا موضع رفع میں طائفۃ کی صفت ہے۔ فلیصلوا سے مراد وہ دوسرا گروہ ہے جو ابھی دشمن کے سامنے کھڑا تھا۔ وہ رکعت ثانیہ میں شریک ہوگا۔

وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَ أَسْلِحَتَهُمْ (وہ اپنے بچاؤ کا سامان اور اسلحہ ساتھ لے لیں) حذر سے مراد بچاؤ والی چیز زرہ وغیرہ۔ اسلحہ جمع سلاح کی ہے۔ جس سے دشمن کے ساتھ قتال کیا جائے۔ اسلحہ لینا امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک شرط ہے۔ اور ہمارے نزدیک مستحب ہے۔ صلوۃ خوف کی کیفیت تو معروف ہے۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ (کافر لوگ تمنا کرتے ہیں کہ کاش تم اپنے اسلحہ اور سامان کی طرف سے غافل ہو جاؤ) یعنی ان کی تمنا یہ ہے کہ نماز کے دوران دھوکے سے تم پر حملہ آور ہوں۔ فیمیلون علیکم میلۃً واحداً (پس وہ تم پر ٹوٹ پڑیں یک بارگی) یعنی وہ تم پر یک بارگی حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ وَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِنْ مَطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَنْ تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ (اور تم پر گناہ نہیں اگر تمہیں بارش کی وجہ سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو۔ کہ تم اپنا اسلحہ رکھ دو اور اپنا بچاؤ لے لیا کرو)

فَاِذَا قُضِيَتْ الصَّلٰوةُ فَادْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ فَاِذَا

سو جب تم نماز ادا کر چکو تو اللہ کو یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر۔ پھر جب

اَطْمَأْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلٰى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا

مطمئن ہو جاؤ تو نماز قائم کرو، بے شک نماز مومنین پر فرض ہے جس کا

مَوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾ وَلَا تَهْنُوْا فِیْ اَبْتِغَاءِ الْقَوْمِ اِنْ تَكُوْنُوْا تَالِمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يٰ لِمُوْنٍ كَمَا

وقت مقرر ہے اور دشمنوں کا پیچھا کرنے میں سستی نہ کرو، اگر تم کو تکلیف ہوتی ہے تو ان کو بھی تکلیف ہوتی ہے جیسا کہ تمہیں

تَالِمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا یَرْجُوْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَکِيْمًا ﴿۱۰۴﴾

تکلیف ہوتی ہے۔ اور تم اللہ سے وہ امید رکھتے ہو جو وہ امید نہیں رکھتے، اور اللہ علیم ہے حکیم ہے۔

دشمن سے محتاط رہو:

اس آیت میں اسلحہ رکھنے کی رخصت دی جبکہ اسلحہ بوجھل ہو بارش سے تر ہو جانے کی بناء پر یا مرض کی وجہ سے کمزوری ہو۔ اور اس کے باوجود بچاوا لینے سے غفلت نہ اختیار کرو۔ کہیں دشمن اچانک حملہ آور نہ ہو جائے۔ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكَافِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا (بیشک اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے) اس آیت میں مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کرنے کے لئے اطلاع دی کہ اللہ تعالیٰ ان کے دشمنوں کو ذلیل کرے گا۔ اور مسلمانوں کو یہ بتلانے کے لئے کہ بچاوے کا حکم غلبہ کی توقع میں قبول نہیں کرنا بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر انجام دینا ہے۔ تاکہ ثواب ملے۔

تین طرز تفسیر:

آیت ۱۰۳: فَاِذَا قُضِيَتْ الصَّلٰوةُ فَادْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ (جب تم نماز سے فارغ ہو چکو۔ تو اللہ تعالیٰ کو قیام و قعود اور اپنے پہلوؤں پر پڑے یاد کرو) یعنی تمام احوال میں ذکر اللہ کی مداومت کرو۔ یا جب نماز کی ادائیگی کا ارادہ کرو تو کھڑے نماز ادا کرو جبکہ کھڑے ادا کر سکتے ہو۔ اور اگر قیام سے عاجز ہو تو بیٹھ کر اور اگر بیٹھنے کی سکت نہ ہو تو پہلو پر لیٹ کر۔ فَاِذَا اَطْمَأْنَنْتُمْ (جب تم اطمینان کی حالت میں ہو جاؤ) یعنی خوف زائل ہو کر اطمینان میسر آ جائے۔ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (تو نماز کو قائم کرو) یعنی ایک جماعت کے ساتھ اس کو مکمل ادا کرو۔ یا جب تم نماز قائم کرو تو پوری نماز پڑھو قصر نہ کرو۔

یا تیسری تفسیر یہ ہے۔ جب صحت پر اطمینان میسر ہو جائے تو قیام و رکوع و سجود کو مکمل کرو۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلٰی

الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّقْشُورًا (بیشک نماز ایمان والوں کیلئے وقت کی تعیین کے ساتھ فرض ہے) یعنی اوقات معلومہ کے ساتھ محدود ہے۔

آیت ۱۰۴: وَلَا تَهِنُوا (کافروں کے سلسلہ میں کمزوری نہ دکھاؤ اور سستی نہ کرو) فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ (کافروں سے لڑنے کی طلب میں) اور ان کے سامنے رکاوٹ بننے میں۔ پھر اس ارشاد سے مسلمانوں پر حجت قائم کی۔ اِنْ تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ (اگر تم دکھ محسوس کرتے ہو تو وہ بھی زخموں کا دکھ محسوس کرتے ہیں۔ اور تم اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہو (ثواب کی) اور وہ اس کی توقع نہیں رکھتے)

تلقین صبر:

مطلب یہ ہے کہ زخموں کی تکلیف یا قتل کا دکھ یہ فقط تمہارے ساتھ خاص نہیں بلکہ وہ تمہارے اور ان کے مابین مشترک ہے۔ ان کو اور تمہیں پہنچتا ہے۔ پھر وہ کافر ہو کر صبر کرتے ہیں۔ تم صبر کیوں نہیں کرتے جیسے وہ کرتے ہیں۔ حالانکہ تمہیں بدرجہ اولیٰ صبر کرنا چاہئے کیونکہ تمہیں اللہ تعالیٰ سے وہ توقعات ہیں جو انہیں نہیں۔ جیسے تمام ادیان پر اسلام کا غلبہ اور آخرت کا عظیم الشان وعدہ۔ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا (اللہ تعالیٰ جاننے والے ہیں) یعنی مسلمانوں کے دکھ و آلام کو جاننے والا ہے۔ حَكِيمًا (ان کے معاملات کی تدبیر میں حکمت والا ہے)

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ

بلاشبہ ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب اتاری تاکہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ دیں جو اللہ نے آپ کو

اللَّهُ ۖ وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِبِينَ خَصِيمًا ۝۱۵ ۖ وَاسْتَغْفِرِ اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ كَانَ

سمجھایا۔ اور نہ ہو جائے خیانت کرنے والے لوگوں کے طرف دار، اور اللہ سے استغفار کیجئے، بے شک اللہ

غَفُورًا رَحِيمًا ۝۱۶ ۖ وَلَا تَجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَانُونَ أَنْفُسَهُمْ ۖ إِنَّ

بخشنے والا ہے مہربان ہے۔ اور آپ ان لوگوں کی طرف سے جواب دہی نہ کیجئے جو اپنی جانوں کی خیانت کر رہے ہیں بے شک

اللَّهُ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا ۝۱۷ ۖ يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ

اللہ پسند نہیں فرماتا اس شخص کو جو خیانت کرنے والا گنہگار ہو۔ جو شرماتے ہیں لوگوں سے

وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَىٰ مِنَ

اور اللہ سے نہیں شرماتے حالانکہ وہ ان کے ساتھ ہے جبکہ وہ راتوں کو اس بات کا مشورہ کرتے ہیں جس سے

الْقَوْلِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا ۝۱۸ ۖ هَآأَنْتُمْ هَؤُلَاءِ جَدَلْتُمْ

اللہ راضی نہیں ہے، اور اللہ ان کے سب کاموں کو جاننے والا ہے۔ خبردار تم وہ لوگ ہو جو جھگڑتے ہو

عَنْهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ فَمَنْ يُجَادِلُ اللَّهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ

ان کی طرف سے دنیا والی زندگی میں سو کون جھگڑے گا ان کی طرف سے قیامت کے دن

طعمہ بن ابیرق اور حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

آیت ۱۰۵: روایت میں ہے کہ بنی ظفر کے ایک شخص طعمہ بن ابیرق نے اپنے پڑوسی قتادہ بن نعمان کی زرہ چرائی۔ وہ زرہ ایک آٹے کی بوری میں تھی۔ بوری میں سوراخ تھا، آٹا بوری کے سوراخ سے گرتا گیا۔ اور نشان پڑتا گیا۔ چور نے یہ بوری زید بن اسمین یہودی کے پاس چھپا دی۔ تلاش کرنے پر زرہ طعمہ کے پاس نہ ملی۔ اس نے اس کے متعلق قسم اٹھائی کہ اس نے نہیں لی۔ اور نہ اسے اس کا علم ہے۔ انہوں نے اسے چھوڑا اور آٹے کے نشان پر چلتے چلتے یہودی کے مکان پر پہنچے اور اس کو جا پکڑا۔ یہودی نے کہا۔ یہ تو طعمہ رکھ کر گیا ہے۔ اور اس سلسلے میں بعض یہود نے گواہی دی۔ بنو ظفر نے کہا چلو۔ میں رسول اللہ ﷺ کے ہاں لے چلو۔ چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ اس کی طرف سے یہود کو جواب دیں۔ اور کہنے لگے۔ اگر آپ نے نہ کیا

تو ہمارا ساتھی ہلاک و رسوا ہو جائے گا اور یہودی بری الذمہ ہو جائے گا۔

آپ ﷺ نے اس کا ارادہ فرمایا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ (بیشک ہم نے آپ کی طرف کتاب کو حق کے ساتھ اتارا ہے) حق کا معنی حق ہے حق کو ثابت کرنے والی۔ لَتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا اَرٰكَ اللّٰهُ (تاکہ تم لوگوں کے مابین فیصلہ کرو۔ اسکے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم دیا ہے) ارٰی کا معنی بتلانا ہے جو وحی کے ذریعہ ہو۔ شیخ ابو منصور رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا معنی بما الھمک بالنظر فی اصولہ المنزلۃ۔ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہام کیا اس کے نازل شدہ اصولوں کی روشنی میں۔

مَسْنَدُہ: اس میں دلالت ہے کہ آپ ﷺ کے لئے اجتہاد جائز تھا۔ وَلَا تَكُنْ لِلْخٰیطِیْنِ خَصِیْمًا (آپ خائنین کی خاطر مخاصم نہ بنیں) یعنی بنو ظفر کی خاطر یہود سے مخاصمت نہ کریں۔

آیت ۱۰۶: وَاسْتَغْفِرِ اللّٰہَ (اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں) اس ارادے کا جو آپ نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (بیشک اللہ تعالیٰ بخشنش فرمانے والے مہربان ہیں)

آیت ۱۰۷: وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِیْنَ یَخْتٰنُوْنَ اَنْفُسُہُمْ (اور نہ مجادلہ کریں ان لوگوں کی طرف سے جو اپنے نفسوں کی خیانت کرنے والے ہیں) وہ معصیت کر کے اپنے نفسوں کی خیانت کرتے ہیں۔

معصیت خیانت ہے:

مَسْنَدُہ: نافرمانوں کی معصیت کو ان کے نفوس کی خیانت فرمایا۔ کیونکہ اس کا نقصان بالآخر نفوس کی طرف لوٹتا ہے۔ اس سے مراد طعمہ ہے۔ اور اسی طرح اس کی قوم میں سے جو اس کے معاون تھے۔ حالانکہ ان کو علم تھا کہ وہ چور ہے۔ یا لفظ جمع سے اس لئے ذکر کیا تا کہ طعمہ اور ہر خائن کو شامل ہو جائے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوٰنًا اَیْمًا (بے شک اللہ تعالیٰ نہیں پسند فرماتے جو کہ بڑا خائن گناہ گار ہو) یہاں خَوٰنًا مبالغہ کا لفظ لایا گیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ طعمہ خیانت میں بہت بڑھنے والا ہے اور خیانت پر جم جانے والا ہے۔ روایت میں آتا ہے کہ طعمہ راتوں رات مکہ بھاگ کر مرتد ہو گیا۔ اور وہاں ایک دیوار میں نقب زنی کی۔ وہ دیوار اس پر آگری اور وہ ہلاک ہو گیا۔

گناہ سے گناہ ملتا ہے:

مَسْنَدُہ: جب آدمی کا قدم کسی گناہ پر لڑکھڑا جاتا ہے تو اس گناہ کے کئی اور بھائی بھی ہوتے ہیں۔ جو ساتھ آ جاتے ہیں۔ مقولہ غمر رضی اللہ عنہ۔ آپ نے ایک چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ اس کی ماں روتی ہوئی آئی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ یہ پہلی بار کی چوری ہے جو اس سے ہوئی اس کو معاف کر دیں۔ آپ نے فرمایا۔ تو جھوٹ بول رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو پہلی مرتبہ کی غلطی پر نہیں پکڑتے۔

آیت ۱۰۸: یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ (وہ لوگوں سے حیا کرتے ہوئے چھپاتے پھرتے ہیں) ان کے ضرر کے خطرہ سے۔

أَمْ مَنْ يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ

یا کون ہو گا ان کا کار ساز، اور جو شخص کوئی گناہ کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے

ثُمَّ لِيَسْتَغْفِرَ اللَّهُ يَجِدِ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ وَمَنْ يَكْسِبْ إِثْمًا فَإِنَّمَا

پھر اللہ سے مغفرت چاہے تو اللہ کو پائے گا بخشنے والا مہربان، اور جو شخص کوئی گناہ کرے تو یہ گناہ کرنا

يَكْسِبُهُ عَلَى نَفْسِهِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ وَمَنْ يَكْسِبْ خَطِيئَةً

اسی پر پڑے گا، اور اللہ علیم ہے حکیم ہے، اور جو کوئی شخص چھوٹا گناہ کرے

أَوْ إِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهِ بَرِيئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا ۝ وَلَوْلَا

یا بڑا گناہ کرے پھر کسی بری آدمی کو اس کی تہمت لگا دے تو اس نے بڑا بہتان اور صریح گناہ اپنے اوپر لا دیا۔ اور اگر

فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ أَنْ يُضِلُّوكَ ۖ وَمَا

آپ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ نے یہ ارادہ کر ہی لیا تھا کہ آپ کو بہکا دیں، اور وہ

يُضِلُّونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّونَكَ مِنْ شَيْءٍ ۖ وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ

نہیں بہکاتے مگر اپنی ہی جانوں کو، اور آپ کو کچھ بھی ضرر نہ پہنچائیں گے، اور اللہ نے نازل فرمائی ہے آپ پر

الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۖ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ

کتاب اور حکمت اور آپ کو وہ باتیں بتائیں جن کو آپ نہیں جانتے تھے، اور آپ پر اللہ کا فضل

عَلَيْكَ عَظِيمًا ۝ لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ

بہت بڑا ہے، نہیں ہے کوئی بھلائی ان کے بہت سے مشوروں میں مگر جو شخص صدقے

بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ۖ وَمَنْ يَفْعَلْ

کا یا اچھی باتوں کا یا لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے کا حکم دے اور جو شخص یہ

حیاء کا حقدار سب سے بڑھ کر اللہ عز و جل ہے:

وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللَّهِ (وہ اللہ تعالیٰ سے چھپا نہیں سکتے) اور نہ اس سے شرم کرتے ہیں۔ وَهُوَ مَعَهُمْ (حالانکہ وہ ان

کے ساتھ ہے) ان کے حالات سے مطلع ہے۔ اور اس پر کوئی چھپائی جانے والی چیز مخفی نہیں۔

مَسْئَلَةٌ: یہ آیت ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنے رب سے حیا نہیں کرتے اور اس سے نہیں ڈرتے حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ اس کے سامنے ہیں۔ ان کے اور اس کے سامنے کوئی آڑ نہیں اور نہ اوٹ ہے اور نہ کوئی چیز اس سے پوشیدہ رہ سکتی ہے۔ اِذْ يَبْتَثُونَ مَالًا يَرْضٰی مِنَ الْقَوْلِ (جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف گفتگو کے متعلق تدبیریں کرتے رات گزارتے ہیں) یبْتَثُونَ کا معنی تدبیر کرنا رات کے وقت۔

مالا یَرْضٰی سے مراد طعمہ کی یہ تدبیر کہ زرہ زید یہودی کے گھر پھینک آیا۔ تاکہ چور اور بن جائے اور یہ قسم کھالے کہ اس نے چوری نہیں کی۔

کلام دل کا قصد ہے:

مَسْئَلَةٌ: اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ کلام دراصل وہ مقصد ہے جو دل میں ٹھان لے اس لئے کہ یہاں تدبیر کو قول سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

وَكَانَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا (اور اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال کا احاطہ کرنے والے ہیں) کوئی عمل اس کے احاطہ علمی سے باہر نہیں۔

ایک نحوی تحقیق:

آیت ۱۰۹: هَآئِنْتُمْ هَآؤُلَآءِ۔ ہا یہ تنبیہ کے لئے ہے۔ انتم مبتداء اور اولاء خبر ہے۔ جَدَلْتُمْ عَنْهُمْ (ہاں تم تو ایسے لوگ ہو کہ تم نے ان کی طرف سے جواب دہی کی باتیں کر لیں) مجادلہ کا معنی ان کی طرف سے جھگڑنا۔ مَخْجُوْمٌ: نمبر ۱۔ یہ جملہ مبینہ ہے۔ کیونکہ اولاء خبر واقع ہو رہی ہے۔ جیسے سخی کو کہیں انت حاتم تجود بمالك۔

نمبر ۲۔ اولاء اسم موصول بمع الذین اور جادلتم، صلہ اب مطلب یہ ہوا۔ چھوڑو! تم تو ان کی طرف سے مجادلہ کر رہے ہو۔ ہم کی ضمیر کا مرجع طعمہ اور اس کی معاون پارٹی۔

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَمَنْ يُجَادِلُ اللَّهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (دنیا کی زندگی میں پس کون اللہ تعالیٰ سے ان کی طرف سے قیامت کے دن جھگڑے گا) یعنی جب اللہ تعالیٰ ان کو عذاب میں پکڑے گا تو کون طعمہ کی طرف سے جھگڑے گا۔ اَمْ مَنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا (یا وہ کون شخص ہوگا جو ان کا کام بنانے والا ہوگا) جو ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور پکڑنے سے محافظت کرے گا۔

ظلم کی مراد:

آیت ۱۱۰: وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا (جو شخص کوئی برائی کرے) سوء سے مراد ایسا گناہ جو شرک سے کم درجہ ہو۔ اَوْ يَظْلِمُ نَفْسَهُ (یا اپنے نفس پر ظلم کرے) ظلم سے مراد شرک ہے۔ یا ایسی برائی جس کا نقصان دوسروں کو پہنچے جیسا کہ طعمہ نے قتادہ اور یہودی کے سلسلہ میں کیا۔ (ایک کی چوری کی دوسرے کے ذمہ جھوٹ لگا دی) اور ظلم سے مراد ایسا برا کام جس کا وبال اسی تک پہنچتا ہو جیسے

جھوٹی قسم کھانا۔

ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهُ (پھر اللہ تعالیٰ سے معافی کا طلبگار ہوا) يَجِدِ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا (وہ اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا مہربان پائے گا)

اس میں طعمہ کو توبہ واستغفار پر آمادہ کیا گیا ہے۔

آیت ۱۱۱: وَمَنْ يَكْسِبْ اِثْمًا فَانَّمَا يَكْسِبُهُ عَلَى نَفْسِهِ (جو شخص گناہ کا کام کرتا ہے۔ تو وہ اپنے نفس پر اس کا اثر پہنچاتا ہے) کیونکہ اس کا وبال اسی پر پڑے گا۔ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا (اور اللہ تعالیٰ علم والے حکمت والے ہیں) پس وہ گناہ کی سزا کرنے والے کے علاوہ دوسرے کو نہیں دیتے۔

تعریف بہتان:

آیت ۱۱۲: وَمَنْ يَكْسِبْ خَطِيئَةً (جو شخص کوئی چھوٹا گناہ کرے) خطیئۃ سے گناہ صغیرہ مراد ہے۔ اَوْ اِثْمًا۔ اثم کبیرہ گناہ۔ اگر پہلے سے حقوق اللہ کو تلف کرنا مراد ہو تو دوسرے سے حقوق العباد مراد ہونگے۔ ثُمَّ يَرْمِ بِهِ بَرِيْنًا (پھر اس نے اس کا الزام کسی بے قصور پر ڈال دیا) جیسا کہ طعمہ نے زید پر ڈالا۔ فَقَدْ اِحْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِينًا (اس نے بڑا عظیم جھوٹ اپنے اوپر لا دیا اور کھلا ہوا گناہ بے قصور پر ڈالا) کیونکہ وہ کسب گناہ سے گناہ گار بن گیا اور بری الذمہ پر لگانے کی وجہ سے بہتان بن گیا۔ گویا اس نے دو گناہ کیے۔ الْبُهْتَانُ ایسا جھوٹ جس پر عقل حیران رہ جائے اور وہ ایسے آدمی پر باندھا جائے جس کو کچھ علم نہ ہو۔

آیت ۱۱۳: وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ (اگر آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت نہ ہوتی) فضل سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت و عصمت اور رحمت سے مراد اس کی خصوصی مہربانی جس سے ان کو رازوں کی اطلاع دی۔

بنی ظفر کا طرز عمل:

لَهَمَّتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ (تو ان میں سے ایک گروہ آپ کو بھٹکانے کا قصد کر چکا تھا) مراد بنی ظفر۔ یا بنو ظفر کا ایک گروہ ہے ہُمْ سے مراد لوگ۔ اَنْ يُضِلُّوكَ (کہ وہ آپ کو بھٹکا دیتے) صحیح فیصلہ سے اور طریق عدل کی پیروی سے باوجود اس بات کے جان لینے کے کہ ان کا ساتھی مجرم ہے۔ وَمَا يُضِلُّونَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ (اور وہ نہیں گمراہ کرتے مگر اپنے آپ کو) کیونکہ اس کا وبال ان کو پہنچے گا۔ وَمَا يَضُرُّوْكَ مِنْ شَيْءٍ (وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے) کیونکہ آپ نے ظاہر حال کے مطابق فیصلہ فرمایا تھا اور آپ کے دل میں یہ خیال تک بھی نہ تھا کہ حقیقت اس کے الٹ ہے۔

وَاَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ (اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب قرآن اتاری) وَالْحِكْمَةَ اور سنت۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (اور آپ کو وہ علم دیا جو آپ نہ جانتے تھے) یعنی امور دین و شریعت کے سلسلہ میں یا مخفی امور اور دلوں کے راز و گمان فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا (اور اللہ تعالیٰ کا فضل آپ پر بہت بڑا ہے) اس سلسلہ میں کہ آپ کو علم دیا اور انعامات فرمائے۔

ذٰلِكَ اِبْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُوْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۱۱۲ وَمَنْ

کام اللہ کی رضا جوئی کے لئے کرے گا سو ہم اس کو بڑا ثواب دیں گے، اور جو شخص

يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ

رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس کے لئے ہدایت ظاہر ہو چکی اور مسلمانوں کے راستے کے خلاف

سَبِيْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝۱۱۳

کسی دوسرے راستے کا اتباع کرے تو ہم اس کو وہ کام کرنے دیں گے جو وہ کرتا ہے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۖ وَمَنْ

بے شک اللہ اس بات کو نہ بخشتے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ جتنے گناہ ہیں جس کے لئے اسے منظور ہوگا بخش دے گا۔ اور جو شخص

يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ۝۱۱۴

اللہ کے ساتھ شرک کرے تو وہ دور کی بڑی گمراہی میں جا پڑا۔

آیت ۱۱۲: لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ (ان کی اکثر سرگوشیوں میں کوئی بھلائی نہیں) ہُمْ سے مراد لوگ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ (مگر وہ سرگوشی جو صدقہ کی کی جائے)

نحوی تحقیق:

نَجْوَا: کثیر مبدل منہ اور مَنْ اَمَرَ بدل مجرور ہے۔ نمبر ۲: یا نجواہم مبدل منہ اور مَنْ اَمَرَ بدل۔ نمبر ۳: مستثنیٰ منقطع کی وجہ سے منصوب ہے۔ الا بمعنی لکن ای من امر بصدقہ ففی نجواہ الخیر۔ (الا کو غیر کے معنی میں لینا زیادہ بہتر ہے گویا الا وصفی ہے۔ فتدبر)

نیکی وہ جو شہرت سے بچ جائے:

اَوْ مَعْرُوْفٍ (یا کسی نیک کام کا) جیسے نمبر ۱۔ قرض۔ نمبر ۲۔ مظلوم کی دادرسی۔ نمبر ۳۔ ہر اچھائی۔ صدقہ سے مراد زکوٰۃ لیس تو معروف سے نفلی صدقہ مراد ہے۔ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ (یا لوگوں میں صلح صفائی) وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ (جو یہ کام کرے گا) جن کا ذکر ہوا۔ اِبْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی خاطر) اس شرط سے ریا کاری اور شہرت کے لئے کرنا خود خارج ہو گیا۔ یہ مفعول لہ ہے۔

ایک اشکال کا جواب:

اشکال: پہلے فرمایا لا من امر۔ پھر فرمایا ومن يفعل ذلك۔ پہلے امر کہا پھر فعل کا ذکر کیا۔ حالانکہ امر تو قول ہے فعل نہیں۔
جواب: امر خیر کے ساتھ امر کا لفظ ذکر کیا تا کہ وہ اس کے کرنے والے پر دلالت کرے۔ کیونکہ جب حکم دینے والا پسندیدہ لوگوں میں آگیا تو فاعل بدرجہ اولیٰ اس میں داخل ہوگا۔ پھر من يفعل فرما کر اجر عظیم کا وعدہ اس سے منسلک کر دیا۔ یا حکم دینے والے کو بمنزلہ فاعل کے قرار دے کر یہ تعبیر فرمادی۔ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا (عنقریب ہم آپ کو بہت بڑا اجر دیں گے) قراءت: ابو عمر و اور حمزہ نے یؤتیہ پڑھا ہے۔

آیت ۱۱۵: وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ (جو شخص رسول کی مخالفت کریگا اس کے بعد کہ امر حق ظاہر ہو چکا تھا) یعنی دلیل یقینی سے واضح ہونے اور قطعی طور پر معلوم ہونے کے بعد کہ وہ ہدایت ہے۔ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ (وہ مؤمنوں کے راستہ کے علاوہ دوسرے راستہ پر چلے گا) سبیل سے مراد دین حنفی کا راستہ۔

اجماع حجت ہے:

مَنْ تَبَيَّنَ: اس آیت میں دلیل ہے۔ کہ اجماع حجت ہے اس کی مخالفت جائز نہیں۔ جیسا کہ کتاب و سنت کی مخالفت جائز نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزیں۔ غیر سبیل المؤمنین اور مخالفت رسول کو ایک شرط سے مشروط کیا۔ اور اس کی سزا وعید شدید کی صورت میں ذکر کی۔ پس ان کی اتباع بھی موالات الرسول کی طرح ضروری ہے۔ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى (ہم اس کو پھیر دیں گے جدھر وہ پھرا) یعنی جس گمراہی کو اس نے اختیار کیا ہم وہی اس کو دے دیں گے۔ اور دنیا میں جس چیز کو اس نے چنا ہے۔ اس میں اس کو چھوڑ دیں گے۔

وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (اور آخرت میں اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے) اس آیت میں طعمہ اور اس کے ارتداد کے متعلق جہنم کا ذکر فرمایا یہ آیت اسی کے متعلق اتری (کذا قال البغوی)

شرک کی معافی نہیں:

آیت ۱۱۶: إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ۔ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا۔ اس کی تفسیر گزری بعیداً سے مراد راہ حق سے دور ہوا۔

بے شک اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کیے جانے کو معاف نہیں کریگا۔ اور شرک کے علاوہ جس کو معاف کرنا چاہے گا معاف کر دیگا (خواہ توبہ کے بعد یا بغیر توبہ کے) اور جو کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتا ہے۔ وہ راہ حق سے بھٹک گیا دور کا بھٹکنا)

إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا إِنشَاءً ۚ وَإِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا

یہ لوگ اللہ کے سوا صرف عورتوں کو پکارتے ہیں اور نہیں پکارتے مگر شیطان کو

مَرِيدًا ۝۱۱۷ لَعَنَهُ اللَّهُ ۚ وَقَالَ لَا تَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا

جو سرکش ہے جس پر اللہ نے لعنت کی، اور شیطان نے کہا کہ میں تیرے بندوں میں سے ایک مقررہ

مَفْرُوضًا ۝۱۱۸ وَلَا ضَلَالَةً ۚ وَلَا مَنِيْنَهُمْ وَلَا مَرْنَهُمْ فَلْيُبَيِّنَنَّ

حصہ لے لوں گا اور میں ان کو گمراہ کروں گا۔ اور امیدیں دلاؤں گا اور ان کو تعلیم دوں گا سو وہ جانوروں کے

أَذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَا مَرْنَهُمْ فَلْيَغْيِرَنَّ خَلْقَ اللَّهِ ۚ وَمَنْ يَتَّخِذِ

کانوں کو کانٹیں گے اور میں ان کو تعلیم دوں گا سو وہ اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو بدلا کریں گے، اور جو شخص اللہ کو چھوڑ کر

الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِّنْ دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرًا مُّبِينًا ۝۱۱۹ يَعِدُهُمْ

شیطان کو دوست بنا لے سو وہ صریح نقصان میں پڑ گیا۔ شیطان ان سے وعدے کرتا ہے

وَيُمَيِّنُهُمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ۝۱۲۰ أُولَٰئِكَ مَاؤُهُمْ

اور ان کو آرزوئیں دلاتا ہے، اور شیطان ان سے صرف فریب والے وعدے کرتا ہے، ایسے لوگوں کا ٹھکانہ

جَهَنَّمَ ۚ وَلَا يَجْدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا ۝۱۲۱

جہنم ہے اور اس سے کہیں بچنے کی جگہ نہ پائیں گے۔

اصنام کو اناث کہنے کی وجہ:

آیت ۱۱۷: إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ (نہیں وہ عبادت کرتے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر) إِلَّا إِنشَاءً (مگر مومنوں کی) اناث جمع انثیٰ کی۔ اور وہ لات عزیٰ ومناة ہیں۔ اہل عرب کا ہر قبیلہ کسی نہ کسی بت کی پوجا کرتا تھا۔ وہ اس کا نام فلاں قبیلہ کی مونت رکھتے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اپنے اصنام کے متعلق کہتے یہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ وَإِنْ يَدْعُونَ (وہ عبادت نہیں کرتے) إِلَّا شَيْطَانًا مَرِيدًا (مگر شیطان مردود کی) کیونکہ شیطان نے ان کو بتوں کی عبادت پر آمادہ کیا۔ اور انہوں نے اس کی اطاعت کی۔ پس اس کی اطاعت کو عبادت قرار دیا۔ مَرِيدًا اطاعت سے نکلنے والا اور بھلائی سے عاری اور اسی سے امر مذہبی ہے۔

آیت ۱۱۸: لَعَنَهُ اللَّهُ وَقَالَ لَا تَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا (اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی رحمت سے دور کر دیا اور

شیطان نے کہا میں تیرے بندوں میں سے اپنا حصہ ضرور لوں گا (شیطان کی پہلی صفت مریداً اور دوسری لعنہ اللہ ہے اور شیطان نے یہ انتہائی دشمنی والی بدترین بات کہی۔ مَفْرُوضاً قطعی جو میرے لئے لازم ہوگا۔ ایک ہزار میں سے ۹۹۹ شیطان کے لئے۔ ایک اللہ کے لئے۔

شیطانی چالیں:

آیت ۱۱۹: وَلَا ضَلَّتْهُمْ (اور میں ضرور ان کو راہ حق سے بھٹکاؤں گا) گمراہی کی طرف دعوت دے کر اور وسوسہ اندازی سے۔ اگر شیطان کے پاس گمراہی کو نافذ کرنے کی قوت ہوتی تو تمام گمراہ ہو جاتے۔

وَلَا مَنِيْنَتْهُمْ (اور میں ان کے دلوں میں باطل ہو سیں دلاؤں گا) یعنی باطل و بے کار تمنائیں ان کے دلوں میں ڈالوں گا۔ جیسے درازی عمر، امیدوں کو پالینا۔ وَلَا مَرَّتْهُمْ فَلْيَئْتِكُنَّ اِذْنَ الْاَنْعَامِ (میں ان کو تعلیم دوں گا جس سے وہ جانوروں کے کان کاٹیں گے) البتہ کاٹنا، کثرت سے چیرنا۔ بار بار چیرنا۔ مطلب یہ ہے کہ میں ان کو اس بات پر آمادہ کروں گا کہ وہ چوپایوں کے کان کاٹیں۔ وہ پانچ بچے جننے والی اونٹنی کے کان کاٹ دیتے۔ جبکہ پانچواں بچہ نہ ہو۔ اور اس سے نفع اٹھانا اپنے لئے حرام کر لیتے۔ وَلَا مَرَّتْهُمْ فَلْيَغْيِرَنَّ خَلْقَ اللّٰهِ (اور میں ضرور ان کو حکم دوں گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بناوٹ کو بدل ڈالیں گے) حامی (نرسا نڈ) کی ایک آنکھ پھوڑ کر چھوڑ دیتے اور اس پر سواری نہ کرتے۔ یا غلاموں کو خسی کر دیتے۔ یہ جانوروں میں درست ہے البتہ غلاموں میں ناجائز ہے۔ یا گود کر جسم پر تصاویر بناتے۔ انساب کی نفی کر کے دوسرے نسبوں کی طرف نسبت کرتے۔ یا سفید بالوں کو سیاہ رنگ کرتے۔ یا اپنی طرف سے تحریم و تحلیل کرتے یا خشتی بناتے۔ یا دین اسلام جو اللہ تعالیٰ کا فطری دین ہے اس کو تبدیل کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا لَا تَبْدِيلَ لَخَلْقِ اللّٰهِ۔ الروم۔ ۳۰۔ وَمَنْ يَتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (جس نے شیطان کو اپنا دوست بنایا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر) اور اس بات کو قبول کیا جس کی طرف شیطان نے دعوت دی۔ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرًا مُّبِيْنًا (وہ کھلے ہوئے نقصان میں مبتلا ہوا دونوں جہانوں میں)

آیت ۱۲۰: يَعِدُّهُمْ (وہ شیطان ان سے وعدے کرتا ہے) ان کو اس طرح کے وساوس ڈالتا ہے کہ جنت نہیں۔ دوزخ نہیں اور نہ ہی بعث و حساب ہے۔ وَيُمْنِيْنُهُمْ (اور ان کو امیدیں دلاتا ہے) جن کو وہ کبھی پانہیں سکتے۔ وَمَا يَعِدُّهُمْ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا (اور شیطان کا وعدہ ان سے محض فریب ہی ہوتا ہے) غرور۔ دیکھے کچھ اور ظاہر اس کے الٹ ہو۔

آیت ۱۲۱: اُولٰٓئِكَ مَاوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَخِيْصًا (ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ اس سے چھٹکارے اور بھاگنے کا راستہ نہ پائیں گے)

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے عنقریب ہم ان کو ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا وَمَنْ

نہریں جاری ہوں گی۔ ان میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے اللہ تعالیٰ نے سچا وعدہ فرمایا ہے، اور کون ہے

أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا ۚ لَيْسَ بِأَمَانِيكُمْ وَلَا أَمَانِي أَهْلِ الْكِتَابِ

جس کا کہنا اللہ سے زیادہ سچا ہو۔ نہ تمہاری آرزوں پر مدار ہے اور نہ اہل کتاب کی امیدوں پر۔

مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ وَلَا يَجِدْ لَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا

جو شخص برا عمل کرے گا اس کا بدلہ دیا جائے گا اور نہ پائے گا اللہ کے سوا کوئی دوست اور

نَصِيرًا ۚ وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أَنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ

مددگار، اور جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت اور وہ مؤمن ہو

فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ

تو یہ لوگ داخل ہوں گے جنت میں، اور ان پر اتنا ظلم بھی نہ ہوگا جتنا گڑھا کھجور کی گٹھلی میں ہے، اور اس سے بڑھ کر دین کے اعتبار سے کون اچھا

دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا

ہوگا جس نے اپنی ذات کو اللہ کے لئے جھکا دیا، اور وہ اچھے کام کرنے والا ہے۔ اور اس نے ابراہیم کی ملت کا اتباع کیا جو سارے دینوں کو چھوڑ کر اللہ ہی کی طرف مائل

وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا ۚ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ

ہونے والے تھے، اور اللہ نے ابراہیم کو دوست بنا لیا۔ اور اللہ ہی کے لئے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے

وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا ۚ

اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ فرمائے ہوئے ہے۔

آیت ۱۲۲: وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے) اور شیطان کی

کفریہ باتوں میں اتباع نہیں کی۔

سَنُذْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا (عنقریب ہم ان کو ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے)

قرأت: بخفی کی قراءات میں سید خلہم ہے۔ وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا (اللہ تعالیٰ نے اس کا سچا وعدہ کیا ہے)
خج: وعد اور حَقُّادونوں مصدر ہیں مفعول مطلق برائے تاکید لائے گئے ایک اپنے فعل کی تاکید جبکہ دوسرا اسی فعل کی تاکید ہے۔

استفہام بمعنی نفی:

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا (کون بات میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا ہے) قیل کا معنی قول ہے۔ یہ استفہام ہے جو نفی کے معنی میں آیا ہے۔ جس کا مقصد اللہ تعالیٰ کے سچے وعدوں اور شیطان کے جھوٹے وعدوں میں تقابلی موازنہ کرنا ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے کوئی بھی زیادہ سچا نہیں۔ یہ تیسری تاکید ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ کیے گئے وعدے ضرور پورے فرمائیں گے۔
جھوٹی تمنا بے فائدہ ہے:

آیت ۱۲۳: لَيْسَ بِأَمَانِيكُمْ (حقیقت امر تمہاری تمناؤں پر نہیں) اے مشرک! کہ تمہارے یہ بت تمہیں فائدہ دیں گے۔ وَلَا أَمَانِي أَهْلِ الْكِتَابِ (اور نہ حقیقت اہل کتاب کی تمناؤں سے وابستہ ہے) جبکہ وہ اس حد تک دعویٰ کرنے والے ہیں: نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ [لمائدہ: ۱۸] کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور محبوب ہیں۔ اسی طرح: لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَةً (البقرہ: ۸۰) کہ ہمیں تو آگ چند دن لگے گی۔ مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ (جو شخص کوئی برا عمل کرتا ہے اس کا بدلہ دیا جائے گا) خواہ مشرکین سے ہو یا اہل کتاب میں سے جیسا کہ آیت کے اگلے حصہ میں فرمایا۔ وَلَا يَجْذَلُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا (وہ اپنے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوست اور مددگار نہ پائے گا) اس میں کفار کو وعید سنائی گئی کیونکہ بعد والی آیت میں فرمایا۔
آیت ۱۲۴: وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ اُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ (جو شخص بھی کوئی نیک عمل کرے گا۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت اس حال میں کہ وہ مؤمن ہو)۔

خج: ہو مؤمن یہ حال ہے۔ اور پہلا مَنْ۔ تبعیضیہ اور دوسرا مَنْ يعمل کے ابہام کو دور کرنے کے لئے ہے۔
نکتہ: اس آیت سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ اعمال ایمان کا جز نہیں ہیں۔

ایمان دخول جنت کا اصل سبب ہے:

فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ (پس وہ جنت میں داخل ہونگے)

قرأت: مکی ابو عمرو اور ابو بکر رحمہم اللہ نے يَدْخُلُونَ پڑھا ہے۔ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا (اور ذرہ بھر بھی حق تلفی نہیں کی جائے گی) نَقِير وہ گڑھا جو گٹھلی کی پشت میں ہوتا ہے۔ لا يظلمون کی ضمیر نیک و بد عمل کرنے والے تمام کی طرف ہے۔ اور یہ کہنا بھی درست ہے کہ ایک فریق کے ہاں اس کا تذکرہ کرنا دوسرے فریق کے ہاں تذکرہ کرنے کیلئے دلیل ہو۔ اور ارشاد الہی: مَنْ يَعْمَلْ

وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ ۖ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ ۚ وَمَا يُتْلَىٰ

اور وہ آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ طلب کرتے ہیں۔ آپ فرمادیجئے کہ اللہ تمہیں ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے اور وہ جو کتاب میں

عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتِمَّى النِّسَاءِ الَّتِي لَا تُوْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ

تم پر تلاوت کیا جاتا ہے ان یتیم عورتوں کے بارے میں جن کو تم وہ حق نہیں دیتے جو ان کے لئے مقرر کیا گیا ہے

وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْوِلْدَانِ وَأَنْ تَقُومُوا

اور تم رغبت رکھتے ہو کہ ان سے نکاح کرو۔ اور ضعیف بچوں کے بارے میں بھی تم پر آیات تلاوت کی جاتی ہیں اور یہ کہ

لِلْيَتَمَىٰ بِالْقِسْطِ ۚ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا ۝۱۳۷

تم یتیموں کے حق میں انصاف کے ساتھ قائم رہو۔ اور جو کوئی خیر کا کام کرے سو اللہ تعالیٰ اس کا جاننے والا ہے۔

میں اس بات کی دلیل بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی خُلت کی خلیل کو حاجت ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کسی کی خُلت کی ضرورت نہیں۔ کیوں کہ وہ اس سے پاک ہے۔ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کرنے والے ہیں) اپنے علم کے لحاظ سے۔ فتویٰ، مبہم کی وضاحت کا نام:

آیت ۱۲۷: وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ (وہ عورتوں) (کی میراث) کے متعلق آپ سے دریافت کرتے ہیں) یعنی وہ آپ سے عورتوں کے متعلق فتویٰ طلب کرتے ہیں۔ اور افتاء مبہم کو واضح کرنے کو کہتے ہیں۔ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتِمَّى النِّسَاءِ۔ (اے محمد ﷺ) کہہ دیں کہ اللہ عورتوں کے متعلق تم کو اپنا حکم کھول کر بتاتا ہے۔ اور جو تم پر پڑھا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں یتیم عورتوں کے متعلق) یعنی اللہ تعالیٰ اپنا حکم بتا رہے ہیں۔

الکتاب سے مراد قرآن مجید اور فی یتامی سے مراد یہ آیت ہے وان خفتم الا تقسطوا فی یتامی النساء۔ ۳۔ اور یہ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں۔ اعجبنی زید و کرمہ۔ مجھے زید کی سخاوت نے تعجب میں ڈالا۔

نَحْوُ: وَمَا يُتْلَىٰ۔ یُفْتِيكُمْ کی ضمیر عطف کی وجہ سے مرفوع ہے یا لفظ اللہ پر عطف کی وجہ سے۔ یتلی کا صلہ فی یتامی النساء ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے، یتلی علیکم فی معناہن۔ نمبر ۲۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فی یتامی النساء فیہن سے بدل ہو۔ اور اضافت من کے معنی میں ہو۔

غلط روش کی تردید:

الَّتِي لَا تُوتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ (وہ عورتیں جن کو تم ان کا لازم کردہ حق نہیں دیتے ہو) یعنی جو ان کا میراث میں حصہ مقرر

ہوا۔ اور عرب میں یتیم بچیوں کو اپنے ساتھ ملا تے اور ان کا مال بھی لے لیتے۔ اگر خوبصورت ہوتیں تو ان سے شادی کر لیتے اور مال کھا جاتے اور اگر بدصورت ہوتیں تو شادی سے ان کو روکتے یہاں تک کہ وہ مرجاتیں اور وہ ان کے وارث بن جاتے۔ وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ (اور تم ان سے نکاح میں رغبت رکھتے ہو) ان کی خوبصورتی کی وجہ سے یا ان کی بدصورتی کی وجہ سے نکاح سے بے رغبتی رکھتے ہو۔ وَالْمُسْتَضْعِفِينَ مِنَ الْوِلْدَانِ (اور کمزور بچے) یعنی یتیم۔

نَحْوُ: المستضعفين یہ یتامی النساء پر عطف کی وجہ سے مجرور ہے۔

نحوی تحقیق:

زمانہ جاہلیت میں مضبوط آدمی کو وارث بناتے بچوں اور عورتوں کو چھوڑ دیتے۔ وَأَنْ تَقُومُوا لِلْيَتَامَى (یہ کہ تم قائم کرو انصاف یتامی کے لئے) **نَحْوُ:** (۱) یہ بھی المستضعفين کی طرح مجرور ہے۔ معنی اس طرح ہے یفتیکم فی یتامی النساء و فی المستضعفين، و فی ان تقوموا۔ نمبر ۲۔ یا منصوب ہے۔ اور معنی یہ ہے۔ یا امر کم ان تقوموا۔ اس صورت میں ذمہ داروں کو خطاب ہے کہ وہ ان کی دیکھ بھال کریں۔ اور ان کے حقوق پورے پورے دیں۔ بِالْقِسْطِ (انصاف و عدل کے ساتھ) ان کے اموال و میراث کے سلسلہ میں۔ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ (اور جو تم بھلائی کا کام کرو) فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا (پس اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والے ہیں) وہ اس پر بدلہ دیں گے۔

نَحْوُ: ماتفعلا شرط فان الله یہ جواب شرط ہے۔

وَإِنْ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا

اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی طرف سے بد مزاجی کا یا بے رخی کا اندیشہ کرے تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں

أَنْ يَصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ

کہ آپس میں کسی خاص طریقہ پر صلح کر لیں۔ اور صلح اچھی چیز ہے۔ اور انسانوں کے نفسوں میں کنجوسی حاضر کر دی

الشَّحَّ وَإِنْ تَحْسِنُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿١٢٨﴾

گئی ہے اور اگر تم اچھا برتاؤ رکھو اور پرہیز گاری اختیار کرو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو

وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ

اور تم ہرگز اس بات پر قادر نہیں ہو کہ عورتوں کے درمیان عدل قائم رکھو اگرچہ تم حرص کرو۔ لہذا تم بالکل ہی نہ

الْمِيلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَإِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ

ڈھل جاؤ جس کی وجہ سے ایک عورت کو آؤخر میں لٹکی ہوئی چھوڑ دو۔ اور اگر تم اصلاح کرو اور پرہیز گاری اختیار کرو تو بے شک اللہ تعالیٰ

غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٢٩﴾ وَإِنْ يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللَّهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهِ وَكَانَ

غفور ہے رحیم ہے اور اگر دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ ہر ایک کو اپنی عطا کی ہوئی وسعت کے ذریعہ بے نیاز کر دے گا

اللَّهُ وَاسِعًا حَكِيمًا ﴿١٣٠﴾

اور اللہ کشائش والا اور حکمت والا ہے

شرط پر صلح میں حرج نہیں:

آیت ۱۲۸: وَإِنْ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا (اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے بد مزاجی کا خطرہ ہو) یعنی علامات و قرائن سے احتمال ہو۔ النشوز خاوند بیوی سے خشکی دکھائے اور اس کا حق اور خرچہ روک دے۔ اور گالی گلوچ اور ضرب سے تنگ کرے۔ اَوْ إِعْرَاضًا یارخ پھیر لینے کا خطرہ ہو۔ کہ وہ اس سے میل جول میں کمی کرتا اور انس و محبت میں کمی کرتا ہو خواہ اس کے بڑھاپے یا بد صورتی کی وجہ سے یا اس کے اخلاق یا خلقت یا رنج یا دوسری سے آنکھ لگ جانے کی وجہ سے یا اور اسی طرح کی صورت ہو۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا تو کوئی حرج نہیں کہ وہ اپنے مابین (کسی شرط پر) مصالحت

کر لیں۔

قراءت: کوئی نے یصالحا پڑھا۔ یصالحا اصل میں يتصالحا ہے تا کو صاد کر کے ادغام کیا گیا ہے۔ صلحاً یہ مصدر ہے اور ہر دو فعل مصدر کے معنی میں ہیں الصلح کا معنی یہ ہے کہ وہ دونوں باہمی خوشدلی سے صلح کر لیں کہ وہ عورت خوشدلی سے کسی تقسیم پر راضی ہو جائے یا بعض حصے پر راضی ہو جائے یا بعض مہر خاوند کو واپس کر دے یا تمام واپس کر دے یا خرچہ کا مطالبہ نہ کرے۔

صلحاً (ان یصلحا کا کو مفعول بنانا صحیح ہے خواہ مجرد و مزید کا فرق ہے جیسا کہ اس آیت میں انبتہ اللہ نباتاً) وَالصِّلْحُ خَيْرٌ (اور صلح بہتر ہے) جدائی سے یا نافرمانی سے یا ہر چیز میں جھگڑا ڈالنے سے۔ یا الصلح خیر من الخیور کہ بھلائیوں میں سے بڑی بھلائی صلح ہے جیسا کہ جھگڑا شرور میں سے بڑا اثر ہے۔

بخل طبع انسانی کا حصہ ہے:

بَخْوٌ: یہ جملہ معترضہ ہے۔ جیسا کہ: وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ الشُّحَّ انسانی طبائع سے حرص غائب نہیں ہوتی۔ اس آیت میں بخل کو نفس انسانی کے پاس ہر وقت حاضر باش قرار دیا کہ وہ کبھی اس سے غائب نہیں۔ یعنی وہ طبع انسانی کا حصہ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ عورت اپنے حصہ سے درگزر کے لئے تیار نہیں اور مرد اس کو اس کا حصہ دینے کے لئے تیار نہیں۔ جب کہ وہ اس سے بے رغبتی رکھتا ہو۔ ہر ایک اپنے آرام کا طالب ہے۔

احضرت کے دو مفعول ہیں اول انفس اور دوسرا الشح۔

پھر طبیعت کی مخالفت پر آمادہ کیا اور شریعت کی اتباع کا حکم دیا۔ وَإِنْ تُحْسِنُوا (اور اگر تم احسان کرو) اگرچہ وہ تمہیں ناپسند اور دوسری پسند ہوں مگر حق صحبت کا خیال کرتے ہوئے ان کو قائم رکھو۔ وَتَتَّقُوا (بے رغبتی اور اعراض سے بچو) اور ان چیزوں سے بھی جو جھگڑے اور ایذا کا باعث ہوں۔ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ تَوَّابًا تعالیٰ تمہارے اعمال احسان و تقویٰ سے خبیراً (مطلع ہیں) پس وہ تمہیں ثواب عنایت فرمائیں گے۔

لطیفہ: عمران خارجی علیہ ما علیہ بنی آدم کے انتہائی بد صورت لوگوں میں سے تھا۔ اور اس کی بیوی انتہائی خوبصورت۔ عورت نے اس کو دیکھ کر کہا الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں اور تو جنتی ہیں۔ عمران نے کہا وہ کیسے۔ عورت نے کہا تمہیں مجھ جیسی خوبصورت ملی تو تم نے شکر کیا اور مجھے تجھ جیسا بد صورت ملا تو میں نے صبر کیا اور جنت تو شا کرین و صابرین کے لئے تیار کی گئی ہے۔ (اگر خارجی ان میں سے ہوئے تو افاہم)

عدل کی تعریف:

آیت ۱۲۹: وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ (تم ہرگز طاقت نہیں رکھتے کہ تم عورتوں کے درمیان عدل کرو) یعنی ایسی

برابری اور عدل کہ بالکل جھکاؤ نہ ہو۔ پس عدل کی تکمیل اسی میں ہے کہ ان کے مابین تقسیم، نفقہ، خیال رکھنے، التفات نظر، متوجہ ہونا، دل لگی کی گفتگو، خوش طبعی وغیرہ میں برابری کی جائے۔

ایک قول یہ بھی کہ العدل کا مطلب محبت میں برابری ہے۔ رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں میں تقسیم کے سلسلہ میں برابری فرماتے اور فرماتے اے اللہ یہ میری تقسیم اس سلسلہ میں ہے جو میرے قبضہ میں ہے۔ لیکن جو بات میرے قبضہ میں نہیں صرف تیرے اختیار میں ہے۔ اس میں تو میری پکڑ نہ کر۔ یعنی محبت۔ کیونکہ آپ ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ محبت تھی۔

حتی الامکان عدل کرو:

وَلَوْ حَرَصْتُمْ (اگرچہ تم اس کی کتنی خواہش کرو) فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمِيلِ (مگر کامل طور پر جھک نہ جانا) یعنی اس میں میلان اختیار کر کے مرغوب کی طرف زیادہ نہ جھکو کہ اس کی رضامندی کے بغیر اس کا حصہ روک لو۔ یعنی تمام میلان سے پرہیز تو آسانی اور سہولت کی غرض سے ہے۔ مگر اس میں تفریط سے کام نہ لو کہ بالکل عدل سے ہی تفریط ہو جائے۔

اس ارشاد میں ایک طرح کی توبیخ ہے۔

مخبر: کُلّ کا لفظ مصدر کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ اس کا حکم مضاف الیہ کا ہوتا ہے۔

فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ (کہ تم اس کو ادھر میں لٹکی ہوئی کی طرح چھوڑ دو) کہ نہ وہ راند رہے نہ سہاگن۔ وَإِنْ تَصْلِحُوا وَتَتَّقُوا (اور اگر تم ان کی اصلاح کر لو۔ اور بگاڑ سے بچتے رہو) فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا (تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے مہربان ہیں) وہ دلوں کا میلان تمہیں معاف کر دیں گے اور تم پر رحمت فرماتے ہوئے سزا نہ دیں گے۔

آیت ۱۳۰: وَإِنْ يَتَفَرَّقَا (اور اگر وہ دونوں الگ الگ ہو جائیں) اور کسی چیز پر صلح نہ کریں اور خلع یا طلاق سے علیحدگی اختیار کر لیں۔ اور اس کا حق مہر اور نفقہ عدت پورا پورا دے دیں۔ يَغْنِي اللَّهُ كُلًّا (تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کو دوسرے کا محتاج نہ رکھے گا) مِمَّنْ سَعَيْتَ (اپنی وسعت (قدرت اور غناء) کے ساتھ) یعنی عورت کو بہتر خاوند دے دے گا اور اچھی گزران پہلی گزران سے۔ وَكَانَ اللَّهُ وَاسِعًا (اور اللہ تعالیٰ وسعت والے ہیں) کہ اس نے نکاح کو حلال کر دیا۔ حَكِيمًا (اور حکمت والے ہیں) کہ رخصت کرنے کی اجازت دے دی۔ السَّعَتِ قَدَرَتِ وَغَنَاءَ كَوَكَّهْتِ ہیں۔ الواسع الغني، المقتدر۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۖ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰتٰوْا

اور اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے اور البتہ ہم نے ان لوگوں کو وصیت کی جن کو تم سے

الْكِتٰبِ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاَيَّاكُمْ اِنِ اتَّقَوْا اللّٰهَ ۖ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ

پہلے کتاب دی گئی اور تم کو بھی وصیت کی کہ اللہ سے ڈرو، اور اگر کفر کرو گے تو بلاشبہ اللہ ہی کے لئے ہے

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۖ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ۝۱۳۱

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور اللہ بے نیاز ہے۔ لائق حمد و ستائش ہے اور اللہ ہی کے لئے ہے

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ۝۱۳۲

جو آسمانوں اور زمین میں ہے، اور کارساز ہونے کے لئے اللہ کافی ہے اے لوگو اگر اللہ چاہے

يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخِرِيْنَ ۖ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی ذٰلِكَ

تو تم سب کو ختم کر دے۔ اور دوسروں کو لے آئے، اور اللہ کو اس پر

قَدِيْرًا ۝۱۳۳ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا

قدرت ہے۔ جو شخص ارادہ کرے دنیا کے ثواب کا تو اللہ کے پاس دنیا و آخرت کا

وَالْاٰخِرَةِ ۖ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝۱۳۴

ثواب ہے اور اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۱۳۱:

اس آیت میں اپنا غنی اور قادر ہونا بتلایا۔ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (اور اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت میں وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں اور جو زمین میں ہے) پیدا کرنے کے اعتبار سے، اور وہ اپنے غلاموں کو بطور غلام مالک بنانے والا ہے۔

وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰتٰوْا الْكِتٰبَ (تحقیق ہم نے وصیت کی ان لوگوں کو جن کو کتاب دی گئی) الْكِتٰبِ میں الف لام جنس کا ہے اور تمام آسمانی کتابیں مراد ہیں۔ مِنْ قَبْلِكُمْ (تم سے پہلے) گزشتہ امتیں۔

اصل سعادت تقویٰ ہے:

نَحْوُ: یہ وصینا یا وتوا سے متعلق ہے۔ **وَاَيَاكُمْ** (اور تمہیں) یہ الذین او توا کا معطوف ہے۔ **اَنْ اتَّقُوا اللّٰهَ** (کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو) یا ان مفسرہ ہے کیونکہ وصیت قول کے معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ پرانی وصیت ہے جو پرانے زمانہ سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو فرماتے ہیں۔ یہ صرف تمہیں ہی نہیں کی گئی کیونکہ بندے تقویٰ سے ہی اس کے ہاں سعادت مند بنتے رہے ہیں۔ **وَاَنْ تَكْفُرُوْا** (اور اگر تم کفر کرو) اس کا عطف بھی اتقوا پر ہے۔ کیونکہ مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کو اور تمہیں تقویٰ کا حکم دیا۔ اور انہیں بھی کہا اور تمہیں بھی کہتے ہیں۔ اگر تم ناشکری کرو گے۔ **فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا** (پس بیشک اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ غنی اور حمید ہیں) غنی یعنی مخلوق سے اور ان کی عبادات سے اور حمید ہیں یعنی مستحق حمد ہیں اس کی تعریف کثرت انعام کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ خواہ ان کی کوئی تعریف کرے یا نہ کرے (وہ ان کی تعریف کا محتاج نہیں)

حکم تقویٰ مالک ہونے کی وجہ سے:

نکتہ: نمبر ۱۔ **لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ** دوبارہ لایا گیا۔ تاکہ یہ بات پختہ طور پر ثابت کر دی جائے کہ اس کے تقویٰ کا سبب یہ ہے کہ ساری خلق اسی ہی کی ہے اور وہ ان کا خالق و مالک ہے۔ پس اس کا حق یہ ہے کہ مخلوق اس کی اطاعت کرے اور نافرمانی نہ کرے۔

نمبر ۲۔ اس میں یہ بھی ثبوت مہیا کر دیا کہ تقویٰ تمام بھلائیوں کی جڑ ہے۔ اور تقویٰ کا حکم دینے کے بعد ان تکفروالاکر بتلا دیا کہ مراد تقویٰ سے شرک سے بچنا ہے۔

کار ساز وہی ہے:

آیت ۱۳۲: **وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَفٰی بِاللّٰهِ وَكِیْلًا** (اور اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت میں ہے جو آسمانوں اور جو زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ کا کار ساز ہونا کافی ہے) پس اسی کو کار ساز بناؤ۔ غیروں پر بھروسہ نہ کرو۔

عظمت قدرت:

آیت ۱۳۳: اس آیت میں بندوں کو ڈرایا اور اپنی قدرت کو بیان فرمایا۔ **اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ** (اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کر دے) **اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاٰتِ الْاٰخِرِيْنَ** (اے لوگو! اور دوسروں کو لے آئے یا انسانوں کے علاوہ دوسری مخلوق لے آئے) **وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی ذٰلِكَ قَدِيْرًا** (اور اللہ تعالیٰ کو اس بات پر قدرت حاصل ہے) اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کو بلیغ انداز میں بیان فرمایا۔ (اور کفار کو دھمکی دی)۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ

اے ایمان والو! انصاف پر قائم ہونے والے اللہ ہی کے لئے گواہی دینے والے بن کر رہو۔ اگرچہ تمہاری جانوں

أَوِ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ ۚ إِنَّ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أُولَىٰ بِهَمَا ۚ

یا تمہارے ماں باپ یا تمہارے رشتہ داروں کے خلاف پڑ جائے۔ اگر غنی ہے یا فقیر ہے تو اللہ تعالیٰ کو دونوں کے ساتھ تم سے زیادہ تعلق ہے

فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا ۚ وَإِنْ تَلَوْا أَوْ تَعْرَضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا

سو تم انصاف کرنے میں خواہش نفس کا اتباع نہ کرو اور اگر تم کج بیانی کرو گے تو بلاشبہ اللہ تمہارے

تَعْمَلُونَ خَيْرًا ﴿۲۸۵﴾

سب کاموں سے باخبر ہے۔

فقط طلب دنیا طلب خیس ہے:

آیت ۱۳۴: مَنْ كَانَ يُرِيدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا (جو دنیا کے ثواب کا طالب ہے) جیسے کوئی مجاہد اپنے جہاد سے مال غنیمت کا طالب ہو۔ فَعِنْدَ اللَّهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (پس اللہ تعالیٰ کے ہاں دنیا اور آخرت کا ثواب ہے) پس یہ شخص کیوں صرف ایک کا طالب بننا اور دوسرے کو چھوڑتا ہے۔ اور جو یہ طلب کرتا ہے وہ تو بہت ہی حقیر و خیس ہے۔

وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا (اور اللہ تعالیٰ ہر بات کو سننے والے ہیں) بِصِيرًا (اور ہر فعل کو دیکھنے والے ہیں) اس حصہ آیت میں وعدہ اور وعید دونوں پائے جاتے ہیں (سبحان اللہ)

تَفْسِيرُ آیت ۱۳۵:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ (اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم رہنے والے ہو جاؤ) یعنی اقامت عدل میں خوب کوشش کرو یہاں تک کہ ظلم نہ کرو۔ شُهَدَاءَ لِلَّهِ (اللہ تعالیٰ کے لئے گواہی دینے والے) یعنی تم اپنی گواہی خالص اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لئے دو۔

نَحْوُ: قَوَّامِينَ خَبْرِ اَوَّلٍ اور شُهَدَاءَ خَبْرِ ثَانِي ہے۔

اقرار شہادت علی النفس:

وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ (اگرچہ وہ گواہی اپنے نفسوں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو) شہادت علی نفسہ کا مطلب یہ ہے کہ اپنے نفس کے خلاف اقرار کیونکہ یہ بھی شہادت ہے۔ کیونکہ حق کو اپنے اوپر اس نے لازم کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دعویٰ

شہادت اقرار یہ تینوں چیزیں کسی ایک کے دوسرے پر حق کی خبر و اطلاع میں برابر ہیں۔ البتہ تینوں میں فرق یہ ہے کہ دعویٰ یہ اپنے ذاتی حق کی اطلاع ہے جو غیر کے ذمہ ہے۔ اقرار کسی دوسرے کا حق اپنے اوپر تسلیم کرنا۔ شہادت دوسرے کے حق کے لئے دوسرے کے خلاف اطلاع دینا ہے۔

أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ (یا والدین اور قرابت داروں کے خلاف ہو) یعنی اگر شہادت اپنے ماں باپ اور اقارب کے خلاف ہو۔ اِنْ يَكُنْ (اگرچہ وہ شخص) جس کے خلاف گواہی دی گئی ہے۔ غَنِيًّا (مالدار ہو) تو پھر بھی گواہی سے نہ رکے اس کی مالداری کی وجہ سے کہ اس کی رضا مندی کو چاہنے لگے۔ اَوْ فَقِيْرًا (یا فقیر ہو) اس پر شفقت و رحمت گواہی سے نہ روکے۔ فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهَمَا (اللہ تعالیٰ کا تعلق ان دونوں سے زیادہ ہے) یعنی ان کو دیکھ کر اور ان پر رحمت کھاتے ہوئے۔

ایک لغوی تحقیق:

مَخْوَرٌ: بہما میں ضمیر تثنیہ لائے حالانکہ ضمیر واحد لانی چاہئے تھی۔ کیونکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر ان دونوں میں سے ایک ہے اس لئے کہ جس پر قول باری تعالیٰ غنیا او فقیراً دلالت کرتا ہے ضمیر اس کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اور وہ فقیر و غنی کی جنس ہے۔ گویا

کلام اس طرح ہے۔ فاللہ اولیٰ بجنسی الغنی والفقیر یعنی بالا غنیاء والفقراء۔ پس دونوں کی جنس مراد ہے تو تثنیہ کی ضمیر درست ہوئی۔

(جس کے حق یا خلاف شہادت دی جا رہی ہے۔ وہ دونوں سیاق کلام سے معلوم ہو رہے ہیں ان کی طرف ضمیر لوٹالی جائے تو اشکال نہیں رہتا۔ فافہم)

فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰی (نہ اتباع کرو خواہش نفس کی) بِالْاِرَادَةِ اَنْ تَعْدِلُوْا (کہیں تم حق سے ہٹ جاؤ) یہ عدول سے ہے یا اس بات کے خطرے کے پیش نظر کہ تم لوگوں کے درمیان عدل سے مڑ جاؤ۔ وَاِنْ تَلَوْْا اَوْ تَعْرِضُوْا (اگر تم کج بیانی کرو یا پہلو تہی اختیار کرو)

قراءت ونحو:

تَلَوْْا۔ ایک واو اور لام کے ضمہ سے۔ شامی و حمزہ نے پڑھا ہے۔ یہ الولایۃ سے ہے۔ اگر تمہیں شہادت کے قائم کرنے کا ذمہ دار بنایا جائے یا اس کے قائم کرنے سے اعراض کرو۔ ان کے علاوہ قراء نے دو واو اور سکون لام سے پڑھا۔ اس صورت میں یہ الکتی سے ہے۔ مطلب یہ ہوگا اگر تم موڑو! اپنی زبانیں حق کی شہادت سے یا عادلانہ فیصلہ سے۔ یا تم شہادت سے اعراض کرو جو تمہارے پاس ہے اور اس کو روک لو۔

فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا (تو اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کا خبر ہے) پس وہ اس پر تمہیں بدلہ دے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ

اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کی کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی

وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۖ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ

اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے نازل فرمائیں۔ اور جو شخص منکر ہو اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا

وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿۳۶﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا

اور اس کے رسولوں کا اور آخرت کے دن کا تو وہ گمراہ ہو کر دور کی گمراہی میں جا پڑا۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے

ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ أَرَادُوا كُفْرًا الْمَ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ

پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے تو اللہ ان کو

لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا ط ﴿۳۷﴾

نہیں بخشنے گا اور نہ ان کو راہ دکھائے گا۔

تفسیر آیت ۱۳۶: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا (اے ایمان والو)۔

ثبات و اخلاص کی دعوت:

اٰمِنُوْا (ایمان کے سلسلہ میں اتباع کرو) اور اس پر مداومت اختیار کرو۔ یہ ایمان والوں کو خطاب ہے یا اہل کتاب کو کیونکہ کتاب کے بعض حصے پر ان کو ایمان تھا اور کچھ رسل پر۔ اور بعض رسل کا انکار کرتے تھے۔

یا منافقین کو خطاب فرمایا۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا۔ اے وہ لوگو! جو منافقت کے طور پر ایمان لائے ہو تم مخلص مسلمان بن جاؤ۔

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ (اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول) یعنی محمد ﷺ پر۔ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ (اور اس کتاب (یعنی قرآن) پر جو اس نے اپنے رسول پر اتارا) وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ (اور وہ کتاب جو اس نے اس سے پہلے اتاری) الکتاب سے جنس کتاب مراد ہے۔ جو پہلے انبیاء علیہم السلام پر اتریں۔ اور اس پر دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد دو کتبہ دلالت کرتا ہے۔

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۱۳۸ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكَافِرِيْنَ

منافقین کو خوشخبری سنا دیجئے کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے جو موثرین کو چھوڑ کر

اَوْلِيَآءٍ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَيَّبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا ۝۱۳۹

کافروں کو دوست بناتے ہیں۔ کیا ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں۔ بلاشبہ ساری عزت اللہ کے لئے ہے۔

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَیْكُمْ فِی الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ یُكْفَرُ بِهَا وَیُسْتَهْزَءُ

اور اللہ نے تم پر کتاب میں حکم نازل فرمایا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق کیا

بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰی یَخْرُجُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ ۝۱۴۰ اِنَّكُمْ اِذَا

جا رہا ہے تو ان کے ساتھ نہ بیٹھو یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں۔ بلاشبہ تم اس حالت میں

مَثَلُهُمْ ۝۱۴۱ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْكَافِرِيْنَ فِیْ جَهَنَّمَ

ان جیسے ہو جاؤ گے، بلاشبہ اللہ منافقوں کو اور کافروں کو سب کو دوزخ میں جمع

جَمِیْعًا ۝۱۴۲

فرما دے گا

قراءت ونحو:

نَزَلَ وَاَنْزَلَ۔ مکی وشامی نے پڑھا اور ابو عمرو نے بھی۔ اور دوسرے قراء نے ان دونوں الفاظ کو مثنی للفاعل پڑھا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نزل علی رسولہ اور انزل من قبل کیلئے ہے کیونکہ قرآن مجید جدا جدا تھوڑا تھوڑا بیس سال میں اترا بخلاف ان کتب کے جو اس سے پہلے اتریں۔ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ (اور جو شخص اللہ اور اس کے ملائکہ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور یوم آخرت کا انکار کرے گا) یعنی ان میں سے کسی ایک چیز کا انکار کرے گا (فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا) (پس تحقیق وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا) کیونکہ بعض کا انکار تمام کا انکار ہے۔

تَفْسِیْرُ آیٰتِ ۱۳۷:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے) یعنی موسیٰ پر۔ ثُمَّ کَفَرُوْا (پھر انہوں نے انکار کر دیا) جبکہ نبی کی پوجا شروع کر دی۔ ثُمَّ اٰمَنُوْا (پھر دوبارہ موسیٰ پر طور سے واپسی پر ایمان لے آئے) ثُمَّ کَفَرُوْا (پھر انہوں نے عیسیٰ کا انکار کر دیا)۔

از دیاد کفر خطرناک ہے:

ثُمَّ اَزْدَادُوا كُفْرًا (پھر کفر میں مزید ترقی کر گئے) حضرت محمد ﷺ کا انکار کرنے کی وجہ سے۔ لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيُغْفِرْ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا (اللہ تعالیٰ ان کو بخشنے والے اور ان کی مغفرت فرمانے والے اور ان کو ہدایت کی طرف راستہ دینے والے نہیں ہیں) سبیل سے مراد نجات کا راستہ یا جنت کا راستہ۔ یا پھر اس سے مراد منافقین ہیں جو کہ ظاہر میں ایمان لائے اور پوشیدہ طور پر کفر کرتے رہے مسلسل۔ اب از دیاد کفر سے مراد موت تک کفر پر قائم رہنا ہے۔ اور اس کی تائید اس ارشاد الہی سے ہوتی ہے۔ بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ (کہ منافقین کو تم خوشخبری دے دو) یعنی اطلاع دے دو اور بشر کا صیغہ تمھم اور استہزاء کے لئے لایا گیا۔ بَانَ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے)

منافقین کا طرز عمل:

آیت ۱۳۹: الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ اَيَتَّغُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ (وہ لوگ جو کافروں کو دوست بناتے ہیں ایمان والوں کو چھوڑ کر کیا وہ ان کے ہاں عزت کے طالب ہیں)

نحو: الذین نمبر ۱۔ ذم کی وجہ سے منصوب ہے۔ یا نمبر ۲۔ مرفوع ہے۔ بمعنی اريد الذین۔ یا نمبر ۳۔ هم الذین۔ منافقین کفار سے دوستی اختیار کرنے والے تھے۔ ان سے مدد و حفاظت کے طالب ہوتے اور کہتے کہ محمد ﷺ کا معاملہ تکمیل پذیر ہوتا نظر نہیں آتا۔ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا (پس بیشک عزت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے) مکمل اور جس کو وہ عزت دے جیسے نبی اکرم ﷺ اور مومن جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ۔ المنافقون۔ ۸۔

تفسیر آیت ۱۴۰:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ (تحقیق اس نے تم پر اتارا) فِي الْكِتَابِ (یعنی قرآن میں) قُرْآنَاتٍ نَزَّلَ نون کے فتح کے ساتھ عاصم نے پڑھا۔ جبکہ دوسروں نے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

مجالست منافقین کی ممانعت:

اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیَاتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتّٰی يَخُوضُوا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہ (کہ جب تم اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر اور استہزاء ہوتا ہو ادیکھو تو ان کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مصروف ہو جائیں) یعنی یہاں تک کہ کفر و استہزاء قرآن کے علاوہ کوئی اور بات شروع کر دیں۔ الخوض شروع ہونا۔ اَنْ یہ مخففہ من المثقلہ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ انہ اذا سمعتم یعنی تم پر اتارا کہ معاملہ اس طرح ہے۔ والشان سے مراد وہ حالت جو جملہ سے شرط جزاء سمیت معلوم ہو رہی ہے۔

نحو: اَنْ اپنے اس موقع کے لحاظ سے نَزَّلَ سے موضع رفع میں ہے۔ یا پھر نَزَّلَ کی وجہ سے موضع نصب میں ہے اور المنزل علیہ۔ کتاب میں وہ آیات ہیں جو مکہ میں اتریں جیسا یہ آیت: وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوضُوْنَ فِیْہَا فَاَعْرِضْ عَنْہُمْ

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ بِكُمْ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللَّهِ قَالُوا أَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۚ

جو اس بات کے انتظار میں رہتے ہیں کہ تمہارے اوپر کوئی مصیبت آ پڑے، سو اگر تمہارے لئے اللہ کی طرف سے فتح یابی حاصل ہو جائے تو کہتے ہیں کیا ہم

وَأِنْ كَانَ لِلْكَافِرِينَ نَصِيبٌ ۚ قَالُوا أَلَمْ نَسْتَحِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعَكُم مِّنَ

تمہارے ساتھ نہ تھے اور اگر کافروں کو کچھ حصہ مل جائے تو ان سے کہتے ہیں کیا ہم تم پر غالب نہ آ گئے تھے اور کیا ہم نے تم کو مسلمانوں سے

الْمُؤْمِنِينَ ۚ فَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۖ وَلَنُجْجَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ

نہیں بجایا، سو اللہ قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلے فرمائے گا۔ اور اللہ ہرگز کافروں کو مسلمانوں کے مقابلہ

عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ۚ

میں غالب نہ فرمائے گا۔

حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ [الانعام: ۶۸]

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مشرکین مکہ قرآن مجید کا تذکرہ اپنی مجالس میں کر کے اس کا مذاق اڑاتے۔ مسلمانوں کو ان کی مجالست سے روک دیا گیا۔ جب تک کہ وہ اس میں مصروف رہیں۔ مدینہ میں منافقین نے بھی مشرکین مکہ کا طرز عمل اپنا لیا۔ اس لئے مسلمانوں کو ان کے ساتھ بیٹھنے سے روک دیا گیا۔ جیسا کہ ان کو مشرکین مکہ کی ہم مجلسی سے روکا گیا۔

گناہ کے اعتبار سے تمثیل:

إِنَّكُمْ إِذَا مِثْلُهُمْ (بیشک تم اس وقت ان کی طرح ہو) گناہ میں جبکہ تم ان کے ساتھ ٹھہرے رہے۔ یہاں ہر اعتبار سے تمثیل مقصود نہیں۔ منافقین کا ایسی باتوں میں مصروف ہونا کفر ہے۔ اور مسلمانوں کا ان کے ساتھ بیٹھنا معصیت ہے۔ إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا (بیشک اللہ تعالیٰ منافقین اور کفار کو جہنم میں جمع کرنے والے ہیں) کیونکہ وہ کفر و استہزاء میں دونوں جمع ہیں۔

آیت ۱۴۱: الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ بِكُمْ (وہ ایسے ہیں کہ تم پر مصیبت و افتاد پڑنے کے منتظر رہتے ہیں) کہ تمہیں کوئی کامیابی و غنیمت نہ ملے یا تمہارے میں ایسی چیز کے منتظر ہیں جس سے نئی فتح میسر ہو۔ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللَّهِ (اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں فتح ہو گئی) اور نصرت و غنیمت مل گئی۔ قَالُوا أَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ (تو کہتے ہیں کیا ہم تمہاری پشت پناہی کرنے والے نہ تھے) پس ہمیں بھی غنیمت میں شریک کرو۔

مؤمن و کافر کی کامیابی میں فرق:

وَإِنْ كَانَ لِلْكَافِرِينَ نَصِيبٌ (اور اگر کافروں کو حصہ مل جاتا ہے) مسلمانوں کی کامیابی کو فتح فرمایا تاکہ ان کی عظمت شان ظاہر ہو۔ کیونکہ یہ اتنا بڑا معاملہ ہے۔ جس سے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور کفار کی کامیابی کو نصیب کہا جو کہ ایک خسیس حصہ ہے۔ کیونکہ بچی کھچی دنیا ان کو ملے گی۔

نَحْوُ: الذین یہ الذین يتخذون سے بدل ہے یا منافقین کی صفت ہے۔ یا فعل ذم کی وجہ سے منصوب ہے۔
قَالُوا (وہ کہتے ہیں) یعنی کفار کو اَلَمْ نَسْتَحِذْ عَلَيْكُمْ (کیا ہم تم پر غالب نہ آنے لگے تھے) اور تمہارے قتل پر قدرت نہ پالی تھی مگر ہم نے تمہیں چھوڑ دیا۔ الاستحواذ کا معنی غلبہ و استیلاء ہے۔ وَنَمْنَعُكُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (اور ہم نے تمہیں مسلمانوں سے بچا نہیں لیا) کہ ہم نے ان کو ایسا خیال دلایا جس سے ان کے دل کمزور ہو گئے۔ اور وہ تمہارے قتال سے ست پڑ گئے۔ اور تمہارے خلاف ان کی معاونت میں ہم نے سستی کی پس ہمارا حصہ نکالو! جو تم نے مال غنیمت پایا ہے۔

قیامت میں کافر مغلوب ہوگا:

قَالَ اللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ (پس اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اے مؤمنو اور منافقو فیصلہ فرمائے گا) يَوْمَ الْقِيَمَةِ (قیامت کے دن) پس منافقین کو آگ میں داخل کرے گا۔ اور مؤمنین کو جنت عنایت فرمائیں گے۔ وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا (اور ہرگز اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مؤمنوں پر کوئی راستہ نہیں دیا) قیامت میں جس کی دلیل اول آیت کا حصہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے۔ یا سبیل کا معنی حجت ہے۔ اسی طرح عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَدِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۖ وَإِذَا قَامُوا إِلَى

بے شک منافق اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں اور حال یہ ہے کہ اللہ ان کی دھوکہ بازی کی ان کو سزا دینے والا ہے اور جب وہ نماز کو کھڑے

الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَىٰ يُرَآءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا

ہوتے ہیں تو کسل مندی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں، لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر

قَلِيلًا ۚ مَّذَبِّبِينَ بَيْنَ ذَلِكَ ۖ لَا إِلَىٰ هَؤُلَاءِ وَلَا إِلَىٰ هَؤُلَاءِ ۚ

تھوڑا سا اذہر میں لگتے ہوئے ہیں اس کے درمیان، نہ ان لوگوں کی طرف نہ ان لوگوں کی طرف،

وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا ۚ يَٰ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا

اور جسے اللہ گمراہ کر دے اس کے لئے تو ہرگز کوئی راستہ نہ پائے گا، اے ایمان والو! مومنوں کو

تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ أَتُرِيدُونَ أَنْ

چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ

تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُّبِينًا ۚ

اپنے اوپر اللہ کی صریح حجت قائم کر لو،

منافقین کے اعمال کی کیفیت:

آیت ۱۴۲: إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَدِعُونَ اللَّهَ (بیشک منافق اللہ تعالیٰ سے مخادعہ کرتے ہیں) یعنی وہ ایسا معاملہ کرتے ہیں جو دھوکہ دینے والے کی طرح ہو۔ کہ ایمان کا اظہار اور دل میں کفر۔

منافق جو ایمان کو ظاہر کرے اور باطن میں کفر چھپائے۔ یا وہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو دھوکہ دیتے ہیں یعنی مومنوں کو۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دھوکہ کو اپنے ساتھ دھوکہ قرار دیا مسلمانوں کی عظمت و شرافت کو بڑھانے کے لئے۔ وَهُوَ خَادِعُهُمْ (اور وہ ان کی چال بازی کی سزا ان کو دینے والے ہیں) اللہ تعالیٰ ان سے وہ سلوک فرمانے والے ہیں جو دھوکہ میں غالب آنے والا کرتا ہے۔ وہ اس طرح کہ ان کو دنیا میں محفوظ اموال و دماء والا کر دیا۔ اور آخرت میں ان کے لئے آگ کا سب سے نچلا طبقہ منتخب فرمایا ہے۔ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَىٰ (جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی سے کھڑے ہوتے ہیں) ناپسندیدگی اور بوجھل پن سے۔ البتہ غفلت کا شکار تو کبھی کبھی مومن بھی ہو جاتا ہے۔ کسالی جمع کسلان جیسے سکازی جمع سکران۔ يُرَآءُونَ النَّاسَ (وہ لوگوں کے سامنے دکھلاوا کرتے ہیں) یہ حال ہے۔ وہ اپنی نماز سے دکھلاوے اور شہرت کا قصد

کرتے ہیں۔ المراءۃ یہ رویت سے باب مفاعلہ ہے۔ کیونکہ دکھلاوے والا ان کو اپنا عمل دکھلا رہا ہوتا ہے۔ اور وہ لوگ اس کو استحسان کی نظر سے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا (وہ اللہ تعالیٰ کو بہت تھوڑا یاد کرتے ہیں) وہ تھوڑی نماز پڑھتے ہیں۔ یعنی لوگوں کی غیر موجودگی میں تو وہ بالکل نماز نہیں پڑھتے۔ یا تسبیح تہلیل سے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے مگر بہت قلیل۔ اللہ کے لئے قلیل بھی بہت ہے:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے اگر وہ قلیل بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتا تو بہت ہوتا۔

مذبذب کی حقیقت:

آیت ۱۴۳: مُذَبِّذِينَ یہ منصوب علی الذم ہے۔ یعنی رد کیئے ہوئے۔ مطلب یہ ہوا کہ شیطان اور خواہشات نے ان کو کفر و ایمان کے درمیل میں مذبذب کر دیا ہے۔ وہ ان کے مابین حیران پھرنے والے ہیں اور مذبذب کی حقیقت تو یہی ہے کہ وہ دونوں طرفوں سے ہی دفع کیا جاتا ہے۔ وہ ایک جانب قرار نہیں پاتا۔ الذبذبہ میں جوتا کید ہے وہ الذب میں نہیں۔ بَيْنَ ذَلِكَ (اس کے درمیان) یعنی کفر و ایمان کے درمیان۔ لَا إِلَى هَؤُلَاءِ وَلَا إِلَى هَؤُلَاءِ (نہ تو وہ ان کی طرف منسوب ہیں کہ وہ مؤمن شمار ہوں اور نہ ان کی طرف منسوب ہیں کہ ان کو مشرک کہا جائے) وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا (جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے پس تم ہرگز اس کے لئے کوئی راستہ نہ پاؤ گے) یعنی ہدایت کی طرف ان کو راہ نہ ملے گی۔

آیت ۱۴۴: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أُرِيدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُبِينًا (اے ایمان والو! مسلمانوں کو چھوڑ کر تم کافروں کو دلی دوست نہ بناؤ۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارے لئے واضح حجت اللہ تعالیٰ کے ہاں پیدا ہو جائے) سلطان مبین سے عذاب دینے کی واضح دلیل مراد ہے۔

إِنَّ الْمُنْفِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا ۝۱۴۵

بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقے میں ہوں گے اور تو ہرگز ان کے لئے کوئی مددگار نہ پائے گا۔

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ

سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کر لی اور اصلاح کر لی اور اللہ پر مضبوط بھروسہ رکھا اور اپنا دین اللہ کے لئے

لِلَّهِ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَسَوْفَ يُؤْتِي اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا

خالص کر دیا۔ تو یہ لوگ مؤمنین کے ساتھ ہوں گے اور غنیمت اللہ مؤمنین کو اجر عظیم عطا

عَظِيمًا ۝۱۴۶ مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ ۖ وَكَانَ

فرمائے گا۔ اللہ تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا۔ اگر تم شکر گزار بنو اور ایمان لاؤ اور اللہ

اللَّهُ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ۝۱۴۷

قدر دان ہے جاننے والا ہے۔

منافقین کا عذاب سخت ہونے کی وجہ:

آیت ۱۴۵: إِنَّ الْمُنْفِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (بیشک منافقین آگ کے سب سے نیچے درجہ میں ہونگے) یعنی اس طبقہ میں جو جہنم کی گہرائی میں ہے اور آگ کے ساتھ درکات ہیں ان کو درکات کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ پے در پے ہیں اور ایک دوسرے کے اوپر ہیں۔ اور منافق کا عذاب کافر سے زیادہ رکھا گیا۔ کیونکہ وہ دنیا میں تلوار سے محفوظ رہا پس اس کے بدلے میں آخرت میں سب سے نیچے طبقے کا حقدار بنا۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ کفر میں کافر کی طرح ہے۔ اور کفر کے ساتھ استہزاء بالاسلام و باہل الاسلام کا اس نے اضافہ کر لیا ہے۔

قرأت: الدَّرَكِ کو سکون راء کے ساتھ سوائے اعشٰی کے تمام کوئی قراء نے پڑھا ہے۔ اور دیگر تمام قراء نے راء کا فتح پڑھا ہے اور یہ دونوں لغتیں ہیں۔ زجاج رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ مختار قول راء کے فتح کا ہے۔ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا (تم ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پاؤ گے) جو ان سے عذاب کو روک سکے۔

تائبین کا مقام:

آیت ۱۴۶: إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا (مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی نفاق سے)

نَحْوُ: یہ لن تجد کی ضمیر مجرور سے استثناء ہے۔ وَأَصْلَحُوا (اور درست کر لی) جو احوال و اسرار اپنے انہوں نے حالت نفاق

میں بگاڑے ہیں۔ وَاعْتَصِمُوا بِاللّٰهِ (اور اللہ تعالیٰ پر اسی طرح وثوق رکھیں) جس طرح مؤمن مخلص اعتماد کرتے ہیں۔ وَاخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلّٰهِ (اور انہوں نے خالص کیا اپنے دین کو اللہ کے لئے) وہ اپنی اطاعت کے سبب اس کی ذات ہی کے طالب ہیں۔ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ (پس وہ مؤمنوں کے ساتھ ہونگے) یعنی وہ مؤمنوں کے ساتھی اور دارین میں رفیق ہیں۔ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا (اور عنقریب اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو بہت بڑا اجر دیں گے) پس وہ لوگ اس میں ان کے ساتھ شریک ہونگے۔ یہاں لفظ کی اتباع میں یا کو لکھنے میں بھی حذف کر دیا گیا۔

تقدیم شکر کی حکمت:

آیت ۱۴۷: پھر دوبارہ تاکید سے سمجھایا۔ کہ وہ شا کر مؤمن کو عذاب نہ دیں گے۔ پس فرمایا۔ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ (اور اللہ تعالیٰ تم کو عذاب دے کر کیا کریگا۔ اگر شکر گزاری کرو اللہ کے لئے) وَآمَنْتُمْ (اور ایمان لے آؤ) ما منصوب ہے یفعل کی وجہ سے۔ اور بمعنی ای شئی ہے۔ یعنی اس نے تمہیں عذاب دے کر کیا کرنا ہے۔

الایمان: انعام کرنے والے کی پہچان۔

الشکر: اعتراف نعمت۔

کفر منعم ہو یا نعمت یہ عناد ہے۔ اسی لئے کافر عذاب کا حقدار ہے۔ اور یہاں شکر کو ایمان سے مقدم لائے۔ کیونکہ عقل مند اپنے اوپر عظیم انعامات پاتا ہے جو اس کی خلقت یا حصول منافع میں حاصل ہو رہے ہیں۔ پس وہ مبہم انداز میں شکر یہ ادا کرتا ہے۔ جب اس کی نگاہ منعم کی پہچان تک پہنچتی ہے تو وہ ایمان لے آتا ہے۔ پھر تفصیلی شکر یہ ادا کرتا ہے۔ پس گویا کہ شکر ایمان پر مقدم ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا (اور اللہ تعالیٰ شکر کے قدردان ہیں) وہ تمہیں تمہارے شکر یہ پر بدلہ دیں گے یا معمولی عمل کو قبول کر لیتا ہے۔ اور بہت زیادہ ثواب دیں گے۔ عَلِيمًا (وہ جو کچھ تم کرتے ہو اس کا علم رکھنے والے ہیں)۔

لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلِمَ ۖ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا

اللہ تعالیٰ بُری بات کے ظاہر کرنے کو پسند نہیں فرماتا سوائے اس شخص کے جس پر ظلم کیا گیا ہو، اور اللہ

عَلِيمًا ۝۱۴۸ اِنْ تَبَدُّوا خَيْرًا اَوْ تَخْفَوْهُ اَوْ تَعْفُوا عَنْ سُوءٍ فَاِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا ۝۱۴۹

سننے والا جاننے والا ہے، اگر تم خیر کو ظاہر کرو یا اس کو چھپاؤ یا برائی کو معاف کرو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا قدرت رکھنے والا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ

بلاشبہ جو لوگ اللہ کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ کے اور اس کے رسولوں کے

اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُوْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۚ وَيُرِيْدُوْنَ

درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں

اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝۱۵۰ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ

کہ اس کے درمیان راہ تجویز کر لیں یہ وہ لوگ ہیں جو یقیناً کافر ہیں،

وَاعْتَدْنَا لِلْكَافِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِينًا ۝۱۵۱ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ

اور ہم نے کافروں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا ہے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور

يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اَوْ لَيْكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۖ وَكَانَ اللّٰهُ

ان میں کسی کے درمیان میں فرق نہیں کرتے یہ وہ لوگ ہیں کہ عنقریب اللہ ان کو ان کے اجور عطا فرمائے گا۔ اور اللہ

عَفُوًّا رَّحِيْمًا ۝۱۵۲

بخشنے والا مہربان ہے۔

جہر کا ذکر زیادہ نقیصہ کیلئے:

آیت ۱۴۸: لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلِمَ (اللہ تعالیٰ بُری بات کو زبان پر لانے کو پسند نہیں کرتے

سوائے مظلوم کے) اللہ تعالیٰ تو جہر اور غیر جہر تمام بُری باتوں کا زبان پر لانا پسند نہیں کرتے مگر جہر زیادہ قبیح ہے اس لئے اس کو خصوصاً

ذکر فرمایا۔ اگرچہ مظلوم اپنی بات ظالم کے متعلق کہہ سکتا ہے۔ الا کے ذریعہ ناپسندیدہ جہر میں سے مظلوم کی بات کو مستثنیٰ کر دیا اور وہ

یہ ہے کہ ظالم کے متعلق بددعا کرے اور اس کے اندر پائی جانے والی برائی ذکر کرے۔

بعض کا کہنا کہ الجہر بالسوء سے مراد گالی دینا ہے۔ اگر مظلوم اسی طرح کی گالی دے تو درست ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ولمن انتصر بعد ظلمه۔ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا (اور اللہ تعالیٰ سننے والا ہے) مظلوم کی شکایت کو عَلِيمًا (جاننے والا ہے) ظالم کے ظلم کو۔

تفسیر آیت ۱۴۹:

اس آیت میں معافی پر آمادہ کیا اور کوئی شخص کسی کی برائی کو سرعام نہ کہے خواہ بدلہ کے طور پر ہی ہو۔ مظلوم کے لئے ظالم کی مذمت مطلقاً اظہار کی اجازت کے بعد یہاں افضلیت کا ذکر کیا اور خیر کے ظاہر کرنے اور اخفاء کرنے کو معافی کا سبب قرار دیا۔ پس فرمایا۔

معافی پر آمادہ کیا:

إِنْ تَبْدُوا خَيْرًا (اگر تم نیک کام علانیہ کرو) برائی کو سرعام بیان کرنے کی بجائے۔ أَوْ تُخْفُوهُ (یا پوشیدہ طور پر کرو) پھر ان دونوں پر عفو کو بطور عطف ذکر کیا۔ أَوْ تَعْفُوا عَنْ سُوءٍ (یا برائی سے درگزر کرو) یعنی اپنے دلوں سے اس کو مٹا دو۔

نکتہ: یہاں ابتداء اگرچہ خیر کے ابداء و اخفاء سے کی مگر اصل مقصود عفو کا ذکر کرنا ہے۔ اس کی دلیل یہ ارشاد ہے۔ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا (پس بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے قدرت والے ہیں) یعنی وہ ہمیشہ سے گناہ کو معاف کرنے والے ہیں اس کے باوجود کہ اسے انتقام کی قدرت حاصل ہے۔ پس تمہیں اس کے طریق کو اپنانا چاہیے۔

آیت ۱۵۰: إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ (بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے پیغمبروں کے درمیان فرق رکھیں اور کہتے ہیں ہم بعض پیغمبروں کو مانتے ہیں اور بعض کو سچا نہیں مانتے) جیسے یہود جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا اور اسی طرح انجیل اور قرآن مجید کا انکار کیا۔ اور نصرائیوں کی طرح کہ جنہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کا انکار کیا۔ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا (اور وہ چاہتے ہیں کہ کفر و اسلام کے درمیان راہ اختیار کریں) یعنی درمیانہ دین جو کفر و ایمان کے درمیان ہو حالانکہ ان کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے۔

آیت ۱۵۱: أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ (ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں) یعنی وہ مکمل کافر ہیں کیونکہ ایک کا انکار تمام کا انکار ہے۔ حَقًّا: (پکے)

نحوی نکتہ:

مخبر: یہ گزشتہ جملہ کے مضمون کی تاکید ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ هذا عبد الله حقاً یعنی یہ کئی بات ہے قطعاً یا یہ کافرین کے مصدر کی صفت ہے تقدیر یہ ہے۔ هم الذين كفروا كفراً حقاً ثابتاً یقیناً لا شک فیہ۔ تاکید اس لئے لائے تاکہ ظاہر کر دیا

جائے کہ وہ کفر میں کمال کو پہنچے ہوئے ہیں۔ تقدیر عبارت کا ترجمہ وہ وہی لوگ ہیں جو کہ بکے کافر ہیں ایسا کفر جو ثابت ہونے والا ایسا یقینی ہے کہ جس میں شک نہیں۔

وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا (اور ہم نے کافروں کیلئے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے) جو آخرت میں ان کو ملے گا۔
آیت ۱۵۲: وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ اور اس کے رسولوں پر اور انہوں نے کسی ایک میں بھی فرق نہیں کیا)

مخبر: لفظ احد کی طرف اضافت بَيْنَ کی درست ہے کیونکہ احد کا لفظ واحد مذکر و مؤنث اور جمع تشبیہ و جمع مذکر و مؤنث میں برابر ہے۔ نکرہ ہے عموم نفی پر دلالت کرتا ہے۔ اُولَئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أَجُورُهُمْ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا (ان لوگوں کو ضرور اللہ تعالیٰ ان کا ثواب عنایت فرمائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والے مہربان ہیں)

قرأت: یؤتیہم کو حفص نے یا سے پڑھا جبکہ حمزہ عاصم، ابن کثیر، ابو عمرو، نافع، ابن عامر و کسائی و ابو جعفر، خلف نے یؤتیہم نوں سے پڑھا ہے۔

اجور سے مراد موعودہ ثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے غفور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ سیئات کو چھپا دیتے ہیں۔ رحیمًا مہربان ہیں کہ نیکیاں قبول کرتے ہیں۔

تردید معتزلہ: اس آیت میں معتزلہ کے اس باطل اعتقاد کی تردید ہے کہ کبیرہ گناہوں والا ہمیشہ آگ میں رہے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا۔ اور اس نے اعتقاد میں رسولوں کے درمیان تفریق نہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کا اجر دیتے ہیں۔ اور مرتکب کبیرہ ان تمام عقائد کو ماننے والا ہے۔ پس وہ بھی اس وعدہ میں داخل ہو گیا۔

اسی طرح ان لوگوں کے قول کی بھی تردید ہے جو اللہ تعالیٰ کی فعلی صفات کے قدیم ہونے کے قائل نہیں جیسے رحمت مغفرت وغیرہ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا کہ وہ غفور رحیم ہے۔ حالانکہ ان کا قول یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ ازل میں غفور رحیم نہیں بلکہ اب غفور رحیم بنا ہے۔ (فافہم وتدبر)

يَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَقَدْ سَأَلُوا

اہل کتاب آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے ایک کتاب اتار دیں۔ سو وہ موسیٰ سے

مُوسَىٰ أَكْبَرُ مِنْ ذَلِكَ فَقَالُوا أَرِنَا اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْقَةُ

اس سے بھی بڑی بات کا سوال کر چکے ہیں انہوں نے یوں کہا کہ تو ہمیں آسمان سے اللہ کو دکھا دے، سو ان کو ان کے قلم کی وجہ سے بجلی نے

بُظْلِمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ فَعَفَوْنَا

پکڑ لیا۔ پھر انہوں نے بچھڑے کو معبود بنا لیا اس کے بعد کہ ان کے پاس دلائل آ چکے تھے، پھر ہم نے

عَنْ ذَلِكَ ۚ وَآتَيْنَا مُوسَىٰ سُلْطَانًا مُّبِينًا ﴿٥٣﴾ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ

اس کو معاف کر دیا، اور ہم نے موسیٰ کو صریح غلبہ دے دیا اور ہم نے لوگوں پر طور کو

الطُّورَ بِمِيثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوا

اٹھا دیا۔ ان سے مضبوط عہد لینے کی وجہ سے، اور ہم نے ان سے کہا کہ دروازہ میں داخل ہو جاؤ جھکے ہوئے، اور ہم نے ان سے کہا کہ زیادتی نہ کرو

فِي السَّبْتِ وَآخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيثَاقًا غَلِيظًا ﴿٥٤﴾

سنیچر کے دن میں، اور ہم نے ان سے لے لیا تھا بہت مضبوط عہد۔

فخاص یہودی کی بڑ:

آیت ۱۵۳: یہودی عالم فخاص اور اس کے ساتھیوں نے نبی اکرم ﷺ کو کہا اگر تم سچے نبی ہو۔ تو آسمان سے اکٹھی کتاب اتار لاؤ۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تو یہ آیت اتری۔ يَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ (آپ سے اہل کتاب مطالبہ کرتے ہیں کہ تم ان پر اتار لاؤ)

قرأت: تُنَزِّلُ تخفیف کے ساتھ کی اور ابو عمرو نے پڑھا ہے۔ كِتَابًا مِّنَ السَّمَاءِ (آسمان سے ایک کتاب) یعنی اکٹھی کتاب جس طرح تورات یکبارگی اتری۔ یہ بات انہوں نے ضد کی وجہ سے کہی۔ حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ اگر ہدایت کی غرض سے وہ مانگتے تو ایسی کتاب مل جاتی۔ کیونکہ قرآن مجید کا اکٹھا اتاراجانا بالکل ممکن ہے۔ فَقَدْ سَأَلُوا مُوسَىٰ أَكْبَرُ مِنْ ذَلِكَ (انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بڑا سوال کیا)

سوال: انہوں نے تو سوال نہ کیا تھا بلکہ ان کے آباؤ اجداد جو زمانہ موسیٰ علیہ السلام میں تھے انہوں نے کیا مگر سوال کی نسبت ان کی طرف کردی گئی۔ اور وہ ستر منتخب افراد تھے۔

نسبت کی وجہ رضائے اعمال ہے:

جواب: یہ یہودان کے مذہب پر تھے۔ اور ان کے اس سوال پر راضی و خوش تھے۔ فَقَالُوا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً (اللہ تعالیٰ ہمیں آ منے سامنے دکھاؤ) یعنی کھلم کھلا ہمیں دکھاؤ تا کہ ہم کھلم کھلا دیکھیں۔ فَاَخَذَتْهُمْ الصَّيْقَةُ (ان کو کڑک نے پکڑ لیا) خوفناک عذاب یا جلانے والی آگ (بِظُلْمِهِمْ) (ان کے ظلم کی وجہ سے)۔ جو انہوں نے اپنے نفسوں پر کیا نامناسب سوال کر کے یا معجزات کے سلسلہ میں اپنے پیغمبر سے ضد اختیار کی اور دیدار کا سوال کر کے ہٹ دھرمی اختیار کی۔ مطلقاً دیدار کا سوال اس کا سبب نہیں کیونکہ وہ ممکن ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کو یکبارگی اتروانے کا سوال اور دلیل یہ ہے کہ اگر یہ سزا فقط سوال رویت پر ملی تو موسیٰ علیہ السلام نے بھی سوال کیا وہ پھر اس کے (نعوذ باللہ) زیادہ حقدار تھے۔ انہوں نے رب ارنی انظر الیک کہا مگر ان کو صاعقہ نے نہ پکڑا مگر ان کو مزید طمع دلائی اور امکان کی قید لگائی۔ اور ممکن سے معلق ممکن الثبوت ہی ہوتا ہے۔ پھر ان کو زندہ کر دیا۔

ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ (پھر انہوں نے بچھڑے کو بنا لیا معبود) مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ (اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلائل آئے) یعنی تورات اور معجزات مسیح علیہ السلام۔ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ (پھر ہم نے ان کو معاف کر دیا مہربانی کرتے ہوئے) اور ان کا استیصال نہیں کیا۔ وَ اَتَيْنَا مُوسٰی سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا (اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو واضح معجزات دیئے) یعنی مخالفین کے خلاف غالب دلائل۔

آیت ۱۵۴: وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِثْقٰلِھِمْ (ہم نے ان کے میثاق کے سبب طور کو ان پر بلند کیا) تا کہ وہ ڈریں اور وعدے کو نہ توڑیں۔ وَقُلْنَا لَهُمْ (اور ہم نے انہیں کہا) جبکہ طور ان پر لٹکنے والا تھا۔ اَدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا (تم دروازے میں سر جھکائے ہوئے داخل ہو) یعنی دروازہ بیت المقدس (ایلیا) میں داخل ہوتے وقت اپنے سروں کو جھکائے داخل ہو۔ وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوا (اور ہم نے انہیں کہا حد سے تجاوز نہ کرو)

قراءت: ورش ربیب نے تعدوا پڑھا۔ تعدوا سکون عین اور تشدید ال کے ساتھ ورش کے علاوہ مدنی قراء نے پڑھا یہ دونوں ادغام کے ساتھ ہیں۔ البتہ قراءت ابی بنی اسلم میں تعدوا ہے۔ تا کو دال میں ادغام کیا اور عین کو ساکن رکھا ایک روایت میں اور دوسری روایت میں تا کا فتح عین کی طرف منتقل کر دیا۔

فِی السَّبْتِ (ہفتہ کے سلسلہ میں) مچھلیاں پکڑ کر۔ وَ اَخَذْنَا مِنْھُمْ مِّثْقًا غَلِيْظًا (اور ہم نے ان سے پکا وعدہ لیا) غلیظ سے مراد انتہائی تاکید والا۔

فَمَا نَقْضِهِمْ مِّثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِآيَاتِ اللَّهِ وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ

سو ہم نے اس وجہ سے (ان پر لعنت کی) کہ انہوں نے عہد شکنی کی اور اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کیا۔ اور نبیوں کو

بِغَيْرِ حَقٍّ وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ ۖ بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا

ناحق قتل کیا۔ اور انہوں نے یوں کہا کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں۔ بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔ سو وہ

يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ وَبُكَرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا ۝

ایمان نہ لائیں گے مگر تھوڑے سے لوگ۔ اور (اس وجہ سے بھی ان پر لعنت کی) کہ انہوں نے کفر اختیار کیا اور انہوں نے مریم پر بہت بڑا بہتان لگایا۔

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ ۚ وَمَا

اور انہوں نے یوں کہا کہ بلاشبہ ہم نے مسیح ابن مریم کو قتل کر دیا جو اللہ کے رسول ہیں حالانکہ

قَتَلُوهُ وَمَا صَلْبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۖ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ

انہوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا لیکن ان کو شبہ میں ڈال دیا گیا، اور بلاشبہ جن لوگوں نے ان کے بارے میں اختلاف کیا وہ ضرور ان کے

لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ۖ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ

بارے میں شک میں ہیں انکل پر چلنے کے سوا ان کو ان کے بارے میں کوئی علم نہیں، اور یقیناً انہوں نے ان کو

يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝

یقیناً نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے اور اہل کتاب میں سے

أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنُوا بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ۝

کوئی شخص بھی ایسا نہیں جو ان پر مرنے سے پہلے ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن وہ ان کے خلاف گواہی دیں گے۔

تفسیر آیت ۱۵۵:

فَمَا نَقْضِهِمْ (پس ان کے توڑ دینے کے سبب سے)

نَجْوٍ: ما تاکید کے لئے لایا گیا۔ با، حرمانا علیہم سے متعلق ہے۔ تقدیر عبارت ہے۔ حرمانا علیہم طبیات

بنقضہم ہم نے ان پر پاکیزہ چیزیں حرام کیں ان کے عہد توڑ دینے کی وجہ سے۔ مِثَاقَهُمْ (اپنا پختہ وعدہ)

نحوی تحقیق:

نَحْمُ: فَبْظَلَمَ مِنَ الدِّينِ هَادُوا۔ یہ فبما نقضہم سے بدل ہے۔ اور تاکید کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ طیبات کی حرمت نقض عہد اور اس کے معطوفات کفر، قتل انبیاء وغیرہ کی وجہ سے تھی۔

وَكُفِّرْهُمْ بِآيَةِ اللَّهِ (اور ان کے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرنے کے باعث) آیات سے مراد معجزات موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ (اور انبیاء علیہم السلام کو قتل کرنے کے سبب) جیسے زکریا و یحییٰ وغیرہ علیہما السلام بغیرِ حَقِّ (ناحق) یعنی بغیر کسی ایسے سبب کے ارتکاب کے کہ جس سے قتل کے مستحق ٹھہریں۔ وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ (اور ان کی اس بات کے سبب کہ ہمارے دل پردے میں ہیں) غلف یہ جمع اغلف ہے۔ اس کا معنی بند ہونا کہ جس میں کوئی وعظ و نصیحت اثر انداز نہ ہو۔

فخریہ دعویٰ کی تردید:

بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ (بلکہ اللہ تعالیٰ نے کفر کی وجہ سے ان پر مہر لگا دی) یہ جملہ قلوبنا غلف کے فخریہ دعویٰ کی تردید ہے۔ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا (پس نہیں ایمان لائے مگر تھوڑے) جیسے عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھی۔

بار بار کفر کا ارتکاب:

آیت ۱۵۶: وَبِكُفْرِهِمْ (اور ان کے کفر کے باعث)

نَحْمُ: اس کا عطف فبما نقضہم پر ہے یا اسکے قریب بکفرہم پر اس لئے کہ انہوں نے بار بار کفر کیا۔ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا پھر عیسیٰ علیہ السلام اور پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر دیا۔ اسی لئے ان کے ایک کفر کو دوسرے پر عطف کیا۔ وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا (اور ان کے اس قول کی وجہ سے جو انہوں نے مریم پر ایک عظیم بہتان کے طور پر لگایا) وہ بہتان عظیم ان پر زناء کا الزام تھا۔

مسیح کہنے کی وجہ:

آیت ۱۵۷: وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ (اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ بیشک ہم نے قتل کیا مسیح کو)

مسیح کو مسیح کہنے کی وجہ یہ ہے نہ برا۔ کہ جبریلؑ نے ان کو برکت سے چھوا۔ پس وہ ممسوح ہوئے گویا مسیح بمعنی ممسوح ہے۔ نمبر ۲۔ وہ مریض اور مادرزاد نابینا اور کوڑھی کو ہاتھ لگاتے تو وہ درست ہو جاتا۔ تو مسیح بمعنی ماسح ہوا۔

رسول اللہ کہنے کی وجہ:

عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ (عیسیٰ بن مریم جو اللہ کے رسول ہیں) نمبر ۱۔ یہود کو آپ کی رسالت کا اعتقاد نہ تھا۔ یہ جملہ انہوں نے بطور استہزاء کہا۔ جیسا کہ کفار مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا۔ یایہا الذی نزل علیہ الذکر انک لمجنون۔ نمبر ۲۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کیلئے یہ لقب ذکر فرمایا۔ انہوں نے نہ کہا ہو (بلکہ اس کی جگہ کوئی قبیح لفظ کہا ہو) وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ (اور انہوں نے عیسیٰ کو نہ قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا۔ لیکن انکو اشتباہ ہو گیا)۔

اسرائیلی روایات:

روایت اسرائیل میں وارد ہے کہ یہود کی ایک جماعت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ کو گالیاں دیں۔ آپ نے ان کے لئے بددعا فرمائی۔ اللہم انت ربی وبکلمتک خلقتنی۔ اللہم العن من سبنی وسب والدتی۔ اے اللہ تو میرا رب ہے اور اپنے کلمہ سے تو نے مجھے پیدا کیا۔ اے اللہ تو ان پر لعنت کر جنہوں نے مجھے اور میری والدہ کو گالیاں دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بددعا سے ان کی صورتیں۔ بندروں اور سوروں کی طرح کر دیں۔ اس پر تمام یہود نے آپ کے قتل پر اتفاق کر لیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اطلاع دی کہ میں تم کو آسمان کی طرف اٹھاؤنگا اور یہود کے ہاتھوں سے پاک کر دوں گے۔

اس پر آپ نے اپنے صحابہ کو فرمایا۔ تم میں کون اس بات پر راضی ہے کہ اس کو میری شکل دیدی جائے اور وہ قتل ہو کر صلیب پر لٹکایا جائے اور جنت میں میرے ساتھ داخل ہو۔ پس ایک شخص نے ان میں سے اٹھ کر رضامندی ظاہر کی۔ کہ میں اس کیلئے تیار ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ ڈال دی یعنی اسکی شکل عیسیٰ جیسی کر دی۔ پس اسکو پکڑ کر قتل کر دیا اور صلیب پر لٹکادیا گیا۔

دوسری روایت:

دوسری روایت میں یہ ہے کہ ایک آدمی عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ منافقانہ تعلق رکھتا تھا۔ جب یہود نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا۔ تو اس نے جاسوسی کی پیش کش کی۔ چنانچہ پولیس کو لے کر وہ عیسیٰ علیہ السلام کے گھر میں داخل ہوا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھالیا گیا اور اس منافق کی شکل عیسیٰ علیہ السلام جیسی کر دی گئی۔ پس پولیس نے اسی کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ پولیس کو یقین تھا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ نکتہ: ان دونوں میں سے جو صورت ہو ایسے لوگوں کے حق میں بالکل درست ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر طعنہ زنی کرنے والے اور ایمان قبول نہ کرنے میں ضد پر جمے ہوئے ہوں۔

ایک نحوی تحقیق:

نحو: شبہ کا اسناد لہم جار مجرور کی طرف ہے۔ جیسا کہتے ہیں خیل الیہ۔ گویا تقدیر عبارت یہ ہے۔ ولکن وقع لہم التشبه اور لیکن ان کو اشتباہ پیدا ہو گیا۔

نمبر ۲۔ ضمیر مقتول کی طرف اسناد ہے جس پر انا قتلنا دلالت کر رہا ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ ولکن شبہ لہم من قتلوه۔ لیکن ان کو شبہ پڑ گیا جنہوں نے اس کو قتل کرنے کی کوشش کی)

وَأَنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ (اور بیشک وہ لوگ جنہوں نے اختلاف کیا ان کے بارے میں) ہ کی ضمیر کا مرجع عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اختلافوا کی ضمیر کا مرجع یہود ہیں۔

یہودی کہنے لگے۔ چہرہ تو عیسیٰ علیہ السلام والا ہے اور بدن ہمارے ساتھی کا ہے۔ یا نصاریٰ نے اختلاف کرتے ہوئے کہا۔ اللہ اور ابن اللہ تینوں میں تیسرا۔

گمان کے پیروکار:

لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتَّبَاعُ الظَّنِّ (ان کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں ان کو اس کا کچھ بھی علم نہیں مگر

صرف گمان کی اتباع)۔

یہ استثناء منقطع ہے۔ کیونکہ اتباع ظن علم کی جنس سے نہیں ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ گمان کی اتباع کرتے ہیں۔ البتہ شک سے تعبیر کی وجہ یہ ہے۔ شک یہ ہے کہ دونوں جانبوں میں سے کوئی جانب رائج نہ ہو پھر ظن سے تعبیر کیا۔ ظن یہ ہے کہ ایک جانب رائج ہو۔ کیونکہ مقصد یہ ہے۔ ان کو شک تھا کچھ بھی علم نہ تھا۔ لیکن علامات نظر آئیں تو انہوں نے ظن قائم کر لیا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ان الذین اختلفوا فیہ میں ہ کی ضمیر کا مرجع فی قتل عیسیٰ ہے۔ اور لفظی شک منہ سے مراد بھی ان کے قتل میں شک ہے۔ کیونکہ وہ کہا کرتے تھے۔ اگر یہ عیسیٰ ہے تو ہمارا ساتھی کہاں گیا؟ اور اگر یہ ہمارا ساتھی ہے تو عیسیٰ (علیہ السلام) کہاں ہیں؟

ایک نحوی تحقیق:

وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا (اور انہوں نے یقیناً ان کو قتل نہیں کیا) یعنی نمبر ۱ یقینی قتل نمبر ۲۔ انہوں نے اس کو نہیں قتل کیا اس حال میں کہ وہ یقین کرنے والے تھے۔ نمبر ۳۔ انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا قطعاً۔ پس یقیناً کا لفظ تاکید ہے ماقتلوہ کی تقدیر اس طرح حق انتفاء قتلہ حقاً۔ انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا جیسا اس کے قتل کے انتفاء کا حق تھا۔

آیت ۱۵۸: بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ (بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا) نمبر ۱۔ اس طرح کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی کے حکم کا دخل نہ ہوگا۔ نمبر ۲۔ اس کو آسمان کی طرف اٹھالیا۔

وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا (اور اللہ تعالیٰ زبردست ہے) یہود سے انتقام لینے میں حَکِيمًا (وہ حکمت والا ہے) اس تدبیر میں جو اس نے اپنی طرف اٹھانے کے لئے فرمائی۔

آیت ۱۵۹: وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ (اور کوئی بھی اہل کتاب میں سے ایسا شخص نہیں مگر مرنے سے پہلے ضرور اس پر ایمان لائے گا)

جملہ قسمیہ:

لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ: یہ جملہ قسمیہ ہے۔ موصوف محذوف کی صفت ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ وان من اهل الكتاب احد الا ليؤمنن به کہ اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں مگر وہ ضرور اس پر ایمان لائے گا۔ اور اس کی مثل دوسری آیت میں ہے۔ وما منا الا له مقام معلوم۔ الصافات ۱۶۴۔ ہم میں کوئی ایسا نہیں جس کا مقام معلوم نہ ہو یعنی ہر ایک کا مقام معلوم ہے۔

آیت کا مطلب چار تفاسیر:

اب مطلب آیت کا یہ ہے۔ یہود و نصاریٰ میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں مگر وہ ضرور ایمان لائے گا اپنی موت سے پہلے عیسیٰ (علیہ السلام) پر اور اس بات پر کہ وہ اللہ کے بندے اور اسکے رسول ہیں یعنی جب اسکی روح پرواز کے قریب آتی ہے اور اسکا ایمان لانا بھی فائدہ مند نہ ہوگا۔ کیونکہ مجبوری کا ایمان ہے یا دوسری تفسیر یہ ہے۔ دونوں ضمیریں عیسیٰ کی طرف راجع ہیں۔ یعنی ان میں سے کوئی ایسا نہیں مگر وہ عیسیٰ پر ضرور ایمان لائے گا عیسیٰ کی موت سے پہلے۔ اس طرح اس سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو انکے زمانہ نزول کو پاؤں گے۔

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ

سو جن لوگوں نے یہودیت اختیار کی ہم نے ان کے ظلم کی وجہ سے ان پر وہ پاکیزہ چیزیں حرام کر دیں جو ان کے لئے حلال کی گئی تھیں، اور اس وجہ سے کہ وہ اللہ کے

عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا ۖ وَأَخَذَهُمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ

راستہ سے روکنے میں زیادہ مشغول رہے ہیں اور اس وجہ سے کہ وہ سود لیتے رہے حالانکہ اس سے منع کیا گیا تھا اور اس وجہ سے کہ وہ لوگوں کے

أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۖ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿۱۶۰﴾

مال باطل طریقے پر کھاتے رہے، اور ہم نے کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

لَكِنِ الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُونَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ

لیکن ان میں سے جو علم میں پختہ ہیں اور جو ایمان لانے والے ہیں وہ ایمان لاتے ہیں اس پر جو اتارا گیا آپ پر،

وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالْمُؤْمِنُونَ

اور جو اتارا گیا آپ سے پہلے، اور جو لوگ قائم کرنے والے ہیں نماز کو اور دینے والے ہیں زکوٰۃ کو اور جو ایمان لانے والے ہیں

بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ أُولَٰئِكَ سَنُؤْتِيهِمْ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿۱۶۱﴾

اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایسے لوگوں کو عنقریب ہم بڑا ثواب عطا کریں گے۔

روایات میں ہے کہ وہ آسمان سے آخری زمانہ میں اتریں گے۔ پس اس وقت سارے اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں

گے۔ یہاں تک کہ ایک ہی ملت ہو جائے گی۔ اور وہ ملت اسلام ہی ہے۔

نمبر ۳۔ تیسری تفسیر یہ ہے۔ بہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔

نمبر ۴۔ بہ کی ضمیر کا مرجع محمد ﷺ ہیں۔ اور دوسری ضمیر کتابی کی طرف لوٹتی ہے۔ مطلب یہ کہ کوئی بھی اہل کتاب میں سے

نہیں کہ اپنے مرنے سے پہلے محمد ﷺ یا اللہ تعالیٰ کو نہ مان لے۔

وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا (اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہونگے) یعنی وہ یہود کے خلاف گواہی دیں گے

کہ انہوں نے اس کو جھٹلایا اور نصاریٰ کے خلاف گواہی دیں گے کہ انہوں نے ان کو ابن اللہ کہہ کر پکارا۔

آیت ۱۶۰: فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ (یہودیوں کی بے جا حرکتوں کی وجہ سے ہم نے

ان پر پاکیزہ چیزیں حرام کر دیں جو ان پر حلال کی گئیں تھیں) اور اس کا تذکرہ سورۃ الانعام کی اس آیت و علی الذین هادوا

حرما کل ذی ظفر (الانعام-۱۳۶) میں ہے

آیت کا مطلب:

اب آیت کا مطلب یہ ہوا ہم نے ان پر طیبات حرام نہیں کیں مگر اس عظیم ظلم کی وجہ سے جس کا انہوں نے ارتکاب کیا اور وہ وہی ہے جو ابھی شمار کیا گیا ہے۔ وَبَصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ (اور اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکنے کے سبب سے) یعنی دوسروں کو ایمان سے روکنے کی وجہ سے۔ کَثِيرًا (بہت زیادہ) یعنی بہت زیادہ مخلوق کو یا بہت زیادہ روکنے کی وجہ سے۔

حرمت سود بنی اسرائیل میں بھی تھی:

آیت ۱۶۱: وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ (اور ان کے سود لینے کی وجہ سے حالانکہ ان کو سود سے منع کیا گیا تھا) بنی اسرائیل پر بھی سود اسی طرح حرام تھا جیسا ہم پر حرام ہے۔ مگر وہ آپس میں لیتے دیتے تھے۔

وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ (اور لوگوں کے مال ناجائز ذرائع سے کھانے کی وجہ سے) یعنی تمام حرام ذرائع اور رشوت وغیرہ۔ وَاعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ (اور ہم نے تیار کر رکھا ہے ان میں سے کفار کے لئے) نہ کہ ایمان والوں کے لئے۔ عَذَابًا أَلِيمًا (دردناک عذاب آخرت میں)

صفات کاملین:

آیت ۱۶۲: لَكِنَّ الرِّسْخُونَ فِي الْعِلْمِ (مگر جو علم میں پختہ ہیں) یعنی دین میں جبرے رہنے والے۔ متقین جیسے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان جیسے دیگر مِنْهُمْ (ان میں سے) ہم سے مراد اہل کتاب ہیں۔ وَالْمُؤْمِنُونَ (اور مؤمن) یعنی ان میں سے ایمان والے اور مہاجرین و انصار کے مؤمن يُؤْمِنُونَ (وہ ایمان لانے والے ہیں)

نحوی تحقیق:

الراسخون مبتداء اور یؤمنون اس کی خبر ہے۔ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ (جو آپ پر اتارا گیا) یعنی قرآن وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ (اور وہ جو اتارا گیا آپ سے پہلے) یعنی تمام کتب منزلہ۔ وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ (اور وہ جو نماز ادا کرنے والے ہیں)

نَحْمَدُ: یہ فعل مدح کی وجہ سے منصوب ہے۔ کیونکہ اس میں نماز کی فضیلت مذکور ہے۔ عبد اللہ کے صحیفہ میں المقیمون ہے۔ مالک بن دینار کی قراءت میں یہی ہے۔

وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَاةَ (اور وہ زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں) وَالْمُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (اور اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والے ہیں) أُولَٰئِكَ سَنُؤْتِيهِمْ أَجْرًا عَظِيمًا (یہی وہ لوگ ہیں جن کو ہم عظیم اجر عنایت فرمائیں گے) قراءت: حمزہ براء نے سیؤتیہم پڑھا ہے۔

نَحْمَدُ: الْمُؤْتُونَ بمع معطوف مبتداء أُولَٰئِكَ سَنُؤْتِيهِمْ خبر ہے۔

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ ۚ

بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی جیسا کہ وحی بھیجی نوح کی طرف اور ان نبیوں کی طرف جو ان کے بعد آئے۔

وَأَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَ

اور ہم نے وحی بھیجی، ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب کی طرف، اور یعقوب کی اولاد کی طرف، اور

عِيسَى وَيُوسُفَ وَيُوحَنَّا وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ ۚ وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا ۚ

عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف، اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۚ

اور ہم نے بہت سے ایسے رسول بھیجے جن کا ہم نے آپ سے اس سے پہلے حال بیان کیا۔ اور بہت سے ایسے رسول بھیجے جن کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا۔

وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا ۚ رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا

اور اللہ نے موسیٰ سے خاص طور پر کلام کیا۔ ہم نے رسول بھیجے جو خوشخبری سنانے والے تھے اور ڈرانے والے تھے۔ تاکہ

يَكُونُوا لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةً بَعْدَ الرُّسُلِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۚ

پیغمبروں کے آنے کے بعد لوگوں کے لئے اللہ پر کوئی حجت باقی نہ رہے، اور اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے،

لَكِنَّ اللَّهَ يَشْهَدُ بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ أَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ ۚ وَالْمَلَائِكَةُ يَشْهَدُونَ ۚ

لیکن اللہ گواہی دیتا ہے اس چیز کی جو آپ کی طرف اتاری، اس کو اپنے علم کے ساتھ اتارا ہے اور فرشتے گواہی دیتے ہیں۔

وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا ۚ

اور اللہ کی شہادت ہی کافی ہے۔

اہل کتاب کے سابقہ سوال کا جواب:

آیت ۱۶۳: إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ (بیشک ہم نے آپ کی طرف وحی کی) اس میں اہل کتاب کو ان کے اس سوال کا جواب دیا گیا کہ وہ ہم پر ایک کتاب آسمان سے اتار لائے۔ اس آیت سے ان کے خلاف دلیل بیان کی کہ آپ کی حالت وحی کے معاملہ میں اسی طرح ہے جیسا کہ آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی تھی۔

كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ (جیسا کہ ہم نے نوح علیہ السلام اور ان کے بعد والے انبیاء علیہم السلام پر وحی کی) جیسے

ہود، صالح و شعیب علیہم السلام وغیرہم۔ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا (اور ہم نے وحی کی ابراہیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب اور ان کی اولاد اور عیسیٰ و ایوب و یونس و ہارون و سلیمان کی طرف اور داؤد علیہ السلام کو ہم نے زبور دی)

قراءت: حمزہ نے زُبُور پڑھا ہے۔ یہ مصدر ہے جس کا معنی مفعول والا ہے یہ داؤد علیہ السلام پر اترنے والی کتاب کا نام ہے۔

آیت ۱۶۴: وَرُسُلًا - نَحْنُ: أَوْحَيْنَا کے ہم معنی فعل ارسلنا ونبأنا وغیرہ سے منصوب ہے۔ قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ (اور وہ رسول جن کے واقعات ہم نے آپ کو بیان کر دیئے) من قبل سے مراد اس سورت سے پہلے۔ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ (اور وہ رسول جن کے واقعات ہم نے آپ پر بیان نہیں کیے)

تعدادِ رسل والی روایت:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا یا رسول اللہ انبیاء کی تعداد کتنی ہے تو فرمایا مائة الف واربعة وعشرون الفاً۔ (ایک لاکھ چوبیس ہزار) پھر سوال کیا ان میں سے رسول کتنے ہیں۔ تو فرمایا تین سو تیرہ۔ سب سے پہلے رسول آدم علیہ السلام اور سب سے آخری تمہارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور روایت میں یہ بھی ہے کہ چار عربی ہود و صالح، شعیب اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ رواہ ابن حبان فی صحیحہ (۳۶۱)

تمام انبیاء پر ایمان شرط لازم ہے:

آیت دلالت کر رہی ہے کہ رسل کی پہچان معین طور پر شرط لازم نہیں۔ جس پر ایمان کا دار و مدار ہو۔ بلکہ شرط یہ ہے کہ ان تمام پر ایمان لائے اگر تمام کی معرفت بنام و تعداد سے لازم ہوتی تو آیت میں بیان کر دی جاتی۔ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا (اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا کلام کرنا) یعنی بلا واسطہ جبریل۔

بعثت کا مقصد:

آیت ۱۶۵: رُسُلًا مَّبَشِّرِينَ وَ مُنْذِرِينَ لِنَلَّا يَكُونُ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ (اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے تاکہ پیغمبروں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے متعلق لوگوں کو کوئی عذر باقی نہ رہے)

نَحْنُ: نمبر ۱۔ رسلانہ فعل مدح کی وجہ سے منصوب ہے۔ ای اعنی رسلانہ۔

نمبر ۲۔ اور پہلے رُسُلًا سے بدل بھی ہو سکتا ہے۔ نمبر ۳۔ مفعول ہو فعل محذوف ارسلنا کا اور لئلا کی لام مبشرین اور منذرین کے متعلق ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ انبیاء و رسل علیہم السلام کا بھیجنا یہ اس سبب کی وضاحت اور لوگوں پر حجت کو تمام کرنے کے لئے ہے۔ تاکہ قیامت کو یہ نہ کہہ سکیں لولا ارسلت الینا رسولاً۔ تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا جو ہمیں جگاتا اور غفلت سے خبردار کرتا۔ اور اس پر متنبہ کرتا جس پر متنبہ ہونا چاہئے تھا۔ اور ہمیں فرمانبرداری کا طریق کار سکھاتا مثلاً عبادات، شرائع، میری مراد اس سے

عبادات کی مقدار اوقات کیفیات ہیں اصول مراد نہیں۔ کیوں کہ اصول تو عقل کی روشنی سے پہچانے جاتے ہیں۔
وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا (اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والے ہیں) انکار کی سزا پر قدرت رکھتے ہیں اور رسولوں کی
بعثت میں حکمت والے ہیں تاکہ ان کو ڈرایا جاسکے۔

کتاب کی صحت کا ثبوت اظہار معجزات سے:

آیت ۱۶۶: جب آیت اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا۔ نشہد لك بهذا۔ ہم آپ کے متعلق اس
بات کے گواہ ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: لَكِنَّ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَا اَنْزَلَ اِلَيْكَ لَكِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی گواہ ہے۔ اس کا جو آپ
پر اتاری۔

شَهَادَةُ اللّٰهِ بِمَا اَنْزَلَ اِلَيْهِ کا مطلب یہ ہے اس کتاب کی صحت کا ثابت کرنا معجزات کے اظہار کے ذریعہ ہے۔ جیسا کہ
دعاوی کا ثبوت دلائل سے ہوتا ہے۔ اس لئے کہ حکیم جھوٹے کی تائید و مدد معجزات سے نہیں کرتا۔

قرآن آپ کے لائق ہونے کے سبب اُتارا:

اَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ (اس نے اپنے علم سے اس کو اتارا) مطلب یہ ہے۔ نمبر ۱۔ کہ اس نے قرآن کو اتارا ہے اور وہ بخوبی جانتا ہے
کہ تم اس کے اتارے جانے کے لائق ہو اور تم اس کو پہنچانے والے ہو۔

تردید معترکہ:

نمبر ۲۔ اس کو بندوں کی مصلحتیں جانتے ہوئے ان کے مطابق اتارا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے علم کو
ثابت کیا تو صفات فعلیہ کے متعلق معترکہ کے باطل عقیدہ کی تردید ہے۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ (اور فرشتے بھی گواہ ہیں) آپ کی
نبوت کے۔ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِيدًا (اور اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے) اگر اور کوئی گواہی نہ بھی دے تو پرواہ نہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا ضَلَالًا

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستہ سے روکا ہے شک وہ بڑی دور کی گمراہی میں

بَعِيدًا ۱۶۷ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَظَلَمُوا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرْ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ

جا پڑے، بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا اللہ ان کو نہیں بخشنے گا اور نہ جہنم کی راہ

طَرِيقًا ۱۶۸ إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۱۶۹

کے علاوہ انہیں اور کوئی راہ بتائے گا وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے، اور یہ اللہ پر آسان ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَامِنُوا خَيْرًا

اے لوگو! بے شک تمہارے پاس حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے رسول آ گیا سو تم ایمان لاؤ یہ تمہارے لئے

لَكُمْ ۖ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَكَانَ

بہتر ہے۔ اور اگر تم کفر اختیار کرو سو بلاشبہ اللہ ہی کے لئے ہے جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اور اللہ

اللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۱۷۰

جاننے والا ہے حکیم ہے،

آیت ۱۶۷: إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا (بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا) محمد ﷺ کی تکذیب کر کے۔ اور مراد اس سے یہود ہیں۔ وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ (اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے دوسروں کو روکا) اور لوگوں کو حق کے راستہ سے منع کیا اس قسم کی باتیں کر کے انا لا نجد فی کتابنا۔ ہم اپنی کتاب میں ان کا تذکرہ نہیں پاتے۔

قَدْ ضَلُّوا ضَلَالًا بَعِيدًا (یہ گمراہ ہوئے بہت دور کا گمراہ ہونا) بعید سے مراد رشد و ہدایت سے دور ہونا۔

آیت ۱۶۸: إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا (بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا) اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ وَظَلَمُوا (اور انہوں نے ظلم کیا) محمد ﷺ کے ساتھ زیادتی کی آپ کی تعریف کو تبدیل کر کے آپ کی نبوت کا انکار کر دیا۔ لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرْ لَهُمْ (اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت نہ کرے گا) جب تک کہ وہ کفر پر قائم رہیں گے۔

آیت ۱۶۹: وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيقًا إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا (اور نہ ان کو کوئی راستہ دکھائے گا سوائے جہنم کے راستہ کے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے) یعنی ان کو ہمیشہ کے لئے جہنم میں رکھنا اس کے لئے آسان ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح یعاقبہم خالدین۔ وہ ان کو خلود کی سزا دے گا۔ یہ حال مقدرہ ہے۔ یہ دونوں آیات ان لوگوں کے متعلق ہیں۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ ان کی موت کفر پر آئے گی۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا

اے اہل کتاب غلو نہ کرو اپنے دین میں اور مت کہو اللہ کی شان میں مگر

الْحَقَّ ۖ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَ

حق بات، مسیح جو عیسیٰ بن مریم ہیں وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اللہ کا

كَلِمَتُهُ ۖ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ ۖ فَآمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۖ وَلَا

کلمہ ہیں جس کو اللہ نے مریم تک پہنچایا۔ اور اللہ کی طرف سے ایک روح ہیں، سو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور مت

تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ ۖ إِنَّهُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَهُ وَاحِدٌ ۖ سُبْحَنَهُ

کہو کہ تین خدا ہیں اس سے باز آ جاؤ یہ تمہارے لئے بہتر ہو گا۔ معبود صرف اللہ ہی ہے جو اکیلا ہے وہ اس سے پاک ہے

أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ ۖ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا ۚ

کہ اس کی اولاد ہو۔ اسی کے لئے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ کارساز ہونے کے لئے کافی ہے۔

آیت ۱۷۰: يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ (اے لوگو! تمہارے پاس رسول حق لے کر تمہارے رب کی طرف سے آئے) حق سے مراد یہاں اسلام ہے۔ اور یہ حال واقع ہے اس حال میں کہ حق کو ثابت کرنے والا ہے۔

ایمان و توحید خیر ہے:

فَآمَنُوا خَيْرًا لَّكُمْ۔ سو (تم ایمان لاؤ جو تمہارے لئے بہتر ہو) اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہ: إِنَّهُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ۔

(النساء: ۱۷۱)

مَنْحُورٌ: خیراً یہ فعل محذوف کی وجہ سے منصوب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ان کو ایمان پر آمادہ کیا۔ اور تثلیث سے باز رہنے کا حکم دیا۔ تو معلوم ہوا ایک بات پر ان کو آمادہ کیا جا رہا ہے پس فرمایا خیراً لکم۔ تم قصد کرو اور ایک ایسے امر پر ثابت قدم رہو جو تمہارے لئے بہتر ہے۔ اس کی بنسبت جس میں تم مبتلا ہو یعنی کفر و تثلیث۔ اور وہ بہتر چیز ایمان اور توحید ہے۔ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ (اور اگر تم ناشکری کرو تو اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے) تمہارا کفر اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا (اور اللہ تعالیٰ ان کو خوب جاننے والے ہیں جو ایمان لانے والے اور انکار کرنے والے ہیں) حَكِيمًا (وہ حکمت والے ہیں) دونوں کے بدلے میں برابری نہیں برتتے۔

آیت ۱۷۱: يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ (اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو) یعنی حد سے تجاوز نہ کرو۔ یہود

نے مسیح علیہ السلام کے مرتبہ کو کم کرنے میں غلو کیا یہاں تک کہ ان کو زانیہ کا بیٹا قرار دیا (معاذ اللہ)۔ اور نصاریٰ نے ان کو بڑھانے میں غلو سے کام لیا یہاں تک کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا دیا (معاذ اللہ)۔ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ (اور تم اللہ تعالیٰ کے متعلق وہی بات کہو جو سچی ہے) اور وہ اس کا شرک و ابیت سے پاک ہونا ہے۔

إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ (بیشک مسیح عیسیٰ بن مریم ہے) ابن اللہ نہیں ہے۔ رَسُولُ اللَّهِ (اللہ کا رسول ہے) مَخْمُومٌ: مسیح مبتداء عیسیٰ عطف بیان یا بدل اور رسول اللہ اس کی خبر۔ کلمتہ کا عطف رسول اللہ پر ہے۔ وَكَلِمَتُهُ (وہ اللہ کا کلمہ ہے) ان کو کلمہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے جیسا کلام سے کی جاتی ہے۔ أَلْفَهَا إِلَى مَرْيَمَ (وہ کلمہ اللہ تعالیٰ نے پہنچایا مریم تک) یہ حال بھی ہے اور اس کے ساتھ مراد بھی ہو سکتا ہے یعنی وہ کلمہ پہنچایا مریم تک اور ڈالا اس میں۔

روح کہنے کی وجہ:

وَرُوحٌ (اور روح ہے)۔

مَخْمُومٌ: اس کا عطف بھی رسول اللہ پر ہے۔

ان کو روح کہنے کی وجہ نمبر ۱۔ وہ مردوں کو زندہ کرتے جیسا کہ قرآن کو بھی روح فرمایا۔ وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا۔ الشوریٰ ۵۲۔ نمبر ۲۔ وہ دلوں کو زندہ کرتے تھے۔

مِّنْهُ۔ (اس کی طرف سے) یعنی اس کی تخلیق اور تکوین سے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ۔ الجاثیہ ۱۳۔

عجیب لطیفہ:

ہارون رشید کے دربار میں ایک نصرانی غلام تھا۔ اس نے مجلس ہارون رشید میں کہا تمہاری کتاب میں ایک آیت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ اللہ میں سے ہیں علی بن حسین بن واقد جو اس مجلس میں موجود تھے انہوں نے فرمایا اگر مِّنْهُ سے عیسیٰ کا اللہ تعالیٰ سے ہونا ثابت ہوتا ہے تو پھر قرآن مجید میں سورہ جاثیہ میں ارشاد ہے وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ۔ پھر اب تو ساری مخلوق اس کا حصہ بن گئی۔ عیسیٰ کی کیا خصوصیت رہی۔ وہ لا جواب ہو گیا۔

فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ (پس تم مانو اللہ اور اس کے رسولوں کو اور نہ کہو کہ معبود تین ہیں)

مَخْمُومٌ: ثلاثہ یہ خبر ہے اس کا مبتداء الالہۃ محذوف ہے۔

إِنْتَهُوْا (تم باز رہو) یعنی تثلیث سے۔ خَيْرًا لَّكُمْ (تمہارے لئے بہتر ہوگا) قرآن مجید کی واضح دلالت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عیسائیوں کے ہاں اللہ مسیح اور مریم تین معبود ہیں۔ اور مسیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے جو مریم سے پیدا ہوا۔ جیسا کہ ارشاد الہی میں

ہے: اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ الْهَيْمَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ [المائدہ: ۱۱۶] دوسری آیت میں فرمایا: وَقَالَتِ النَّصْرٰی الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ [التوبہ: ۳۰]

اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (بیشک اللہ ہی تنہا معبود ہے)

نَحْوُ: لفظ اللہ مبتداء الہ خبر واحد تاکید برائے الہ۔

تنزیہ باری تعالیٰ:

سُبْحٰنَہٗ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ وَلَدٌ (وہ اس امر سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو) میں اس کی تسبیح بیان کرتا ہوں اس سے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو۔ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (اس کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے) اس میں اللہ تعالیٰ کی تنزیہ کا بیان ہے۔ اس غلط نسبت سے جو اس کی طرف کی گئی۔ اس طرح کہ آسمان و زمین میں سب اس کی مخلوق و مملوک ہے۔ پس یہ کس طرح ممکن ہے کہ بعض ملکیت اس کا حصہ ہو۔ کیونکہ بیٹا ہونا اور ملک ہونا دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ اور جزء ہونا تو اجسام کی خصوصیت سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تو جسمیت سے پاک ہے۔

وَکَفٰی بِاللّٰهِ وَکِیْلًا (اور اللہ کافی کارساز ہے) وہ حافظ ہے آسمان و زمین کا اور ان میں تدبیر امر کرنے والا ہے اور جو کسی امر کی کفایت سے عاجز ہوتا ہے وہ بیٹے کا محتاج ہوتا ہے جو اس کی معاونت کرے۔

لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلَّهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ ط

مسیح ہرگز اس کو عار نہیں سمجھے گا کہ اللہ کا بندہ بنے اور نہ مقرب فرشتے،

وَمَنْ يَسْتَنْكِفَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيعًا ﴿۷۲﴾

اور جو کوئی شخص عار کرے اللہ کی عبادت سے اور تکبر کرے تو وہ ان کو عنقریب اپنے پاس جمع فرمائے گا،

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدُهُمْ

سو جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کو پورے پورے بدلے عطا فرمائے گا۔ اور اپنے فضل سے

مِنْ فَضْلِهِ ؕ وَأَمَّا الَّذِينَ اسْتَنْكَفُوا وَاسْتَكْبَرُوا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا

اور زیادہ دے گا۔ اور جن لوگوں نے عار کی اور تکبر کیا سو ان کو دردناک عذاب

أَلِيمًا ؕ وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿۷۳﴾ يَا أَيُّهَا

دے گا اور یہ لوگ اپنے لئے اللہ کے سوا کوئی یار اور مددگار نہ پائیں گے اے

النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا ﴿۷۴﴾

لوگو! بے شک آئی ہے تمہارے پاس دلیل تمہارے رب کی طرف سے اور ہم نے اتارا ہے تمہاری طرف واضح نور

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ

سو جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اسے مضبوطی سے پکڑا تو عنقریب ان کو اپنی رحمت اور فضل میں

وَفَضْلٍ ؕ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۷۵﴾

داخل فرمائے گا اور ان کو اپنی طرف سے سیدھے راستہ پر پہنچا دے گا۔

نصاری کے اعتراض کا جواب:

آیت ۱۷۲: جب وفد نجران نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ آپ ہمارے صاحب عیسیٰ کے عیب کیوں نکالتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ پھر میں نے کیا کہا ہے! کہنے لگے تم نے کہا ہے کہ وہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ تو عار کی بات نہیں۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہو۔ انہوں نے کہا کیوں کر۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ (مسیح ہرگز عار نہیں کریں گے) اَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلّٰهِ (کہ وہ اللہ تعالیٰ

کے بندے کہلائیں) اس میں نصاریٰ کی تردید ہے۔ وَلَا الْمَلٰٓئِکَةُ (اور نہ ملائکہ) اس میں عرب کے ان لوگوں کی مذمت ہے جو فرشتوں کی پوجا کرتے تھے۔ اس کا عطف مسیح پر ہے۔ الْمُقَرَّبُونَ (مقرب) یعنی کروڑوں فرشتے جو عرش الہی کے گرد رہتے ہیں مثلاً جبریل۔ میکائیل۔ اسرافیل علیہم السلام اور جو ان کے طبقہ میں شامل ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ملائکہ مقربین بھی اللہ تعالیٰ کے بندے کہلانے میں عار محسوس نہ کریں گے۔ اس کلام کو دلالت کی وجہ سے حذف کر دیا گیا اور وہ عبد اللہ کا لفظ ہے مختصراً۔

اعترض:

معتزلہ نے اس آیت سے ملائکہ کی انسانوں پر فضیلت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ دلیل یہ دی ترقی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ہوتی ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے۔ فلان لا یستکف عن خدمتی ولا ابوء۔ اگر کہا جائے ولا عبده۔ تو یہ کلام درست نہیں۔ آیت میں ولا الملائکة المقربون کا مطلب یہ ہے کہ نہ ملائکہ مقربون اور نہ وہ جو ان سے مرتبہ میں اعلیٰ ہیں۔ اور عظمت میں بڑھ کر ہیں اور مقربین کی تخصیص اس پر دلالت کر رہی ہے۔

جواب: ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ثانی کو اول پر فضیلت حاصل ہے۔ لیکن اس کا اس بحث سے کوئی تعلق نہیں۔ جس میں تنازع پایا جاتا ہے۔ کیونکہ آیت بتلا رہی ہے کہ ملائکہ مقربین تمام وہ عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں اور ہم مانتے ہیں کہ تمام ملائکہ مقربین ایک انسانی رسول سے افضل ہیں۔ بعض اہلسنت نے یہ جواب دیا ہے۔ کیونکہ آیت کی مراد یہ ہے کہ ملائکہ عظیم طاقت کے باوجود جو انسانوں سے بڑھ کر ہے اور لوح محفوظ کے علوم جن سے وہ براہ راست فیضیاب ہوتے ہیں اور ازدواجی زندگی سے بالکل خالی ہیں پھر بھی اللہ تعالیٰ کے بندہ ہونے سے عار محسوس نہیں کرتے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونے سے کیسے عار و انکار کر سکتا ہے۔ جو دوسرے سے پیدا ہوا۔ اور قدرت و طاقت بھی محدود قسم کی ہو۔ اور علم بھی فرشتوں کی طرح کا نہ ہو۔

اور اس بات کو پیش نظر رکھنا چاہیے سخت پکڑ۔ وسعت علم۔ وجود کی غرابت حماقت کا شکار کر دیتی ہے۔ جیسا کہ عیسائی۔ اور عبودیت سے بلند ہونے کا وہم پیدا کر دیتی ہے۔ پس عیسائیوں کو کہا گیا کہ یہ اوصاف تو ملائکہ میں مسیح کی بنسبت زیادہ کامل ہیں مگر وہ ان اوصاف کے ہوتے ہوئے بھی عبودیت سے عار محسوس نہیں کرتے تو مسیح کیسے محسوس کر سکتے ہیں؟

خلاصۃ الکلام:

خلاصہ کلام یہ ہے۔ خاص انسان یعنی انبیاء علیہم السلام وہ خاص ملائکہ سے افضل ہیں اور وہ خاص ملائکہ کہ رسل ملائکہ ہیں مثلاً جبریل میکائیل عزرائیل وغیرہ۔ اور خاص ملائکہ عام مؤمنین سے افضل ہیں۔ اور عام مؤمن انسان۔ عوام ملائکہ سے افضل ہیں۔

تفضیل بشر کی دلیل:

انسانوں نے اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی خاطر دبایا اور اس بات کے کہ خواہشات فطرت بشریہ ہیں۔ پس انبیاء علیہم السلام ملائکہ علیہم السلام پر عصمت میں فوقیت لے گئے۔ اور نفسانی واردات کو دبانے میں ان کو فرشتوں پر افضلیت حاصل ہو گئی۔ اور جسمانی دوائی کو مغلوب کرنے میں ان پر بڑھ گئے پس ان کی اطاعت و عبادت وہ فرشتوں کی بنسبت بہت شاق و گراں

ہے۔ کیونکہ وہ مختلف چکروں سے گزر کر کرنا ہوتی ہے اور ملائکہ کی اطاعت جبلی و فطری ہے۔ پس انبیاء علیہم السلام کی اطاعت ثواب میں بڑھ گئی۔

وَمَنْ يَسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ (جو اس کی بندگی سے عار محسوس کرے گا اور تکبر اختیار کرے گا) فَسَيَحْشُرُهُمُ إِلَيْهِ جَمِيعًا (پس اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے ہاں جمع کرے گا) پھر ان کے غرور آمیز انکار و تکبر پر ان کو سزا دے گا۔ پھر تفصیل فرمائی۔ چنانچہ فرمایا۔

اجمال کی تفصیل:

آیت ۱۷۳: فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِ وَأَمَّا الَّذِينَ اسْتَنْكَفُوا وَاسْتَكْبَرُوا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَلَا يَجِدُونَ لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا (پس جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے۔ تو ان کو ان کا ثواب پورا پورا دیا گیا اور اپنی مہربانی سے زیادہ عطا فرمائے گا اور پھر جن لوگوں نے عار محسوس کی اور بڑے بنے تو اللہ تعالیٰ ان کو دکھ آمیز عذاب دے گا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے لئے کوئی کار ساز و مددگار نہ پائیں گے)

اہم سوال: تفصیل اجمال کے مطابق نہیں۔ کیونکہ تفصیل میں دو فریق ہیں۔ اور اجمال میں ایک فریق کا تذکرہ ہے۔ الجواب بالصواب: اس کی مثال اس طرح ہے کہ امام نے خروج کرنے والوں کو جمع کیا۔ پس جنہوں نے اس کے خلاف خروج نہ کیا تھا ان کو لباس و سواری دینا اس کے ذمہ ہے اور جنہوں نے خروج کیا ان کو سزا دینا اس کے ذمہ تھا۔ یہ جواب دو اعتبار سے صحیح ہے۔ نمبر ۱۔ بڑی دلیل ایک فریق کے تذکرہ کو حذف کر دیا کیونکہ تفصیل اس پر خود دلالت کر رہی تھی۔ نمبر ۲۔ ایک کا تذکرہ دوسرے کے تذکرہ کی دلیل ہے۔ جیسا کہ تفصیل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد میں ایک فریق کو حذف کر دیا ہے۔ فاما الذين امنوا بالله واعتصموا به۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ دوسروں پر احسان ان کو غم میں مبتلا کرنے والا ہے۔ تو یہ غم بھی من جملہ عذاب میں داخل ہے۔ گویا اس طرح کہہ دیا گیا۔ جو اس کی بندگی اور عبادت سے عار محسوس کرے گا اور تکبر اختیار کرے گا۔ پس عنقریب اس کو حسرت کا عذاب میسر آئے گا جبکہ وہ عمل کرنے والے کے بدلے ملاحظہ کرے گا اور اس سبب سے جو اللہ تعالیٰ کا عذاب اس کو پہنچے گا۔

ایک نکتہ:

آیت میں: لَنْ يَسْتَنْكِفَ مِنْ غَيْرِ مُسْتَنْكِفِينَ اور مَنْ يَسْتَنْكِفُ میں مُسْتَنْكِفِينَ کا ذکر موجود ہے۔ پس تفصیل اجمال کے بالکل مطابق ہے۔ طویل بادیہ پیمائی کی حاجت نہیں۔ (الحمد للہ)

آیت ۱۷۴: يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ (اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیل آگئی) یعنی وہ رسول ہیں جو منکرین کو معجزات سے حق واضح کر رہے ہیں۔

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا (اور ہم نے تمہاری طرف واضح روشنی اتاری) ایسا قرآن جس سے حیرت کے اندھیرے روشن کیے جاتے ہیں۔

يَسْتَفْتُونَكَ ۖ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ ۖ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ

لوگ آپ سے فتویٰ طلب کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے، اگر کوئی شخص مر جائے

لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَا إِن لَّمْ

اس کے کوئی اولاد نہیں اور اس کی ایک بہن ہے تو اس کے لئے اس مال میں کا آدھا ہے جو مرنے والے نے چھوڑا۔ اور وہ بہن کے پورے مال کا وارث ہوگا اگر اس بہن

يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ ۖ فَإِن كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثُ مِمَّا تَرَكَ ۖ وَإِن كَانُوا

کے کوئی اولاد نہ ہو۔ پس اگر دو بہنیں ہیں تو ان کے لئے اس مال میں سے دو تہائی ہے جو مرنے والے نے چھوڑا۔ اور اگر یہ لوگ

إِخْوَةٌ رِّجَالٌ وَنِسَاءٌ فَلِلَّذَكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ أَن

بہن بھائی ہوں تو ایک مرد کے لئے دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے، اللہ تمہارے لئے بیان فرماتا ہے تاکہ

تَصَلُّوْا ۖ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝۱۷۶

تم گمراہ نہ ہو اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

فَإِنَّمَا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ (جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کو مضبوطی سے تھام لیا) یعنی اللہ پر ایمان لائے یا قرآن پر ایمان لائے۔

فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ (وہ عنقریب ان کو اپنی رحمت و فضل میں ضرور داخل فرمائے گا) رحمت سے مراد جنت ہے اور فضل سے مراد زیادتی نعمت و بھدائیہم (اور وہ ان کی راہنمائی کرے گا) إِلَيْهِ (اللہ تعالیٰ کی طرف) یا فضل کی طرف یا اپنے راستے کی طرف۔ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا (سیدھا راستہ)

مُخَوَّرٌ: صراطا یہ مضاف محذوف سے حال ہے۔

کلالہ کا حکم:

آیت ۱۷۶: يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ (لوگ آپ سے حکم دریافت کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو کلالہ کے بارے میں حکم دیتے ہیں)۔

واقعه جابر رضی اللہ عنہ:

حضرت جابر بن عبد اللہ بیمار تھے۔ رسول اللہ عیادت کیلئے تشریف لائے۔ تو انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں کلالہ ہوں۔ میں اپنے مال کا کیا کروں؟ تو یہ آیت اترئی اِنْ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ (اگر کوئی آدمی مر جائے اور اسکی کوئی اولاد نہ ہو)

مُخَوَّرٌ: امرؤ مرفوع ہے اس مضمرب کی وجہ سے کہ ظاہر جس کی تفسیر ہے اور لیس لہ ولد یہ صفت کی وجہ سے مرفوع ہے۔ تقدیر

عبارت یہ ہے۔ ان هلك امرؤ غیر ذی ولد۔

الولد سے یہاں مراد بیٹا ہے۔ ویسے یہ لفظ مذکر و مؤنث دونوں پر بولا جاتا ہے۔ کیونکہ ابن کی وجہ سے اخت (بہن کا حصہ) ساقط ہو جاتا ہے۔ مگر بنت کی وجہ سے بہن کا حصہ ساقط نہیں ہوتا)

حقیقی بھائی بہنوں کا مسئلہ:

(یاد رہے کہ یہ آیت حقیقی بھائی بہنوں کے متعلق ہے جیسا شروع سورت میں روایت مذکور ہوئی)
وَلَهُ أُخْتٌ (اور اس کی حقیقی بہن ہو) یعنی ماں باپ کی طرف سے یا باپ کی طرف سے۔ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ (تو بہن کو حقیقی بھائی کے ترکہ میں سے نصف ملے گا) جو اس میت نے چھوڑا ہے۔

وَهُوَ يَرِثُهَا لیکن اگر بہن حقیقی مرجائے (اور اس کی اولاد نہ ہو) تو بھائی حقیقی اس کے تمام مال کا وارث ہوگا۔ اگر معاملہ علی العکس اس کی موت کا پیش آئے۔ اور وہ بھائی اس کی موت کے بعد باقی ہو۔ (اور میت کا باپ دادا موجود نہ ہو۔)

إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ (اگر اس بہن کی کوئی اولاد نہ ہو) یہاں ولد سے مراد بیٹا ہے۔ کیونکہ بیٹا۔ بھائی کو ساقط کرتا ہے بیٹی نہیں۔
سوال: بیٹا اکیلے بھائی کو ساقط نہیں کرتا۔ باپ بھی اسقاط میں اس کی مثل ہے۔ پھر آیت میں ولد کی نفی پر اکتفاء کیونکر فرمایا گیا۔

جواب: انتقائے ولد کا حکم واضح بیان کر دیا اور انتقائے والد کا حکم سنت کے بیان پر چھوڑ دیا۔ اور وہ ارشاد نبوت ﷺ ہے۔ الحقوا الفرائض باهلها فما بقى فلاولى عصبه ذکر۔ البخاری۔ ۶۷۳۲۔ مسلم۔ ۱۶۱۵۔ احمد۔ ۲۹۲۔ جلد ۱

اور باپ بھائی سے زیادہ حقدار ہے۔

اخوت کو تعلیماً ترجیح دی:

فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ (اگر بہنیں دو ہوں) اور اس پر وَلَهُ أُخْتٌ بھی دلالت کر رہا ہے۔ فَلَهُمَا الثُّلُثُ مِمَّا تَرَكَ وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً (تو ان کے لئے) (بھائی کے ترکہ سے) دوثلث ہونگے اس میں سے جو میت نے چھوڑا اور اگر بھائی بہنوں کی جماعت ہو) یعنی اخوت کی وجہ سے میراث پانے والے بہن بھائی بہت سے ہوں۔ یہاں اخوات پر اخوت کو غلبہ دے کر ذکر کیا۔

رِجَالًا وَنِسَاءً (مذکر و مؤنث دونوں ہوں) فَلِلَّذَكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيْنِ یُسَبِّحُ اللّٰهُ لَكُمْ أَنْ تَصِلُوا (پس ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہوگا) (تقسیم میں) اللہ تعالیٰ کھول کر بیان فرماتے ہیں تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ)

حجۃ الوداع کی راہ میں اُتری:

یبین سے سچا بیان۔ یہ یبین کا مفعول محذوف ہے۔ اور ان تصلوا سے قبل کراہۃ کا لفظ محذوف ہے۔ (انکے بعد لا محذوف ہے) وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز معلوم ہے) وہ اشیاء کو ان کے وجود سے قبل اور اسکے بعد انکی حقیقتوں اور امثلہ سمیت پہنچاتے ہیں (اس آیت کو آیت الصیف گرمیوں والی کہتے ہیں۔ اور یہ آیت حجۃ الوداع کے بعد راستہ میں اُتری۔

الحمد لله افضل الصلوات علی رسولہ تمت ترجمۃ سورۃ النساء

یوم الاربعاء سبعة عشر یوماً مضت من شهر ربیع الاول ۱۴۲۳ھ

سُوْرَةُ الْمَائِدَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ مِائَتُ عَشْرٍ وَفِيهَا ثَلَاثُ عَشْرَ آيَاتٍ

سورہ مائدہ مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں ایک سو تیس آیات اور سورہ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ ۚ أُحِلَّتْ لَكُم بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ

اے ایمان والو! اپنے عہدوں کو پورا کرو، حلال کئے گئے تمہارے لئے چوپائے انعام میں سے،

إِلَّا مَا يَتْلَىٰ عَلَيْكُمْ غَيْرُ مُحْلَىٰ الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ①

مگر وہ جن کے بارے میں تمہیں بتا دیا جائے گا اس حال میں کہ جس وقت تم احرام میں ہو شکار کو حلال کرنے والے نہ ہو۔ بے شک اللہ جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشُّهُرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ

اے ایمان والو! مت حلال کرو اللہ کے شعائر کو، اور نہ شہر حرام کو اور نہ ہدی

وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا أَمِينَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ

کو اور نہ بچے ڈالے ہوئے جانوروں کو، اور نہ ان لوگوں کو جو بیت حرام کا قصد کر کے جا رہے ہوں! وہ اپنے رب کا فضل

وَرِضْوَانًا ۚ وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا ۚ وَلَا يَجْرِمَنَّ شَنَاٰنُ قَوْمٍ أَن صَدُّوكُمْ

اور رضا مندی تلاش کرتے ہیں۔ اور جب تم حلال ہو جاؤ تو شکار کرو، اور ہرگز کسی قوم کی دشمنی کہ انہوں نے

عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَن تَعْتَدُوا ۚ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۚ وَلَا

تمہیں مسجد حرام سے روکا ہے اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم زیادتی کرو اور آپس میں نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو، اور

تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ②

گناہ اور زیادتی پر آپس میں مدد نہ کرو، اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سخت عذاب والا ہے۔

عہد کی پابندی کا حکم:

تفسیر آیت ۱: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ أُحِلَّتْ لَكُم بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يَتْلَىٰ عَلَيْكُمْ غَيْرُ مُحْلَىٰ الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ۔

(اے ایمان والو! تم وعدوں کو پورا کرو۔ حلال کر دیئے گئے تمہارے لئے چوپائے۔ سوائے ان کے جو تمہارے سامنے تلاوت کی جا رہی ہے۔) (لیکن) شکار کو حلال نہ سمجھنا اس حالت میں کہ تم احرام میں ہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے) کہا جاتا ہے: وفی بالعہد۔ وافی بہ۔ کہ فلاں نے وعدہ پورا کیا۔ اس کے تقاضے کو ادا کیا۔ العقد۔ مضبوط عہد کو رسی کی گرہ سے تشبیہ دی۔ مراد اس سے وہ معاہدے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے لیے۔ اور ان کا مکلف بنا کر ان پر لازم کیے۔

یا وہ معاہدے جو محمد ﷺ پر ایمان لانے والوں سے لیے۔

یا پھر وہ معاہدے جو تم باہمی باندھتے ہو۔ اور ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد وہ معاہدے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین میں حرام و حلال کے سلسلے میں باندھے ہیں۔ البتہ یہ کلام اجمالی ہے جس کو پہلے لایا گیا ہے پھر تفصیل اسی طرح کی اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ۔ البہیمۃ۔ خشکی و سمندری چوپایا۔ انعام کی طرف اس کی نسبت بیانی ہے۔ اور یہ اضافت من کے معنی میں ہے۔ جیسے خاتم فضۃ۔

اب مطلب یہ ہوا کہ چوپایا جو پالتو جانوروں میں سے ہے ان کی آٹھ اقسام ہیں اونٹ، گائے، بھیڑ، بکریاں وغیرہ۔ بعض کا قول یہ ہے کہ بہیمۃ الانعام سے مراد ہرنی اور جنگلی گائے ہے۔ اِلَّا مَا يُتْلٰی عَلَیْكُمْ سوائے ان کے جو تم پر تلاوت کی جائیں گی۔ اس سے مراد یہ جو آیت حرمت علیکم میں بیان کیے گئے ہیں۔ **مَنْحُورٌ**: غیر محلی الصيد (شکار کو حلال مت سمجھنا) یہ لکم کی ضمیر سے حال ہے اور وانتم حرم یہ محلی الصيد سے حال ہے گویا عبارت اس طرح ہے۔ ہم نے تمہارے لیے بعض چوپائے حلال کئے جبکہ تم احرام کی حالت میں شکار کو حلال کرنے والے نہ ہو۔ یہ اس لیے تاکہ تم پر تنگی نہ ہو۔ الحُرْمُ جمع حرام ہے اور مراد اس سے محرم ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ یَحْکُمُ مَا یُرِیدُ: بیشک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے جو چاہتا ہے یا حکم دیتا ہے حلال و حرام میں سے جس کے بارے میں چاہتا ہے۔

تَفْسِیْرُ آیَتِ ۲:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَاۤیِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدٰی وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَا اٰمِیْنَ الْبُیْتِ الْحَرَامِ یَتَّغُوْنَ فِضْلًا مِّنْ رَّبِّہُمْ وَرِضْوَانًا ط وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا وَتَعَاوَنُوْا عَلٰی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلٰی الْاِثْمِ وَالْعُدُوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ۔ یہ آیت اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو حلال قرار دینے کی ممانعت کے لئے نازل ہوئی۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَاۤیِرَ اللّٰهِ (اے ایمان والو! بے حرمتی نہ کرو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی) شعائر جمع شعیرۃ ہے۔ اس چیز کو کہتے ہیں جن کو بطور علامت مقرر کیا جائے۔ یعنی حج کے مقامات پر عبادات کی علامات۔ رمی کے مقامات۔ مطاف۔ سعی اور وہ افعال جو حجاج کی علامات ہوں۔ جن سے وہ پہچانے جائیں۔ جیسے احرام، طواف، سعی، حلق و نحر وغیرہ۔ وَلَا

الشَّهْرَ الْحَرَامَ (اور نہ ماہ حرام کی) اس سے مراد حج کے مہینے ہیں وَلَا الْهَدْيَ (اور نہ ہدی) اس سے مراد وہ جانور جو بیت اللہ کی طرف بطور ہدیہ بھیجا جاتا ہے۔ اور اس سے حج کے احکام میں قرب الہی حاصل کیا جاتا ہے۔ اور یہ ہدیہ کی جمع ہے۔ وَلَا الْقَلَائِدَ (اور نہ قلادہ والے جانور) یہ قلادہ کی جمع ہے یہ اس چیز کو کہا جاتا ہے جو ہدی کے جانور کے گلے میں نعل یا درخت کا چھلکا اور لوٹے کا منہ وغیرہ ڈال دیا جائے۔

وَلَا آمِئِنَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ (اور نہ بیت اللہ کا قصد کرنے والوں کی) یعنی تم ان لوگوں کی توہین نہ کرو۔ جو مسجد حرام کا قصد کر کے حج و عمرہ کے لئے آئے۔

ان چیزوں کو حلال قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ شعائر کی تعظیم میں سستی ہوگی۔ اور عبادت گزاروں اور شعائر کے درمیان رکاوٹ بن جائے گا۔ اور حج کے ایام میں ایسی چیزوں کا ارتکاب کریں گے۔ جس سے وہ لوگوں کو حج کرنے میں رکاوٹ بن جائیں گے۔ اور ہدی اور اس کے غصب کی ٹھان لیں گے۔ یا ہدی کو اپنے مقام پر پہنچنے میں رکاوٹ بنیں گے۔

ہدایا پر تعرض سے بطور مبالغہ ممانعت:

القلائد: سے مراد ممکن ہے کہ قلائد والے جانور مراد ہوں اور وہ اونٹ ہیں۔ اور ہدی پر اس کا عطف خصوصیت ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ کیونکہ ہدایا میں یہ سب سے اعلیٰ ہے۔ جیسے فرشتوں کا ذکر کر کے جبریل اور میکائیل کو اس آیت میں ذکر فرمایا و جبریل و میکال البقرہ ۹۸ گویا عبارت اس طرح ہے۔ القلائد منها خصوصاً کہ ہدایا میں سے خاص طور پر قلادہ والے جانور۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہدایا کے قلائد پر ہاتھ ڈالنے سے روک کر ہدایا پر تعرض کرنے میں مبالغہ کرنا مقصود ہو۔ مطلب یہ ہوگا کہ ان کے قلائد کی بھی بے حرمتی نہ کرو۔ چہ جائیکہ تم خود ان ہدایا کی بے حرمتی کرو۔ یہ اس طرح ہے کہ جس طرح اس آیت میں: وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ (النور: ۳۱) زینت کے ظاہر کرنے کی ممانعت کی گئی ہے تاکہ مواقع زینت کے ظاہر کرنے کی ممانعت میں مبالغہ ہو جائے۔

يَتَغَوَّنَ (وہ چاہنے والے ہیں) **مَخْمُورٌ**: آمین کی ضمیر سے حال ہے۔

فَضْلًا مِّنْ رَبِّهِمْ وَرِضْوَانًا (اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضا مندی تاکہ وہ راضی ہو جائے) تم ایسی قوم پر جو ان صفات والی ہو۔ تعرض نہ کرو ان کی عظمت کی بناء پر وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا (جب تم احرام سے نکل جاؤ تو شکار کرو) پہلے غیر محلی الصيد وانتم حرم فرما کر شکار کی ممانعت فرمائی گئی تھی فاصطادوا سے اس کو مباح قرار دیا۔

دشمنی برائے دشمنی مت کرو:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا (اور نہ تم کو آمادہ کرے کسی قوم کی دشمنی کہ تم حد سے بڑھو اس لئے کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام سے روکا) **مَخْمُورٌ**: جرم کا لفظ کسب کی طرح ہے کہ کبھی ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے کبھی دو کی طرف جیسے کہتے ہیں۔ جرم ذنباً جیسے کسبہ۔ جرم ذنباً جیسے کسبتہ ایاہ۔ یہاں پہلا

مفعول ضمیر مخاطب ہے اور دوسرا ان تعتدوا ہے۔ اَنْ صَدُّوْكُمْ یہ شَنَانُ سے متعلق ہے۔ اور علت کے معنی میں ہے۔ شانِ سخت بغض کو کہتے ہیں۔

قراءت: شامی اور ابو بکر نے شَنَانُ کو نون کے سکون سے پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہوا کسی قوم کا بغض تمہیں حد سے نہ بڑھائے اور نہ اس پر آمادہ کرے اس لیے کہ انہوں نے تمہیں روکا ہے۔ اَنْ صَدُّوْكُمْ شرط ہے مکی اور ابو عمرو نے اسی طرح قرار دیا۔ مطلب یہ ہے کہ ان کو مسجد سے اسی طرح روک جو جیسے اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ اور مؤمنین کو حدیبیہ کے دن عمرہ سے روک دیا۔

اعتداء کا معنی کسی ناپسندیدہ چیز کو ملا کر ان سے انتقام لینا۔

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى (اور تم نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو) براور تقویٰ سے یہاں مراد عفو و چشم پوشی ہے۔

وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (گناہ اور دشمنی میں ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو) یعنی انتقام اور غصے کو شفاء دینے کے لئے۔ یا برّ مامور کو ادا کرنا۔ تقویٰ۔ ممنوع کو ترک کرنا۔ اثم مامور کو چھوڑنا۔ الْعُدْوَانِ ممنوع کو ادا کرنا۔ اور یہ بھی جائز ہے۔ ہر برّ و تقویٰ عام مانیں۔ اور اثم، عدوان کو تمام گناہوں کے لئے عام مانیں۔ پس اپنے عموم کے لحاظ سے معافی اور بدلے دونوں کو شامل ہے۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ سخت بدلہ لینے والے ہیں) اس شخص سے جو اس کی نافرمانی کرے اور تقویٰ اختیار نہ کرے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلَ لِغَيْرِ اللَّهِ

حرام کیا گیا تم پر مردہ جانور، اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جانور جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا،

بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ

اور وہ جانور جو گلا گھٹنے سے مر جائے، اور وہ جانور جو کسی ضرب سے مر جائے اور وہ جانور جو کسی سے ٹکرا کر مر جائے اور وہ جانور جسے کسی درندہ نے کھالیا

إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَلِكُمْ فَسُقُطٌ

مگر وہ جسے تم ذبح کر لو، اور حرام کیا گیا وہ جانور جو ذبح کیا گیا پر ستش گاہوں پر، اور یہ بھی حرام کیا گیا کہ تقسیم کرو تیروں کے ذریعہ یہ سب گناہ کے کام ہیں۔

الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ط

آج کافر تمہارے دین سے نا امید ہو گئے سو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ

آج میں نے پورا کر دیا تمہارا دین اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کر دی، اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر

الْإِسْلَامَ دِينًا ط فَمَنْ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرِ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمِهِ فَإِنَّ

اختیار کرنے کے لیے پسند کر لیا سو جو کوئی شخص مجبور ہو جائے سخت بھوک میں جو گناہ کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو سو یقیناً

اللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝۳

اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

اہل جاہلیت کے ماکولات:

آیت ۳: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَلِكُمْ فَسُقُطٌ الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنْ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرِ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمِهِ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔

پھر اہل جاہلیت کے ماکولات کو بیان فرمایا۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ (تم پر مردار کو حرام کیا گیا) یعنی ایسے چوپائے جو اپنی موت مر جائیں۔ وَالدَّمُ (اور خون) یعنی بہنے والا خون جو بوقت ذبح نکلتا ہے۔ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ (اور خنزیر کا گوشت) خنزیر تمام

نخس بے گوشت کو اس لیے خاص کیا۔ کیونکہ اصل مقصود وہی ہے۔ وَمَا أَهْلٌ لِّغَيْرِ اللَّهِ بِهِ (اور وہ جانور جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کا نام پکارا گیا ہو) اور وہ اہل جاہلیت کا قول ہے کہ بوقت ذبح کہتے تھے باسم اللات والعزی۔ وَالْمُنْحَنِقَةُ (اور وہ جس کا : مایا گیا ہو) یعنی اس قدر اس کا گلا دبایا کہ وہ مر گیا۔ یا جال وغیرہ میں اس کا گلا دب کر مر گیا۔ وَالْمَوْقُوذَةُ (اور چوٹ کھا جانے والا) یعنی وہ پتھر سے اس کو چوٹ لگائی۔ یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

وَالْمُرْدِيَّةُ (اوپر سے نیچے گر کر مرنے والا جانور) خواہ پہاڑ سے گرا ہو یا کنویں میں گر کر مر گیا ہو۔ وَالنَّطِيحَةُ (اور سینگ لی ٹکر سے مرا ہوا جانور) نطیحة ایسے جانور کو کہتے ہیں جس کو دوسرے جانور نے سینگ مار کر مار دیا ہو۔ وَمَا أَكَلَ السَّبْعُ (اور وہ جانور بھی جس کو درندے پھاڑ کھائیں) اور جس جانور کا کسی درندہ نے بعض حصہ کھا لیا اور وہ اپنے زخم کی وجہ سے مر گیا۔ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ (مگر وہ جو تم ذبح کر پاؤ) یعنی وہ مذبوح کی طرح مضطرب تھا اور تم اس کو ذبح کرو۔ نَحْمُ: استثناء کا تعلق منحنقة اور جو اس کے مابعد ہے اس کے متعلق ہے۔ پس اگر جانور کو زندہ پا کر بسم اللہ کہہ کر ذبح کر لیا گیا تو وہ پاک ہے۔ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ (اور جو جانور تھانوں پر ذبح کیا گیا ہو) اہل جاہلیت کے کچھ پتھر تھے جو کعبہ شریف کے ارد گرد گاڑے گئے تھے۔ ان پر بطور تعظیم کے مشرکین ذبح کرتے تھے۔ اور اس سے ان کا قرب حاصل کرنا مقصود ہوتا تھا۔ ان کو انصاب کہتے تھے۔ اس کا واحد نَصْب ہے یا نَصْب جمع اور واحد نصاب ہے۔

پانے کے تیروں کی ممانعت:

وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ (اور جوئے کے تیروں سے تمہارا فال نکالنا) نَحْمُ: میتہ پر عطف کی وجہ سے یہ موضع رفع میں ہے عبارت اس طرح ہوگی حرمت علیکم المیتہ..... والاستقسام بالأزلام جمع زَلَمٌ وَزَلَمٌ کی ہے یہ نشان زدہ تیر تھے۔ جب کوئی سفر یا لڑائی یا تجارت یا نکاح وغیرہ کا ارادہ کرتا تو تین تیروں کا قصد کرتا۔ جن میں سے ایک پر لکھا تھا امرنی ربی۔ دوسرے پر ننھانی ربی اور تیسرے پر غفل لکھا تھا اگر امر والا تیر نکلتا تو اپنے کام پر روانہ ہو جاتا۔ اور منع والا نکل آتا تو کام سے رک جاتا۔ اور اگر غفل والا تیر نکلتا تو اس کو دوبارہ لوٹاتے۔ پس استقسام بالأزلام کا معنی۔ ازلام کے ذریعے کسی چیز کی تقسیم کا مطالبہ کرنا۔ زجاج کہتے ہیں کہ مشرکین کی اس حرکت اور نجومیوں کے اس معاملے میں کوئی فرق نہیں جو کہتے ہیں کہ فلاں ستارے کی وجہ سے مت سفر کرو اور فلاں ستارے کا طلوع ہے تم سفر پر جاؤ۔ شرح تاویلات۔ میں اس کی تردید کی گئی ہے۔ انہوں نے وجہ فرق یہ ظاہر کی کہ نجومی یہ نہیں کہتا کہ فلاں ستارہ تمہیں اس بات سے روکتا ہے۔ اور فلاں ستارہ تمہیں فلاں کام کا حکم دیتا ہے جیسا کہ مشرکین نے کر رکھا تھا۔ لیکن نجومیوں نے اپنی طرف سے احکام الہی کے لئے مختلف دلائل اور علامتیں مقرر کی ہیں۔ اور یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نجوم میں ایسے معانی اور علامتیں پیدا کر دے جس سے احکام معلوم ہو جائیں اور اس سے کئی چیزوں کا استخراج کیا جاسکے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ حرج اس بات میں ہے کہ حکم اللہ تعالیٰ کے ذمہ لگائے اور اس پر اس کو گواہ بنائے۔ دوسرا قول یہ بھی ہے کہ یہ جُؤا ہے جس سے وہ اونٹ کو مختلف حصوں پر تقسیم کرتے تھے۔ ذَلِكُمْ فِسْقٌ (یہ استقسام بالأزلام اطاعت سے نکلنا ہے) اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اس سے مراد وہ تمام مندرجہ بالا محرمات مراد ہوں جو آیت میں مذکور ہیں۔ الْيَوْمَ

یہ یس فعل کا ظرف ہے اس سے کوئی معین دن مراد نہیں اس کا معنی ”اب“ ہے جیسے کہتے ہیں انا الیوم کبرت۔ میں اب بوڑھا ہو گیا۔ دوسرا قول یہ ہے الیوم سے آیت کے اترنے کا دن مراد ہے۔ اور یہ جمعہ کے دن نازل ہوئی اور عرفات کے دن نماز عصر کے بعد حجۃ الوداع کے موقع پر اتری۔

الْیَوْمَ یَسَّ الدِّیْنُ کَفَرُوا مِنْ دِیْنِکُمْ (آج کے دن کافر تمہارے دین سے مایوس ہو گئے) یعنی تمہارے دین کو باطل کرنے سے مایوس ہو گئے یا اس بات سے ناامید ہو گئے۔ کہ وہ تمہارے دین پر غالب ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام ادیان پر غلبہ کا وعدہ پورا کر دیا۔

فَلَا تَخْشَوْهُمْ (پس تم ان سے نہ ڈرو) دین کے غالب آنے کے بعد اور کفار کے خوف کے زائل ہونے کے بعد اور ان کے غالب سے مغلوب بن جانے کے بعد وَ اخْشَوْنَ (اور مجھ ہی سے ڈرو) یعنی خشیت کو میرے لیے خالص کر دو۔
قراءت: وصل و وقف میں بغیر یا کے آتا ہے۔ الْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنِکُمْ (آج میں نے تمہارا دین تمہارے لیے مکمل کر دیا)۔

تکمیل دین کا اعلان:

الْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنِکُمْ۔ الیوم۔ یہ اکملت کا ظرف ہے آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ اس طرح کہ تمہارا حال یہ تھا کہ ہر وقت دشمنوں کا خوف تم پر چھایا ہوا تھا۔ میں نے ان پر تم کو غالب کر دیا۔ یہ ارشاد اس طرح ہے کہ بادشاہ کہا کرتے ہیں الیوم کمل لنا الملك۔ یعنی جن دشمنوں سے ہم ڈرتے تھے ان کی طرف سے محفوظ کر دیئے گئے۔
دوسری تفسیر یہ ہے کہ میں نے تمہارے تکلفی معاملات حرام و حلال کی تعلیم اور شرائع اسلام جن پر موقوف ہے اور قیاس کے قوانین مکمل کر دیئے۔ وَ اَتَمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِی (اور اپنی نعمت تم پر مکمل کر دی) مکہ کو فتح کر کے اور اس میں امن و غلبہ کے ساتھ داخلے کے ذریعے اور جاہلیت اور اسکے طور طریقے مٹا دیئے۔ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (اور تمہارے لیے دین اسلام کو تمام دینوں میں سے منتخب کر لیا) اور تمہیں بتلادیا کہ یہی اکیلا دین اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ جیسا دوسری آیت میں فرمایا: وَمَنْ یَبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ (آل عمران: ۸۵) فَمَنْ اضْطُرَّ (جو آدمی مجبور ہو) محرمات کے تذکرہ سے متصل اسکا ذکر کیا اور اسی طرح ذلکم فسق بھی۔ یہ جملے معترضے ہیں جن کو لانے کا مقصد تحریم کے معنی کی تاکید ہے۔ اور اسی طرح اسکا مابعد بھی۔ کیونکہ ان خباثت کی حرمت منجملہ دین کی تکمیل اور اتمام نعمت کا حصہ ہیں اور اسلام کی صفت اللہ تعالیٰ نے پسندیدہ دین سے فرمائی ہے نہ کہ دوسری ملتیں۔ پس آیت کا یہ مطلب ہوا کہ جو آدمی میتہ کے استعمال پر مجبور ہو جائے یا اسکے علاوہ کسی اور محرّمہ کے استعمال پر۔

فِی مَحْصَصَةٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِاٰثِمٍ (بھوک کی وجہ سے بشرطیکہ وہ گناہ کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو) یعنی جان بچانے والی مقدار سے تجاوز کرنے والا نہ ہو۔ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ (پس بیشک اللہ تعالیٰ اس کو بخشنے والے ہیں) مواخذہ نہ فرمائیں گے۔ رَحِیْمٌ (مہربان ہیں) اس لئے معذور کو محظور کے استعمال کی اجازت مرحمت فرمادی۔ نَحْوُ: رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا یہ حال ہے۔ اسی طرح غیر متنجانف یہ بھی حال ہے۔

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أَحَلَّ لَهُمْ قُلْ أَحَلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ ۖ وَمَا عَلَّمْتُمُ

وہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ کیا ہے جو ان کے لیے حلال کیا گیا ہے، آپ فرمادیتے حلال کی گئیں تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں، اور جن شکاری جانوروں کو

مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ ۚ فَكُلُوا مِمَّا

تم نے تعلیم دی اس حال میں کہ تم ان کو سدھانے والے ہو، ان کو سکھاتے ہو اس طریقہ سے جو اللہ نے تمہیں سکھایا سو اس میں سے کھا لو جو انہوں نے

أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ

تمہارے لئے روک لیا اور اس پر اللہ کا نام لو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ

سَرِيعُ الْحِسَابِ ④

جلد حساب لینے والا ہے۔

حلال شکار کا بیان:

آیت ۴: يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أَحَلَّ لَهُمْ قُلْ أَحَلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ وَمَا عَلَّمْتُمُ مِنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ۔

يَسْأَلُونَكَ (اس میں قول کا معنی پایا جاتا ہے۔ اس لیے اس کے بعد ماذا احل لهم وارد ہوا ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔) وہ آپ کو کہتے ہیں کہ ہمارے لیے کیا کیا چیزیں حلال ہیں (مَاذَا أَحَلَّ لَهُمْ۔ ماذا احل لنا نہیں کہا۔ کہ ان کے قول کی حکایت بنے۔ کیونکہ یسئلونک خود غائب کے صیغہ کے ساتھ لایا گیا ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں۔ اقسام زید لیفعلن اور اگر لیفعلن کی بجائے لافعلن کہتے تو تب بھی درست تھا۔ اسی طرح احل لنا کہتے تو درست تھا۔ **نَحْوُ** : ماذا، مبتداء اور احل لهم یہ اس کی خبر ہے یہ اس طرح ہے کہ جیسے تم کہو ائی شئی احل لهم ہم طلب یہ ہوا کہ ان کے لئے کون سی کھانے والی چیزیں حلال ہیں گویا کہ جب آپ نے ان پر حرام و خبیث ماکولات پڑھیں تو انہوں نے سوال کیا ان چیزوں کے متعلق جو ماکولات میں سے ان کے لیے حلال ہیں۔ پس فرمایا۔ قُلْ أَحَلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ (فرمادیں تمہارے لئے تمام وہ پاکیزہ چیزیں حلال ہیں) جو کہ خبیث نہیں۔ یا وہ تمام چیزیں حلال ہیں جن کی حرمت کتاب اللہ اور سنت و اجماع اور قیاس سے ثابت نہیں ہے وَمَا عَلَّمْتُمُ مِنَ الْجَوَارِحِ (اور جن شکاری جانوروں کو تم نے سکھایا ہے) (ان کا کیا ہوا شکار حلال ہے) **نَحْوُ** : وما علمتم کا عطف الطبیات پر ہے تقدیر عبارت یہ ہے احل لكم الطبیات وصيد ما علمتم پس مضاف کو حذف کیا گیا ہے۔ یا ما شرطیہ ہے اور اس کا جواب فکلوا ہے۔

شکار کے متعلق ہدایات:

الجوارح جو جانور یا پرندے شکار کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً کتا، چیتا، باز، شکرہ، بحری، شاہین وغیرہ۔ بعض نے کہا کہ یہ جراحت سے ہے۔ پس حلال وہ تب ہوگا جب وہ زخم لگائے۔ مُكَلِّبُیْن (ٹریننگ دیئے ہوئے) یہ علمتم سے حال ہے۔ اور اس حال کا فائدہ باوجودیکہ علمتم کی وجہ سے خاص ضرورت نہ تھی۔ یہ ہے کہ جو آدمی ان جانوروں کو تعلیم دے وہ ٹریننگ کا ماہر ہونا چاہیے۔ مُكَلِّبُ مَکَلَبِ اس آدمی کو کہتے ہیں جو جانوروں کو تعلیم دے۔ یہ لفظ الکلب سے مشتق ہے اور کلاب میں عام طور پر یہ سلسلہ ہوتا ہے اور عام پائے جاتے ہیں۔ اس لئے اس کی جنس کو سیکھنے میں بقیہ پر غلبہ دے کر اسی سے لفظ مشتق کر کے تمام کے لئے استعمال کر لیا۔ دوسرا یہ قول بھی ہے کہ ہر درندے کو کلب کہتے ہیں۔ جیسا کہ حاکم کی روایت میں اللہم سلط علیہ کلباً من کلابک ہے تو اس میں شیر کو کلب کہا گیا۔ کیونکہ عتیبہ کو شیر نے کھایا تھا۔ تَعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ (اس طریقہ سے تم نے ان کو تعلیم دی جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھایا) اس میں یہ واضح کر دیا گیا۔ کہ ہر شکار پکڑنے والا یہ جان لے کہ وہ شکار اس وقت پکڑے جب اس کو ایسے جانور نے قتل کیا ہو جو سکھایا ہوا ہو۔ اور سمجھ بوجھ سے ذبح کیا ہو۔ کیونکہ بہت سے پکڑنے والے اپنے فن میں ناپختہ ہیں کہ انہوں نے اپنے اوقات کو ضائع کیا۔ اور جب علماء و ماہرین سے ملاقات ہوئی تو انگلیاں کاٹنے لگے۔ ممّا علمکم اللّٰہ سے مراد ٹریننگ ہے۔ فَکُلُوْا مِمَّا اَمْسَکْنَ عَلَیْکُمْ (پس تم اس شکار میں سے کھا لو جو وہ تمہارے لیے روک کر رکھیں) امساک علی صاحبہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس میں سے خود نہ کھائیں۔ اگر وہ خود کھالیں تو ایسے شکار استعمال کے قابل نہیں۔ جبکہ کتے وغیرہ کا شکار ہو۔ البتہ باز وغیرہ کا شکار ہو تو کھالینے سے حرام نہیں ہوگا۔ اور یہ مسئلہ اپنے مقام پر بیان کر دیا گیا ہے۔ وَادْکُرُوْا اِسْمَ اللّٰہِ عَلَیْہِ (اور ان پر اللہ کا نام لو) اذکروا کی ضمیر ما امسکن کی طرف لوٹی ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ جب تم کو ان کے ذبح کا موقع مل جائے تو ان پر اللہ تعالیٰ کا نام لو۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ ضمیر ما علمتم کی طرف لوٹی ہے۔ کہ جب تم ان کو چھوڑنے لگو تو اس وقت اللہ کا نام لے کر چھوڑو۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو) اور اس کے حکم کی مخالفت کرنے سے ان تمام معاملات میں بچو۔ اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ (بیشک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والے ہیں) وہ تمہارے اعمال کا خود محاسبہ کریں گے۔ اور محاسبہ کرنے میں اس کو انتظار کی بھی ضرورت نہیں۔

اَلْيَوْمَ اَحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبُ ط وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۝

آج تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں، اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی ان کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے

وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ز وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ

اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے، اور پاکدامن عورتیں جو مسلمان ہیں اور وہ پاک دامن عورتیں جو

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَا اَتَيْتُمُوهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ

ان لوگوں میں سے ہیں جنکو تم سے پہلے کتاب دی گئی تمہارے لیے حلال ہیں جبکہ تم ان کو ان کے مہر دیدو اس طریقہ پر کہ تم پاک دامنی

غَيْرُ مُسْفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْۤ اٰخِذَاۤنٍ ط وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ

اختیار کرنے والے ہو۔ خفیہ طریقہ پر دوستی کرنے والے نہ ہو۔ اور جو کوئی شخص ایمان کا انکار کر دے تو اس کے اعمال

عَمَلُهُ ز وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

اکارت ہو گئے اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا۔

آیت ۵: اَلْيَوْمَ اَحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبُ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَا اَتَيْتُمُوهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرُ مُسْفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْۤ اٰخِذَاۤنٍ ج وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔

اَلْيَوْمَ (سے مراد سوا ب) اَحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبُ (تمہارے لیے تمام پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں) احسان کی خاطر دوبارہ ذکر فرمایا۔ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ (اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے) طعام سے یہاں مراد ذبائح ہیں۔ کیونکہ دوسرے کھانوں کی حلت کسی ملت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ (اور تمہارے کھانے ان کے لیے حلال) یعنی انکو کھلانے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ایمان والوں کا کھانا ان کیلئے حرام ہوتا تو ان کا کھانا کھانا جائز نہ ہوتا۔

یہ قید استحبابی ہے:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ (اور ایمان والیوں میں سے پاک دامن عورتیں) المحصنات سے مراد یہاں آزاد عورتیں جو باندیاں نہ ہوں یا پاک دامن عورتیں۔

مَسْنَلَه: یہ صحت نکاح کے لیے شرط نہیں بلکہ مستحب ہے۔ کیونکہ مسلمان باندیوں سے نکاح حلال ہے اور غیر عقیفہ سے بھی نکاح حلال ہے۔ اس تخصیص سے مقصود یہ ہے کہ مؤمنین اپنے فراش کے لیے پاک دامن عورتیں منتخب کریں۔ تاکہ پاکیزہ گھریلو زندگی میسر ہو۔

نَحْوُ: اس کا عطف الطبیات پر ہے۔ یا یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے والمحصنات من المؤمنات حل لکم۔ والمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ (اور پاک دامن عورتیں اہل کتاب کی جو تم سے پہلے ہیں) المحصنات سے یہاں مراد پاک دامن کتابیہ عورتیں۔ یا آزاد کتابیہ عورتیں۔ اِذَا اتَّيْتُمُوهُنَّ اُجُورَهُنَّ (جب تم ان کے مہر ان کو دے دو)۔ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسْفِحِينَ (اس طرح کہ تم بیوی بنانے والے ہو، نہ کہ علانیہ بدکاری کرنے والے ہو) وَلَا مُتَّخِذِيْ اٰخِذَانٍ (اور خفیہ آشنائی کرنے والیاں نہ ہوں) الخدان مذکر و مؤنث دونوں پر بولا جاتا ہے۔ وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ (جو ایمان کا انکار کرے گا) یعنی شرائع و احکام اسلام۔ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ (اس کے اعمال اکارت و ضائع ہو جائیں گے) وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ

”اے ایمان والو! جب تم نماز کی طرف اٹھو تو اپنے منہوں کو اور اپنے

وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى

ہاتھوں کو کہنیوں تک دھو لو اور اپنے سروں کا مسح کر لو اور دھو لو اپنے پیروں کو

الْكَعْبَيْنِ ۖ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ

نخنوں تک، اور اگر حالت جنابت میں ہو تو اچھی طرح سے پاک ہو جاؤ، اور اگر تم مریض ہو یا سفر میں

سَفَرًا أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُم مِّنَ الْغَايِطِ أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ

ہو یا تم میں سے کوئی شخص قضائے حاجت کی جگہ سے آیا ہو۔ یا تم نے عورتوں سے قربت کی ہو پھر

تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ

تم پانی کو نہ پاؤ۔ تو ارادہ کر لو پاک مٹی کا۔ سو اس سے اپنے چہروں کا اور اپنے ہاتھوں کا مسح

مِّنْهُ ۚ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ

کر لو۔ اللہ ارادہ نہیں فرماتا کہ تم پر کوئی تنگی ڈالے لیکن وہ ارادہ فرماتا ہے تاکہ تم کو پاک کرے

وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۖ ۝۶ وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ

اور تاکہ تم پر اپنی نعمت پوری کرے تاکہ تم شکر کرو اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو تم پر ہے،

وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ ۖ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۖ وَاتَّقُوا

اور اس پختہ عہد کو یاد کرو جو تم نے اللہ سے مضبوطی کے ساتھ کیا ہے، جبکہ تم نے کہا کہ ہم نے سنا اور مانا، اور اللہ سے

اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۷

”اللہ! اللہ جاننے والا ہے ان باتوں کو جو سینوں میں ہیں۔“

ارادہ فعل فعل ہے:

آیت ۶: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ (اے ایمان والو جب تم نماز کے لئے اٹھنے لگو تم اپنے چہروں کو دھوؤ) قُمْتُمْ سے مراد ارادہ کرنا ہے جیسا کہ دوسری آیت اذا قرأت القرآن النحل آیت ۹۸۔ میں ہے کہ جب تم

قراءت قرآن کا ارادہ کرو۔ گویا ارادہ فعل کو فعل سے تعبیر فرمایا گیا۔ کیونکہ فعل ارادے کا مسبب ہے پس مسبب کو قائم مقام سبب کے ذکر کر دیا۔ کیونکہ ان کے درمیان ملاہست پائی جاتی ہے اور کلام میں اختصار کے لیے ایسا کیا گیا۔ جیسا کہتے ہیں کما تدین تدان۔ فعل ابتدائی جو جزاء کا سبب ہے اس کو لفظ جزاء سے تعبیر کر دیا۔ جو کہ مسبب عنہ ہے۔ اور تقدیر عبارت انتم محدثون ہے۔ یہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ یا من النوم مقدر ہے کیونکہ نوم دلیل حدت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر نماز کے لئے وضو کرتے تھے۔ دوسرا قول یہ بھی ہے کہ پہلے ہر نماز کے لئے وضوء واجب تھا۔ جبکہ پہلے پہل فرض ہوا پھر منسوخ کر دیا گیا۔

وَأَيِّدِيكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ (اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت) الیٰ یہاں مطلق غایت کا فائدہ دے رہا ہے۔ باقی غایت کے حکم میں داخل یا خارج ہونا یہ دلیل کا محتاج ہے۔ یہاں خروج کی دلیل ندارد ہے جیسا کہ آیت فنظرة الیٰ میسرة۔ البقرہ ۲۸۰۔ تم مہلت دو آسانی آنے تک اس آیت میں تنگ دستی ہی مہلت کی علت ہے۔ اور آسانی آنے سے یہ علت دور ہو جائے گی۔ اگر آسانی اس میں داخل مانی جائے تو انتظار دونوں حالتوں عسرو یسر میں لازم آتا ہے۔ اور اسی طرح آیت واتموا الصیام الی الیل۔ البقرہ ۱۸۷۔ کہ تم رات تک روزہ پورا کرو۔ اگر رات کو روزے میں داخل مانا جائے تو روزے میں وصال لازم آتا ہے پس غایت داخل مغیانہ ہوئی۔ اور جہاں داخل ہونے کی دلیل ہو مثلاً تم کہو۔ حفظت القرآن من اولہ الی آخرہ۔ یہاں تمام قرآن کے حفظ کے لیے لایا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں یہی مراد ہے۔ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ۔ الاسراء ۱۔ یہ بات علم میں آچکی کہ اب آپ کو بیت المقدس میں داخل کرنے کے لئے لایا گیا تھا۔ الی الْمَرَافِقِ میں کوئی دلیل بھی مغیانہ میں غایت کے داخل ہونے یا نہ ہونے کی نہیں پائی جاتی۔

جمہور کا قول:

اس لیے جمہور نے احتیاط کو اختیار کیا۔ پس غسل میں شامل مان کر دھونے کا حکم دیا۔ اور زقر اور داؤد نے یقینی کو اختیار کر کے داخل نہ مانا اور حدیث میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی کو کہنیوں پر گھماتے تھے۔ (دارقطنی ۸۳ جلد ۱)

مقدار مسح کا مسئلہ:

وَأَمْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ (اور تم اپنے سروں کا مسح کرو) مقصود مسح کو سر کے ساتھ ملصق کرنا ہے۔ سر کے بعض حصے پر مسح کرنے والا اور تمام سر پر مسح کرنے والا دونوں ہی مسح کو سر کے ساتھ ملصق کرنے والے ہیں۔ پس امام مالک نے احتیاط کا پہلو اختیار کرتے ہوئے کل مسح کو لازم قرار دیا۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ نے یقین کو سامنے رکھتے ہوئے سب سے قلیل حصہ جس پر مسح کا اطلاق ہو سکتا ہے اس کو لازم قرار دیا۔ اور ہم احناف نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لیا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیشانی پر مسح فرمایا۔ مسلم صفحہ ۲۷۴ جلد ۱ اور ناصیہ کا اندازہ چوتھائی سر سے لگایا گیا ہے۔ وَأَرْجُلُكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ (اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت)

قراءت: شامی، نافع، علی، حفص رحمہم اللہ نے أَرْجُلُكُمْ نصب سے پڑھا۔ مطلب یہ ہوا تم اپنے چہروں کو اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت اور پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھوؤ۔ اور اپنے سروں پر مسح کرو۔ تقدیم و تاخیر کے قائل ہوتے کہ مغسولات کے درمیان ایک

ممسوحہ کو بیان فرمایا گیا۔ دیگر قراء نے ار جلیکم کی لام کو کسرہ سے پڑھا۔ اور رؤس پر عطف کیا۔ کیونکہ ار جل تین مغسولہ اعضاء کے درمیان واقع ہے۔ ان کو خوب پانی بہا کر دھویا جائے گا۔ اس لیے خطرہ تھا کہ ممنوعہ اسراف کی حد تک نہ پہنچ جائیں۔ پس ممسوح پر عطف کر دیا گیا۔ مسح کی خاطر عطف نہیں کیا۔ بلکہ اس بات پر متنبہ کرنے کے لئے کہ پانی بہانے میں میانہ روی اختیار کرنا ہوگی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ الی الکعبین کی غایت کو اسی لیے ذکر کیا گیا تاکہ کوئی آدمی اس کو عضو ممسوحہ نہ سمجھے کیونکہ ممسوحہ عضو کی شریعت میں کوئی غایت مقرر نہیں کی گئی۔ جامع العلوم میں یہ بات مندرج ہے کہ یہ جرجوار کی وجہ سے ہے۔ حالانکہ آپ ﷺ نے کچھ لوگوں کو پاؤں پر مسح کرتے دیکھا تو فرمایا۔ ویل للاعقاب من النار بخاری صفحہ ۶۰ و مسلم صفحہ ۲۴۱ مشہور تابعی عطاء بن یدعہ کا قول ہے کہ میں نے اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ قدمین پر مسح کرتا ہو۔ ان اعضاء کے دھونے کا حکم دیا گیا۔ تاکہ پاؤں کو میل سے پاک کیا جائے۔ جو ان پر لگ جاتی ہے۔ کیونکہ پاؤں اکثر کھلے رہتے ہیں۔ اور نماز بارگاہ الہی میں میل کچیل سے پاک ہو کر تعظیم کی متقاضی ہے۔ پس اس سے بندگی کامل انداز سے ظاہر ہوگی۔ جیسا کہ مشاہدہ میں ہے کہ جب بادشاہ کے سامنے کھڑے ہونے کا ارادہ ہو تو صاف ستھرے کپڑے استعمال کیے جاتے ہیں۔ اسی لیے تو کہا گیا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ آدمی بہترین کپڑوں میں نماز ادا کرے۔ عمامہ پہن کر نماز کھلے سر نماز سے افضل ہے۔ اس لئے کہ اس میں تعظیم زیادہ ہے۔ وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا (اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو خوب طہارت حاصل کرو) یعنی اپنے ابدان کو دھوؤ۔

رازی کا قول:

وَ اِنْ كُنْتُمْ مَرْضٰی اَوْ عَلَى سَفَرٍ اَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُم مِّنَ الْغَايِبِ (اگر تم بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کسی نے قضاے حاجت کی ہو) رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ او و او کے معنی میں ہے تاکہ مریض و مسافر پر تیمم بلا حدت لازم نہ آئے۔ مِّنَ الْغَايِبِ سے اطمینان والی جگہ یہ قضاے حاجت سے کنایہ ہے۔ اَوْ لَمْ تُسَمِّ النِّسَاءَ (یا تم نے چھووا ہو عورتوں کو) لمس سے جماع مراد ہے۔

فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيكُمْ مِّنْهُ مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرْجٍ (پس تم پانی نہ پاؤ تو پاک زمین سے اس طرح تیمم کر لو کہ اس سے اپنے ہاتھوں اور چہروں کا مسح کر لو۔ اللہ تعالیٰ تم پر تنگی ڈالنا نہیں چاہتا) یعنی طہارت کے سلسلے میں کہ تم کو تیمم کی رخصت نہ دی جائے۔ وَلٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ (لیکن اللہ تعالیٰ تم کو پاک کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں) مٹی کے ذریعہ۔ جب کہ تم پانی کے ساتھ طہارت سے عاجز ہو۔ وَلِيْتِمَّ نِعْمَتُهُ عَلَيْكُمْ (اور تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی نعمت کی تکمیل تم پر کرے) اور تاکہ وہ اپنی رخصتوں سے اپنے انعام کو تم پر مکمل کرے اپنے عزائم کے ذریعہ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (تاکہ تم ادا کرو شکریہ) اس کی نعمتوں کا اور وہ تمہیں ثواب دے۔

میشاق سے مراد:

آیت ۷: وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ (اور اللہ تعالیٰ کے انعام کو یاد کرو جو تم پر اسلام کے ذریعہ کیا) وَمِثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (اور اس کا وہ پختہ وعدہ جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے کہا تھا ہم نے سنا اور اطاعت کی) یعنی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوِّمِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۚ وَلَا

اے ایمان والو! اللہ کے لیے پوری پابندی کرنے والے انصاف کے ساتھ شہادت ادا کرنے والے ہو جاؤ اور

يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعْدِلُوا ۖ اِعْدِلُوا ۖ هُوَ أَقْرَبُ

کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو۔ وہ تقویٰ سے زیادہ

لِلتَّقْوَىٰ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝۸ وَعَدَ

قریب ہے، اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ ان کاموں سے باخبر ہے جنہیں تم کرتے ہو، اللہ نے

اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۖ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ ۖ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝۹

ان لوگوں سے وعدہ فرمایا جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ ان کے لیے مغفرت ہے اور اجر عظیم ہے،

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝۱۰

اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہ لوگ دوزخ والے ہیں۔

تم نے پکا وعدہ کیا اور اس سے مراد وہ میثاق ہے جو مسلمان سے لیا گیا جب کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی۔ کہ آپ کی ہر بات سنیں گے۔ اور غم و غم میں آپ کی اطاعت کریں گے۔ اور ہر خوشی اور غمی میں آپ کا حکم مانیں گے۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قبول کیا اور کہا کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔

بعض نے کہا کہ اس سے لیلۂ عقبہ اور بیعت رضوان والا میثاق مراد ہے۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو کہ میثاق کو توڑو) إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (بیشک اللہ تعالیٰ سینے کی باتیں خواہ خیر ہوں یا شر تمام کو جاننے والے ہیں) اور وہ وعدہ اور وعید دونوں ہی ہیں۔

کفار سے بھی عدل کرو:

آیت ۸: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوِّمِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ (اے ایمان والو! تم اللہ کے لیے پوری پابندی کرنے والے اور شہادت ادا کرنے والے ہو جاؤ انصاف کے ساتھ) وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعْدِلُوا (اور تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو) یہاں یجر منکم کو علی سے متعدی بنایا گیا۔ حالانکہ یہ جمل کا صلہ ہے۔ جو یجر منکم کا معنی ہے۔ تاکہ بتلادیا جائے کہ کسی قوم کا بغض و عداوت تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل کو چھوڑ بیٹھو۔ اِعْدِلُوا ۖ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ (تم انصاف کرو۔ یہی تقویٰ کے قریب ہے) پہلے تو ان کو اس سے منع کیا گیا تھا کہ بغض ان کو ترک عدل پر آمادہ نہ کرے۔ پھر جملہ مستانفہ لا کر ان کو صراحت کے ساتھ عدل کی سخت تاکید کر دی۔ پھر جملہ مستانفہ لا کر عدل کے حکم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ

اے ایمان والو! تم پر جو اللہ کی نعمت ہے اسے یاد کرو، جبکہ ایک قوم نے تم پر

يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ

دست درازی کا ارادہ کیا سو اس نے ان کے ہاتھوں کو تم تک پہنچنے سے روک دیا، اور اللہ سے ڈرو

وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝

اور ایمان والے اللہ ہی پر بھروسہ کریں۔

دینے کی وجہ بیان کی اور وہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا قرب للتعوی ہے۔

مَنْ يَنْتَهِلْهُ: جب کفار کے ساتھ عدل کرنے کا یہ انداز ہے پھر ایمان والوں کے ساتھ عدل کا لزوم کس قدر شدید ہوگا۔ جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ (اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو) اس کے اوامر و نواہی میں۔ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (بے شک اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی اطلاع ہے) یہ وعدہ اور وعید دونوں پر مشتمل ہے۔ اسی لئے تو اس کے بعد وعدے کی آیت ذکر فرمائی۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ

آیت ۹: وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ (اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے) وعدہ کا لفظ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہے۔ پہلا مفعول الذين آمنوا۔ اور دوسرا محذوف ہے اور اس مفعول سے استغناء اس لیے اختیار کیا گیا کیونکہ لهم مغفرة واجر عظیم کا جملہ موجود ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے اس مفعول کی ضرورت نہیں۔

لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ (ان کے لیے مغفرت اور بڑا اجر ہے) اور وعید اللہ تعالیٰ کے اس قول میں آرہی ہے۔

آیت ۱۰: وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ (اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور جھٹلایا ہماری آیات کو وہ جہنم کے ساتھی ہیں) یعنی اس سے جدا نہ ہونگے۔

بنو قریظہ کی غداری:

آیت ۱۱: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ (اے ایمان والو اللہ تعالیٰ نے جو تم پر احسان کیا ہے اس کو یاد کرو جب ایک جماعت نے ارادہ کیا) روایات میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ بنو قریظہ کے ہاں تشریف لے گئے۔ اور آپ کے ساتھ شیخین ابوبکر و عمر اور دونوں داماد علی و عثمان رضی اللہ عنہم تھے۔ اور ان سے دو مسلمانوں کے قتل کی دیت میں مدد لیں یہ

مسلمان قبیلہ بنو سلیم سے تھے۔ جو مسلمانوں کا معاہدہ تھا۔ اور حضرت عمرو بن امیہ الضمری سے خطا قتل ہوئے تھے۔ انہوں نے ان کو مشرکین میں سے سمجھا تھا۔ جب یہود کے ہاں تشریف لے گئے تو یہود نے کہا! ہاں اے ابوالقاسم (ﷺ) آپ بیٹھیں آپ کو کھانا کھلائیں گے۔ اور پھر آپ کو قرض بھی دیں گے۔ اور آپ کو ایک چبوترے میں بٹھا دیا۔ اور آپ کو اچانک قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ عمرو بن جحاش یہودی چکی کے پاٹ کے متعلق ارادہ کر کے گیا کہ وہ آپ پر گرا دیں مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچا لیا۔ جبریل علیہ السلام اترے اور آپ ﷺ کو اس کی اطلاع دی۔ آپ ﷺ ہاں سے نکلے یہ آیت اتری۔ اِذْ يَنْتَظِرُكَ ظُرُفٌ هَـٰٓؤُلَاءِ اَنْ يَّسُطُّوْا اِلَيْكُمْ اَيُّدِيْهِمْ (کہ وہ کھولیں) اِلَيْكُمْ اَيُّدِيْهِمْ (اپنے ہاتھ تمہاری طرف قتل کے ساتھ) جیسے محاورہ میں کہا جاتا ہے بسط لسانہ الیہ جب کہ وہ اس کو گالی دے۔ اور کہتے ہیں بسط الیہ یدہ جب وہ اس سے دو دو ہاتھ کرے۔ جیسا کہ اس آیت: وَيَبْسُطُوْا اِلَيْكُمْ اَيُّدِيْهِمْ وَالسِّنْتَهِمْ بِالسُّوءِ (الممتحنہ: ۲) میں مذکور ہے۔ اور بسط الید کا مطلب یہ ہوا کہ جس کو پکڑنا چاہا اس کو پکڑنے کے لئے ہاتھ کو اس کی طرف دراز کرنا۔ فَكَفَّ اَيُّدِيْهِمْ عَنْكُمْ (پس اس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک لیا) کہ وہ تمہاری طرف دراز ہوں۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ ہی پر مومنوں کو توکل کرنا چاہیے) اس کی ذات کافی دافع اور مانع ہونے میں بس ہے۔

وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۖ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ

اور بلاشبہ اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان میں سے بارہ

عَشَرَ نَقِيبًا ۖ وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ ۖ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ

نمائندے بھیجے اور اللہ نے فرمایا کہ بلاشبہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ

الزَّكَاةَ وَأَمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمْ ثَمُوهُمْ ۖ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ

ادا کرو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو اور اللہ کو اچھے طور پر

قَرْضًا حَسَنًا لَّا كُفْرًا عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَا دُخْلًا كُمْ جَنَّتِ تَجْرِي

قرض دیتے رہو میں ضرور تمہارے گناہوں کا کفارہ کروں گا اور تمہیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ

نہریں جاری ہوں گی۔ سو اس کے بعد تم میں سے جو شخص کفر اختیار کرے وہ راہِ راست

سَوَاءَ السَّبِيلِ ۚ فِيمَا نَقُضُهُمْ مِّيثَاقَهُمْ لَعْنُهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ

سے دور جا پڑا، سو ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان کو ملعون قرار دے دیا، اور ہم نے ان کے دلوں کو سخت

قَسِيَةً ۚ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ ۖ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا

بنا دیا وہ کلمات کو ان کے مواقع سے بدل دیتے ہیں اور وہ اس نصیحت کا بہت بڑا حصہ بھول گئے

ذُكِّرُوا بِهِ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَى خَائِنَةٍ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا

جو انہیں کی گئی تھی۔ اور آپ برابر ان کی طرف سے کسی نہ کسی خیانت پر مطلع ہوتے رہیں گے باستثناء

مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝۱۳

تھوڑے سے لوگوں کے، سو آپ انہیں معاف فرمائیے اور درگزر کیجئے بلاشبہ اللہ خوبی کا معاملہ کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

آیت ۱۲: وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۖ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا (اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے اقرار لیا اور ان میں ہم نے بارہ سردار مقرر کئے) نقیب اس شخص کو کہتے ہیں جو قوم کے حالات کی نگہبانی اور جانچ پڑتال کرے۔ جب بنی اسرائیل مصر میں مضبوط ہو گئے اس کے بعد کہ فرعون ہلاک ہو چکا۔ (مگر یہ بات محلِ نظر ہے کیونکہ بنی اسرائیل تو عرصہ دراز کے

بعد مصر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو سرزمین شام کے مقام اریحا کی طرف جانے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اس کو تمہارے لئے رہائش و قرار کی جگہ قرار دیا ہے پس نکل کر تم ان کنعانیوں سے جہاد کرو۔ میں تمہارا مددگار ہوں گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو حکم دیا کہ ہر قبیلہ میں ایک نقیب مقرر کریں۔ جو اس معاملے کو پورا کرانے کا ذمہ دار ہو جو ان سے لیا گیا ہے پس نقباء مقرر ہوئے اور بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا گیا۔ نقباء نے ان کی طرف سے کفالت کی ذمہ داری لی۔ موسیٰ علیہ السلام لے کر ان کو روانہ ہوئے۔ جب سرزمین کنعان کے قریب پہنچے تو چند افراد کو علاقہ کی جاسوسی کے لیے روانہ فرمایا۔ انہوں نے ان کے بڑے بڑے ڈیل ڈول اور نہایت درجہ قوت و شان و شوکت دیکھی۔ وہ ان سے ڈر گئے اور واپس لوٹے اور اپنی قوم کو یہ حالات ذکر کیے۔ حالانکہ ان کو صیغہ راز میں رکھنے کا حکم تھا۔ انہوں نے عہد توڑ کر ان کو بتا دیا۔ صرف کالب بن یوقنا اور یوشع بن نون عہد پر قائم رہے یہ دونوں بھی نقباء میں سے تھے۔ وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں) یعنی تمہارا مددگار اور معاون ہوں۔

قراءت: یہاں وقف ہے کیونکہ آگے جملہ ابتدائیہ ہے۔ جس پر لام داخل ہے۔ جو تمہید قسم کے لئے آتی ہے اور وہ یہ آیت ہے: لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ (اگر تم نماز ادا کرتے رہے اور زکوٰۃ ادا کرتے رہے) اس سے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل پر بھی زکوٰۃ اور نماز دونوں فرض تھے۔ وَأَمَنْتُمْ بِرُسُلِي (اور میرے رسولوں پر ایمان لائے) بغیر اس کے کہ ان کے مابین کسی پر ایمان لانے میں تفریق کرو۔ یعنی ایک کو مانو اور دوسرے کو نہ مانو۔ وَعَزَّزْتُ مُؤْمِنَهُمْ (اور تم نے ان کی تعظیم کی) یا ان کی اس طرح مدد کی کہ ان کے دشمن کا ان سے دفاع کیا۔ العزْد لغت میں لوٹانے کو کہتے ہیں۔ محاورہ ہے عززت فلانا یعنی میں نے اس کو ادب سکھایا۔ یعنی اس کے ساتھ وہ کام کیا جو اس کو قبائح سے روکنے والا تھا۔ یہ زجاج رحمہ اللہ کا قول ہے۔

وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا (تم نے اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دیا) یعنی بغیر احسان جتلانے کے۔ بعض نے کہا کہ قرض حسن سے ہر خیر و بھلائی مراد ہے۔

نیک اعمال پر کفارہ سیئات کا وعدہ:

لَا تُكْفِرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ (تم سے تمہاری غلطیاں مٹا دوں گا) لام جواب قسم میں لائی گئی ہے۔ اور یہ جواب دراصل شرط اور جواب قسم دونوں کے قائم مقام ہے۔ وَلَا تُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ (اور البتہ ضرور داخل کروں گا تم کو ایسے باغات میں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی تم میں سے جو کفر اختیار کرے گا) یعنی اس تاکید والی شرط جو کہ عظیم وعدہ سے متعلق ہے۔ تم میں سے جو کفر اختیار کرے گا۔ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ (وہ سیدھی راہ سے ہٹ گیا) یعنی اس نے حق کے راستہ سے خطا کی۔ ہاں جس نے اس سے قبل بھی کفر کیا وہ بھی سیدھی راہ سے ہٹ گیا۔ لیکن اس حالت کے بعد ضلال و گمراہی تو ظاہر اور بڑی ہے۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ (پس ان کے وعدہ توڑ دینے کی وجہ سے) ما زائدہ ہے۔ معاملے کی عظمت کو بڑھانے کے لئے لایا گیا۔ لَعَنَهُمْ (ہم نے انکو ہانک دیا اور اپنی رحمت سے نکال دیا) یا ہم نے اسکو مسخ کر دیا یا ان پر جزیہ مقرر کر دیا۔ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ

قَسِيَّةً (اور ہم نے انکے دلوں کو سخت کر دیا) قاسیہ کا مطلب ہے ایسے سخت جن میں ذرا رحمت نہ تھی۔ اور نہ نرمی پائی جاتی تھی۔
 قراءت: حمزہ اور علی نے اس کو قَسِيَّةً پڑھا ہے۔ اس کا معنی ردی ہے۔ جیسا کہتے ہیں درہم قسی۔ ردی درہم۔
 دلوں کی قساوت:

يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ (وہ کلمات کو ان کے مقام سے بدلتے ہیں) یعنی ان کی تفسیر اس کے خلاف کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے اتاری۔ یہ ان کے دلوں کی سختی کا بیان ہے۔ کیونکہ افتراء علی اللہ سے بڑھ کر اور کوئی سختی ہو سکتی ہے۔ اور اس کی وحی کو تبدیل کرنے سے بڑھ کر اور کیا سختی ہو سکتی ہے۔ وَنَسُوا حَظًّا (وہ بہت بڑا حصہ اور پورا حصہ بھول گئے) مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ (ان نصائح کا جس کی ان کو نصیحت کی گئی تھی) یعنی تورات سے ان کا اعراض اور ترک درحقیقت بڑے نصیب سے غفلت کرنا ہے یا ان کے دل سخت ہو گئے اور بگڑ گئے پس انہوں نے تورات کو بدل ڈالا اور اپنے حافظہ سے اس کی بہت سی چیزوں سے پھسل گئے۔

گناہ سے علم بھولتا ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بھی تو آدمی علم کا کچھ حصہ گناہ کی وجہ سے بھولتا ہے۔ اور پھر آپ نے دلیل و استشہاد کے لئے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ انہوں نے اپنے نفسوں کا حصہ بھلا دیا۔ جس کا ان کو حکم دیا گیا تھا۔ کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور ان کی صفات کی جو وضاحت کی گئی تھی اس کو بھلا دیا۔

وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَى خَائِنَةٍ مِنْهُمْ (اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کی کسی نہ کسی خیانت پر اطلاع پاتے رہیں گے) گویا یہ ان کی عادت ثانیہ ہے۔ جس پر ان کے سلف گزرے۔ کہ وہ انبیاء علیہم السلام سے خیانت کرتے تھے۔ اور یہ آپ سے خیانت کرتے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اچانک حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔ عَلٰی خَائِنَةٍ سے خیانت مراد ہے۔ خائنة بمعنی خیانة ہے یا مراد ایسا فعل جو خیانت والا ہو۔ یا ایسا نفس جو خیانت والا ہو۔ یا ایسا گروہ جو خیانت والا ہو۔ محاورہ ہے رجل خائنة۔ جیسا کہ رجل راوۃ للشعر کہتے ہیں گویا تا مبالغہ کی ہے، تانیث کی نہیں ہے۔ اِلَّا قَلِيْلًا مِنْهُمْ (مگر تھوڑے ان میں سے) اور وہ وہی لوگ ہیں جو ان میں سے ایمان لے آئے۔ فَاعْفُ عَنْهُمْ (آپ ان کو معاف کریں) اس میں ان کی مخالفت پر ابھارا گیا ہے۔ یا ان میں سے جو مؤمن ہیں ان سے درگزر فرمائیں اور ان سے جو کچھ ہوا اس پر مواخذہ نہ فرمائیں۔ وَاصْفَحْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (اور ان سے درگزر فرمائیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ مخلصوں کو پسند کرتے ہیں)

وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرَىٰ أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا

اور جن لوگوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں ان سے ہم نے پختہ عہد لیا سو وہ اس چیز کا بڑا حصہ بھول گئے

مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ ۖ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ

جس کے ذریعہ ان کو نصیحت کی گئی سو ہم نے قیامت کے دن تک ان کے درمیان دشمنی اور بغض کو

يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿۱۵﴾

ڈال دیا اور عنقریب اللہ انہیں بتلا دیگا جو کام وہ کیا کرتے تھے،

تفسیر آیت ۱۵:

وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرَىٰ أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ (اور بعض نصاریٰ نے کہا کہ بیشک ہم نصاریٰ ہیں ہم نے ان سے پختہ عہد لیا) یہاں من، اخذنا کے متعلق ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اخذنا من الذين قالوا انا نصارى ميثاقهم۔ ميثاق سے مراد ایمان باللہ والرسول اور افعال خیر کا عہد ہے۔ جار مجرور کو فعل سے مقدم کیا گیا ہے اور اس طرح نہیں فرمایا من النصارى کیونکہ انہوں نے یہ نام اللہ تعالیٰ کی مدد کے دعوے دار بن کر لیا تھا۔ اور یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نحن انصار اللہ کہا تھا پھر انہوں نے بعد میں اختلاف کیا اور یعقوبیہ، نسطوریہ اور ملکانیہ۔ شیطان کے نصاریٰ بن گئے۔ فَتَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ (پس انہوں نے نصیحت کو جو انہیں کی گئی تھی بھلا دیا) فَأَغْرَيْنَا (پس ہم نے چمٹا دی لازم کردی) یہ غری بالشی سے بنایا گیا ہے جس کا معنی لازم کرنا۔ اور چمٹانا آتا ہے۔ اور الغری اسی سے ہے۔ جو چمٹ جائے۔ بَيْنَهُمْ سے مراد نصاریٰ کے وہ فرقے جو باہمی اختلاف کرنے والے تھے۔ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (ان کے درمیان بغض اور عداوت قیامت کے دن تک) ان کی خواہشات کے مختلف ہونے کی وجہ سے وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ (عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو متنبہ کرے گا۔ ان کے ان اعمال کے متعلق جو کچھ وہ کرتے تھے) یعنی قیامت کے دن ان کو بدلہ و سزا دے کر مطلع کرے گا جو وہ کرتے تھے۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ

اے اہل کتاب تحقیق آیا تمہارے پاس ہمارا رسول جو تم سے بہت سی ان چیزوں کو بیان کرتا ہے جن کو

تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ

تم اللہ کی کتاب میں سے چھپاتے تھے اور بہت سی چیزوں سے درگزر کرتا ہے، بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور

اللَّهُ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ۝ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ بِرِضْوَانِهِ

اور ایک ایسی کتاب آئی ہے جو واضح بیان کرنے والی ہے، اللہ اس کے ذریعہ ان لوگوں کو سلامتی کے راستے بتاتا ہے جو اس کی رضا مندی

سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ

کی طلب میں لگے رہتے ہیں اور ان کو اپنے حکم سے اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے اور انہیں سیدھے

إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ

راستہ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ البتہ تحقیق انہوں نے کفر کیا جنہوں نے یوں کہا کہ بیشک اللہ مسیح

ابْنُ مَرْيَمَ طَقُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ

ابن مریم ہے، آپ فرما دیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم اور ان کی والدہ کو اور جو کچھ بھی

الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَامَّةٌ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ

زمین میں ہے ان سب کو ہلاک فرمانے کا ارادہ فرمائے تو کون ہے جو انہیں اللہ سے بچا سکے اور اللہ ہی کے لیے ہے ملک آسمانوں کا

وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

اور زمینوں کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے وہ پیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

آیت ۱۵: يَا أَهْلَ الْكِتَابِ (اے اہل کتاب) یہ یہود و نصاریٰ کو خطاب ہے۔ اور الکتاب جنس ہے اس لیے واحد لائے۔ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا (تحقیق آیا تمہارے پاس ہمارے رسول) سول سے مراد محمد ﷺ ہیں یُسَبِّحُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ (وہ کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تمہارے سامنے وہ بہت سی باتیں جو تم کتاب میں سے چھپاتے تھے) جیسے رسول اللہ ﷺ کی صفات اور حکم رجم وغیرہ۔ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ (اور وہ بہت سے امور سے اعراض کر لیتا ہے) ان میں سے جن کو تم چھپا لیتے ہو۔ وہ بیان نہیں کرتے یا تم میں سے بہت سے لوگوں سے درگزر کرتے ہیں مواخذہ نہیں کرتے۔

نور کی مراد:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ (تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشنی اور واضح کتاب آئی) نور سے مراد قرآن مجید ہے کیونکہ وہ شرک و شک کی ظلمتوں کو کھولتا ہے۔ جو حق لوگوں پر مخفی تھا اس کو واضح کرتا ہے۔ یا اس لئے نور کہا کہ اس کا معجزہ ہونا ظاہر ہے۔ یا نور سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں۔ کیونکہ ہدایت آپ ﷺ سے حاصل کی جاتی ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر آپ کو سراج فرمایا گیا۔

سبل سلام کیا ہے؟

آیت ۱۶: يَهْدِي بِهِ اللَّهُ (اللہ تعالیٰ اس قرآن سے راہنمائی فرماتے ہیں) مَنْ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ (جنہوں نے اس کی رضا مندی کی اتباع کی) جو ان میں سے ایمان لائے۔ سَبُلَ السَّلَامِ (سلامتی کے راستوں کی طرف) اور عذاب الہی سے بچانے والے راستوں کی طرف۔ یا اللہ تعالیٰ کے راستوں کی طرف۔ اس صورت میں السلام اللہ تعالیٰ کا اسم صفت ہے۔

پس السلام سے مراد سلامتی یا اللہ تعالیٰ۔ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ (اور ان کو وہ اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتے ہیں) یعنی کفر کے اندھیروں سے نور اسلام کی طرف۔ بِإِذْنِهِ (اپنے حکم) یعنی ارادہ و توفیق سے۔ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (ان کی راہنمائی صراط مستقیم کی طرف کرتے ہیں)

مذہب نصاریٰ

آیت ۷۱: لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ (جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ عیسیٰ بن مریم اللہ ہیں وہ بے شک کافر ہیں) اس کا مطلب یہ ہے کہ بات کو پختہ کیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ وہی مسیح ہے نہ کہ کوئی دوسرا، ایسا کہنے والے پکے کافر ہو گئے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ نصاریٰ میں ایک فرقہ ایسا تھا جو ایسا کہتے تھے۔ یا یہ کہ ان کا مذہب اس حد تک پہنچا دیتا ہے جہاں انہوں نے اعتقاد کیا۔ کہ وہ (مسیح) پیدا کرتے، زندہ کرتے اور مارتے ہیں (اس سے خود لازم آتا ہے کہ جب وہ مسیح میں خدائی صفات مانتے ہیں تو گویا خود ان کو خدا مانتے ہیں۔ خواہ زبان سے نہ کہیں) قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا (ان سے) کہہ دو اگر ایسا ہے تو یہ بتلاؤ کہ کون شخص ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ان کو ذرا بھی بچا سکے (یعنی کون اس کی قدرت اور مشیت سے ذرہ بھر بھی روک سکتا ہے۔) (یعنی کوئی روک نہیں سکتا۔)

حادث لقب ربوبیت کا مستحق نہیں:

إِنْ أَرَادَ أَنْ يَهْلِكَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (اگر اللہ تعالیٰ حضرت مسیح ابن مریم کو اور ان کی والدہ کو اور جتنے زمین میں ہیں ان سب کو ہلاک کرنا چاہیں) یعنی اگر وہ ہلاک کرنے کا ارادہ فرمائیں کہ جس مسیح اور اس کی والدہ کو وہ الہ کہتے ہیں مطلب یہ ہوا کہ مسیح ایک مخلوق بندہ ہے دوسرے بندوں کی طرح۔ آیت میں وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا کا مسیح اور اُمہ پر عطف یہ ظاہر کرنے کی خاطر ہے کہ یہ دونوں ان کی جنس سے ہیں۔ ان کے اور ان کے مابین کچھ فرق نہیں۔ معنی یہ ہے کہ

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ ۖ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ ۖ بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ۖ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ

اور یہود و نصاریٰ نے کہا کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے پیارے ہیں آپ فرما دیجئے کہ پھر وہ تمہیں

وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۖ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ

تمہارے گناہوں کے سبب کیوں عذاب دے گا؟ بلکہ تم اس کی مخلوق میں سے بشر ہو وہ بخشے گا جس کو چاہے

وَالِيهِ الْمَصِيرُ ۝۱۸ يٰٓأَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ

اور عذاب دے گا جس کو چاہے، اور اللہ ہی کا ملک ہے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے

عَلَىٰ فِتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ أَنْ تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِن بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ ۚ

اور اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے، اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارا رسول آیا ہے جو ایسے وقت میں تمہارے لیے بیان کرتا ہے

فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ ۖ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۱۹

جبکہ رسولوں کا سلسلہ موقوف تھا تاکہ تم یوں نہ کہو کہ ہمارے پاس کوئی بشارت دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا،

سو تمہارے پاس بشارت دینے والا اور ڈرانے والا آ گیا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

جس میں امومیت والا رحم جس کو اپنے اندر رکھنے والا ہو۔ اس سے نقص بشریت کیسے جدا ہو سکتا ہے؟ اور جس پر حدوث کے شواہد روشن ہوں وہ ربوبیت کے لقب کا کب حق دار ہے۔ اور اگر وہ تمام موجودات سے صفت بقاء کو چھین لے تو اس کی حمدیت میں ذرہ بھر بھی نقص نہیں آئے گا۔ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ (اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے خاص ہے حکومت آسمانوں پر اور زمین پر اور جتنی چیزیں ان دونوں کے درمیان ہیں اور وہ جس چیز کو چاہیں پیدا کر دیں) یعنی مذکر بنائے یا مؤنث اور وہ تو مؤنث سے بغیر مرد کے پیدا کرتا ہے۔ جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بنایا۔ اور مذکر سے بغیر مؤنث کے پیدا کرتا ہے۔ جیسا کہ حوا علیہا السلام کو آدم علیہ السلام سے بنایا۔ اور بغیر مذکر اور مؤنث سے بناتا ہے جیسا کہ آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ یا جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جیسا کہ پرندوں کو بطور معجزہ عیسیٰ کے ہاتھ سے پیدا فرمایا۔ اس پر کوئی اعتراض کی مجال نہیں۔ کیوں کہ وہ جو چاہے کر گزرنے والا ہے۔ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں)

آیت ۱۸: وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ (کہا یہود اور نصاریٰ نے ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں) یعنی اس کے ہاں اسی طرح معزز ہیں جیسے بیٹا باپ کے ہاں یا اللہ تعالیٰ کے بیٹوں مسیح و عزیر کے حمایتی ہیں۔ جیسا کہ

عبداللہ بن زبیر ابو خبیب کے پیروکاروں کو الخبیبیون کہا جاتا ہے۔ اور جیسا کہ میلہ کذاب کا گروپ کہتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ابناء ہیں اور بادشاہ کے اقارب اور خدام کہا کرتے ہیں کہ: نحن ابناء الملوك۔

یا مضاف محذوف ہے نحن ابناء رسل اللہ۔ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ (کہہ دیں کہ پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں کے بدلے سزا کیوں دیتے ہیں) یعنی اگر یہ صحیح ہے کہ تم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہو تو پھر تمہارے گناہوں کی پاداش میں تمہیں مسخ اور کچھ دنوں آگ کا عذاب بقول تمہارے کیوں دیا جائے گا۔ کیا باپ اپنے بیٹے کو مسخ کرتا ہے؟ کیا والد اپنے بیٹے کو آگ کا عذاب دیتا ہے۔ پھر ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا۔ بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِّثْلُ خَلْقٍ (بلکہ تم دوسرے آدمیوں کی طرح آدمی ہو) اس کی جملہ مخلوقات میں سے۔ نہ یہ کہ تم اس کے بیٹے ہو۔

يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ (وہ جس کو چاہیں گے بخش دیں گے) جو کہ کفر سے تائب ہو جائے گا۔ محض اپنے فضل سے۔ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ (اور جس کو چاہیں گے عذاب دیں گے) جو کہ کفر پر مر گیا۔ بطور عدل کے وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَاللّٰهُ الْمَصِيْرُ (اور اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اس کے مابین ہے۔ اور اسی ہی کی طرف لوٹنا ہے) اس میں متنبہ کر دیا کہ مسیح عبد ہیں کیونکہ مملوک اور بیٹا ہونا باہم منافی ہے۔ (بیٹا مملوک نہیں ہو سکتا)

فترت رسل کا زمانہ:

آیت ۱۹: يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا (اے اہل کتاب تحقیق تمہارے پاس ہمارے رسول آئے) یعنی محمد ﷺ (وہ کھول کھول کر یعنی احکام بیان کرتے ہیں) الشرائع کو ظاہر ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا۔ یا وہ چیز مراد ہے جن کو تم چھپاتے ہو۔ اور اس کو حذف کیا کیونکہ پہلے گزر چکا۔ یا مبین کو مقدر مانا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ وہ تمہارے سامنے اظہار کر رہے ہیں۔ عَلَىٰ فِتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ (انقطاع رسل کے زمانہ میں) یہ جاء کم سے متعلق ہے یعنی وہ تمہارے پاس اس وقت میں آئے کہ مدت سے پیغمبر نہ آئے تھے۔ اور وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کے درمیان چھ سو سال کا زمانہ یا پانچ سو ساٹھ سال کا زمانہ ہے۔ اَنْ تَقُوْلُوْا (کہ تم کہو) اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ تم کہو مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ (کہ ہمارے پاس کوئی بشیر و نذیر نہیں آیا) فَقَدْ جَآءَكُمْ (تم میں فمحذوف سے متعلق ہے تقدیر عبارت یہ ہے کہ تعذر و افقد جاء کم بشیر للمؤمنين و نذیر للكافرين۔ تم معذرت کرو کہ تمہارے پاس مؤمنوں کو بشارت اور کافروں کو ڈرانے والے آ گئے۔ اس میں اصل احسان جتلیا کہ ہم نے اس زمانہ میں رسول بنا کر بھیجا جب کہ آثار وحی مٹ چکے تھے۔ اور انسانوں کو جس چیز کی ضرورت ہوگی۔

فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ (سو تمہارے پاس بشیر و نذیر آچکے) تاکہ اس کی طرف بڑھیں اور اس کو ایک عظیم نعمت خیال کریں اور ان پر حجت تمام ہو جائے۔ پس کل وہ یہ عذر پیش نہ کر سکیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف کوئی نبی نہیں بھیجا۔ جو ان کو غفلت سے خبردار کرتا۔ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے) پس وہ محمد ﷺ کو بھی ضرورت کے وقت نبی بنا کر بھیجنے پر قادر ہے۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يُقَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ

”اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! تم اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو اس نے تمہیں

فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا ۖ وَآتَاكُمْ مَا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِّنَ

عطا فرمائی جبکہ اس نے تم میں انبیاء بنائے اور تمہیں بادشاہ بنایا۔ اور تم کو وہ کچھ دیا جو جہانوں میں سے کسی کو

الْعَالَمِينَ ۚ ۝ يُقَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ

نہیں دیا، اے میری قوم! مقدس سر زمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی

لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خِصْرِينَ ۚ ۝ قَالُوا يَمُوسَىٰ

ہے اور پیچھے واپس مت لوٹو ورنہ نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے، وہ کہنے لگے کہ اے موسیٰ!

إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ ۚ وَإِنَّا لَن نَّدْخُلَهَا حَتَّىٰ يَخْرُجُوا مِنْهَا ۚ

یہ واقعی بات ہے کہ اس سر زمین میں بڑے زبردست لوگ ہیں، اور بے شک ہم اس بستی میں ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک لوگ نہ نکل جائیں۔

فَإِن يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنَّا دَاخِلُونَ ۚ ۝ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الَّذِينَ

سو اگر وہ اس سے نکل جائیں تو ہم داخل ہو جائیں گے۔ دو آدمیوں نے کہا جو

يَخَافُونَ أُنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ

ڈرنے والے تھے اللہ نے ان پر انعام فرمایا تھا کہ تم لوگ ان پر دروازے سے داخل ہو جاؤ۔ سو جب تم اس میں داخل ہو گے

فَإِنَّكُمْ غَالِبُونَ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِن كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۚ ۝

تو بلاشبہ تم غلبہ مانے والے ہو گے اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر تم مومن ہو،

آیت ۲۰: وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يُقَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ (اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو کہ اے میری قوم! یاد کرو واللہ کی ان نعمتوں کو جو تم پر کیں۔ جب بنائے تم میں انبیاء) جعل فیکم انبیاء اس لیے فرمایا کیونکہ کسی امت میں اتنے نبی مبعوث نہیں کیے گئے جتنے بنی اسرائیل میں آئے۔

خوشحالی کی نعمت:

وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا (اور تمہیں بادشاہ بنایا) یہ اس لئے فرمایا کہ ان کو فرعون کے بعد اس کے ملک کا مالک بنایا۔ اور جبارہ کے

بعد سرزمین فلسطین کا مالک بنایا۔ اور ان میں کثرت سے بادشاہ ہوئے۔ جیسے انبیاء کثرت سے ہوئے۔ بعض نے کہا کہ الملک سے مراد وسیع مکان والا جس میں جاری پانی ہو۔ بنی اسرائیل کے وسیع مکانات تھے جن میں جاری پانی تھا۔ گویا خوشحالی کے معنی میں ہے۔ بعض نے کہا کہ ملک وہ ہے جس کے پاس مکان ہو۔ اور خدام ہوں کیونکہ یہ خود قبٹیوں کے ہاں غلامانہ زندگی گزارتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے نجات دی۔ تو نجات دینے کو ہی مَلِک فرمایا۔ وَأَتَّكُم مَّا لَمْ يُوْتِ أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ (اور تمہیں وہ کچھ دیا جو جہان والوں میں سے کسی کو نہیں دیا) جیسے سمندر پھاڑا۔ دشمن کو ڈبویا۔ من وسلوی اتارا۔ بادلوں سے سایہ کیا۔ وغیرہ اس طرح کے بڑے بڑے کام یا مراد اس زمانہ کے لوگ ہیں۔ گویا الف لام کا عوض حذف ہے۔

قدس وشام کی سرزمین میں داخلے کا حکم:

آیت ۲۱: يَقُومُ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ (اے میری قوم اس متبرک ملک میں داخل ہو) المقدسہ سے مراد پاکیزہ یا مبارک اور وہ سرزمین بیت المقدس وشام ہے۔ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ (کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے حصہ میں لکھ دیا ہے) کَتَبَ کا معنی ہے قسمت میں کر دیا۔ یا تمہارے نام لگا دیا۔ یا لوح محفوظ میں لکھ دیا۔ کہ وہ تمہارا مسکن بنے گی۔

وَلَا تَرْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِكُمْ (اور تم اپنی پشت پھیر کر مت لوٹو شکست کھا کر) جبارہ کے خوف سے بزدلی اختیار کر کے یا اپنے دین میں پشت پھیر کر مت لوٹو (یعنی دین کے احکام کی خلاف ورزی نہ کرو)۔ فَتَنَقَّلُوا خَاسِرِينَ (اگر تم لوٹو گے تو پھر دنیا و آخرت کے ثواب سے ناامداد ہو کر لوٹو گے)

بزدلی کی انتہاء:

آیت ۲۲: قَالُوا يَمُوسَىٰ إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ (کہنے لگے اے موسیٰ وہاں تو بڑے بڑے زبردست آدمی ہیں) الْجَبَّارِ یہ فعال کے وزن پر ہے۔ یہ جبرہ علی الامر سے لیا گیا ہے۔ جس کا معنی اجبرہ علیہ ہے مجبور کرنا۔ جبار اس سرکش کو کہتے ہیں۔ جو لوگوں کو اپنی مرضی پر مجبور کرے۔

وَإِنَّا لَنَدْخُلُهَا (ہم اس میں ہرگز قتال سے داخل نہ ہونگے)
حَتَّىٰ يَخْرُجُوا مِنْهَا (یہاں تک کہ وہ بغیر لڑائی کے نکل نہ جائیں)
فَإِن يَخْرُجُوا مِنْهَا (پس اگر وہ اس سے بلا قتال نکل گئے)
فَإِنَّا دَاخِلُونَ (تو ہم پھر اس علاقہ میں داخل ہونگے)

آیت ۲۳: قَالَ رَجُلَانِ (ان دو شخصوں نے کہا) رجلان سے مراد کالب اور یوشع ہیں۔ مِنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ (ان لوگوں میں سے جو اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف رکھتے تھے) گویا اس طرح کہا کہ دوستی مردوں نے کہا۔

يَخْرُجُونَ: یہ محل رفع میں رجلان کی صفت ہے اس طرح انعم اللہ علیہما بھی۔

قَالُوا يَمُوسَىٰ إِنَّا لَنُ نَدْخُلُهَا أَبَدًا مَّا دَامُوا فِيهَا فَاذْهَبْ أَنْتَ

وہ کہنے لگے کہ اے موسیٰ ہم ہرگز کبھی بھی اس میں داخل نہ ہوں گے جب تک کہ وہ لوگ اس میں موجود ہیں لہذا تو اور تیرا رب

وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ ﴿٢٤﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا

دونوں جائیں پھر دونوں جنگ کر لیں بے شک ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ موسیٰ نے کہا کہ اے میرے رب! بے شک میرے بس میں صرف

نَفْسِي وَآخِي فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿٢٥﴾ قَالَ فَإِنَّهَا

میری جان اور میرا بھائی ہے، لہذا ہمارے اور فاسق قوم کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا سو یہ سرزمین

مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ فَلَا تَأْسَ

ان لوگوں پر چالیس سال تک حرام رہے گی۔ زمین میں حیران پھرتے رہیں گے سو آپ

عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿٢٦﴾

نافرمان قوم پر رنج نہ کیجئے۔

غلبے کا وعدہ:

أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمَا (جن پر اللہ تعالیٰ نے (اپنے سے ڈرنے کا) انعام فرمایا تھا۔ اَدْخُلُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ (تم ان کے شہر کے دروازہ میں داخل ہو جاؤ) فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ فَإِنَّكُمْ عَلَيْهِمْ غَالِبُونَ (جو نہیں تم اس میں داخل ہو گے تم غالب آ جاؤ گے) اور وہ شکست کھا جائیں گے۔ اور غلبہ تمہیں حاصل ہو جائے گا۔ یہ بات انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے اطلاع دینے سے معلوم کی۔ وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِنَّ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (اور اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرو اگر تم مؤمن ہو) اس لئے کہ اس پر ایمان اس پر توکل کا تقاضا کرتا ہے۔ توکل کی حقیقت علائق دنیوی کو قطع کرنا۔ اور مخلوقات سے تعلق کا توڑنا اور اللہ تعالیٰ سے جوڑنا۔

جہاد سے پس و پیش:

آیت ۲۴: قَالُوا يَمُوسَىٰ إِنَّا لَنُ نَدْخُلُهَا (انہوں نے کہا کہ اے موسیٰ ہم ہرگز داخل نہ ہوں گے) یہ تاکید انداز سے مستقبل میں داخل ہونے کی نفی ہے۔ أَبَدًا (ہمیشہ) یہ لفظ لا کر نفی مؤکد کو طویل زمانے سے معلق کیا گیا۔ مَّا دَامُوا فِيهَا (جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں) یہ ابد کا بیان ہے۔ فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ (پس تو اور تیرا رب جائے) علماء کی ایک جماعت نے اس کا ظاہری معنی مراد لیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ انہوں نے کفر کا ارتکاب کیا۔ مگر ایسا نہیں کیونکہ بطور اعتقاد یہ بات ہوتی تو وہ کفر کرتے۔ تو موسیٰ علیہ السلام ان سے جہاد کرتے۔ کیونکہ اس وقت جبارین کی بنسبت یہ جہاد کئے جانے کے زیادہ حقدار تھے۔ مگر اس میں بہتر بات یہ

ہے کہ کہا جائے کہ تم جاؤ اور تمہارا رب اور وہ لڑائی میں تمہاری امداد فرمائے۔ یاربک سے مراد یعنی ہارون آپ کے بڑے بھائی مراد ہیں۔ یا اس سے حقیقتہً جانا مراد نہیں بلکہ یہ محاورۃً ایسی بات ہے جیسے کہتے ہیں کَلَّمْتُهُ فذہب یجیبنی میں نے اس سے بات کی وہ مجھے جواب دینے لگا۔ یعنی جواب کا ارادہ کیا۔ گویا انہوں نے کہا کہ تم دونوں ان سے قتال کا ارادہ کرو۔ فَقَاتِلَا اِنَّا هُنَا قٰعِدُوْنَ (پس لڑو تم دونوں ہم یہیں بیٹھے رہیں گے) قاعدون کا معنی ٹھہرنے والے ہیں تمہارے دین کی مدد میں ہم ان سے نہ لڑیں گے۔ جب انہوں نے نافرمانی اور مخالفت کی۔

غم و شکوہ کا اظہار:

آیت ۲۵: قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَا اَمْلِکُ (کہا اے میرے رب میں اختیار نہیں رکھتا) تیرے دین کی مدد کے لئے اِلَّا نَفْسِیْ وَاٰخِیْ (مگر اپنے اوپر اور بھائی پر) نَحْوُ: انہی کا عطف نفسی پر ہو تو یہ معنی ہے مجھے اپنے نفس پر اور بھائی پر قابو ہے یا ان کے اسم پر عطف ہو تو یہ معنی ہوگا۔ میں اختیار نہیں رکھتا مگر اپنے نفس پر اور میرا بھائی بھی اختیار نہیں رکھتا مگر اپنے نفس پر۔ یا یہ مرفوع ہے جبکہ اس کا عطف ان اور اس کے اسم دونوں کے محل پر ہو۔ یا لا املک کی ضمیر پر اس کا عطف ہو اور فصل کے لیے یہ درست ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی ولا یملک اخی الا نفسه اور میرا بھائی بھی مالک نہیں مگر اپنے نفس کا یا یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی و اخی کذا لک۔ میں اپنے اوپر قابو رکھتا ہوں اور میرا بھائی بھی اسی طرح ہے۔ یہ درحقیقت غم اور شکوہ ہے۔ جو بارگاہ الہی میں پیش کیا گیا ہے اور رقت قلب ہے تاکہ رحمت الہی کو جوش آئے۔ اور مدد خداوندی کا نزول ہو۔ گویا کہ ان دونوں آدمیوں پر کامل وثوق نہیں فرمایا اور فقط نبی معصوم کا ہی تذکرہ فرمایا۔ یا پھر مراد یہ ہے کہ میں اور جو دین کے سلسلے میں مجھ سے مواخات رکھنے والا ہے۔

فَاَفْرِقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ (ہمارے اور اس نافرمان قوم کے درمیان جدائی ڈال دے) اور ان کے بارے میں وہ فیصلہ فرما جس کے وہ اہل ہیں۔ یہ ان کے متعلق بددعا کے مفہوم میں ہے یا ہمارے اور ان کے درمیان دوری پیدا کر دے اور ان کی معیت سے نجات عنایت فرما۔ جیسا دوسری آیت میں ہے: وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ [التحریم: ۱۱]

آیت ۲۶: قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَیْہُمْ (فرمایا وہ ان پر حرام کر دی گئی) ہا کی ضمیر سے الارض المقدسہ مراد ہے۔ محرمۃ کا مطلب روک دینا ہے۔ کہ وہ اس میں داخل نہ ہو سکیں گے۔ یہ حرمت تعبدی نہیں جیسا دوسری آیت میں ہے: وَحَرَّمْنَا عَلَیْہِ الْمَرٰضِعَ [القصص: ۱۲]

ایک اعتراض:

پچھلی آیات میں کتب اللہ لکم فرمایا۔ اور یہاں محرمۃ فرمادیا۔

جواب: کتب اللہ کا معنی وہ سرزمین تمہارے لیے لکھ دی۔ اس شرط سے کہ تم وہاں کے رہنے والوں سے جہاد کرو۔ جب انہوں نے جہاد سے انکار کر دیا تو فرمایا فانہا محرمة علیہم کہ وہ ان پر حرام کر دی گئی یہ حرمت چالیس سال کے لیے تھی۔ جب چالیس سال گزر گئے تو جو لکھا تھا وہ ہو کر رہا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بقیہ بنی اسرائیل کو لے کر چلے۔ یوشع بن نون مقدمۃ الجیش پر افسر تھے۔ اور اس کو فتح کر لیا اور وہیں مقیم رہے۔ جتنا اللہ نے چاہا پھر آپ وفات پا گئے۔ اَرْبَعِينَ سَنَةً (چالیس برس) اربعین، محرمة کا ظرف ہے۔ اور سنہ پر وقف ہے۔ یا یہ یتیموں کا ظرف ہے اور وقف علیہم پر ہے۔

فاسق قابل افسوس نہیں:

تقدیر عبارت یہ ہے: یسیرون فیہا متحیرین لا یہتدون طریقاً اربعین سنۃ۔ کہ وہ حیران و پریشان چلتے رہیں گے۔ یَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ (وہ حیران و پریشان چلتے رہیں گے زمین میں) اس سے نکلنے کا راستہ چالیس سال تک نہیں پائیں گے۔ یہ قید کی سزا ان کو اس لیے دی گئی کہ وہ جہاد سے رکے۔ تو ان کو اس جنگل میں روک دیا گیا۔ تیز چلنے کے باوجود صبح کو جہاں سے چلتے شام کو وہیں ہوتے۔ اور شام کو جہاں سے چلتے صبح کو وہیں ہوتے۔ یہ چھ فرسخ کا علاقہ تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اس بددعا سے پریشان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے تسلی دی فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ (ان فاسقوں پر افسوس مت کرو) کیونکہ یہ فاسق ہیں۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام ان کے ساتھ تھے میں نہیں رہے۔ کیونکہ تہ کی رہائش تو ایک سزا تھی۔ اور موسیٰ علیہ السلام اپنے رب تعالیٰ سے ان سے نجات مانگ چکے تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام ان کے ساتھ رہے مگر وہ ان کے لیے باعث راحت تھا۔ اور باعث سلامتی تھا۔ حضرت ہارون علیہ السلام تہ میں وفات پا گئے اور ان کے ایک سال بعد موسیٰ علیہ السلام نے بھی وفات پائی۔ اور کالب اور یوشع علیہما السلام کے علاوہ تمام نقباء بھی تہ میں وفات پا گئے۔

وقف لازم

وَائْتِلْ عَلَيْهِم نَبَأَ ابْنِ آدَمَ بِالْحَقِّ ۖ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقْبِلَ مِنْ

اور آپ ان کو آدم کے دو بیٹوں کا قصہ صحیح طور پر پڑھ کر سنائیے جبکہ ان دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی، سو ان میں سے ایک کی نیاز

أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخِرِ ۖ قَالَ لَا قُتْلَكَ ۖ قَالَ إِنَّمَا

قبول کر لی گئی اور دوسرے کی نیاز قبول نہ کی گئی، اس نے کہا کہ میں تجھے ضرور بالضرور قتل کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ

يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ۖ لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَىٰ يَدِكَ لِتَقْتُلَنِي

اللہ صرف تقویٰ والوں سے قبول فرماتا ہے، یہ یقینی بات ہے کہ اگر تو نے میرے قتل کرنے کے لیے میری طرف ہاتھ بڑھایا

مَا أَنَا بِبَاسٍ يَدِي إِلَيْكَ لَا قُتْلَكَ ۚ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ

تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے تیری طرف اپنا ہاتھ بڑھانے والا نہیں ہوں گا۔ بیشک میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سب جہانوں کا

الْعَالَمِينَ ۖ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَبُوءَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ

پروردگار ہے، بلاشبہ میں چاہتا ہوں کہ تو میرے گناہ اور اپنے گناہ اپنے سر دھر لے پھر تو دوزخ والوں میں

أَصْحَابِ النَّارِ ۚ وَذَلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ۖ فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ

سے ہو جائے اور یہ ظالموں کی سزا ہے۔ سو اس کے نفس نے اسے اپنے بھائی کے قتل پر

قَتَلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۖ فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ

آبادہ کر لیا سو اس نے اسے قتل کر دیا، جس کی وجہ سے وہ نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہو گیا۔ پھر اللہ نے ایک کوا

فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَةَ أَخِيهِ ۖ قَالَ يُوَيْلَتِي أَعَجَزْتُ أَنْ

بھیجا وہ زمین کو کرید رہا تھا تاکہ وہ اسے دکھا دے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو کیسے چھپائے۔ کہنے لگا افسوس میری حالت پر! کیا میں اس سے عاجز ہو گیا

أَكُونَنَّ مِثْلَ هَٰذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِي سَوْءَةَ أَخِي ۖ فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ ۚ

کہ اس کوے کی طرح ہو جاؤں سو اپنے بھائی کی لاش کو چھپا دوں۔ پھر وہ پچھتانے والوں میں سے ہو گیا۔

منہیل وقابیل کا واقعہ:

آیت ۲۷: پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حکم فرمایا کہ اپنے حاسدین کو وہ واقعہ سناؤ جو حسد کی وجہ سے پیش آیا۔ تاکہ وہ حسد کو چھوڑ دیں۔ اور آپ پر ایمان لے آئیں۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ (آپ ان اہل کتاب کو پڑھ کر سنائیں)

نَبَا ابْنِ آدَمَ (آدم کے دو صلیبی بیٹے ہابیل وقابیل کا) یا وہ بنی اسرائیل کے دو آدمی تھے۔

بِالْحَقِّ (ایسی اطلاع جو حق سے ملی ہوئی ہے) اور پہلی کتب کے بالکل موافق ہے۔ یا ایسی تلاوت جو حق و صحت سے ملی ہوئی ہے۔ یا آپ ان کو پڑھ کر سنائیں کہ آپ حق بیان کرنے والے سچے ہیں۔ اِذْ قَرَّبَا يَهُ نَبَا کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی قصتھما و حدیثھما فی ذالک الوقت۔ یعنی ان دونوں کا قصہ اور بات جو اس وقت میں پیش آئی یا نبأ سے بدل ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اتل علیہم النبأ نبأ ذالک الوقت۔ آپ ان پر پڑھیں واقعہ یعنی اس وقت کا واقعہ گویا اس صورت میں مضاف محذوف ہے۔ قُرْبَانًا ایسی قربانی یا صدقہ جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے۔ کہا جاتا ہے قرب صدقة و تقرب بها کہ اس صدقہ سے تقرب حاصل کیا۔ کیونکہ تقرب کا باب قرب کا مطاوع بن کر آتا ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ جب ان میں سے ہر ایک نے اپنی قربانی سے تقرب حاصل کیا۔ اس کی دلیل آیت کا اگلا حصہ فَتَقَبَّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا ان دونوں میں سے ایک کی قربانی قبول کر لی گئی) اور وہ ہابیل تھا۔ وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ (اور دوسرے کی قبول نہ کی گئی) اور وہ قابیل تھا۔ روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے ساتھ پیدا ہونے والی بچی سے شادی کر لے۔ قابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی خوبصورت تھی۔ اس کا نام آقلیما تھا۔ اس پر اس کے بھائی نے اس لڑکی کے سلسلہ میں حسد کیا۔ اور ناراض ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان دونوں کو فرمایا کہ تم دونوں قربانی پیش کرو۔ جس کی قربانی قبول ہوگی اسی سے اس کی شادی کر دی جائے گی۔ ہابیل کی قربانی قبول ہوئی کہ آگ نے اتر کر اس کو جلا دیا۔ اس پر قابیل کا حسد اور بھڑک اٹھا اور ناراضگی زیادہ ہوئی پس ہابیل کو قتل کرنے کی دھمکی دی۔

قَالَ لَا قُتِلَنَّكَ (اس نے ہابیل کو کہا کہ میں تمہیں قتل کر دوں گا)

قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ (اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ متقین سے قبول کرتے ہیں) تقدیر عبارت یہ ہے کہ ہابیل نے اسے کہا تو مجھے قتل کیوں کرتا ہے۔ اس نے کہا کہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے تیری قربانی کو قبول کیا ہے۔ اور میری قربانی قبول نہیں کی۔ اس پر اس نے کہا انما يتقبل الله من المتقين کہ اللہ تعالیٰ اپنے سے ڈرنے والوں کی قربانی قبول کرتے ہیں۔ اور تو غیر متقی ہے۔ اور یہ تیرے نفس کے قصور سے ہے۔ کہ اس نے تقویٰ کے لباس کو اتار پھینکا ہے۔ اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔

ایک لطیفہ:

حضرت عامر بن عبد اللہ کی وفات کا وقت آیا تو وہ رونے لگے ان کو کہا گیا کہ تم کیوں رو رہے ہو۔ اور آپ تو بڑی فضیلتوں والے ہیں۔ فرمانے لگے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول سنا ہے انما يتقبل الله من المتقين۔ (معلوم نہیں کہ ہم ان میں سے ہیں یا نہیں)

آیت ۲۸: لَئِنْ بَسَطْتَ (اگر تو نے دراز کیا) اِلَیَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا اَنَا بِبَاسٍ يَدِ الْاِلٰهِ (اپنا ہاتھ میری طرف تاکہ تو مجھے قتل کرے تو میں اپنا ہاتھ پھیلانے والا نہیں تیری طرف) قراءت: مدنی ابو عمرو اور حفص نے یَدِ پڑھا ہے۔

ہانبل کو بے خبری میں قتل کیا گیا:

لَا قُتْلَكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ (تاکہ میں تجھے قتل کروں میں بیشک اللہ رب العالمین سے ڈرنے والا ہوں) روایت میں ہے کہ وہ قانبل سے زیادہ طاقتور تھے۔ اور زیادہ مضبوط۔ لیکن اپنے بھائی کے قتل کو گناہ سمجھتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے اس کے سامنے ہاتھ نہیں اٹھایا کیونکہ اس زمانہ میں مدافعت جائز و مباح نہ تھی۔ دوسرا قول یہ بھی ہے کہ وہ واجب تھی۔ کیونکہ اس میں اپنے آپ کو خود ہلاک کرنا ہے اور قاتل کے گناہ میں شرکت کرنا ہے۔ البتہ معنی یہ ہے کہ میں ابتداءً تیری طرف اپنے ہاتھ کو دراز کرنے والا نہیں۔ جیسا کہ تو میرے بارے میں ارادہ رکھتا ہے ہانبل ارادہ قتل پر مدافعت کا عزم رکھتے تھے۔ مگر قانبل نے بے خبری میں اچانک حملہ کر کے ان کو قتل کر دیا۔

قراءت: إِنِّي كَوَيْتِي أَخَافُ پڑھا حجازی اور ابو عمرو نے۔

آیت ۲۹: إِنِّي أُرِيدُ (میں چاہتا ہوں) قراءت: مدنی نے إِنِّي پڑھا ہے۔ اَنْ تَبُوءَا تَوَاطُؤًا (یا لوٹے ہائیمی) (میرے قتل کے گناہ کے ساتھ) اگر تو نے مجھے قتل کر دیا وَ اِثْمُكَ (اور اپنے گناہوں کے ساتھ) جس کی بنا پر تیری قربانی قبول نہیں کی گئی۔ اور وہ والد کی نافرمانی، حسد، کینہ ہے قانبل نے اس بات کا ارادہ کیا کیوں کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو مسترد کر کے کفر کیا تھا یا وہ ظالم تھا اور ظالم کی سزا یہ مراد لی جاسکتی ہے۔ فَتَكُونُ مِنَ اَصْحَابِ النَّارِ وَ ذٰلِكَ جَزَاُ الظّٰلِمِيْنَ (تاکہ تو آگ والوں میں سے ہو جائے اور یہی ظالم کی سزا ہے)

آیت ۳۰: (فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ اَخِيهِ) (اس کے نفس نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کیا) طوعت کا معنی آسان کر دیا گنجائش پیدا کر دی یہ طالع له المرتع کہ چراگاہ آسانی سے اس کو میسر آگئی سے بنا ہے۔ فَقَتَلَهُ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ (پس اس نے اس کو قتل کر دیا پس وہ ہو گیا خسارہ پانے والوں میں سے)۔

آیت ۳۱: فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ (اللہ تعالیٰ نے ایک کو ابھیجا کہ وہ اللہ تعالیٰ اس کو دکھائے یا وہ کو اس کو دکھائے) كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَ اَخِيهِ (کہ وہ کس طرح بھائی کی لاش چھپائے) سَوْءَ کا معنی ستر اور وہ چیز جسم میں جس کا کھولنا جائز نہیں۔ روایت میں ہے کہ سب سے پہلا مقتول زمین پر بنی آدم میں یہی تھا۔ جب اس کو قتل کر دیا تو چٹیل میدان میں چھوڑ دیا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس کا کیا کرے۔ پس اس کو خطرہ ہوا کہ اس کو درندے پھاڑ دیں گے۔ پس ایک تھیلے میں ڈال کر اپنی پشت پر ایک سال تک اٹھائے پھرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس سے بدبو پیدا ہوئی۔ اور اس پر درندوں نے ہجوم کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے دو کوئے بھیجے جو لڑ پڑے ایک نے دوسرے کو مار دیا۔ اور اپنی چونچ اور پنجوں سے دوسرے کوئے کے لئے گڑھا کھودا پھر اس کو اس میں ڈال دیا۔ پس اس وقت قانبل کہہ رہا تھا۔

بے وقت شرمندگی:

قَالَ يٰوَيْلَتِي اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيْ (کہنے لگا افسوس میری حالت پر کیا میں اس سے بھی گیا گذرا کہ اس کوئے ہی کے برابر ہوتا اور چھپا دیتا) فَاُوَارِيْ کا عطف اکون پر ہے سَوْءَ اَخِيْ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ (اپنے

مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَى بَنِي إِسْرَءِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ

اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جو بھی کوئی شخص کسی شخص کو بلا عوض جان

نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا

کے یا بغیر کسی فساد کے قتل کر دے جو زمین میں ہو تو گویا قتل کرنے والے نے سب لوگوں کو قتل کر دیا، اور جس نے کسی جان کو زندہ رکھا

فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنْ

تو گویا اس نے سب لوگوں کو زندہ کر دیا، اور یہ واقعی بات ہے کہ ان کے پاس ہمارے رسول کھلی ہوئی دلیلیں لے کر آئے پھر اس

كَثِيرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ ﴿٣٢﴾

کے بعد ان میں سے بہت سے لوگ زمین میں زیادتی کرنے والے ہیں۔

بھائی کی لاش کو پس وہ شرمندہ ہونے والوں میں سے ہو گیا) اس کے قتل پر کیونکہ اس کے اٹھائے پھرنے نے اس کو تھکا دیا۔ اور وہ اس کے بارے میں شدید پریشانی میں مبتلا ہوا۔ مگر یہ شرمندگی توبہ کرنے والوں جیسی نہیں تھی۔ یا ندامت فقط ہماری شریعت میں توبہ ہے۔ ان کی شریعت میں نہ تھی۔ یا اس کے اٹھائے رہنے پر شرمندہ ہوا نہ کہ اس کے قتل پر۔ (پس توبہ نہ بنی) اور آیت میں کہ جب اس نے اسے قتل کیا اس کا جسم سیاہ ہو گیا حالانکہ اس کا رنگ سفید تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس سے اس کے بھائی کے متعلق دریافت کیا تو کہنے لگا میں اس کا نگران تو نہ تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ تو نے اسے قتل کر دیا ہے۔ اسی لئے تو تیرا چہرہ سیاہ ہو گیا۔ پس سیاہ لوگ انہی کی اولاد میں سے ہیں۔

مرثیہ آدم علیہ السلام والی روایت من گھڑت ہے:

اور یہ کسی روایت میں نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے کسی شعر میں ہابیل کا مرثیہ کہا ہو۔ جو روایت بیان کی جاتی ہے وہ درست نہیں۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام شعر سے معصوم ہوتے ہیں۔

آیت ۳۲: مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ (اس قتل کی وجہ سے) اجل کا معنی سبب و علت ہے اور ذالک کا مشاڑ الیہ قتل مذکور ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ پہلی آیت سے متصل ہے۔ پس اس صورت میں اس پر وقف کریں گے۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی فاصبح من النادمین لا جل حملہ ولا جل قتله کہ وہ اس کے اٹھانے اور قتل کرنے کی وجہ سے شرمندگی والوں میں سے ہو گیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ جملہ متانفہ ہے۔ اور النادمین پر وقف ہے۔ اور مِنْ کا تعلق کَتَبْنَا سے ہے نادمین سے نہیں ہے۔

بنی اسرائیل کیلئے قانون قصاص:

كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَآءَ يَلْ (ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا) بنی اسرائیل کا خصوصیت سے تذکرہ فرمایا۔ حالانکہ تمام ہی اس میں شریک تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تورات پہلی ایسی کتاب ہے جس میں احکام اتارے گئے۔ اِنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا (کہ جو شخص کسی کو (ناحق) قتل کریگا) انہ کی ضمیر شان ہے۔ اور من شرطیہ ہے۔

بَغِيْرُ نَفْسٍ (بغیر اس کے کہ وہ کسی نفس کو قتل کرے) اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ (یا وہ زمین پر فساد کرے) یہ نفس پر عطف ہے تقدیر عبارت یہ ہے بغیر فساد فی الارض اور زمین میں فساد کے بغیر۔ فساد سے مراد یہاں شرک ہے۔ یا ڈاکہ زنی یا ہر وہ فساد جس کا نتیجہ قتل کو واجب و لازم کر دے۔ فَكَانَ مِمَّا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا (تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کیا) یعنی گناہوں میں تمام لوگوں کو قتل کر دیا۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کیونکہ قاتل نفس کی سزا جہنم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا اس پر غضب ہوتا ہے اور اس کے لئے عذاب عظیم ہے۔ اگر وہ تمام لوگوں کو قتل کر ڈالتا تو اس سے زیادہ نہ ہوتا۔ وَمَنْ اَحْيَاهَا (جس نے ان کو زندہ کیا) یعنی ان کو ہلاکت کے بعض اسباب سے نکالا۔ مثلاً قتل، غرق، جلنا، گرانا یا اور کوئی دیگر وغیرہ۔

ایک کی زندگی سبکی کی زندگی:

فَكَانَ مِمَّا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا (اس نے گویا سب کو زندہ کیا) ایک آدمی کے قتل کو تمام آدمیوں کا قتل قرار دیا گیا۔ اسی طرح زندہ کرنا بھی تمام کا زندہ کرنا قرار دیا۔ یہ ترغیب و ترہیب کے لئے ہے۔ کیونکہ جو شخص ایک آدمی کے قتل پر تعرض کرنے والا ہے اگر وہ تصور کرے کہ اس کا قتل تمام انسانوں کا قتل ہے۔ تو اس پر اس کا قتل گراں ہوگا۔ پس وہ اس سے باز آ جائے گا۔ اسی طرح وہ شخص جو اس کو زندہ کرتا ہے۔ جب اس کے تصور میں یہ ہے اس ایک آدمی کی زندگی تمام انسانوں کی زندگی کے مترادف ہے تو اس کو سلامت رکھنے اور بچانے کے لئے خوب رغبت اختیار کرے گا۔ وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ (اور ان لوگوں کے پاس آچکے ہیں) هُمْ سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔ رُسُلُنَا (ہمارے پیغمبر) قراءت: ابو عمرو نے رُسُلُنَا پڑھا ہے۔ بِالْبَيِّنَاتِ (واضح دلیل کے ساتھ) ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ (پھر اس کے بعد ان میں سے بہت سے لوگ) پھر ان میں سے پہلے سے۔ اس کے بعد کہ جو ہم نے ان پر لکھ دیا۔ یا رسولوں کے دلائل لانے کے بعد فی الارض لِمُسْرِفُوْنَ (اور زمین میں حد سے بڑھنے والے ہیں) قتل میں اس کی عظمت کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ

”جو لوگ اللہ سے اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد کے لیے

فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِّنْ

دوڑتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ ان کو قتل کیا جائے، یا ان کو سولی پر چڑھایا جائے، یا ان کے ہاتھ پاؤں جانب مخالف سے کاٹ

خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا

دیے جائیں یا زمین سے نکال دیئے جائیں یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے

وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝۳۳ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن قَبْلِ أَنْ

اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کر لی اس سے پہلے کہ

تَقْدَرُوا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝۳۴ يَا أَيُّهَا

تم ان پر قدرت پاؤ، سو جان لو کہ بلاشبہ اللہ غفور ہے رحیم ہے۔“ اے

الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي

ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ کا قرب تلاش کرو اور اللہ کی راہ میں

سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝۳۵ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَ أَنَّ لَهُمْ مَّا

جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اگر ان کے پاس وہ

فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ

سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس جیسا اس کے ساتھ اور بھی ہو تاکہ وہ قیامت کے دن کے عذاب سے جان چھڑانے کے لیے

الْقِيَامَةِ مَا تَقْبَلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝۳۶ يُرِيدُونَ أَنْ

دیدیں تو یہ ان سے قبول نہ کیا جائے گا۔ اور ان کے لیے درد ناک عذاب ہے وہ ارادہ کریں گے کہ

يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنْهَا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ۝۳۷

دوزخ سے نکلیں اور وہ اس میں سے نکلنے والے نہیں اور ان کے لیے ہمیشہ باقی رہنے والا عذاب ہے۔“

محاربین کی اقسام اربعہ:

آیت ۳۳: اِنَّمَا جَزَاؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (بے شک ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسول سے محاربہ کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ کے محاربہ سے مراد اولیاء اللہ سے محاربہ ہے۔ حدیث میں ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں من اهان لی ولیاً فقد بارزنی بالمحاربة۔ جس نے میرے کسی دوست کی توہین کی اس نے محاربہ کے لئے مجھے دعوت دی۔ ابن ماجہ ۳۹۸۹ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا (وہ زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں) یعنی وہ فساد کرنے والے ہیں۔ اور فساداً مفعول بہ بھی بن سکتا ہے۔ یعنی وہ فساد کی خاطر زمین میں دوڑ دھوپ کرتے ہیں۔ اور جزاء کی خبر ان یقتلوا ہے۔

یَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا لَا تَقْتُلُوْا مَنْ يَّحْيِيْهِمُ اللّٰهُ لَعَلَّكُمْ يَخْشَوْنَ اللّٰهَ وَنُحْيِيْهِمْ وَلَكُمْ اَجْرٌ مِّنْهُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُوْنَ (یہ کہہ کر ان کو قتل کیا جائے سولی نہ دی جائے۔ اگر انہوں نے صرف قتل کیا ہو۔

اَوْ يُصَلُّوْا) یا ان کو صلیب دی جائے قتل کے ساتھ) اگر انہوں نے قتل بھی کیا اور مال بھی لیا۔ اَوْ تَقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَارْجُلُهُمْ (یا ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جائیں) اگر انہوں نے مال لیا ہو تو مِّنْ خِلَافٍ (مخالف جانب سے) یہ ایدی سے حال ہے یعنی ارجل۔ ایک دوسرے کے الٹ۔ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ (یا ان کو قید کر کے جلاوطن کر دیا جائے) جبکہ انہوں نے فقط ڈرایا دھمکایا ہو) ذٰلِكَ يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ لِمَا يَشَاءُ (ان کے لئے دنیا میں ذلت و رسوائی کا ذریعہ ہیں) وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (اور ان کے لئے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے)

آیت ۳۴: اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ (مگر وہ لوگ جو تمہارے ان پر قابو پانے سے پہلے توبہ کر لیں) تو ان سے یہ حدود ساقط ہو جائیں گی۔ وہ معاملات جو بندوں کے حقوق کے متعلق ہیں۔ فَاَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (پس یقین کر لو کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والے ہیں) ان کی توبہ سے ان کو بخش دیں گے اور رحیم ہیں رحم فرما کر ان کو عذاب نہ دیں گے۔

آیت ۳۵: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو) پس اللہ تعالیٰ کے بندوں کو ایذا نہ پہنچاؤ۔

قرب الہی کا ذریعہ:

وَابْتَغُوا الْوَسِيْلَةَ (اس کی طرف سے وسیلہ تلاش کرو) ہر وہ قرابت عبادت، جس سے قرب حاصل کیا جائے۔ یا وہ وابستگی یا دیگر مرتبہ و درجہ یہ دراصل ان چیزوں کے لئے استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے جو طاعات و ترک منہیات کی قسم سے ہے۔ اور ان سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُوْنَ (اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ)

آیت ۳۶: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا (یقیناً جو لوگ کافر ہیں اگر ان کے پاس تمام دنیا بھر کی چیزیں ہوں) مَّا فِي الْاَرْضِ سے مراد قسم قسم کے احوال۔ وَمِثْلُهٗ مَعَهٗ (اور اس کی مثل اس کے ساتھ اور ہو) اور وہ اس کو خرچ بھی کر ڈالے۔ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ (تا کہ اس کو اپنے نفس کا فدیہ بنائیں)

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءُ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّن

جو چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت ہو سو ان کے کردار کے عوض ان کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہ بطور سزا کے اللہ کی

اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٣٨﴾ فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ

طرف سے ہے اور اللہ غالب ہے، حکمت والا ہے، سو جو شخص اپنے ظلم کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح کر لے

فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ ^ط إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ^(٣٩) أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ

سو بلاشبہ اللہ اس کی توبہ قبول فرما لے گا بے شک اللہ غفور ہے رحیم ہے کیا تجھے معلوم نہیں کہ

اللَّهُ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ

بلاشبہ اللہ کے لیے ہے ملک آسمانوں کا اور زمینوں کا، وہ عذاب دیتا ہے جسے چاہے اور بخشتا ہے جسے

يَسَاءُ ط وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٤٠﴾

چاہے

قیامت کے دن فدیہ کی نفی:

منحو: لو اپنے ساتھ والے سمیت خیران ہے۔ لیفتدوا بہ میں ہضمیر کو واحد لایا گیا ہے۔ حالانکہ یہاں دو چیزوں کا ذکر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ضمیر یہاں اشارہ کے قائم مقام ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ لیفتدوا بذالک اس لئے واحد لانا صحیح ہے۔

مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَا تُقْبَلُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ (روز قیامت کے عذاب سے بچنے کے لئے مگر ان سے قبول نہ کیا جائے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے جس سے کسی طرح ان کے لئے چھوٹنے کا راستہ نہیں)

آیت ۳۷: یُرِيدُونَ (وہ چاہیں گے) یعنی تمنا کریں گے یا مطالبہ کریں گے۔ اَنْ يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ (کہ دوزخ سے نکل آویں اور وہ اس سے کبھی نہ نکلیں گے اور ان کو عذاب دائمی ہوگا) مقیم کا معنی دائمی عذاب۔

چوری کی سزا:

آیت ۳۸: وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ (اور جو مرد چوری کرے اور جو عورت چوری کرے)

نحوہ: یہ دونوں مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع ہیں۔ خبر ان کی محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ فیما یتلی علیکم

السَّارِقِ وَالسَّارِقَةِ فَاقْطِعُوا أَيْدِيَهُمَا (سوان دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو) ایدی بول کر دونوں دائیں ہاتھ مراد ہیں۔ اس کی دلیل قراءت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہے فا اس لئے ہے کہ سابقہ کلام میں شرط کا معنی متضمن تھا۔ کیونکہ مطلب اس طرح ہے والذی سرق والتی سرقت وہ مرد جو چوری کرے اور وہ عورت جو چوری کرے تو ان کے ہاتھ کاٹ دو۔ اسم موصول میں شرط کا معنی پایا جاتا ہے۔ نکتہ: البتہ سارق کہہ کر مرد سے ابتداء کی گئی۔ کیونکہ سرقہ کا تعلق جرأت سے ہے اور وہ مردوں میں زیادہ پائی جاتی ہے اور دوسری آیت میں الزانی کو مؤخر لائے کیونکہ زنا شہوت سے پیش آتا ہے۔ اور شہوت عورتوں میں کثرت سے پائی جاتی ہے ہاتھ کاٹنے میں حکمت یہ ہے کہ وہ سرقہ و چوری کا آلہ ہے ادھر آلہ زنا کے قطع کا حکم نہیں دیا گیا۔ کیونکہ اس سے نسل انسانی کا انقطاع لازم آتا ہے۔ جَزَاءً، بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ (اس کی سزا میں جو کچھ انہوں نے کمایا) جزاء یہ مفعول لہ ہے۔ نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ (سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے) نکالاً یہ جزاء کا بدل ہے وَاللَّهُ عَزِيزٌ (اللہ تعالیٰ غالب ہیں) اس کے فیصلوں میں معارضہ نہیں کیا جاسکتا حَكِيمٌ (وہ حکمت والے ہیں) اس میں جو وہ حکم دیں جیسے چور کے لئے قطعید وغیرہ۔

تائیبین کا ذکر:

آیت ۳۹: فَمَنْ تَابَ (جو شخص توبہ کرے) چوری سے مَنْ بَعْدَ ظُلْمِهِ (اپنے اس ظلم (یعنی سرقہ) کے بعد) وَأَصْلَحَ (اور اپنی درستگی کر لے) مسروقہ مال واپس کر کے فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ (اللہ تعالیٰ توبہ قبول کر کے اس کی طرف توجہ فرمائیں گے) إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والے ہیں اس کا گناہ بخش دیں گے اور رحیم ہیں اس پر رحمت فرمائیں گے) بخشش مطیع:

آیت ۴۰: أَلَمْ تَعْلَمْ (کیا تمہیں معلوم نہیں) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ (کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ ہی کی سلطنت ہے جس کو چاہے عذاب دے) عذاب دیں گے جو کفر پر مر جائے گا۔ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ (اور بخش دیں گے جس کو چاہیں گے) جو کفر سے تائب ہو جائے گا۔ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (اللہ تعالیٰ ہر چیز پر) یعنی عذاب و مغفرت وغیرہ پر قَدِيرٌ (قادر ہیں) نکتہ: یہاں عذاب کو مغفرت سے پہلے اس لیے ذکر کیا۔ کیونکہ چوری توبہ سے قبل کی تھی۔ یہ لف و نشر مرتب کی قبیل سے ہے۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ

اے رسول! آپ کو وہ لوگ رنجیدہ نہ کریں جو دوڑ دوڑ کر کفر میں گرتے ہیں جو

الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ ۚ وَمِنَ

ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنے منہوں سے کہا کہ ہم ایمان لائے اور حال یہ ہے کہ ان کے دل ایمان نہیں لائے اور ان

الَّذِينَ هَادُوا ۚ سَمِعُوا لِلْكَذِبِ سَمْعًا لِّقَوْمٍ آخِرِينَ ۚ لَمْ

لوگوں میں سے ہیں جو یہودی ہیں یہ لوگ جھوٹ کو بہت زیادہ سننے والے ہیں، جو لوگ تمہارے پاس نہیں آئے ان کو باتیں پہنچانے کے لئے خوب

يَا تُوك ۚ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ ۚ يَقُولُونَ إِنْ

دھیان سے سنتے ہیں، یہ لوگ کلمات کو ان کی جگہوں سے بدل دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ

أَوْ تَيْتَمُ هَذَا فُخْدُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتُوهُ فَاخْذَرُوا ۚ وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ

اگر تم کو یہ حکم ملے تو اس کو لے لینا اور اگر تم کو یہ حکم نہ ملے تو اس سے پرہیز کرنا، اور اللہ جس کو فتنہ میں ڈالنے کا

فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ

ارادہ فرمائے تو اے مخاطب اس کے لیے اللہ پر تیرا کوئی زور نہیں چل سکتا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں

اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ ۚ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖ وَلَهُمْ فِي

اللہ نے یہ ارادہ نہیں فرمایا کہ ان کے دلوں کو پاک کرے، ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے

الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۚ سَمِعُوا لِلْكَذِبِ أَكْثُونَ لِلصَّحٰتِ ۚ

آخرت میں بڑا عذاب ہے یہ لوگ جھوٹ کو خوب زیادہ سننے والے ہیں خوب حرام کھانے والے ہیں،

فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَإِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ

سو اگر وہ آپ کے پاس آئیں تو ان کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے یا ان سے اعراض فرما لیجئے، اور اگر آپ اعراض کریں

فَلَنْ يَضُرُّوكَ شَيْئًا ۚ وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ ۚ إِنَّ

تو یہ آپ کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے اور اگر آپ فیصلہ دیں تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائیے، بے شک

اللَّهُ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۚ ۚ وَكَيْفَ يُحْكِمُ اللَّهُ عِنْدَهُمُ التَّوْرَةَ

اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے، اور وہ آپ سے کیسے فیصلہ کراتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات ہے

فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ ۚ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ۚ

جس میں اللہ کا حکم ہے پھر اس کے بعد وہ روگردانی کرتے ہیں اور وہ لوگ مومن نہیں ہیں۔

منافقین کے منصوبوں کی پرواہ نہ کریں:

آیت ۴۱: يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ (اے رسول جو لوگ کفر میں دوڑ دوڑ گرتے ہیں آپ کو مغموم نہ کریں) لَا يَحْزُنْكَ کا معنی اہمیت نہ دیں کفر کی طرف منافقین کے جلد بھاگ جانے کو۔ اور پرواہ نہ کریں یعنی اسلام کے متعلق ان کی خفیہ تدابیر کے ظاہر ہو جانے کو زیادہ اہمیت نہ دیں۔ اور اسی طرح ان کی مشرکین کے ساتھ موالات ظاہر ہونے کی پرواہ نہ کریں۔ میں ان کے خلاف تمہارا مددگار اور ان کے شر کے لیے کافی ہوں۔ کہا جاتا ہے اسرع فیہ الشیب یعنی وہ جلد بوڑھا ہو گیا۔ اس طرح کفر میں ان کی مسازعت سے مراد جلد کفر اختیار کرنا ہے۔ کہ جب بھی وہ فرصت پاتے ہیں تو فوراً کفر میں جا گرتے ہیں۔ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا (خواہ وہ ان لوگوں میں سے ہوں جو کہتے ہیں) یہ الذين يسارعون في الكفر کا بیان ہے۔ اٰمَنَّا (کہ ہم ایمان لائے) یہ قالوا کا مقولہ مفعول ہے۔ بِاَفْوَاهِهِمْ (اپنے منہ سے) یہ قالوا کے متعلق ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے قالوا بافواہم اٰمنا انہوں نے اپنے منہوں سے اٰمنا کہا وَلَكِنْ تُوْمِنُ قُلُوْبُهُمْ مَّگَرَّانِ کے دل مؤمن نہیں۔

منحور: یہ محل نصب میں حال ہے اور ومن الذين هادوا کا عطف من الذين قالوا پر ہے تقدیر عبارت یہ ہے من المنافقين واليهود ومن الذين هادوا اور وہ لوگ جو یہودی ہوئے ہیں۔ سَمْعُونَ لِلْكَذِبِ (وہ جھوٹ کو سننے والے ہیں)

منحور: ہُمْ مبتداء مضمّر اور سَمْعُونَ اس کی خبر ہے ضمیر کا مرجع دونوں جماعتیں ہیں۔ تقدیر عبارت ہم سماعون اس صورت میں وقف علی الذين هادوا پر ہے۔ یا سماعون مبتداء اور اس کی خبر من الذين هادوا ہے۔ اس صورت میں قلوبہم پر وقف ہے۔ اور سماعون للکذب کا مطلب یہ ہے کہ تجھ سے سنتے اس لئے ہیں۔ کہ تم پر جھوٹ باندھیں اس طرح کہ جو کچھ آپ سے سنا اس کو مسخ کر کے پیش کریں۔ اضافہ یا کمی یا تبدیلی اور تغیر کے ساتھ۔ سَمْعُونَ لِقَوْمٍ اٰخَرِينَ لَمْ يَأْتُوْكَ (آپ کی باتیں دوسری قوم کی خاطر سے کان دھردھر سنتے ہیں جس قوم کے یہ حالات ہیں وہ آپ کے پاس نہیں آئے کلام کو) یعنی وہ آپ سے سننے والے ہیں یہودیوں کی خاطر اور وہ ان کو جاسوس بنا کر بھیجتے ہیں۔ تاکہ جو آپ سے سنا وہ ان کو پہنچا دیں يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ (بعد اس کے کہ وہ اپنے مواقع پر ہوتا ہے بدلتے رہتے ہیں) یحرفون کا معنی اس کو زائل کرتے اور اس کو ان مواقع سے مائل کرتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے ان کو رکھا ہے۔ ان کو غیر مقام پر جوڑتے ہیں حالانکہ اس کا ایک مقام ہے۔ **منحور:** یحرفون یہ قوم کی صفت ہے جیسا کہ لم یا توک یا مبتدائے محذوف کی خبر ہے۔ یعنی ہُمْ یحرفون ضمیر کا مرجع الْكَلِمَ ہے۔

مقصد پرست یہود کا طرز عمل:

یَقُولُونَ اِنْ اُوْتِیْتُمْ هٰذَا (کہتے ہیں اگر تم کو یہ حکم ملے تو) المحرف اس کو کہتے ہیں جس کو اس کے موقع سے ہٹا دیا جائے۔

منحور: یقولون یہ یحرفون کی طرح قوم کی صفت ہے یا یحرفون کی ضمیر سے حال ہے۔ فَخُذُوْهُ (اس کو اختیار کر لو) اس کو جانو کہ **منحور:** برحق ہے اور اس پر عمل پیرا ہو جاؤ۔ وَاِنْ لَّمْ تُوْتُوْهُ (اور اگر وہ تمہیں نہ دیا جائے) اور محمد ﷺ اس کے برخلاف فتویٰ دیں تو فَاحْذَرُوْا (اس سے بچو) اور اپنے کو بچاؤ وہ باطل ہے۔ روایت میں ہے کہ ایک سردار یہودی نے ایک سردار

عورت سے خیبر میں زنا کیا اور وہ دونوں شادی شدہ تھے۔ اور تورات میں ان کی حد سنگساری تھی۔ یہود نے ان کے اعلیٰ خاندان ہونے کی وجہ سے ان کو رجم کرنا ناپسند کیا۔ انہوں نے اپنا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا۔ تاکہ وہ آپ ﷺ سے اس سلسلہ میں سوال کریں۔ اور کہنے لگے کہ اگر وہ کوڑے لگانے کا حکم کریں اور چہرے کو کالا کرنے کا حکم کریں تو قبول کر لو اگر رجم کا حکم دیں تو مت قبول کرو۔ پس آپ نے جب ان کو رجم کا حکم دیا تو انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ (اور جس کا خراب ہونا اللہ ہی کو منظور ہو تو) یہاں فتنہ سے مراد ضلالت و گمراہی ہے یہ آیت ان لوگوں کے خلاف دلیل ہے یرید اللہ الایمان ولا یرید الکفر۔ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا (اس کے لئے اللہ سے تیرا کچھ زور نہیں چل سکتا) حضرت محمد ﷺ کی امید کو ان کے ایمان کے سلسلے میں ختم کر دیا کہ یہ ایمان نہ لائیں گے۔ اُولَئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ اَنْ يُّطَهِّرْ قُلُوبَهُمْ (یہ لوگ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے دلوں کا پاک کرنا منظور نہیں ہوا) اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو کفر سے پاک کرتا نہیں ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے اپنی پسند سے کفر کو اختیار کیا۔

تردید معترکہ:

یہ آیت بھی ہماری دلیل ہے کہ جو لوگ خیر و شر کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں مانتے۔ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ (ان لوگوں کے لئے دنیا میں رسوائی ہے) منافقین کی رسوائی اور یہود کے لئے ذلت۔ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (اور آخرت میں ان کیلئے سزائے عظیم ہے) یعنی ہمیشہ ہمیشہ آگ میں رہنا ہے۔

آیت ۴۲: سَمْعُونَ لِلْكَذِبِ (یہ جھوٹ کو سننے والے ہیں) یہ دوبارہ تاکید کے لئے ہے یعنی وہ جھوٹ کو سننے والے ہیں اور اس کی مثل۔ اَكْلُونَ لِلشُّحِّ (کہ وہ حرام کو کھانے والے ہیں) السحت ہر وہ چیز جس کا کھانا حرام ہو۔ یہ سحتہ سے لیا گیا ہے جس کا معنی جڑ سے اکھاڑنا ہے کیونکہ اس کی برکت ختم ہو جاتی ہے حدیث میں فرمایا گیا فیصلوں میں رشوت لینا اس سے مراد ہے وہ احکام پر رشوت لینے اور حرام کو حلال کرنے کے لئے بھی رشوت لیتے۔ قراءت: للسحت۔ مکی اور بصری اور علی نے ثقیل سے پڑھا ہے۔

فیصلہ کرنے میں اختیار یا لزوم:

فَإِنْ جَاءَ وَكَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ (اگر وہ آپ کے پاس آئیں تو ان کے مابین فیصلہ فرمادیں یا ان سے اعراض فرمائیں) یہ کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کو اختیار تھا۔ کہ جب اہل کتاب آپ ﷺ کے پاس فیصلہ لے کر آئیں کہ ان میں فیصلہ کر دیں یا نہ کریں۔ بعض نے کہا کہ اختیار منسوخ کر دیا گیا۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے وَاِنْ اَحْكَمْتُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللَّهُ الْمَائِدَةَ ۴۹ کہ ان کے درمیان بما انزل للہ کے مطابق فیصلہ فرمائیں۔ وَاِنْ تَعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَضُرُّوكَ شَيْئًا (اگر تم ان سے اعراض کرو تو وہ تمہیں ہرگز نقصان نہیں دے سکتے) کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کی لوگوں سے حفاظت کرنے والے ہیں۔ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ (اور اگر آپ فیصلہ کریں تو ان میں عدل کے موافق فیصلہ کیجئے) قسط کا یہاں معنی عدل ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (اللہ تعالیٰ عدل والوں کو پسند کرتے ہیں)

إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ ۖ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ

”بے شک ہم نے توریت نازل کی اس میں ہدایت ہے اور روشنی ہے، اس کے ذریعہ فیصلہ کرتے تھے انبیاء

الَّذِينَ اسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبُّنِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا

جو اللہ کے فرمانبردار تھے، یہ فیصلے ان لوگوں کو دیتے تھے جو یہود تھے، اور اللہ والے اور علم والے بھی فیصلہ دیتے تھے بوجہ اس کے کہ

اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا

ان کو اللہ کی کتاب کو محفوظ رکھنے کا حکم دیا گیا تھا، اور وہ اس پر گواہ تھے۔ تو تم لوگوں سے

النَّاسَ وَآخِشُونَ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَتِي ثَمَنًا قَلِيلًا ۚ وَمَنْ لَمْ

نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے ذریعہ تھوڑی سی قیمت مت خریدو، اور جو شخص اس کے

يَحْكُمُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ﴿۴۴﴾

موافق حکم نہ کرے جو اللہ نے نازل فرمایا ہے۔ سو یہی لوگ کافر ہیں

آپ کی تحکیم پر ان کی رضا مندی قابل تعجب ہے:

آیت ۴۳: وَكَيْفَ يُحْكُمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ (اور وہ آپ سے کیسے فیصلہ کراتے ہیں حالانکہ

ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم ہے) اس آیت میں ان کے آپ ﷺ کی تحکیم پر راضی ہونے پر تعجب کا اظہار کیا گیا۔

حالانکہ وہ آپ کی کتاب پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور نہ آپ پر ایمان رکھتے ہیں۔ حالانکہ یہ حکم خود ان کی کتاب میں موجود ہے جس کو

ماننے کے وہ دعویٰ دیتے ہیں۔ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ یہ تورات سے حال ہے۔ التوراة مبتداء اور عندهم خبر ہے ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ

ذَلِكَ (پھر اس کے بعد ہٹ جاتے ہیں) اس کا عطف بحکمونک پر ہے تقدیر عبارت یہ ہے ثُمَّ يعرضون به من بعد

تحكيمك الموافق لما في كتابهم لا يعرضون به پھر وہ آپ کے فیصلے کے بعد اعراض کرتے ہیں۔ جو فیصلہ انکی اپنی کتاب

کے فیصلے کے مطابق ہے۔ اور وہ فیصلے پر راضی نہیں ہوتے۔ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ (وہ آپ پر ایمان لانے والے نہیں) یا اپنی

کتاب پر بھی ایمان لانے والے نہیں۔ جیسا کہ ان کو دعویٰ ہے۔

تورات ہدایت و نور ہے:

آیت ۴۴: إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى (ہم نے تورات نازل فرمائی تھی جس میں ہدایت تھی) هُدًى یعنی حق کی طرف راہنما

ہے وَنُورٌ (اور روشنی تھی) وہ کھول کر بیان کرتی ہے مبہم احکامات کو۔ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ اسْلَمُوا (انبیاء جو کہ اللہ تعالیٰ

کے مطیع تھے حکم دیا کرتے تھے) اسلموا کا معنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کی جو تورات میں تھی یہ النَّبِيُّونَ کی صفت ہے جو ان کی مدح و توصیف کے لئے لائی گئی ہے اور اس کو لا کر یہود پر تعریض کی گئی کیونکہ وہ ملت اسلامیہ سے بہت دور تھے۔ جو کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا دین ہے۔ لِلَّذِينَ هَادُوا (اس کے موافق یہود کو) ان لوگوں کے لئے جنہوں نے کفر میں اتباع کی للذین میں لام بحکم سے متعلق ہے۔

اعتقاد کے باوجود فیصلہ حق کے خلاف فسق ہے:

اور الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ (اور اہل اللہ اور علماء بھی) یہ النبیون کے معطوف ہیں۔ الربانی کا معنی ہے زاہد۔ اور احبار کا معنی علماء ہے۔ بِمَا اسْتَحْفِظُوا (جس کا ان کو امین بنایا گیا تھا) مَحْفُوظٌ: یہ بھی جائز ہے کہ یہ بحکم بھا میں ہا ضمیر سے بدل ہے مِنْ كِتَابِ اللَّهِ (اللہ کی کتاب کا) یہ من بیانہ ہے اور استحفظوا کی ضمیر انبیاء اور ربانین اور احبار تمام کی طرف لوٹی ہے۔ اور استحفاظ من اللہ کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کی حفاظت کا مکلف اور ذمہ دار بنایا۔ یا ضمیر صرف الرَّبَّانِيُّونَ اور احبار کی طرف لوٹائی جائے اور استحفاظ انبیاء کی طرف سے ہو۔ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ (وہ اس پر نگران تھے) تاکہ اس کو بدلہ نہ جائے۔ فَلَا تَخْشَوْا النَّاسَ (پس تم بھی لوگوں سے مت ڈرنا) حکام کو اس آیت میں منع کیا گیا کہ وہ اپنے فیصلوں میں غیر اللہ سے نہ ڈریں۔ اور اس کے خلاف جاری کریں جیسا ان کو حکم دیا گیا۔ جیسا ظالم بادشاہ سے ڈر کر انصاف سے رک جائیں۔ یا کسی کی اذیت کے خوف سے حق ترک کر دیں۔ وَآخِشُونَ (اور میرے حکم کی مخالفت میں مجھ سے ڈرو) قراءت: سہل نے دونوں کو یا سے پڑھا ہے۔ خواہ حالت وقف ہو یا وصل دونوں میں۔ ابو عمرو نے وصل میں ان کا ساتھ دیا ہے۔ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَتِي (اور نہ لومیرے احکام کے بدلہ میں) یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام اور آیات کے بدلے میں ثَمَنًا قَلِيلًا (تھوڑی قیمت) سے مراد رشوت اور مرتبہ چاہنے کے لئے رقم لینا۔ اور لوگوں کو خوش کرنے کیلئے۔ وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ (اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے احکام کے موافق حکم نہ کرے) جس نے بما انزل اللہ کے مطابق فیصلہ نہ کیا اس کی تحقیر کرتے ہوئے۔ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ (وہ وہی کافر ہیں)۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس نے انکار کرتے ہوئے مآ انزل اللہ کے مطابق فیصلہ نہ کیا۔ وہ کافر ہے اگر منکر تو نہ ہو لیکن فیصلہ اس کے مطابق نہ کیا تو وہ فاسق ہے۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ آیت یہود اور غیر یہود تمام کے حق میں عام ہے۔

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ

اور ہم نے ان پر توریت میں لکھ دیا کہ جان جان کے بدلہ اور آنکھ آنکھ کے بدلہ اور ناک ناک کے بدلہ

بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ

اور کان کان کے بدلہ اور دانت دانت کے بدلہ اور زخموں کا بدلہ ہے۔ سو جو شخص

تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ ۖ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ

معاف کر دے وہ اس کے لئے کفارہ ہے۔ اور جو شخص اس کے موافق حکم نہ کرے جو اللہ نے نازل فرمایا

فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٥٤﴾ وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِعِيسَى ابْنِ

سو یہی لوگ ظالم ہیں اور ہم نے ان کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام

مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ ۖ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ

کو بھیجا جو اس کتاب کی تصدیق کرنے والے تھے جو ان کے سامنے تھی یعنی توریت اور ہم نے ان کو انجیل دی

فِيهِ هُدًى وَنُورٌ ۚ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَهُدًى

جس میں ہدایت تھی اور روشنی تھی اور وہ تصدیق کرنے والی تھی اس چیز کی جو ان کے سامنے تھی یعنی توریت اور وہ تقویٰ اختیار

وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ﴿٥٥﴾ وَلِيَحْكُمَ أَهْلُ الْإِنجِيلِ بِمَا أَنْزَلَ

کرنے والوں کے لئے ہدایت تھی اور نصیحت! اور چاہئے کہ انجیل والے حکم کریں اس کے موافق جو اللہ نے

اللَّهُ فِيهِ ۖ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٥٦﴾

نازل فرمایا اور جو شخص اس کے موافق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل فرمایا سو وہی لوگ نافرمان ہیں۔

یہود میں قصاص کی اصل نوعیت:

آیت ۴۵: وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا (ہم نے یہود پر فرض کر دیا جو حکم تورات میں تھا) أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ (بیشک نفس قابل مواخذہ ہو گا۔ نفس مقتولہ کے بدلے میں) جو کہ اس نے ناحق قتل کیا ہو۔ وَالْعَيْنَ (پھوڑی ہوئی آنکھ) بِالْعَيْنِ (بدلے آنکھ کے) وَالْأَنْفَ (ناک کٹا ہوا) بِالْأَنْفِ (بدلے ناک کے) وَالْأُذُنَ (کان کٹا ہوا) بِالْأُذُنِ (بدلے کان کے) وَالسِّنَّ (دانت اکھاڑا ہوا) بِالسِّنِّ (بدلے دانت کے) وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ (زخموں کا بدلہ جو قصاص والے ہوں) ورنہ حکومت عدل ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ وہ مرد کو عورت کے بدلے میں قتل نہ کرتے تھے پس یہ آیت اتری۔ ان النفس بالنفس۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے

کہ مسلمان کو ذمی کے بدلے میں قتل کیا جائیگا اور مرد کو عورت کے بدلے میں قتل کیا جائیگا اور آزاد بدلے غلام کے۔
 قراءت: نافع، عاصم، حمزہ نے تمام معطوفات کو اُن کی وجہ سے منصوب پڑھا ہے۔ اور علی نے محل ان النفس پر عطف کر کے رفع دیا ہے کیونکہ مطلب یہ ہے کہ ان پر لکھ دیا ہے جان کے بدلے جان۔ اجراء لکبتنا مجری قلنا۔

باقی نے تمام کو نصب اور الجروح کو رفع اور الاذن سکون ذال کے ساتھ پڑھا ہے جبکہ نافع اور باقی نے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اور اذن یہ دونوں لغتیں ہیں جیسے السُّحْتُ وَ السُّحْتُ کی طرح فَمَنْ تَصَدَّقَ (جس نے صدقہ کر دیا) اصحاب حق میں سے بہ (قصاص کو) اور اس کو معاف کر دیا۔ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ (وہ اس کے لیے کفارہ بن جائے گا) پس صدقہ، صدقہ کرنے والے کے لئے اس کے احسان کے بدلے کفارہ گناہ بن جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا من تصدق بدم فما دونہ کان کفارۃ لہ من یوم ولدته امہ (درمنثور) جس نے دم کو یا اس سے کم کو معاف کر دیا تو وہ اس کے لئے ان تمام گناہوں کا کفارہ بن جائے گا جو آج تک اس سے ہوئے۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (جس نے ما انزل اللہ کے مطابق فیصلہ نہ کیا پس وہی ظالم ہے) کیونکہ وہ اس کا حکم ماننے سے رک گئے۔

انجیل میں بھی ہدایت و روشنی اتاری:

آیت ۴۶: وَقَفَّيْنَا (اور ہم نے ان کے پیچھے بھیجا) قَفَّيْتُ الشَّيْءَ بِالشَّيْءِ کا معنی پیچھے چلانا۔ گویا اس کی گدی میں رکھ دیا قفا یقفوا کہتے ہیں جب وہ اس کا پیچھا کرے۔ عَلٰی اٰثَارِهِمْ (ان کے نشانات پر) انبیاء کے نشانات پر ان لوگوں کو جنہوں نے فرمانبرداری کی۔ بَعِیْسٰی ابْنِ مَرْیَمَ مُصَدِّقًا (عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کو اس حال میں کہ وہ تصدیق کرنے والے ہیں) یہ عیسیٰ بن مریم سے حال ہے۔ لَمَّا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَ اتَيْنَاهُ الْاِنْجِيلَ فِيْهِ هُدًى وَ نُوْرٌ وَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ (اپنے سے قبل تورات کی تصدیق فرماتے تھے اور ہم نے ان کو انجیل دی جس میں ہدایت تھی اور وضاحت تھی اور وہ اپنے سے قبل کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرتی تھی) مطلب یہ ہوا کہ ہم نے ان کو انجیل دی جس میں ہدایت و روشنی ثابت تھی اور وہ مصدق تھی۔ مَحْجُوْرٌ: مصدقا اس ثابت کے متعلق ہے جس کے ساتھ فیہ لگتا ہے۔ اور فیہ اس کے قائم مقام ہے۔ ہُدًى و نور۔ مرفوع ہیں بوجہ ثابت کے جس کے قائم مقام فیہ ہے۔ وَ هُدًى وَ مَوْعِظَةٌ (اور وہ سراسر ہدایت اور نصیحت تھی) یہ دونوں حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔ یعنی ہادیا اور واعظا کے معنی میں ہیں۔ لِّلْمُتَّقِيْنَ (پرہیزگاروں کے لئے) کیونکہ وہ اس سے نفع اٹھانے والے ہیں۔

آیت ۴۷: وَلِيَحْكُمَ اَهْلُ الْاِنْجِيلِ بِمَا اَنْزَلَ اللَّهُ فِيْهِ (اور انجیل والوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس میں نازل فرمایا ہے اسکے موافق حکم کیا کریں) ہم نے انکو کہا کہ تم اسکے حکم کے موافق فیصلہ کرو۔ لیحکم میں لام امر ہے اور اصل میں مکسور ہے۔
 قراءت: حمزہ نے لام کے کسرہ اور میم کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے اس بناء پر کہ یہ لام گئی ہے تقدیر عبارت یہ ہوئی۔ وَقَفَّيْنَا لِيُؤْمِنُوْا وَلِيَحْكُمَ ہم نے ان کے پیچھے بھیجا تا کہ وہ ایمان لائیں۔ اور تا کہ وہ فیصلہ کریں۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا اَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے تو ایسے لوگ بالکل نافرمانی کرنے والے ہیں) فاسق کا معنی اطاعت سے نکلنے والا۔

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ

”اور ہم نے حق کے ساتھ آپ کی طرف کتاب اتاری وہ ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئیں

وَمُهِمِّنَا عَلَيْهِ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ

اور وہ ان کتابوں کی محافظ ہے اور آپ ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کیجئے جو اللہ نے نازل فرمایا اور جو حق آپ کے پاس

عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۖ لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ۖ

آیا ہے اسے چھوڑ کر آپ ان کی خواہشوں کا اتباع نہ کیجئے، تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے شریعت اور خاص راہ مقرر کر دی ہے،

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ

اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو ایک ہی امت بنا دیتا لیکن (اس نے ایسا نہیں کیا) تاکہ تم کو اس کے بارے میں آزمائے جو تم کو دیا،

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ

سو تم خیر کے کاموں کی طرف دوڑو، اللہ ہی کی طرف تم سب کا لوٹنا ہے، سو وہ ان باتوں کے بارے میں تم کو باخبر فرمائے گا جن میں

تَخْتَلِفُونَ ۚ ۝۴۸ وَأِنْ أَحْكَم بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ

تم اختلاف رکھتے تھے، اور یہ کہ آپ ان کے درمیان اسی کے موافق فیصلہ کریں جو اللہ نے اتارا اور ان کی خواہشوں کا اتباع نہ کریں

وَاحْذَرُهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا

اور اس بات سے پرہیز کریں کہ یہ لوگ آپ کو اللہ کے دیئے ہوئے احکام میں سے کسی حکم سے ہٹا دیں۔ سو اگر وہ روگردانی کریں

فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ ۚ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ

تو آپ جان لیں کہ اللہ چاہتا ہے کہ ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے ان کو سزا دیدے اور بے شک لوگوں میں بہت سے

النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ۝۴۹ أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ

ایسے ہیں جو نافرمان ہیں، کیا یہ جاہلیت کے حکم کو چاہتے ہیں اور اللہ سے بہتر

حُكْمًا لِّلْقَوْمِ يُوقِنُونَ ۝۵۰

فیصلہ کرنے والا ان لوگوں کے لیے کون ہے جو یقین کرتے ہیں۔“

ظالم، فاسق، کافر کی وضاحت:

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ نے فرمایا۔ کہ تینوں میں شدید انکار پر محمول کیا جائے۔ پس وہ کافر، ظالم، فاسق ہوگا۔ کیونکہ مطلق فاسق اور مطلق ظالم تو کافر ہی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس نے بھی بما انزل اللہ کے مطابق فیصلہ نہ کیا وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا منکر ہے اور اس کے حکم میں ظلم و زیادتی کرنے والا اور اپنے قول میں شرع سے نکلنے والا ہے۔

آیت ۴۸: وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ (اور ہم نے آپ کی طرف کتاب اتاری) یعنی قرآن کو اتارا ہے کتاب میں الف لام عہد خارجی کیلئے ہے بِالْحَقِّ (حق کے سبب) اور اس کے اثبات کی وجہ سے اور درست کو خطا سے واضح کرنے کے لئے مُصَدِّقًا (تصدیق کرتی ہے) یہ کتاب سے حال ہے۔

بین ید یہ کا استعمال:

لَمَّا بَيْنَ يَدَيْهِ (اس سے پہلے جو ہیں) بین ید یہ سے مراد جو اس سے پہلے اتری ہے اور جو کسی چیز سے قبل ہوتی ہے اس کو بین یدی کہہ دیتے ہیں کیونکہ جو کسی چیز سے مؤخر ہو اس کو خلف و وراء بولتے ہیں پس جو اس سے پہلے ہوتی تو وہ قدم اور بین یدی کہلائے گی مِنَ الْكِتَابِ (کتاب میں) یہاں کتاب سے مراد جنس کتب منزلہ ہیں کیونکہ قرآن مجید تمام کتابوں کا مصدق ہے پس حرف تعریف اس میں جنس کے لیے ہے اور تصدیق کتب کا مطلب یہ ہے تو حید و عبادت میں موافقت جیسا کہ اس آیت میں ہے وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِيَ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ۔ الْإِنْبِيَاءُ ۲۵۔ وَمُهِمِّنًا عَلَيْهِ (اور اس پر نگہبان ہے) شاہد ہے کیونکہ وہ اس کی صحت و ثبات کی گواہی دیتا ہے۔

قرآن پر فیصلہ کے حکم کے بعد فاتح کا فائدہ:

فَأَحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ (پس تم ان کے درمیان بما انزل اللہ کے مطابق فیصلہ کرو) بما انزل اللہ سے مراد قرآن ہے۔ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ (اور ان کی خواہشات کی اتباع نہ کرو۔ اس کو چھوڑ کر جو آپ کے پاس حق آ چکا) اس میں ان کی تحریفات کے مطابق فیصلہ کرنے سے منع کیا اور جو انہوں نے بدلاتھا ان کی بات پر اعتماد کر کے اور لا تتبع اپنے اندر لا تنحرف کا معنی بھی رکھتا ہے۔ اس لیے تو اس کو عن سے متعدی کیا گیا گویا اس طرح فرمایا کہ لا تنحرف عما جاءك من الحق متبعاً اھو انھم آپ اس حق سے جو آپ کے پاس آچکا انحراف نہ کریں۔ ان کی خواہشات کی اتباع کرتے ہوئے یا پھر تقدیر عبارت یہ ہو عا دلا عما جاءك اس سے عدول کرتے ہوئے جو آپ کے پاس آچکا۔ لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ هَرَاكٍ کے لئے تم میں سے اے لوگو ہم نے بنائی شُرْعَةً (ایک شریعت) وَمِنْهَا جَا (اور واضح طریق)۔

شرائع فاسق کا حکم:

اس آیت سے ان لوگوں نے دلیل پیش کی جو کہتے ہیں کہ ہم سے قبل شرائع ہمارے لئے قابل عمل نہیں۔ کذا فی البیضاوی۔ مگر اس کا جواب یہ ہے کہ جو احکام عام ہیں اور ان کے نسخ کا اعلان ہماری شریعت نہیں کرتی بلکہ نقل کر دیتی ہے اس پر

عمل بوجہ عموم ہم پر بھی لازم ہے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات اتارنے کا ذکر کیا اور پھر عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل اتارنے کا ذکر کیا۔ پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید اتارنے کا ذکر کیا۔ اور واضح کر دیا کہ فقط اس کا سننا ہی کافی نہیں۔ بلکہ اس کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ شروع میں فرمایا بحکم بھا النبیون اور ثانی میں فرمایا ولیحکم اهل الانجیل اور تیسرے میں فرمایا فاحکم بینہم بما انزل اللہ۔ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً (اور اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو تم سب کو ایک ہی امت میں کر دیتے) یعنی ایک متفق جماعت جو ایک ہی شریعت پر ہو۔ وَلٰكِنْ لِّیْکُنْ اَسْوَءُ اُمَّةٍ مِّنْ اُخَرَ (تاکہ تم سب کا امتحان کر لے) تاکہ تمہارے ساتھ آزمائش کرنے والا معاملہ کرے فِیْ مَا اَتٰکُمْ (اس میں جو تمہیں مختلف شرائع ملی ہیں) پس ہر امت عبادت کرے جو حکمت تقاضا کرے۔

بھلائی فوت ہونے سے پہلے اپناؤ:

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (تو مفید باتوں کی طرف دوڑو) تم بھلائی کے ماحول میں بڑھ کر حصہ لو۔ اس میں جلدی کرو اور ان کو فوت ہونے سے قبل انجام دو۔ الخیرات سے مراد ہر وہ کام جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ (تم نے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے) یہ جملہ مستانفہ ہے استباق خیرات کی علت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ جَمِيعًا یہ ضمیر کم جو کہ مجرور ہے، اس سے حال ہے اور اس کا عامل مصدر مضاف ہے کیونکہ وہ مصدر الیہ ترجعون کے حکم میں ہے۔ فَيَنْبِشْكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ (پھر وہ تم سب کو جتلا دے گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے) اور وہ مطلع فرمائیں گے جس کے ہوتے ہوئے تم اس جزا میں سامنا کر سکو گے۔ جو سچے اور جھوٹے عامل اور عمل میں کوتاہی کرنے والے کے درمیان فرق کرنے والی ہے۔

فتنہ پردازوں سے محتاط رہیں:

آیت ۴۹: وَأَن اٰحْكُمُ (اور آپ فیصلہ فرمائیں) یہ بالحق پر معطوف ہے یعنی و انزلنا الیک الكتاب بالحق وبان احکم اور ہم نے تمہاری طرف کتاب کو حق کے ساتھ اتارا اور اس کے ساتھ اتارا کہ تم ان کے درمیان فیصلہ کرو۔ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَهُمْ وَاَحْذَرُهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ (ان کے مابین اس بھیجی ہوئی کتاب کے موافق جو اللہ تعالیٰ نے اتاری۔ اور ان کی خواہشات پر عمل نہ کریں اور محتاط رہیں ان کے فتنہ میں مبتلا کرنے سے) یفتنوک کا معنی وہ تمہیں پھیر دیں یہ مفعول لہ ہے یعنی مخافة ان یفتنوک اس خطرے کے پیش نظر کہ وہ آپ کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔

مَسْنَدُ اللَّهِ: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ان سے محتاط کیا حالانکہ رسول ﷺ مامون و محفوظ ہیں۔ یہود کی طمع کو ختم کرنے کے لئے عَنْ بَعْضِ مَا أُنْزِلَ اللَّهُ إِلَيْكَ فَإِنْ تَوَلَّوْا (کسی حکم کے متعلق جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف نازل فرمایا ہے۔ پھر اگر یہ لوگ اعراض کریں) اگر وہ ہما انزل اللہ کے مطابق فیصلہ سے منہ موڑیں اور بات کا ارادہ کریں۔

بعض گناہ شدید مہلک:

فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ (تو یقین کر لیں کہ اللہ تعالیٰ ہی کو منظور ہے کہ ان کے بعض جرموں

پران کو سزا دیں) ذنوب سے مرد اللہ تعالیٰ کے حکم سے منہ موڑنے کا گناہ اور اس کی مخالفت کا ارادہ کرنے کا گناہ پس یہاں بعض ذنوبہم کو اس جگہ لائے۔ یہ ابہام منہ موڑنے کی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے ہے اور گناہ کا بڑا ہونا معلوم ہو اور یہ کہ بعض گناہ انتہائی ہلاک کن ہیں تو تمام گناہوں کا کیا حال ہوگا۔ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ (بہت لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نکلنے والے ہیں)

تمام کفر ایک ملت ہے:

آیت ۵۰: أَفْحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ (یہ لوگ کیا زمانہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں) یبغون یہ یطلبون کے معنی میں ہے۔ قراءت: شامی نے تبغون پڑھا ہے اس میں بنی نضیر کو خطاب کیا گیا کیونکہ وہ بنو قریظہ پر اپنی فضیلت جتلاتے تھے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو فرمایا القتلٰی سواء۔ مقتول برابر ہیں تو بنی نضیر کہنے لگے ہم اس پر رضا مند نہیں اس پر یہ آیت اتری حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی آدمی اپنے بعض لڑکوں کو بعض پر فضیلت دے (تقسیم وغیرہ میں) تو انہوں نے یہ آیت پڑھی۔

نحوی تحقیق:

نحو: یبغون کی وجہ سے افحکم الجاہلیۃ منصوب ہے۔ وَمَنْ أَحْسَنُ (اور کون اچھا ہوگا) یہ مبتداء اور خبر ہے یہ استفہام ہے جو نفی کے معنی میں ہے تقدیر عبارت یہ ہے لَا أَحَدٌ أَحْسَنَ۔ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا (اللہ تعالیٰ سے فیصلہ میں) یہ تمیز ہے۔ لَقَوْمٌ يُوقِنُونَ (یقین رکھنے والے لوگوں کیلئے) اس میں لام بیان یہ ہے جیسا کہ ہیت لك۔ سورہ یوسف آیت ۲۳ میں لام۔ یعنی یہ خطاب اور استفہام یقین کرنے والی قوم کے لئے ہے۔ اس لئے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو کہ واضح کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی عدل والا نہیں اور نہ اس سے بہتر کوئی حکم دینے والا ہے ابو علی نے کہا کہ لام۔ یہاں عند کے معنی میں ہے کیونکہ یہ دونوں قریب المعنی ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۚ بَعْضُهُمْ

”اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے

أَوْلِيَاءُ بَعْضٌ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي

کے دوست ہیں اور جو کوئی شخص تم میں سے ان سے دوستی کرے تو بلاشبہ وہ ان میں سے ہے، بے شک اللہ

الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُسَارِعُونَ

ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا، سو آپ دیکھیں گے ان لوگوں کو جن کے دل میں مرض ہے کہ دوڑ کر ان میں گھسے

فِيهِمْ يَقُولُونَ نَحْشَىٰ أَنْ تُصِيبَنَا آيَةٌ ۚ فَعَسَىٰ اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ

جاتے ہیں، کہتے ہیں کہ ہمیں اس بات کا ڈر ہے کہ ہم پر کوئی گردش نہ آ جائے، سو قریب ہے کہ اللہ فتح کو

بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسْرَوْا فِي أَنْفُسِهِمْ نَادِمِينَ ۝

لے آئے گا یا اپنے پاس سے کسی اور چیز کو، پھر اس بات پر نادم ہوں گے جو انہوں نے اپنے نفسوں میں چھپائی،

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا أَهَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ

اور اہل ایمان یوں کہیں گے کیا یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے خوب مضبوطی کے ساتھ اللہ کی قسمیں کھائیں

لَهُمْ لَمَعَكُمْ ۚ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَاصْبِرُوا خَيْرِينَ ۝

کہ وہ ضرور تمہارے ساتھ ہیں ان کے اعمال اکارت ہو گئے جس کی وجہ سے نقصان میں پڑنے والے ہو گئے۔“

قرآن فقط سننا کافی نہیں اس پر عمل لازم ہے:

آیت ۵۱: دین کے دشمنوں سے موالات کی ممانعت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا الْيَهُودَ وَالنَّصٰرَىٰ اَوْلِيَآءَ (اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ) ان کو دوست نہ بناؤ کہ تم ان کے مددگار و معاون ہو۔ اور ان سے نصرت و معاونت طلب کرنے والے اور ان سے مواخات اور ایمان والوں جیسا میل جول اختیار کرنے والے ہو۔ پھر نبی کی وجہ اس ارشاد سے بتلائی بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ (کہ وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں) اور سارے مل کر ایمان والوں کے دشمن ہیں اس میں دلیل ہے کہ تمام کفار ملت واحدہ ہیں۔ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاِنَّهُ مِنْهُمْ (جو ان سے دوستی اختیار کرنے والا ہے وہ انہیں میں سے ہے) اور اس کا حکم انہی جیسا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سختی کی گئی ہے اور دین کے مخالفین

سے علیحدگی اختیار کرنے کو انتہائی ضروری و لازم قرار دیا گیا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (ان ظالموں کی اللہ تعالیٰ راہنمائی نہیں فرماتے) جو کفار سے دوستی کر کے اپنے نفوس پر ظلم کر چکے ہوتے ہیں۔

منافق موالات کفار میں تیز ہیں:

آیت ۵۲: فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (تم ان کے دلوں میں نفاق کی بیماری دیکھو گے) يُسَارِعُوْنَ (جلدی کرنے والے ہیں) نَحْمُورُ: یہ حال یا مفعول دوم ہے کیونکہ تری سے آنکھ سے دیکھنا بھی مراد ہو سکتا ہے اور دل سے دیکھنا بھی۔ فِيْهِمْ ان میں یعنی ان کفار کی مسلمانوں کے خلاف معاونت میں اور موالات میں جلدی کرنے والے ہیں۔ يَقُوْلُوْنَ وہ اپنے نفوس میں کہتے ہیں یہ دل میں کہنا اس لئے مراد لیا کیونکہ علی ما اسروا اسی آیت کے آخر میں آرہا ہے ما اسروا قول نفس ہی ہے۔ نَخْشَى اَنْ تُصِيبَنَا ذٰلِكَ (ہمیں خطرہ ہے کہ کوئی حادثہ حالات کو گھما دے جس پر وہ ہیں) فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاتِيَ بِالْفَتْحِ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فتح دے دے اپنے رسول ﷺ کو ان کے دشمنوں پر اور ایمان والوں کو غلبہ دے دے۔ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ يٰۤاُوْھِ نَبِیُّ اللّٰهِ کو منافقین کے اسرار ظاہر کرنے کا حکم دے اور ان کے قتل کا آرڈر دے دے۔ فَيُصْبِحُوْا پھر منافق اس پر علی مَا اَسْرُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ جو اپنے دلوں میں نفاق چھپائے ہوئے ہیں۔ نَذِیْمٌ شَرْمَنَدَہ ہونے والے ہیں یہ فتصبحوا کی خبر ہے۔

منافقین کی بد حالی:

آیت ۵۳: وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا یعنی ایمان والے۔ اس وقت ایک دوسرے کو کہیں گے۔

قراءت: بصری نے ان یاتی پر عطف کے طور پر یقول پڑھا ہے اور شامی اور حجازی نے یقول کو واؤ کے بغیر پڑھا ہے اسی لئے کہ کہنے والے کا جواب ہے کہ مؤمن اس وقت کیا کہیں گے۔ تو جواب دیا یقول الذین امنوا ایمان والے اس وقت یہ کہیں گے۔ اَهْلُوْا الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اِيْمَانِهِمْ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ (یعنی وہ پکی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تمہارے دوست ہیں اور کفار کے خلاف تمہارے معاون ہیں)

نَحْمُورُ: جہد ایمانہم یہ مصدر ہے جو حال کے معنی میں ہے۔ یعنی وہ اس حال میں کہ وہ تمہاری قسموں کی پختگی میں خوب کوشش کرنے والے ہیں۔ حَبَطَتْ اَعْمَالُهُمْ (ان کے وہ اعمال ضائع ہو گئے) جو انہوں نے ریا کاری اور شہرت کی خاطر کیے۔ یقین و وعدہ کی بنیاد پر نہیں کیے تھے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکے اعمال حبط ہونے کی شہادت ہے اور انکی بری حالت پر تعجب کا اظہار کیا گیا ہے فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ وہ دنیا و آخرت میں اعانت کے فوت ہونے اور دائمی سزا کی وجہ سے نقصان میں پڑ گئے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ

”اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے سو عنقریب اللہ ایسی قوم کو پیدا

بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ ۖ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ ۚ

فرما دیگا جن سے اللہ کو محبت ہوگی اور وہ اللہ سے محبت کرنے والے ہوں گے، وہ مسلمانوں پر نرم دل ہوں گے اور کافروں پر زبردست ہوں گے،

يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ۚ ذَٰلِكُمْ فَضْلُ

وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے یہ اللہ کا

اللَّهُ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝۵ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ

فضل ہے وہ دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑی وسعت والا بڑے علم والا ہے، تمہارا ولی بس اللہ

وَرَسُولُهُ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ

اور اس کا رسول ہے اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں

وَهُمْ رَاكِعُونَ ۝۵ وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ

اس حال میں کہ وہ رکوع کرنے والے ہیں، اور جو کوئی شخص دوست رکھے اللہ کو اور اس کے رسول کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے سو اس میں شک نہیں

حُزِبَ اللَّهُ لَهُمُ الْغُلْبُونَ ۝۶

کہ اللہ کا جو گروہ ہے وہی غالب ہونے والا ہے۔“

قتال مرتدین کی پیشینگوئی خلافتِ شیخین کی حقانیت:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ۔ (جو تم میں سے دین اسلام سے اسی کفر کی طرف پھر جائیگا جس پر وہ پہلے تھا۔)

قرأت: مدنی اور شامی نے یرتد پڑھا ہے۔ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ محبت سے مراد ان کے اعمال سے راضی ہونا اور ان کے ان اعمال پر ان کی تعریف کرنا ہے یحبونہ سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا اور اس کی رضا مندی کو ہر چیز پر ترجیح دینا ہے اس میں حضور علیہ السلام کی نبوت کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو اس چیز کی اطلاع دی جو ہوا نہ تھا وہ ہو کر رہا۔ نیز خلافت صدیقی کا ثبوت ہے۔ کیونکہ انہوں نے مرتدین سے جہاد کیا۔ اور ان کی خلافت کے برحق ہونے اور خلافت فاروقی کی

حقانیت کی دلیل ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے ان کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ اس کے ساتھ والے اگر ایمان ثریا میں معلق ہو تو ابنائے فارس اس کو پالیں گے اور جزاء کی ضمیر اس اسم کی طرف لوٹ رہی ہے جو شرط محذوف کے معنی میں متضمن ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عنقریب ان کی جگہ ایک قوم لائیں گے جو اذِلَّةٌ یہ ذلیل کی جمع ہے۔ رہا لفظ ذلول اس کی جمع ذُلُلٌ آتی ہے۔ جن لوگوں نے اس کو الذل سے کہا ہے جو کہ صعوبت بمعنی مشکل کی ضد ہے ان سے بھول ہوئی ہے کیونکہ ذلول کی جمع اذِلَّةٌ نہیں آتی۔ بقول جوہری الذل یہ العزیزت کے بالمقابل ہے کہتے ہیں رجل ذلیل جس کی ذلت واضح ہو چکے کہا جاتا ہے۔ قوم اذلاء واذلہ۔ الذل کسرہ ذال کے ساتھ نرمی کو کہتے ہیں اور یہ صعوبۃ کی ضد ہے۔ جیسے کہتے ہیں دابة ذلول و دواب ذلل (مصنف۔ بیضاوی کا قول نقل کیا مگر صاحب قاموس نے لکھا ہے کہ ذلیل کی جمع ذلال اور اذلاء اور اذلة اور ذلول کی جمع ذلل اور اذلة ہے پس اذلة ذلیل اور ذلول دونوں کی جمع ہے دراصل دونوں لفظ قریب المعنی ہیں۔ (فتدبر) عَلَى الْمُؤْمِنِينَ يَهَا لِلْمُؤْمِنِينَ نہیں فرمایا کیونکہ ذُلُّ کا لفظ مہربانی و شفقت کو متضمن ہے گویا اس طرح فرمایا عَاطِفِينَ عَلَى وَجْهِ التَّذَلُّلِ وَالتَّوَاضُّعِ وہ ان پر تواضع و عاجزی کے طور پر شفقت کرنے والے ہیں۔ اَعَزَّةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ کافروں پر سخت ہیں۔ العزاز: اصل میں سخت زمین کو کہا جاتا ہے پس وہ ایمان والوں کے ساتھ تو اس طرح سلوک کرنے والے ہیں۔ جیسا والد اپنے بیٹے پر اور آقا اپنے غلام پر اور کافروں کے ساتھ جیسے چیتا اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وہ کفار سے لڑائی کرنے والے ہیں۔ یہ بھی اسی طرح قوم کی صفت ہے جیسے یحجہم اور اعزة اور اذلة۔ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةً لَّاهِمٍ وَاُوَاسٍ میں ممکن ہے حالیہ ہو یعنی وہ جہاد کرتے ہیں اور ان کا حال جہاد میں منافقین سے الگ ہے۔ اس لئے کہ وہ یہود کے ساتھ دوستی کرنے والے ہیں۔ جب وہ ایمان والوں کے ساتھ جہاد میں نکلتے ہیں۔ تو یہودی دوستوں کا اسی طرح خیال رکھتے ہیں کہ کوئی ایسا عمل نہیں کرتے جس میں خدشہ ہو کہ یہودی طرف سے ان کو ملامت پہنچے گی۔ رہے مومن ان کا جہاد فقط اللہ تعالیٰ کی خاطر ہے جس میں وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خیال نہیں کرتے یا وَاُوَاسٍ ممکن ہے کہ عطف کے لئے ہو پھر مطلب یہ ہوگا ان کی خصوصیت جہاد فی سبیل اللہ ہے اور وہ اپنے دین میں مضبوط ہیں۔ جبکہ وہ دین کے کاموں میں سے کوئی کام شروع کرتے ہیں تو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت ان کو روک نہیں سکتی۔ اللومۃ ایک مرتبہ ملامت کرنا۔ اس لفظ کو نکرہ اور ایک مرتبہ لانے سے مبالغہ مقصود ہے گویا اس طرح کہا گیا وہ کبھی ذرہ بھر ملامتوں میں سے کسی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ ذَلِکَ کا مشاڑ الیہ قوم کے جو اوصاف بیان ہوئے وہ ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کی محبت، عاجزی، سختی، مجاہدہ، ملامت کے خوف کی نفی۔ ذَلِکَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ (یہ اللہ کا فضل ہے وہ دیتا ہے جس کو چاہتا ہے) وَاللَّهُ وَاسِعٌ (بہت زیادہ فضل والے ہیں) عَلَیْہِمْ (اس کو جاننے والے ہیں) جو اس فضل کا حق دار ہے۔

ولایت کے حقدار لوگ:

آیت ۵۵: جن لوگوں سے دشمنی لازم ہے ان کی موالات سے ممانعت کرنے کے بعد ان کا تذکرہ کیا جن سے موالات لازم ہے۔ فرمایا۔ اِنَّمَا وَلِیْکُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ انما کا کلمہ ظاہر کر رہا ہے کہ موالات کے ساتھ یہ لوگ خاص ہیں۔ الولی کا لفظ جمع نہیں

لائے۔ کیونکہ جس سے موالات کا حکم دیا وہ ایک جماعت ہے اس بات پر متنبہ کرنے کیلئے کہ اصل ولایت اللہ ہی کی ہے دوسروں کی ولایت و دوستی تو تبعاً ہے۔ اگر اس طرح کہا جاتا تھا اولیاءکم اللہ ورسولہ تو کلام میں اصل و تبع کوئی نہ بنتا۔ **نَحْمَدُ** وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يَقِيمُونَ الصَّلَاةَ محلاً مرفوع ہے کیونکہ یہ الذین سے بدل ہے۔ یاہم الذین سے مرفوع ہے یا منصوب ہے مدح کی وجہ سے وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ اس کی واو اور وَهُمْ رَاكِعُونَ کی واو حالیہ ہے یعنی وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں جبکہ وہ نماز میں رکوع کی حالت میں ہوتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق اتری ان سے ایک سائل نے سوال کیا جبکہ وہ اپنی نماز میں حالت رکوع میں تھے۔ آپ نے اپنی انگلی اس کی طرف پھینک دی گویا وہ خضر کے متعلق بے تاب تھے۔ پس انہوں نے اس کے اتارنے میں عمل کثیر نہیں کیا جس سے نماز فاسد ہو۔ (مگر باہر کی بات سن کر جوابی عمل سے نماز کیسے قائم رہتی ہے فافہم روایت خود محتاج ثبوت ہے مجہول الاسناد روایت ہے) جمع کا لفظ لایا گیا اگرچہ سبب ایک ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ ان کے فعل کی اتباع کریں۔ تاکہ ان جیسا ثواب حاصل ہو۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں صدقہ درست ہے اور فعل قلیل مفسد نماز نہیں ہے۔

آیت ۵۶: وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا يَتَوَلَّى كَافَّةً يَدُودًا يُؤْتُونَ مِمَّا فَرَغَ بِهِمْ إِنْ كُنُوا مُعْتَدِلِينَ۔
 الغلبون ظاہر کو ضمیر کی جگہ لایا گیا ہے۔ یعنی فانہم ہم الغالبون کی بجائے ان حزب اللہ فرمایا۔ یا حزب سے رسول اللہ ﷺ اور مؤمن مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جس نے ان سے دوستی اختیار کی تو اس نے اللہ کے لشکر سے دوستی کی۔ اور اس سے بھائی بندی کر لی جو مغلوب نہیں ہوتا۔ الحزب کا معنی کسی پیش آنے والے کام کے لئے جو لوگ جمع ہوتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُؤًا وَ

اے ایمان والو! ان کو دوست نہ بناؤ جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل

لَعِبًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَالْكَفَّارُ أَوْلِيَاءُ

بنا لیا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان کے علاوہ جو دوسرے کافر ہیں ان کو بھی دوست نہ بناؤ

وَاتَّقُوا اللَّهَ إِن كُنتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿٥٧﴾ وَإِذَا نَادَيْتُمُ إِلَى الصَّلَاةِ

اور اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو اور جب تم نماز کے لیے پکارتے ہو

اتَّخِذُوا هَاهُزُوا وَلَعِبًا ۖ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٥٨﴾ قُلْ

تو وہ اسے ہنسی اور کھیل بنا لیتے ہیں، یہ اس لئے کہ وہ سمجھ نہیں رکھتے۔ آپ فرمادیجئے!

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ هَلْ تَنْقِمُونَ مِنَّا إِلَّا أَن آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ

کہ اے اہل کتاب تم ہم سے صرف اس لیے ناراض ہوتے ہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر ایمان لائے جو ہماری طرف

إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلُ ۖ وَأَنَّ أَكْثَرَكُمْ فَاسِقُونَ ﴿٥٩﴾ قُلْ هَلْ

اتارا گیا اور جو ہم سے پہلے اتارا گیا، اور ایک یہ بات ہے کہ تم میں اکثر نافرمان ہیں، آپ فرمادیجئے کیا

أَنْبِئُكُمْ بِشَرِّ مِّنْ ذَٰلِكَ مَثُوبَةً عِنْدَ اللَّهِ ۖ مَن لَّعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ

میں تمہیں وہ طریقہ بتاؤں جو اللہ کے نزدیک سزا کے اعتبار سے اس سے زیادہ برا ہے۔ یہ ان لوگوں کا طریقہ ہے جن پر اللہ نے لعنت کر دی اور جن پر اللہ

عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمْ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ ۖ

غصہ ہوا اور ان میں سے بعض کو اللہ نے بندر اور سور بنا دیا۔ جنہوں نے شیطان کی عبادت کی

أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ ﴿٦٠﴾

یہ لوگ جگہ کے اعتبار سے بدترین لوگ ہیں اور سیدھے راستہ سے بہت زیادہ بہکے ہوئے ہیں

موالات کفار سے ممانعت:

آیت ۵۷: روایت میں ہے کہ رفاعہ بن یزید اور سوید بن الحارث نے کھلے طور پر اسلام قبول کیا۔ پھر منافقت اختیار کی۔ بعض مسلمانوں کی ان سے دوستی تھی تو یہ آیت اتری۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا دِيْنََكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا یعنی وہ

وَإِذَا جَاءُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَقَدْ دَخَلُوا بِالْكَفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ ط وَاللَّهُ

اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے حالانکہ وہ کفر کے ساتھ داخل ہوئے۔ اور کفر کی ہی حالت میں نکل گئے، اور اللہ

أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا يَكْتُمُونَ ﴿٦١﴾ وَتَرَى كَثِيرًا مِنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ

خوب جانتا ہے جس کو وہ چھپاتے ہیں، اور آپ ان میں سے بہت سوں کو دیکھیں گے جو گناہ میں اور ظلم

وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ط لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٦٢﴾ لَوْلَا

اور حرام کھانے میں تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں۔ یہ واقعی بات ہے کہ وہ اعمال برے ہیں جو یہ لوگ کرتے ہیں کیوں نہیں

يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ط

منع کرتے ان کو درویش اور اہل علم گناہ کی باتیں کرنے سے اور حرام کھانے سے،

لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿٦٣﴾

واقعی وہ کرتوت برے ہیں جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

وہ تھے یا دونوں مسخ اصحاب سبت ہی کو پیش آئے۔ ان کے نوجوان بندر بنادیئے گئے اور بوڑھے خنازیر بنادیئے گئے۔ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ الطَّاغُوت سے یہاں پچھڑا مراد ہے یا شیطان کیونکہ پچھڑے کی عبادت شیطانی ترین سے تھی۔ اور اس کا عطف بھی من کے صلہ پر ہے۔ گویا عبارت اس طرح ہے۔ ومن عبد الطَّاغُوت اور وہ جنہوں نے شیطان کی عبادت کی۔

قراءت: حمزہ نے عَبْدَ الطَّاغُوت پڑھا ہے اس کو اسم قرار دیا ہے جو مبالغہ کے لئے وضع کیا گیا۔ جیسے کہتے ہیں: رجل حذر و فطن وہ آدمی جو انتہائی محتاط اور فطین ہے۔ اس کا عطف القردہ اور خنازیر پر ہے یعنی جعل اللہ منهم عبد الطَّاغُوت اللہ تعالیٰ نے ان میں شیطان کے پیروکار بنادیئے۔ أُولَئِكَ مَسَخَ شِدَّةً ملعون شرُّ مَكَانًا مکان کے لحاظ سے بدترین ہیں۔ یہاں شرارت کے لئے مکان ثابت کیا گیا۔ اس سے اہل شرارت کے لئے مبالغہ مقصود ہے۔ وَأَضَلُّ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ وہ سیدھے راستے سے جو جنت کی طرف جانے والا ہے۔ بہت زیادہ دور ہٹنے والے ہیں۔

منافقانہ اسلام:

آیت ۶۱: یہ آیت یہود کے اس گروہ کے متعلق اتری جو آپ ﷺ کے پاس داخل ہوتا تو منافقت سے اسلام کا اظہار کرتا۔ وَإِذَا جَاءُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَقَدْ دَخَلُوا بِالْكَفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ ط حال کے لیے ہے مطلب یہ ہے وہ داخل ہوئے اس حال میں کہ وہ کافر تھے اور وہ نکل کر گئے تو اس حال میں کہ وہ کافر تھے۔ تقدیر عبارت ملتبسین بالکفر ہے کہ وہ داخل ہوئے اور نکلتے

ہوئے متلبس بالکفر تھے اسی لئے قدماضی پر لایا گیا۔ تاکہ اس کو حال کے قریب کیا جاسکے۔ یہ قالوا 'امنا سے متعلق ہے۔ کہ کہتے زبان سے وہ ہیں اور حالت ان کی یہ ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوا يَكْتُمُونَ۔ اور اللہ جانتا ہے جو نفاق وہ چھپاتے ہیں۔

قُبَاحُ يَهُود:

آیت ۶۲ : وَتَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ سَعًى يَّسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ اثم سے مراد یہاں جھوٹ ہے۔ وَالْعُدُوّٰنِ ظَلَمَ یا گناہ جو ان کے ساتھ خاص ہو۔ عدوان وہ گناہ جو ان سے دوسروں کی طرف تجاوز کر جائے۔ الْمَسَارَعَةُ فِي الشَّيْءِ جلدی سے کسی چیز کو گرگزرنّا۔ وَاكْتَلَبَهُمُ السُّحْتَ سخت حرام کو کہتے ہیں۔ لِبَنَسٍ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ البتہ وہ بہت بری چیز ہے جو انہوں نے اختیار کی ہے۔

سب سے سخت آیت:

آیت ۶۳: لَوْلَا يَهْدِيهِ حَرْفُ تَخْفِيفٍ هِيَ بِمَعْنَى كَيْونَ نَهِيں۔ يَنْهَهُمُ الرَّبِّيُّونَ وَالْأَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ
لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ اس میں علماء کی مذمت فرمائی گئی ہے۔ جبکہ پہلی آیت عام لوگوں کے لئے ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما
سے مروی ہے کہ یہ قرآن مجید میں سب سے زیادہ سخت آیت ہے اس لئے کہ نہی عن المنکر کے چھوڑنے والے کو منکرات کے مرتکب
کے درجہ میں رکھ کر وعید سنائی گئی ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يُدُّ اللَّهُ مَغْلُولَةً ۖ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا

اور کہا یہودیوں نے کہ اللہ کا ہاتھ بند ہو گیا ہے ، بند ہوئے ان کے ہاتھ، اور ان کے قول کی وجہ سے ان پر لعنت

قَالُوا ۚ بَلْ يَدُهُ مَبْسُوطَتٌ ۖ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ ۖ وَلَيَزِيدَنَّ

کی گئی ، بلکہ اللہ کے ہاتھ کھلے ہوئے ہیں وہ خرچ فرماتا ہے جیسے چاہے، اور آپ کے رب کی طرف سے

كَثِيرًا مِّنْهُمْ مَّا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۖ وَالْقَيْنَا

جو آپ پر نازل کیا گیا، وہ ان میں سے بہت سوں کو سرکشی اور کفر کے زیادہ ہونے کا سبب بن جائے گا، اور ہم نے ڈال دی

بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ۖ كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا

ان کے درمیان دشمنی اور بغض قیامت کے دن تک ، انہوں نے جب کبھی لڑائی کی آگ جلائی

لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ ۖ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ۖ وَاللَّهُ

اللہ نے اسے بجھا دیا۔ اور یہ لوگ فساد کے لیے دوڑتے ہیں، اور اللہ

لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿٦٤﴾ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا

فسادیوں کو دوست نہیں رکھتا، اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ضرور

عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَادْخُلَتْهُمْ جَنَّتِ النَّعِيمِ ﴿٦٥﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا

ان کے گناہوں کا کفارہ کر دیتے، اور ہم انہیں ضرور نعمتوں کے باغوں میں داخل کر دیتے، اور اگر وہ قائم کرتے

التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ لَأَكْلُوا مِنْ

توریت کو اور انجیل کو اور اس کو جو کچھ نازل ہوا ہے ان پر ان کے رب کی طرف سے تو ضرور کھاتے اپنے اوپر

فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ ۖ مِنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۖ وَكَثِيرٌ

سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے ، ان میں ایک جماعت سیدھی راہ اختیار کرنے والی ہے اور ان میں بہت سے

مِّنْهُمْ سَاءَ مَا يَعْمَلُونَ ﴿٦٦﴾

ایسے لوگ ہیں جو برے کرتوت کرتے ہیں

بخیل کہہ کر اللہ کی توہین کا مرتکب یہودی:

آیت ۶۴: وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا بَلْ يَدُهُ مَبْسُوتَةٌ رُوَيْتَ میں ہے کہ یہودیوں نے آپ ﷺ کی توہین کی تو اللہ تعالیٰ نے جو ان پر وسعت کی تھی روک دی اور یہود سب سے زیادہ مالدار تھے۔ اس پر فحاص یہودی نے کہا ید اللہ مغلولة کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ اس کی اس بات کو باقی یہود نے پسند کیا۔ اور اس کے ساتھ شرکت کی۔ غل الید و بسط الید یہ بخل و سخاوت سے مجاز ہیں جیسا دوسرے مقام پر فرمایا ولا تجعل يدك مغلولة الى عنقك ولا تبسطها كل البسط (الاسراء-۲۹) اس سے متکلم کا مقصد ہاتھ کا ثابت کرنا نہیں ہوتا۔ اور نہ باندھا جانا اور کھلنا مقصود ہوتا ہے۔ بلکہ اس کو اس بادشاہ کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں۔ جو اشارہ سے دیتا ہے اور روکتا ہے اور اگر کندھے تک ہاتھ کٹنے والا کثیر عطیہ دے تو کہتے ہیں ما بسط یدہ بلینوال اس کا ہاتھ عطیہ میں کتنا کھلا ہے (حالانکہ اس کا ظاہری ہاتھ تو کٹا ہوا ہے) اور ایسے مقام پر بھی استعمال ہوا۔ جہاں ہاتھ درست نہیں۔ کہا جاتا ہے بسط البأس کفیه فی صدری کہ خوف نے میری دونوں ہتھیلیاں میرے سینے میں کھول دیں۔ جو کہ ایک معنوی چیز ہے۔ دو ہتھیلیاں ثابت کیں۔ جو شخص علم بیان سے واقف نہ ہو وہ اس جیسی آیات کی تاویل میں حیران رہ جاتا ہے۔ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ یہ ان کے متعلق بخل کی بددعا ہے اسی وجہ سے یہود مخلوق خدا میں سب سے زیادہ بخیل ہیں۔ یا دوسری تفسیر یہ ہے کہ جہنم میں ان کو طوق پہنائے جائیں گے۔ پس گویا وہ ابھی سے بیڑیوں والے بن گئے۔

دونوں ہاتھ کا ذکر تردید بلوغ کیلئے:

سوال: ید اللہ مغلولة میں ایک ہاتھ کا ذکر کیا گیا تھا مگر بل یداہ مبسوطتان میں دو کا ذکر کیا گیا۔

جواب: تاکہ ان کے قول کی تردید انتہائی بلوغ انداز میں ہو جائے۔ اور جو دو سخائے باری تعالیٰ میں زیادہ سے زیادہ دلالت کرے۔ اور اس کی ذات سے پورے طور پر بخل کی نفی ہو جائے پس نخی اپنی سخاوت میں دونوں ہاتھوں سے سخاوت کرتا ہے۔ یُنْفِقُ کَیْفَ یَشَاءُ جیسے چاہتا ہے خرچ کرتا ہے اس میں سخاوت کے وصف کی تاکید کی گئی۔ اور اس بات پر دلالت ہے کہ وہ جو بھی خرچ فرماتے ہیں وہ حکمت کا مقتضا ہے۔ وَلَکِزِیْدَنَّ کَثِیْرًا مِنْهُمْ ہم سے مراد یہود ہیں۔ مَا اَنْزَلَ اِلَیْکَ مِنْ رَبِّکَ طُغْیَانًا وَکُفْرًا یعنی حسد کی وجہ سے جب قرآن نازل ہوتا ہے تو ان کا انکار شدت اختیار کر لیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی آیات سے انکار ترقی کر لیتا ہے۔ اس آیت میں فعل کی اضافت سبب کی طرف کی گئی جیسا کہ اس آیت میں ہے فزادتهم رجسا الى رجسهم (التوبة-۱۲۵)

یہود اسلام کو مٹانے کے لئے کوشاں ہیں:

وَالْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ اِلَى یَوْمِ الْقِیَمَةِ ان کی بات ہمیشہ مختلف اور ان کے دل منتشر ہوتے ہیں۔ ان کے درمیان اتفاق اور موافقت نہیں ہوتی۔ کُلَّمَا اَوْقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ اُطْفِأَهَا اللّٰهُ جب کبھی وہ کسی سے جنگ کا ارادہ کرتے ہیں تو مغلوب و مقہور کر دیئے جاتے ہیں۔ اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی مدد قائم نہیں ہوتی۔ جب اسلام آیا تو وہ اس

وقت مجوسیوں کی حکومت کے ماتحت تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جب بھی وہ رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرتے ہیں تو مغلوب ہو جاتے ہیں۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ تم کسی شہر میں جس یہودی کو پاؤ گے وہ لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل و خیس ہوگا۔ وَيَسْعُونَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا وہ اسلام کو شکست دینے کے لئے کوشاں ہیں۔ اور آپ ﷺ کا تذکرہ اپنی کتابوں سے مٹانے کے لئے دن رات سرگرداں ہیں۔ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ اور اللہ تعالیٰ مفسدوں کو نہیں چاہتے۔

ایمان و تقویٰ سے سب گناہ دھل سکتے ہیں:

آیت ۶۵: وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا اگر اہل کتاب رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آئیں اور جو کچھ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں۔ اس کو مان لیں باوجود ان تمام برائیوں کے جو ہم نے شمار کی ہیں۔ وَاتَّقُوا اور اپنے ایمان کو تقویٰ سے ملاتے لکھنا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ تو ان کی برائیوں پر مواخذہ نہ کرتے وَلَا ذُخْلُنْهُمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ اور ان کو نعمتوں والے باغات میں مسلمانوں کے ساتھ داخل کرتے۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ اور اگر وہ تورات و انجیل کے احکام کو قائم کرتے اور ان کی حدود کی پابندی کرتے اور اس میں جو رسول اللہ ﷺ کی تعریف ہے اس کو تھامتے۔ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ اور تمام منزلہ کتب کو تھامتے کیونکہ ان کو ان تمام کتابوں پر ایمان لانے کا مکلف بنایا گیا تھا گویا وہ خود انہی کی طرف اتری تھیں۔ بعض نے کہا کہ ما انزل سے مراد قرآن پاک ہے لَا كَلُومًا مِنْ فَوْقِهِمْ تو وہ پھل کھاتے اپنے سروں کے اوپر سے۔ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ کھیتیاں پاؤں کے نیچے سے۔ یہ دراصل وسعت کی دلیل ہے جیسے کہتے ہیں فلان فی النعمة مما فوقه الى قدمه یعنی وہ کشائش رزق و خوشحالی میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وسعت رزق کا سبب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ (الاعراف: ۹۶) ایک اور آیت میں فرمایا: وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ط [الطلاق: ۳۲] سورہ نوح میں فرمایا: فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا [نوح: ۱۰]۔ وما بعدها من الآيات سورہ جن میں فرمایا: وَأَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقِينَهُمْ مَاءً غَدَقًا (الحج: ۱۶) مِنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ۔ ان میں سے ایک میانہ رو جماعت ہے جو عداوت رسول اللہ ﷺ میں میانہ روی اختیار کرنے والی ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ مؤمن گروہ ہے جو عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر مشتمل تھا۔ اور اڑتالیس ۴۸ عیسائی بھی ان کے ساتھ تھے۔ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ سَاءَ مَا يَعْمَلُونَ اس میں تعجب کا معنی ہے گویا اس طرح فرمایا۔ کہ ان کی اکثریت کا عمل کس قدر برا ہے دوسرا قول یہ بھی ہے کہ اس سے کعب بن اشرف اور اس کی پارٹی والے مراد ہیں۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۖ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا

اے رسول! آپ پہنچا دیجئے جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا، اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا

بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۖ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي

تو آپ نے اللہ کا پیغام نہ پہنچایا، اور لوگوں سے اللہ آپ کی حفاظت فرمائے گا، بے شک اللہ کافر لوگوں کو

الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿٦٧﴾

راہ نہیں دکھائے گا۔

بے خطر ہو کر اللہ کا پیغام پہنچائیں:

آیت ۶۷: يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ مَا أُنْزِلَ سے مراد وہ تمام جو آپ کی طرف اتارا گیا۔ اور جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے اس کو دوسری طرف پہنچانے میں کسی کی حفاظت کی ضرورت نہیں۔ اور نہ کسی خطرہ کی ضرورت ہے۔ کہ آپ کو اس سلسلے میں تکلیف پہنچے گی۔ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ اگر وہ تمام آپ نے نہ پہنچایا جیسا میں نے آپ کو حکم دیا ہے۔ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ تو آپ نے اس وقت نہ پہنچایا اس چیز کو جس کا آپ کو ادائے رسالت کے سلسلے میں مکلف بنایا گیا اور آپ نے گویا اس میں سے کوئی چیز کبھی بھی ادا نہیں کی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا بعض حصہ ادائیگی میں دوسرے سے افضل واولیٰ نہیں (بلکہ سب یکساں ہیں) تو جب بعض کو ادا نہیں کیا تو گویا تمام کی ادائیگی میں غفلت برتی۔ اس کی مثال اس طرح ہے جیسا کہ جو آدمی اس کے بعض حصہ پر ایمان نہیں رکھتا ہے تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو تمام پر ایمان نہیں رکھتا۔ کیونکہ تمام وحی ایک ہی حکم میں ہے۔ کیونکہ وہ ساری ایک خطاب میں داخل ہے۔ اور ایک چیز پہنچائی ہوئی نہ پہنچائی ہوئی نہیں بن سکتی اس پر ایمان والا بھی ہو اور ایمان نہ لانے والا بھی ہو۔

محدین کا قول:

یہ کلام بے فائدہ ہے۔ یہ کلام اس طرح ہے جیسے تم اپنے غلام کو کہو کل هذا الطعام فان لم تاكله فانك ما اكلته یہ کھانا کھاؤ اگر تو نے نہ کھایا تو گویا تو نے اس میں سے کچھ نہ کھایا۔

پیغام پہنچانے کا مطلب:

جواب: یہ مستقبل میں پیغام رسالت کے پہنچانے کا حکم ہے یعنی تم مستقبل میں اس چیز کو پہنچاؤ جو آپ کی طرف اتاری گئی آپ ﷺ کے رب کی طرف سے اگر آپ نے مستقبل میں نہ پہنچایا تو گویا آپ نے رسالت کو بالکل نہیں پہنچایا۔ دوسرا قول یہ ہے اگر تم نے نہ پہنچایا تو آپ اس شخص کی طرح ہیں جس نے بالکل نہ پہنچایا۔ تیسرا قول یہ ہے آپ اس پیغام کو پہنچائیں کسی کا خوف کئے بغیر۔ اگر آپ نے اس وصف کے ساتھ نہ پہنچایا تو گویا آپ نے رسالت کو بالکل نہیں پہنچایا۔ پھر آپ کو حوصلہ دلانے کے لئے فرمایا۔ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اللہ تعالیٰ قتل سے آپ کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ وہ اس پر قدرت نہ پائیں گے۔ اگرچہ

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّى تُقِيمُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ

”آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب تم کسی راہ پر نہیں ہو یہاں تک کہ توریت کو اور انجیل کو

وَمَا أَنْزَلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ ۖ وَلَيزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم مَّا أَنْزَلَ

اور اس چیز کو قائم کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی گئی اور ضرور ضرور ان میں سے بہت سوں کی سرکشی کو اور

إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۚ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٦٨﴾

کفر کو وہ مضمون زیادہ کر دے گا جو آپ کی طرف نازل کیا گیا، سو آپ کافر قوم پر افسوس نہ کیجئے،

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِغُونَ وَالنَّصَارَىٰ مَن

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ یہودی ہیں اور فرقہ صابغین اور نصاریٰ ان میں سے جو شخص

أَمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور اعمال صالحہ کرے تو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ

يَحْزَنُونَ ﴿٦٩﴾ لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَارْسَلْنَا إِلَيْهِمْ

غمگین ہوں گے، بلاشبہ ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ان کی طرف ہم نے

رُسُلًا ۖ كُلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنفُسُهُمْ ۖ فَرِيقًا كَذَّبُوا

رسول بھیجے جب بھی کوئی رسول ان کے پاس ایسا حکم لے کر آیا جو ان کی خواہشوں کے موافق نہیں تھا تو انہوں نے نبیوں کی ایک جماعت کو جھٹلا دیا

وَفَرِيقًا يَّقْتُلُونَ ﴿٧٠﴾ وَحَسِبُوا إِلَّا تَكُونُ فِتْنَةً فَعَمُوا وَصَمُّوْا ثُمَّ

اور ایک جماعت کو قتل کر دیا، اور انہوں نے گمان کیا کہ کچھ بھی فتنہ نہ ہو گا پھر وہ اندھے اور بہرے ہو گئے پھر

تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوا وَصَمُّوا كَثِيرٌ مِّنْهُمْ ۖ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا

اللہ نے ان پر توجہ فرمائی پھر ان میں سے بہت سے لوگ اندھے اور بہرے ہو گئے اور اللہ ان کاموں کو دیکھتا ہے جن

يَعْمَلُونَ ﴿٧١﴾

کو وہ کرتے ہیں۔“

منه

ایک سوال کا جواب:

بنی اسرائیل کا شدید اندھا پن کہ قتل انبیاء جیسے جرم پر عذاب نہ ہونے کا یقین کر لیا:

منزل ۲

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ وَقَالَ الْمَسِيحُ

”بلاشبہ وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے یوں کہا کہ اللہ ہی مسیح ابن مریم ہے حالانکہ مسیح نے فرمایا ہے

يَبْنِي إِسْرَءِيلَ اَعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ

کہ اے بنی اسرائیل! تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے، بلاشبہ جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے

فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝۷۲

تو اس میں شک نہیں کہ اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں،

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ ۖ وَمِنْ إِلَهِ إِلَّا إِلَهُ

بلاشبہ وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین معبودوں میں سے ایک معبود ہے حالانکہ ایک معبود کے علاوہ کوئی

وَاحِدٌ ۖ وَإِنْ لَّمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ

معبود نہیں۔ اور اگر اس بات سے باز نہ آئے جو وہ کہتے ہیں تو ضرور ضرور ان لوگوں کو جو ان میں کفر ہی پر جمے رہیں دردناک

عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝۷۳ أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُ ۖ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝۷۴

عذاب پہنچ جائے گا، کیا وہ اللہ کے حضور میں توبہ نہیں کرتے اور اس سے مغفرت نہیں چاہتے، اور اللہ غفور رحیم ہے

عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اور ان کے مر بوب ہونے میں فرق نہیں کیا:

آیت ۷۲: لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَبْنِي إِسْرَءِيلَ اَعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ حضرت عیسیٰ نے اپنے اور ان کے درمیان اس بات میں کوئی فرق نہیں کیا۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مر بوب بندے ہیں تاکہ یہ نصاریٰ کے خلاف دلیل بن جائے۔ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ بیشک جو شخص اس کی عبادت میں غیر اللہ کو شریک کرے گا۔ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ اللَّهُ تَعَالٰی نے اس پر جنت کو حرام کر دیا۔ کیونکہ وہ موحدین کا گھر ہے۔ یعنی اس میں ان کا داخلہ حرام ہے اور اس سے ان کو روک دیا۔ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ان کا ٹھکانا آگ ہے۔ وَمَا لِلظَّالِمِينَ ظَالِم سے کافر مراد ہیں۔ مِنْ أَنْصَارٍ کوئی مددگار نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے (یعنی ادخال الہی) یہ عیسیٰ علیہ السلام کے کلام کا حصہ ہے۔

الوہیت عیسیٰ کا عقیدہ بہر حال کفر ہے:

آیت ۷۳: لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ تینوں الہوں میں تیسرا ہے۔

اشکال کا جواب:

ایک اشکال: اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت میں فرمایا: لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ط (المائدہ: ۱۷) اور دوسری آیت میں لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ دونوں آیتوں کا مفہوم مختلف معلوم ہوتا ہے۔ **جواب:** بعض نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح بعینہ اللہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات کسی شخص پر تجلی ڈالتے ہیں۔ پس وہ اس وقت عیسیٰ کی صورت میں روشن ہوتا ہے۔ اسی لئے تو عیسیٰ کی شخصیت سے ایسے افعال ہوتے ہیں۔ جن پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قدرت نہیں رکھتا اور دوسرا گروہ نصاریٰ اس طرف گیا کہ الہ تین ہیں۔ اللہ، مریم، اور مسیح۔ اور یہ مسیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے مریم سے (معاذ اللہ) وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا إِلَهُ وَاحِدٌ میں من استغراق کے لئے ہے۔ کہ کوئی کبھی بھی وجود میں نہیں آیا مگر وہ الہ جو وحدانیت سے موصوف سے۔ اور اس کا کوئی ثانی نہیں۔ اور وہ وحدہ لا شریک ہے اور اس ارشاد میں۔ وَإِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ فِي اس کی وضاحت کے لئے ہے جو فاجتنبوا الرجس من الاوثان (حج آیت ۳۰) میں ہے یہاں لیمسنہم نہیں فرمایا۔ بلکہ مضمہ کی بجائے ظاہر کوا کر ان کے متعلق کفر کی گواہی کو مزید پختہ کر دیا۔ یا من تبعیض کے لئے ہے یعنی ضرور ان لوگوں کو عذاب چھوئے گا۔ جو ان میں سے کفر پر باقی رہیں گے۔ کیونکہ بہت سے ان میں سے نصرانیت سے تائب ہو گئے۔ عَذَابٌ أَلِيمٌ ان کے لئے عذاب کی شدید قسم ہوگی۔

اصرار کفر پر تعجب:

آیت ۷۴: أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لَهُ وَهَؤُلَاءِ كَانُوا مُجْرِمِينَ اس کے بعد کہ ان کے متعلق کفر پر دوہری گواہی مل چکی۔ درحقیقت یہ سخت وعید ہے۔ ان کی اس حالت پر جس پر وہ تھے۔ اور اس میں ان کے اپنے کفر پر اصرار کرنے پر تعجب کیا گیا۔ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو توبہ کرنے پر بخش دیں گے۔ اور دوسروں کو بھی۔

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ؕ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ

ریم ہے، نہیں ہے مسیح ابن مریم مگر ایک رسول، ان سے پہلے رسول

الرُّسُلُ ؕ وَاُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ؕ كَانَا يَأْكُلْنَ الطَّعَامَ ؕ اَنْظُرْ كَيْفَ بُيِّنُ

گزر چکے ہیں اور ان کی ماں سچی ہے، وہ دونوں کھانا کھاتے تھے، دیکھ لیجئے! ہم کیسے ان کے لیے دلائل

لَهُمُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ اَنْظُرْ اَنۡیُؤْفِكُوْنَ ۝۷۵ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

بیان کرتے ہیں۔ پھر دیکھئے کہ وہ لوگ کہاں الٹے جا رہے ہیں، آپ فرما دیجئے کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ان کی

مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝۷۶

عبادت کرتے ہو جو تمہارے ضرر اور نفع کا اختیار نہیں رکھتے، اور اللہ سننے والا، اور جاننے والا ہے،

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ غَیْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْا

آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں ناحق کا غلو نہ کرو اور ان لوگوں کی

اَهْوَاۗءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِیْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ

خواہشات کا اتباع نہ کرو جو پہلے گمراہ ہو چکے ہیں اور انہوں نے بہت سوں کو گمراہ کیا اور سیدھے راستے سے

السَّبِيْلُ ۝۷۷

بھک گئے۔

آیت ۷۵: مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ اس میں مسیح علیہ السلام سے الوہیت کی نفی ہے۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ان سے پہلے رسول گزرے۔ یہ رسول کی صفت ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ نہیں ہیں مگر ایک رسول ان رسولوں کی جنس سے جو اس سے پہلے ہو گزرے۔ اور باقی رہا ان کا اندھے اور ابرص کو درست کرنا اور مردوں کو زندہ کرنا۔ وہ خود ان کی اپنی جانب سے نہ تھا۔

مسیح رسول ہیں ان کے معجزات اللہ جل شانہ کی طرف سے ہیں:

کیونکہ وہ خود معبود نہ تھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر اندھوں کوڑھیوں کو درست کیا اور مردوں کو زندہ کیا۔ جیسا کہ لاشیٰ کو زندہ کر کے موسیٰ کے ہاتھ پر دوڑتا ہوا سانپ بنا دیا گیا۔ اور بغیر باپ کے ان کی پیدائش وہ آدم علیہ السلام کی طرح ہے۔ جن کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا گیا۔ وَاُمُّهُ صِدِّيقَةٌ یعنی ان کی ماں ایک عورت ہی تھی۔ جو دوسری عورتوں کی طرح انبیاء کی تصدیق کرنے والی

اور ان پر ایمان لانے والی تھی۔

صدیقہ کی وجہ

ان کو صدیقہ اس لئے فرمایا کیونکہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ وَصَدَقْتَ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكِتَابِ (التحریم۔ آیت ۱۲) پھر ان کو اللہ تعالیٰ نے اس (معبودیت والی) بات سے دور قرار دیتے ہوئے فرمایا:

بطلان الوہیت مسیح کی عام عقلی دلیل:

كَانَا يَا كُلَّيْنِ الطَّعَامَ کہ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ کیونکہ جو کھانے سے غذا کا محتاج ہے اور پھر جو کھانے کے بعد ہضم اور ان کا فضلہ بنا کر پھینکنا وہ اس جسم کا کام ہے جو گوشت اور ہڈیوں اور اعصاب و عروق وغیرہ سب چیزوں پر مشتمل ہے۔ جو اس بات پر کھلی دلالت ہے کہ وہ بنائے گئے اور مختلف چیزوں کا مجموعہ ہیں۔ جیسا کہ دوسرے اجسام۔ اَنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ غُورٍ تو فرمائیں کہ ہم کس طرح کھول کر آیات بیان کر رہے ہیں۔ یعنی ان کے قول کے باطل ہونے پر ظاہر دلائل دے رہے ہیں۔ ثُمَّ اَنْظُرْ اَنْتَ يُوَفِّكُوْنَ پھر دیکھو اس حق کے سننے سے کس طرح پھرتے ہیں۔ اور اس پر غور سے کس طرح ہٹتے ہیں۔ اس میں ان پر تعجب کا اظہار کیا گیا۔ کہ وہ رب اور مربوب کے درمیان فرق کرنے سے بھی گئے گزر رہے ہیں۔

ذرہ بھر نفع و نقصان پر قدرت نہ رکھنے والا قادرِ مطلق کیسے بن گیا:

آیت ۷۶: قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا۔ (کیا تم اللہ کے سوا ان چیزوں کو پوجتے ہو جو ذرہ بھر نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے) من دون اللہ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ایسی چیزیں جو تمہیں نقصان پہنچانے کی طاقت نہ رکھتی ہوں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ بلاء و مصائب تمہارے نفس و اموال میں اتارتے ہیں۔ اور نہ ہی وہ چیزیں جو تمہیں نفع دے سکیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ بدن میں صحت اور وسعت رزق اور خوشحالی عنایت فرماتے ہیں۔ اور اس لیے بھی کہ انسان جس نفع و نقصان کی طاقت رکھتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہے گویا کہ انسان کو اس پر بھی ذرہ بھر اختیار نہیں۔ اور یہ قطعی دلیل ہے کہ ان کا معاملہ ربوبیت کے منافی ہے۔ اس لئے کہ ان کو اس طرح قرار دیا۔ کہ وہ ذرہ بھر نفع و نقصان کی طاقت نہیں رکھتے۔ اور ربوبیت کی صفت تو یہ ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ کوئی مقدور اس کی قدرت سے نکل نہیں سکتا۔ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ یہ اتعبدون سے متعلق ہے مطلب یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرتے ہو۔ اور

لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ

”بنی اسرائیل میں سے جو لوگ کافر تھے وہ ملعون ہوئے داؤد کی زبان پر اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام

مَرِيَمَ ۖ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿٧٨﴾ كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ

کی زبان پر، یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ زیادتی کرتے تھے، یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو برے کام سے

عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ ۖ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٧٩﴾ تَرَى كَثِيرًا مِنْهُمْ

نہیں روکتے تھے جو انہوں نے کیا، واقعہ برے تھے وہ افعال جو وہ کرتے تھے، تو ان میں سے بہت سوں کو دیکھے گا

يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنْفُسُهُمْ أَنْ سَخِطَ

کہ ان لوگوں سے دوستی کرتے ہیں جنہوں نے کفر اختیار کیا، واقعہ برے ہیں وہ افعال جو ان کی جانوں نے آگے بھیجے یہ کہ اللہ

اللَّهُ عَلَيْهِمْ فِي الْعَذَابِ هُمْ خِلْدُونَ ﴿٨٠﴾ وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ

ان پر ناراض ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہنے والے ہیں، اور اگر وہ ایمان لاتے اللہ پر اور نبی پر

وَمَا أَنْزَلَ إِلَيْهِمَا مَا اتَّخَذُوا آلِهَةً وَلَٰكِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ فَسِقُونَ ﴿٨١﴾

اور اس پر جو اتارا گیا ہے نبی کی طرف تو کافروں کو دوست نہ بناتے لیکن بہت سے لوگ ان میں سے فرمانبرداری سے خارج ہیں۔

اس سے ڈرتے نہیں ہو۔ حالانکہ وہ تمہاری تمام باتوں کو سننے والا اور تمہارے تمام اعتقادات کا علم رکھنے والا ہے۔

اہل کتاب کو غلو کی ممانعت:

آیت ۷۷: قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ۔ (اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو) غلو حد سے تجاوز کو کہتے

ہیں۔ نصاریٰ کا غلو یہ تھا کہ ان کو ان کے مرتبے سے اٹھا کر الوہیت کے تخت پر بٹھا دیا تھا۔ اور یہود کا غلو یہ تھا کہ ان کو استحقاق

نبوت سے ہی گرا دیا۔ غَيْرَ الْحَقِّ یہ مصدر محذوف کی صفت ہے تقدیر عبارت یہ ہے غلواً غیر الحق یعنی باطل غلو۔ وَلَا

تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ یعنی تمہارے وہ اسلاف اور وہ مقتداء جو بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گمراہی پر

تھے۔ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا ان کو جو ان کا ساتھ دینے والے تھے۔ وَضَلُّوا گمراہ ہوئے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث

ہوئے۔ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ جبکہ انہوں نے حضور ﷺ کو جھٹلادیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد کیا اور آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کے خلاف بغاوت پر اتر آئے۔

بنی اسرائیل کا مستحق لعنت ٹھہرنا:

آیت ۷۸: لَعْنَةُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ کہ جب ایلہ کے لوگوں نے ہفتہ کے سلسلہ میں حد سے تجاوز کیا۔ تو داؤد علیہ السلام نے فرمایا: اللھم العنھم واجعلھم ایۃً اے اللہ تو ان پر لعنت کر اور ان کو عبرت کا نشان بنادے۔ اس پر ان کو مسخ کر کے بندر بنا دیا گیا۔ اور جب عیسیٰ کے ساتھیوں نے ماندہ کے بعد کفر اختیار کیا تو عیسیٰ نے ان الفاظ میں دعا کی اللھم عذب من کفر بعد ما اکل من المائدة عذاباً لم تعذبه احداً من العالمین۔ والعنھم کما لعنت اصحاب السبت۔ اے اللہ ان کو عذاب دے جنہوں نے ماندہ کو کھانے کے بعد کفر کیا ہے ایسا عذاب جو جہان میں کسی کو نہیں دیا گیا۔ اور ان پر ایسی لعنت کر جس طرح ہفتہ والوں پر لعنت کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو خنزیر بنا دیا۔ ان کی تعداد پانچ ہزار مرد تھی۔ ذَلِکَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا یَعْتَدُونَ لعنت کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے نافرمانی کی۔ اور وہ اس میں حد سے گزرنے والے تھے۔

منکر پر ترکِ ممانعت اعتداء ہے:

آیت ۷۹: پھر ان کی معصیت اور اعتداء کی وضاحت کی۔ گَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ (کہ وہ ایک دوسرے کو روکتے نہ تھے)۔ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ (اس برائی سے جو وہ کرتے تھے)۔ آیت میں منکر کی صفت فعلوہ سے کی ہے۔ حالانکہ فعل کے بعد تو نہیں ہوتی۔ مطلب یہ ہے کہ اس برائی کے بار بار کرنے سے وہ باز نہیں رہتے تھے۔ جس کو ایک دفعہ کر لیتے یا اس برائی کی مثل وہ دوسرے کام کرنے سے باز نہیں رہتے تھے۔ جس برائی کو اختیار کرتے یا جس منکر کے کرنے کا ارادہ کرتے اس کے کرنے سے باز نہیں رہتے تھے۔ یا مراد یہ ہے اس منکر سے نہ رکتے تھے جس کو کر لیتے بلکہ ایسی برائی پر اصرار کرتے۔ کہا جاتا ہے فلان تناهی من الامر و انتھی عنه جبکہ وہ اس سے باز آجائے اور اس کو چھوڑ دے۔ پھر ان کی بد اعمالیوں سے تعجب کیا اور اس کو قسم سے مؤکد کر دیا یہ فرما کر لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ کہ وہ البتہ بہت برے کام کرتے تھے۔ مَسْئَلَةٌ: اس میں دلیل ہے کہ منکر پر ممانعت کو چھوڑنا بڑا گناہ ہے۔ افسوس اس وقت کے مسلمانوں پر جنہوں نے اس بات کو بالکل چھوڑ دیا۔

کفار کی دوستی غضبِ الہی کا سبب ہے:

آیت ۸۰: تَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ (ان میں اکثریت کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی اختیار کرنے والے ہیں) مراد منافقین اہل کتاب ہیں جو کہ مشرکین سے دوستی اور میل جول رکھتے تھے۔ لَيْسَ مَا قَدَّمْتُ لَهُمْ أَنْفُسُهُمْ أَنْ سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ۔ (بہت بری ہے وہ چیز جس کو انہوں نے اپنے نفسوں کے لئے آگے بھیجا ہے اللہ تعالیٰ ان پر ناراض ہو گئے۔

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا ۚ

”تو اہل ایمان کے لیے سب سے زیادہ دشمن یہودیوں اور مشرکین کو پائے گا،

وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِي ۖ

اور ضرور بالضرور اہل ایمان سے محبت میں سب سے زیادہ قریب تر تو ان لوگوں کو پائے گا جنہوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں،

ذَلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيَسِينَ وَرُهَبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۝۸۲

یہ اس وجہ سے کہ ان میں علماء ہیں اور درویش ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔“

یعنی وہ چیز اللہ تعالیٰ کے غصے کا سبب بنی۔ (وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ وہ جہنم میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

موالاتِ مشرکین علامتِ نفاق ہے:

آیت ۸۱: وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ لَعَنِى خالص ایمان جو نفاق کی ملاوٹ سے پاک ہوتا ہے۔ وَالنَّبِيِّ سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ لَعَنِى قرآن مَاتَّخَذُواهُمْ أَوْلِيَاءَ وہ کافروں کو دوست نہ بنائے۔ یعنی مشرکین کی موالات ان کے نفاق پر دلالت کرتی ہے۔ وَلَكِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ فَسِقُونَ جو کہ اپنے کفر و نفاق پر ہمیشگی اختیار کرنے والے ہیں۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ یہود ایمان لاتے اور موسیٰ علیہ السلام اور تورات پر یقین رکھتے ہوتے تو مشرکین کو دوست نہ بناتے۔ جیسا کہ مسلمان ان سے موالات کرنے والے نہیں ہیں۔ لیکن اکثر ان میں سے فاسق ہیں۔ اپنے دین سے نکلنے والے ہیں۔ ان کا بالکل کوئی دین ہی نہیں۔

علماء و رہبان کا وجود عداوت میں کمی کا باعث ہے:

آیت ۸۲: لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ۔ (تم ضرور یہود کو ایمان والوں کی دشمنی میں سخت تر پاؤ گے)۔

نحو: الْيَهُودِ یہ تجدن کا مفعول ثانی ہے۔ اور عداوۃ یہ تمیز ہے۔ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا یہ یہود پر عطف کیا گیا ہے۔ وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِي لامِ عداوت و مودت کے متعلق ہے۔ اس میں یہودی سخت دشمنی کو بیان کیا گیا اور نصاریٰ کی نرمی کو ذکر کیا گیا۔ اور مسلمانوں کے ساتھ دشمنی میں یہود کو مشرکین کا ساتھی قرار دیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس بات پر متنبہ کر دیا کہ ان کا قدم مشرکین سے بھی آگے ہے۔ اس لیے مشرکین سے ان کو مقدم ذکر کیا گیا۔ ذَلِكَ بِأَنَّ

مِنْهُمْ قَسِيسِينَ وَرُهَبَانًا۔ قَسِيسِينَ سے مراد علماء اور رہبان سے مراد عباد ہیں۔ وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ نصاریٰ کے نرمی والے پہلو کی علت بیان فرمائی۔ اور مسلمانوں کے ساتھ قریبی موافقت کی وجہ بتلائی کہ ان میں علماء اور عباد ہیں ان میں عاجزی ہے اور یہود اس کا الٹ ہیں۔

مَنْتَلَهُ: اس میں دلیل ہے کہ علم انتہائی مفید چیز ہے۔ جو خیر کی طرف راہنما ہے۔ اگرچہ وہ علم علمائے نصاریٰ کا ہی ہو اور اسی طرح آخرت کا علم اگرچہ وہ کسی راہب میں ہو۔ اور تکبر سے برأت کا ذریعہ ہے خواہ وہ کسی نصرانی میں ہو۔

۷۹

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ

”اور جب انہوں نے اس چیز کو سنا جو نازل کی گئی رسول کی طرف تو تو دیکھے گا کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے

الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ

بہرہ رہی ہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا، وہ یہ کہہ رہے تھے کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے سو آپ ہمیں ان لوگوں کے ساتھ لکھ دیجئے

الشَّاهِدِينَ ۝ (۸۳) وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۖ وَنَطْمَعُ

جو تصدیق کرنے والے ہیں اور ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ پر اور حق پر ایمان نہ لائیں جو ہمارے پاس آ گیا اور ہم اس بات کی امید رکھتے ہیں

أَنْ يَدْخُلَنَا رَبَّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ ۝ (۸۴) فَأَتَا بِهِمُ اللَّهُ بِمَا قَالُوا

کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ داخل فرمائے گا سو اللہ نے ان کے قول کی وجہ سے

جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ

ایسے باغِ ثواب میں دیدئے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ اچھے کام

الْمُحْسِنِينَ ۝ (۸۵) وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ

کرنے والوں کا بدلہ ہے اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہ لوگ دوزخ

الْجَحِيمِ ۝ (۸۶)

والے ہیں۔“

رقتِ قلب میں حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ اور وفدِ نجاشی کی تعریف:

آیت ۸۳: وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ اس میں رقتِ قلب سے نصاریٰ کی تعریف کی۔ اور یہ بیان کیا کہ وہ قرآن سن کر روتے ہیں۔ جیسا کہ مروی ہے کہ نجاشی رضی اللہ عنہ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو کہا۔ جب اس کی مجلس میں مہاجرین اور مشرکین جمع ہوئے اور مسلمان قرآن پڑھتے تھے۔ کہ تمہاری کتاب میں مریم علیہا السلام کا تذکرہ ہے۔ جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا اس میں ایک سورت ایسی ہے جس کا نام ان کے نام پر ہے۔ چنانچہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورہٴ مریم ذٰلِكَ عِيسَىٰ بن مریم آیت ۳۴۔ تک اور سورہٴ طہ وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَىٰ آیت ۹۔ تک پڑھ کر سنائی۔ تو نجاشی رو پڑا۔ اسی طرح اس کے ان لوگوں کو پیش آیا جو وفد کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ ان کی تعداد ستر افراد پر مشتمل تھی۔ جب ان پر سورہٴ یٰسین پڑھی گئی تو وہ رو پڑے تفیض من الدمع ان کی آنکھیں آنسوؤں سے پر ہیں

یہاں تک کہ بہہ پڑیں۔ کیونکہ برتن کا بہنا اس کے بھر جانے کے بعد ہوتا ہے یا دوسرا معنی یہ تا کہ اس کے جوانب میں جو کچھ ہے اس کا علم ہو جائے۔ پس بہہ جانا جو بھرنے کے بعد ہوتا ہے بہہ جانے کے قائم مقام رکھا۔ یا ان کے رونے کے وصف میں مبالغہ مقصود ہے۔ پس ان کی آنکھوں کو اس طرح قرار دیا گویا بذات خود بہہ رہی ہیں یعنی رونے کی وجہ سے بہہ رہی ہیں۔ مما عرفوا میں من ابتدائے غایت کیلئے ہے۔ کہ یہ آنسو بہانا ابتداء ہے۔ اور حق کی پہچان کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اور اسی کی وجہ سے ہے۔ اور من الحق میں من۔ ما عرفوا کے موصول ہونے کی وضاحت کے لئے ہے۔ یا یہ بھی تبعضیہ ہے اس طرح کہ انہوں نے حق کو پہچانا۔ جس نے ان کو رلا دیا۔ پس ان کا کیا حال ہوتا اگر وہ حق کو مکمل پہچان لیتے۔ اور قرآن مجید پڑھتے اور سنت کی پیروی کرتے۔ يَقُولُونَ یہ عرفوا کی ضمیر فاعلی سے حال ہے۔ رَبَّنَا اٰمَنَّا اے ہمارے رب ہم محمد ﷺ پر ایمان لائے۔ مراد اس سے اقرار ایمان اور اس میں داخل ہونا ہے۔ فَكُتِبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ۔ شاہدین سے مراد امت محمد ﷺ ہیں جو کہ تمام امتوں پر قیامت کے دن گواہ ہونگے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے لَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ (البقرہ۔ آیت ۱۴۳) انہوں نے یہ بات اس لئے کہی کیونکہ انجیل میں انہوں نے اس امت کا تذکرہ اس طرح پایا۔

اللہ کے انعام کی طمع موجباتِ ایمان سے ہے:

آیت ۸۴: وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ اِيْمَانٌ لَّهٗ لَانِے پُر انكار اور استبعاد كا اظہار ہے۔ کہ آخر ہم ایمان قبول کیوں نہ کریں جبکہ موجبات ایمان موجود ہیں۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے انعام کی طمع ہے جو نیک لوگوں کی صحبت سے ان کو میسر آئی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب وہ اپنے علاقے میں لوٹ کر گئے تو ان کی قوم نے ان کو ملامت کی تو انہوں نے یہ جواب دیا۔ وَمَا لَنَا الْاٰیہ یہ مبتداء اور خبر ہے اور لا نؤمن اس کا حال ہے یعنی غیر مؤمنین جیسے کہتے ہیں مالک قائما تو کیوں کھڑا ہے۔ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ اس سبب سے کہ ہمارے پاس حق آچکا۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی صورت میں۔ وَنَطْمَعُ یہ نؤمن کی ضمیر سے حال ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی و نحن نطمع حالانکہ ہم طمع رکھتے ہیں۔ کہ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا کہ ہمارا رب ہمیں جنت میں داخل کر دے۔ مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ انبیاء اور مؤمنوں کے ساتھ۔

آیت ۸۵: فَاتَّبَعْنَاهُمُ اللَّهُ بِمَا قَالُوا قَوْلَ رَبِّنَا أَمَّا مَرَادُ هِيَ اَوْرَاسُ كِي تَصْدِيقُ جَنَّتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَلِيدِينَ فِيْهَا وَذَلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ہے۔

مَسْئَلہ: اس میں دلیل ہے کہ اقرار ایمان میں داخل ہے جیسا کہ فقہاء کا مذہب ہے۔

فرقہ کرامیہ کے قول کی تردید:

کرامیہ کہتا ہے کہ ایمان صرف قول کا نام ہے۔ اور دلیل میں بما قالوا کو پیش کیا۔ مگر آنسو بہانے سے جو ایمان کی تعریف کی گئی پہلے اور سیاق میں احسان کے ساتھ وہ ان کے قول کی تردید کر رہی ہے۔ غور تو کرو۔ فقط قول ایمان کیسے بن سکتا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ومن الناس من يقول 'امنا بالله وبالیوم الآخر وما ہم بمؤمنین' (البقرہ-۸) منافقین سے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْرِمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۖ

”اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں کو حرام مت قرار دو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں اور حد سے آگے نہ بڑھو“

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝۸۷ وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا ۖ

بے شک اللہ حد سے بڑھ جانے والے کو پسند نہیں فرماتا اور کھاؤ اس میں سے جو اللہ نے تم کو حلال پاکیزہ رزق عطا فرمایا

وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝۸۸

اور اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔“

ایمان کی نفی کی گئی حالانکہ ان کا قول 'امنا' تو موجود تھا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ تصدیق قلبی نہ تھی۔

اہل معرفت کی علامات:

اہل معرفت نے فرمایا کہ عارف میں تین باتیں پائی جانی چاہئیں نمبر ۱۔ سختی پر رونا۔ نمبر ۲۔ عطاء پر دعا کرنا۔ نمبر ۳۔ قضاء پر راضی ہونا۔ جو معرفت کا مدعی ہو اس میں یہ تین باتیں نہ پائی جائیں تو وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔

تردید حق کا اثر:

آیت ۸۶: وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ یہ دشمن کے حق میں تردید حق کا اثر ذکر فرمایا۔
نشان نزول: پہلی آیت میں اولیائے برحق کے قبول کرنے کا اثر مذکور تھا۔ یہ صحابہ کرام کی اس جماعت کے سلسلہ میں اتری جنہوں نے حلف اٹھایا کہ وہ رہبانیت اختیار کر لیں اور ٹاٹ پہنیں اور ساری رات قیام کریں اور تمام دن روزے رکھیں اور زمین میں سیاحت کریں اور اپنے مذاکیر کو کاٹ ڈالیں اور گوشت و چربی کو ترک کر دیں اور عورتوں سے قربت ترک کر دیں اور خوشبو نہ لگائیں تو یہ آیت اتری۔
حلال سے حرام جیسا سلوک مت کرو:

آیت ۸۷: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْرِمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ۔ اَحَلَّ سے مراد جو پسندیدہ اور لذیذ حلال میں سے بنایا گیا ہو۔ اور لا تحریموا کا مطلب یہ ہے کہ ان سے اسی طرح نفع نہ اٹھاؤ جیسے حرام سے نفع نہیں اٹھایا جاتا۔ یا یہ مت کہو کہ ہم نے ان کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے۔ زہد کے طور پر اس کے ترک پر پختہ عزم میں مبالغہ اختیار کرتے ہوئے اور بہت بے رغبتی ظاہر کرتے ہوئے۔ روایت میں ہے کہ آپ ﷺ مرغی کا گوشت اور فالودہ استعمال فرماتے۔ اور آپ کو حلوہ اور شہد بہت پسند تھے۔ اور آپ کا ارشاد ہے کہ مؤمن خود میٹھا ہے حلوہ کو پسند کرتا ہے (یہ فردوس دیلمی کی روایت ہے) حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک کھانے میں بلایا گیا جبکہ میرے ساتھ فرقہ سنی اور اس کے ساتھی بھی تھے۔ وہ دسترخوان کے گردا گرد بیٹھ گئے۔ دسترخوان پر مرغ مسلم فالودہ وغیرہ تھا۔ فرقہ ایک طرف ہو گیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ اے فرقہ کیا تو روزہ دار ہے اس کے

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ

”اللہ ایسی قسموں پر تمہارا مواخذہ نہیں فرماتا جو لغو ہوں، لیکن وہ ایسی قسموں پر مواخذہ فرماتا ہے جن کو تم

الْأَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسْكِينٍ مِنْ أَوْسَطِ مَا نَطْعَمُونَ

باندھ دو، سو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا دینا ہے جو اس کھانے کا درمیانہ ہو جو تم اپنے گھروالوں کو

أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ۖ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ

کھلاتے ہو، یا ان کو کپڑا پہنا دینا ہے یا ایک غلام آزاد کرنا ہے۔ سو جو شخص نہ پائے تو تین دن کے روزے

أَيَّامٍ ۖ ذَلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ ۖ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ ۚ

ہیں، یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسمیں کھاؤ، اور تم اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔

كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٨٩﴾

اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی آیات بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر کرو۔

ساتھیوں نے کہا نہیں لیکن وہ ان رنگارنگ کھانوں کو ناپسند کرتا ہے۔ حضرت حسن ؓ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے فرقہ کیا شہد کی مکھی کا لعاب گندم کے لباب کے ساتھ خالص گھی میں بنایا گیا ہو کیا اس کو کوئی مسلمان عیب لگا سکتا ہے؟ انہیں سے روایت ہے کہ ان کو بتلایا گیا کہ فلاں شخص فالودہ نہیں کھاتا۔ اور کہتا اس طرح ہے کہ میں اس کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ تو آپ نے فرمایا عجیب بات ہے کیا وہ ٹھنڈا پانی پیتا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں فرمایا پھر وہ جاہل ہے اللہ تعالیٰ کا انعام ٹھنڈے پانی میں فالودہ سے بڑھ کر ہے۔ وَلَا تَعْتَدُوا (تم حد سے تجاوز نہ کرو) جو تمہارے لیے حلال و حرام مقرر کر دی گئی ہیں یا جو چیزیں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے حلال کی ہیں ان کو چھوڑ کر حرام کی طرف تعدی نہ کرو یا طیبات کے کھانے میں اسراف نہ کرو۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ (اللہ تعالیٰ کو وہ لوگ پسند نہیں جو اس کی حدود میں تعدی کرنے والے ہیں)۔

حلال کا استعمال تقویٰ ہے:

آیت ۸۸: وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اس میں اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا اس کو لازم پکڑنے کی تاکید ہے۔ اور اس میں مزید تاکید اپنے ارشاد الَّذِيْ اَنْتُمْ بِهٖ مُّؤْمِنُوْنَ سے کر دی کیونکہ ایمان باللہ تقویٰ کو لازم کرنا ان تمام کاموں میں جن کا اللہ نے حکم دیا۔ اور جن کی ممانعت فرمائی۔

یٰمِیْنُ لغوی تعریف اور اس پر عدم مواخذہ:

آیت ۸۹: لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ۔ (اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں پر مواخذہ نہیں فرماتا) یٰمِیْنُ لغو وہ ہے جو

ساقط الاعتبار ہو۔ اس پر کوئی حکم نہ لگے۔ وہ اس طرح ہے کہ کسی چیز پر حلف اٹھائے۔ یہ خیال کر کے کہ وہ اس طرح ہے حالانکہ وہ اس کے گمان کے مطابق نہ تھی۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے طیبات کو اپنے اوپر حرام کرنے کی قسم اس بنا پر اٹھائی تھی کہ یہ عبادت ہے جب وہ آیت اتری تو انہوں نے کہا کہ ہماری قسموں کا کیا بنے گا؟ تو یہ آیت اتری۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یمین لغو وہ ہے جو زبان پر بلا قصد جاری ہو۔ وَلَٰكِنْ يُؤْخَذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْاِيْمَانَ جو تم نے پکی قسمیں اٹھائی تھیں تعقید تو شق کو ہی کہا جاتا ہے۔

قراءت ونحو:

عَقَّدْتُمْ۔ حفص نے عاصم سے تشدید کے ساتھ اور حمزہ، کسائی، عاصم بروایت شعبہ تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ الْعَقْدُ موافقت پر پختہ ارادہ کرنا۔ اور اس کا ماضی میں تصور نہیں ہو سکتا۔ یمین غموس میں کفارہ نہیں ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک دل سے ارادہ کرنا۔ اور یمین غموس مقصودہ (قصد کی ہوئی) پس وہ منعقد ہو جائے گی۔ پس اس میں کفارہ مشروع ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ جب تم قسم توڑ دو تو اللہ تعالیٰ اس پر مواخذہ نہ کریں گے تمہارے عقد باندھنے کے سبب پس وقت مواخذہ کو حذف کر دیا کیونکہ وہ ان کے ہاں جانا پہچانا تھا یا تمہارے عقد کو توڑ دینے کے سبب سے گویا اس صورت میں مضاف محذوف ہے۔

قسم توڑنے کا کفارہ:

فَكْفَارَتُهُ پس اس کے توڑنے کا کفارہ یا قسم باندھنے کا کفارہ ہے۔ کفارہ یہ ایسا ایک مرتبہ کا کام جس کی حالت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ غلطی کو مٹا دے۔ یعنی چھپا دے۔ اِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسْكِيْنٍ صَبْحَ شَامِ کا کھانا کھلانا اور یہ بھی درست ہے کہ ان کو بطور تملیک ایک ٹائم ہی دے دیا جائے۔ ہر ایک کو نصف صاع گندم، ایک صاع جو، ایک صاع کھجور، امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں ایک مسکین کو ایک مد دیا جائے گا۔ مَنْ اَوْسَطَ مَا تُطْعَمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ وہ درمیانہ درجہ کا کھانا جو تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو۔ صبح شام گندم سے اگر وسعت ہو تو تین مرتبہ سالن کے ساتھ۔ اور کم سے کم ایک مرتبہ کھجور میں سے یا جو میں سے اَوْ كَسُوْهُمْ يَوْمَ اِطْعَامِكُمْ پر عطف ہے۔ یا پھر من اوسط کے محل پر عطف ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ من اوسط یہ اطعام سے بدل ہے اور کلام میں مقصود بدل ہوتا ہے کسوہ سے مراد اتنا کپڑا جس سے ستر چھپ جائے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ازار، قمیص یا رداء۔ اَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ایک مؤمنہ یا کافرہ گردن آزاد کرنا۔ کیونکہ نص مطلق ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کفارہ قتل پر محمول کرتے ہوئے یہاں بھی رقبہ مؤمنہ ضروری قرار دی ہے۔ اوکا معنی اختیار ہے کہ تین کفارات میں سے جس کو چاہو ادا کر دو۔ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ جَوَانَ مِّنْ سِوَاكَ فَمِنْ سِوَاكَ کو بھی نہ پائے وہ تین دن روزے رکھے۔ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ یہ روزے پے درپے رکھے کیونکہ قراءت الیٰ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما میں اسی طرح وارد ہے ذٰلِكَ یہ مذکورہ حکم کَفَّارَةُ اِيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ جب تم قسم توڑ دو۔ حث کا تذکرہ چھوڑ دیا کیونکہ یہ معلوم ہے کہ کفارہ فقط قسم سے واجب نہیں ہوتا۔ اسلئے قسم ٹوٹنے سے پہلے کفارہ جائز نہیں ہے۔ وَاحْفَظُوا اِيْمَانَكُمْ تم اپنی قسموں کو پورا کرو۔ اور ان کو مت توڑو۔ جبکہ توڑنے میں بھلائی نہ ہو۔ یا بالکل قسم نہ اٹھاؤ۔ (کہ توڑنے کی نوبت آئے) كَذٰلِكَ اس وضاحت کی طرح يَسِّرُ اللّٰهُ لَكُمْ اِيْلٰهِ اللّٰهِ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی آیات بیان فرماتے ہیں آیات سے مراد شریعت کے نشانات اور احکام شرع ہیں۔ لَعَلَّكُمْ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجَسٌ

”اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر گندی چیزیں ہیں“

مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٩٠﴾ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ

شیطان کے کاموں میں سے ہیں لہذا تم ان سے بچو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ شیطان یہی چاہتا ہے

أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ

کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے آپس میں دشمنی اور بغض واقع کر دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے

ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ ۚ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ ﴿٩١﴾ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا

اور نماز سے روک دے سو کیا تم باز آنے والے ہو اور فرماں برداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو

الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا ۚ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلَمُوا إِنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلَاغُ

رسول کی اور ڈرتے رہو۔ سو اگر تم نے روگردانی کی تو جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمہ واضح طور پر

الْمُبِينُ ﴿٩٢﴾

پہنچا دینا ہے۔

تَشْكُرُونَ تاکہ تم شکریہ ادا کرو۔ اس کی اس نعمت کا جو تمہیں بتلاتے اور اس سے عہدہ برآ ہونا تمہارے لئے آسان کرتے ہیں۔

شراب و جوئے کی حرمت کو پختہ کرنے کے پانچ انداز:

آیت ۹۰: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ۔ (اے ایمان والو! بے شک شراب اور جوا) المیسر کا معنی جوا۔ وَالْأَنْصَابُ: بت کیونکہ ان کو گاڑ کر ان کی پوجا کی جاتی ہے۔ وَالْأَزْلَامُ جوئے کے تیر جن کا شروع سورت میں ذکر ہوا۔ رَجَسٌ پلید ہیں یا خبیث گندی والے ہیں۔ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ کیونکہ شیطان ان پر آمادہ کرتا ہے۔ گویا یہ اسی کا عمل اور کارروائی ہے۔ اور فَاجْتَنِبُوهُ میں ضمیر رَجَسٌ کی طرف لوٹ رہی ہے یا عمل شیطان کی طرف راجع ہے۔ یا مذکور کی طرف راجع ہے۔ یا مضاف محذوف ہے گویا اس طرح فرمایا گیا انما تعاطی الخمر و المیسر بیشک شراب و جوا کی مشغولیت سے پرہیز کرو۔ اس لئے تو اس کو رَجَسٌ فرمایا۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ شراب اور جوئے کی حرمت کو کئی لحاظ سے پکا کر دیا۔ نمبر ۱۔ جملہ کو انما کلمہ حصر سے شروع فرمایا۔ نمبر ۲۔ ان کو عبادت اصنام کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا۔ ان ارشادات نبوت میں اسی طرف اشارہ فرمایا شراب الخمر کعبہ الودن (مسند البزاز) نمبر ۳۔ ان کو جس عمل اعمال شیطانی میں سے قرار دیا کیونکہ

شیطان سے شر کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ نمبر ۴۔ ان سے پرہیز کا حکم دیا۔ نمبر ۵۔ ان سے پرہیز کو فلاح قرار دیا جب پرہیز فلاح ہے تو استعمال یقیناً خسارہ ہے۔

شراب و جوئے کی بنیادی خرابیاں:

آیت ۹۱: إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقَعَ بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ۔ (شیطان تمہارے درمیان شراب و جوئے سے دشمنی و بغض ڈالنا چاہتا ہے اور تمہیں اللہ کی یاد و نماز سے روکنا چاہتا ہے) اس آیت میں شراب و جوئے سے پیدا ہونے والا فساد و وبال ذکر فرمایا۔ نمبر ۱۔ دشمنی اور بغض شراہیوں اور جوابازوں میں پیدا ہوتا ہے۔ نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ کی یاد سے رکاوٹ بنتے ہیں۔ نمبر ۳۔ نماز کے اوقات کی رعایت سے باز رکھنے والے ہیں نماز کو خصوصی مقام کی وجہ سے تمام اذکار میں سے ذکر فرمایا گیا اس طرح فرمایا۔ کہ یہ نماز سے خاص طور پر رکاوٹ بنتے ہیں یہاں خمر و میسر کو انصاف و ازلام کے ساتھ اولاً جمع فرما کر پھر الگ ان کا ذکر کیا۔ کیونکہ مخاطب ایمان والے ہیں۔ بلاشبہ ان کو اس شراب نوشی کی فتنج عادت سے روکا اور جوئے بازی کی عادت جو گھٹی میں پڑی تھی اور انصاف و ازلام کا تذکرہ درحقیقت شراب و جوئے کی حرمت کو اور پختہ کرنے کے لئے فرمایا۔ اور یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ یہ مشرکین کے اعمال میں سے ہے گویا بتوں کے پجاری اور شراب نوش اور جوئے باز کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ پھر ان کو الگ لایا گیا۔ تاکہ واضح کر دیا جائے کہ یہاں اصل ان کا تذکرہ کرنا مقصود ہے۔ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ یہ نہی کا انتہائی بلغ انداز ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ کہ تم پر قسم قسم کے زواجر و صوارف پڑ گئے ہیں۔ کیا ان تمام ممانعتوں کے باوجود رکتے ہو یا تم اسی طرز پر ہو۔ جس پر تم تھے۔ گویا تم نے کوئی نصیحت حاصل نہیں کی اور نہ تم ڈرے؟

اللہ اور رسول کی اطاعت سے مت منہ موڑو:

آیت ۹۲: وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا۔ (اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور محتاط رہو) تم احتیاط کرنے والے اور ڈرنے والے بنو۔ کیونکہ جب وہ احتیاط کرتے تو احتیاط ان کو ہر برائی سے بچا لیتی۔ اور ہر بھلائی پر عمل پیرا کر دیتی۔ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلْغُ الْمُبِينُ یعنی یقین کرو کہ تم اس کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ رسول اللہ ﷺ سے منہ موڑ کر۔ کیونکہ ان کی ذمہ داری واضح طور پر صرف پہنچانا ہے بے شک تم اپنا نقصان کرو گے۔ جب تم اس سے اعراض کرو گے۔ جس کے تم مکلف بنائے گئے ہو۔

لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعَمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا

”جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان پر اس بارے میں کوئی گناہ نہیں کہ انہوں نے کھایا پیا جبکہ انہوں نے تقویٰ اختیار کیا

وَأَمِنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَمِنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَاحْسِنُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۙ

اور ایمان لائے اور نیک عمل کئے پھر تقویٰ اختیار کیا اور ایمان لائے پھر تقویٰ اختیار کیا اور نیک اعمال میں لگے اور اللہ اچھے عمل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔“

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَبْلُوَنَّكُمْ اللَّهُ بَشْيَءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُ أَيْدِيكُمْ وَ

”اے ایمان والو! اللہ تم کو قدرے شکار سے ضرور آزمائے گا تمہارے نیزے شکار کو پہنچیں گے اور

رِمَا حُكْمٌ لِّعَلَّمِ اللَّهُ مَن يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ

ہاتھ۔ تاکہ اللہ جان لے کہ بن دیکھے اس سے کون ڈرتا ہے۔ سو جس نے اس کے بعد زیادتی کی اس کے لئے

عَذَابٌ أَلِيمٌ ۙ

دردناک عذاب ہے۔“

تَفْسِيرُ آيَةِ ۹۳..... تحریم قبل استعمال میں گناہ نہیں جبکہ اس وقت کے احکام پر عمل پیرا ہوں:

شأن نزول: یہ ان لوگوں کے بارے میں اتری جو شراب و جوئے کے تحریم سے قبل کچھ عادی تھے۔ لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعَمُوا۔ (ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے کچھ گناہ نہیں اس میں انہوں نے کھایا)۔ یعنی انہوں نے شراب پی اور تحریم سے قبل جوئے کا مال کھایا۔ إِذَا مَا اتَّقَوْا جب کہ وہ شرک سے بچتے ہوں۔ وَأَمِنُوا اور اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہوں۔ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اور ایمان کے بعد عمل صالح کرنے والے ہوں۔ ثُمَّ اتَّقَوْا پھر تحریم کے بعد شراب اور جوئے سے بچنے والے ہوں وَأَمِنُوا اور ان کی حرمت پر یقین کرنے والے ہوں ثُمَّ اتَّقَوْا پھر وہ تمام محرمات سے بچتے ہوں۔ یا پہلا اتقوا شرک سے بچنے اور دوسرا محرمات سے بچنے اور تیسرا شبہات سے بچنے کے لیے لایا گیا وَأَحْسِنُوا اور وہ لوگوں پر احسان کرنے والے ہوں وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ اللہ تعالیٰ کو مخلص لوگ پسند ہیں۔

شأن نزول: آیت ۹۴: جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا حدیبیہ والے سال شکار کے ذریعے امتحان لیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حالت احرام میں تھے۔ شکار کی کثرت تھی۔ یہاں تک کہ کجاووں کے گرد شکار جمع ہو جاتے۔ جن کو ہاتھ سے پکڑا جاسکتا تھا۔ اور نیزوں کے ذریعے شکار کیا جاسکتا تھا تو یہ آیت اتری:

حدیبیہ والے سال شکار سے آزمائش:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَبْلُوَنَّكُمْ اللَّهُ بَشْيَءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُ أَيْدِيكُمْ وَرِمَا حُكْمٌ لِّعَلَّمِ اللَّهُ مَن يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ ۖ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ

”اے ایمان والو! شکار قتل نہ کرو اس حالت میں کہ تم احرام میں ہو“ اور تم میں سے جو شخص شکار کو قصداً قتل

مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعْمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا

کر دے تو اس کا بدلہ اس جانور کا جیسا ہوگا جس کو قتل کیا۔ تم میں دو انصاف والے آدمی اس کا فیصلہ کریں گے، اس طرح سے کہ وہ بدلہ والا جانور

بَلِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةً طَعَامٍ مَّسْكِينٍ أَوْ عَدْلٌ ذَلِكِ صِيَامًا لِّذَوْقٍ

بطور ہدی کے کعبہ تک پہنچنے والا ہو۔ یا مسکینوں کو کفارہ کے طور پر کھانا دیدیا جائے یا اس کے برابر روزے رکھ لے تاکہ اپنے کئے کی

وَبِالْأَمْرِ ۖ عَفَا اللَّهُ عَنْمَا سَلَفٌ ۖ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ ۖ وَاللَّهُ

سزا چکھ لے۔ اللہ نے معاف فرمایا جو پہلے گزر چکا“ اور جو شخص پھر ایسی حرکت کرے گا تو اللہ اس سے انتقام لے گا اور اللہ

عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝۹۵ أَحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ

زبردست ہے انتقام لینے والا“ تمہارے لئے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے جو تمہارے نفع کے لئے اور

وَاللِّسْيَارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي

مسافروں کے واسطے ہے اور تم پر حرام کیا گیا خشکی کا شکار جب تک کہ تم احرام میں ہو اور اللہ سے ڈرو

إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝۹۶

جس کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے۔“

کی طرف سے جب ہو تو اس کا مطلب اب بندے کے متعلق اللہ تعالیٰ کے علم میں جو ہے اس کو ظاہر کرنے کے لئے (نعوذ باللہ) یہ امتحان غیر معلوم کو معلوم کرنے کے لئے نہیں ہوتا۔ من یہ بعضیہ ہے کیونکہ ہر شکار حرام نہیں یا بیان جنس کے لئے ہے۔ لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے سے ڈرنے والے کا خوف ظاہر کر دے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر موجودہ شکار سے رکتا ہے یا نہیں۔ جیسا کہ وہ اس کے وجود سے قبل جانتا ہے کہ ایسا پایا جائے گا۔ یہ اس لیے کہا تا کہ بندے کو اس کے عمل پر ثواب ملے نہ کہ اس علم پر جو وہ اس کے متعلق جانتا ہے۔ فَمَنْ اَعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ - ذالک کا مشاڑ الیہ ابتلاء ہے۔ فَلَهُ عَذَابٌ اَلِيمٌ اس کے لئے دردناک عذاب ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد بخشی من الصيد کہہ کر اس کو قلیل قرار دیا تا کہ معلوم ہو جائے یہ کوئی بڑی آزمائش نہیں۔ اور تنالہ یہ بخشی کی صفت ہے۔

آیت ۹۵: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ اے ایمان والو! تم شکار کو قتل نہ کرو۔ الصيد سے مراد مصید بمعنی شکار کیا ہوا

ہے کیونکہ قتل اسی میں ہو سکتا ہے۔ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ جب کہ تم محرم ہو۔ حرم جمع حرام ہے۔ جیسے رُدُوح جمع رواح ہے۔

مَنْحَرٌ: تقتلوا کی ضمیر فاعلی سے انتم حرم حال ہے۔

حرام کی حالت کے شکار میں تعمد و خطا برابر ہے:

وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا یہ ضمیر فاعلی سے حال ہے۔ یعنی ذاکراً لا حرامہ۔ یا عالمًا۔ اس کو احرام یاد ہو۔ یا وہ جانتا ہو کہ وہ جس جانور کو قتل کر رہا ہے اس کا قتل اس پر حرام ہے اگر اس نے بھول کر قتل کر دیا یا اس نے شکار کو تیر مارا اور اس کا گمان تھا کہ وہ شکار نہیں۔ تو اس صورت میں وہ خطا کا رہے۔ آیت میں تعمد کی شرط لگائی گئی ہے باوجود یہ کہ محظورات احرام میں خطا و عمد کا ایک ہی حکم ہے۔ کیونکہ آیت اس کے بارے میں اتری تھی جس نے عمداً ایسا کیا تھا۔ روایت میں آیا ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے ایک حمار وحشی ظاہر ہوا۔ ابوالیسر نے اس پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا۔ ان کو کہا گیا کہ تم نے شکار کو قتل کیا ہے حالانکہ تم حالت احرام میں ہو۔ تو یہ آیت اتری اور دوسری بات یہ ہے کہ اصل تو تعمد کا فعل ہے اور خطا کو اس کے ساتھ تغلیظاً شامل کیا گیا ہے امام زہری سے مروی ہے کہ کتاب اللہ میں حکم عمداً کا اتر اور سنت میں خطا کا تذکرہ وارد ہے۔ فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ یہ جزہ کسائی، عاصم کی قراءت ہے پس اس کے ذمہ بدلہ ہے جو مماثل ہوگا۔ اس کے جو اس نے شکار مارا تھا۔ اور وہ شکار کی قیمت ہے۔ اس کی قیمت وہیں لگائی جائیگی۔ جہاں شکار کیا گیا۔ اگر اسکی قیمت ہدی کی قیمت کو پہنچ جائے اسکو ہدی چوپاؤں میں سے جس کی قیمت شکار کے برابر ہو دینا پڑے گی اور اسکو اختیار ہے کہ اسکی قیمت کے بدلے کھانا خرید کر ہر مسکین کو نصف صاع گندم یا ایک صاع کھجور وغیرہ دے اور اگر چاہے تو ہر مسکین کے طعام کے بدلے روزہ رکھے۔ پس اگر اس جانور کی نظیر نہ ہو تو اسی طرح حکم ہے جو گزرا ہے۔

شکار والا مثل سے بدلہ دے:

قراءت: دوسرے قراء نے فجزاء مِثْلٍ پڑھا ہے اور اس کی اصل فجزاء مِثْلَ مَا قَتَلَ یعنی اس پر لازم ہے کہ وہ بدلہ دے اس کی مثل جو اس نے قتل کیا۔ پھر اس کو مضاف کر دیا گیا۔ جیسا تم کہو گے عجب من ضرب، یداً پھر من ضرب زید۔ مِنْ النَّعْمِ یہ قتل میں ضمیر سے حال ہے اس لئے کہ مقتول چوپاؤں میں سے ہو۔ یا یہ جزاء کی صفت ہے نَحْكُمُ بِهِ فَيَصْلَهُ كَرِيْهِ مِثْلٍ كَا جَو قَتْلٍ هُوَا۔ ذُوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ دو مسلمان عادل فیصلہ کرنے والے ہوں۔ اس میں دلیل ہے کہ مثل قیمت ہے کیونکہ قیمت ہی نظر و فکر واجتہاد کی محتاج ہے۔ مشاہداتی چیزیں اس کی محتاج نہیں۔ کیونکہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں تو مثل مطلق کا ذکر ہے اور اجماع مثل صوری اور مثل معنوی کے لئے مفید ہے۔ یا صرف معنوی کے لئے فائدہ مند ہے نہ کہ صورت کے لئے۔ یا صورت کے لئے مفید بلا معنی ہے۔ اور قیمت کو مثل صوری اجماعاً قرار دیا گیا۔ جن کی کوئی مثال نہیں۔ پس اب اس کے علاوہ اور کوئی چیز مراد نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ مشترک میں عموم کا معنی نہیں پایا جاتا۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

اعتراض: من النعم کے ارشاد سے مثل بالقیمت کی نفی ہوتی ہے۔ کیونکہ مال تو چوپایہ نہیں۔ **جواب:** جس نے قیمت کو واجب کیا

اس کو اختیار دیا جائے گا کہ وہ اس کے بدلے ہدی خریدے یا طعام یا روزے رکھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آیت میں اختیار دیا ہے۔ پس من النعم یہ اس ہدی کے لئے بیان ہوگا۔ جو اس قیمت سے خرید جائے۔ ان اختیاری صورتوں میں سے ایک صورت میں۔ کیونکہ جس نے شکار کی قیمت لگائی اور قیمت سے ہدی خریدی۔ پھر ہدی دیدی۔ تو اس نے چوپایوں میں سے جو جانور قتل کیا تھا۔ اس کا بدلہ مثل دے دیا۔ اس طور پر کہ آیت میں ہدی سے کفارہ ادا کرنے کا یا طعام سے کفارہ ادا کرنے یا روزے رکھنے کا اختیار حاصل تھا۔ اور یہ مطلب اسی وقت درست ہوتا ہے کہ جب اس نے قیمت کا اندازہ لگایا اور قیمت میں غور و فکر کیا۔ کہ تینوں میں سے کس کا انتخاب کرے۔ باقی اگر اس نے نظیر کا قصد کیا۔ اور بلا اختیار اس کو لازم قرار دیا تو پھر بھی اگر کوئی ایسی چیز آجائے گی جس کی کوئی مثل نہیں تو اس کی قیمت لگائے گا۔ پھر اس کو طعام و صیام کے درمیان اختیار دیا جائے گا۔ پس اس طرح ماننے سے آیت کے مفہوم سے دوری لازم آتی ہے۔ ذرا آیت کے اس حصہ او کفارة طعام مساکین او عدل ذالك صياما پر غور کرو تینوں چیزوں میں اختیار کیسے ہوا۔ اور اس کے لئے قیمت کو تسلیم کرنے کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں۔ ہَدِيًّا یہ بحکم بہ کی ضمیر سے حال ہے تقدیر عبارت یہ ہے بحکم بہ فی حال الهدی ہدی ہونے کی حالت میں وہ اس کا فیصلہ کریں۔ بَلِغَ الْكُعْبَةِ یہ ہَدِيًّا کی صفت ہے کیونکہ اس کی اضافت غیر حقیقی ہے۔ اور اس کا معنی اس کا کعبہ میں پہنچنا۔ تاکہ حرم میں ذبح کیا جائے۔ باقی صدقہ و جہاں چاہے کیا جاسکتا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں صدقہ بھی حرم میں ہی ہوگا۔

نحو و قراءت:

اَوْ كَفَّارَةً اس کا عطف جزاء پر ہے۔ طَعَامٌ۔ یہ کَفَّارَةً سے بدل ہے، یا پھر مبتداء محذوف کی خبر سے یعنی۔ هِيَ طَعَامٌ۔ قراءت او کفارة طعام بر طریق اضافت مدنی اور شامی نے پڑھا ہے۔ یہ اضافت تبیین مضاف کیلئے ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا او کفارة من الطعام۔ مَسْكِينٍ جیسا کہا جاتا ہے خاتم فضة ای من فضة۔ اَوْ عَدْلُ اس کو عین کے کسرہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے فراء رحمہ اللہ نے کہا العدل جو کسی چیز کے معادل ہو۔ مگر اس کی جنس سے نہ ہو۔ مثلاً روزہ اور طعام العدل اس کی جنس میں سے اس کا ہم مثل ہو۔ اسی سے عدل آجمل ہے۔ کہا جاتا ہے عندی غلام عدل غلامک کسرہ کے ساتھ جب کہ ان کی جنس ایک ہو۔ پس اگر دونوں کی قیمت تو ایک جیسی ہو۔ مگر جنس ایک نہ ہو تو کہا جائے گا۔ هُوَ عَدْلُ غلامک عین کے فتح کے ساتھ۔ ذَلِكْ کا مشاڑ الیہ طعام ہے۔ صِيَامًا یہ تمیز ہے جیسے لی مثله رجلاً۔ اس میں اختیار قاتل کو ہوگا۔ امام محمدؒ کے نزدیک اختیار حکمین کہہ کر۔ تَيَذُّوقٌ وَبَالَ اَمْرِهِ یہ جزاء سے متعلق ہے مطلب یہ ہے اس پر لازم ہے کہ وہ بدلہ دے یا کفارہ ادا کرے تاکہ احرام کی جہک عزت کا انجام وہ چکھ لے الوبال ناپسندیدگی اور نقصان جو اس برے عمل کے انجام پر اسکو ملا کیونکہ اسکا بوجھ تو اسی پر ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فاخذناه اخذاً وَّبَيْلًا (المزل آیت ۱۰) میں اخذ و بیل کا معنی ثقل شدید ہے۔ اور الطعام الوبیل اس کو کہتے ہیں جو معدہ پر بوجھل ہو۔ جلد ہضم نہ ہو۔ پس چٹی کو وبال فرمادیا گیا۔ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ اللّٰهُ تعالیٰ نے تمہیں معاف کر دیا۔ وہ شکار جو حرمت سے قبل تم سے ہوا تھا۔ وَمَنْ عَادَ جو آدمی تحریم کے بعد پھر قتل صید کا مرتکب ہو یا اس احرام میں دوبارہ ارتکاب کیا۔ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ اللّٰهُ تعالیٰ اس سے انتقام لیں گے سزا کے ساتھ۔ مَحْمُودٌ: یہ خبر ہے اس کا مبتداء محذوف ہے تقدیر

جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَمًا لِلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ

”کعبہ جو احترام والا گھر ہے اللہ نے اسے لوگوں کے قائم رہنے کا سبب قرار دیا ہے اور حرمت والے مہینہ کو اور ہدی کے جانوروں کو اور ان کے گلے

وَالْقَلَائِدَ ۚ ذَٰلِكَ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

میں جو پٹے پڑے ہوں ان سب کو لوگوں کے قائم رہنے کا ذریعہ بنایا ہے یہ اس لئے کہ تم جان لو کہ بلاشبہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ

الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٩٧﴾ اَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ

زمین میں ہے اور بے شک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے تم جان لو! کہ بلاشبہ اللہ سخت عذاب

الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٩٨﴾ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ۚ وَاللّٰهُ

والا ہے اور اللہ بلاشبہ بخشنے والا مہربان ہے رسول ﷺ کے ذمہ صرف پہنچانا ہے اور اللہ

يَعْلَمُ مَا تَبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿٩٩﴾

جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو۔“

عبارت یہ ہے فَهُوَ يَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ۔ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ اللّٰهُ تعالیٰ احکام کو لازم کرنے میں زبردست ہیں۔ ذُوْا نِقَامٍ اس سے انتقام لینے والے ہیں۔ جو حدود اسلام سے تجاوز کرنے والا ہو۔

سمندری شکار کی حلت:

آیت ۹۶: اِحْلَلْ لَّكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ۔ (حلال کیا گیا تمہارے لئے سمندری شکار) سمندری شکار جس کا کھانا حلال ہے اور وہ بھی جس کا کھانا حلال نہیں۔ وَطَعَامُهُ اور وہ جو اس کے شکار میں سے کھایا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے تمام سمندری شکاروں سے انتفاع تمہارے لئے حلال ہے اور اس میں سے جو کھایا جاتا ہے اس کا کھانا درست ہے اور وہ فقط مچھلی ہے۔ مَتَاعًا لَّكُمْ یہ مفعول لہ ہے یعنی اس کو تمہارے نفع اٹھانے کے لئے حلال کر دیا گیا۔ وَلِلسَّيَّارَةِ اور مسافروں کے لئے مطلب یہ ہے کہ اس کا کھانا تمہارے فائدہ کے لئے حلال کیا گیا۔ تاکہ رہائشی تو تازہ کھائیں اور مسافروں کے لئے بھی۔ تاکہ وہ زادراہ کے طور پر ٹکڑے بھون کر ساتھ لے جائیں۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے ملاقات کے لئے مچھلی بھون کر بطور توشہ ساتھ لی تھی۔ وَحُرْمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ اور خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا۔ صید بر، وہ ہے جو خشکی پر بچے دے خواہ بعض اوقات پانی میں رہے۔ مثلاً بطخ یہ خشکی کا جانور ہے کیونکہ یہ خشکی پر بچے دیتا ہے اور دریا و سمندر اس کی چراگاہ ہے۔ جیسا کہ لوگوں کے لئے تجارت گاہ ہے۔ مَا دُمْتُمْ حُرْمًا جب تک احرام میں ہو۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ تَمَّ اللّٰهُ تعالیٰ سے ڈرو۔ حرم میں شکار نہ کرو۔ یا احرام کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور شکار نہ کرو۔ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ اسی کی طرف تم اٹھائے جاؤ گے۔ پس وہ تمہارے اعمال کے مطابق بدلہ دے گا۔

کعبہ لوگوں کی بقاء کا سبب ہے:

آیت ۹۷: جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ جَعْلَ يَهَا صَيْرَ كَعْنِي مِي هـ۔ الْبَيْتَ الْحَرَامَ۔ (اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو حرمت والا گھر ہے لوگوں کے باقی رہنے کا سبب بنایا) **مَنْحَرٌ**: یہ کعبہ سے بدل ہے یا عطف بیان ہے۔ قِيَامًا مَفْعُول ثَانِي ہے یا جَعَلَ، خَلَقَ کے معنی میں ہے اور قِيَامًا حَال ہے۔ قِيَامًا لِلنَّاسِ ان کے دین میں بلندی کا ذریعہ اور معاش اور معاد میں سرفرازی ہے۔ اس لئے کہ اس سے ان کے حج و عمرہ کے معاملات پورے ہوتے اور قسم قسم کے منافع میسر ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ بیت اللہ کو اگر ایک سال چھوڑ دیں تو ان کو مہلت نہ دی جائے اور نہ وہ مؤخر کیے جائیں۔ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وہ مہینہ جس میں افعال حج کرتے ہیں۔ اور وہ ذی الحجہ ہے کیونکہ تمام مہینوں میں حج کے قائم کرنے کا جو اس کو موسم بنایا اس میں ایک عظمت ہے جس کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ یا اس سے جنس اشہر حرم یعنی رجب ذوالقعدہ ذوالحجہ محرم مراد ہیں۔

وَالْهَدْيُ وَهُوَ جَانُورٌ جُومَكَةٍ كِي طَرَفٍ بِطُورٍ نِيَا زَكْعَبَةٍ يَهْجَا جَاءَ - وَالْقَلَايِدُ جَسْ جَانُورٌ كُو قَلَادَةٍ ذَالَا گِيَا هُوَ - اُورُوهُ اُونُثُ هِيَ - اِسْ مِثْلُ ثَوَابٍ زِيَادَةٍ هِيَ - اُورُجْ كِي رَوْنَقِ اِسْ سَے زِيَادَةٍ هِيَ - ذٰلِكَ اِسْ كَا مِثْلُ اِلَيْهِ كَعْبَةٍ كَا قِيَامٍ لِّلنَّاسِ بِنَانَا هِيَ يَا حَرَمَتِ اِحْرَامِ كِي حِفَاظَتِ شَكَارِ كُو تَرْكِ كَرَكِ وَغَيْرِهِ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِیْمٌ تَاكِدْ تَمَّ جَانُ لَوْ كَلَّ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنْ چِیْزُوں كِي مَصْلَحَتُوں سَے وَاَقْفِ هِیْ - جُو آسْمَانِ وَزَمِیْنِ مِثْلِ پَا ئِی جَاتِیْ هِیْ - اُورُوهُ كِیْسَے نَهْ جَانِے وَهُوَ تَوَهْرُ چِیْزِ پَرِ قَدَرَتِ رَكْھْنِے وَالا هِيَ -

تفسیر آیت ۹۸:

اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ۔ (تم جانو! اللہ تعالیٰ سخت بدلہ لینے والے ہیں) اس شخص سے جو حرم یا احرام کی تذلیل کرے۔ وَأَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ اور اس کے گناہوں کو بخشتے والا ہے جو ان عظیم مشاعر کی توقیر کرتا ہے۔ رَحِيمٌ رحم کرنے والے ہیں۔ اس جنایت کرنے والے پناہ گزین پر جو بلد حرام میں پناہ لے۔

رسول کا فریضہ پیغام کو مکمل پہنچانا ہے:

آیت ۹۹: مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلْغُ۔ (رسول پر صرف پہنچا دینا ہے) جس بات کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس کے لزوم پورا پورا کرنے میں تشدید کی گئی ہے۔ کہ رسول تو اپنے ذمہ جو تبلیغ تھی اس سے فارغ ہو چکا اور تم پر حجت تمام ہو چکی اور اطاعت فرض ہو گئی اب اس میں کو تا ہی کرنے کے لئے تمہارے پاس کوئی عذر نہیں۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ : اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو۔

قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ ۚ فَاتَّقُوا

”آپ فرما دیجئے کہ خبیث اور طیب برابر نہیں ہیں اگرچہ اے مخاطب! تجھے خبیث کی کثرت بھلی معلوم ہوتی ہو۔ سو اے

اللہ يَاوَلِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْأَلُوْا

عقل والو! اللہ سے ڈرو۔ تاکہ کامیاب ہو جاؤ۔“ اے ایمان والو! ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ

عَنْ اَشْيَآءٍ اِنْ تُبَدَّلْ لَكُمْ تَسْوُكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْأَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يَنْزِلُ الْقُرْاٰنُ

اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں اور اگر تم ان کے بارے میں اس وقت سوال کر دے جس وقت قرآن نازل ہو رہا ہو تو وہ

تُبَدَّلْ لَكُمْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ۖ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝۱۱ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ

تمہارے لئے ظاہر کر دی جائیں گی اللہ نے ان کے بارے میں معافی دیدی اور اللہ بخشنے والا ہے حلیم ہے۔“ ایسی ہی باتیں تم سے پہلے بھی لوگ پوچھ

قَبْلَكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ۝۱۲

چکے ہیں پھر جلدی وہ ان کے منکر ہو گئے

اللہ نے خبیث و طیب کو ایک جیسا نہیں بنایا:

آیت ۱۰۰: قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ۔ (کہہ دیں خبیث اور طیب برابر نہیں) جب اس بات کی اطلاع دے دی کہ وہ جو کچھ چھپاتے ہیں۔ اور ظاہر کرتے ہیں سب کو جاننے والا ہے تو اب ذکر کر دیا کہ ان میں خبیث اور طیب برابر نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے درمیان امتیاز و فرق کر دے گا۔ پس خبیث (کافر) کو سزا دے گا اور طیب (مسلم) کو بدلہ دے گا۔ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ اَگرچہ طیب قلیل ہو مگر اس کو ترجیح دو۔ خبیث پر خواہ ان کی کثرت ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ہر حلال و حرام کے متعلق ہے۔ اور لوگوں میں سے رذی اور عمدہ کے بارے میں ہے۔ يَاوَلِي الْأَلْبَابِ اے خالص عقل والو۔ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

بیجا سوالات کی ممانعت:

آیت ۱۰۱: شٰنِ نَزْلٍ: لوگ امتحان رسول اللہ ﷺ سے بعض چیزوں کا سوال کرتے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْأَلُوْا عَنْ اَشْيَآءٍ۔ (اے ایمان والو! مت سوال کرو ان چیزوں کے متعلق اگر وہ ظاہر کر دی جائیں تمہیں بری لگیں)

نحو و صرف:

خلیل و سیبویہ اور جمہور بصریین نے کہا کہ اصل اشیاء کی شیناء دو ہمزہ جن کے درمیان الف ہے اور وہ فعلاء کا وزن بنا۔ لفظ شئی اس کا ہمزہ تانیث کا ہے۔ اس لئے یہ حمراء کی طرح منصرف نہیں ہے یہ لفظاً مفرد ہے۔ معنی کے لحاظ سے جمع ہے۔ جب دو جمع ہونے والے ہمزہ ثقیل ہوئے تو لام کلمہ والا ہمزہ مقدم کر دیا۔ اور شین سے پہلے لائے پس اس کا وزن افعاء بن گیا۔ اور جملہ شرطیہ اور معطوفہ اشیاء کی صفت ہے وہ ان تَبَدَّلْكُمْ تَسْوُكُمْ وَاِنْ تَسْأَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يَنْزِلُ الْقُرْآنُ تَبَدَّلْكُمْ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اگر تم ان تکالیف صعبہ کے متعلق وحی کے زمانہ میں سوال کرو گے اور وہ زمانہ جب تک رسول تم میں موجود ہیں تو تمہیں وہ تکالیف ظاہر کر دی جائیں گی۔ اور وہ تمہیں بری لگیں گی۔ اور غم میں مبتلا کریں گی۔ اور وہ تم پر گراں گزرے گی۔ اور تمہیں ان کے اٹھانے کا حکم دیا جائے گا۔ تو تم اعراض کرو گے۔ تو اللہ تعالیٰ اس میں کمی پر ناراض ہونگے۔ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا جواب تک سوال کر لیے وہ معاف کر دیئے دوبارہ ایسے سوال نہ کرنا۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ اللّٰهُ تعالیٰ بخشنے والے حوصلہ والے ہیں۔ وہ انداز کے بعد تم کو سزا دیں گے۔

ایسے مسائل انکار پر منتج ہوتے ہیں:

آیت ۱۰۲: قَدْ سَأَلَهَا اس میں ضمیر اشیاء کی طرف نہیں لوٹی۔ تاکہ عن سے متعدی کرنا پڑے۔ بلکہ اس مسئلہ کی طرف راجع ہے یعنی اس مسئلہ کا سوال کیا۔ قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلوں نے۔ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا پھر اس کے سبب سے ہو گئے۔ كٰفِرِيْنَ اِنْكَارِ جیسا کہ بنی اسرائیل کے متعلق معروف ہے۔

مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ ۚ وَلَكِنَّ

”اللہ نے مقرر نہیں فرمایا نہ کوئی بحیرہ اور نہ کوئی سائبہ اور نہ کوئی وصیلہ اور نہ کوئی حام“ لیکن

الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۖ وَكَثُرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝۱۳

جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ان میں اکثر وہ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے۔“

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا

”اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اور رسول کی طرف“ تو کہتے ہیں کہ ہمیں وہ کافی ہے

وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۖ أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ۝۱۴

جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا۔ کیا باپ دادوں کے پیچھے چلیں گے اگرچہ ان کے باپ دادے کچھ بھی نہ جانتے ہوں اور ہدایت پر نہ ہوں۔“

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ ۖ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۖ إِلَى

”اے ایمان والو! اپنی جانوں کی فکر کرو“ جو شخص گمراہ ہو گا وہ تمہیں ضرر نہ دے گا جب کہ تم ہدایت پر ہو گے“ بے شک

اللَّهُ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝۱۵

اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جاتا ہے پھر وہ تم کو ان سب کاموں سے باخبر کر دے گا جو تم کیا کرتے تھے“

محرمات جاہلیت کی تردید:

آیت ۱۰۳: مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ۔ (اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ سائبہ وصیلہ و حام مقرر نہیں کئے) اہل جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ جب کوئی اونٹنی پانچ بچے جن لیتی جن میں آخری نہ ہو تو اس اونٹنی کا کان چیر کر اس کو بحیرہ بنادیتے (بحیرہ کان چیری ہوئی) اور نہ اس کو کسی چراگاہ یا پانی سے ہٹایا جاتا۔ ایسی اونٹنی کا نام بحیرہ تھا۔ ان کا رواج یہ تھا۔ آدمی کہتا کہ اگر میں سفر سے واپس لوٹ آیا یا مرض سے صحت یاب ہو گیا تو میری اونٹنی سائبہ ہے اس کو بحیرہ کی طرح کر دیتے۔ نہ سواری کرتے نہ نفع اٹھاتے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب آدمی اپنا غلام آزاد کرتا تو کہتا کہ میرا غلام سائبہ ہے۔ اب اس غلام اور اس کے درمیان نہ میراث نہ عقل و دیت۔ اسی طرح بکری سات بچے جنتی اگر ساتواں بچہ نہ ہوتا تو اس کو مرد کھاتے اگر مونث ہوتی اس کو بکریوں میں چھوڑ دیتے۔ اگر جوڑا نہ ہو تو کہتے کہ یہ اپنے بھائی سے ملی ہے پس الوصلہ بمعنی واصلہ ہے جڑواں پیدا ہونے والی بکری اسی طرح اگر کسی نراونٹ سے دس بطن گا بھن ہوتے تو وہ کہتے اس کی پشت گرم ہے اس پر سواری نہ کی جائے اور نہ اس پر بوجھ لاد جائے۔ اور اس کو پانی اور چراگاہ سے نہ روکا جائے۔ اور ما جعل کا معنی اللہ تعالیٰ نے مشروع نہیں قرار دیا۔ اور نہ اس کا حکم

دیا۔ وَلَٰكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا (لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا) اس کی تحریم کر کے جو انہوں نے حرام قرار دیا۔ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ (وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے ہیں)۔ اس لئے کہ اس تحریم کی نسبت اس کی طرف کرتے ہیں۔ وَكَثَرَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ (اور ان کی اکثریت بے عقل ہے)۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کو حرام نہیں کیا۔ اکثریت سے مراد عوام ہیں۔

آبائی تقلید میں وحی سے انکار:

آیت ۱۰۴: وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَىٰ الرَّسُولِ۔ (جب ان کو کہا جاتا ہے آؤ اس کی طرف جو اللہ نے اتارا اور رسول کی طرف) یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف آؤ۔ اس طرح کہ یہ چیزیں حرام نہیں ہیں۔ اور اس کے رسول کی طرف آؤ۔ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا یعنی ہمارے لیے یہی کافی ہے۔ **مَحْجَمٌ**: حسبنا مبتداء اور ما وجدنا خبر ہے۔ اور ما، الذی کے معنی میں ہے۔ اور وَاوَاوُوا لَوْ كَانُوا آبَاءُهُمْ فِيهِمْ لَافْتَدَوْا بِهِمْ۔ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ اقتداء اس عالم کی درست ہے۔ جو صحیح راہ پانے والا ہو۔ اور اس کی ہدایت حجت و دلیل سے معلوم ہوگی۔

اہل عناد کے متعلق خود کو گھلانے (غمگین ہونے) کی ضرورت نہیں:

آیت ۱۰۵: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ۔ (اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو) انفسکم منصوب ہے علیکم کی وجہ سے اور علیکم اسمائے افعال میں سے ہے یعنی اپنے نفوس کی اصلاح کو لازم پکڑو۔ اس میں کاف اور میم موضع جر میں ہیں۔ کیونکہ اسم فعل وہ جار مجرور ہے۔ فقط علی اکیلا نہیں۔ لَا يَضُرُّكُمْ یہ جملہ مستانفہ ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے یا جواب او کی وجہ سے مجزوم ہے۔ اور راء کا ضمہ تو ضمہ ضاد کی اتباع میں دیا گیا ہے مَن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ مؤمن اپنی جانیں اہل عناد کفار پر گھلاتے اور ان کے اسلام میں داخل ہونے کی تمنا کرتے پس ان مسلمانوں کو کہا گیا عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ تم اپنے نفوس کو لازم پکڑو۔ جن کی اصلاح کے تم ذمہ دار بنائے گئے ہو۔ لَا يَضُرُّكُمْ تمہیں ان کا گمراہ ہونا تمہارے دین سے نقصان نہیں دے گا۔ جبکہ تم ہدایت پر ہو۔ یہاں یہ مراد نہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دیا جائے۔ کیونکہ ان کا ترک قدرت کے باوجود جائز نہیں۔ اِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا تم سب نے اللہ کی طرف لوٹنا ہے۔ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ پھر وہ تمہارے اعمال پر تمہیں بدلہ دے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنَكُمْ إِذَا أَحْضَرَ أَحَدُكُمْ الْمَوْتَ حِينَ

اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کو موت آنے لگے جبکہ وصیت کا وقت

الْوَصِيَّةِ اثْنَيْنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ أَوْ آخَرَيْنِ مِمَّنْ غَيْرُكُمْ إِنْ أَنْتُمْ

ہو تو دو وہی ہوں جو دیندار ہوں تم میں سے ہوں یا تمہارے علاوہ دوسری قوم سے ہوں اگر تم

ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَأَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةُ الْمَوْتِ ۖ تَحْبِسُونَهُمَا

سفر میں گئے ہوئے ہو پھر تم کو موت کی مصیبت پہنچ جائے اگر تمہیں شک ہو تو ان دونوں کو

مِنْ بَعْدِ الصَّلَاةِ فَيُقْسِمُنِ بِاللَّهِ إِنْ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِي بِهِ ثَمَنًا وَلَوْ

نماز کے بعد روک لو پھر وہ اللہ کی قسم کھائیں کہ ہم اپنی قسم کے عوض کوئی قیمت نہیں لیتے اگرچہ

كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۖ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ ۚ اللَّهُ إِنَّا إِذَا لَمِنَ الْإِثْمِينَ ۝۱۶

قربت دار ہو اور ہم اللہ کی گواہی کو نہیں چھپاتے بلاشبہ ایسا کرنے کی صورت میں ہم گناہگاروں میں شامل ہو جائیں گے۔

فَإِنْ عَثَرَ عَلَىٰ أَنَّهُمَا اسْتَحَقَّا إِثْمًا فَآخَرَيْنِ يَقُومُنِ مَقَامَهُمَا مِنَ

پھر اگر اس کی اطلاع ملے کہ وہ دونوں گناہ کے مرتکب ہو گئے تو ان کی جگہ ایسے دو آدمی کھڑے ہوں جو

الَّذِينَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْأَوْلَیْنِ فَيُقْسِمُنِ بِاللَّهِ لِشَهَادَتِنَا أَحَقُّ

ان لوگوں میں سے ہوں جن کے بارے میں پہلے دو شخصوں نے گناہ کا ارتکاب کیا۔ یہ بعد والے دو شخص وہ ہوں جو قریب تر ہوں سو یہ دونوں اللہ کی قسم کھائیں کہ واقعی ہماری گواہی ان دونوں کی

مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا عَدَدَيْنَا ۚ إِنَّا إِذَا لَمِنَ الظَّالِمِينَ ۝۱۷ ذٰلِكَ

گواہی کے مقابلہ میں زیادہ درست ہے اور ہم نے تجاوز نہیں کیا۔ اگر ہم ایسا کریں تو بیشک ہم ظلم کرنے والوں میں شمار ہوں گے یہ

أَدْنَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ عَلَىٰ وَجْهِهَا أَوْ يَخَافُوا أَنْ تُرَدَّ أَيْمَانٌ

قریب تر ہے کہ وہ گواہی کو صحیح طریقے پر ادا کریں۔ یا اس بات سے ڈر جائیں کہ ان کی قسموں کے بعد ان پر پھر قسمیں لوٹا دی

بَعْدَ أَيْمَانِهِمْ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝۱۸

جائیں گی اور اللہ سے ڈرو اور سنو اور اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

اقعہ تمیم وعدی:

شَٰنِ نَزْوَلٍ: آیت ۱۰۶: روایت میں آیا ہے کہ عمرو بن عاص کے مولیٰ بدیل رضی اللہ عنہ شام کی طرف ایک سفر پر نکلے۔ یہ مہاجرین میں سے تھے۔ تمیم وعدی جو دونوں نصرانی تھے وہ ان کے ساتھ تھے۔ حضرت بدیل بیمار ہوئے انہوں نے ایک پرچہ لکھا جس میں اپنے سارے سامان کا اندارج کیا۔ اور اس کو سامان میں رکھ دیا۔ اور اس رقعہ کی اطلاع اپنے ساتھیوں کو نہ دی۔ اور ان کو وصیت کی کہ یہ سامان میرے گھر دے دینا۔ وہ فوت ہو گئے انہوں نے ان کے سامان کو ٹولا اور ایک چاندی کا پیالہ اس میں سے لے لیا۔ بدیل کے اہل و عیال نے پیالہ نہ پایا تو ان سے پیالہ کا مطالبہ کیا۔ تو انہوں نے انکار کر دیا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مقدمہ پیش کیا۔ پس یہ آیت اتری: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنَكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدُكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنِ - (اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کو موت آنے لگے تو وصیت کے وقت دو آدمیوں کو گواہ کر لیا کرو)۔

نحوی تحقیق:

نحو: اثنان شهادة مبتداء کی خبر ہے اور شهادة کو مقدر ماننا پڑے گا۔ شهادة بینکم شهادة اثنین یا اثنان شهادة بینکم کا فاعل ہے۔ تقدیر یہ ہے فیما فرض علیکم ان یشہد اثنان اور بین میں وسعت ہے اس کی طرف مصدر کی اضافت ہو سکتی ہے۔ اذا حضر یہ شہادت کا ظرف ہے اور حین الوصیۃ اس کا بدل ہے۔ اور اس کے بدل ہونے سے وصیت کے وجوب کی دلیل بنتی ہے۔ کیونکہ حضور موت تو تکوینی معاملہ ہے اور حین الوصیۃ اس سے بدل ہے پس وہ وجود وصیت پر دلالت کرتا ہے پس اگر وہ بلا اختیار پائی جائے تو ابتلاء ساقط ہو جاتا ہے پس اس کو وجوب میں منتقل کر دیا۔ حضور موت سے موت کو جھانکنا اور مدت مقررہ کے پہنچنے کی علامات کا ظاہر ہونا ہے۔ ذَوَا عَدْلٍ یہ اثنین کی صفت ہے۔ مِّنْکُمْ سے مراد قرابت دار کیونکہ وہ میت کے حالات سے خوب واقف ہوتے ہیں۔ اَوِ الْاٰخِرَانِ یہ اثنان پر عطف ہے۔ مِّنْ غَیْرِکُمْ جو اجنبی ہو۔ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ جب تم سفر میں ہو۔ انتم فاعل ہے بعد والا فعل ظاہر اس کی تفسیر کر رہا ہے۔ فَاصَابَتْکُمْ مُّصِیْبَةُ الْمَوْتِ یا منکم سے مراد مسلمانوں میں سے اور من غیر کم سے مراد ذمی۔ بعض نے کہا کہ یہ منسوخ ہے اس لیے کہ ذی کی گواہی مسلمان کے خلاف درست نہیں۔ شروع اسلام میں مسلمانوں کی تعداد کم ہونے کی وجہ سے جائز تھی۔ تَحْبِسُوْهُمْ اَمَّا اِنْ دُوْنُوْکُمْ کو حلف کے لیے کھڑا کرو۔ یہ جملہ متانفہ ہے۔ یا یہ او الْاٰخِرَانِ میں من غیر کم کی صفت ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی: اَوِ الْاٰخِرَانِ مِّنْ غَیْرِکُمْ محبوسان اور ان انتم ضربتم فی الارض فاصابتکم مصیبة الموت یہ صفت اور موصوف کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ مِّنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ یعنی عصر کی نماز کے بعد کیونکہ یہ لوگوں کے اجتماع کا وقت ہے اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عصر کے بعد یا ظہر کے بعد کیونکہ اہل حجاز فیصلوں کے لیے ان دونوں کے بعد کھڑے ہوتے تھے۔ اور حدیث بدیل رضی اللہ عنہ میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز ادا فرمائی اور تمیم کو بلایا۔ منبر کے پاس ان سے حلف طلب کیا۔ دونوں نے حلف اٹھایا۔ پھر وہ برتن مکہ میں مل گیا۔ تو دُکّاندار نے کہا کہ ہم نے تمیم اور عدی سے خریدا ہے۔

(ترمذی: ۳۰۵۹)

قسم مدعا علیہ پر فیصلہ:

فَيُقْسِمُنِ بِاللَّهِ پس وہ دونوں قسم اٹھائیں گے۔ اِنْ اَرْتَبْتُمْ اگر تمہیں ان کی امانت میں اشتباہ ہو۔ **نَحْمَدُ** : یہ یقسمان اور اس کے جواب کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ جواب: لا نشترى ہے۔ ان اربتم۔ شرط کا جواب محذوف ہے۔ جو معنی کلام کی وجہ سے ظاہر کرنے کی ضرورت سے بے نیاز ہے تقدیر عبارت یہ ہے ان اربتم فی شأنہما فحلفوہما اگر تمہیں ان کے متعلق شبہ ہو تو تم ان سے قسم اٹھاؤ۔ یہ میں ہضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے یا قسم ہے۔ لا نشترى بہ: ہم نہیں خریدتے اپنی قسم کے عوض۔ ثمنا دنیا کا سامان و کلو کمان اگرچہ ہو وہ جس کے لیے قسم دی جا رہی ہے۔ ذاقربلی یعنی ہم اللہ تعالیٰ کے نام کی جھوٹی قسم نہیں اٹھاتے۔

مال کے حصول کی خاطر اگرچہ وہ شخص جس کے لیے ہم قسم دے رہے ہیں قرابت دار ہی کیوں نہ ہو۔ ولا نکتم شہادۃ اللہ یعنی ہم اس شہادت کو جس کے اٹھانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اور تعظیم کا امر کیا۔ ہم چھپانے والے نہیں۔ انا اذا اگر ہم چھپائیں لئمن الاثمین کہا گیا ہے کہ اگر اس سے مراد شاہدین ہوں تو یہ شہادت اب منسوخ ہو چکی ہے۔ اور اگر اس سے مراد وصی ہوں تو ان کا حلف منسوخ نہیں۔

آیت ۱۰: اِنْ اَرْتَبْتُمْ پس اگر اطلاع ملے علیٰ انہما استحقاقاً اثمًا انہوں نے ایسا فعل کیا جو گناہ کو لازم کرنے والا ہے اور انہوں نے یہ کہہ کر گناہ کو واجب کر لیا تھا انہما لمن الاثمین۔ فَاٰخِرَانِ پس دو دوسرے گواہ یقوٰ من مقامہما من الذین استحق علیہم یعنی ان لوگوں میں سے جن کی وجہ سے یہ گناہ کے مستحق ہوئے مطلب یہ ہے ان لوگوں میں سے جن کے خلاف جنایت کی گئی اور وہ میت کا خاندان اور اہل و عیال ہیں۔ بدیل رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں جب دونوں آدمیوں تمیم وعدی کی خیانت ظاہر ہو گئی تو بدیل رضی اللہ عنہ کے ورثاء میں سے دو آدمیوں نے گواہی دی کہ یہ برتن ان کے رشتہ دار بدیل رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اور ان کی گواہی زیادہ درست ہے۔ پہلے گواہی دینے والوں سے۔ الاولین یہ دونوں قرابت کی وجہ سے گواہی کے زیادہ حقدار ہیں۔ یا وہ گواہی کے زیادہ حقدار ہیں۔ ان کی جان پہچان کی وجہ سے۔ **نَحْمَدُ** : الاولیان مرفوع ہے ہما اولیان۔ گویا اس طرح کہا ومن ہما تو جواب دیا الاولیان۔ یا۔ یقومان کی ضمیر سے بدل ہے۔ یا اخران سے بدل ہے۔ قراءت: استحق علیہم الاولیان حفص نے پڑھا ہے۔ یعنی من الورثة الذین استحق علیہم الاولیان من بینہم بالشہادۃ ان یجرد و ہما للقیام بالشہادۃ ویظہروا بہما کذب الکاذبین ان ورثہ میں سے جن کا حق ہے یہ ان کے درمیان شہادت کے زیادہ حقدار ہیں کہ دونوں الگ الگ گواہی کے لئے کھڑے ہوں اور ان دونوں جھوٹوں کا جھوٹ ظاہر کر دیں۔

نحو و قراءت:

الاولین یہ حمزہ ابو بکر نے پڑھا ہے پس اس طرح کہ یہ الذین استحق علیہم کا وصف ہے اس صورت میں مجرور ہے۔ اور یہ حالت جری ہے۔ یا حالت نصبی ہے اور یہ منصوب علی المدح ہے۔

نکتہ:

الا اولین کہا کیونکہ شہادۃ بینکم میں ان کا تذکرہ پہلے ہوا۔ فَيُقْسَمْنَ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتِنَا اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا ہماری قسم قبول کیے جانے کی زیادہ مستحق ہے۔ ان دونوں وصیوں کی قسم سے جنہوں نے خیانت کی ہے۔ وَمَا اَعْتَدَيْنَا اور ہم نے اپنی قسم میں حق سے تجاوز نہیں کیا۔ اِنَّا اِذَا لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ اگر ہم جھوٹی قسم اٹھائیں تو ہم اس وقت البتہ ظالموں میں سے ہونگے۔

آیت ۱۰۸: ذٰلِكَ يٰۤهٗ جَس کا تذکرہ بیان حکم کے سلسلہ میں گزرا اذنی زیادہ قریب ہے۔ اَنْ يَّاتُوْا کہ شہداء ادا کریں اس حادثہ کے مطابق بِالشَّهَادَةِ عَلٰی وَجْهٍ جِیسا کہ انہوں نے اٹھائی ہے بغیر کسی خیانت کے اس میں اَوْ يَخَافُوْا اَنْ تُرَدَّ اِيْمَانُۙ بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ یعنی دوسرے گواہوں کی قسم پختہ ہو جائے ان کی قسم اٹھانے کے بعد پس وہ رسوا ہوں اپنے جھوٹ کے ظاہر ہو جانے کے سبب وَاتَّقُوا اللّٰهَ خیانت میں اور جھوٹی قسم میں وَاسْمَعُوْا قبولیت واجابت والا سنا۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ جو کہ طاعت سے نکلنے والے ہیں۔

سوال: یہاں او کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ قریب تر بات ہے۔ کہ وہ گواہی کو حق و صدق سے ادا کریں۔ خواہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی وجہ سے یا کم از کم شرم کے مارے۔ کہ رسوائی اور ذلت ہوگی۔ جب کل ان کی قسم جھوٹی نکل کر لوٹائی جائے گی۔

ایک سوال کا جواب:

سوال: معلوم ہوتا ہے کہ مدعی پر قسم کا رد کرنا درست ہے؟

جواب: اس واقعہ میں ورثاء نے دونصرانیوں کے خلاف دعویٰ کیا تھا۔ جنہوں نے خیانت کی تھی۔ پھر انہوں نے قسم اٹھادی۔ جب بعد میں ان کی قسم میں جھوٹ ظاہر ہو گیا تو ان دونوں نے اس مسروقہ پیالے کے متعلق شراء کا دعویٰ کر دیا۔ ورثاء نے انکار کر دیا پس قسم ورثہ پر شراء کے دعویٰ کا انکار کرنے کی وجہ سے آئی۔ (تو قسم مدعی علیہ ہی پر ہوئی نہ کہ مدعی پر)

يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ ۖ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا ۖ

”جس دن اللہ رسولوں کو جمع فرمائے گا، پھر ان سے سوال فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا وہ عرض کریں گے ہمیں کچھ علم نہیں۔“

إِذْ أَنتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ إِذْ قَالَ اللَّهُ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ

بلاشبہ آپ غیوب کو خوب جاننے والے ہیں۔ جب اللہ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ بن مریم یاد کر

نِعْمَتِي عَلَيْكَ ۚ وَاعِلِيَّ إِذْ أَيْدِيكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ ۖ

میرا نعمت جو تجھ پر ہے اور تیری والدہ پر جب کہ میں نے روح القدس کے ذریعہ تیری تائید کی

تَكَلَّمَ النَّاسُ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

تو بات کرتا تھا گہوارہ میں اور بڑی عمر میں اور جبکہ میں نے تجھے تعلیم دی کتاب کی اور حکمت کی

وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ۚ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي

اور توریت کی اور انجیل کی اور جبکہ تو بناتا تھا مٹی سے پرندہ جیسی صورت میرے حکم سے

فَتَنْفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي وَتَبْرِئُ الْأَكْمَةَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي ۚ

پھر تو اس میں پھونک مار دیتا تھا تو وہ صورت پرندہ بن جاتی تھی میرے حکم سے اور تو اچھا کرتا تھا مادر زاد اندھے کو اور برص والے کو میرے حکم سے

وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِي ۚ وَإِذْ كَفَنْتُ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَنْكَ

اور جبکہ تو نکالتا تھا مردوں کو میرے حکم سے اور جبکہ میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روکے رکھا

إِذْ جَعَلْتَهُمُ الْبَيْتَ فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ إِنْ هَذَا إِلَّا

جبکہ تو ان کے پاس دلیلیں لے کر آیا، ان لوگوں نے کہا جو کافر تھے کہ یہ نہیں ہے

سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝

”کھلا ہوا جادو۔“

آیت ۱۰۹: یَوْمَ يَآذُكُرُوا مَحْذُوفٍ كِي وَجْهٍ سَ مَنصُوبٍ هِيَا اَحْذَرُوا مَحْذُوفٍ كِي وَجْهٍ سَ۔

منکرین کی تو نیک کیلئے انبیاء علیہم السلام سے سوال:

يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ۔ (جس دن اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع کرے گا پھر ان سے فرمائے گا تمہیں کیا

جواب ملا) یعنی وہ جواب جو تمہاری امتوں نے تمہیں دیا۔ جب کہ تم نے ان کو ایمان کی دعوت دی۔ دراصل یہ سوال ان لوگوں کی توبیخ کے لیے ہے۔ جنہوں نے انکار کیا۔ **نَحْوُ**: ماذا کا لفظ اجبتہم کی وجہ سے منصوب ہے۔ جیسے مصدر معنی کے لحاظ سے منصوب ہوتا ہے۔ ای اجابة اجبتہم۔ تو وہ کہیں گے قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا اِذْ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْقُرْآنُ اِنْ كُنَّا مِنْكُمْ لَمَعْلَمِينَ اس کی دلیل اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ہے یا ان چیزوں کو جاننے والا ہے جو انہوں نے ہمارے بعد ایجاد کیں اس کی دلیل: كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمُ (المائدة: ۱۱۷) ہے۔ یا یہ بات انبیاء بطور ادب کے کہیں گے۔ یعنی ہمارا علم تیرے علم کے ساتھ ساقط ہے۔ اور ڈھکا ہوا ہے اور چھپا ہوا ہے گویا کہ ہمیں علم ہے ہی نہیں۔

تذکرۃ انعامات:

آیت ۱۱۰: اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰۤاٰدَمُ اَنْزِلْ اِلٰی الْاَرْضِ۔ یعنی یہ یوم یجمع سے بدل ہے۔ یعیسیٰ ابن مریم اذْکُرْ نِعْمَتِيْ عَلَیْكَ وَعَلٰی وَالِدَتِكَ۔ (اے عیسیٰ بن مریم! میری وہ نعمتیں یاد کرو جو تم پر اور تمہاری والدہ پر کیں) یعنی جب اس کو پاک اور تمام جہان کی عورتوں میں اس کو چنا۔ اِذْ اٰتٰیْتُكَ اِسْمَیْلَیْنِ مِیْثِقَیْہِمَا۔ یعنی میں نے تمہیں قوت دی۔ بِرُوحِ الْقُدُسِ جِبْرِیْلَ کے ساتھ ان کی مدد کی۔ تاکہ ان پر رحمت ثابت ہو جائے۔ یا اس کلام کے ساتھ جس سے دین زندہ ہو۔ اور اس کی اضافت القدس کی طرف اس لیے ہے کیونکہ وہ پاکیزگی کا سبب ہیں۔ گناہ کی چنگاریوں سے۔ تَكَلِّمُ النَّاسِ فِی الْمَهْدِ یہ حال ہے یعنی تو ان سے کلام کرے گا بچپن کی حالت میں بطور اعجاز کے۔ وَكَهْلًا۔ تبلیغ کے طور پر۔ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ۔ **نَحْوُ**: اس کا عطف اذ ایدتک پر ہے اور اسی طرح اذ تخلق اذ تخرج اور اس طرح اذ کففت اور اذ اوحیت۔ الْكِتٰبَ لَكُنَا۔ وَالْحِكْمَةَ وہ کلام جو مضبوط و با صواب ہو۔ وَالتَّوْرَةَ وَالْاِنْجِیْلَ تَخْلُقُ کا معنی تقدّر اندازہ کرنا۔ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ كَهَيْئَةِ الطَّیْرِ اِیْسٰی حالت جو پرندوں کی ہیئت جیسی تھی۔ بِاِذْنِیْ میرے آسان کر دینے کے ساتھ۔ فَتَنْفُخُ فِیْہَا اِسْمَیْہِمَا میں ضمیر کاف کی طرف لوٹی ہے۔ کیونکہ وہ اس ہیئت کا بیان ہے۔ جس حالت پر عیسیٰ علیہ السلام بناتے اور پھونک مارتے تھے۔ ضمیر اس ہیئت کی طرف نہیں لوٹی جو اس کی مضاف الیہ ہے کیونکہ وہ ان کی تخلیق سے نہ تھی۔ اِیْسٰی طرح ضمیر فَتَكُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِیْ میں بھی۔ وَتَبْرِئُ الْاَکْمَمَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ کو تخلیق پر عطف کیا گیا۔ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی قُبُوْرَہُمْ سے زندہ کر کے۔ بِاِذْنِیْ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے سام بن نوح اور دو مردوں اور ایک عورت اور ایک لونڈی کو زندہ کر کے نکالا۔ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِیْۤاۤیْسَۃَ یٰۤاٰدَمُ عَنْكَ لَعْنَةُ الْاٰدَمِ لَیْسَ بِہُمْ اِلَّا سَحَرٌ مُّبِیْنٌ۔ اِذْ جُنَّتْہُمْ یہ کففت کا ظرف ہے۔ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْہُمْ اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ۔ قراءت: حمزہ علی نے ساحر پڑھا ہے۔

وَإِذَا أُوحِيَتْ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي وَبِرَسُولِي ۖ قَالُوا

”اور جب میں نے وحی کے ذریعہ حواریین کو حکم دیا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ انہوں نے کہا

أَمَّا وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿۱۱۱﴾ إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يُعِيسَى

کہ ہم ایمان لائے اور آپ گواہ ہو جائیں کہ بلاشبہ ہم فرماں بردار ہیں اور جب حواریوں نے کہا کہ اے عیسیٰ

ابْنُ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنْزِلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ

ابن مریم! کیا آپ کا رب یہ کر سکتا ہے کہ ہمارے اوپر آسمان سے خوان نازل

السَّمَاءِ ۚ قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ إِن كُنتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوا نُرِيدُ أَنْ نَأْكُلَ

فرما دے انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو۔ وہ کہنے لگے کہ ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے

مِنْهَا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُنَا وَنَعْلَمَ أَنَّ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُونُ عَلَيْهَا مِنَ

کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور ہم اس بات کو جان لیں کہ آپ نے ہم سے سچ کہا ہے اور ہم اس پر

الشَّاهِدِينَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً

گواہ ہو جائیں۔ عیسیٰ بن مریم نے عرض کیا کہ اے اللہ! جو ہمارا رب ہے ہم پر آسمان سے خوان نازل

مِّنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عَيْدًا أَلَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِّنكَ ۚ وَارْزُقْنَا

فرمادے جو ہمارے موجودہ لوگوں کے لئے اور بعد میں آنے والوں کے لئے عید ہو جائے اور آپ کی طرف سے ایک نشانی ہو جائے اور آپ ہمیں عطا فرمائیے!

وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ اللَّهُ إِنِّي مُنْزِلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَكْفُرْ بَعْدُ

آپ بہترین عطا فرمانے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں وہ خوان تم پر اتاروں گا اس کے بعد جو

مِّنْكُمْ فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَابًا أَبَدًا ۚ أَعَذِّبُهُ أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ ﴿۱۱۵﴾

ناشکری کرے گا تو بیشک میں اس کو ایسا عذاب دوں گا کہ ایسا عذاب جہانوں میں سے کسی کو بھی نہ دوں گا۔“

آیت ۱۱۱: وَإِذَا أُوحِيَتْ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ خَوَاصٍ يَأْتِيهِمْ هُوَ - أَنْ آمِنُوا يَعْنِي تَمَ إِيمَانُ لَاؤ- بِي وَ

بِرَسُولِي قَالُوا أَمَّا وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ يَعْنِي تَمَ گواہ ہو کہ ہم اخلاص برتنے والے ہیں ان کے ساتھ۔ جنہوں نے اپنے

چہروں کو سپرد کر دیا۔ فرمانبردار بنادیا۔

۱۵۷۵

حواریوں کا مطالبہ:

آیت ۱۱۲: اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ - (جب حواریوں نے کہا) یعنی اذکروا اذ۔ اس وقت کو یاد کرو۔ یَعِیْسٰی ابْنَ مَرْیَمَ اے عیسیٰ بن مریم! عیسیٰ منصوب ہے۔ کیونکہ اسکی حرکت ابن کی حرکت کے تحت ہے۔ مثلاً یازید بن عمرو۔ هَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّكَ کیا وہ کر دے گا۔ یا کیا تیرا رب تیری بات مانے گا۔ اگر تو اس سے سوال کرے۔ استطاع اور اطاع ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ جیسے استجاب اور اجاب، هل تستطیع ربك علی هل تستطیع سوال ربك پس مضاف حذف کر دیا۔ مطلب یہ ہے کہ تو اس سے سوال کریگا بغیر کسی رکاوٹ کے جو تمہیں سوال سے باز کر دے۔ اَنْ یُنْزَلَ عَلَیْنَا - قراءت: مکی اور بصری نے یُنْزَلَ پڑھا ہے۔ مَا یَدَّةٌ مِّنَ السَّمَاءِ مائِدہ دسترخوان کو کہتے ہیں۔ جبکہ اس پر کھانا ہو۔ یہ مادہ سے لیا گیا ہے جس کا معنی دینا عطاء کرنا ہے گویا وہ عطا کرتا ہے اسکو جو اسکی طرف بڑھتا ہے۔ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ نشانات کے مطالبے میں اسکے بعد کہ معجزات ظاہر ہو چکے۔ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اسلئے کہ ایمان تقویٰ کو لازم کرتا ہے۔ آیت ۱۱۳: قَالُوْا نُرِیْدُ اَنْ نَّکُلَ مِنْهَا - (ہم اس سے کھانا چاہتے ہیں) یعنی بطور تبرک وَتَطْمِیْنٍ قُلُوْبُنَا اور یقین میں اضافہ ہو جائے جیسے ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: وَلٰکِنْ لِّیَطْمِیْنَنَّ قُلُوْبُکُمْ (البقرہ آیت: ۲۶۰)

مشاہدہ معجزہ اضافہ علم کیلئے:

وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتُنَا یعنی ہم کھلی آنکھوں آپ کی سچائی جان لیں۔ جیسا کہ ہم نے استدلال سے جانی ہے۔ وَنَكُوْنُ عَلَیْهَا مِنَ الشَّہِیْدِیْنَ اس کا جو ہم نے آنکھوں سے دیکھا۔ ان لوگوں کے لیے جو ہمارے بعد آئیں گے۔ اس بناء پر کہ سوال اضافہ علم کے لیے تھا۔ تعنت کی بناء پر نہ تھا۔

نزول مائِدہ کی دعا اور قبولیت:

آیت ۱۱۴: قَالَ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ اللّٰهُمَّ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَا یَدَّةٌ مِّنَ السَّمَاءِ تَكُوْنُ لَنَا عِیْدًا (عیسیٰ بن مریم نے عرض کی اے اللہ! اے ہمارے رب! تو ہم پر آسمان سے مائِدہ اتار جو ہمارے لئے خوشی کا باعث ہو) اس کی اصل یا اللہ ہے پس یا اللہ کو حذف کر دیا اور اس کے عوض میم لگا دی رَبَّنَا یہ ندائے ثانی ہے۔ یعنی اسکے نزول کا دن ہمارے لیے عید کا دن بن جائے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اتوار کا دن تھا۔ اسی وجہ سے نصاریٰ نے اس کو عید بنایا۔ العید لوٹنے اور خوشی کو کہتے ہیں۔ اسلئے کہا جاتا ہے کہ یوم عید پس اسکا معنی یہ ہے کہ وہ ہمارے لیے سرور و خوشی کا باعث ہو۔ لَا وَّلَآئَنَا وَ اٰخِرِنَا یہ لَنَا سے بدل ہے اور عامل کو دوبارہ لایا گیا ہے یعنی ان لوگوں کیلئے جو ہمارے زمانہ میں ہمارے اہل دین ہیں اور ان کیلئے جو ہمارے بعد آئیں گے یا اس سے پچھلے لوگ بھی کھائیں گے جیسے پہلوں نے کھائی یا پھر یہ ہم سے پہلے لوگوں اور پیروکاروں کیلئے ہونگی۔ وَ اٰیۃٌ مِّنْکَ مِیْرٰتِیْ نُبُوْتِیْ کی صحت پر پھر اسکو اپنے اس ارشاد سے اور مضبوط کیا۔ وَ اَرْزُقْنَا وَ اَنْتَ خَیْرُ الرَّزْقِیْنَ اور تو ہمیں دے جو ہم نے تجھ سے مانگا ہے۔ اور آپ سب سے بہتر دینے والے ہیں۔

آیت ۱۱۵: قَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مُنْزِلُهَا عَلَیْکُمْ۔ منزلہا یہ تشدید کے ساتھ مدنی اور شامی اور عاصم نے پڑھا ہے۔ اتارنے کا وعدہ فرمادیا اور ان پر ایک شرط یہ کہہ کر عائد کر دی۔ فَمَنْ یَّکْفُرْ بَعْدُ مِنْکُمْ (جو ناشکری کرے گا تم میں سے اس کے اتارے جانے کے بعد) فَاِنِّیْ اُعَذِّبُہٗ عَذَابًا۔ (تو بے شک میں اُس کو ایسا عذاب دوں گا) یعنی عذاب دینا۔ یہ سلام بمعنی تسلیم کی طرح ہے اور،

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يُعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّي إِلَهَيْنِ

اور جب اللہ کا فرمانا ہو گا کہ اے عیسیٰ بن مریم! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ تم مجھے اور میری ماں کو اللہ کے

مِنْ دُونِ اللَّهِ ۚ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقِّ ط بَلْ أَنْ

سوا وہ معبود بنا لوں گا ۚ عرض کریں گے میں آپ کی پاکی بیان کرتا ہوں۔ میرے لئے یہ بات زیبا نہیں ہے کہ ایسی بات کہیں جس کے کہنے کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر

كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ۚ تَعَلَّمْ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ط إِنَّكَ

میں نے کہا ہوتا تو وہ آپ کو معلوم ہوتا۔ آپ جانتے ہیں جو میرے جی میں ہے اور میں وہ نہیں جانتا جو آپ کے علم میں ہے۔ بے شک

أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝۱۱۶ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنْ أَعْبُدُ وَاللَّهُ رَبِّي وَ

آپ غیبوں کے جاننے والے ہیں۔ میں نے ان سے سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہا جو آپ نے مجھے حکم فرمایا کہ عبادت کرو اللہ کی جو میرا رب ہے اور

رَبِّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ

تمہارا رب ہے اور میں ان کے بارے میں باخبر تھا جب تک میں ان میں موجود تھا۔ پھر جب آپ نے مجھے اٹھا لیا تو آپ ہی

الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝۱۱۷ إِنَّ تَعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ

ان کے نگران تھے اور آپ ہر چیز پر مطلع ہیں۔ اگر آپ ان کو عذاب دیں تو بے شک وہ آپ کے بندے ہیں

وَأِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝۱۱۸ قَالَ اللَّهُ هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ

اور اگر آپ ان کی مغفرت فرما دیں تو بلاشبہ آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔ اللہ کا ارشاد ہو گا یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کی سچائی

صَدَقَهُمْ ۚ لَهُمْ جَنَّاتُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ط رَضِيَ

نفع دے گی ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے

اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝۱۱۹ لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے یہ بہت بڑی کامیابی ہے اور اللہ کے لئے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا

وَمَا فِيهِنَّ ۚ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۱۲۰

اور جو ان کے درمیان ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اعذبه میں ضمیر مصدر کے لیے ہے اور اگر عذاب سے وہ مراد لیا جائے جس سے عذاب دیا جاتا ہے تو با کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ لَا اُعَذِّبُهُ اَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِيْنَ (کہ ایسا عذاب جہانوں میں کسی کو بھی نہ دوں گا) حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مائدہ نہیں اترتا۔ اگر وہ اترتا تو قیامت تک کے لیے یوم عید بن جاتا۔ کیونکہ فرمایا۔ وَاٰخِرُنَا۔ مگر صحیح بات یہ ہے کہ وہ دسترخوان نازل ہوا۔ وہب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے دسترخوان اترتا۔ اوپر سے ڈھکا ہوا۔ اس کو ملائکہ اڑا کر لائے۔ اس پر گوشت کے علاوہ ہر کھانا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اس دسترخوان پر جو چاہتے پالیتے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ان پر صبح و شام اترتا تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خصوصی سوال:

آیت ۱۱۶: وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسٰى ابْنُ مَرْيَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ الْهَيْئَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ (اور جب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے عیسیٰ بن مریم! کیا تم نے لوگوں کو کہا کہ وہ تمہیں اور تمہاری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود بنالیں) جمہور اس بات پر ہیں کہ یہ سوال عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے دن ہوگا۔ اس کی دلیل آیت کا سیاق و سباق ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ خطاب ان کو اس وقت کیا گیا۔ جب ان کو آسمان پر اٹھایا گیا اس کی دلیل اذ ہے۔ قَالَ سُبْحٰنَكَ تَوْپَاکَ ہے اس بات سے کہ تیرا کوئی شریک ہو۔ مَا يَكُوْنُ لِيْ مِیْرَے لیے یہ مناسب نہیں۔ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقِّیْ کہ میں ایسی بات کہوں جس کے کہنے کا مجھے حق نہیں۔ اِنْ کُنْتُ قُلْتُ فَقَدْ عَلِمْتُہ اگر یہ بات صحیح ہے کہ میں نے گزشتہ زمانہ میں کہی تھی۔ تو تو اس کو جانتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مجھے معذرت کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ تو جانتا ہے کہ میں نے یہ نہیں کہی۔ اگر میں نے کہی ہوتی تو تو اس کو جانتا کیونکہ تو تعلم مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ جانتا ہے جو میری ذات میں ہے۔ میں آپ کی ذات میں جو کچھ ہے نہیں جانتا۔ نفس اشی ذات و حقیقت کو کہا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ تو میرے معلوم کو جانتا ہے۔ مگر میں تیرے معلوم کو نہیں جانتا اِنَّکَ اَنْتَ عَلٰمُ الْغُیُوْبِ یہ دونوں جملوں کو اکٹھا پختہ کیا گیا کیونکہ جو کچھ نفوس میں ہے وہ من جملہ غیوب میں سے ہے۔ اس لیے کہ جو علام الغیوب جانتا ہے اس کی طرف کسی کا علم نہیں پہنچتا۔

جواب عیسوی:

آیت ۱۱۷: مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِيْ بِہ۔ (میں نے وہی کہا جو آپ نے مجھے حکم دیا) یعنی میں نے انکو حکم نہیں دیا مگر اس بات کا جس کا آپ نے مجھے حکم دیا۔ پھر جو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اس کی وضاحت و تفسیر کی اور کہا۔ اِنْ اَعْبُدُوْا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّکُمْ۔ اَنْ مفسرہ ہے بمعنی ای۔ وَکُنْتُ عَلَیْہُمْ شَہِیْدًا مگر ان رہا۔ مَا دُمْتُ فِیْہُمْ اتنی مدت جتنا میں ان میں رہا۔ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِيْ کُنْتُ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْہُمْ رَقِیْبٌ حَفِیْظٌ کہتے ہیں۔ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ میرے قول و فعل اور انکے قول و فعل کے متعلق۔

معفرت و سزا دونوں تیرے اختیار میں ہیں:

آیت ۱۱۸: اِنْ تُعَذِّبْہُمْ فَاِنَّہُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تُغْفِرْ لَہُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ (اگر آپ عذاب دیں تو وہ تیرے

بندے ہیں اور اگر ان کو بخش دیں تو تو زبردست حکمت والا ہے) زجاج نے کہا عیسیٰ علیہ السلام نے جانا کہ ان میں کچھ ایمان لائے اور بعض ان میں کفر پر قائم رہے۔ پس ان کے متعلق ان تعذبہم فرمایا یعنی اگر تو ان میں سے جو کافر ہوئے ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں۔ جن کو تو جانتا ہے کہ انہوں نے تیری آیات کا انکار کیا تیرے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی اور تو اس سلسلے میں عدل کرنے والا ہے۔ انہوں نے حجت کے لازم ہو چکنے کے بعد کفر کیا ہے۔ اگر تو ان کو بخش دے جو ان میں سے کامیاب ہوئے اور ایمان لائے وہ محض تیرا فضل ہے۔ اور آپ زبردست ہیں۔ آپ کے ارادے کو کوئی باز نہیں کر سکتا۔ آپ اس سلسلے میں حکمت والے ہیں۔ یا زبردست طاقت والے ہیں۔ ثواب پر قدرت رکھتے ہیں حکمت والے ہیں۔ حکمت اور صواب سے ہی آپ سزا دیتے ہیں۔

سجائی ہر دو جہان میں کام دینے والی ہے:

آیت ۱۱۹: قَالَ اللَّهُ هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ۔ (اللہ فرمائیں گے یہ ایسا دن ہے جس دن سچوں کو ان کا سچ فائدہ دے گا) یوم کا مرفوع ہے۔ اور مضاف ہے اس طرح کہ یہ مل کر ہذا کی خبر بنتی ہے۔ یعنی اللہ فرمائیں گے۔ ہذا یوم ینفع الصادقین فیہ صدقہم المستمر فی دنیاہم و آخرتہم یہ ایسا دن ہے کہ اس میں سچے لوگوں کو ان کا مسلسل سچ دنیا اور آخرت میں فائدہ دے گا۔ یہ جملہ مبتداء اور خبر مل کر مفعولیت کی وجہ سے محل نصب میں ہے جیسا کہ تم کہو۔ قال زید عمرو منطلق (عمرو منطلق مقولہ محل نصب میں ہے۔ یوم کا نصب نافع نے پڑھا۔ اس طرح کہ یہ ظرف ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یہ عیسیٰ علیہ السلام کو جس دن سچے لوگوں کو ان کا سچ فائدہ دے گا۔ اور وہ قیامت کا دن ہے۔ لَہُمْ جَنَّتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ (ان کیلئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا) سے ان کی قابل قدر کوشش پر۔ وَرَضُوا عَنْهُ (اور وہ اس سے راضی ہو گئے) بھرپور جزاء سے۔ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (یہ بہت بڑی کامیابی ہے) کیونکہ باقی رہنے والی ہے۔ بخلاف دنیا کی کامیابی کے کہ وہ فناء ہونے والی ہے۔

ملکیت عامہ سے ثبوت قدرت:

آیت ۱۲۰: لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا فِيهِنَّ (اور اللہ کے لئے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا اور جو ان کے درمیان ہے) اس کی شان بلند ہے اس سے جو اس کے متعلق نصاریٰ نے کہا۔ کہ اس کے ساتھ ایک اور معبود بھی ہے۔ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) روکنے دینے اور ایجاد کرنے اور فناء کرنے پر (ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی رضا مند یوں کی توفیق عنایت کر دے اور ہمیں کامیاب لوگوں میں کر دے۔ اپنی جناب میں اور رحمتیں نازل ہوں ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم پر)۔

سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ ۶

سورۃ انعام کی ہے اس کی ایک سو پینسٹھ آیتیں اور بیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ط

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے پیدا فرمایا آسمانوں کو اور زمین کو اور بنایا تاریکیوں کو اور روشنیوں کو

ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّہُمْ یَعْدِلُوْنَ ۝۱ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ

پھر بھی وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا کچھڑے پھر

قَضٰی اَجَلًا ط وَاَجَلٌ مُّسَمًّی عِنْدَہٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝۲ وَهُوَ اللّٰهُ

اجل مقرر فرمائی اور اس کے پاس ایک اجل مقرر ہے پھر تم شک کرتے ہو اور وہ اللہ ہے

فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ ط یَعْلَمُ سِرَّکُمْ وَجَہْرَکُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَکْسِبُوْنَ ۝۳

آسمانوں میں اور زمین میں وہ جانتا ہے تمہارے باطنی حالات کو اور ظاہری حالات کو اور وہ جانتا ہے جو تم عمل کرتے ہو

وَمَا تَاْتِیْہُمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّہُمْ اِلَّا کَانُوْا عَنْہَا مُعْرِضِیْنَ ۝۴ فَقَدْ

اور جب ان کے رب کی نشانیوں میں سے ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے تو اس سے اعراض کرتے ہیں۔

کَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاۤءَہُمْ فَسَوْفَ یَاْتِیْہُمْ اَنْبَاۤءُ مَا کَانُوْا بِہِ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۵

سو بلاشبہ انہوں نے حق کو جھٹلایا جب ان کے پاس آیا۔ سو غریب آجائیں گی ان کے پاس اس چیز کی خبریں جس کا مذاق بنایا کرتے تھے۔

اَلَمْ یَرَوْا کَمْ اَهْلَکْنَا مِنْ قَبْلِہُمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّکَّیْہُمْ فِی الْاَرْضِ مَا لَمْ یُمْکِنْ

”کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی امتوں کو ہلاک کر دیا“ ان کو ہم نے زمین میں ایسا اقتدار دیا تھا جو تم کو

لَکُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَیْہُمْ مَّدْرَآرًا ط وَجَعَلْنَا الْاَنْہٰرَ تَجْرِیْ مِنْ

نہیں دیا اور ہم نے ان پر زور دار بارشیں برسائیں اور ہم نے نہریں بنا دیں جو ان کے نیچے جاری

تَحْتِہُمْ فَاَهْلَکْنٰہُمْ بِذُنُوْبِہُمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِہُمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ ۝۶

تھیں پھر ہم نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا اور ان کے بعد ہم نے پیدا کر دیں دوسری امتیں

تمام تعریفوں کے لائق وہی ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ اس نے بندوں کو تعلیم دی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کریں۔ اور در پردہ اس بات کی تعریف کر دی کہ اللہ تعالیٰ کو بندوں کی حمد کی ضرورت نہیں۔ وہ ان کی تعریف سے بے نیاز ہے خواہ اس کی تعریف کوئی کرے یا نہ کرے۔ وہ واقع میں تمام تعریفوں کے لائق ہے۔

سماوات کے جمع اور ارض کے مفرد لانے کی وجہ:

اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ السموات جمع لایا گیا کیونکہ آسمان ایک دوسرے پر طبق کی صورت میں ہیں۔ الگ شکل والے ہیں۔ اور الارض زمینیں بھی اگرچہ جمہور کے نزدیک سات ہیں مگر ان کے لیے لفظ مفرد لائے۔ کیونکہ وہ ایک دوسرے کے اوپر نہیں بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ ہم شکل ہیں۔ اور ایک ماہیت رکھتی ہیں۔ صرف: جعل کا لفظ جب احدث اور انشاء کے معنی میں ہو تو مفعول واحد کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ جیسا اس ارشاد میں وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ اور دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے جب صبیّر کے معنی میں ہو۔ جیسا ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِکَۃَ الَّذِیْنَ هُمْ عِبْدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا (الزخرف: ۱۹) اس میں بت پرستوں کے اس قول کی تردید ہے کہ نور و ظلمت قدیم ہیں۔ النور کو مفرد لائے کیونکہ جنس مراد ہے۔ اور نور ایک ہی قسم ہے جو مختلف نہیں ہوتا۔ جیسا کہ اندھیرے مختلف ہوتے ہیں۔ ظلمات کو جمع لائے کیونکہ ہر ایک چیز کی ظلمت الگ ہے۔ رات کی الگ۔ سمندر کی الگ، اندھیرے مقام کی الگ ہر ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ اور ظلمات کو مقدم لایا گیا اس کی وجہ ترمذی میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا۔ پھر ان پر اپنے نور کا ایک چھینٹا ڈالا۔ پس جس پر وہ نور کا چھینٹا پڑ گیا۔ وہ ہدایت یاب ہو گیا۔ جس پر نہ پڑا وہ گمراہ ہو گیا (رواہ احمد ایضاً منہ) ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ پھر کافر لوگ اس وضاحت کے بعد، بِرَبِّہُمْ یَعْدِلُوْنَ۔ پھر بتوں کو اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دیتے ہیں۔

نحوی تحقیق نمبر ۱:

جیسے تم کہو: عدلت بذالٰی ساویتہ بہ۔ میں نے اس کو اس کے برابر کر دیا سے لیا گیا ہے۔ برہم میں باء یہ عدل کا صلہ ہے۔ کفروا کا نہیں۔ نمبر ۲۔ یعدلون کے بعد اس کا صلہ عن محذوف ہے۔ یہ اعتراض کے معنی میں ہے اس صورت میں باء کفروا کا صلہ ہوگی۔ اور یعدلون کا صلہ عن محذوف ہوگا۔ اگر ثم الذین کفروا کو الحمد للہ پر معطوف کیا جائے تو معنی اس طرح ہوگا۔ بیشک اللہ تعالیٰ حقیقتاً لائق حمد ہے۔ اس طور پر کہ سارے جہان کو پیدا کرنے والے ہیں۔ اور جہان کو پیدا کرنا محض اس کی نعمت ہے۔ لیکن پھر بھی کافر اس کی نعمتوں میں برابر قرار دے کر اس کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں۔ نمبر ۳۔ خلق السموات پر عطف ہے۔ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے تو پیدا کیا جو پیدا کیا۔ جس کی تخلیق میں سوائے اس کے اور کسی کو قدرت نہیں۔ پھر بھی کافر ایسی مخلوق کو اس کے برابر قرار دیتے ہیں۔ جس کو کسی چیز کے پیدا کرنے پر کوئی قدرت نہیں۔ ثم کا لفظ یہاں تعجب کے لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی آیات اس قدر واضح ہونے کے بعد کافروں کا اس کے برابر دوسروں کو قرار دینا قابل تعجب ہے۔ اور بعید از

انصاف ہے۔

خالق وہی پھر بھی شک میں پڑے ہیں:

آیت ۲: هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ۔ من یہ ابتدائے غایت کے لیے ہے۔ یعنی ابتداء خلق اصلکم ای ادم منہ تمہارے اصل آدم کی پیدائش اسی سے کی۔ ثُمَّ قَضَىٰ اَجَلًا پھر مدت موت کا فیصلہ کیا۔ وَاَجَلَ مَُسَمًّى عِنْدَهُ وقت معین سے قیامت مراد ہے۔ نمبر ۲۔ پہلے اجل سے مراد پیدائش سے موت تک اور دوسرے اجل سے موت وبعث کے مابین اور وہ برزخ ہے۔ نمبر ۳۔ اول نیند ثانی موت۔ نمبر ۴۔ ثانی سے بھی اول ہی مراد ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے و هو اجل مسمى ای معلوم وہ وقت مقرر یعنی معلوم ہے۔ **مُخْجَمٌ**: اجل مسمى مبتداء اور خبر عندہ ہے اور مبتداء کو نکرہ ہونے کے باوجود مقدم کر دیا۔ کیونکہ خبر ظرف ہے اور ظرف مؤخر ہی ہوتا ہے۔ اور نکرہ کی صفت آجانے سے وہ معرفہ کے قریب ہو گیا۔ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُونَ پھر تم شک میں پڑے ہو۔ تَمْتَرُونَ مریۃ سے ہے۔ نمبر ۲۔ مرأ سے ہے جس کا معنی جھگڑا کرنا۔ ثم استبعاد کے لیے ہے۔ اس بات سے کہ وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود کہ ثابت ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کو زندہ کرنے والے موت دینے والے اور ان کو اٹھانے والے ہیں۔

نحو و صرف:

آیت ۳: وَهُوَ اللَّهُ۔ **مُخْجَمٌ**: یہ مبتداء فی السَّمَوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ خبر ہے۔ نمبر ۱۔ لفظ اللہ کو صیغہ مشتق کہا جائے۔ گویا اس طرح ہو گیا ہو المعبود فیہا۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا۔ وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهُ وَفِي الْأَرْضِ إِلَهُ۔ الزخرف آیت ۸۲۔ اللہ کے لفظ کو علم کہا جائے تو مشتق کی تاویل سے اس طرح ہوگا۔ هو الله المعروف بالالهية فیہا۔ وہی اللہ الوہیت کے ساتھ معروف ہے ان دونوں میں۔ نمبر ۳۔ اللہ کے لفظ کو علم مان کر هو الذي يقال له الله فیہما وہی ہے جس کو ان دونوں میں اللہ کہا جاتا ہے۔ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ۔ **مُخْجَمٌ**: یہ دوسری خبر ہے۔ یا ابتدائی کلام ہے۔ یعنی وہ تمہاری باطنی اور ظاہری حالت کو جانتا ہے۔ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ بھلائی برائی میں سے اور وہ اس پر ثواب و عذاب دے گا۔

عدم تدبر انجام کی سوچ نہ ہونے سے ہے:

آیت ۴: وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ۔ اس میں مِنْ استغراق کے لیے ہے۔ مِنْ آيَةٍ رَبِّهِمْ اس میں مِنْ تبغیضہ ہے۔ یعنی جو کوئی دلیل کبھی ان کے سامنے ظاہر ہوتی ہے جس میں غور و فکر کرنا ضروری ہے۔ اَلَا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ان پر غور و تدبر چھوڑنے والے ہیں۔ ان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ کیونکہ ان کو بہت کم خوف اور انجام کی سوچ نہیں ہے۔

آیت ۵: فَقَدْ كَذَّبُوا اس کو محذوف کلام کی طرف لوٹایا جائے گا۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ ان کَانُوا معرضین عن الايات فقد کذبوا۔ اگر یہ آیات سے منہ موڑ رہے ہیں تو انہوں نے واقعہ حق کو جھٹلایا۔ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ یعنی وہ جو کہ عظیم ترین نشانی اور سب سے بڑا معجزہ ہے اور وہ قرآن ہی تو ہے جس کے ذریعے ان کو چیلنج کیا گیا۔ جس کے جواب میں وہ عاجز رہے۔

قرآنی خبریں حقیقت بن کر سامنے آ جائیں گی:

فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَتْبَاؤُا مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ یعنی اس چیز کی خبریں جس کو وہ جھٹلاتے تھے۔ اور وہ قرآن مجید ہے۔
یعنی قرآن کی خبریں اور جو حالات اس نے بیان کیے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ عنقریب وہ جان لیں گے کہ کس چیز کے ساتھ انہوں نے استہزاء کیا ہے یہ اس وقت پتہ چلے گا جب دنیا میں ان پر عذاب اترے گا۔ یا قیامت کے دن نازل ہوگا یا اسلام کے ظہور و غلبے کے وقت (جیسا کہ دشمن ذلیل ہوئے الحمد للہ علی ذالک)

گزشتہ اقوام سے عبرت پکڑو ان کی ہلاکت تکذیب کی وجہ سے ہوئی:

آیت ۶: اَلَمْ يَرَوْا كِیَا مَكْدُبِیْنَ نَہِیْس دِیْكَہَا۔ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ كَمْ خَبَرِیْہِہ۔ قرن سے مراد ہر زمانے والوں کے ختم ہونے کی مدت اور وہ اسی سال یا ستر سال ہے۔ مَكْنُہُمْ۔ مَحْمُومٌ: یہ قرن کی صفت ہونے کی وجہ سے موضع جر میں ہے اور معنی کے لحاظ سے جمع لائے۔ فِی الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمْكِنْ لَّكُمْ تَمْكِیْن فِی الْبِلَادِ سے مراد قدرت بخشنا۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے اہل مکہ کو وہ کچھ نہیں دیا جو عاد و ثمود کو دیا گیا تھا۔ ان کے اجسام بڑے۔ اموال میں وسعت اور اسباب دنیا کی فراوانی۔ وَاَرْسَلْنَا السَّمَاءَ۔ السَّمَاء سے بارش مراد ہے۔ عَلَیْہُمْ مِّدْرَارًا بہت زیادہ یہ السَّمَاء سے حال ہے۔ وَجَعَلْنَا الْاَنْهَارَ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہُمْ تَحْتَ كَامُضَافِ اِلَیْہِ اشجار ہم مطلب یہ ہے کہ وہ پھلوں اور نہروں میں خوشحالی سے جیے اور بارش کی کثرت سے سیراب کیے گئے۔ فَاهْلَكْنٰہُمْ بِذُنُوبِہُمْ اور ان میں سے کوئی چیز ان کے کام نہ آ سکی۔ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِہُمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ (اور ان کے بعد ہم نے پیدا کر دیں دوسری امتیں) ان کے بدلے۔

وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلٰیكَ كِتٰبًا فِیْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَیْدِیْهِمْ لَقَالَ الَّذِیْنَ

اور اگر ہم اتار دیں آپ پر کاغذ میں لکھا ہوا کوئی نوشتہ پھر وہ اس کو اپنے ہاتھوں سے چھو لیں تب بھی کافر لوگ

كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۙ ۷ وَقَالُوْۤا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَیْهِ مَلَكٌ ۭ

یوں کہیں گے کہ یہ کچھ بھی نہیں ہے مگر صریح جادو ہے اور وہ کہتے ہیں کہ کیوں نہیں اتارا گیا اس پر فرشتہ

وَلَوْ اَنْزَلْنَاهُ لَمَلَّا لَقَضٰی الْاَمْرُ ثُمَّ لَا یَنْظُرُوْنَ ۙ ۸ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ

اور اگر ہم کوئی فرشتہ اتار دیتے تو فیصلہ کر دیا جاتا پھر ان کو کوئی مہلت نہ دی جاتی اور اگر ہم اس کو فرشتہ

مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَّلَلْبَسْنَاهُ عَلَیْهِمْ مَّا یَلْبَسُوْنَ ۙ ۹ وَلَقَدْ

بناتے تو اس کو آدمی ہی بناتے اور ہم ان پر شبہ ڈال دیتے جس شبہ میں وہ اب پڑ رہے ہیں اور بلاشبہ

اَسْتَهْزِیْ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِیْنَ سَخَّرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْۤا بِہٖ

آپ سے پہلے رسولوں کے ساتھ استہزاء کیا گیا۔ پھر جن لوگوں نے استہزاء کیا ان کو اس چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق

یَسْتَهْزِءُوْنَ ۙ ۱۰ قُلْ سَیْرُوْۤا فِی الْاَرْضِ ثُمَّ اَنْظُرُوْۤا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

اڑایا کرتے تھے۔ آپ فرما دیجئے کہ چلو زمین میں پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا

الْمُكَذِّبِیْنَ ۙ ۱۱

کیا انجام ہوا۔

آیت ۷: وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلٰیكَ كِتٰبًا لَّكُنْیٰ هُوَیْ تَحْرِیْرٌ۔ فِیْ قِرْطَاسٍ کاغذ پر۔ فَلَمَسُوْهُ بِاَیْدِیْهِمْ یہ ماقبل کی تاکید ہے تاکہ وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہماری تو آنکھوں پر جادو کر دیا گیا۔ اور بعض اندھے پن کی حجت بازی بنالیں۔ لَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ حق کے ساتھ محض ضد اور عناد کی وجہ سے اس کے باوجود کہ حق ظاہر ہو چکا۔

عدم مہلت زیادہ شدید ہے:

آیت ۸: وَقَالُوْۤا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَیْہِ نَبِیٌّ اَكْرَمُ مِّنْ اَیْمٰنِہٖمْ (فرشتہ) جو ہم سے کلام کرے کہ یہ نبی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَلَوْ اَنْزَلْنَاهُ لَمَلَّا لَقَضٰی الْاَمْرُ (تو ان کی حالت کا معاملہ نبٹا دیا جاتا۔ ثُمَّ لَا یَنْظُرُوْنَ پھر اسکے اترنے کے بعد پلک جھپک کیلئے انکو مہلت نہ دی جاتی کیونکہ جب وہ فرشتہ اصل شکل میں دیکھ پائیں گے تو ان کی روئیں خوف نظارہ سے نکل

جائیں گی۔ یہاں ثم کا معنی یہ ہے کہ اس کے بعد کہ انہوں نے دو باتوں کو واضح کر دیا۔ معاملہ کا فیصلہ اور عدم مہلت۔ آیت میں عدم مہلت کو فیصلہ سے زیادہ شدید قرار دیا گیا۔ کیونکہ کسی مصیبت کا اچانک ٹوٹ پڑنا اصل مصیبت سے زیادہ سخت ہے۔

فرشتہ لباس انسانی میں اسی اشکال کا باعث ہے:

آیت ۹: وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا اَگر ہم رسول کو فرشتہ کی صورت میں بھیجیں جیسا کہ ان کے خیالات میں ہے کیونکہ وہ کبھی کہا کرتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فرشتہ کیوں نہیں اترا اور کبھی کہتے یہ تو تم جیسا انسان ہے۔ (نبوت اس کو نہیں دی گئی) اگر اللہ چاہتا تو فرشتہ ضرور اتارتا۔ لَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا اس کو ضرور صورت انسانی میں بھیجتے۔ جیسا کہ جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عمومی حالات میں وحیہ کلمی ﷺ کی صورت میں آتے۔ کیونکہ وہ فرشتوں کو ان کی اصلی شکل میں دیکھ کر زندہ نہیں رہ سکتے۔ وَلَلْبَشَرِ مَا يَلْبَسُونَ ان پر ہم خلط ملط کر دیتے۔ اور اس کے معاملے کو ان پر مشتبہ کر دیتے۔ اس لئے کہ اس کا راستہ بھی تیرے والا راستہ تھا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پس فرشتوں کو صورت انسانی میں دیکھ کر کہتے کہ یہ انسان ہے فرشتہ تو نہیں۔ کہا جاتا ہے لبست الامر على القوم۔ والبسته جبکہ وہ ان پر مشتبہ اور مشکل ہو جائے۔ پھر اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو قوم کی طرف سے پہنچنے والے استہزاء پر تسلی دی۔

تسلیہ برائے رسول اللہ ﷺ:

آیت ۱۰: وَلَقَدْ اسْتَهْزَىٰ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ پس ان کو گھیر لیا اس چیز نے جس کا وہ مذاق کرتے تھے۔ حالانکہ وہ برحق ہے اس لیے ان کو اس کے ساتھ استہزاء کے نتیجے میں ہلاک کر دیا گیا۔ مِنْهُمْ یہ سَخِرُوا کے متعلق ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ (التوبہ: ۷۹) اور ہُم کی ضمیر رسل کی طرف جارہی ہے۔ قراءت: لقد کادال ابو عمر حفص کے نزدیک مکسور ہے۔ کیونکہ دوسا کن جمع ہیں۔ اور دوسرے قراء نے دال کا ضمہ استہزی کی تا کے ضمہ کی اتباع میں پڑھا ہے۔

نکتہ: فا اور ثم لانے کا فرق:

آیت ۱۱: اَقْلُ سِيرُوا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ اَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ۔ (آپ فرمادیجئے کہ چلو زمین میں پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا) فانظروا اور ثم انظروا میں فرق یہ ہے کہ فانظروا میں نظر کو سیر کا مسبب قرار دیا گیا۔ گویا اس طرح کہا گیا سیر والا جل النظر ولا تسیروا سیر الغافلین کہ تم عبرت کی خاطر سیر کرو۔ اور چلو پھرو۔ اور غافل لوگوں کی طرح مت چلو۔ سیر وافی الارض ثم انظروا کا معنی یہ ہے۔ کہ زمین میں تجارت وغیرہ کی غرض سے بھی سیر و سفر مباح ہے۔ اور ہلاک شدہ لوگوں کے آثار پر غور و فکر واجب ہے۔ اس بات پر متنبہ کرنے کے لیے ثم لایا گیا۔ کہ مباح اور واجب میں بہت بڑا فاصلہ ہے۔

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ قُلْ لِلّٰهِ ۚ كَتَبَ عَلٰی نَفْسِهٖ

آپ فرمادیجئے! کس کی ملکیت ہے جو آسمانوں میں ہے اور زمینوں میں ہے۔ فرمادیجئے کہ یہ سب اللہ ہی کے لئے ہے اس نے اپنے اوپر رحمت کرنا لازم

الرَّحْمَةِ ۚ لِيَجْمَعَٰنَكُمْ اِلٰی يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَا رَيْبَ فِیْهِ ۚ الَّذِیْنَ

فرما لیا ہے ' وہ ضرور تم کو قیامت کے دن جمع فرمائے گا جس میں کوئی شک نہیں ' جن لوگوں نے

خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝۱۲ وَلَهُ مَا سَكَنَ فِی الْیْلِ

اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا وہ ایمان نہیں لائیں گے ' اور اسی کے لئے ہے جو ساکن ہے رات میں

وَالنَّهَارِ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝۱۳ قُلْ اَغٰیْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ

اور دن میں ' اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔ آپ فرمادیجئے! کیا میں اللہ کے سوا کسی کو مددگار

وَلِیًّا فَاَطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ یُطْعَمُ وَلَا یُطْعَمُ ۚ قُلْ

بنا لوں جو پیدا کرنے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور وہ کھلاتا ہے اور اسے کھلایا نہیں جاتا۔ آپ فرمائیے!

اِنِّیْ اٰمَرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَشْرِکِیْنَ ۝۱۴

بلاشبہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے وہ شخص ہو جاؤں جو فرمانبردار ہوا ' اور آپ ہرگز مشرکین میں سے نہ ہو جائیے۔

قُلْ اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصٰیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝۱۵

آپ فرمادیجئے! کہ بے شک! میں اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں '

آیت ۱۲: قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - مَخْمُومٌ: من استفہامیہ ہے اور ما، الذی کے معنی میں ہے۔ ماموضع مبتداء میں مرفوع ہے۔ اور لمن اس کی خبر ہے۔ قُلْ لِلّٰہ میں اس بات کو پختہ کیا گیا۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ اس میں میرے اور تمہارے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ ان میں سے کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے سواء کسی اور طرف منسوب نہیں کر سکتے۔ رحمت اپنے ذمہ رحمت سے کر لی:

كَتَبَ عَلٰی نَفْسِهٖ الرَّحْمَةَ کتب کا اصل معنی واجب کرنا ہے۔ مگر اس کو ظاہر پر محمول نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر تو بندے کی کوئی چیز لازم نہیں۔ پس مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کا پختہ عہد کیا ہے اور وہ اس کو ہر صورت پر پورا فرمانے والے ہیں۔ نفس کا ذکر خاص کرنے اور وساطت ختم کرنے کے لیے کیا۔ پھر ان کو غور و فکر میں غفلت کرنے اور اپنے ساتھ ایسے معبودوں کو شریک ٹھہرانے پر ڈرایا۔ جو کسی چیز کو پیدا کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ اپنے اس ارشاد سے لِيَجْمَعَٰنَكُمْ اِلٰی يَوْمِ

الْقِيَمَةِ۔ وہ ضرورتاً ہمارے شرک پر تمہیں سزا دے گا۔ لَا رَيْبَ فِيْهِ اس دن میں کوئی شبہ نہیں۔ یا جمع کرنے میں کوئی شبہ نہیں۔
دو تراکیب:

الَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ (جن لوگوں نے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا) یہ منصوب علی الذم ہے تقدیر کلام یہ ہے اريد الذين خسروا انفسهم باختيارهم الكفر۔ کہ میری مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے نفسوں کو کفر اختیار کر کے نقصان میں مبتلا کیا۔ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہ لائیں گے۔ قول اخفش۔ الذين یہ بدل ہے لیجمعنکم کے کُم سے۔ تقدیر عبارت یہ ہے لیجمعن هؤلاء المشركين الذين خسروا انفسهم۔ وہ ضرور ان مشرکین کو جمع کرے گا۔ جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈالا۔ اور بہتر قول پہلا ہے کیونکہ سیبویہ نے کہا۔ اس طرح کہنا درست نہیں۔ مردت بی المسکین ولا بلک المسکین۔ کہ تم اس میں مسکین کو یا سے بدل بناؤ یا کاف سے بدل بناؤ۔ کیونکہ وہ دونوں نہایت واضح ہونے کی بناء پر بدل و تفسیر کے محتاج نہیں۔

جب وہ مدبر کائنات ہے تو ہر حرکت و سکون کا مالک بھی وہی ہے:

آیت ۱۳: وَلَهُ اس کا عطف اللہ پر ہے۔ مَسْكَنَ فِي الْبَلِّ وَالنَّهَارِ نمبر ۱۔ یہ السکنی سے لیا گیا ہے تاکہ ساکن و متحرک دونوں کو شامل رہے۔ یا نمبر ۲۔ السکون سے ہے مطلب اس طرح ہے کہ ماسکن و تحرك فيهما جو دن رات میں سکون و حرکت کرتا ہے ضدین میں ایک کا تذکرہ کافی ہے۔ جیسا فرمایا تقيكم الحر۔ النحل آیت ۸۱۔ تو الحر البرد مراد ہیں۔ اسی طرح سکون کو ذکر کیا کیونکہ یہ حرکت سے زیادہ ہے۔ اس میں مشرکین کے خلاف دلیل دی گئی ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو خالق الکل ہونے کا اقرار کرتے تھے۔ اور اس کو دابر الامور بھی مانتے تھے۔ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وہ ہر مسموع کو سنتا اور ہر معلوم کو جانتا ہے۔ پس جس چیز پر لیل و نہار مشتمل ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز اس پر مخفی نہیں ہے۔

نحو و قراءت۔ میرا کارساز وہی ہے اور میں اُس کا فرمانبردار:

آیت ۱۴: قُلْ اَغْيَرِ اللّٰهُ اَتَّخِذُ وَلِيًّا۔ (کیا میں اللہ کے سوا کسی (اور) کو مددگار بنالوں) ولی کا معنی ناصر و معبود ہے۔ یہ اَتَّخِذُ کا مفعول ثانی ہے اور پہلا مفعول اَغْيَرُ ہے۔ یہاں ہمزہ استفہام کو اَتَّخِذُ کے مفعول پر داخل کیا گیا ہے۔ خود اَتَّخِذُ پر نہیں۔ کیونکہ انکار غیر اللہ کو کارساز بنانے کا ہے۔ ولی بنانے کا انکار نہیں۔ اسلئے اسکو شروع میں لانا زیادہ مناسب تھا۔ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ان میں جو پڑھا جائیگا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ یعنی وہ انکا ایجاد کرنے والا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ مجھے فاطر کا معنی اچھی طرح واضح نہ تھا۔ یہاں تک کہ دواعرابی میرے پاس ایک کنویں کا جھگڑا لائے۔ ان میں سے ایک نے کہا انا فطرته کہ میں نے اس کی ابتداء کی۔ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ وہ رزق دیتا ہے اس کو رزق دیا نہیں جاتا۔ یعنی تمام منافع کا اختیار اسی ہی کو ہے۔ اور اس کے حکم کے خلاف انتفاع جائز نہیں۔ قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ (آپ فرمادیتے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے وہ شخص ہو جاؤں جو فرمانبردار ہوا) کیونکہ نبی اکرمؐ امت سے پہلے اسلام لانے والے تھے۔ جیسا دوسری آیت میں ہے: وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ۔ الانعام آیت ۱۲۳۔ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ تم ہرگز مشرکین

مَنْ يُصْرِفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهُ ۚ وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ۝۱۶ وَإِنْ

اس دن جس سے عذاب ہٹا دیا گیا سو میرے رب نے اس پر رحم فرمایا اور یہ کھلی ہوئی کامیابی ہے اور اگر

يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۚ وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ

اللہ تعالیٰ تجھے کوئی تکلیف پہنچا دے تو اس تکلیف کا دور کرنے والا اس کے علاوہ کوئی نہیں اور اگر وہ تجھے کوئی بھلائی پہنچا

عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۱۷ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ۝۱۸

دے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ حکمت والا ہے باخبر ہے۔

قُلْ أَيْ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً ۖ قُلِ اللَّهُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۖ وَأَوْحَىٰ

”آپ فرما دیجئے کہ گواہی کے لئے سب سے بڑھ کر کوئی چیز ہے؟ آپ فرما دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے اور میری طرف

إِلَىٰ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأَنْذِرْكُمْ بِهِ ۖ وَمَنْ بَلَغَ ۖ أَيْتَكُمْ لَتَشْهَدُنَّ أَنَّ

یہ قرآن وحی کے ذریعہ بھیجا گیا ہے تاکہ میں اس کے ذریعہ تمہیں اور جس جس کو یہ قرآن پہنچے اسے ڈراؤں، کیا تم گواہی دیتے ہو کہ

مَعَ اللَّهِ إِلَهَةً أُخْرَىٰ ۖ قُلْ لَا أَشْهَدُ ۚ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَهُ وَاحِدٌ وَإِنِّي

اللہ کے ساتھ دوسرے معبود ہیں؟ آپ فرما دیجئے کہ میں تو ایسی گواہی نہیں دیتا، آپ فرما دیجئے کہ صرف وہی ایک معبود ہے اور بلاشبہ میں

بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ۝۱۹ الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابُ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ

ان سے بیزار ہوں جن کو تم شریک بناتے ہو، جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ انہیں پہچانتے ہیں جیسا کہ وہ اپنے بیٹوں کو

أَبْنَاءَهُمْ ۖ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝۲۰

پہچانتے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنی جانوں کو ضائع کر دیا سو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

سے نہ بنو اور مجھے کہا گیا ہے ولا تكونن من المشركين۔ نون خفیفہ کے ساتھ اور اگر اس کا عطف ماقبل پر لفظ ہوتا تو کہا جاتا۔ والا اکون۔ مطلب یہ ہے کہ امرت بالاسلام و نہیت عن الشرك مجھے اسلام کا حکم دیا گیا اور شرک سے روکا گیا ہے۔

اگر میں بھی نافرمانی کروں تو عذاب کا خطرہ اتم ہے:

آیت ۱۵: قُلْ إِنِّي أَخَافُ أَنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ یعنی مجھے خطرہ ہے بڑے دن کے عذاب کا اور وہ قیامت ہے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں۔ بخجوة: پس شرط فاعل اور مفعول پہ کے درمیان آرہی ہے اور جواب شرط محذوف ہے۔

کے ساتھ۔ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهُ وَّاحِدٌ مَا نَعْبُدُ اِلَّا هُوَ اِلٰهَ اس کی خبر ہے۔ اور واحد اس کی صفت ہے۔
 یاما، الذی کے معنی میں محل نصب میں ہے بوجہ اَنّ کے اور ہو مبتدا ہے اور الہ اس کی خبر ہے۔ اور جملہ الذی کا صلہ ہے اور واحد خبر
 اَنّ ہے۔ اور یہ وجہ زیادہ بہتر ہے۔ وَاِنِّیْۤ اَبْرِیْءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ شریک کرتے ہو اس کے ساتھ۔

اہل کتاب پر آپ کی صفات مخفی نہیں:

آیت ۲۰: اَلَّذِیْنَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابَ یعنی یہود و نصاریٰ اور کتاب سے تورات و انجیل مراد ہیں۔ یَعْرِفُوْنَ یعنی رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کو آپ کے چہرے اور مہرے اور دونوں کتابوں میں ثابت شدہ صفات کے ساتھ۔ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَهُمْ اَنّ کے
 چہروں اور ان کی صفات کے ساتھ۔ یہ اہل مکہ کے سامنے گواہی اور شہادت پیش کی۔ کہ اہل کتاب آپ ﷺ کو جانتے اور آپ کی
 نبوت کو بھی جانتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یعنی مشرکین میں سے اور عنادی اور ضدی اہل کتاب میں
 سے۔ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ وہ اس پر ایمان نہ لائیں گے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَفْلَحُ

”اور اس سے زیادہ ظالم کون ہو گا جو اللہ پر بہتان باندھے۔ اس کی آیتوں کو جھٹلائے۔ بے شک بات یہ ہے کہ ظلم کرنے والے

الظّٰلِمُوْنَ ۲۱) وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا اَيْنَ

کامیاب نہیں ہوتے۔ اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر ان لوگوں سے ہم کہیں گے جنہوں نے شرک کیا کہاں ہیں

شُرَكَآءُكُمْ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۲۲) ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فَتْنُهُمْ اِلَّا اَنْ قَالُوْا

تمہارے شریک جن کے بارے میں تم دعویٰ کیا کرتے تھے؟ پھر نہ ہو گا ان کا فریب اس کے سوا کہ وہ کہیں گے

وَاللّٰهُ رَبُّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ۲۳) اَنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ

قسم ہے اللہ کی جو ہمارا رب ہے ہم شرک کرنے والے نہ تھے۔ دیکھو کیسا جھوٹ بولا اپنی جانوں پر اور وہ سب کچھ غائب ہوا

عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۲۴) وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ؕ وَجَعَلْنَا عَلٰى

جو وہ جھوٹ بنایا کرتے تھے۔ اور ان میں بعض وہ ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر

قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَا

پردے ڈال دیئے ہیں کہ وہ اس کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں بھاری پن کر دیا ہے اور اگر یہ لوگ ہر طرح کی نشانیاں دیکھ لیں تب

يُؤْمِنُوْا بِهَا ؕ حَتّٰى اِذَا جَآءُوكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

بھی ان پر ایمان نہ لائیں گے۔ یہاں تک کہ جب آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے جھگڑا کرتے ہیں جنہوں نے کفر کیا

اِنْ هٰذَا اِلَّا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۲۵) وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهٗ وَيَنْتَوْنَ عَنْهٗ ؕ

وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ پچھلے لوگوں کی لکھی ہوئی باتوں کے سوا کچھ بھی نہیں اور وہ لوگ اس سے منع کرتے ہیں اور اس سے دور ہوتے ہیں

وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۲۶)

اور وہ نہیں ہلاک کرتے مگر اپنی ہی جانوں کو اور سمجھتے نہیں ہیں۔“

یہ ظالم دو باطل باتیں جمع کرنے والے ہیں:

آیت ۲۱: وَمَنْ اَظْلَمُ یہ استفہام نفی کے معنی کو متضمن ہے۔ یعنی ان سے بڑھ کر اپنے نفس پر ظلم کرنے والا کوئی نہیں۔ الظلم کسی چیز کو اپنے مقام سے ہٹا کر دوسرے مقام پر رکھنا۔ اور سب سے بدترین ظلم یہ ہے کہ مخلوق کو معبود بنا دیا جائے۔ مِمَّنِ افْتَرٰى جس

نے جھوٹ باندھا۔ عَلٰی اللّٰہِ کَذَبَا وہ اس کی ایسی صفت بیان کرتا ہے جو اس کے لائق نہیں۔ اَوْ کَذَّبَ بِالْبَیِّنَاتِ اور معجزات کو۔ اِنَّہُ۔ ضمیر شان ہے۔ بیشک معاملہ اور شان یہ ہے کہ لَا یُفْلِحُ الظَّالِمُوْنَ انہوں نے دو باطل باتیں جمع کر لیں پس اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسی بات جھوٹ لگائی جس کی کوئی دلیل نہیں اور اس کو جھٹلایا جو پختہ دلیل سے ثابت ہے۔ جبکہ انہوں نے یہ کہہ دیا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ اور قرآن مجید اور معجزات کو سحر کا نام دیا۔

تمام کا حشر:

آیت ۲۲: وَیَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا یومِ نحشرہم مفعول بہ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اذ کر یوم نحشرہم اور جمعاً حال ہے مفعول کی ضمیر سے ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا شَرِیْکَ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر کو۔ یہ تو بخ کے طور پر کہا جائے گا۔ قراءت یعقوب نے نحشرہم اور نقول میں یحشرہم اور یقول یاء سے پڑھا ہے۔ اِنَّ شُرَکَاؤَکُمْ لَیْعَبُوْنَ وہ معبود جن کو تم نے اللہ کا شریک قرار دیا۔ الَّذِیْنَ کُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ جن کو تم اپنے خیال میں شریک سمجھتے ہو۔ نَحْمُوْا: دونوں مفعولوں کو حذف کر دیا گیا ہے۔

کفر کا بے وقت انکار:

آیت ۲۳: ثُمَّ لَمْ تَكُنْ: قراءت: حمزہ اور علی نے یکن یا سے پڑھا ہے۔ فَتَنُّهُمْ اِنْ کَفَرَالَا اَنْ قَالُوْا وَاللّٰہِ رَبَّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ یعنی پھر ان کے اس کفر کا انجام جس کو انہوں نے ساری عمر لازم پکڑا اور اس پر لڑائیاں کیں اور بیزاری ہوگی اور اس کو اختیار کرنے کی نفی ہوگی۔ پھر ان کا یہ جواب ہوگا (واللہ ربنا ما کنا مشرکین) پس اس جواب کو فتنہ اس لیے کہا گیا کیونکہ وہ جھوٹ ہے۔ قراءت: الفتنۃ کو مکی نے مرفوع پڑھا ہے اور اسی طرح شامی اور حفص نے بھی۔ جن قراء نے تکن تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور فتنہ کو رفع دیا۔ تو انہوں نے اس کو لم تکن کا اسم قرار دیا۔ اور ان قالوا کو خبر۔ مطلب یہ ہوا کہ ان کی آزمائش ان کی یہ بات ہوگی۔ جن قراء نے تاء سے پڑھا ہے لیکن الفتنۃ کو منصوب پڑھا تو انہوں نے فتنہ کو مقولہ قرار دیا۔ حمزہ اور علی نے ندا کی وجہ سے ربنا کو منصوب پڑھا ہے۔ یا ربنا۔ دوسرے قراء نے اللہ تعالیٰ کے اسم کی صفت قرار دیکر مجرور پڑھا ہے۔

اپنے منہ اپنی تکذیب:

آیت ۲۴: اَنْظُرْ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کَیْفَ کَذَبُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ یہ بات کہہ کر کہ ہم مشرک نہ تھے۔ مجاہد فرماتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ مخلوق کو جمع کرے گا اور مشرکین اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت ملاحظہ کریں گے اور مسلمانوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور اسی طرح مومنین کی دوسرے مومنوں کے متعلق شفاعت دیکھیں گے تو وہ ایک دوسرے کو کہیں گے۔ اَوْ شَرِکَ چھپائیں شاید کہ ہم بھی اہل توحید کے ساتھ نجات پا جائیں۔ پس اس وقت ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نداء دی جائے گی۔ اِنَّ شُرَکَاؤَکُمْ الَّذِیْنَ کُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ (انعام: ۲۲) تمہارے وہ شریک کہاں ہیں جن کو تم شریک گمان کرتے تھے۔ مشرک اس وقت کہیں گے: وَاللّٰہِ رَبَّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ (انعام: ۲۳) کہ اے اللہ ہمیں آپ کی ربوبیت کی قسم ہم تو مشرک ہی نہ تھے۔ پس اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے منہ پر مہر لگا دے گا۔ اور ان کے جوارح ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ وَصَلَّ عَنْہُمْ اور ان سے غائب ہو

جائیں گے۔ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ جن کی الوہیت اور شفاعت کو جھوٹ باندھتے تھے۔

آیت ۲۵: وَمِنْهُمْ مَّنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ جبکہ آپ ﷺ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔ روایت میں ہے کہ ابوسفیان، ولید، نضر اور ان کے ہم مثل جمع ہوئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کو سننے لگے۔ ان تمام نے نضر کو کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا کہتے ہیں۔ تو اس نے کہا کہ اللہ کی قسم مجھے معلوم نہیں۔ کہ محمد ﷺ کیا کہتے ہیں۔ مگر یہ کہ وہ اپنی زبان کو حرکت دیتے ہیں۔ اور پہلے لوگوں کی کہانیاں بتلاتے ہیں۔ جیسا کہ میں گزشتہ زمانے کی حکایات تمہیں سناتا ہوں۔ ابوسفیان نے کہا کہ میں اس کو سچا خیال کرتا ہوں۔ اس پر ابو جہل نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ہرگز نہیں پس یہ آیت نازل ہوئی۔

قرآن کو اساطیر الاولین کہنے والوں کے دلوں پر پردے ہیں:

وَجَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ اَكِنَّةً۔ اکنہ جمع اکنان کی اس کا معنی پردے۔ اعنہ کی نظر عنان اور اعنہ آئی ہوئی ہے۔ اَنْ يَّفْقَهُوْهُ اس کراہت سے کہ وہ اس کو سمجھیں۔ وَفِيْ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا وقر کا معنی بوجھ جو سننے سے مانع ہو۔ وقر کو مصدر کی وجہ سے واحد لائے۔ اس کا عطف اکنہ پر ہے۔ اور مسئلہ اصلح للبعد میں یہ ہمارے لیے حجت ہے معتزلہ کے خلاف۔ وَاَنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَا يُؤْمِنُوْا بِهَا حَتّٰى اِذَا جَاءُوكَ يُجَادِلُوْكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ **نَحْمُ** : حتیٰ جملہ اذا جاء وک کی طرف مضاف ہے۔ اور یجادلونک موضع حال میں ہے۔ اور حتیٰ جارہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور اذا جاء وک موضع جر میں ہو اس وقت حتی کے بعد وقت مجینہم ہوگا اذا جاؤک مصدر کے معنی میں ہو جائے گا۔ اور یجادلونک حال ہے اور یجادلونک اس کی تفسیر ہے مطلب اس طرح ہوگا نہ بلغ تکذیبہم الایات الی انہم یجادلونک وینا کروناک ان کی تکذیب آیات اس حد تک پہنچ گئی کہ وہ آپ سے جھگڑا کرتے اور اس کو اوپر اقرار دیتے ہیں۔ اور ان کے مجادلہ کی تفسیر اس طرح فرمائی کہ وہ کہتے ہیں اِنْ هٰذَا اَنْفُسُہُمْ اِلَّا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ مگر پہلے لوگوں کی کہانیاں۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو جھوٹوں کا پلندہ قرار دیتے ہیں۔ اساطیر کا واحد اسطورہ ہے۔

دہرے گناہ کے مرتکب:

آیت ۲۶: وَهُمْ لَیْعَنِیْ مُشْرِکِیْنَ یَنْهَوْنَ عَنْہُ وہ لوگوں کو قرآن سے منع کرتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ سے روکتے ہیں۔ آپ کی اتباع اور ایمان سے روکتے ہیں۔ وَیَنْتَوْنَ عَنْہُ اور اپنے نفوس کو دور کرتے ہیں۔ پس خود گمراہ ہوتے ہیں اور کرتے ہیں۔ وَاِنْ یُّهْلِكُوْنَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اَنْفُسُہُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ یعنی نقصان ان سے دوسروں کی طرف تعدی نہیں کرے گا۔ اگرچہ ان کے اپنے خیال میں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد ابو طالب ہے۔ کیونکہ وہ قریش کو آپ ﷺ پر تعرض کرنے سے روکتا۔ مگر وہ آپ پر ایمان نہ لاتا۔ بلکہ ایمان سے دور ہوتا۔ تفسیر اول زیادہ مناسب ہے۔

وَلَوْ تَرَىٰ اِذْ وَقَفُوْا عَلٰی النَّارِ فَقَالُوْا يَلِيْتَنَارُ ۖ وَلَا تُكْذِبُ بَايِتِ

اور آپ اگر اس وقت دیکھیں جب وہ کھڑے کئے جائیں گے دوزخ پر تو کہیں گے ہائے! ہماری بربادی کا شہم واپس کر دیئے جاتے اور اپنے رب کی آیات کو

رَبَّنَا وَنَكُوْنُ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ ۲۷ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ

نہ جھٹلاتے! اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جاتے! بلکہ بات یہ ہے کہ وہ جس چیز کو اس سے پہلے چھپایا کرتے

قَبْلُ ۖ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا اِلٰی مَا نُهُوْا عَنْهُ ۚ وَانَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۚ ۲۸ وَقَالُوْا

تھے وہ ظاہر ہو گئی اور اگر وہ واپس کر دیئے جائیں تب بھی وہ کام کریں گے جس سے وہ منع کئے گئے اور بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں اور انہوں نے کہا

اِنْ هٰی اِلَّا حَيٰتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ۚ ۲۹ وَلَوْ تَرَىٰ اِذْ وَقَفُوْا

کہ بس یہی ہے ہماری دنیا والی زندگی اور ہم نہیں ہیں اٹھائے جانے والے اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کھڑے کئے جائیں گے

عَلٰی رَبِّهِمْ ۚ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۚ ۳۰ قَالُوْا بَلٰی وَرَبَّنَا ۚ قَالَ

اپنے رب کے حضور رب تعالیٰ شانہ کا سوال ہو گا کیا یہ حق نہیں ہے؟ جواب میں کہیں گے کہ ہاں ہمارے رب کی قسم یہ حق ہے رب تعالیٰ شانہ فرمائیں گے

فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۚ ۳۱

کہ چکھ لو عذاب اس وجہ سے کہ تم کفر کرتے تھے۔

تکذیب پر قیامت میں افسوس:

آیت ۲۷: وَلَوْ تَرَىٰ اس کا جواب محذوف ہے اگر تم دیکھو۔ تو ایک عظیم چیز کا مشاہدہ کرو۔ اِذْ وَقَفُوْا عَلٰی النَّارِ وہ آگ ان کو دکھائی جائے گی۔ یہاں تک کہ جب اس کا معائنہ کر لیں گے یا ان کو پل صراط پر آگ کے اوپر ہی روک لیا جائے گا۔ فَقَالُوْا يَلِيْتَنَارُ نُرُدُّ دُنْيَا کی طرف۔ وہ دنیا میں واپسی کی تمنا ایمان لانے کے لئے کریں گے اور اگر ان کی تمنا پوری ہوئی پھر وہ یہ کہتے ہوئے ابتداء کریں گے۔ وَلَا تُكْذِبُ بَايِتِ رَبَّنَا وَنَكُوْنُ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اس حال میں کہ وہ ایمان کا وعدہ کرنے والے ہونگے۔ گویا کہ انہوں نے کہا کہ ہم تکذیب نہ کریں گے۔ بلکہ ایمان لائیں گے ولا نکذب ونکون حمزہ اور حفص نے تمنیٰ کا جواب ہونے کی وجہ سے واؤ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور اَنْ کو مضمر مانا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ہم لوٹائے گئے تو تکذیب نہ کریں گے اور مؤمن ہو جائیں گے۔ بلکہ شامی نے ونکون میں ان دونوں قراء کی موافقت کی ہے۔

آیت ۲۸: بَلْ جس چیز کی انہوں نے تمنا کی۔ اس کے پورا کرنے سے اضراب و اعراض کے لیے ہے۔ بَدَا لَهُمْ ان کے لیے ظاہر ہوا۔

دُنیا کی رسوائیاں سامنے آ گئیں:

مَا كَانُوا يُخْفُونَ لَوِغُوا مِنْ قَبْلُ دُنْيَا فِي أَرْضِنَا وَأَوْرُوهُ رَسَائِلًا جَوَانِ كَيْفَ فِي هِي - بَعْضُ نَعَى كَمَا كِه يَه
مَنَافِقِينَ كَيْ مَتَلَقْ هِي - اَوْرِيَه كَه اِنْ كَاوَهُ نَفَاقٌ كَهْلُ جَاءَ كَاوَهُ چھپاتے تھے - يَا اَهْلُ كِتَابِ كَيْ مَتَلَقْ هِي كَه اِنْ كَيْ سَامَنِ ظَاهِر
هَوِ جَاءَ كِي نُبُوْتِ مُحَمَّدٍ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِي صَحّتِ جَوْدُنِيَا فِي چھپایا کرتے تھے - وَلَوْ رُدُّوْا آگِ پَر کھڑا کرنے كَيْ بَعْدُ دُنْيَا
كِي طَرْفِ اِنْ كُولُوْنَا دِيَا جَاءَ - لَعَادُوْا لِمَا نُهُوا عَنْهُ يَعْنِي كَفَرَ وَانَّهُمْ لَكَذِبُوْنَ جَوْدِهِ اِنِّهٖ نَفْسُ كَيْ مَتَلَقْ وَعَدَه كرتے ہيں - وُه
پورا نہيں کریں گے۔

آیت ۲۹: وَقَالُوا اسْكَتْ لِعَادُوا پر ہے یعنی اگر ان کو دنیا کی طرف لوٹا دیا جائے تو ضرور کفر اختیار کریں گے اور کہیں گے۔ اِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا جیسا کہ وہ قیامت کا معائنہ کرنے سے پہلے کیا کرتے تھے۔ (یا اس کا عطف وانہم لکاذبون پر ہے یعنی یہ ہر چیز میں وہ جھوٹ بولنے والے لوگ ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو یہ کہا کرتے ہیں کہ ان ہی الاحیاء الدنیا کہ صرف ہماری یہی دنیا کی زندگی ہے۔ اور ہی یہ حیاۃ سے کنایہ ہے یا یہ ضمیر قصہ ہے: وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ۔

بعثت کے منکر اقراری بن جائیں گے:

آیت ۳۰: وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْقُفُوفِ أَلْفٌ مِّنْهُمْ يَخِرُّونَ لِوَجْهِ اللَّهِ خِشْيَةً شَدِيدَةً فَمَلَّاتِ الْخُفُوفُ عَلَيْهِمْ زُنُوجُهُمْ خُشْيًا غَيْرِيًّا ۚ فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۚ

یہ سوال اور توفیح کے لیے روکنے سے مجاز ہے جیسا کہ مجرم غلام کو آقا کے سامنے سزا کے لیے لایا جائے یا ان کو اپنے رب کی جزاء کے پاس کھڑا کیا جائے گا۔ قَالَ یہ سوال مقدر کا جواب ہے گویا اس طرح فرمایا ان کا رب انہیں کیا کہے گا جبکہ ان کو اس کی بارگاہ میں کھڑا کیا جائے گا۔ تو کہا گیا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ اَلَيْسَ هَذَا كَمَا يَبْعَثُ نَبِيًّا ۖ فَيُؤْتِيهِمْ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۖ فَيُكْفِّرُ عَنْهُمْ سُدًّا ۚ فَلْيُحَرِّصْ عَلَيْهِمْ يَوْمَئِذٍ الْغَنَاءَ ۚ

ہے۔ بِالْحَقِّ جو واقع میں موجود ہے اور یہ بعث کے جھٹلانے پر ان کو عار دلانی جا رہی ہے۔ اور کفار کے اس قول پر عار دلانی جا رہی ہے کہ جب وہ بعث کے متعلق سن پاتے تو یہ کہتے کہ یہ حق نہیں۔ قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا وَهُوَ اقْرَار کریں گے اور اپنے اقرار کو قسم سے پختہ کریں گے۔ قَالَ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ تمہارے کفر کے سبب۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِإِيقَاءِ اللَّهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمْ السَّاعَةُ بَغْتَةً

اس میں شک نہیں کہ وہ لوگ خسارہ میں پڑ گئے جنہوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا یہاں تک کہ جب ان کے پاس اچانک قیامت آ جائے گی

قَالُوا يَحْسَرْتَنَا عَلَى مَا فَرَّطْنَا فِيهَا ۖ وَهُمْ يَحْمِلُونَ أَوْزَارَهُمْ عَلَى ظُهُورِهِمْ ۖ

تو کہیں گے کہ ہائے ہماری حسرت اس پر جو ہم نے دنیا میں کوتاہی کی اور وہ اپنے بوجھوں کو اپنی کمروں پر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

الْأَسَاءَ مَا يَزُرُونَ ﴿٣١﴾ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَلَهُمْ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ

خبردار! برا ہے وہ بوجھ جسے وہ اٹھا رہے ہوں گے اور نہیں دنیا والی زندگی مگر ایک لعب اور لہو..... اور البتہ آخرت والا گھر

لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ أَفْلا تَعْقِلُونَ ﴿٣٧﴾ قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي

ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟“ ”ہم جانتے ہیں کہ بے شک آپ کو ان کی باتیں رنجیدہ

يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يَكْدِبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴿٣٣﴾

کرتی ہیں۔ سو یہ یقینی بات ہے کہ وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے اور لیکن ظلم کرنے والے اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں

وَلَقَدْ كَذَّبْتَ رَسُولٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبْرٌ وَعَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ

اور بلاشبہ آپ سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا گیا سو انہوں نے جھٹلائے جانے پر اور ایذا میں پہنچنے پر صبر کیا یہاں تک

أَتَاهُمْ نَصْرُنَا ۖ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَبِيٍّ

کہ ان کے یاس ہماری مدد آگئی اور اللہ کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں اور البتہ پیغمبروں کی بعض خبریں آپ کے

الْمُرْسَلِينَ ﴿٣٤﴾

یاس پہنچ چکی ہیں

منکرین قیامت کو اپنے گناہ کا بوجھ اٹھانا ہوگا:

آیت ۳۱: قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ آخِرَتِ اٰوْر اَس كے متعلقات پہنچ جانے كے سبب یا اس كا ظاہری مطلب لیا جائے گا۔ کیونکہ منکرین بعث رُویت باری كے منکر ہیں۔ حتّٰی یہ كذبوا کی غایت ہے خَسِرَ کی غایت نہیں کیونکہ ان كے نقصان کی کوئی انتہاء نہیں ہے۔ اِذَا جَاءَ تَهُمُ السَّاعَةُ السَّاعَةُ سے مراد قیامت ہے کیونکہ اس كے متاخر ہونے کی مدت بعد والے زمانہ سمیت ایک گھڑی کی طرح ہے۔ بَغْتَةً اچانك یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی باغْتَةً۔ یا مصدر ہونے کی وجہ سے

منصوب ہے۔ گویا تقدیر عبارت اس طرح تھی۔ بغتہم الساعة بغتہ کسی چیز کا کسی شخص پر بغیر اس کے کہ اس کا وقت معلوم ہو آجانا۔ قَالُوا يَحْسِرُنَا افسوس کی نداء ہے۔ اس کا معنی اے افسوس تو آ موجود ہو۔ یہ تیرا وقت ہے۔ عَلٰی مَا فَرَّطْنَا جو ہم نے کوتاہی کی فیہا دنیا کی زندگی میں۔ یا قیامت کے متعلق اعتقاد میں۔ یعنی ہم نے اس کی شان کو گھٹایا۔ اور اس پر ایمان لانے میں کوتاہی کی۔ وَهُمْ يَحْمِلُونَ اَوْ زَارَهُمْ۔ اوزار کا معنی گناہ ہے۔ عَلٰی ظُهُورِهِمْ پشت کو خاص طور پر ذکر کیا۔ پشت ہی بوجھ کے لیے عموماً مقرر ہے۔ جیسا کہ کمائی عام طور پر ہاتھوں سے کی جاتی ہے اور درحقیقت یہ مجاز ہے اس بات سے کہ وہ ان سے کبھی جدا نہ ہوگی۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ کافر جب قبر سے نکلے گا تو اس کو ایک انتہائی بدترین شکل سامنے آئے گی۔ جس سے تعفن و بدبو اٹھ رہی ہوگی۔ اور وہ صورت پکار رہی ہوگی کہ میں تیرا برابر عمل ہوں۔ تو دنیا میں طویل عرصہ مجھ پر سوار رہا آج میں تجھ پر سوار ہونگا۔ (اعاذنا اللہ منها) اَلَا سَاءَ مَا يَزِدُّونَ بہت بری چیز وہ اٹھانے والے ہیں۔ اَلَا کالْفِظِ مَا بَعْدَ کِی تعظیم و بڑائی کو ظاہر کرتا ہے۔

متقین کے اعمال کے علاوہ بقیہ دنیا سب کھیل تماشہ ہیں:

آیت ۳۲: وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَعِبٌ وَلَهْوٌ یہ کفار کے اس قول کا جواب ہے۔ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيٰوةُنَا الدُّنْيَا۔ الانعام آیت ۲۹۔ اللعِب نفع مند چیز کو چھوڑ کر بے فائدہ کے پیچھے پڑنا۔ اللہو وقار سے مذاق کی طرف جھکاؤ اختیار کرنا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ دنیا کے تمام اعمال لہو و لعب ہی ہیں۔ کیونکہ ان کے نتیجے میں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ اعمال آخرت کا آخرت میں عظیم بدلہ ملے گا۔ وَلِلْآٰخِرَةِ الدّٰرُ الْمَوْصُوْفُ آخرت صفت اور خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ط () یہ خبر ہے۔ قراءت: شامی نے اضافت کے ساتھ پڑھا ہے۔ تقدیر کلام والدار الساعة الاخرة کیونکہ شئی اپنے آپ کی طرف مضاف نہیں ہوتی۔ دونوں قراءتوں کے مطابق خبر خیر ہی ہے۔

مَسْئَلَةٌ: اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ متقین کے اعمال کے علاوہ جو کچھ ہے وہ لہو و لعب ہے۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ قراءت: مدنی اور حفص نے تاء سے پڑھا ہے۔

اس آیت سے تسلی دی گئی کہ وہ رسول کے نہیں بلکہ مرسل کے مکذب ہیں:

آیت ۳۳: جب ابو جہل نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کی تکذیب نہیں کرتے تم ہمارے نزدیک سچے ہو۔ ہم تو اس کی تکذیب کرتے ہیں جو تو تمہارے پاس لے آیا ہے۔ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ۔ ضمیر شان ہے۔ لِيَحْزُنَكَ الَّذِي يَقُولُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وہ تیری نسبت کذب کی طرف نہیں کرتے۔ قراءت: نافع و علی نے تخفیف سے پڑھا ہے اس وقت یہ اکْذَبَةٌ سے ہے جبکہ اس کو جھوٹا پایا جائے۔ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَايَتِ اللّٰهَ يَجْحَدُوْنَ ضمیر کی جگہ اسم ظاہر لایا گیا اس میں واضح دلیل ہے کہ انہوں نے انکار میں زیادتی کی۔ ہا، یہ یجحدون کے متعلق ہے یا پھر الظالمین کے متعلق ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں فظلموا بھا۔ الاعراف آیت ۱۰۳۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کی تکذیب یہ ایک ایسا معاملہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے والا ہے۔ کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ جن کی معجزات کے ذریعے تصدیق کی گئی۔ حقیقت میں وہ آپ کو نہیں جھٹلا رہے بلکہ اللہ

وَإِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا

اور اگر آپ کو ان کا اعراض کرنا گراں گزر رہا ہے تو اگر آپ سے ہو سکے تو آپ زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں

فِي السَّمَاءِ فَتَاتِيَهُمْ بِآيَةٍ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَى فَلَا تَكُونَنَّ

کوئی زینہ تلاش کر لیں پھر آپ ان کے پاس معجزہ لے آئیں تو آپ ایسا کر لیجئے اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا۔ لہذا آپ نادانوں

مِنَ الْجَاهِلِينَ ۳۵ إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ وَالْمَوْتَى يَبْعَثُهُمْ

میں سے نہ ہو جائیے بات کو وہی قبول کرتے ہیں جو سنتے ہیں اور مردوں کو اللہ زندہ

اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ۳۶ وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ط

فرمائے گا پھر اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے اور انہوں نے کہا کہ اس کے رب کی طرف سے اس پر کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی۔

قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنْزِلَ آيَةً وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۳۷

آپ فرما دیئے! کہ بلاشبہ اللہ اس پر قادر ہے کہ نشانی نازل فرمائے لیکن ان میں سے بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

تعالیٰ کو جھٹلا رہے ہیں۔ کیونکہ رسول کی تکذیب خود مرسل کی تکذیب ہے۔

تسلی کا دوسرا انداز:

آیت ۳۴: وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی۔ اس میں دلیل ہے کہ فانیہم لا یکذبونک میں آپ کی تکذیب کی نفی نہیں۔ بلکہ یہ بات اس طرح ہے۔ جیسے تمہارے غلام کی لوگ توہین کریں تو تم کہو کہ وہ تو تیری نہیں کرتے بلکہ وہ میری توہین کرتے ہیں۔ فَصَبْرٌ وَاصِرٌ۔ کسی ناپسند طبع پر نفس کو روکنا۔ عَلٰی مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا اپنی تکذیب پر اور ایذا پر۔ حَتّٰی اَتَتْهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَتِ اللَّهِ یعنی اس کے وعدوں کو۔ جیسا کہ دوسری آیت: وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ (الصافات: ۱۷۱-۱۷۲) انا لننصر رسلنا۔ غافر آیت ۵۱۔ تو کلمات سے مراد وعدے ہیں۔ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَّبَاِ الْمُرْسَلِينَ (نبأ سے مراد یعنی خبریں۔ اور بعض واقعات اور جو مشرکین کی طرف سے انہوں نے تکالیف برداشت کیں۔ مَخْمُومٌ: خفش رحمہ اللہ نے کہا۔ کہ من زائدہ ہے فاعل نبأ المرسلین ہے جبکہ سیبویہ واجب میں اس کو زائدہ ماننے کے لیے تیار نہیں۔

آیت ۳۵: شَانِ نَزُولٍ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی قوم کا انکار و اعراض گراں گزرا اور آپ کی چاہت تھی کہ ایسی علامات ظاہر کر دی جائیں جس سے وہ اسلام لے آئیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

آپ کو ان کے ایمان کی اس قدر حرص ہے کہ اگر آپ ان کو ہر نشانی دکھا سکتے تو دکھا دیتے:

وَإِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ كَبُرَ كَمَا مَعْنَى گراں اور شاق گزرنا ہے اعراض سے۔ ان کا اسلام سے اعراض کرنا مراد ہے۔ فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا نَفَقًا ایسا راستہ جس سے زمین کے اندر جایا جاسکے۔ تاکہ آپ زمین سے ایسی نشانی لے کر ان کے پاس ظاہر ہوں جس سے وہ ایمان لے آئیں۔ **نَحْوُ** فی الارض یہ نفقہ کی صفت ہے۔ أَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُمُ آسَمَانٍ سے بَایۃً تو کوئی نشانی تو کر ڈالے۔ **نَحْوُ** یہ فان استطعت کا جواب ہے اور یہ دونوں شرط و جواب مل کر ان گناہ کا جواب ہے معنی یہ ہے کہ آپ اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ اصل مقصد اس سے مکہ والوں کے اسلام لانے کی شدت حرص ہے کہ اگر آپ یہ طاقت رکھتے کہ تحت الثری سے کوئی نشانی لاسکیں یا سمک السماء سے کوئی علامت اتار لائیں جس سے وہ ایمان لائیں تو آپ ضرور اتار لاتے۔ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَى یعنی ان کو ایسا بنا دیتے کہ وہ اپنے لیے ہدایت کا چناؤ کرتے۔ مگر جبکہ علم الہی میں ان کا انتخاب کفر معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ان کا ہدایت پر جمع ہونا نہیں ہے شیخ ابو منصور رحمہ اللہ نے اسی طرح فرمایا۔ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ ان لوگوں میں سے جو ان سے ناواقف ہیں۔

ان سے حرص ہدایت بے فائدہ ہے:

آیت ۳۶: پھر اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ اطلاع دی کہ ان کی ہدایت کی حرص فائدہ مند نہیں۔ کیونکہ وہ مردوں کی طرح آپ کی بات کو سنتے ہی نہیں۔ إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ آپ کی بات کو بلاشبہ وہ قبول کریں گے جو بات کو دلوں سے سنتے ہیں۔ وَالْمَوْتَىٰ یعنی کفار۔ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ پس اس وقت یہ سنیں گے۔ البتہ اس سے پہلے نہیں۔

منہ مانگی نشانی کا مطالبہ:

آیت ۳۷: وَقَالُوا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ كُيُومٍ نہ اتارا گیا اس پر آیت مِّن رَّبِّهِ جیسا کہ وہ لوگ جو مطالبہ کرتے کہ صفا پہاڑ کو سونا بنا دیں اور مکہ کی سرزمین سے پہاڑ ہٹا کر وسیع میدان بنا دیں۔ اور چشمے جاری کر دیئے جائیں۔ قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَنْ يُنْزِلَ آيَةً جیسا کہ انہوں نے مطالبہ کیا۔ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْمَلُونَ لیکن اکثریت ان کی نہیں جانتی کہ اللہ تعالیٰ اس نشانی کو اتارنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ یا وہ نہیں جانتے کہ نشانی اتارنے میں کیا آزمائشیں ہیں۔ اگر اس کو اتار دیا جائے۔

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَيْرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ ۖ

”اور جو بھی کوئی جانور زمین میں چلنے والا ہے اور جو بھی کوئی پرندہ ہے جو اپنے بازوؤں سے اڑتا ہے یہ سب تمہاری ہی طرح کی امتیں ہیں۔“

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ۚ وَالَّذِينَ

ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ پھر سب اپنے رب کی طرف جمع کئے جائیں گے اور جن لوگوں نے

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمُّوْكُمْ فِي الظُّلُمَاتِ ۖ مَنْ يَشَاءُ اللَّهُ يُضْلِلْهُ ۖ وَمَنْ يَشَأْ

ہماری آیات کو جھٹلایا وہ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھیروں میں ہیں اللہ جسے چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے

يَجْعَلْهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۚ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ أَتَأْتِكُمْ

سیدھے راستے پر ڈال دے۔ آپ فرمائیے کہ تم بتاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے یا تمہارے پاس

السَّاعَةِ أَغَيْرَ اللَّهِ تُدْعُونَ ۚ إِنَّ كُنتُمْ صَادِقِينَ ۚ بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ

قیامت آجائے کیا اللہ کے سوا کسی کو پکارو گے اگر تم سچے ہو بلکہ تم اسی کو پکارتے ہو پھر وہ اگر چاہے تو اس

مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ ۚ

مصیبت کو دور کر دیتا ہے جس کی طرف تم اسے پکارتے ہو اور تم جو شرک کرتے ہو اسے بھول جاتے ہو۔“

عظمت قدرت کے کھلے دلائل:

آیت ۳۸: وَمَا مِنْ دَابَّةٍ دَابَّہ ہر رینگنے والے جانور کو کہتے ہیں۔ یہ مذکر و مؤنث دونوں پر بولا جاتا ہے۔ فِی الْأَرْضِ۔
نَحْوِ: یہ موضع جر میں دابہ کی صفت ہے۔ وَلَا طَیْرٌ یَطِیْرُ بِجَنَاحَیْہ پرندے کے ساتھ جناحین کی قید اس لیے بڑھائی گئی
تا کہ مجاز کا احتمال نہ رہے۔ کیونکہ کبھی پرندے کے علاوہ پر بھی کہتے ہیں کہ طار فلان جبکہ وہ تیز چلے۔ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ زمین میں
مخلوق ہونے وقوع مدت اور بعث میں اور کسی مدبر کی تدبیر کی طرف محتاج ہونے میں جو ان کے مقامات رشد کی طرف ان کی
راہنمائی کرے۔ مَا فَرَّطْنَا (ہم نے نہیں چھوڑا)۔ فِی الْكِتَابِ لوح محفوظ میں۔ مِنْ شَيْءٍ اس میں سے جس کو ہم نے نہ لکھا
ہو۔ اور اس میں وہ ثبت نہ کیا ہو جس کا ثبت کرنا ضروری تھا۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ الکتاب سے مراد قرآن مجید ہے من شئی سے
مراد وہ شئی احکامات میں سے جن کی طرف ان کی احتیاج ہو سکتی ہے۔ پس یہ کتاب ان تمام چیزوں پر مشتمل ہے۔ جن سے ہماری
عبادت کی جاسکتی ہے۔ عبارت النص، اشارة النص دلالت النص۔ اقتضاء النص پر۔ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ یعنی تمام جماعتیں
جو جانور ہوں یا پرندے ان تمام کا ایک دوسرے سے انصاف کیا جائے گا۔ جیسا کہ روایت میں ہے کہ بے سینگ کا سینگ والے

جانور سے بدلہ لیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم مٹی ہو جاؤ۔ اِلَّا اُمَمٌ فرمایا گیا ہے حالانکہ دابہ اور طائر مفرد ہے جمع کے معنی کا لحاظ کر کے لائے۔ کیونکہ ان دونوں میں استغراق کا معنی پایا جاتا ہے۔

قدرت تو ظاہر مگر یہ غافل و بے بہرے ہیں:

آیت ۳۹: جب اللہ تعالیٰ کی مخلوقات اور آثار قدرت کا ذکر کیا جو کہ ربوبیت حق تعالیٰ پر دلالت کرتے ہیں اور اس کی عظمت کا کھلا ثبوت ہے۔ تو فرمایا۔ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْإِنشَاءِ صُومٌ وَتَنْبِيْهِ كَرْنِ وَالْأَلِیٰ كَلَامٌ كُوَسْنَتِیْیٰی نہیں۔ وَبُكْمٌ وہ حق بات کہتے نہیں۔ فِی الظُّلُمٰتِ اور جہالت و حیرت کے اندھیروں میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں اور سوچ و بچار سے غافل ہیں۔ **مُخْمٌ** وَالَّذِينَ كَذَّبُوا۔ یہ مبتداء ہے اور صَمٌ و بُكْمٌ اس کی خبر ہے۔ واو کا داخل ہونا اس کیلئے رکاوٹ نہیں۔ اور فِی الظُّلُمٰتِ، یہ خبر ثانی ہے پھر ان کو مطلع کیا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں۔ مَنْ یَّشِا اللّٰهُ یُضِلُّہُ یعنی اس کی مشیت میں جس کی ضلالت ہوتی ہے اس کو گمراہ کرتے ہیں۔ وَمَنْ یَّشِا یَجْعَلْہُ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ اس میں دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ افعال کے خالق ہیں۔ اور ارادہ معاصی اور نفی اصلح کے متعلق بھی دلالت موجود ہے۔

کیا مصیبت کے وقت غیر اللہ کو پکارو گے:

آیت ۴۰: قُلْ اَرَاۤءَ یَتَّكُمُ قِرَآءَتِ: مدنی نے ہمزہ کو لین کے ساتھ پڑھا ہے۔ جبکہ علی نے ترک ہمزہ سے پڑھا مطلب یہ ہے کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ معاملہ اسی طرح ہے جیسا تمہیں کہا جاتا ہے۔ پس جو بات تمہاری طرف سے ہو وہ بتلاؤ۔ ضمیر ثانی کا کوئی محل اعراب نہیں۔ اور تا ضمیر فاعلی ہے۔ اور استخبار کا متعلق محذوف ہے اُرَایتکم۔ اِنْ اَتَّکُم عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَّکُمُ السَّاعَةُ تو کس کو پکارو گے؟ پھر یہ کہہ کر لا جواب کر دیا۔ اَغَیْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ یعنی تم اپنے معبودوں کو فقط پکارو گے۔ جیسا کہ تمہاری عادت ثانیہ ہے۔ جب تمہیں کوئی تکلیف پیش آتی ہے یا پھر ان کو چھوڑ کر ایک اللہ تعالیٰ ہی کو پکارو گے۔ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اس بات میں کہ اصنام معبود ہیں۔ پس ان کو پکارو تا کہ وہ تمہیں چھٹکارا دلائیں۔

اس مصیبت میں تو اسی کو پکارتے ہو پھر کیوں بھاگتے ہو:

آیت ۴۱: بَلْ اِیَّاهُ تَدْعُوْنَ بَلْکَہُ تم اسی کو ہی خالص پکارتے ہو۔ اپنے آلہ کو چھوڑ کر فیکشف مَا تَدْعُوْنَ اِلَیْہِ یعنی جس کو تم پکارتے ہو اس مصیبت کے ازالہ کے لیے۔ اِنْ شَآءَ اَکْرُوْہُ تم پر اپنا فضل فرمانے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِکُوْنَ تم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیتے ہو۔ یا تم اس وقت اپنے معبودوں کا تذکرہ تک نہیں کرتے۔ کیونکہ تمہارے ذہن تمہارے رب کی یاد میں ڈھکے ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ وہی نقصان کو دور کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ اور کوئی نہیں۔ اور یہ بھی درست ہے کہ استخبار، اغیر اللہ تدعون کے متعلق ہو۔ پھر مطلب اس طرح ہوگا اُرَایتکم اغیر اللہ تدعون ان اتاکم عذاب اللہ۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ تم غیر اللہ کو پکارو گے اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب اتر پڑے؟

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَآخَذْنَهُمْ بِالْبَاسِ ۚ وَالضَّرَّاءُ لَعَلَّهُمْ

”اور ہم نے آپ سے پہلی امتوں کی طرف رسول بھیجے سو ہم نے ان کو سختی کے ذریعہ اور تکلیف کے ذریعہ پکڑا تا کہ وہ

يَتَضَرَّعُوْنَ ۚ فَلَوْلَا اِذَا جَاءَهُمْ بِاسُنَا تَضَرَّعُوا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوبُهُمْ

عاجزی کریں سو کیوں انہوں نے عاجزی نہ کی۔ جب ان پر ہمارا عذاب آیا، لیکن ان کے دل سخت ہو گئے

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۚ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوْا بِهِ فَتَحْنَا

اور شیطان نے ان کے اعمال کو مزین کر کے دکھلایا۔ سو جب وہ اس نصیحت کو بھول گئے جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے

عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ طَحٰتٰی ۚ اِذَا فَرِحُوْا بِمَا اُوْتُوْا آخَذْنَهُمْ

ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب وہ اس چیز پر اترائے جو ان کو عطا کی گئی تو ہم نے ان کو اچانک

بَغْتَةً ۚ اِذَا هُمْ مُبْلِسُوْنَ ۚ فَقُطِعَ دَاۤیْرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۚ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ

پکڑ لیا۔ سو اس وقت ناامید ہو کر رہ گئے سو ان لوگوں کی جزا کاٹ دی گئی۔ جنہوں نے ظلم کیا اور سب تعریف اللہ کے لئے ہے

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔“

آیت ۴۲: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ رَسُوْلًا ۚ فَاخَذْنَهُمْ بِالْبَاسِ ۚ وَالضَّرَّاءُ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ۚ فَلَوْلَا اِذَا جَاءَهُمْ بِاسُنَا تَضَرَّعُوا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۚ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوْا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ طَحٰتٰی ۚ اِذَا فَرِحُوْا بِمَا اُوْتُوْا آخَذْنَهُمْ

بَغْتَةً ۚ اِذَا هُمْ مُبْلِسُوْنَ ۚ فَقُطِعَ دَاۤیْرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۚ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ

ترکِ تضرع میں بھی عناد آ گیا:

آیت ۴۳: فَلَوْلَا اِذَا جَاءَهُمْ بِاسُنَا تَضَرَّعُوا یعنی وہ توبہ کے ساتھ کیوں نہیں گڑ گڑاتے۔ معنی اس کا ان سے تضرع کی نفی ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا کہ جب ان کے پاس ہماری پکڑ آئی تو انہوں نے تضرع اختیار نہ کیا۔ لیکن اسلوب میں لولا لا کر ظاہر کر دیا کہ ترکِ تضرع میں ان کے پاس سوائے عناد کے کوئی عذر نہیں۔ وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوبُهُمْ پھر ان ابتلاءات سے انہوں نے کوئی نصیحت حاصل نہ کی۔ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اور وہ شیطان کے مزین کردہ اعمال کو پسند کرنے لگے۔

قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰی قُلُوْبِكُمْ

”آپ فرما دیجئے کہ اگر اللہ تمہارے کان، تمہاری آنکھیں لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے

مَنْ اِلٰهَ غَيْرُ اللّٰهِ يَاتِيْكُمْ بِهِ ؕ اَنْظُرْ كَيْفَ نَصَرَفُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ هُمْ

تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تم کو یہ چیزیں دیدے۔ دیکھ لیجئے! ہم کس طرح دلائل بیان کرتے ہیں پھر وہ

يَصْدِفُوْنَ ۝۴۶ قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَشْكُمُ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً

اعراض کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے! اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے بے خبری میں یا خبرداری میں

هَلْ يُهْلِكُ اِلَّا الْقَوْمَ الظّٰلِمُوْنَ ۝۴۷ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ

تو کیا ظالموں کے علاوہ اور کوئی ہلاک کیا جائیگا۔ اور ہم پیغمبروں کو صرف خوش خبری سنانے والے

وَمُنْذِرِيْنَ ؕ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۴۸

اور ڈرانے والے بھیجتے رہے ہیں۔ سو جو شخص ایمان لایا اور اصلاح کر لی سو ان پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ غمگین ہوں گے۔

آیت ۴۴: فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ یعنی تنگ دستی۔ تکالیف و امراض سے انہوں نے نصیحت حاصل نہ کی۔ اور برائیوں سے باز نہ آئے۔ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ یعنی صحت، وسعت مالی، قسم قسم کی نعمتیں۔ قراءت: شامی نے فَتَحْنَا پڑھا ہے۔ حَتّٰی اِذَا فَرِحُوا بِمَا اُوْتُوْا یعنی مال و نعمت اَخَذْنَهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُبْلِسُوْنَ ناامید حیرت زدہ۔ ابلاس کا اصل معنی غم کی وجہ سے سر جھکانا۔ یا ہاتھ سے نکل جانے والی چیز پر ندامت سے سر جھکانا۔ اِذَا مَفَاجَاتٍ کے لیے آتا ہے۔

آیت ۴۵: فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا تمام ظالم ہلاک کر دیئے گئے اور ان میں سے کوئی نہ بچا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اس میں اعلان کیا گیا کہ ظالموں کی ہلاکت پر الحمد للہ کہنا واجب ہے۔ اور ظالموں کی ہلاکت عظیم نعمت ہے اور بہت بڑی قسم ہے دوسری تفسیر یہ ہے کہ تم ان لوگوں کی ہلاکت پر اللہ تعالیٰ کی حمد نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کی حمد کرو۔

اگر اللہ اندھا بہرہ کر دے اور عقل چھین لے تو کیا پھر بھی غیروں کی طرف بھاگو گے:

آیت ۴۶: پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت پر اس طرح استدلال فرمایا۔ قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ کہ تمہیں اندھا اور بہرہ کر دے۔ وَخَتَمَ عَلٰی قُلُوْبِكُمْ پس تمہاری عقل کو چھین لے اور امتیاز کی قوت سلب کر لے۔ مَنْ اِلٰهَ غَيْرُ اللّٰهِ يَاتِيْكُمْ بِهِ اس کو جو اس نے لیا۔ اور اس پر مہر لگا دی۔ مَخْجُوْمٌ: مَنْ مبتدا ہے اور اللہ اس کی خبر ہے۔ اور غیر اللہ کی صفت ہے اس طرح یاتیکم بھی۔ یہ جملہ ارایتم کے دو مفعولوں کی جگہ ہے اور جواب شرط محذوف ہے۔

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿٤٩﴾

اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ان کو اس سبب سے عذاب پہنچ جائے گا کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے۔

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ

آپ فرمادیجئے! کہ میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور (نہ ہی میں یہ کہتا ہوں) کہ میں غیب کو جانتا ہوں اور نہ میں یہ کہتا

لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ ۚ إِنِ اتَّبَعُ إِلَّا مَا يُوْحَىٰ إِلَيَّ ۖ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ

ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو اسی کا اتباع کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ آپ فرمادیجئے کیا برابر ہو سکتا ہے اندھا

وَالْبَصِيرُ ۖ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ﴿٥٠﴾

اور دیکھنے والا کیا تم غور نہیں کرتے۔

اَنْظُرْ كَيْفَ نَصَرَفُ الْاٰیٰتِ بار بار دہراتے ہیں۔ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ پھر بھی وہ آیات کے ظاہر ہونے کے بعد اعراض کرنے والے ہیں۔ الصدوف کسی چیز سے منہ موڑنا۔

اگر اچانک کھلے بندوں عذاب آئے تو عذاب کا شکار تم ہی بنو گے:

آیت ۴۷: قُلْ اَرَاۤءَ يَتُكْمُ اِنَّ اَتُكْمُ عَذَابُ اللّٰهِ بَعۡثَةُ اَسۡطٰرَحۡ کہ اس کی کوئی علامت ظاہر نہ ہو۔ اَوْ جَهَرَةً اس طرح کہ اس کی علامات ظاہر ہوں۔ حضرت حسن رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رات کو یاد نہ کو۔ هَلْ يٰۤهٰلَکُ اِلَّا الْقَوۡمُ الظّٰلِمُوۡنَ عَذَاب اور ناراضگی کی ہلاکت کا شکار وہ لوگ ہوتے ہیں۔ جنہوں نے اپنے رب کا انکار کر کے اپنے نفسوں پر ظلم کیا۔

انبیاء علیہم السلام مبشر و منذر ہیں منہ مانگی آیات کے لئے نہیں:

آیت ۴۸: وَمَا نُرۡسِلُ الْمُرۡسَلِیۡنَ اِلَّا مُبَشِّرِیۡنَ وَ مُنۡذِرِیۡنَ بشارت دینے والے جنتوں کی اور ڈرانے والے آگ سے ایمان والوں اور کفار کو روشن دلائل اور واضح براہین کے بعد ہم انبیاء کو اس لیے نہیں بھیجتے کہ ان سے آیات کا مطالبہ کیا جائے۔ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ پس جو شخص ایمان لایا اور اس نے درستگی کر لی۔ یعنی ایمان لانے پر ہمیشگی اختیار کی۔ فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمْ وَلَا هُمْ یَحۡزَنُوۡنَ۔ قراءت: یعقوب نے فلا خوف پڑھا ہے۔

فسق و کفر سبب عذاب ہے:

آیت ۴۹: وَالَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِآیٰتِنَا یَمَسُّہُمُ الْعَذَابُ یہاں چھونے والا فرمایا۔ گویا کہ وہ ایک زندہ چیز ہے جو دکھ ان کو چاہتا ہے پہنچاتا ہے۔ بِمَا کَانُوۡا یَفۡسُقُوۡنَ اپنے فسق کے باعث اور کفر کی وجہ سے اطاعت سے خارج ہو جانے کے سبب۔

میں نے کسی ایسی چیز کا دعویٰ نہیں کیا جو انسانوں کے لائق نہ ہو اور وہ نبوت ہے:

آیت ۵۰: قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ يَعْنِي أَنَّ اللَّهَ يَمْلِكُ مَا يَشَاءُ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ یہ محل نصب میں عندی خزائن اللہ کے محل پر معطوف ہے۔ کیونکہ یہ بھی مقولہ ہے گویا اس طرح فرمایا لا اقول لکم هذا القول ولا هذا القول۔ کہ میں نہ تمہیں یہ بات کہتا ہوں اور نہ یہ بات وَلَا أَقُولُ لَكُمْ اِنِّي مَلَكٌ يَعْنِي میں اس بات کا دعویٰ نہیں جو عقلوں سے بعید تر ہے۔ کہ کسی انسان کو خزائن اللہ پر ملک حاصل ہو۔ اور علم غیب میسر آ جائے۔ اور نہ فرشتہ ہونے کا دعویٰ ہوں۔ اور میں تو اس بات کا دعویٰ کرتا ہوں جو بہت سے انسانوں کو حاصل ہوا اور وہ نبوت ہے۔ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ یعنی میں تمہیں اس بات ہی کی اطلاع دیتا ہوں جو مجھ پر اتاری جاتی ہے۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ یہ ضال اور ہدایت یافتہ کی مثال ہے یا وحی کی اتباع کرنے اور نہ کرنے والوں کی مثال ہے۔ یا یعنی جو درست بات کا دعویٰ ہے یعنی نبوت یا جو ناممکن بات الوہیت کا دعویٰ کرنے والے کی مثال ہے۔ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ پس تم اندھوں کی طرح گمراہ نہ بنو۔ نمبر ۱۔ یا تم اچھی طرح جانو کہ میں نے کسی ایسی چیز کا دعویٰ نہیں کیا جو انسانوں کے لائق نہ ہو۔ نمبر ۲۔ پس تم اچھی طرح سمجھ لو کہ وحی کی اتباع کرنے کے بغیر مجھے کوئی چارہ کار نہیں۔

وَأَنْذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْ يُحْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِنْ

”اور آپ اس کے ذریعے ان لوگوں کو ڈرائیے جو اس بات سے ڈرتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے پاس ایسی حالت میں جمع کئے جائیں گے کہ

دُونِهِ وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٥١﴾ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ

نہ ان کا کوئی مددگار ہوگا اور نہ کوئی شفاعت کرنے والا۔ تاکہ یہ لوگ ڈر جائیں اور ان لوگوں کو دور مت کیجئے جو

يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاوَةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۖ مَا عَلَيْكَ

پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام، جو چاہتے ہیں اس کی رضا کو، ان کا حساب آپ کے ذمہ

مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ

کچھ بھی نہیں۔ اور آپ کا حساب بھی ان کے ذمہ کچھ بھی نہیں کہ آپ ان کو دور کریں

فَتَكُونَنَّ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿٥٢﴾ وَكَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لِّيَقُولُوا

پھر آپ ظالموں میں سے ہو جائیں اور اسی طرح ہم نے ان میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ آزمایا ہے تاکہ وہ کہیں

أَهْوَاءَهُمْ مِنَ اللَّهِ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِنَا ۖ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ ﴿٥٣﴾

کیا ہمارے درمیان سے یہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا۔ کیا اللہ شکر گزاروں کو خوب جاننے والا نہیں ہے؟

وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ

اور جب آجائیں وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں ہماری آیات پر تو ان سے کہہ دیجئے کہ تم پر سلامتی ہو۔ تمہارے رب نے اپنے ذمہ

عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۖ أَنَّهُ مِنْ عَمَلٍ مُّكْرَمٍ سَوْءٌ إِلَيْهِ تَابَ مِنْ

رحمت کو مقرر کر لیا ہے۔ کہ جو شخص تم میں سے جہالت کی وجہ سے کوئی گناہ کر لے پھر اس کے بعد توبہ

بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٥٤﴾ وَكَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ

کر لے اور اپنا حال درست کر لے تو بلاشبہ وہ غفور ہے، رحیم ہے، اور اسی طرح ہم تفصیل سے آیات کو بیان کرتے ہیں، تاکہ مجرموں کا راستہ ظاہر

الْمُجْرِمِينَ ﴿٥٥﴾ قُلْ إِنِّي نَهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ قُلْ لَا

ہو جائے۔ ”آپ فرمادیجئے! بے شک میں اس بات سے منع کیا گیا ہوں کہ ان کی عبادت کروں جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو۔ آپ فرمادیجئے! میں تمہاری خواہشوں کا

اتَّبِعْ أَهْوَاءَكُمْ قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ﴿٥٦﴾

اتباع نہیں کرتا۔ ایسا کروں تو میں گمراہ ہو جاؤں گا اور ہدایت پانے والوں میں سے نہ رہوں گا۔

میں تو آخر بلا ڈروالوں کے لئے مندر ہوں:

آیت ۵۱: وَ اَنْذِرْ بِهِ جَوَّابِ كِي طَرَفِ وَحِي كِي گئی هے۔ اَلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُحْشَرُوْا اِلٰى رَبِّهِمْ وَهٖ مُسْلِمَانِ هِيں جَوَكِهٖ بَعَثْ بَعْدِ الْمَوْتِ كِي قَاتِلِ هِيں۔ مَكْرُوْهُ عَمَلِ مِيں كُو تَا هِي كَرْنِ وَا لَ هِيں۔ پَس وَهٖ اَنْ كُوْذِرَا نِيں وَحِي كِي ذَرِيْعَ يَ اَنْبَر ۲۔ اَهْلِ كِتَابِ مَرَادِ هِيں كِيُوْنَكِهٖ وَهٖ بَعَثْ بَعْدِ الْمَوْتِ كِي قَاتِلِ تَحْتِ۔ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلٰٓئِيْ وَلَا شَفِيعٌ يَّهٖ حَشَرُوْا سَ مَوْضِعِ حَالِ مِيں هے تَقْدِيرِ عِبَارَتِ يَّهٖ يَخَافُوْنَ اَنْ يَحْشَرُوْا غَيْرِ مَنْصُورِيْنَ وَلَا مَشْفُوعًا لَهُمْ۔ وَهٖ ذَرْتِ هِيں كِهٖ اَنْ كُو اُتْهِيَآ جَا ئَ اِسْ حَالَتِ مِيں كِهٖ اَنْ كِي مَدَدِ كِي جَا ئَ اُوْرَنَهٗ اَنْ كَا كُوْنِيْ سَفَارَتِيْ هُو۔ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ زَمْرَهٗ مُتَّقِيْنَ مِيں دَاخِلِ هُو جَا نِيں۔

فقراء صحابہ رضی اللہ عنہم كُو اپنے پاس سَ هٖٹَانِ كِي مَمَانَعَتِ:

آیت ۵۲: جَبِ نَبِيْ اَكْرَمِ صَلٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُو حَكْمِ مَلَا كِهٖ غَيْرِ مُتَّقِيْنَ كُوْذِرَا نِيں۔ تَا كِهٖ وَهٖ مُتَّقِيْنَ بَنْ جَا نِيں۔ اِسْ كِي بَعْدِ مُتَّقِيْنَ كُو قَرِيْبِ كَرْنِ كَا حَكْمِ دِيَا۔ اُوْر دُوْرِ هٖٹَانِ سَ رُوْكِ دِيَا گِيَا۔ اَرْشَادِ فَرَمَا يَا۔ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدُوَّةِ وَالْعَشِيِّ اَنْ كِي تَعْرِيفِ فَرَمَا يَا كِهٖ وَهٖ اِنِّهٖ رَبِّ كِي پَكَارِ مِيں تَسْلُسِلِ قَائِمِ رَكْعَتِيْ وَا لَ هِيں۔ (دَعَا سَ عِبَادَتِ مَرَادِ هے) اُوْر اِسْ پَر مَوَاطِبَتِ اخْتِيَارِ كَرْنِ وَا لَ هِيں۔ يٰهٖا الْعَشِيْ اُوْر الْغَدَاةِ كَا ذِكْرِ صَرْفِ اَظْهَارِ دَوَامِ كِي لِيَّ هے۔ يَ اِسْ كَا مَعْنٰ صَبْحِ وَعَصْرِ كِي نَمَازِ اَدَا كَرْنِ وَا لَ هِيں يَ اِپَا نِچُوں نَمَازِيں اَدَا كَرْنِ وَا لَ هِيں۔ قِرَاءَتِ: شَامِي نَ الْعُدُوَّةِ پڑْهَا هے اُوْر عِبَادَتِ مِيں اَنْ كِي اخْلَاصِ كِي نِشَانِ دِهِي اِسْ فَرَمَانِ سَ كِي۔ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهُ الْوَجْهَ بُولِ كِرْذَاتِ شَيْ سَ تَعْبِيرِ كِي گئی اُوْر اِسْ كِي حَقِيْقَتِ يَّهٖ هے كِهٖ يَّهٖ فَقِيرِ صَحَابِهٖ كَرَامِ بِلَالِ صَهِيْبِ عَمَارِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اُوْر اَنْ جِيَّهٖ دِيْكَرِ حَضْرَاتِ كِي مُتَعَلِّقِ اَتْرِي۔ جَبَكِهٖ اَنْ كُو رُوْسَا ئَ مُشْرِكِيْنَ نَ كِهَٖا اَكْرَمِ اَنْ حَقِيْرِ لُوْگوں كُو اپنے پاس سَ هٖٹَا دِيَّتِ تُو هَمِ اَپْ كِي پَاسِ بِيْٹْهَتِ۔

تُو اَپْ صَلٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَ فَرَمَا يَا۔ مَا اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ پُھَرَا نِهُوں نَ كِهَٖا كِهٖ اِيْكِ دِنِ اَنْ كَا مُقَرَّرِ كَرْدِيں اُوْر اِيْكِ دِنِ هَمَارَا۔ اِسْ كِي مُتَعَلِّقِ اِيْكِ تَحْرِيرِ لِكْھِ دِيں اِسْ پَر اَپْ صَلٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَ حَضْرَتِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كُو بَلَا يَا تَا كِهٖ وَهٖ لَكْھِيں۔ پَس فَقَرَاءِ كْھُرَے هُو ئَ اُوْر اِيْكِ طَرَفِ بِيْٹْھِ گئے۔ تُو يَّهٖ آيَتِ اَتْرِي۔ اَپْ صَلٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَ كَاغِذِ كُو پْھِيْنِكِ دِيَا اُوْر فَقَرَاءِ كِي پَاسِ تَشْرِيفِ لَآئَ۔ اُوْر اَنْ كُو گَلِ لَگَا يَا۔ (اَسْبَابِ نَزْوِلِ وَاحِدِي) مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ يَّهٖ اِسْ آيَتِ كِي طَرَحِ هے جُو سُوْرَهٗ شَعْرَاءِ آيَتِ ۱۱۳ هے اَنْ حِسَابِهِمُ الْاَعْلٰى رَبِّيْ۔ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ اُوْر اِسْ كِي وَجْهِ يَّهٖ هے كِهٖ كَفَارِ نَ اَنْ كِي دِيْنِ اُوْر اخْلَاصِ مِيں طَعْنِ زَنِيْ كِي تَحِي۔ تُو اللّٰهُ تَعَالٰى نَ فَرَمَا يَا كِهٖ اَنْ كَا حِسَابِ اَنْبِيَا كُو لَازِمِ پَكْرُ نَ وَا لَ هِيں۔ وَهٖ تِيْرِيْ طَرَفِ بڑھ كَرْنَهٗ آئَ گَا۔ جِيَّسَا كِهٖ تَمَّهَارِ اَحْسَابِ تَمِ پَر هے وَهٖ تَمَّهَارِيْ طَرَفِ بڑھ كَرْنَهٗ جَا ئَ گَا۔

يَّهٖ جَوَابِ نَفْسِيْ هے:

فَطْرُدْهُمْ يَّهٖ جَوَابِ نَفْسِيْ هے اُوْر وَهٖ نَفْسِيْ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ هے۔ فَتَكُوْنُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ يَّهٖ نَهِيْ كَا جَوَابِ هے اُوْر وَهٖ نَهِيْ وَلَا تَطْرُدْ هے اُوْر يَّهٖ بِيْ هِيْ دَرَسْتِ هے كِهٖ فَطْرُدْهُمْ پَر اِسْ كَا عَطْفِ هے بِطَوْرِ تَسْبِيْبِ كِي۔ كِيُوْنَكِهٖ اَنْ كَا ظَالِمِ هُوْنَا اَنْ كِي هٖٹَانِ كَا

مسبب ہے۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا۔ مسلمانوں کو اپنے پاس سے نکالیں اور ظالموں میں سے ہو جائیں۔ مگر نبی کا جواب زیادہ بہتر ہے۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا۔ ان کو اپنے پاس سے نہ نکالو ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

کثرت دُنیا علامت خیر نہیں بلکہ آزمائش ہے:

آیت ۵۳: وَكَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم بِبَعْضٍ اور اس آزمائش کی طرح ہم نے اغنیاء کو فقراء کے ذریعے آزمایا۔ لَيَقُولُوا لِيَعْنِيَ الْمَالِدَارُ۔ اَهْلُوْا لَاءِ مَنْ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِنَا یعنی ان پر اللہ تعالیٰ نے ایمان کا انعام کیا۔ حالانکہ ہم ان سے بڑھ کر ایمان والے ہیں۔ اور وہ فقراء ہیں۔ اس میں اس بات سے انکار کیا گیا کہ ایسے لوگ حق پر ہونگے۔ اور ہم میں سے صرف ان پر بھلائی کا احسان کر دیا جائے: لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُونَا إِلَيْهِ (الاحقاف: ۱۱) اگر اس دین میں کوئی بھلائی ہوتی تو پھر یہ لوگ ہم سے پہلے قبول نہ کرتے۔ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشَّاكِرِيْنَ کہ کون اس کی نعمتوں کا شکر یہ ادا کرتا ہے۔

شانِ فقراء اول ان کی خوشدلی کیلئے فرمایا پھر رحمت کی بشارت دی:

آیت ۵۴: وَاِذَا جَاءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ اس بات میں خواہ اس بات کا تذکرہ کہ اللہ تعالیٰ کا سلام ان کو پہنچا دیں اور خواہ اس کا کہ ان کے اکرام میں ان کو سلام کہنے میں ابتداء کریں اور ان کے دلوں کی خوشی کے لیے اسی طرح یہ ارشاد۔ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ یہ بھی من جملہ ان باتوں میں سے ہے جو ان کو کہی گئی۔ تاکہ وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت کی خوشخبری دیں۔ اور ان کی قبولیت تو بہ کی بشارت دیں۔ اب معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ رحمت کا پکا وعدہ فرمایا ہے۔ اَنَّهُ ضَمِيرُ شَانِ ہے۔ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوءًا کوئی گناہ بَجَهَالَةٍ اس نے اس حالت میں عمل کیا ہے کہ وہ اس کے نقصان سے ناواقف ہے یا اس کو جاہل اس لیے کہا۔ کیونکہ اس نے اطاعت پر معصیت کو ترجیح دی۔ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ اس برائی کے بعد یا عمل کے بعد۔ وَاَصْلَحَ اور مخلصانہ توبہ کی۔

قرأت ونحو:

فَاِنَّهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ شامی و عاصم نے اَنَّهُ کو فَاِنَّهُ پڑھا ہے۔ نمبر ۱۔ اَنَّهُ کی صورت میں یہ الرحمت سے بدل ہے۔ نمبر ۲۔ اور دوسری صورت میں مبتداء محذوف کی خبر ہے پس اسکی شان یہ ہے کہ وہ غفور رحیم ہے۔ اَنَّهُ، فَاِنَّهُ مدنی نے پڑھا۔ اول بدل الرحمت ہے اور دوسرا مبتداء اَنَّهُ فَاِنَّهُ دوسروں نے مستأنفہ پڑھا ہے۔ گویا رحمت کے متعلق استفسار کیا گیا تو جواب دیا گیا۔ اَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ۔

مجرموں کے راستہ کی وضاحت تاکہ ہر ایک دیکھ کر چلے:

آیت ۵۵: وَكَذَلِكَ نَقُصُّ الْاٰیٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ يٰسْتَبِيْنَ حمزہ اور علی اور ابو بکر نے پڑھا ہے۔ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ سَبِيْلُ کو نصب کے ساتھ مدنی نے پڑھا۔ جبکہ دوسروں نے رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔ رفع کی صورت میں تستبین کو یاء اور تا دونوں سے پڑھا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ مذکر اور مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔ اور جب منصوب ہو تو تا سے خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوگا۔ کہا جاتا ہے استبان الامر و ثبین واستبنتہ وتبینتہ گویا استبان اور تبین ہم معنی ہیں۔ مطلب یہ ہوگا۔ ایسی واضح تفصیل ہم

قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَبِّیْ وَكَذَّبْتُمْ بِمَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِہٖ ؕ

آپ فرما دیجئے کہ بے شک میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور تم نے اسے جھٹلا دیا ہے۔ میرے پاس وہ نہیں ہے جس کی تم جلدی کرتے ہو۔

اِنَّ الْحُكْمَ اِلَّا لِلّٰہِ ؕ یَقْضُ الْحَقُّ وَهُوَ خَیْرُ الْفَصِلِیْنَ ؕ قُلْ ؕ

کسی کا حکم نہیں ہے سوائے اللہ کے، وہ حق کو بیان فرماتا ہے اور وہ فیصلہ کرنے والوں میں سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔ آپ فرما دیجئے!

لَوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِہٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ؕ وَاللّٰہُ

اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جس کی تم جلدی کر رہے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا اور اللہ

اَعْلَمُ بِالظَّالِمِیْنَ ؕ

ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔

آیات قرآن کی کرتے ہیں اور ان مجرموں کے سلسلہ احوال میں ان کا خلاصہ ذکر کرتے ہیں۔ جن کے دل پر مہر لگ چکی ہے۔ اور ان لوگوں کے سامنے بھی ذکر کرتے ہیں۔ جن کے اسلام قبول کرنے کی امید ہوتی ہے۔ تاکہ ان کا راستہ واضح ہو جائے اور ہر فریق اپنی اپنی مرضی پر عمل پیرا ہو جائے۔ ہم نے یہ تفصیل اسی خاطر کی ہے۔

میں تمہاری خواہشات پر نہیں چل سکتا، وہ تو گمراہی ہے:

آیت ۵۶: قُلْ اِنِّیْ نُهَیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ یعنی مجھے عقل اور سمعی دلائل کے ذریعے ان معبودوں کی عبادت سے جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو منع کر دیا گیا اور روک دیا گیا۔ قُلْ لَا اَتَّبِعُ اٰهْوَاءَ کُمْ یعنی میں تمہارے اس طریقہ پر چلنے والا نہیں جس پر تم اپنے دین کے سلسلے میں چل رہے ہو۔ جس میں محض اتباع ہواء ہے۔ نہ کہ اتباع دلیل۔ دراصل اس میں وہ سبب ذکر کر دیا جس کی وجہ سے وہ گمراہی میں مبتلا ہوئے قَدْ ضَلَلْتُ اِذَا لَیْنِیْ میں اگر تمہاری خواہشات پر چلنے لگوں تو پھر میں گمراہ ہو جاؤں گا۔ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ذرہ بھر بھی۔ یعنی بے شک تم اسی طرح ہو۔

آیت ۵۷: جب اس بات کی کچھلی آیت میں نفی فرمادی۔ کہ خواہشات تو قابل اتباع نہیں۔ تو جس کی اتباع لازم تھی اس کو فرمایا۔ قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَبِّیْ یعنی میں اپنے رب کی معرفت کے سلسلہ میں واضح دلیل کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وَكَذَّبْتُمْ بِہٖ اس طرح کہ تم نے دوسروں کو اس کا شریک بنایا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور وہ قرآن ہے اور تم نے اس بے بینہ کو جھٹلا دیا ہے۔ یہاں ضمیر مذکر بتاویل برہان بیان یا قرآن مذکر ہونے کی وجہ سے ضمیر مذکر لائے۔ پھر اس کے بعد ایسی بات ذکر کی جو دلالت کر رہی ہے کہ وہ عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں فرمایا۔ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِہٖ یعنی وہ عذاب جو تم اپنی اس طرح کی باتوں میں جلد طلب کرتے ہو۔ جیسا سورہ انفال آیت ۳۲۔ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا

وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا

”اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ ان کو اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہے اور تری میں ہے، اور نہیں

تَسْقُطُ مِنْ رَّوْقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٌ وَلَا

گرتا ہے کوئی پتہ مگر وہ اسکو جانتا ہے، اور نہیں گرتا ہے کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اور نہیں ہے کوئی تر چیز اور

يَا بَسِّ اِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ۝۵۹ وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا

شک مگر وہ کتاب مبین میں ہے۔ اور وہی ہے جو تمہیں قبضہ میں لیتا ہے رات کو اور جانتا ہے جو کچھ

جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ

کرتے ہو دن میں، پھر وہ تمہیں دن میں اٹھاتا ہے۔ تاکہ پوری کردی جائے میعاد مقرر۔ پھر اسی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے۔

ثُمَّ يَنْبِئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝۶۰

پھر وہ تمہیں ان کاموں کی خبر دیگا جو تم کیا کرتے تھے۔“

حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ - اِنَّ الْحُكْمَ اِلَّا لِلّٰهِ تمہارے عذاب کو موخر کرنے کے متعلق الْحَقُّ حِجَازِیْ عاصم نے پڑھا ہے یعنی وہ جو فیصلہ کرتے ہیں اس میں حق و حکمت کا لحاظ رکھتے ہیں۔ اور اس کا اندازہ فرماتے ہیں۔

باقی قراء نے اس کو یَقْضُ الْحَقُّ وہ حق کا فیصلہ کرتا ہے جس میں وہ جلدی یا تاخیر کرتے ہیں۔ پس الحق سے مراد قضاء ہے پس الحق اس صورت میں یَقْضٰی کے مصدر کی صفت ہے۔ وَهُوَ خَيْرُ الْفَصِلِیْنَ وہ حق فیصلہ کرنے والوں سے ہے۔ الفصل قضاء ہی کو کہتے ہیں۔ اور یا کا گرنا اتقائے ساکنین کی وجہ سے اتباع لفظ کی خاطر ہے۔

میری قدرت میں عذاب نہیں وہ جب چاہے اتارے:

آیت ۵۸: قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ لَعِیْنِیْ قَدْرَتِ وَاَمَکَانَ مِیْنَمَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِہ یعنی عذاب لَقِیْصِی الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ تُو تم جلدی ہلاک ہو جاؤ غضب الہی کی وجہ سے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ پس وہ تم پر ایسے وقت عذاب اتارے گا جس میں وہ جانتا ہے کہ وہ زیادہ روکنے والا ہے۔

وہ خود مغیبات کا علم رکھنے والا ہے:

آیت ۵۹: وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ الْمَفَاتِحُ جمع مفتح ہے اور وہ مفاتیح کو کہتے ہیں۔ دوسرا قول یہ بھی ہے کہ مفاتیح سے مراد خزائن عذاب اور رزق ہیں۔ تیسرا قول، لوگوں کی نگاہوں سے جو چیزیں غائب ہیں۔ مثلاً ثواب عقاب آجال

احوال ان کے خزانے مراد ہیں۔ اور ان پوشیدہ چیزوں کو مفتح بطور استعارہ کہا گیا۔ کیونکہ کھولنے والا چابیوں کے ذریعے ہی بند خزانوں کے اندر مخفی اشیاء تک پہنچ سکتا ہے۔ پس جس کو چابیوں کا علم ہو گیا۔ اور ان کے کھولنے کی کیفیت بھی معلوم ہو گئی۔ وہ ان تک پہنچ جائے گا۔ پس مراد یہ ہے کہ وہ خود ہی ان مغیبات کا علم رکھنے والا ہے۔ کوئی دوسرا وہاں تک رسائی نہیں پاسکتا۔ اس شخص کی طرح جس کے پاس خزانے کی چابیاں ہوں اور وہ ان کا کھولنا بھی جانتا ہو۔ وہ ان مخازن میں جو کچھ ہے وہ ان تک پہنچنے والا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے پاس غیب کے خزانے ہیں اور تیرے پاس عیب کے خزانے ہیں پس جو اس کے غیب پر ایمان لے آیا تو اللہ تعالیٰ اس کے عیب پر پردہ ڈال دیں گے۔ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبُرِّ نَبَاتَاتٍ اور جانور ہیں۔ وَالْبُحْرِ یعنی حیوانات اور جواہر وغیرہ۔ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا مَا نَفِي کے لیے ہے اور مِنْ استغراق کے لیے یعنی وہ ان کی تعداد اور احوال کرنے سے پہلے اور کرنے کے بعد جانتا ہے۔ وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلْمَتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ اس کا عطف ورقہ پر ہے اور اس کے حکم میں داخل ہے۔ اِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ یہ جملہ گویا الایعلمہا کے لیے بطور تکریر لائے۔ کیونکہ الایعلمہا اور الافی کتاب مبین کا معنی ایک ہے اور وہ علم الہی یا لوح محفوظ ہے۔

تم ہر وقت اس کے احاطہ علم و قدرت میں ہو:

آیت ۶۰: پھر کفار کو اس طرح مخاطب فرمایا۔ وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّكُم بِاللَّيْلِ وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّكُم بِاللَّيْلِ وہ تمہاری روحوں کو نیند میں تصرف سے روک دیتا ہے۔ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ جو تم کما تے ہو دن میں گناہ وغیرہ۔ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ پھر وہ تمہیں دن میں بیدار کرتا ہے۔ یا تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِي النَّهَارِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ فِيهِ۔ پھر وہ دن میں تم کو اٹھاتا ہے۔ اور جانتا ہے جو تم دن میں کرتے ہو۔ کسب کو مقدم اس لیے کر دیا کیونکہ وہ اہم ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ہمارے ان کاموں کو نہیں جانتا جو رات کے دوران کرتے ہیں۔ اور نہ یہ مطلب ہے کہ وہ دن میں ہماری ارواح کو قبض نہیں کرتا۔

نکتہ: کسی چیز کا خاص طور پر ذکر کرنے سے ماسواء کی نفی نہیں ہو جاتی۔ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى تاکہ مدت اعمال کو پورا کیا جائے۔

قوائے حواس کو قبض کر کے واپس کرنے والا ارواح کو قبض کے بعد واپس کرے گا:

ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ بَعْدَ الْمَوْتِ یعنی موت کے بعد تمہارا لوٹنا اُن کے پاس ہے۔ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ بَعْدَ الْمَوْتِ یعنی موت کے بعد تمہارا لوٹنا اُن کے پاس ہے۔ اہل کلام نے کہا ہے کہ ہر حواس کی ایک خاص روح ہے۔ جو نیند کے وقت قبض کی جاتی ہے۔ باقی۔ وہ روح جس پر زندگی کا دار و مدار ہے۔ وہ صرف اس وقت قبض کی جاتی ہے جب کہ مقرر وقت آتا ہے۔ یہاں ارواح سے مراد وہ قوی اور معانی جن سے وہ حواس قائم ہیں۔ جن سے شنوائی، بصارت، اخذ، مشی، سوگھنا وغیرہ ہوتا ہے اور ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ کا مطلب بیدار کرنا ہے اور حواس کی ارواح کا واپس کرنا ہے۔ اس آیت سے منکرین بعث پر استدلال کیا جاتا ہے۔ کہ جب نیند سے حواس کی ارواح غائب ہو جاتی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ لوٹاتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جانوں کی ارواح قبض کرنے کے بعد ان کی طرف ارواح کو لوٹائیں گے۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ

”اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ تمہارے اوپر نگرانی کرنے والے بھیجتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم سے کسی کو

الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ﴿٦١﴾ ثُمَّ رُدُّوْا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ

موت آجاتی ہے تو اسکو ہمارے فرشتے قبض کر لیتے ہیں، اور وہ کوتاہی نہیں کرتے، پھر وہ اللہ کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے جو ان کا مالک

الْحَقُّ ۖ اِلَّا لَهُ الْحُكْمُ ۚ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِیْنَ ﴿٦٢﴾ قُلْ مَنْ يَنْجِيكُمْ مِّنْ

حقیقی ہے، خبردار اسی کے لیے حکم ہے، اور وہ حساب لینے والوں میں سب سے جلدی حساب لینے والا ہے، آپ فرمائیے کہ کون تم کو نجات دیتا ہے

ظُلُمَتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ لَّیْنُ اَنْجِسْنَا مِنْ هٰذِهِ

خشکی اور سمندر کی اندھیروں سے، تم اسے چپکے چپکے عاجزی کے ساتھ پکارتے ہو بلاشبہ اگر ہمیں اس مصیبت سے نجات دیدی

لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشَّٰكِرِیْنَ ﴿٦٣﴾ قُلِ اللّٰهُ يَنْجِيكُمْ مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ

تو ہم ضرور ضرور شکر گزاروں میں سے ہو جائیں گے، آپ فرمادیجئے اللہ تمہیں مصیبت سے نجات دیتا ہے اور ہر بے چینی سے، پھر تم

تُشْرِكُوْنَ ﴿٦٤﴾

شرک کرتے ہو۔“

صحائف کا لکھنا برائی سے بچنے میں معاون ہے:

آیت ۶۱: وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ۚ لَّیْنُ اَنْجِسْنَا مِنْ هٰذِهِ ظُلُمَتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ لَّیْنُ اَنْجِسْنَا مِنْ هٰذِهِ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشَّٰكِرِیْنَ ﴿٦٣﴾ قُلِ اللّٰهُ يَنْجِيكُمْ مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿٦٤﴾

کاتبین ہیں۔ تاکہ برائی سے بچنے کے لیے یہ چیز زیادہ معاون بنے۔ جب وہ اس بات کو سوچیں۔ کہ ان کے صحائف تمام انسانوں کے سامنے پیش کیے جائیں گے۔ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حَتَّىٰ حَفَظَ اَعْمَالِیْ کی غایت کو بیان کرنے کے لیے ہے۔ یعنی فرشتوں کی یہ عادت مکلفین کے ساتھ پوری زندگی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ موت ان پر آ کر طاری ہو جاتی ہے۔ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا اس کی روح کو قبض کر لیتے ہیں۔ اور وہ ملک الموت اور اس کے معاون ہیں۔ قراءت: توفیہ واستوفیہ امالہ کے ساتھ حمزہ نے پڑھا ہے۔ رُسُلُنَا سَمِیْن کے جزم کے ساتھ ابو عمرو نے پڑھا ہے۔ وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ وہ سستی و تاخیر نہیں کرتے۔

تمام معاملات سچے مولا کے پاس:

آیت ۶۲: ثُمَّ رُدُّوْا اِلَى اللّٰهِ اس کے حکم اور اس کے بدلہ کی طرف یعنی مرنے والوں کو ملائکہ کے لوٹانے سے اللہ کی بارگاہ کی

طرف لوٹایا جائے گا۔ مَوْلَهُمْ جو ان کا ایسا مالک جو ان کے امور کا متولی ہے۔ الْحَقُّ وہ ایسا عادل ہے کہ سچا ہی فیصلہ کرتا ہے۔ یہ دونوں لفظ اللہ کی صفات ہیں۔ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ اس دن کسی دوسرے کا اس میں ذرہ بھر حکم نہ ہوگا۔ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحَسِبِينَ اس کو ایک کا حساب دوسرے کے حساب سے مشغول نہیں کر سکتا۔ وہ تمام مخلوق کا حساب بکری دوہنے کے وقت کے برابر لے لے گا۔ محاورہ الرد الی من ربك خیر من البقاء مع من اذاک تیرا اس کے پاس لوٹنا جس نے تیری تربیت کی اس سے بہت بہتر ہے کہ تو اس کے ساتھ رہے جس نے تجھے ایذا دی ہو۔

اندھیروں میں پھنستے ہو تو اسی کو بلاتے ہو:

آیت ۶۳: قُلْ مَنْ يُنَجِّيْكُمْ۔ قراءت۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یُنَجِّيْكُمْ بغیر تشدید پڑھا ہے۔ مَنْ ظَلَمْتَ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ دونوں کے خوفناک اور ہولناک مواقع سے مجاز ہے دوسرا قول ظلمات البر سے مراد گرجیں اور ظلمات البحر سے امواج بحر مراد ہیں۔ جبکہ دونوں رات اور بادل میں ہوں۔ تَدْعُوْنَهُ۔ نَحْوُ: یُنَجِّيْكُمْ کی ضمیر مفعولی سے حال ہے۔ تَضَرُّعًا اس حال میں کہ تم گڑ گڑانے کا اظہار کر رہے ہوتے ہو۔ یہ مصدر ہے حال واقع ہے اسی طرح وَخُفْيَةً بھی مصدر و حال ہے یعنی اپنے دلوں میں چھپانے والے قراءت: تمام قرآن میں خُفْيَةً کو خُفْيَةً ابو بکر نے پڑھا ہے۔ دراصل یہ دونوں لغتیں ہیں۔ لَیْنُ اُنْجَنًا۔ قراءت: عاصم نے پڑھا ہے حمزہ و علی نے امالہ سے پڑھا۔ اور بقیہ قراء نے انجیتنا پڑھا مطلب یہ ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر تو نے ہم کو خلاصی دی۔ مِنْ هٰذِهِ ان اندھیروں سے۔ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشَّاكِرِيْنَ اللہ تعالیٰ کے لیے۔

نجات وہ دے اور شریک بھی اسی کا بناؤ۔ تعجب ہے:

آیت ۶۴: قُلِ اللّٰهُ یُنَجِّیْكُمْ تشدید کے ساتھ کوئی نے پڑھا۔ مِنْهَا یعنی اندھیروں سے وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ غَمٍّ وَرَجْثٍ اَنْتُمْ تُشْرِکُوْنَ تم شکر ادا نہیں کرتے (بلکہ شرک کرتے ہو)۔

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ

”آپ فرما دیجئے کہ وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر عذاب بھیج دے تمہارے اوپر سے یا تمہارے

تَحْتَ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيْعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَاسَ بَعْضٍ ط

پاؤں کے نیچے سے یا بھڑا دے تم کو مختلف جماعتیں کر کے اور چکھا دے ایک کو دوسرے کی سختی

اَنْظُرْ كَيْفَ نَصَرَفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ۝۶۵ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ

آپ دیکھ لیجئے کہ ہم کیسے مختلف پہلوؤں سے آیات کو بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سمجھ جائیں، اور آپ کی قوم نے اسے جھٹلایا

وَهُوَ الْحَقُّ ط قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝۶۶ لِّكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۚ وَسَوْفَ

حالانکہ وہ حق ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ میں تم پر داروغہ بنا کر مقرر نہیں کیا گیا۔ ہر ایک خبر کا وقت مقرر ہے اور عنقریب

تَعْلَمُوْنَ ۝۶۷

تم جان لو گے۔“

ہر طرح کی پکڑ پھرا سے ہر وقت کامل قدرت ہے:

آیت ۶۵: قُلْ هُوَ الْقَادِرُ وہ وہی ذات ہے کہ جس کا قادر ہونا تمہیں معلوم ہے یا قادر کا معنی کامل قدرت اس میں لام عہد و جنس دونوں کا احتمال رکھتی ہے۔ عَلَىٰ اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ جیسا اس نے قوم لوط پر عذاب کی بارش برسائی اور اصحاب فیل پر پتھروں کی۔ اَوْ مِنْ تَحْتَ اَرْجُلِكُمْ جیسا اس نے فرعون کو غرق کیا اور قارون کو زمین میں دھنسا دیا۔ یا تمہارے سلاطین اور کمینے لوگوں کی طرف سے یا اس سے مراد بارش کا بند ہونا۔ اور نبات کا نہ اگنا ہے۔ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيْعًا تمہیں فرقوں میں بانٹ دے جن کی خواہشات مختلف ہوں ہر گروہ اپنے مقتداء کے ساتھ چلنے والا ہو۔ خلطہم کا مطلب ان میں باہمی لڑائی کا پھوٹ پڑنا۔ جس سے وہ لڑائی کے مواقع میں آپس میں گڈمڈ ہو جائیں۔ وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَاسَ بَعْضٍ ایک دوسرے کو وہ قتل کریں۔ الباس تلوار کو کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ میری امت پر اوپر سے عذاب نازل نہ فرمائے۔ یا پاؤں کے نیچے سے تو اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا قبول فرمائی۔ اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ بھی سوال کیا کہ وہ آپس میں نہ لڑیں پس اللہ تعالیٰ نے مجھے اس دعا سے روک دیا۔ یعنی قبول نہیں فرمایا۔ اور مجھے جبرائیل علیہ السلام نے اطلاع دی کہ میری امت کی فناء تلوار سے ہوگی۔ اَنْظُرْ كَيْفَ نَصَرَفُ الْاٰيٰتِ وعدہ اور وعید کے ساتھ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ۔

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي

”اور اے مخاطب! جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات کے بارے میں عیب جوئی کرتے ہیں تو ان سے کنارہ ہو جا! یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی دوسری

حَدِيثٌ غَيْرُهُ ٥ وَإِنَّمَا يُسَيِّئُكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ

بات میں لگ جائیں۔ اور اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آ جانے کے بعد خالموں کے ساتھ

الظَّالِمِينَ ﴿٧٨﴾ وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَلَكِنْ ذِكْرِي

مت بیٹھو۔ اور جو لوگ احتیاط کرتے ہیں ان پر ظالموں کے حساب میں سے کچھ بھی نہیں ہے لیکن نصیحت ہے

لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٤٩﴾ وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهْوًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَوةُ

تا کہ وہ ڈرنے لگیں، اور چھوڑ دے ان لوگوں کو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا لیا ہے اور دنیاوی زندگی نے ان کو دھوکے

الدُّنْيَا وَذِكْرُ رَبِّهِ أَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ

میں ڈالا ہے۔ اور قرآن کے ذریعہ ان کو نصیحت کیجئے تاکہ کوئی شخص اسے اعمال کی وجہ سے نہ پھنس جائے جس کے لیے اللہ کے علاوہ

وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ ۖ وَإِنْ تَعْدِلْ كُلُّ عَدْلٍ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا ۚ أُولَٰئِكَ

کوئی حمایتی اور سفارش کرنے والا نہ ہوگا۔ اور اگر نفس ہر طرح سے جان کا بدلہ دے تو اس سے نہ لیا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں

الَّذِينَ أُبْسِلُوا بِمَا كَسَبُوا ۖ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا

جو اپنے اعمال کی وجہ سے پھنس گئے۔ ان کیلئے پینا ہے گرم بانی ہے، اور دردناک عذاب ہے، کفر

يَكْفُرُونَ ٧٠ ع

کرنے کی وجہ سے۔“

سچے قرآن کو جھٹلایا، عذاب کا انتظار کرو:

آیت ۶۶: وَكَذَّبَ بِهِ لَعْنَىٰ قُرْآنٍ كَوَيْلًا عَذَابِ اللَّهِ كَوْفُوْمَكَ قَرِيْشٌ وَهُوَ الْحَقُّ سَجَا هِيَ اِسْلَامُ اس پر ضروری ہے۔ قُلْ لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ ایسا محافظ جس کے سپرد تمام معاملہ کر دیا گیا ہو۔ بے شک میں تو منذر ہوں۔

وہ اپنے وقت پر آئے گا، پھر خبر ہوگی:

آیت ۶۷: لِكُلِّ نَبِيٍّ مُّسْتَقَرٌّ نَبَأٌ سَدِيدٌ بِمَا يَفْعَلُونَ۔ یعنی ان کا مطلع کرنا۔ کہ ان کو عذاب دیا جائے گا اور ان

کا اس کے ذریعہ ڈرانا مستقر وقت استقرار و حصول بہر صورت ہے۔ وَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ اس میں ان کو ڈرایا گیا ہے۔

قرآن پر طعن کرنے والوں کے پاس مت بیٹھو:

آیت ۶۸: وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي الْأَيْتَانِ قرآن کے استہزاء اور طعن میں مصروف ہوتے ہیں۔ اور قریش اپنی مجالس میں ایسا کرتے تھے۔ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ ان کے پاس مت بیٹھو۔ اور ان کے پاس سے اٹھ جاؤ۔ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ قرآن کے علاوہ جو کہ حلال ہے۔ پس اس وقت ان کے پاس بیٹھنا جائز ہے۔ وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ جس سے تمہیں منع کیا گیا ہے۔ قراءت: شامی نے يَنْسِيَنَّكَ سَيْن کے تشدید سے پڑھا ہے۔ نَسِيَ اور انسی کا معنی ایک ہی ہے۔ فَلَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِ ای یاد آنے کے بعد۔ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔

ہر ایک اپنے محاسبہ سے دوچار ہوگا:

آیت ۶۹: وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْ حِسَابِهِمْ ان لوگوں کو محاسبہ سے جو قرآن مجید کی تکذیب میں مصروف ہیں۔ اور استہزاء کر رہے ہیں۔ مِّنْ شَيْءٍ یعنی ان متقین پر جو ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں ان کے محاسبہ میں سے کوئی چیز لازم نہ ہوگی وہ محاسبہ جو ان کے گناہوں پر کیا جائے گا۔ وَلَكِنْ ان پر لازم ہے کہ ان کو نصیحت کرتے رہیں۔ ذِکْرُی جب کہ ان کو سنیں کہ وہ استہزاء میں مصروف ہیں۔ ان کے پاس سے اٹھنے اور ان کے اس فعل سے نفرت کرتے ہوئے اور ان کو نصیحت کرتے ہوئے۔ ذِکْرُی منصوب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ ان کو نصیحت کریں نصیحت کرنا۔ یا مرفوع ہے تقدیر عبارت یہ ہے لکن علیہم ذِکْرُی پس ذِکْرُی مبتداء اور علیہم اس کی خبر ہے۔ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ شاید کہ وہ استہزاء میں مصروف ہونے سے بطور حیا باز رہیں یا ان کی برائی کو ناپسند کرتے ہوئے۔

دین کا مذاق بنانے والے اپنے عمل سے پھنس کر عذاب کا شکار ہو گئے:

آیت ۷۰: وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ وَهْ جَسَدًا مِّنْ لَّهْوَ وَلَهُوَ اس کے ساتھ تمسخر کیا اور استہزاء کیا۔ ذرہم کا معنی ان سے اعراض کریں اور ان کی تکذیب کی بالکل پرواہ نہ کریں اور استہزاء کو خاطر میں نہ لائیں۔ لہو وہ چیز جو انسان کو مشغول کر دے۔ خواہشات سے ہو یا خوش طبعی سے وَغَرَّتَهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكَّرَهُمْ قرآن کے ذریعہ نصیحت فرمائیں۔ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ اس خطرہ سے کہ نفس ہلاکت و عذاب کا شکار ہو۔ اور اپنے برے اعمال کا مرہون ہو۔ اِبْسَال کا معنی روکنا ہے۔ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَلِيٌّ جو اس کی طاقت سے مدد کرے۔ وَلَا شَفِيعٌ جو شفاعت سے دفاع کرے۔ صحیح قول کے مطابق کسبت پر وقف نہیں۔ کیونکہ لیس لہا یہ نفس کی صفت ہے اور مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ نصیحت فرماتے رہیں اس کراہت سے کوئی نفس ہلاک ہو کسی دوست اور شفیع کو

قُلْ أَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلَىٰ أَعْقَابِنَا

”آپ فرما دیجئے کیا ہم پکاریں اللہ کے سوا جو ہمیں نفع نہیں دیتا اور جو ہمیں ضرر نہیں دیتا، اور کیا ہم اسکے بعد اٹے پاؤں لوٹا دیئے جائیں

بَعْدَ إِذْ هَدَانَا اللَّهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ فِي الْأَرْضِ حَيْرَانًا

جبکہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی، کیا ہم اس شخص کی طرح ہو جائیں جسے شیاطین نے جنگل میں بے راہ کر دیا ہو۔ اس حل میں کہ حیران ہو کر بھٹکتا پھر رہا ہو۔

لَهُ أَصْحَابٌ يَدْعُونَهُ إِلَى الْهُدَىٰ ائْتِنَا ۖ قُلْ إِنَّ هُدَىٰ اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ

اس کے ساتھی ہیں جو اسے بلاتے ہیں کہ ہدایت کی طرف آ جا ہمارے پاس۔ آپ فرما دیجئے بے شک اللہ کی ہدایت ہی ہدایت ہے۔

وَأْمُرْنَا لِلْإِسْلَامِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۚ وَأَنْ أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا زَكَاةَ ۖ وَهُوَ الَّذِي

اور ہم کو حکم ہوا ہے کہ ہم سارے جہانوں کے پروردگار کے فرمانبردار ہو جائیں۔ اور یہ کہ نماز کو قائم کرو اور رب العالمین سے ڈرو۔ اور وہی ہے

إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۚ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۖ وَيَوْمَ

جس کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے اور وہی ہے جس نے حق کے ساتھ آسمانوں کو اور زمین کو پیدا فرمایا۔ اور جس دن

يَقُولُ كُنْ فَيَكُونُ ۚ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۖ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ

وہ فرمائے گا کہ ہو جا سو وہ ہو جائے گا، اور اس کا فرمان حق ہے اور اسی کے لیے ساری حکومت ہے جس دن صور پھونکا جائے گا۔

عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۖ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ

وہ جاننے والا ہے غیب کی چیزوں کو اور ظاہر چیزوں کو۔ اور وہ حکمت والا ہے خبر رکھنے والا ہے۔“

نہ پاتے ہوئے۔ اپنی کمائی کے سبب۔ وَأَنْ تَعْدِلَ كُلُّ عَدْلٍ مصدر کی بناء پر منصوب ہے ان تفد کل فداء اگرچہ تم فدیہ دو العدل فدیہ کو کہتے ہیں۔ کیونکہ فدیہ دینے والا مفدی کو اس کے مثل سے برابر کرتا ہے۔ لَا يُوْخَذُ مِنْهَا كَافَاعِلٌ ضمیر عدل نہیں کیونکہ عدل یہاں مصدر ہے۔ اور مصدر اخذ کا اسناد نہیں ہو سکتا۔ باقی لا یؤخذ منها عدل البقرہ آیت ۲۸ میں عدل بمعنی مفدی بہ مفعول کے معنی میں ہے۔ پس اس لیے اس کی طرف یؤخذ کی نسبت درست ہے۔ اُولَٰئِكَ یہ ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو اپنے دین کو لہو و لعب بنانے والے ہیں۔ یہ مبتداء اور الَّذِیْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا اس کی خبر ہے۔ اور لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ سخت گرم پانی یہ اولئک کی خبر دوم ہے۔ اور تقدیر عبارت یہ ہے اولئک المبسلون ثابت لهم شراب من حمیم۔ ان ہلاک ہونے والوں کے لیے گرم پانی کا مشروب ثابت ہوگا یا جملہ مستانفہ ہے۔ وَعَذَابٌ اَلِیْمٌ بِمَا كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ ان کے کفر کی وجہ سے۔

گمراہ کو غول شیطانی میں پھنسنے والے سے تشبیہ دی:

آیت ۱۷: قُلْ (کہہ دو) ابوبکر کو کہہ دیں کہ وہ اپنے بیٹے عبدالرحمان کو کہہ دیں جو اپنے باپ کو بتوں کی عبادت کی طرف بلا رہا تھا۔ اَنْدَعُوْا کیا ہم عبادت کریں۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ جو نقصان اور نفع کا مالک ہے۔ مَا لَا يَنْفَعُنَا ان کی جو ہمارے نفع کی قدرت نہیں رکھتے اگر ہم ان کو پکاریں۔ وَلَا يَضُرُّنَا اگر ہم ان کو چھوڑ دیں۔ وَنُرْذِقُ کیا ہم لوٹائے جائیں گے۔ عَلٰی اَعْقَابِنَا اس حالت میں کہ شرک کی طرف لوٹنے والے ہوں۔ بَعْدَ اِذْ هَدٰنَا اللّٰهُ اِسْلَام کی طرف اور بتوں کی عبادت سے ہمیں چھوڑا یا۔ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيْطٰنُ اس شخص کی طرح جس کو شیاطین کا غول اور سرکش شیاطین لے جائیں۔ نرد علی اعقابنا کی ضمیر سے حال ہونے کی بناء پر یہ منصوب ہے مطلب یہ ہے کہ کیا ہم الٹے پاؤں ہٹا دیے جائیں گے ان لوگوں کی طرح جن کو شیاطین نے ورغلا یا ہو۔ اور وہ ہَوٰی فی الارض سے باب استفعال ہے ہَوٰی کا معنی زمین میں جانا گویا اس کا معنی طلبت ہویۃ فی الارض جنگل و بیابان میں حیران استہوتہ کے مفعول سے حال ہے۔ یعنی اس حال میں کہ وہ حیران راستہ سے بھٹکا ہوا۔ اس کو معلوم نہیں کہ وہ کیا کرے۔ لَهٗ اس بھٹکنے والے کے لئے۔

اصْحٰبُ دوست يَدْْعُوْنَہٗ اِلٰی الْهُدٰی اس طرف کہ وہ اس کو راہ پر لگا دیں صراط مستقیم کو الہدٰی سے تعبیر فرمایا۔ وہ اس کو کہہ رہے ہیں اِنْتَنَا وہ راستہ سے بھٹکا ہوا۔ جنات کے پیچھے جا رہا ہے اور ان کو جواب نہیں دیتا اور نہ ان کے پاس آتا ہے۔ اور یہ اس بناء پر ہے جو کہا جاتا ہے کہ جنات انسان کو بھٹکا دیتے ہیں۔ اور غول شیطانی انسان پر مسلط ہو جاتا ہے۔ پس طریق اسلام سے گمراہی اختیار کرنے والے کو اس سے تشبیہ دی ہے شیطان کے قدموں کی پیروی کرنے کو تشبیہ دی اور مسلمان اس کو اپنی طرف بلا رہے ہیں۔ مگر وہ ان کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتا۔

ہدایت صرف اسلام باقی سب گمراہی:

قُلْ اِنَّ هُدٰی اللّٰہ اور وہ اسلام ہے۔ هُوَ الْهُدٰی صرف ہدایت ہے اس کے علاوہ گمراہی ہے۔ وَاْمُرْنَا یہ ان هُدٰی اللّٰہ هُوَ الْهُدٰی کے محل پر عطف کی وجہ سے منصوب ہے۔ اس وجہ سے کہ دونوں مقولے ہیں۔ گویا اس طرح کہا گیا یہ بات بھی کہو اور یہ کہو امرنا لِنُسَلِّمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

فرمانبرداروں کے طرق:

آیت ۷۲: وَاَنْ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ تقدیر عبارت یہ ہے و امرنا لان نسلم ولان اقیموا یعنی اسلام اور اقامت صلوٰۃ کے لیے و اتقوہ و هُوَ الَّذِیْ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ قیامت کے دن۔

اللہ خالق اور کامل علم و قدرت والا ہے:

آیت ۷۳: وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ حکمت کے ساتھ۔ یا واقعی برحق۔ وَیَوْمَ یَقُوْلُ کُنْ فِیْکُوْنُ یہ خبر ہے جواب نہیں۔ قَوْلُہ الْحَقُّ یہ مبتدا ہے یوم یقول اس کی خبر مقدم ہے جیسا کہ تم کہو یوم الجمعة قولک الصدق یعنی

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ أَسِرَّاتِي أَخَذَ اصْنَامًا آلِهَةً ۖ إِنِّي أَخَافُكَ

”اور جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کیا تو بتوں کو معبود مانتا ہے؟ بلاشبہ میں تجھے اور تیری

وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۖ وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَوَاتِ

قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھ رہا ہوں، اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں کی اور زمین کی مخلوقات

وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَنَّ مِنَ الْمُوقِنِينَ ۖ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى كَوْكَبًا

دکھائیں۔ تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔ پھر جب اس پر رات کی تاریکی چھا گئی تو ایک ستارہ دیکھا،

قَالَ هَذَا رَبِّي ۖ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أَحِبُّ الْآفِلِينَ ۖ فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ

کہا یہ میرا رب ہے، پھر جب وہ ستارہ غروب ہو گیا تو یوں کہا کہ میں غائب ہو جانے والوں سے محبت نہیں رکھا، پھر جب چاند کو

بَارِغًا قَالَ هَذَا رَبِّي ۖ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ

چمکتا ہوا دیکھا تو کہا کہ یہ میرا رب ہے، پھر جب وہ غروب ہو گیا تو کہا اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ کرتا تو میں ضرور گمراہ

مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ ۖ فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَارِغَةً قَالَ هَذَا رَبِّي هَذَا

لوگوں میں سے ہو جاتا، پھر جب سورج کو چمکتا ہوا دیکھا تو کہا کہ یہ میرا رب ہے، یہ سب سے

أَكْبَرُ ۖ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يُقَوْمُ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ۖ

بڑا ہے، پھر جب سورج غروب ہو گیا تو کہا اے میری قوم! میں ان چیزوں سے بری ہوں، جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو،

قولك الصدق كائن يوم الجمعة تیری سچی بات جمعہ کے دن واقع ہونے والی ہے۔ اور اليوم بمعنی صبح ہے مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو حق و حکمت کے ساتھ پیدا فرمایا۔ جس وقت وہ کسی چیز کو فرماتے ہیں ہو جاتا وہ ہو جاتی ہے۔ اس کی بات سچی اور حکمت والی ہے۔ یعنی آسمان و زمین اور تمام تکوینات میں جو چیز بھی ہوتی ہے وہ حکمت و صواب پر مبنی ہے۔ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ لِهُ الْمَلِكُ کا ظرف ہے۔ فِي الصُّورِ لغت یمن میں صور، سینگ کو کہتے ہیں۔ یا یہ صورت کی جمع ہے (مگر قرطبی نے اس کو جمع ماننے سے انکار کر کے تردید کی ہے۔ (صفحہ ۲۰ جلد ۱) عِلْمُ الْغَيْبِ وہ عالم الغیب ہے۔ وَالشَّهَادَةُ یعنی پوشیدہ اور علانیہ وَهُوَ الْحَكِيمُ فناء کرنے اور زندہ کرنے میں الخبیر حساب و جزا سے۔

ابراہیم علیہ السلام کا باپ کو وعظ و نصیحت کرنا:

آیت ۷۴: وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ أَسِرَّاتِي أَخَذَ اصْنَامًا آلِهَةً ۖ إِنِّي أَخَافُكَ

والد کا نام تاریخ ہے۔ یہ ازر، ابیہ کا عطف بیان ہے۔ اور اس کا وزن فاعل ہے۔ اَتَّخِذُ اصْنَامًا اِلٰهَةً یہ استفہام تو بخنی ہے۔ کیا تو ان کو معبود بناتا ہے۔ حالانکہ یہ الوہیت کے مستحق نہیں۔ اِنِّیْ اَرَاکَ وَقَوْمَکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ بصیرت روشن کر کے شرک کی قباحت ظاہر کر دی:

آیت ۷۵: وَكَذٰلِكَ جِیْسے ہم نے ان کو شرک کی قباحت دکھائی تھی۔ نُرِیْ اِبْرٰهیمَ مَلٰکُوتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی ہم اس کی بصیرت کو آسمان وزمین کی تخلیق کے لطائف دکھا رہے تھے نُرِیْ ماضی کی حکایت حال میں بیان کی گئی۔ المملکوت یہ المملک سے زیادہ بلیغ ہے۔ کیونکہ اس میں واؤ اور تاء مبالغہ کے لیے بڑھائے گئے ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں ان کے لیے ساتوں آسمان کھول دیئے گئے آپ نے ان کے مابین جو کچھ تھا وہ دیکھا حتیٰ کہ ان کی نگاہ عرش الہی تک پہنچی۔ اور ساتوں زمینیں کھول دی گئیں۔ یہاں تک کہ جو کچھ ان میں تھا وہ دیکھا۔ وَلَیْکُوْنَنَّ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ہم نے اسی طرح کیا تا کہ وہ استدلال کرے۔ ولیکون من المؤمنین عیاناً کما یقن بیاناً تا کہ وہ آنکھوں سے دیکھ کر اس طرح یقین کرے جیسا کہ وہ بیان سے یقین کرنے والے ہیں۔

نظر و استدلال سے قوم کی راہنمائی:

آیت ۷۶: فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ الْیَلُ یعنی چھا گئی اس کا عطف قال ابرہیم لابیہ پر ہے۔ اور کذالک نری ابرہیم یہ جملہ معترضہ ہے۔ جو معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان واقع ہے۔ رَاکُوْا کُبٰلَیْنِیْ زہرہ یا مشتری ابراہیم علیہ السلام کے والد اور ان کی قوم بت پرست، سورج، چاند، ستارہ پرست تھی۔ آپ علیہ السلام نے ان کو ان کے مذہب کی غلطی واضح کرنے کا ارادہ فرمایا اور نظر و استدلال کے انداز سے ان کی راہنمائی چاہی۔ اور ان کو یہ بتلانا چاہا۔ کہ صحیح نظر و فکر کا تقاضا یہ ہے کہ ان میں سے کوئی اس قابل نہیں کہ معبود کہلا سکے۔ کیونکہ اس میں حدوث و زوال کی دلیل پائی جاتی ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ کوئی تو ان کا موجد ہے جس نے ان کو ایجاد کیا ہے اور ان کا کوئی مدبر ہے۔ جو ان کے طلوع و غروب کا انتظام کرتا ہے۔ اور انتقال و چلاؤ دیگر تمام احوال کا منظم ہے۔ جب آپ نے اس ستارہ کو دیکھا جس کی وہ عبادت کرتے تھے تو فرمایا۔ قَالَ هٰذَا رَبِّیْ یعنی ان کو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے بقول تمہارے۔ یا مراد اھذا ربی جو کہ بطور استہزاء آپ نے فرمایا ان پر انکار کرتے ہوئے یہ بات فرمائی محاورہ عرب میں حرف استفہام کی بجائے انداز و آواز پر ہی اکتفاء کر لیتے ہیں۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ اس کا قول ہے جو اپنے مخالف سے انصاف کا طالب باوجود یہ کہ وہ جانتا ہو کہ وہ باطل پر ہے۔ پس اس کی بات کی حکایت وہ اس انداز سے کرے گا گویا کہ وہ غیر متعصب ہے۔ کیونکہ یہ طرز عمل حق کی طرف سے زیادہ بلانے والا اور شور و شغب سے خالی ہے۔ پھر وہ اس کے اعتقاد کو نقل کر کے اس پر مڑ کر حملہ کرتا ہے اور دلیل سے اس کو باطل کرتا ہے۔ فَلَمَّا اَقْلَعَ غَابَ ہوا۔ قَالَ لَا اُحِبُّ الْاَفِلٰیْنَ یعنی میں ایسے ارباب کی عبادت پسند نہیں کرتا جو ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلنے والے ہوں کیونکہ یہ اجسام مرکب کی صفات میں سے ہے۔

غروب سے تغیر پذیری پر شاندار استدلال:

آیت ۷۷: فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِغًا طُلُوعَ هَوَىٰ - قَالَ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ آپ نے اپنی قوم کو خبردار فرمایا۔ کہ جو شخص چاند کو الہ مانتا ہو۔ وہ گمراہ ہے۔ طرز استدلال: آپ نے اس مقام پر غروب سے استدلال فرمایا۔ طلوع سے نہیں۔ حالانکہ دونوں حالتیں تغیر پذیر ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ غروب سے استدلال زیادہ واضح تر ہے۔ کیونکہ یہ انتقال چھپ جانے اور پردے میں اور اوٹ میں آ جانے کے ساتھ ہے۔

مخاصم سے انصاف کی اپیل کی تاکہ اعتراض دلیل بن جائے:

آیت ۷۸: فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هَذَا رَبِّي، هَذَا اسم اشارہ ہے مذکر لائے کیونکہ انہوں نے اس سے طلوع ہونے والا مراد لیا۔ یا اس وجہ سے کہ انہوں نے مبتدا کو خبر کی طرح بنا لیا۔ کیونکہ وہ معنوی لحاظ سے دونوں ایک چیز ہیں۔ اس میں اصل رب کے لفظ کو تانیث سے محفوظ کرنا مقصود ہے اس لیے تو اہل عرب صفات باری تعالیٰ کے متعلق علامہ اور علام نہیں کہتے۔ اگرچہ ثانی پہلے کی نسبت علامت تانیث سے فقط بچنے کی خاطر۔ هَذَا اکبر یہ بھی اپنے مخاصم کے ساتھ انصاف کرانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ فَلَمَّا أَفَلْتُ قَالَ يَقُومُ إِلَيَّ بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُ كُونِ ان اجرام میں سے ہے جس کو تم ان کے خالق کا شریک قرار دیتے ہو۔ ایک کمزور قول یہ ہے کہ یہ نظر و استدلال ان کا اپنے نفس سے تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان سے نقل کر دیا۔ مگر پہلا انتہائی ظاہر ہے اس لئے کہ یہ ارشاد یقوم انی بریء مِمَّا تُشْرِكُ کون اس کی تائید کر رہا ہے۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهَیْ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ

بے شک میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف موڑا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا، میں سب کو چھوڑ کر اسی کی طرف مائل ہونے والا ہوں، اور میں

الْمُشْرِکِیْنَ ۙ وَحَاجَّهٖ قَوْمُهٗ ۚ قَالَ اَتُحَاجُّوْنِیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰیۙ

مشرکوں میں سے نہیں ہوں، اور اس کی قوم نے حجت بازی کی تو اس نے جواب میں کہا کیا تم مجھ سے اللہ کے بارے حجت بازی کرتے ہو حالانکہ اس نے مجھے ہدایت عطا فرمادی، اور میں

وَلَا اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِہٖ اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْئًا ۚ وَسِعَ رَبِّیْ کُلَّ

ان سے نہیں ڈرتا جن کو تم اس کا شریک بناتے ہو مگر ہاں جو کچھ میرا رب چاہے، میرے پروردگار کا علم ہر چیز

شَیْءٍ عِلْمًا ۚ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۙ وَکَیْفَ اَخَافُ مَا اَشْرَکْتُمْ وَلَا

کو احاطہ کئے ہوئے ہے، کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ اور میں کیونکر ان سے ڈروں جنہیں تم نے شریک بنایا ہوا ہے حالانکہ

تَخَافُوْنَ اَنْتُمْ اَشْرَکْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزَّلْ بِہٖ عَلَیْکُمْ سُلْطٰنًا ۚ فَاِیُّ الْفَرِیقَیْنِ

تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کے ساتھ ان چیزوں کو شریک بنالیا ہے جس کی کوئی دلیل تم پر اللہ نے نازل نہیں فرمائی۔ سودوئوں فریقوں میں کون

اَحَقُّ بِالْاَمْنِ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۙ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا اِیْمَانَهُمْ

امن کا مستحق ہے اگر تم جانتے ہو۔ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش

یُظْلِمُوْا ۙ اُولٰٓئِکَ لَہُمْ الْاَمْنُ وَہُمْ مُہْتَدُوْنَ ۙ

نہ کی انہیں کے لئے امان ہے اور وہی راہ یافتہ ہیں

مثبت انداز میں تذکرہ توحید:

آیت ۷۹: اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهَیْ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ یعنی اس ذات کے لیے کہ یہ محدثات دلالت کرتے ہیں کہ وہی ان کا بنانے والا ہے۔ حَنِیْفًا یہ حال ہے یعنی تمام ادیان سے اسلام کی طرف مائل ہونے والا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی چیز کو اس کی مخلوقات میں سے۔

میرا رب نفع و نقصان پر قدرت رکھتا ہے جبکہ تمہارے معبود کچھ بھی نہیں، اسلئے میں اُن سے نہیں ڈرتا: آیت ۸۰: وَحَاجَّهٖ قَوْمُهٗ اللہ تعالیٰ کی توحید کے متعلق اور اس سے شرکاء کی نفی کے متعلق قَالَ اَتُحَاجُّوْنِیْ فِی اللّٰهِ اس کی توحید کے متعلق

وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا اِبْرَاهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهِ ۝ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مِّنْ نَّشَاۗءٍ ۝

”اور یہ ہماری حجت تھی جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلہ میں دی۔ ہم جس کو چاہیں مرتبوں کے اعتبار سے بلند کرتے ہیں۔

اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۝ كُلًّا هَدَيْنَا ۝

بے شک آپ کا رب حکمت والا ہے علم والا ہے۔ اور ہم نے ان کو اسحاق اور یعقوب عطا کیے اور ہر ایک کو ہم نے ہدایت دی۔

وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ ۚ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ

اور اس سے پہلے ہم نے نوح کو ہدایت دی اور ان کی ذریت سے داؤد کو اور سلیمان کو اور ایوب کو اور یوسف کو

وَمُوسٰى وَهٰرُونَ ۝ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝

اور موسیٰ کو اور ہارون کو۔ اور ہم اسی طرح نیک کاروں کو جزا دیتے ہیں۔

قرأت: اتحاجونی تخفیف نون کے ساتھ مدنی اور ابن ذکوان نے پڑھا ہے۔ وَقَدْ هَدٰنَا اپنی توحید کی طرف ابو عمرو نے یا میں وصل کے ساتھ پڑھا۔ وَقَدْ هَدٰنَا جب انہوں نے ابراہیم کو دھمکایا کہ ان کے معبود اس کو تکلیف پہنچائیں گے تو فرمایا۔ وَلَا اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖ اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْۡئًا ۚ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْۡءٍ عِلْمًا یعنی میں تمہارے معبودوں سے کسی بھی وقت میں نہیں ڈرتا۔ کیونکہ وہ نفع و نقصان کی ذرہ بھر بھی طاقت نہیں رکھتے۔ مگر جب کہ میرا رب چاہے کہ ان میں سے کوئی تکلیف پہنچے وہ اس پر قدرت رکھتا ہے کہ جس چیز میں چاہے نفع و نقصان پیدا کر دے۔ نہ کہ یہ بت۔ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْۡءٍ عِلْمًا کہ بندے کو کوئی ذرا سا نفع و نقصان اس کے علم کے بغیر نہیں پہنچ سکتا۔ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ پس تم فرق کرو قادر اور عاجز کے درمیان۔

تم میرے امن پر تعجب کرتے ہو حالانکہ خود مقام خوف میں ہو:

آیت ۸۱: وَكَيْفَ اَخَافُ مَا اَشْرَكْتُمْ ۚ تَمٰرے معبود حالانکہ وہ خوف کی جگہ ہیں۔ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنْتُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهٖ اٰیٰتُ شُرَکَآءِ ۚ بَاعَثَ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا دَلِیْلَ اس لیے کہ شرک پر تو کوئی صحیح دلیل موجود ہی نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کیا ہو گیا کہ میرے متعلق امن و سلامتی کو انوکھا خیال کرتے ہو حالانکہ میں تو امن کی جگہ میں ہوں۔ اور اپنے متعلق امن کو عجیب نہیں سمجھتے حالانکہ تم خوف کے مقام پر ہو۔ فَاٰیُّ الْفَرِیْقَیْنِ یعنی موحدین اور مشرکین دونوں گروہ اَحَقُّ بِالْاٰمَنِ عَذَابٍ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اس طرح نہیں فرمایا فَاٰیٰتًا تا کہ تزکیہ نفس کا شبہ نہ ہو۔ پھر سوال کے جواب کو دوبارہ لوٹایا اپنے اس ارشاد سے۔

شرک سے بچنے والا مامون ہے:

آیت ۸۲: الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ۚ اُولٰٓئِكَ لَہُمْ الْاٰمَنُ وَہُمْ مُہْتَدُوْنَ ابراہیم علیہ السلام کا کلام مکمل ہوا۔

ابراہیم علیہ السلام کو دلائلِ قاہرہ ہم نے دیئے:

آیت ۸۳: وَتِلْكَ حُجَّتُنَا اِس سے ان تمام دلائل کی طرف اشارہ ہے جن سے ابراہیم علیہ السلام نے حجت پکڑی۔ اپنی قوم کے خلاف فلما جن علیہ الیل سے وہم مہتدون تک۔ اَتَيْنَهَا اِبْرَاهِيْمَ عَلٰی قَوْمِهِ يَخْبِرُكَ بَعْدُ خَبْرًا۔ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مِّنْ نَّشَأٍ عِلْمٍ وَحِكْمَتٍ میں۔

قراءت: درجات کو کوئی نے تنوین سے پڑھا ہے۔ اس میں معتزلہ کے اس قول کی تردید ہے کہ جو اصلح کے سلسلہ میں وہ کہتے ہیں۔ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ رَّفَعُ کے ساتھ عَلِيْمٌ اہلیت کو جانتے ہیں۔

آیت ۸۴: وَوَهَبْنَا لَهُ اِبْرَاهِيْمَ عَلِيْمٌ كُو۔ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ كُلًّا هَدَيْنَا اِبْرَاهِيْمَ اِلٰنَی تمام کو۔ کُلًّا پر نصب ہدینا کی وجہ سے ہے یعنی ہدینا نوحا کہ ہم نے نوح کو ہدایت دی۔ مِّنْ قَبْلُ اِبْرَاهِيْمَ عَلِيْمٌ سے پہلے۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ هُ ضَمِيرُ نُوْحٍ عَلِيْمٌ کی طرف جاتی ہے۔ یا ابراہیم علیہ السلام کی طرف۔ پہلا قول زیادہ واضح ہے کیونکہ یونس و لوط ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے نہ تھے۔ دَاوُدَ وَ سُلَيْمٰنَ وَ اَيُّوْبَ وَ يُوْسُفَ وَ مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ تقدیر عبارت یہ ہے و ہدینا من ذریتہ ہؤلاء کہ اس کی اولاد میں سے ان کو ہم نے ہدایت دی۔ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ہم محسنین کو اس جیسا بدلہ دیتے ہیں۔ کاف موضع نصب میں مصدر محذوف کی صفت ہے۔

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيسٰى وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۸۵ وَإِسْمٰعِيْلَ وَإِسْحٰقَ

اور زکریا کو اور یحییٰ کو اور عیسیٰ کو اور الیاس کو۔ سب صالحین میں سے ہیں اور اسماعیل کو اور اسمعٰیل کو اور یونس کو

وَيُوْنُسَ وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلٰى الْعٰلَمِيْنَ ۝۸۶ وَمِنْ اٰبَائِهِمْ وَذُرِّيَّتِهِمْ وَاٰخُوَانِهِمْ

اور لوط کو۔ اور سب کو ہم نے فضیلت دی جہانوں پر اور ان کے کچھ باپ دادوں اور کچھ اولاد اور

وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۸۷ ذٰلِكَ هُدٰى

کچھ بھائیوں کو اور ہم نے ان کو چن لیا۔ اور ان کو ہدایت دی سیدھے راستے کی طرف۔ یہ اللہ کی

اَللّٰهُ يَهْدِىْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۝ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحِطَّ عَنْهُمْ مَّا

ہدایت ہے وہ اس کے ذریعے اپنے بندوں میں سے جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔ اگر یہ حضرات شرک اختیار کر لیتے تو جو اعمال کیا

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۸۸ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَتَيْنَاهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ

کرتے تھے وہ سب حط ہو جاتے۔ یہ وہ حضرات ہیں جن کو ہم نے کتاب دی اور حکمت اور نبوت عطا کی۔

فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هَؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَلْنَا بِهَا قَوْمًا لّٰيْسُوْا بِهَا بِكَفِرِيْنَ ۝۸۹ اُولٰٓئِكَ

سو اگر زمانہ موجودہ کے لوگ نبوت کا انکار کریں تو ہم نے اس کے لیے بہت سے لوگ ایسے مقرر کر دیئے ہیں جو اس کا انکار کرنے والے نہیں ہیں۔ یہ وہ

الَّذِيْنَ هَدٰى اللّٰهُ فِیْهِمْ اَقْتَدِهٖ ۝ قُلْ لَا اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۝

لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی سو آپ ان کی ہدایت کا اقتداء کریں۔ آپ فرما دیجئے کہ میں اس پر تم سے کسی معاوضہ کا سوال نہیں کرتا

اِنَّ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۹۰

یہ تو صرف نصیحت ہے جہانوں کے لیے۔“

ایک استدلال:

آیت ۸۵: وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيسٰى وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ان کے ساتھ کر کے ثابت کر دیا کہ نسب ماں سے بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ ان کو نوح علیہ السلام کی اولاد سے قرار دیا۔ حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام کا ان کے ساتھ اتصال صرف ماں کی طرف سے ہے۔ اسی دلیل کے ساتھ حجاج کو جواب دیا گیا تھا۔ جب اس نے بنو فاطمہ کے بارے میں انکار کیا کہ وہ

اولاد النبی علیہ السلام ہیں۔

آیت ۸۶: وَاسْمِعِلْ وَالْيَسَعَ لِلْيَسَعَ جہاں بھی قرآن میں آتا ہے دو لاموں سے حمزہ اور علی نے پڑھا ہے۔ وَيُوْنُسَ وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ نبوت اور رسالت کے ساتھ۔

آیت ۸۷: وَمِنْ اٰبَائِهِمْ يَهْدِيْهِمْ كُلًّا پر عطف کی وجہ سے محل نصب میں واقع ہے یعنی وفضلنا بعض اباہم ان کے بعض آباء کو فضیلت دی۔ وَذُرِّيَّتِهِمْ وَاٰخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ۔

آیت ۸۸: ذٰلِكَ وَهٗ جِسْ كُوَاخْتِيَارِ كِيَا اِن مَذْكُوْرَهٗ بِالَاَحْضَرَاتِ نَهٗ هُدٰى اللّٰهُ الْكَادِيْنَ يَهْدِيْ بِهٖ مِّنْ يَّشَآءُ مِّنْ عِبَادِهٖ اِسْ مِيْنَ مَعْزَلِهٖ كِي تَرْدِيْدَهٗ كِيُوْنَكِهٖ اِن كَا قَوْلَهٗ اِن اللّٰهُ شَآءَ هِدَايَةَ الْخَلْقِ كُلِّهٖم۔ لَكِنْهٖم لَمْ يَهْتَدُوْا كِهٖ اللّٰهُ تَعَالٰى نَهٗ تَوْتَمَامِ مَخْلُوْقِ كُوْهْدَايَتِ دِيْنَا چَا هَا مَكْرَانِهٖوْنَ نَهٗ هِدَايَتِ نَهٗ پَاىِٕ۔

مذمت شرک کیا انوکھا انداز:

وَلَوْ اَشْرَكُوْا بَاوْجُوْدِ اِنِّهٖ فَضْلٌ وَكَمَالٌ اُوْر بَلَنْدِ رَجَا ت كِهٖ لَحَبِطَ عَنْهٖمُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ تُوَا ن كِهٖ اَعْمَالِ بَا طْلِ هُوْ جَائِيْنَ۔ جِيْسَا كِهٖ دُوْ سَرَهٗ مَوْقِعِ پَر فَرْمَا يَلْتَنِ اِشْرَكَتِ لِيَحْبَطْنَ عَمَلُكَ (الزمر ۶۵)

آیت ۸۹: اُوْلٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنَاهُمُ الْكِتٰبَ سَهٗ جِسْ مَرَادِ هٗ۔ وَالْحُكْمَ اُوْر حَكْمَتِ يَافْهَمُ الْكِتَابَ وَالنَّبُوَّةَ وَهٗ اِنْسَانِ كِهٖ اَعْلٰى تَرِيْنِ مَنَاصِبِ مِيْنَ سَهٗ۔ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَآ۔ كِتَابِ اُوْر حَكْمَتِ وَنَبُوْتِ كِهٖ سَا تَهٗ يَا آيَاتِ قُرْآنِ كِهٖ سَا تَهٗ هُوْلَآءِ۔

هُوْلَآءِ كِي مَرَاد:

يَعْنِيْ اَهْلَ مَكَّةَ فَقَدْ وَكَلْنَا بِهَآ قَوْمًا وَهٗ مَذْكُوْرَهٗ اَنْبِيَا ء اُوْر اِن كِهٖ سَچے پيروكار هِيْنَ۔ اِس كِي دِلِيلِ اَكْلِيْ آيَتِ اُوْلٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰى اللّٰهُ فِهْهٰذِهٖم اَقْتَدَهٗ۔ يٰهِيْ وَهٗ لُوْ كِ هِيْنَ جِن كُوَا اللّٰهُ تَعَالٰى نَهٗ هِدَايَتِ دِيْ پَسْ تَمِ اِن كِي هِدَايَتِ كِي اَقْتَدَاءِ كَرُو۔ دُوْ سَرَا قَوْلِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيْنَ تِيْسَرَا قَوْلِ جُوْ اَپْ پَر اِيْمَانِ لَآئِ وَهٗ سَبْ مُرَادِ هِيْنَ۔ چُو تَهَا قَوْلِ عَجْمِ جُوَا اِيْمَانِ لَآئِ وَهٗ مُرَادِ هِيْنَ۔ اُوْر تُوْ كِيْلِ كَا مَطْلَبِ يٰهٗ كِهٖ اِن كُوَا سِ پَر اِيْمَانِ كِي تَوْفِيْقِ مَلِيْ اُوْر اِن كِهٖ حَقُوْقِ كِي اَدَا يٰگِيْ مِيْسَرِ هُوْئِيْ جِيْسَا كِهٖ آدَمِيْ كُوْ كُوْئِيْ چِيْزِ سِرْدِ كِي جَاتِيْ هٗ تَا كِهٖ وَهٗ اِس كِي نَكْرَانِيْ كَرِهٗ اُوْر اِس كَا خِيَالِ كَرِهٗ۔ اُوْر نَكْهَبَانِيْ كَرِهٗ۔ لِيَسُوْا بِهَآ مِيْنَ بَا ءِ كَا فَرِيْنِ كِهٖ صِلَهٗ كِهٖ طُوْرِ پَر لَآئِيْ گِيْ هٗ۔ بِكَفْرِ يْنِ مِيْنَ بَآ تَفِيْ كِي تَا كِيْدِ ظَا هِرِ كَرْنِهٖ كِهٖ لِيَهٗ لَآئِ۔

تَمَامِ اَنْبِيَا ء عَلَيْهِمُ السَّلَامُ كِهٖ اَصُوْلِ دِيْنِ اِيْكِ هِيْنَ:

آیت ۹۰: اُوْلٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰى اللّٰهُ يَعْنِيْ وَهٗ اَنْبِيَا ء جِن كَا تَذْكِرَهٗ كَزَرَا۔ فِهْهٰذِهٖمُ اَقْتَدَهٗ اَقْتَدَاءِ كِيْلِيْ اَنكِيْ هِدَايَتِ كُوَا خَاصِ كِيَا كِهٖ اَنكِيْ عِلَاوَهٗ كَسِيْ كِي اَقْتَدَاءِ نَهٗ كَرُو۔ يٰهٗ مَفْعُوْلِ كُوْ مَقْدَمِ كَرْنِهٖ كَا مَطْلَبِ هٗ اُوْر هِدَا هِم سَهٗ مُرَادِ اِن كَا طَرِيْقَهٗ جُوَا اِيْمَانِ بِاللّٰهِ اُوْر تُوْ حِيْدِ بَارِيْ تَعَالٰى اُوْر اَصُوْلِ دِيْنِ كِهٖ سِلْسِلَهٗ مِيْنَ هٗ شَرِيْعَتِ نَهِيْ كِيُوْنَكِهٖ شَرَائِعُ تُوْ مَخْتَلَفِ هِيْنَ اَقْتَدَهٗ۔ مِيْنَ هٗ هِرِ وَقْفِ هٗ وَصْلِ مِيْنَ سَا قِطِ

وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبْرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرَى وَمَنْ

”اور یہ کتاب ہے جو ہم نے نازل کی ہے بڑی برکت والی ہے اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے۔ اور تاکہ آپ مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس کے رہنے والوں

حَوْلَهَا وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَهُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿۹۲﴾

کو ڈرائیں۔ اور جو لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں اس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ اپنی نماز کی پابندی کرتے ہیں۔“

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ

”اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھے یا یوں کہے کہ میری طرف وحی کی گئی۔ حالانکہ اس کی طرف کچھ بھی وحی نہیں کی گئی۔ اور اس سے

إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ ۖ وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ

بڑھ کر زیادہ ظالم کون ہوگا جو یوں کہے کہ میں ایسا کلام نازل کروں گا جیسا اللہ نے نازل کیا اور اگر تو اس منظر کو دیکھے جبکہ ظالم لوگ

فِي عَمْرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ ۖ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ ۖ الْيَوْمَ

موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے کہ نکالو اپنی جانیں آج

تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ

تم کو ذلت والے عذاب کی سزا دی جائے گی۔ اس وجہ سے کہ تم اللہ کے ذمہ جھوٹی باتیں لگاتے تھے اور اس کی آیتوں کے ماننے

آيَتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿۹۳﴾ وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فَرَادَى كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ

سے تکبر کرتے تھے، اور البتہ تم ہمارے پاس آؤ گے الگ الگ جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا۔

وَتَرَكْتُمْ مَا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ ۖ وَمَا نَرَى مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمْ

اور تم نے اپنے پیٹھ پیچھے وہ چھوڑ دیا جو ہم نے تمہیں عطا کیا تھا، اور ہم نہیں دیکھ رہے تمہارے ساتھ تمہارے سفارشچیوں کو

الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ ۖ لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَا كُنْتُمْ

جن کے بارے میں تم نے خیال کیا تھا کہ وہ تمہارے بارے میں شریک ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ تمہارا آپس کا تعلق منقطع ہو گیا اور تمہارے وہ دعوے گئے گزرے ہوئے جو تم

تَزْعُمُونَ ﴿۹۴﴾

کیا کرتے تھے۔“

کی قدرت نہیں۔ ثُمَّ ذَرَهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ وہ اپنے اس باطل میں جس میں وہ مصروف ہیں۔ يَلْعَبُوْنَ یہ ذرہم سے حال ہے۔ یا خوضہم سے حال ہے۔ (اس حال میں کہ بے ہودگی میں ہیں)
آیت ۹۲: وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اٰپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ مَبَارَكٌ مِّنَافِعٍ اور فوائد سے بھرپور۔ مُصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ یعنی کتاب وَلِتُنْذِرَ اَبُوْبَكْرٍ نے یا سے پڑھا ہے یعنی کتاب۔ اس کا عطف اس پر ہے جس پر کتاب کی صفت دلالت کرتی ہے گویا اس طرح فرمایا اَنْزَلْنَاهُ لِبَرَكَاتٍ وَتَصَدِّقُ مَا تَقْدِمُهُ مِنَ الْكِتَابِ وَلَا نَذَارٍ۔ ہم نے اس کو برکات کے ساتھ اتارا اور یہ تصدیق کے لئے اس کتاب کی جو پہلے گزریں اور ڈرانے کے لئے۔

اُمّ القریٰ کا لقب:

اُمّ القریٰ، مکة المکرمہ۔ اس کو ام القریٰ اس لیے کہتے ہیں کیونکہ یہ زمین کی ناف ہے اہل قریٰ کے لیے قبلہ ہے۔ اور شان میں سب سے بڑھ کر ہے۔ اس لیے کہ لوگ اس کا قصد کر کے جاتے ہیں۔ وَمَنْ حَوْلَهَا اہل مشرق و مغرب وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ۔ انجام کی تصدیق کرتے اور آخرت سے ڈرتے ہیں۔ يُؤْمِنُوْنَ بِہ، ہ سے کتاب مراد ہے۔ دین کی جڑ خوف عاقبت ہے۔ جو اس سے ڈرا اس پر خوف ہمیشہ رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ایمان لے آتا ہے۔ وَهُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ نماز کا خاص طور پر ذکر کیا۔ کیونکہ وہ علامت ایمان اور دین کا ستون ہے۔ جس نے اس کی محافظت کی تو وہ اس کے ہم مثل دیگر اعمال کی بھی حفاظت کرے گا۔

تمام افتراء والے شامل ہیں مدعیان نبوت ہوں یا اور:

آیت ۹۳: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلٰی اللّٰهِ كَذِبًا وہ مالک بن صیف یہودی حبر ہے۔ اَوْ قَالَ اَوْحٰی اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْہِ شَیْءٌ وہ مسلمہ کذاب ہے۔ وَمَنْ قَالَ یہ موقع جر میں ہے اس کا عطف ممن افتراء پر ہے یعنی وَمَنْ قَالَ۔ سَاَنْزِلُ مِثْلَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ یعنی عنقریب میں کہوں اور املاء کرواؤں گا یہ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح ہے جو کاتب وحی تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لکھوایا ولقد خلقنا الانسان سے خلقاً اخر تک۔ تو اس کی زبان پر فَبَارَكِ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ کا کلمہ آیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اس کو اسی طرح لکھو۔ یہ اسی طرح اتری ہے۔ پس اس کو شک ہوا اور کہنے لگا کہ اگر محمد (ﷺ) سچے ہیں تو میری طرف بھی اسی طرح وحی آتی ہے جیسا کہ اس کی طرف۔ اور اگر وہ جھوٹا ہے تو میں نے بھی اسی طرح کہہ دیا جس طرح وہ کہتا ہے۔ اور وہ ارتداد اختیار کر کے مکہ چلا گیا۔ یا نصر بن حارث مراد ہے جو کہا کرتا تھا۔ وَالطَّاحِنَاتِ طَحْنًا فَالْعَاجِنَاتِ عَجْنًا فَالْخَابِرَاتِ خَبْرًا۔ (اب اس بڑی قرآن کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے) گویا وہ قرآن کا معارضہ کرتا ہے۔ وَلَوْ تَرٰی اس کا جواب محذوف ہے لِرَاٰیْتِ امْرَأًا عَظِيْمًا۔ اِذَا الظَّالِمُوْنَ مراد وہ لوگ ہیں جن کا تذکرہ ہوا۔ خواہ یہود سے تھے یا مدعیان نبوت اس میں الف لام عہد کا ہے جنس کے لیے بھی درست ہے۔ اس میں یہ بھی بطور بدل اشتمال شامل ہونگے کیونکہ وہ لام ان تمام لوگوں پر مشتمل ہے۔ فِیْ غَمَرَاتِ الْمَوْتِ موت کی سختیاں اور موت کے سکرات۔

إِنَّ اللَّهَ فَلِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَى ط يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ

”بے شک اللہ دانوں اور گٹھلیوں کا پھاڑنے والا ہے، اور نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے، اور نکالتے والا ہے مردہ کو

مِنَ الْحَيِّ ط ذَلِكَمُ اللَّهُ فَإِنِّي تُوفِّكُونَ ۹۵ فَالِقُ الْإِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ اللَّيْلَ

زندہ سے، یہ اللہ ہے پھر تم کہاں لے چلے جا رہے ہو۔ وہ پھاڑنے والا ہے صبح کا اور اس نے بنایا رات کو

سَكْنًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ط ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۹۶ وَهُوَ

آرام کی چیز، اور اس نے چاند اور سورج کو ایک خاص حساب سے رکھا ہے، یہ مقرر کرنا ہے اس کا جو غالب ہے علم والا ہے، اور وہ

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ قَدْ فَصَّلْنَا

ایسا ہے جس نے تمہارے لئے ستاروں کو پیدا فرمایا تاکہ تم ان کے ذریعہ خشکی اور دریا کی اندھیروں میں ہدایت پاؤ۔ ہم نے آیات

الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۹۷ وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ

کھول کر بیان کر دی ہیں۔ ان لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں۔ اور وہ ایسا ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا۔ سو ایک جگہ زیادہ رہنے کی ہے

وَمُسْتَوْدَعٌ ط قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ ۹۸ وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ

اور ایک جگہ تھوڑے سے وقت رہنے کی ہے، ہم نے ان لوگوں کے لیے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں جو سمجھتے ہیں جس نے آسمان سے

مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۚ فَآخَرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِجُ

پانی اتارا پھر ہم نے اس کے ذریعہ ہر قسم کی اگنے والی چیزیں نکالیں، پھر ہم نے نکالا اس سے سبزہ والی چیزوں کو۔ ہم نکالتے ہیں

مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٍ مِنْ

اس سے دانے جو ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے ہیں۔ اور کھجور کے درخت یعنی اس کے گہکوں سے خوشے نکالے جو جھکے ہوئے ہیں، اور انگوروں

أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ط أَنْظَرُوا إِلَى ثَمَرِهِ

کے باغ اور زیتون کے باغ نکالے اور انار جو آپس میں ملتے جلتے ہیں اور ایسے بھی ہیں جو ملتے جلتے نہیں ہیں۔ اسکے پھلوں کی طرف دیکھ لو

إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ ط إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۹۹

اور اس کے پکنے کی طرف۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائیں۔“

منکرین بعث کے لئے مشاہداتی دلائل:

آیت ۹۵: اِنَّ اللّٰهَ فَلَقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی نبات اور درخت یعنی اس نے سٹے سے دانے کو اور گٹھلی سے کھجور کو پھاڑ نکالا۔ اَلْفَلَقُ مجاہد کہتے ہیں اس سے وہ شگاف مراد ہے جو گٹھلی اور دانے میں پائے جاتے ہیں۔ یُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ بڑھنے والی تروتازہ نبات خشک دانے سے و مُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ خشک دانہ تروتازہ نبات میں سے یا انسان نطفہ سے اور نطفہ انسان سے۔ یا مؤمن سے کافر اور کافر سے مؤمن۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف اس مخلوق سے دلیل پیش کی جو ان کے مشاہدہ میں تھی۔ کیونکہ وہ بعث بعد الموت کے منکر تھے۔ پس ان کو بتلایا کہ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے ان اشیاء کو پیدا کیا پس وہ ان کو دوبارہ اٹھانے کی بھی طاقت رکھتے ہیں۔

نکتہ: البتہ یہاں مخرج ۱ لمیت لفظ اسم فاعل سے استعمال فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا عطف فالحب پر ہے۔ فعل پر نہیں ہے۔ اور اوپر یخرج الحیی من المیت میں مضارع کا استعمال اس لیے ہے کہ وہ جملہ مبینہ کے طور پر آ رہا ہے اور فالحب الحب والنوی ہی کی وضاحت ہے۔ کیونکہ حب اور نوی سے نباتات و اشجار نامیہ کا خروج زندہ کو مردہ سے نکالنے کی جنس سے ہے۔ کیونکہ نمو والی چیز بمنزلہ حیوان کے ہے اس کی دلیل اس ارشاد میں پائی جاتی ہے و یحیی الارض بعد موتها۔ ذَلِكُمُ اللّٰهُ یُمُوتُ اور زندگی بخشے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ربوبیت اسی کا حق ہے نہ کہ بتوں کا فانی تُوَفِّكُوْنَ تم کس طرح اس سے پھرے جارہے ہو۔ جو معاملہ ہم نے بیان کیا اس کے بعد بھی اس سے رخ پھیرنے والے ہو۔

مزید دلائل:

آیت ۹۶: فَالِقُ الْاُصْبَاحِ یہ مصدر ہے جس کا نام الصبح ہے۔ یعنی صبح کے ستون کورات کی سیاہی میں سے پھاڑ کر نکالنے والا ہے۔ وَجَعَلَ الْكُلَّ کَوْفٍ کی قراءت میں ہے کیونکہ اس سے قبل اسم فاعل المضحی کے معنی میں ہے جب فالق، فلق کے معنی میں ہے تو جعل کا اس پر عطف کر کے ظاہر کیا کہ ان میں معنوی موافقت ہے۔ سَكَنَّا اس میں سکون حاصل کریں جیسا کہ دوسری آیت میں ہے: لِتَسْكُنُوا فِيْهِ (یونس: ۶۷) تاکہ مخلوق کام کاج کی مشقت سے غفلت کی نیند کے ذریعہ سکون حاصل کرے۔

مزید دلائل سورج و چاند ذریعہ حساب:

دوسری تفسیر یہ ہے کہ مخلوق کی وحشت سے ہٹ کر حق کے ساتھ انس حاصل کرو۔ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ یہ دونوں جَعَلَ غفل کی وجہ سے منصوب اور اس پر دلیل جاعل اللیل ہے۔ حُسْبَانًا ان دونوں کو حساب کی علامت بنا دیا۔ کیونکہ اوقات کے دوران اور چلنے سے معلوم ہوتے ہیں۔ اور الحُسبان ضمہ کے ساتھ یہ حسب کا مصدر ہے جیسا کہ حُسبان کسرہ کے ساتھ حسب کا مصدر ہے۔ ذَلِكْ اِنْ كَا حُسْبَانٍ بنانا یعنی یہ چلانا ایک مقررہ حساب سے ہے۔ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ جس نے ان کو مغلوب کیا اور مسخر کیا۔ الْعَلِيمِ ان کی تدبیر اور تدویر جانتا ہے۔

رات کے اندھیرے اور سمندر کے اندھیروں میں ملا بست ہے:

آیت ۹۷: وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ ان کو پیدا کیا۔ لِيَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ یعنی خشکی و سمندر میں اور رات کے اندھیروں میں ظلمات کی اضافت بروبحر کی طرف ملا بست کی وجہ سے کی گئی ہے یا مشتبہ راستوں کو ظلمات سے تشبیہ دی قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ہم نے علم والوں کے لیے توحید پر دلالت کرنے والے دلائل واضح کر دیے۔ مستقر و مستودع کی تفسیر:

آیت ۹۸: وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَه آدم ہیں۔ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ۔ قراءت: مکی اور بصری نے مستقر کسرہ قاف سے پڑھا ہے جنہوں نے قاف کو فتح دیا تو ان کے ہاں وہ اسم مفعول و ظرف بن گیا۔ جیسا مستودع اسم مفعول و ظرف ہے جنہوں نے کسرہ دیا انہوں نے اسم فاعل بنایا اور مستودع کو اسم مفعول بنایا۔ یعنی تمہارا مستقر رحم مادر، مستودع صلب پدر یا مستقر زمین پر رہائش اور مستودع قبر یا بعض تم میں قرار پکڑنے والے ہیں اور بعض امانت رکھے جا چکے۔ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ پہلے یعملون اور یہاں یفقهون فرمایا کیونکہ وہاں دلالت بالکل ظاہر تھی اور یہاں دقیق ہے۔ کیونکہ انسانوں کا ایک جان سے پیدا کرنا اور مختلف حالات میں ان کا بدلنا یہ دقیق بات ہے پس سمجھ کا ذکر کرنا جو کہ دقت نظر پر دلالت کرتا ہے زیادہ مناسب ہے۔

آسمان سے پانی ایک ہی اُتار اور اس سے نباتات بے شمار اُگائیں:

آیت ۹۹: وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بَادِلُوه بادلوں سے بارش فَأَخْرَجْنَا بِهِ پانی کے ذریعہ نَبَاتٍ كُلِّ شَيْءٍ يَرْزُقُہ والی نبات میں سے ہر قسم کی۔ مراد سبب ہے اور وہ پانی ہے۔ جو کہ ایک ہے مگر اگنے والی اشیاء بے شمار قسم کی ہیں۔ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ نَبَاتَاتٍ سے خَضِرًا، تَرَوْنَہ سبزہ محاورہ میں اخضر اور خضر کہا جاتا ہے اور اصل میں اس کو کہتے ہیں جو دانے سے نکلنے والی نبات سے پھوٹ کر نکلے نُخْرَجُ مِنْهُ یعنی سبزے سے حَبًّا مُتَرَاكِبًا وہ سٹہ ہے جس کے دانے پے درپے جڑے ہوئے ہیں۔ وَمِنْ النَّخْلِ مَنْ طَلَعَهَا قِنْوَانٌ یہ مبتداء ہونے کی بناء پر مرفوع ہے اور و من النخل اس کی خبر مقدم ہے اور من طلعا اس کا بدل ہے عبارت اس طرح ہے و حاصلة من طلع النخل قنوان اور نکلنے والے ہیں کھجور کے گانھے سے خوشے یہ قنوان جمع قنو ہے جیسا صنوان جمع صنو۔ مراد گچھے ہیں۔ ذَانِيَةٌ پھل کے بوجھ کی وجہ سے چنے کیلئے جھکنے والے ہیں۔ یا پوری کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے قریب ہیں۔ اس میں اکتفاء ہے یعنی وہ طوالت کی وجہ سے جھکنے والے نہیں جیسا کہ اس ارشاد میں: سَرَابِيلٌ تَقِيكُمُ الْحَرَّ (النخل: ۸۱) وَجَنَّتٍ يه منسوب ہے نبات کل شئی پر عطف کی وجہ سے یعنی اخر جنا بہ جنات کہ ہم نے اسکے ذریعہ باغات پیدا کیے۔ مِّنْ أَعْنَابٍ یعنی کھجور کے ساتھ اور اسی طرح وَالزَّيْتُونُ وَالرُّمَّانُ اُشی نے جنات کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے یعنی وَثَمَّ جنات من اعناب یعنی مع النخل اس جگہ انگور کے باغات کھجور کے ساتھ ہیں۔ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ۔ محاورہ میں اشتبه الشیان وتشابها۔ جیسا کہ استویا و تساویلا۔ اور عام طور پر دونوں بہت باتوں میں شریک ہوتے ہیں۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ

اور ان لوگوں نے جنات اللہ کے شریک بنا رکھے ہیں حالانکہ اس نے انکو پیدا فرمایا ہے، اور اس کے لئے انہوں نے بیٹے اور بیٹیاں بغیر علم کے تراش رکھے ہیں،

سُبْحَنَهُ وَتَعَالٰی عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝۱۰۰ بِدِیْعِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۖ اِنِّیْ یَّکُوْنُ لَہٗ

وہ ان باتوں سے پاک ہے اور برتر ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں، وہ آسمانوں کا اور زمین کا بے مثال پیدا فرمانے والا ہے کہاں ہو سکتی ہے اس کی

وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَّہٗ صَاحِبَۃٌ ۖ وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ ۖ وَہُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝۱۰۱

اولاد حالانکہ اس کی بیوی نہیں ہے، اور اس نے پیدا فرمایا ہر چیز کو، اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے،

ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ ۚ لَا اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ ۚ فَاعْبُدُوْہُ ۚ وَہُوَ عَلٰی

یہ اللہ تمہارا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہر چیز کا پیدا فرمانے والا ہے پس اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا

کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ ۝۱۰۲ لَا تَدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ ۚ وَہُوَ یَدْرِکُ الْاَبْصَارَ ۚ وَہُوَ

نگہبان ہے نگاہیں اسے محیط نہیں ہو سکتیں اور وہ سب نگاہوں کو محیط ہے اور وہ

اللطیف الخبیر ۝۱۰۳

بڑا باریک بین خبردار ہے۔

والزیتون متشابہا وغیر متشابہ۔ اسی طرح انار بھی بعض متشابہ اور بعض غیر متشابہ ہیں۔ مقدار اور رنگت اور ذائقے میں۔ اَنْظُرُوْا اِلٰی ثَمْرِہٖ اِذَا اَثْمَرَتْ جب وہ اپنا پھل نکالتا ہے تو کس طرح کمزور نکالتا ہے کہ اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ ثَمْرہ۔ حمزہ اور علی نے پڑھا جمع ثمار اور یہ جمع الجمع ہے۔ ثمرہ و ثمر۔ ثمار و ثمر۔ وینعہ اور اس کے پکنے کو یعنی اس کے پکنے کی حالت کو دیکھو کس طرح بہت سے منافع کی جامع شئی بن کر آئی۔ عبرت کی نگاہ ڈالو اسکے بنانے والے کی قدرت اور تدبیر کرنے والے کی تدبیر اور ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل کرنے والے کی تقدیر پر اِنَّ فِیْ ذٰلِکُمْ لَا یَلِیْقَ لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۔

کفار کی حماقت کہ جنات کو اللہ جل شانہ کا شریک بنایا حالانکہ وہ شرکت سے منزہ ہے:

آیت ۱۰۰: وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ اِگر تم للہ شرکاء کو جعل کے دو مفعول قرار دو تو الجن شرکاء سے بدل ہے۔ ورنہ شرکاء الجن دونوں مفعول ہیں۔ دوسرے کو پہلے سے مقدم کیا اور تقدیم کا فائدہ یہ ہے۔ یہ بات بعید تر ہے کہ کسی فرشتہ یا جن یا کسی اور کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ انہوں نے جنات کی اتباع ان کاموں میں کی جن کو انہوں نے مزین کر کے ان کے سامنے پیش کیا۔ نتیجتاً ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا ڈالا۔ وَخَلَقَهُمْ حالانکہ اس نے جنات کو پیدا کیا۔ پس مخلوق اپنے خالق کی شریک

وسیم کیونکر ہو سکتی ہے۔ **مُخْجَوٍ**: یہ جملہ حالیہ ہے۔ ایک دوسری تفسیر۔ اس نے ان کو پیدا کیا جو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانے والے ہیں۔ پھر یہ کس طرح اوروں کی عبادت کرتے ہیں۔ **وَخَرَقُوا لَهُ** یعنی انہوں نے گھڑا کہا جاتا ہے۔ خلق الافک و خرقہ واختلقہ و اخترقہ تمام کا معنی ایک ہے۔ دوسری تفسیر یہ خرق الثوب سے ہے جبکہ اس کو پھاڑا جائے۔ یعنی انہوں نے نکالے اس کے لئے **بَنِيْنَ** جیسے اہل کتاب مسیح اور عزیر علیہما السلام کے متعلق مانتے ہیں۔ **وَبَنَاتٍ** جیسے بعض اہل عرب فرشتوں کے متعلق کہتے تھے۔ **قراءت:** وخرقوا تشدید کے ساتھ کثرت کا معنی پیدا کرتا ہے۔ مدنی نے اسی طرح پڑھا ہے۔ بنین اور بنات جمع کی وجہ سے کثرت کو ظاہر کرتے ہیں۔ **بَغِيْرٍ عَلِمَ** بغیر اس بات کے کہ وہ اس کی حقیقت کو جانیں۔ جو انہوں نے کہا غلط ہے یا درست ہے۔ لیکن جہالت سے انہوں نے ایک بات نکالی ہے۔ **مُخْجَوٍ**: یہ خرقوا کی ضمیر فاعلی سے حال ہے۔ یعنی وہ اس حال میں کہ اپنے مقولے سے ناواقف ہیں۔ **سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُصِفُوْنَ** یعنی شریک و اولاد۔

اجسام کو بلا نمونہ وجود دینے والا:

آیت ۱۰۱: **بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ** کہا جاتا ہے **بدع** الشیء **فہو بدیع**۔ یہ اضافت صفت مشبہ الی فاعلہا کی قسم سے ہے یعنی وہ اپنے آسمانوں و زمین کو نو ایجاد کرنے والا ہے دوسرا معنی **بدیع** بمعنی مبدع یعنی اس کا نو ایجاد کرنے والا ہے۔ **مُخْجَوٍ**: مبتداء محذوف کی خبر ہے یا مبتداء ہے اور اس کی خبر انی **یکون** لہ ولد ہے یا تعالیٰ کا فاعل ہے۔ **اَنِّیْ یَکُوْنُ لَهُ وَلَدٌ** یہ مبتداء کی خبر ہے۔ **وَلَمْ تَکُنْ لَهُ صَاحِبَةً** یعنی کہاں سے اس کے ہاں بیٹا ہوگا۔ ولد تو بیوی سے ہوتا ہے حالانکہ اس کی تو بیوی ہی نہیں۔ یعنی ولادت اجسام کی صفات سے ہے اور اجسام کو بلا نمونہ ایجاد کرنے والا جسم نہیں ہو سکتا کہ اس کا بیٹا ہو۔ **وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ وَهُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ** یعنی کوئی چیز ایسی نہیں مگر وہ اس کا خالق و عالم ہے اور جو ایسا ہو وہ ہر شی سے مستغنی ہے اور لڑکے کا طالب تو محتاج ہوتا ہے۔

ان جامع صفات والا ہی معبود ہے:

آیت ۱۰۲: **ذٰلِکُمْ یَا اِیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَآ قَبْلَ ذٰلِکُمْ** یہ اشارہ ماقبل مذکور کی طرف ہے۔ یہ مبتداء ہے اور اس کے مابعد اخبار مترادفہ ہیں۔ **اللّٰهُ رَبُّکُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ** اور **فَاعْبُدُوْهُ** یہ مضمون جملہ کا مسبب ہے۔ یعنی جس میں یہ تمام صفات جمع ہوں وہی عبادت کے لائق ہے۔ پس تم اس ہی کی عبادت کرو اور اس کے علاوہ اس کی بعض مخلوق کی عبادت مت کرو۔ **وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَکِیْلٌ** یعنی وہ ان تمام صفات کے ساتھ ساتھ اشیاء کے ارزاق، احوال کا مالک اور اعمال کا نگہبان ہے۔

معتزلہ کے بیجا استدلال اور اس کا جواب اور یہ کہ رویت برحق ہے:

آیت ۱۰۳: **لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ** آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں یا ان کی آنکھیں جن کا تذکرہ پہلے ہوا جنات و ملائکہ معتزلہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ دیدار محال ہے مگر ان کا یہ استدلال محض باطل ہے۔ کیونکہ نفی ادراک کی ہے رویت کی نہیں۔ ادراک کا معنی کسی چیز کی حقیقت پالینا۔ اور اس کو ہر طرف سے گھیر لینا۔ اور کامل طور پر کسی چیز کی تک پہنچ جانا۔ اور جس کی حدود و

جہات محال ہوں تو اس کا ادراک محال ہے نہ کہ رؤیت۔ پس ادراک رؤیت کے مقابلے میں اس طرح ہے جیسا احاطہ بمقابلہ علم پس رؤیت بھی اس طرح ہے۔ کیونکہ وہ بھی علم کا ایک حصہ ہے۔ اس طور پر کہ آیت کا مورد تو تدرج (تعریف چاہتا ہے) ہے جو ثبوت رؤیت کو لازم کر رہا ہے اس لیے کہ ایسی نفی ادراک جس سے رؤیت کا محال ہونا نکلے اس میں تدرج پایا ہی نہیں جاتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جو دیکھا نہیں جاسکتا اس کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ بلاشبہ نفی ادراک میں تدرج کے پانے کی صورت ثبوت رؤیت ہے رؤیت کے ثبوت کے ساتھ ادراک کی نفی تو ذات باری تعالیٰ سے متناہی و محدود ہونے کا نقص زائل کرتی ہے۔ پس اس لحاظ سے آیت ہماری دلیل بن گئی۔ جو معتزلہ کے خلاف ہے۔ اگر وہ گہری نگاہ ڈالتے تو اس ذمہ سے علیحدگی کو غنیمت شمار کرتے۔ جو آدمی رؤیت کی نفی کرتا ہے اس کو اس بات کی نفی کرنا پڑے گی کہ وہ معلوم و موجود ہے۔ ورنہ وہ جب موجود کو بلا کیفیت و جہت کے جانتا ہے ہر موجود کے برخلاف تو پھر یہ کیونکر درست نہیں کہ وہ ہر مرنی کے برخلاف ہر چیز کو بلا کیفیت و جہت کے دیکھے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رؤیت نام ہی اس بات کا ہے کہ آنکھ سے کسی چیز کا اسی طرح ثابت ہونا جس طرح وہ ہے پس اگر وہ شی جہت میں ہوگی تو وہ اس جہت میں دیکھے گا اگر وہ جہت نہ ہوگی تو وہ اس جہت میں نہیں دیکھے گا۔

حاصل کلام: یہ ہے کہ اگر رؤیت و ادراک کے معنی کو مان بھی لیں تب بھی نفس رؤیت کی صراحت ہے رؤیت کے محال ہونے کی صراحت نہیں۔ یعنی یہ مطلب نہیں کہ کوئی آنکھ اس کو دیکھ ہی نہیں سکتی۔

وَهُوَ لَطِيفٌ اِدْرَاكٌ سَيُذَرِّكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ یعنی دقیق امور کو جاننے والا اور ان کی مشکلات سے واقف ہے۔ الْخَبِيرُ وہ اشیاء کے ظواہر و بواطن سے واقف ہے۔ یہ لف و نشر مرتب کے قبیل سے ہے۔

قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ ۖ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۚ

”تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بصیرت والی چیزیں آچکی ہیں سو جو شخص دیکھے گا سو وہ اپنے ہی لیے، اور جو اندھا بنے گا اس کا وبال اسی کی جان پر ہوگا۔“

وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ ۖ ۝۱۰۴ وَكَذَلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ وَلِيَقُولُوا دَرَسْتَ

اور میں تم پر نگران نہیں ہوں اور ہم اسی طرح دلائل کو مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں اور تاکہ یہ لوگ یوں کہیں کہ آپ نے پڑھ لیا ہے

وَلِنُبَيِّنَهُ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝۱۰۵ اِتَّبِعْ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۚ لَا إِلَهَ

اور تاکہ ہم اسے ان لوگوں کے لیے بیان کریں جو جانتے ہیں، آپ اس کا اتباع کیجئے جس کی آپ کے رب کی طرف سے وحی کی گئی، کوئی معبود نہیں ہے

إِلَّا هُوَ ۚ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۝۱۰۶ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا ۚ وَمَا جَعَلْنَاكَ

مگر وہی، اور آپ مشرکین سے روگردانی کیجئے، اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ لوگ شرک نہ کرتے، اور ہم نے آپ کو ان پر

عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ۚ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ۝۱۰۷ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ

نگران نہیں بنایا اور آپ ان پر داروغہ نہیں ہیں۔“ اور ان کو برا مت کہو جنہیں یہ لوگ

مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ كَذَلِكَ زَيْنًا لِكُلِّ أُمَّةٍ

اللہ کے سوا پکارتے ہیں سو وہ اللہ کو برا کہیں گے براہِ جہالتِ حد سے گزر کر، ہم نے ایسے ہی مزین کر دیا ہر امت

عَمَلُهُمْ ۖ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۱۰۸

کے لیے ان کے عمل کو۔ پھر اپنے رب کی طرف ان کا لوٹنا ہے۔ سو وہ انہیں ان کاموں کو بتلا دے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔

بصائر سے بصیرت والے کو ہی فائدہ ہے:

آیت ۱۰۴: قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ بصیرت۔ دل کی وہ روشنی جس سے دل دیکھتا ہے۔ جس طرح بصر اس آنکھ کی روشنی کو کہتے ہیں جس سے آنکھ دیکھتی ہے۔ یعنی تمہارے پاس جو وحی و تشبیہ آتی ہے وہ دلوں کے لئے آنکھوں کی طرح ہے۔ فَمَنْ أَبْصَرَ جس نے حق کو دیکھا اور ایمان لایا۔ فَلِنَفْسِهِ اس نے دیکھا اور اس کا نفع بھی وہ اٹھائے گا۔ وَمَنْ عَمِيَ اس سے اور گمراہ ہوا۔ فَعَلَيْهَا اس کے اندھے پن کا وبال اس پر پڑے گا اور خود اسی کو اس کا ضرر پہنچے گا۔ وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ کہ میں تمہارے اعمال کی حفاظت کروں اور تمہیں اس پر بدلہ دوں۔ بلاشبہ میں تو ڈرانے والا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی تم پر نگہبان ہے۔

آیات سمجھانے کیلئے مختلف پہلوؤں سے لائے مگر یہ کہنے لگے کہ انکو اہل کتاب سے پڑھ کر بیان کر دیتا ہے:

آیت ۱۰۵: وَكَذَلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ - كَذَلِكَ میں کاف موضع نصب میں ہے کیونکہ یہ مصدر محذوف کی صفت ہے۔ یعنی ہم آیات کو بار بار بیان کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے تم پر پڑھی ہیں۔ وَلَيَقُولُوا اس کا جواب محذوف ہے یعنی وَلَيَقُولُوا دَرَسْتَ تاکہ وہ کہیں تو نے پڑھ لیا ہے۔ نصرف کا معنی درست۔ قراءت کتب اہل الکتاب تو نے اہل کتاب کی کتابوں کو پڑھ لیا ہے۔ قراءت: مکی اور ابو عمرو نے درست پڑھا ہے یعنی اہل کتاب سے پڑھ پڑھا لیا ہے۔ شامی نے دَرَسْتَ یعنی یہ آیت پہلے گزر چکی اور ہو چکی جیسا کہ انہوں نے کہا کہ یہ پہلے لوگوں کی قصے کہانیاں ہیں۔ وَلَنُبَيِّنَنَّ لَكَ قُرْآنَ - اگرچہ اس کا تذکرہ گزرا نہیں۔ کیونکہ وہ تو معلوم و معروف ہے یا آیات مراد ہیں کیونکہ وہ معنی قرآن ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ دوسری لام حقیقی ہے اور پہلی لام عاقبت و صیرورت کی ہے یعنی تاکہ ان کے معاملہ کا انجام یہاں تک پہنچے کہ وہ کہنے لگیں کہ تو نے پڑھ لیا ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہ اس آیت میں فالتقطه ال فرعون لیکون لہم عدواً و حزناً القصص - ۸۔ فرعونوں نے عداوت کی خاطر نہ اٹھایا۔ انہوں نے آنکھوں کی ٹھنڈک بنانے کے لئے اٹھایا تھا۔ لیکن ان کے معاملے کا انجام دشمنی تک پہنچا۔ پس اسی طرح آیات تو بار بار وضاحت کے لئے لائی گئیں اس بات کے کہنے کے لئے نہیں لوٹائی گئیں۔ کہ تو نے کسی سے پڑھ لیا ہے۔ لیکن تصریف آیات سے کفار یہی کہنے لگ گئے۔ جیسا کہ تین وضاحت حاصل ہو تو اس سے تشبیہ دی اور کہا وَلَيَقُولُوا جیسا کہ کہا جاتا ہے لنبینہ اور ہمارے نزدیک اس طرح نہیں جیسا پہچانا جا چکا ہے۔ لَقَوْمٌ يَعْلَمُونَ حق کو باطل سے۔

وحی پر چلتے رہیں:

آیت ۱۰۶: اَتَّبِعْ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ان کی خواہشات کی اتباع نہ کر۔ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ یہ جملہ معترضہ لا کر اتباع وحی کو واجب کر دیا۔ اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔ دوسری تفسیر من ربك سے حال مؤکد ہے۔ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ فی الحال یہاں تک کہ قتال کا حکم وارد ہو۔

اگر زبردستی ایمان دینا ہوتا تو یہ شرک نہ کرتے مگر.....:

آیت ۱۰۷: وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا ان کا ایمان یہاں مفعول محذوف ہے۔ مَا أَشْرَكُوا اس سے واضح کر دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر شرک نہیں کرتے۔ اگر اللہ ان میں ایمان اختیار کرنا جانتے تو ان کو ہدایت دیتے۔ لیکن ان کا شرک اختیار کرنا اس کو معلوم ہے پس ان کا شرک پھیل گیا۔ پس اس کی مشیت سے انہوں نے شرک کیا۔ وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ہم نے آپ کو ان پر ان کے اعمال کی نگرانی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا۔ کہ کل ان کے جرائم میں آپ کو پکڑا جائے۔ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ نہ ہی آپ ان پر مسلط ہیں۔

آیت ۱۰۸: مسلمان ان کے معبودوں کو گالیاں دیتے تھے پس اس سے ان کو روک دیا گیا۔ تاکہ ان کا گالی گلوچ اللہ تعالیٰ کو گالی دینے کا سبب نہ ہو۔

میرا علم ان کے بارے میں سبقت کر چکا کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔ اِنّہا یہ کسرہ کے ساتھ ہے مکی بھری اور ابو بکر نے پڑھا اس طور پر کہ کلام اس سے پہلے تمام ہو چکا یعنی و ما یشعر کم مایکون منہم۔ تمہیں کیا معلوم کہ ان سے کیا ہوگا۔ پھر اپنے علم سے ان کے بارے میں خبر دی پس فرمایا جب وہ نشانی آجائے گی تو وہ بالکل ایمان نہیں لائیں گے۔ بعض نے فتح والی قراءت میں لا کا اضافہ کیا جیسا اس ارشاد میں ہے: وَحَرَمٌ عَلَى قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ (الانبیاء: ۹۵) لَا تُؤْمِنُونَ شَامِی اور حمزہ نے پڑھا ہے۔

یہ قبولِ حق سے عاری ہیں:

آیت ۱۱۰: وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ قَبُولِ حَقٍّ مِنْهُمْ قَبُولِ حَقٍّ وَابْصَارَهُمْ حَقٍّ دیکھنے سے اس نشانی کے اترنے کے وقت جس کو وہ تجویز کر رہے ہیں۔ پس وہ اس پر ایمان نہ لائیں گے۔ کہا گیا کہ اس کا عطف لا یؤمنون اور و ما یشعر کم پر کر کے حکم میں داخل ہے یعنی اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔ اور تمہیں کیا معلوم کہ ہم ان کے دل اور آنکھیں پلٹ دیں گے۔ پس وہ نہ سمجھیں گے اور نہ ہی حق کو دیکھیں گے۔ کَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ جیسا کہ وہ ہماری آیات اترنے کے وقت اولاً ایمان نہ لائے تھے۔ وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ کہا گیا تمہیں کیا معلوم کہ ہم ان کو ان کی سرکشی میں چھوڑ دیں گے۔ وہ حیران و ششدر رہ جائیں گے۔

وَلَوْ اَنَّآ نَزَّلْنَا اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰی وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَیْءٍ

”اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اتار دیں اور ان سے مردے بات کر لیں اور ہم جمع کر دیں ان پر ہر چیز ان کے

قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

آمنے سامنے تب بھی وہ ایسے نہیں ہیں کہ ایمان لے آئیں مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ اور لیکن ان میں اکثر وہ ہیں جو جہالت کی باتیں کرتے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیْطٰنِ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یُوْحٰی بَعْضُهُمْ

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے دشمن مقرر کر دیئے ہیں جو شیاطین ہیں انسانوں میں سے اور جنات میں سے ان میں بعض بعض کو

اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۚ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرُهُمْ

ایسی باتوں کا دوسرہ ڈالتے ہیں جو بظاہر اچھی لگتی ہیں وہ یہ کام دھوکہ دینے کے لئے کرتے ہیں۔ اور اگر تیرا رب چاہے تو یہ لوگ یہ کام نہ کریں، سو چھوڑ دیجئے ان کو

وَمَا یَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلِتَصْغٰی اِلَیْهِ اَفِیْدَةُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلَیْرِضُوْهُ

اور ان باتوں کو جو وہ جھوٹ بناتے ہیں۔ اور تاکہ اس کی طرف ان لوگوں کے دل مائل ہو جائیں جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔ اور تاکہ وہ اسے پسند کریں،

وَلِیَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

اور تاکہ وہ مرتکب ہو جائیں ان کاموں کے جن کا وہ ارتکاب کرتے ہیں۔“

ایمان والوں کے شاید کے جواب:

آیت ۱۱۱: وَلَوْ اَنَّآ نَزَّلْنَا اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ۔ جیسا کہ وہ مطالبہ کرتے ہیں۔ لَوْ لَا اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ۔ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰی جیسا کہ وہ کہتے ہیں فاتوا بابائنا۔ وَحَشَرْنَا عَلَیْهِمْ ہم جمع کر دیں۔ كُلَّ شَیْءٍ قُبُلًا جو ہم نے ان کو بشارت دی اس کی ذمہ دار اور جس سے ڈرایا اس کی کفیل۔ قُبُلًا جمع قبیل بمعنی کفیل۔ قراءت: قبلہ مصدر شامی اور مدنی نے پڑھا۔ اس کا معنی سامنے دونوں صورتوں میں حال کی وجہ سے منصوب ہے۔ مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ۔ ان کا ایمان پس وہ ایمان لائیں یہ ایمان والوں کی بات کا جواب ہے جو کہتے تھے کہ شاید وہ اس نشانی کے آنے پر اسلام قبول کر لیں۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ یَجْهَلُوْنَ یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے جب ان کو مطلوبہ نشانی بھی مل جائے۔

وہ شیاطین کو روک سکتا ہے مگر یہ آزمائش ہے:

آیت ۱۱۲: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا جس طرح مشرکین تمہارے دشمن بنے ہیں اسی طرح پہلے انبیاء علیہم السلام کے بھی دشمن

بنے ہوئے تھے۔ اس لئے کہ اس میں آزمائش ہے جس کی وجہ سے ثبات واستقلال اور صبر و آخرت کا ثواب و اجر ظاہر ہوتا ہے۔
 شَیْطٰنِ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ - **مَخْجُوْرٌ**: یہ عدو اسے بدل ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ یا یہ مفعول اول ہے اور عدو مفعول ثانی ہے۔ یُوْحٰی بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ شَیْطٰنِ جِنِّ، شَیْطٰنِ اِنْسِ کے دلوں میں وسوسہ پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح جنات ایک دوسرے کے دلوں میں وسوسہ اندازی کرتے ہیں مالک بن دینار فرماتے ہیں انسانی شیطان مجھ پر جنی شیطان کی نسبت زیادہ بھاری ہے کیونکہ تعوذ سے جنی شیطان فرار اختیار کرتا ہے اور انسانی شیطان میرے پاس آ کر مجھے سرعام گناہوں کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قِرْنَاءُ السُّوءِ شَرٌّ مِنْ شَیْطٰنِ الْجِنِّ کہ برے ساتھی شیطین جن سے بدتر ہیں۔ (ابن کثیر بنحوہ) زُخْرُفُ الْقَوْلِ مَزِیْنٌ شَدِیْدٌ بَاتٌ - وسوسہ اور گناہ پر ابھارنا۔ غُرُوْرًا دھوکہ فریب۔ یہ مفعول لہ ہے۔ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ یعنی اشارہ کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ شیطین کو وسوسہ سے روکنا چاہتا تو روک سکتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے امتحان لیا جو ثواب کے لحاظ سے کثیر اور عظیم تر ہے۔ فَذَرُوْهُمْ وَمَا یَفْتَرُوْنَ آپ پر اور اللہ تعالیٰ پر پس اللہ تعالیٰ ان کو رسوا فرمائیں گے۔ اور تمہیں بدلہ دیں گے اور نصرت فرمائیں گے۔

وسوسہ اندازی کے نتیجہ میں کافر ادھر جھکیں:

آیت ۱۱۳: وَلَتَصْغٰی اِلَیْهِ اَفْئِدَةُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ تاکہ ملمع سازی والی بات کی طرف کفار کے دل مائل ہوں۔ اس کا عطف غُرُوْرًا پر ہے۔ یعنی تاکہ وہ دھوکہ میں مبتلاء ہوں اور اس کی طرف مائل ہوں۔ وَلَیْرُضُوْهُ تاکہ وہ اسے اپنے نفسوں کے لئے پسند کریں۔ وَلَیَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ یعنی گناہ۔

اَفْغِيْرَ اللّٰهَ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَهُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ اِلَيْكُمْ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا وَالَّذِيْنَ

”تو کیا اللہ کے سوا کسی دوسرے فیصلہ کرنے والوں کو تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہاری طرف مفصل کتاب نازل فرمائی ہے، اور جن لوگوں کو

اَتَيْنَهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ مُنْزَلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ

ہم نے کتاب دی وہ جانتے ہیں کہ بلاشبہ آپ کے رب کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔ سو آپ شک کرنے والوں میں سے

الْمُمْتَرِيْنَ ۝۱۱۴ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدًا ۚ لَا مُبَدِّلَ

نہ ہو جائیں اور آپ کے رب کے کلمات سچائی اور عدل کے اعتبار سے پورے ہو گئے اس کے کلمات کو کوئی بدلنے

لِكَلِمَتِهِ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيْمُ ۝۱۱۵ وَاِنْ تُطِيعْ اَكْثَرُ مَنْ فِي الْاَرْضِ

والا نہیں، اور وہ سننے والے والا ہے۔ اور اگر آپ بات مان لیں ان میں سے اکثر لوگوں کی جو زمین میں ہیں

يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ اِنْ يَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا

تو آپ کو اللہ کی راہ سے بہکا دیں گے۔ وہ نہیں اتباع کرتے مگر گمان کا اور وہ صرف اٹکل پچو باتیں

يَخْرُصُوْنَ ۝۱۱۶ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهِ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ

کرتے ہیں۔ بے شک آپ کا رب اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکتا ہے اور اللہ ہدایت پر چلنے والوں کو

بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝۱۱۷

خوب جانتا ہے۔“

قرآن کی حقانیت کے لئے اللہ کا فیصلہ کافی ہے:

آیت ۱۱۴: اَفْغِيْرَ اللّٰهَ اَبْتَغِيْ حَكَمًا یعنی کہہ دیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی حکم و فیصلہ تلاش کروں جو میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے۔ اور حق پرست اور باطل پرست کو الگ کر دے۔ وَهُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ اِلَيْكُمْ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا یہ کتاب سے حال ہے اس میں حق و باطل کا الگ الگ امتیاز کیا گیا۔ اور میری صداقت کی گواہی دی گئی اور تمہارے متعلق افتراء کی گواہی موجود ہے۔ پھر اس کی مزید تاکید اس طرح کی کہ قرآن کی حقانیت کا علم تو اہل کتاب کو بھی ہے کیونکہ قرآن تورات و انجیل کی تصدیق کر رہا ہے۔ اور بنیادی مضامین میں ان کے موافق ہے۔ (پس قرآن کی سچائی واضح ہو گئی) وَالَّذِيْنَ اَتَيْنَهُمُ الْكِتٰبَ یعنی عبد اللہ بن سلامؓ اور ان کے ساتھی يَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ مُنْزَلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ (بتشہید الزاء)

شامی اور حفص نے پڑھا۔ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ اے سامع اس کے متعلق شک کرنے والوں میں دوسری تفسیر یہ کہ تم ہرگز اس میں شک نہ کرو۔ کہ اہل کتاب جانتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتارا ہوا برحق کلام ہے۔ ان کی اکثریت اگر انکار کرتی ہے تو ان کے انکار کی وجہ سے تم شک میں نہ پڑو۔

قرآن صدق وعدل میں کامل ہے:

آیت ۱۱۵: وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ جِوَاہِ قِرَاءَتِ: حجازی شامی اور ابو عمرو نے کلمات ربك پڑھا ہے۔ کامل ہے جو اس نے خبر دی اور امر ونہی میں سے جو احکام جاری فرمائے اور جو وعدہ اور وعید دی صِدْقًا سچائی کے اعتبار سے وعدہ اور وعید میں۔ وَعَدْلًا عدل پر مبنی ہے اس کا امر ونہی۔ **مَخْمُومٌ**: یہ دونوں تمیز کی وجہ سے منصوب ہیں۔ یا حال کی بناء پر لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَتِهِ کوئی ایسا نہیں جو ان میں سے کسی چیز کو ذرہ بھر بدل سکے۔ وَهُوَ السَّمِيعُ ان کے اقرار کو جو اقرار کریں۔ الْعَلِيمُ ان کے اصرار کو جو اصرار کرتے رہیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے ان کے اقوال کو سننے والا اور ان کے ضمائر مخفیہ کو جاننے والا۔

کفار گمان کے پیرو ہیں:

آیت ۱۱۶: وَإِنْ تُطِيعْ أَكْثَرُ مَنْ فِي الْأَرْضِ یعنی کفار کو کیونکہ وہ زیادہ ہیں۔ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ اس کے دین سے اِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ انکا یہ گمان کہ ان کے آباء حق پر تھے سو یہ ان کی تقلید کرتے ہیں۔ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ وہ جھوٹ بولتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر فلاں چیز حلال اور فلاں چیز حرام کی۔

اللہ سچے مومن اور کافر کو جانتا ہے:

آیت ۱۱۷: إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ یعنی وہ کفار اور مومنین کو جانتا ہے۔ **مَخْمُومٌ**: مَنْ یہ ابتداء مرفوع ہے لفظاً استفہام ہے اور اس کی خبر یضل ہے۔ اور جملہ يعلم مقدر کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔ اعلم مقدر نہیں۔ کیونکہ افعّل کا صیغہ ظاہر منصوب اسم کو نصب نہیں دیتا مجرور کر دیتا ہے ایک دوسرا قول یہ ہے کہ تقدیر اعلم بمن یضل وہ گمراہوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ بآء اس کے بعد لایا گیا ہے بالمہتدین۔

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِّرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۱۸﴾ وَمَا

سو اس میں سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہو اگر تم اس کی آیات پر ایمان لائے ہو، اور تمہارے لیے

لَكُمْ اَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِّرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ

اس کا کیا باعث ہو سکتا ہے کہ اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا حالانکہ اس نے تمہیں تفصیل سے بتا دیا ہے جو تم پر حرام کیا

عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ۚ وَاِنَّ كَثِيْرًا لِّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَاءِهِمْ

گیا۔ مگر اس صورت میں کہ تمہیں سخت مجبوری ہو۔ بلاشبہ بہت سے لوگ اپنی خواہشوں کے ذریعہ بغیر علم کے

بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَذَرُوْا ظَاهِرَ

گمراہ کرتے ہیں، بے شک تیرا رب خوب جانتا ہے حد سے آگے بڑھنے والوں کو، اور چھوڑ دو ظاہری

الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ۚ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا

گناہ اور باطنی گناہ، بے شک جو لوگ گناہ کرتے ہیں عنقریب انہیں ان کے اعمال کا بدلہ

يَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يَذْكُرْ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِْسُقٌ ۚ

دیا جائے گا۔ اور مت کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام ذکر نہیں کیا گیا۔ اور بے شک وہ گناہ ہے

وَإِنَّ الشَّيْطٰنَ لِيُوْحُوْنَ اِلَىٰ اَوْلِيَآئِهِمْ لِيَجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمْوْهُمْ

اور بلاشبہ شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں ہوس ڈالتے ہیں تاکہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم نے ان کا کہا مانا

اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

تو بے شک تم مشرک ہو جاؤ گے۔

حلت تو حکم خدا اور نام خدا میں ہے:

آیت ۱۱۸: فَكُلُوا مِمَّا ذُكِّرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ اس آیت میں ان گمراہ لوگوں کی اتباع کے انکار کا سبب ذکر کیا گیا۔ جو خود حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو کہا کرتے تھے اے مسلمانو تم زعم رکھتے ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو۔ حالانکہ جس کو اللہ تعالیٰ مارے وہ اس کی بنسبت زیادہ حق دار ہے جس کو تم مارو۔ پس

اس آیت میں مسلمانوں کو کہا گیا اگر تم سچا ایمان رکھتے ہو تو جس پر اللہ تعالیٰ کا نام بوقت ذبح لیا گیا اس کو کھاؤ۔ اور جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہے اس کو مت کھاؤ۔ یا اپنی موت مرے ہوئے جانور کو مت کھاؤ۔

جو خواہشات سے حلال و حرام کرتے ہیں شریعت کا اس سے کوئی تعلق نہیں:

آیت ۱۱۹: وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا اِس میں ما مبتداء اور لکم اس کی خبر ہے یعنی نہ کھانے میں تمہاری کیا غرض ہے۔ مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ اِس نے تمہیں بیان کر دیا۔ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِس سے جو اس نے حرام نہیں کیا۔ اپنے اس ارشاد سے حرمت علیکم المیتة (المائدہ ۳)

قراءت: کوئی قراء حفص کے علاوہ فُصِّلَ حُرْمَ پڑھتے ہیں۔ مدنی اور حفص نے دونوں کا فتح پڑھا ہے۔ اور دیگر قراء نے ضمہ پڑھا ہے۔ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ اِس میں سے جو تم پر حرام کیا گیا۔ وہ ضرورت کے وقت تم پر حلال ہے جبکہ سخت بھوک میں کھانے کی ضرورت پڑ جائے۔ وَاِنَّ كَثِيْرًا لِّيَضْلُوْنَ۔ قراءت: کوئی قراء نے يَضْلُوْنَ پڑھا۔ بِاَهْوَاٰهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ یعنی گمراہ ہوتے ہیں پس اپنی خواہشات شہوات سے حرام کرتے ہیں اور حلال کرتے ہیں۔ شریعت کا اس میں کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ جو حق سے باطل کی طرف تجاوز کرنے والے ہیں۔

علانیہ و پوشیدہ ہر گناہ چھوڑ دو:

آیت ۱۲۰: وَذَرُوْا ظَاہِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَہٗ جو علانیہ اور پوشیدہ ہیں دوسری تفسیر دوکانوں میں زنا اور خفیہ سہیلیاں تیسری تفسیر شرک جلی و خفی۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ یوم قیامت میں بِمَا كَانُوْا یَقْتَرِفُوْنَ جو دنیا میں کماتے ہیں۔

حرمت متروک التسمیہ عمدًا:

آیت ۱۲۱: وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْکَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْہِ ذَبْحَ کے وقت۔ وَاِنَّہٗ اور اس کا کھانا لَفْسُقٌ وَاِنَّ الشَّیْطٰنَ لَیُّوْحُوْنَ وہ وسوسہ ڈالتے ہیں۔ اِلٰی اَوْلٰیہِہُمْ یعنی مشرکین۔ لِّیُجَادِلُوْکُمْ اپنے قول سے۔ نہ کھاؤ اس کو جس کو اللہ نے ہلاک کیا ہو۔ اور اس کو کھاؤ جس کو اپنے ہاتھوں سے تم ذبح کرتے ہو یہ آیت متروک تسمیہ کی حرمت کو ثابت کرتی ہے۔ البتہ نسیان والی حالت حدیث کی وجہ سے اس میں خاص کر لی گئی ہے یا بھولنے والے کو تقدیراً ذکر کہہ کر حکم بیان کیا گیا۔ وَاِنْ اَطَعْتُمْوْہُمْ اِنْ کُوْا حَلٰلٌ کَرْنِے میں جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ اِنَّکُمْ لَمُشْرِکُوْنَ۔ کیونکہ جس نے غیر اللہ کی پیروی اللہ تعالیٰ کے دین کے مقابلے میں کی گویا اس نے شرک کیا۔ دین دار کا حق یہ ہے کہ جس پر بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کو نہ کھائے۔ اس لئے کہ آیت میں انتہائی شدت سے یہ حکم بیان کیا گیا ہے۔ آیت کی ابتداء میتہ اور جس پر غیر اللہ کا نام لیا ہو جیسا فرمایا: اَوْ فِسْقًا اٰہْلًا لِغَیْرِ اللّٰهِ بہ (الانعام: ۱۳۵) وَاَوْ، و انہ لفسق میں حال کے لئے ہے۔ کیونکہ جملہ اسمیہ کا جملہ فعلیہ پر عطف مستحسن نہیں ہے پس تقدیر عبارت یہ ہے وَلَا تَاْكُلُوْا مِنْہٗ حَالٌ کُوْنِہٖ فِسْقًا اور تم اس سے مت کھاؤ اس حال میں کہ وہ فسق ہے۔ لفسق کا لفظ مجمل ہے۔ پس اس ارشاد سے وضاحت فرمائی: اَوْ فِسْقًا اٰہْلًا لِغَیْرِ اللّٰهِ بہ (الانعام: ۱۳۵) اب تقدیر عبارت اس طرح ہوگئی۔

اَوْ مَنْ كَانَ مَيِّتًا فَاحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَاهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ

”جو شخص مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کر دیا اور اس کے لیے ایسا نور مقرر کر دیا جس کے ذریعہ وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے کیا یہ اس شخص کی

مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۚ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِيْنَ مَا كَانُوْا

طرح ہو سکتا ہے جس کا حال یہ ہے کہ وہ اندھیروں میں ہے ان سے نکلنے والا نہیں۔ کافر جو عمل کرتے ہیں وہ ان کے لیے اسی طرح

يَعْمَلُوْنَ ۝۳۳ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكْبَرُ مَجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ۚ

مزین کر دیئے گئے، اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں وہاں کے بڑوں کو مجرم بنا دیا۔ تاکہ وہ اس میں مکر کریں

وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝۳۴

اور وہ صرف اپنی ہی جانوں کے ساتھ مکر کرتے ہیں اور شعور نہیں رکھتے۔“

ولا تاكلوا منه حال كونه مهلاً لغير الله به نه كھا و اس سے اس حال میں کہ اس پر غیر اللہ کا نام بلند کیا گیا ہو۔ پس اس کے علاوہ عمومی آیات سے حلال قرار پائیں گے۔ ان میں سے ایک ارشاد یہ ہے قل لا اجد (الایة الانعام ۱۴۵) پس ظاہری لفظ سے عدول ہوا۔

مؤمن تو نور ایمان و حکمت سے پُر اور کافر اندھیروں میں ڈوبا ہوا ہے:

آیت ۱۲۲: اَوْ مَنْ كَانَ مَيِّتًا فَاحْيَيْنَاهُ کافر تھا ہم نے اس کو ہدایت دی کیونکہ ایمان دلوں کی زندگی ہے۔ مَيِّتًا مدنی نے پڑھا۔ وَجَعَلْنَاهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ وہ اس سے روشنی حاصل کرنے والا ہے۔ اس سے مراد یقین ہے۔ یعنی اس کی حالت فِي الظُّلُمَاتِ ان میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا ہے۔ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا۔ ان سے جدا ہونے والا نہ ہو اور نہ چھوٹنے والا ہو۔ **مَخْرُجًا**: یہ حال ہے بعض نے کہا۔ اس سے مراد حمزہ اور ابو جہل ہیں۔ مگر صحیح تر بات یہ ہے کہ آیت ہر اس شخص کے لئے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہو اور ہر ایسے شخص کے لئے ہے جس کے حصہ میں گمراہی آئی ہو۔ عام اور شامل ہے پس اس سے واضح کر دیا ہدایت یافتہ کی مثال اس مردہ کی ہے جو زندہ کر دیا جائے اور روشن ہو کر لوگوں میں اپنے نور حکمت و ایمان سے چل پھر رہا ہو۔ اور کافر کی مثال اس شخص جیسی ہے جو ایسے اندھیروں میں پھنس چکا جن سے چھٹکارا میسر نہ ہو۔ كَذٰلِكَ یعنی جس طرح مؤمن کے لئے اس کا ایمان مزین کیا گیا زَيْنَ لِلْكَافِرِيْنَ اللہ تعالیٰ کی تربیت سے جیسا کہ دوسرے ارشاد میں ہے زِينَا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ (النمل ۴) مَا كَانُوا يَعْمَلُوْنَ یعنی ان کے اعمال

اقتدار و مالی وسعت والے زیادہ کفر کرتے ہیں:

آیت ۱۲۳: وَكَذٰلِكَ یعنی جیسا ہم نے سرداران مکہ کے سلسلہ میں کہا کہ وہ اس میں تدابیر کر لیں۔ جَعَلْنَاهُ ہم نے بنا دیا۔ فِیْ

وَإِذَا جَاءَتْهُمْ آيَةٌ قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّى نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ ۗ

”اور جب ان کے پاس کوئی آیت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ ہم کو ایسی چیز نہ دی جائے جیسی کہ اللہ کے رسولوں کو دی گئی،

اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ۗ سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللَّهِ

اللہ جانتا ہے جہاں اپنے پیغام کو بھیجے۔ عنقریب ان لوگوں کو اللہ کے یہاں ذلت اور سخت

وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ ﴿١٤﴾ فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ

عذاب پہنچے گا اس وجہ سے کہ وہ مکر کرتے تھے۔“ ”سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینے کا ارادہ فرمائے

يُشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ ۖ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا

اس کے سینہ کو ہدایت کے لیے کھول دیتا ہے اور جس کے بارے میں یہ ارادہ فرمائے کہ اسکو گمراہ فرمائے اس کے سینہ کو تنگ

كَانَمَا يَصْعَدُ فِي السَّمَاءِ ۚ كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٥﴾

کر دیتا ہے۔ گویا کہ وہ بڑی تکلیف کے ساتھ آسمان میں چڑھ رہا ہے ایسے ہی ان لوگوں پر اللہ عذاب بھیج دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔“

كُلِّ قَرْيَةٍ أَكْبَرُ مُجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا فِيهَا ۖ تَاكُوهَ اس میں لوگوں پر زبردستی کریں اور معاصی پھیلائیں۔ اہلسنت کے ہاں یہ لام اپنے ظاہری معنی پر ہے۔ لام عاقبت نہیں۔ اکابر کو خاص کیا گیا مراد اس سے رؤساء ہیں۔ کیونکہ جن کے پاس اقتدار اور وسعت مالی ہوتی ہے وہ دوسروں کی نسبت زیادہ کفر و مکر کی دعوت دینے والا ہوتا ہے۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ (الشوریٰ ۲۷) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی اور ان سے نصرت کا وعدہ فرمایا۔ وَمَا يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنْفُسِهِمْ کیونکہ ان کا مکر انہی پر الٹ دیا جائے گا۔ وَمَا يَشْعُرُونَ کہ وہ ان کا مکر ان پر واپس کرنے والا ہے۔

مَجْمُوعٌ: یہ مفعول اول ہے اور فی کل قریۃ دوسرا مفعول ہے اور مجرمیہا یہ اکبر سے بدل ہے یا اول مفعول مجرمیہا مفعول دوم اکبر تقدیر عبارت اس طرح ہے مجرمیہا اکبر۔

شأن نزول: آیت ۱۲۴: جب ابو جہل نے یہ بات کہی کہ ہم نے بنو عبد مناف کے ساتھ شرف و مرتبہ میں مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ ہم گھوڑ دوڑ کے دو گھوڑوں کی طرح بن گئے۔ اب انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ ہم میں ایک پیغمبر ہے جس کی طرف وحی کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کی قسم ہم اس وقت تک راضی نہ ہونگے اور نہ مانیں گے جب تک ہمارے پاس بھی اس طرح وحی آجائے جس طرح ان پر اترتی ہے۔ تو یہ آیت اتری۔ وَإِذَا جَاءَتْهُمْ لَعْنَةُ اللَّهِ مَجْزُوءَ الْقُرْآنِ مجید کی آیت جس میں ان کو ایمان کا حکم دیا گیا۔

احتجاج کفار کہ ہمیں بھی نبوت ملنی چاہئے:

قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّى نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ وَهُنَّ نِشَانِیَاں دی جائیں۔ جو انبیاء کو دی گئیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جتنا دیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو خوب جانتے ہیں۔ جو نبوت کے لائق ہیں۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهُ مکی اور حفص نے اسی طرح پڑھا اور دیگر قراء نے رسالاتہ پڑھا ہے۔ **نَحْوُ**: حیت مفعول بہ اور عامل محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے یعلم موضع رسالتہ وہ اپنے پیام کی جگہ جانتا ہے۔ سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا ان کے اکابر میں سے صَغَارٌ ذلت و رسوائی عِنْدَ اللَّهِ قیامت کے دن وَعَذَابٌ شَدِيدٌ دونوں جہانوں میں جیسے قتل و قید عذاب نَارِیْمَا گانوا یَمْکُرُونَ دنیا میں۔

ہر دل نورِ ایمان و نبوت کے قابل نہیں:

آیت ۱۲۵: فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ اس کو وسعت دیتا ہے اور اس کے دل کو منور کر دیتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا دخل النور فی القلب انشرح وانفتح (جب نور ایمان دل میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ کھل جاتا ہے) آپ سے عرض کی گئی قیل ما علامته ذلك؟ اس کی علامت کیا ہے قال الا نابة الى دار الخلود والتجافی عن دار الغرور والا استعداد للموت قبل نزول الموت۔ کہ ہمیشگی کے گھر کی طرف رجوع اور دھوکہ کے گھر سے لاتعلقی اور موت کی آمد سے قبل اس کی تیاری (ابن جریر ج: ۸) بیہقی فی شعب الایمان عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ (وَمَنْ يُرِدْ لِّعَنِ اللَّهِ تَعَالَىٰ أَنْ يُضِلَّهُ يَغْلُصْ صَدْرَهُ ضِيقًا۔

قراءت و نحو:

مکی نے ضیقاً اور حرجاً کو حرجاً ضیقاً کی صفت قرار دیکر مدنی و ابوبکر نے پڑھا معنی انتہائی تنگ۔ دوسرے قراء نے حَرَجًا پڑھا مصدر کی صفت قرار دیا۔ کَانَمَا يَصْعَدُ فِي السَّمَاءِ گویا اس کو آسمان میں چڑھنے کی تکلیف دی گئی ہے جبکہ اس کو اسلام کی دعوت دی ہے یہ ضیق صدرہ عنہ سے لیا گیا ہے تنگ آ جانا۔ دوسری تفسیر ضاقت علیہ الارض اس پر زمین تنگ ہو گئی۔ پس اس نے آسمان کی طرف چڑھنے والی سیڑھی منگوائی۔ تیسری تفسیر بے رائے آدمی کی طرح اور ہوا میں اس کا دل اڑنے والا پرندہ ہے۔ قراءت: مکی نے یصاعد پڑھا اس کا اصل یتصاعد ہے۔ باقی قراء نے یصعد پڑھا۔ اور اس کا اصل یتصعد ہے۔ كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرَّجْسَ عذاب آخرت اور دنیا میں لعنت۔ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ یہ آیت معزلہ کے خلاف ہماری دلیل ہے۔ ارادہ معاصی کے سلسلہ میں۔

وَهَذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا ۖ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَذْكُرُونَ ﴿۱۲۶﴾

”اور یہ آپ کے رب کا سیدھا راستہ ہے، بے شک ہم نے واضح طور پر ان لوگوں کے لیے آیات بیان کر دی ہیں جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔“

لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۲۷﴾ وَيَوْمَ

ان کے لیے سلامتی کا گھر ہے ان کے رب کے پاس، اور وہ جو اعمال کرتے ہیں ان کے سبب اللہ ان کا مددگار ہے، اور جس دن

يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ۚ يَمْعَشِرَ الْجِنَّ قَدْ اسْتَكْثَرْتُمْ مِنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ

ان سب کو جمع کرے گا۔ اے جنات کی جماعت تم نے انسانوں میں سے کثیر تعداد کو اپنا تابع کر لیا۔ اور انسانوں میں

اُولَئِيْهِمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَّغْنَا آجَلَنَا الَّذِي

جو ان کے دوست تھے وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہم میں بعض نے بعض سے نفع حاصل کیا۔ اور ہم پہنچ گئے اس مقررہ میعاد کو

اَجَلَتْ لَنَا ۚ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ ۚ

جو آپ نے ہمارے لیے مقرر فرمائی۔ فرمانِ خداوندی ہوگا کہ دوزخ تمہارا ٹھکانہ ہے۔ اس میں ہمیشہ رہو گے۔ سوائے اس کے جسے اللہ چاہے،

اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا

بے شک تیرا رب حکمت والا ہے علم والا ہے۔ اور اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض کا ولی بناتے ہیں بہ سبب ان کے

كَانُوا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾

اعمال کے جو وہ کرتے ہیں۔

یہ سیدھی راہ ہے، شرح صدر والا اس کو قبول کرتا ہے:

آیت ۱۲۶: وَهَذَا صِرَاطُ رَبِّكَ یعنی وہ طریقہ جس کا حکمت تقاضا کرتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے لئے شرح صدر فرما دیتے ہیں جس کی وہ ہدایت کا ارادہ فرمائیں اور جس کی گمراہی کا ارادہ کریں اس کے لئے تنگ کر دیتا ہے۔ مُسْتَقِيمًا عدل والا، چلتا ہوا راہ یہ حال مؤکد ہے۔ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَذْكُرُونَ نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

ایسے لوگ دارالاسلام کے حقدار ہیں:

آیت ۱۲۷: لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ اللہ کا گھر ہے یعنی جنت اپنی ذات کی طرف اضافت اس کی عظمت بتانے کے لئے ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے ہر آفت اور گد لے پن سے محفوظ۔ تیسری تفسیر۔ سلامتی والا گھر۔

اس کا نام دارالسلام اس ارشاد کی وجہ سے ہے: وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ (یونس) اَلَا قَلِيلًا سَلَمًا سَلَمًا (الواقعة ۲۴) عِنْدَ رَبِّهِمْ اس کی ضمان میں۔ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ ان کے محبت یا دشمنوں کے خلاف مددگار۔ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ان کے اعمال کے بدلے۔ دوسری تفسیر ان کے اعمال کی جزاء کا متولی ہے۔ قول دیگر وہ دنیا میں ہمارا ولی توفیق اعمال کے سبب ہے اور آخرت میں امید پوری کر دینے کے سبب۔

قیامت کا ایک حسرتناک منظر اور اعتراف مجرمین:

آیت ۱۲۸: وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ جَمِيعًا حَفْصٌ نِيَّءٌ کے ساتھ پڑھا۔ اور نافع ابن کثیر ابو عمرو ابن حمزہ نے نحشر ہم پڑھا ہے یعنی اذ کریوم نحشر ہم یا یوم نحشر ہم قلنا یلمعشر الجن اس دن ہم ان کو جمع کر کے کہیں گے اے گروہ جن۔ یَمْعَشَرُ الْجِنَّ قَدْ اسْتَكْثَرْتُمْ مِنَ الْاِنْسِ تم نے ان میں سے بہت سے انسانوں کو گمراہ کیا اور ان کو اپنا پیرو بنایا۔ جیسا کہ تم کہتے ہو۔ استکثر الامیر من الجنود۔ امیر نے لشکروں کو تابع بنایا۔ وَقَالَ اَوْلِيُوهُمْ مِنَ الْاِنْسِ وہ جنہوں نے ان جنات کی اطاعت کی اور ان کے وسوسہ کی طرف کان لگایا۔ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ یعنی انسانوں نے شیاطین سے نفع اٹھایا۔ اس طرح کہ ان کی راہنمائی شہوات اور اس کی طرف پہنچنے والے اسباب کی طرف کی اور جنات سے انسانوں نے یہ فائدہ اٹھایا۔ کہ انسانوں کو اپنا مطیع بنایا۔ اغواء کے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ان کو اپنا معاون و دست و بازو بنایا۔ وَبَلَّغْنَا اَجَلَنَا الَّذِي اٰجَلْتْ لَنَا وہ اس سے یوم بعث مراد لے رہے ہیں اور اس کلام میں ان سے جو شیاطین کی اطاعت اور خواہشات کی اتباع اور تکذیب بعث اور اپنی حالت پر افسوس وغیرہ پایا گیا۔ اس کا اعتراف ہے۔ قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ تمہارا ٹھکانہ خَلِدِينَ فِيهَا۔ **نَحْمٌ**: یہ حال ہے اور اضافت کا معنی اس میں عامل ہے۔ جیسا اس ارشاد میں ان دابر ہؤلاء مقطوع مصبحین (الحجر: ۶۶) پس مصبحین ہؤلاء سے حال ہے۔ اور حال میں اضافت کا معنی عامل ہے۔ اس لئے کہ اس کا معنی مخالفت اور ملانا ہے۔ مَثْوٰی عامل نہیں ہے۔ کیونکہ مکان کسی چیز میں عامل نہیں ہوتا۔ اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ وہ ابد الابد تک آگ میں رہیں گے۔ مگر جو چاہے اللہ یعنی وہ اوقات جس میں وہ سعیر کے عذاب سے زمہریر کے عذاب میں منتقل ہونگے۔ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ اس معاملہ میں جو وہ اپنے اولیاء اور اعداء سے کرتا ہے۔ عَلِيمٌ جاننے والا ہے ان کے اعمال کو پس تمام کو ان کے عمل کے موافق بدلہ دے گا۔

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز:

آیت ۱۲۹: وَكَذٰلِكَ نُؤْتِيْكَ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا آگ میں ان کو ایک دوسرے کے پیچھے لگا دیں گے۔ دوسری تفسیر ایک دوسرے پر مسلط کر دیں گے۔ تفسیر دیگر۔ ایک دوسرے کا دوست بنادیں گے۔ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُوْنَ اس وجہ سے کہ انہوں نے کفر و معاصی کمائے۔ پھر ان کو قیامت کے دن توبیخ کے طور پر کہا جائے گا۔

يَمْعَشِرَ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رَسُولٌ مِّنْكُمْ يَقْصُونَ عَلَيْكُمْ

”اے جنوں اور انسانوں کے گروہ کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے وہ میرے احکام بیان کرتے

آیتیں وینذروںکم لقاء یومکم هذا ط قالوا شهدنا علی

تھے اور تم کو اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے، وہ جواب دیں گے کہ ہم اپنی جانوں پر

أَنفُسِنَا وَغَرَّتْهُمْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا

گواہی دیتے ہیں، اور ان کو دنیا والی زندگی نے دھوکہ میں ڈالا۔ اور وہ اپنی جانوں پر گواہی دیں گے کہ بلاشبہ وہ

كُفْرَيْنَ ۝ ذَٰلِكَ أَن لَّمْ يَكُنْ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا

کافر تھے۔ یہ اس وجہ سے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم کے سبب ہلاک کرنے والا نہیں ہے اس حال میں کہ وہاں کے لوگ

غَفِلُونَ ۝ وَلِكُلِّ دَرَجَةٍ مِّمَّا عَمِلُوا ط وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا

بے خبر ہوں، اور ہر ایک کے لیے ان کے اعمال کے سبب درجات ہیں، اور تیرا رب ان کاموں سے غافل نہیں ہے جو کام وہ

يَعْمَلُونَ ۝ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ط إِن يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ

کرتے ہیں۔ اور تیرا رب غنی ہے رحمت والا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تمہیں ختم کر دے اور تمہارے بعد تمہارے پیچھے جس کو چاہے

مِّنْ بَعْدِكُمْ مَا يَشَاءُ كَمَا أَنشَأَكُم مِّنْ ذُرِّيَّةٍ قَوْمٍ آخَرِينَ ط ۝ إِنَّمَا

آباد کر دے جیسا کہ اس نے تمہیں دوسری قوم کی نسل سے پیدا فرمایا۔ بلاشبہ جس کا

تُوعَدُونَ لَا تِ ۚ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ۝ قُلْ يَقَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ

تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور آنے والی چیز ہے اور تم عاجز نہیں کر سکتے۔ آپ فرما دیجئے اے میری قوم! تم اپنی جگہ پر

مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۚ مَن تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ ط

عمل کرتے رہو بلاشبہ میں عمل کر رہا ہوں، سو عنقریب جان لو گے کہ کس کے لیے ہے اس عالم کا انجام کار،

إِنَّهُ لَا يَفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۝

بے شک کامیاب نہیں ہوتے ظالم لوگ۔“

رسول فقط انسانوں میں سے ہیں یا جنات میں سے بھی:

آیت ۱۳۰: يَمْعُشَرِ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ ضُحَاكٍ سَے منقول ہے جنات کی طرف ان میں سے رسول بھیجے جس طرح انسانوں کی طرف ان میں سے کیونکہ وہ انہیں سے مانوس ہیں۔ اور ظاہری نص اسی کی مؤید ہے۔ دوسرے علماء کا قول یہ ہے رسول فقط انسانوں میں آئے۔ باقی یہاں رُسُلٌ مِّنكُمْ کا لفظ اس لئے بولا کہ خطاب میں جن و انس دونوں کو جمع کیا گیا ہے اور ایسے مواقع پر درست ہے اگرچہ رسول ایک میں سے ہوں۔ جیسا کہ دوسرے ارشاد میں ہے یُخْرِجُ مِنْهُمَا اللَّوْلُو وَالْمَرْجَانِ (الرحمان ۲۲) ایک اور قول یہ ہے کہ ان کے رسل سے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے مراد ہیں۔ جیسا دوسرے ارشاد میں وَلَوْ اِلٰی قَوْمِهِمْ مُنْذِرِيْنَ (الاحقاف ۴۶) يَقْضُونَ عَلَيْكُمْ اِلٰی مِیْرِی کتائیں تم پر پڑھتے۔ وَيُنْذِرُوْكُمْ لِقَاءِ یَوْمِکُمْ هٰذَا یعنی قیامت کا دن قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰی اَنْفُسِنَا ہم پر حجت کے لازم ہونے اور انبیاء کے پیغامات پہنچ جانے سے وَغَرَّتْهُمْ الْحَیْوةُ الدُّنْیَا وَشَهِدُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ اَنْهُمْ کَانُوْا کٰفِرِیْنَ رسل کے ساتھ۔ خبردار کئے بغیر عذاب نہیں آتا:

آیت ۱۳۱: ذٰلِكَ یَہ اشارہ اس طرف ہے جو پہلے گزرا کہ ان کی طرف بعثت رسل ہوئی یہ محذوف مبتداء کی خبر ہے۔ یعنی الامر ذٰلک۔ اَنْ لَّمْ یَكُنْ رَبُّکَ مُہْلِکَ الْقُرٰی بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ یہ تعلیل ہے یعنی بات اسی طرح ہے جو ہم نے تم پر بیان کر دی اس لئے کہ یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ تیرا رب کسی بستی کو ظلم کے سبب ہلاک کر دے۔ اس طور پر کہ اَنْ مصدر یہ ہو۔ دوسرا قول ان محففہ من المثقلہ بھی ہو سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کیونکہ حالت اور بات یہ ہے۔ کہ تیرا رب ظلم سے کسی بستی کو ہلاک کرنے والا نہیں اس ظلم کے سبب جس کا انہوں نے ارتکاب کیا یا اس حال میں وہ ظلم کرنے والا ہوتا اگر رسول اور کتاب کے ذریعہ خبردار کرنے کے بغیر غفلت کی حالت میں ان کو ہلاک کر دیتا۔ حالانکہ اس کی ذات ظلم سے پاک ہے۔ ائمہ کا استدلال:

آیت ۱۳۲: وَلِکُلِّیْ تَمَامِ مَکْفٰیْنِ کے لئے دَرَجَتٌ مَّرَاتِبٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ان کے اعمال کے بدلے میں سے۔ آیت سے استدلال ہے امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ جنات کو بھی ان کی اطاعت پر ثواب ہے۔ کیونکہ ثقلین کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے وَمَا رَبُّکَ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُوْنَ اس کو بھولنے والا۔ شامی قراء نے تعملون پڑھا ہے۔ وہ بے نیاز رحیم ہے:

آیت ۱۳۳: وَرَبُّکَ الْغَنِیُّ بندوں اور ان کی عبادت سے ذُو الرِّحْمَةِ ان پر تکالیف کے ذریعہ تا کہ دائمی منافع کے لئے ان کو تعریض کیا جائے۔ اِنْ یَّشَا یُذْهِبْکُمْ اے ظالمو و یَسْتَخْلِیفُ مِنْ بَعْدِکُمْ مَا یَشَاٰ مطیع مخلوقات سے کَمَا اَنْشَاکُمْ مِّنْ ذُرِیَّةٍ قَوْمِ الْاٰخِرِیْنَ دوسری قوم کی اولاد سے جو تمہاری حالت پر نہ تھے اور وہ کشتی نوح عَلَیْہِ السَّلَام والے لوگ تھے۔ بعثت ہوگا مر کر چھوٹ نہیں سکتے:

آیت ۱۳۴: اِنَّمَا مَا بِمَعْنٰی الذی ہے۔ تُوْعَدُوْنَ یعنی بعثت اور حساب اور ثواب و عقاب لَا یَہ ان کی خبر ہے۔ یعنی

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا

”اور ان لوگوں نے اللہ کے لیے ایک حصہ کھیتیوں اور مویشیوں میں سے مقرر کر دیا جو اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں، سو انہوں نے

هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَا ؕ فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا

اپنے خیال سے یوں کہا کہ یہ اللہ کے لیے ہے اور یہ ہمارے شرکاء کے لیے ہے سو جو ان کے معبودوں کے لیے ہے وہ اللہ کی طرف

يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلَى شُرَكَائِهِمْ سَاءَ

نہیں پہنچتا اور جو اللہ کے لیے ہے سو وہ ان کے شرکاء کی طرف پہنچ جاتا ہے یہ لوگ برا

مَا يَحْكُمُونَ ﴿۱۳۶﴾

فیصلہ کرتے ہیں۔“

لَکٰٓئِنْ ضَرُوْرِيْ هُوْنِے وَّالٰی هے۔ وَّمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ آگے بڑھ جانے والے۔ یہ ان کے اس قول کی تردید ہے جو زبان زد عام تھا من مات فقد مات جو مر گیا وہ گزر گیا۔

انذار کا لطیف انداز:

آیت ۱۳۵: المکانة مصدر ہوتا ہے۔ محاورہ مَکَنَ مَکَانَةً جب وہ اس پر پورا قابو پا لے اور مکان کے معنی میں آتا ہے کہا جاتا ہے مکان و مکانة مقام و مقامة اور ارشاد الہی قُلْ يَقُوْمِ اَعْمَلُوْا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ اس میں احتمال یہ ہے کہ مطلب یہ ہو تم کام کرو اپنے معاملہ میں قدرت کی حد تک اور اپنی انتہائی استطاعت اور امکان کی حد تک اور تم اپنے انداز اور اس حال کے مطابق عمل کرو۔ جس پر تم ہو۔ آدمی کو کہا جاتا ہے جبکہ اس کو اپنی حالت پر ثابت قدمی کا حکم دیا جائے۔ علی مکانک یا فلان یعنی تو ثابت قدم رہ جس پر تو ہے۔ اِنِّیْ عَامِلٌ اِنِّیْ عَامِلٌ اس مرتبے پر جس پر ہوں یعنی تم اپنے کفر اور میرے متعلق عداوت پر قائم رہو۔ پس میں اسلام پر ثابت اور قائم ہوں اور تمہاری ایذاؤں پر یہ تہدید اور وعید ہے اس کی دلیل یہ ارشاد ہے۔ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ تَكُوْنُ لَہٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ یعنی عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کس کے لئے اچھا انجام ہے۔ یہ انذار کا لطیف طریقہ ہے۔ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظَّالِمُوْنَ یعنی کافر۔ قراءت۔ ابوبکر نے ہر جگہ مکاناتکم پڑھا حمزہ علی نے یکون پڑھا مَنْ جب التی کے معنی میں ہوگا تو محل رفع میں ہوگا اور فعل علم کو اس کے معلق فرمایا یا یہ منصوب ہوتا ہے جب یہ الذی کے معنی میں ہو۔

کفار کی من مانی تحریمات کی مذمت:

آیت ۱۳۶: وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيبًا یعنی بتوں کے لئے حصہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی

دلالت پر اکتفا کیا گیا۔ فَقَالُوا هَذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَ هَذَا لِشُرَكَائِنَا۔ قراءت: علی نے بزعمہم پڑھا اور اسی طرح مابعد بھی۔ یعنی زعموا انہ للہ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو ان کو حکم نہیں دیا اور نہ ان کے لئے وہ تقسیم جائز تھی۔ فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ یعنی ان مصارف میں نہ مل سکتا جن میں وہ اس کو صرف کرتے تھے۔ یعنی مہمانوں کی میزبانی اور مساکین پر صدقہ۔ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلَى شُرَكَائِهِمْ ان کے خرچہ جات میں صرف کر لیتے اور ان کے سادھوؤں کو جاری کر دیتے روایت میں مذکور ہے کہ وہ بعض چیزوں جیسے کھیتی اور جانوروں کے بچے اور ان دونوں میں سے کچھ اشیاء اپنے معبودوں کے لئے جب وہ دیکھتے کہ جو اللہ کا حصہ ہے وہ عمدہ اور بڑھنے والا ہے تو رجوع کر کے اصنام کے لئے مقرر کر دیتے اور جب بتوں والا حصہ بڑھا ہوا ہوتا تو اس کو ان کے لئے ہی چھوڑ دیتے۔ اور زبان سے کہہ دیتے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تو غنی ہے۔ حالانکہ یہ حرکت اپنے معبودوں سے محبت کی بناء پر تھی۔ اور ان کو ترجیح اور اہمیت دینے کی وجہ سے تھی۔

اس میں اشارہ کر دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ اضافے والا حصہ ان کے نام پر مقرر کیا جائے۔ کیونکہ اسی نے تو وہ پیدا کیا۔ پھر ان کی اس قبیح حرکت کی اس طرح مذمت فرمائی۔ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اپنے معبودوں کو ترجیح دیکر۔ اور ان کا عمل غیر مشروع چیزوں پر ہے۔ مَا مَوْضِعُ رَفْعٍ میں ہے یعنی ساء الحكم حکمہم ان کا فیصلہ بدترین ہے۔ یا منصوب ہے یعنی ساء حکمًا حکمہم حکم کے لحاظ سے برا ہے ان کا حکم۔

وَكَذَلِكَ نَرِيَنَّ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ

”اور اسی طرح مشرکین کے لیے ان کے شرکاء نے اولاد کا قتل کرنا مزین کر دیا

لِيُرْدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ ۖ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا فَعَلُوهُ

تا کہ وہ ان کو ہلاک کر دیں اور تا کہ وہ ان پر ان کے دین کو زلا ملا دیں۔ اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔

فَذَرَهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ۝ (۱۳۷) وَقَالُوا هَذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرْتُ جُرُوفَ

سو آپ ان کو اور جو کچھ وہ افتراء کرتے ہیں اسے چھوڑ پیئے۔ اور ان لوگوں نے اپنے خیال کے مطابق یوں کہا کہ یہ موسیٰ ہیں اور کھیتی ہے جس پر پابندی ہے

لَا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَنْ نَّشَاءُ بَزْعَمِهِمْ وَأَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا

اس کو بس وہی لوگ کھائیں گے جن کو ہم چاہیں۔ اور کچھ جانور ایسے ہیں جن کی پشتیں حرام کی گئی ہیں۔

وَأَنْعَامٌ لَا يَذْكُرُونَ أَسْمَاءَ اللَّهِ عَلَيْهَا افْتِرَاءٌ عَلَيْهِ ۖ سَيَجْزِيهِمْ

اور کچھ جانور ایسے ہیں جن پر اللہ کا نام نہیں لیتے اللہ پر بہتان باندھتے ہوئے عنقریب وہ انہیں سزا دیگا۔

بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ (۱۳۸) وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ

بِسَبَبِ اس کے کہ وہ افتراء کرتے ہیں، اور انہوں نے کہا کہ جو کچھ ان جانوروں کے پیٹوں میں ہے وہ ہمارے مردوں کے لئے

لَّذِكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَىٰ أُنْرَاجِنَا ۚ وَإِنْ يَكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ ۖ

خالص ہے اور ہماری بیویوں پر حرام قرار دیدیا گیا ہے۔ اور اگر وہ مردار ہو تو وہ سب اس میں شریک ہیں۔

سَيَجْزِيهِمْ وَصَفَهُمْ ۖ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۝ (۱۳۹) قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا

سو وہ انہیں عنقریب اس بات کی سزا دیگا جو بیان کرتے ہیں، بے شک وہ حکمت والا ہے علم والا ہے بے شک وہ لوگ خسارہ میں پڑ گئے جنہوں نے

أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَاءً عَلَىٰ

اپنی اولاد کو بے وقوفی سے بغیر علم کے قتل کیا اور اللہ نے انہیں جو رزق عطا فرمایا اللہ پر بہتان باندھتے ہوئے اسے حرام

اللَّهُ ۖ قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ۝ (۱۴۰)

قراردیدیا بے شک وہ لوگ گمراہ ہوئے اور وہ ہدایت پر چلنے والے نہیں ہیں۔“

مشرکین کے قبائح میں ایک قبیح فعل کا اضافہ:

آیت ۱۳۷: وَكَذَلِكَ زَيْنَ لَكِثِيرٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ یعنی جس طرح ان کے لئے مزین کیا۔ اموال کے حصے بنانا مزین کیا گیا اسی طرح لڑکیوں کا زندہ درگور کرنا بھی مزین کیا گیا۔ قَتَلَ یہ زین کا مفعول ہے۔ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَاءُ وَهُمْ یہ زین کا فاعل ہے۔ قراءت: زین زاء کا ضمہ قتل کی لام پر ضمہ۔ اولادہم کی دال پر نصب شرکاءہم کی ہمزہ مکسور پڑھی شامی نے قتل کی اضافت شرکاء کی طرف کی مراد اس سے شیاطین ہیں اور ان کے درمیان فاصلہ بغیر ظرف کے ہے اور وہ مفعول ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے زین لکثیر من المشرکین قتل شرکائہم اولادہم۔ بہت سے مشرکین کے لئے ان کے شرکاء کا ان کی اولاد کو قتل کرنا مزین کیا گیا۔ شرکاء سے مراد شیاطین ہیں۔ لِيُرْدُوهُمْ تاکہ وہ ان کو اغواء سے ہلاک کریں۔ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ تاکہ وہ ان پر ان کا دین خلط ملط کر دیں اور ان کا اصل دین تو اسماعیل علیہ السلام کا تھا یہاں تک کہ وہ اس سے پھسل گئے اور شرک میں جا پڑے۔ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا فَعَلُوهُ اس میں واضح دلیل ہے کہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہے۔ فَذَرَهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ جو وہ افتراء باندھتے تھے یا مصدر کا معنی ان کے افتراء کو کیونکہ اس افتراء کا ضرر ان کو پہنچے گا نہ کہ ہمیں۔

افتراء پردازی کے مزید نمونے:

آیت ۱۳۸: وَقَالُوا هَذِهِ اَنْعَامٌ وَحَرْتُ لَهَا حِجْرًا حَرَامٌ ہے۔ یہ فعل بمعنی مفعول ہے۔ جیسا ذبح بمعنی مذبح، طعن بمعنی مطعون اور اس صفت میں تذکیر و تانیث اور واحد و جمع برابر ہیں کیونکہ اس کا حکم اسماء کا ہے جو صفت نہیں ان کا طرز عمل یہ تھا کہ جب وہ بعض اشیاء اپنی کھیتی اور چوپاؤں میں اپنے الہ کے نام معین کر لیتے تو وہ کہتے لَا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَنْ نَشَاءُ بَزَعِمْهُمْ مَنْ نشاء سے وہ بتوں کے خدام اور فقط مرد عورتیں مراد لیتے تھے۔ الزعم گمان سے کوئی بات کہنا جس میں جھوٹ کی ملاوٹ ہو۔ وَأَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا وَهِيَ سَابِغٌ حَامٌ تھے۔ وَأَنْعَامٌ لَا يَذْكُرُونَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا ذَنْحٌ کی حالت میں وہ ان پر بتوں کا نام لیتے۔ اَفْتَرَاءٌ عَلَيْهِ یہ مفعول لہ ہے یا حال ہے یعنی انہوں نے اپنے چوپاؤں کی تقسیم اس طرح کی۔ نمبر ۱۔ حجر۔ نمبر ۲۔ جن پر سواری نہ کی جائے۔ نمبر ۳۔ جن پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے۔ ان تمام کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بطور افتراء پردازی کے کر دی۔ سَيَجْزِيهِمْ بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ یہ وعید ہے۔

ایجاد کردہ مصنوعی شرائط:

آیت ۱۳۹: وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَىٰ أَزْوَاجِنَا وہ بحار اور سوا ب کے بچوں کے متعلق کہا کرتے تھے جو زندہ پیدا ہو وہ مرد کھائیں عورتیں نہ کھائیں اور جو مردہ پیدا ہو اس میں مرد و عورتیں شریک ہوتے۔ مَخْمُومٌ خَالِصَةٌ کا لفظ مؤنث ہے حالانکہ وہ ما کی خبر ہے۔ معنی کا لحاظ کر کے ایسا کہا گیا کیونکہ ما یہ اجنہ کے معنی میں ہے۔ لفظ کا لحاظ کرتے ہوئے محرم کو مذکر لائے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ خالصہ کی تاء نسابة کی طرح مبالغہ کیلئے ہے۔ وَإِنْ يَكُنْ مَيْتَةً یعنی اگر وہ بچہ جو اسکے پیٹ میں ہو مردہ ہو: قراءت: ابوبکر وان تکن میتة پڑھا یعنی ان تکن الاجنہ میتة اور شامی نے ان تکن میتة کان تائمہ قرار دیکر پڑھا کی نے ان یکن میتة فعل کے مقدم ہونے کی بناء پر پڑھا۔ فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ میں ضمیر کو مذکر لایا گیا۔ کیونکہ میتہ

وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ

”امروہ ویسی ہے جس نے باغیچے پیدا فرمائے جو چڑھائے جاتے ہیں چھریوں پر، اور ایسے بھی ہیں جو چھریوں پر نہیں چڑھائے جاتے، اور پیدا فرمائے کھجور کے درخت اور کھیتی جس میں

مُخْتَلِفًا أَكُلُهُ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۝ ط

مختلف قسم کے کھانے کی چیزیں ہیں اور پیدا فرمایا زیتون کو اور انار کو جو ایک دوسرے کے مشابہ ہیں اور غیر مشابہ بھی ہیں۔

كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ ۖ وَلَا تُسْرِفُوا ۝

کھاؤ ان کے پھلوں سے جبکہ پھل لائیں اور کنائی کے دن اس کا حق دیدو اور فضول خرچی نہ کرو۔

إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ﴿١٤١﴾ وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةٌ وَفَرَشَاتٌ ۖ كُلُوا

فصول خرچی کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں فرماتا اور اس نے چوپاؤں میں سے ایسے جانور پیدا فرمائے جو بوجھ اٹھانے والے ہیں، اور ایسے جانور بھی جو

مِمَّا رَزَقَكُمْ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۖ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ

زمین سے لگے ہوئے ہیں۔ اللہ نے جو تمہیں عطا فرمایا اس میں سے کھاؤ، شیطان کے قدموں کا اتباع نہ کرو بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا

سُبْحَانَكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ ۖ

دشمن ہے۔“

ہر مردہ کو کہا جاتا ہے۔ خواہ مذکر ہو یا مؤنث گویا اس طرح کہا گیا وان یکن میت فہم شرکاء۔ سَيَجْزِيہُمْ وَصَفہُمْ انکے حلال و حرام میں اللہ تعالیٰ پر جھوٹی بات کہنے کی سزا۔ اِنَّہٗ حَکِیْمٌ انکے سزا دینے میں عَلِیْمٌ انکے اعتقاد کو۔
یہ تمام حماقت کے چکر ہیں:

آیت ۱۴۰: قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ وَهُمْ قِيدٌ وَفَقْرٌ كَرِهُوا قِرَاءَتِ: مکی اور شامی نے قتلوا پڑھا ہے۔ سَفَهًا، بَغِيرِ عِلْمٍ قتل کی کمی کی وجہ سے اور اس بات سے ناواقفی کی وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کا رازق ہے وہ نہیں۔ وَحَرَمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ بَحَارٌ وَسَوَابِ وَغیرہ کے ذریعے افْتِرَاءً عَلٰی اللّٰهِ یہ مفعول لہ ہے۔ قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ سیدھی راہ کی طرف۔

حلال نعمتیں کھاؤ اور ان کا حق دو اور اسراف سے بچو:

آیت ۱۴۱: وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ پیداکیا جَنَّتِ انگوروں کے مَعْرُوشَتِ بلند چھپروں والے وَغَيْرِ مَعْرُوشَتِ زمین پر

چھوڑے ہوئے جن کے لئے چھپر نہیں بنائے گئے۔ کہا جاتا ہے عرشت الکرم جب کہ اس کیلئے بلندیاں اور ٹیکیں بنادی جائیں اور شاخوں کو ان پر موڑ دیا جائے۔ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا رَّغًا ذَاتَاقَةٍ جَمٌّ خوشبو وغیرہ میں وہ حال مقدرہ ہے۔ کیونکہ کھجور میں نکلنے کے وقت ذائقہ نہیں ہوتا۔ جب تک کہ وہ مختلف نہ ہو جائے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرح ہے۔ فادخلوها خالدين (الزمر ۷۳) اُكْلُهُ حَازِي نے اُكْلُهُ پڑھا ہے۔ کھائے جانے والے پھل کو کہتے ہیں۔ اس کی ضمیر نخل کی طرف جارہی ہے اور الزرع بھی اس کے حکم میں شامل ہے۔ کیونکہ وہ معطوف علیہ ہے۔ یا ہر ایک کی طرف لوٹی ہے۔ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا رَّغًا میں۔ وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ذَاتَاقَةٍ میں۔ كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ ہر ایک کا پھل کھاؤ۔ اِذَا آتَمَرَ کہنے کا فائدہ ہے کہ جب درخت پر پھل ظاہر ہو جائے تو کھانا مباح ہے اور یہ وہم نہ ہو کہ اس وقت کھانا صرف مباح ہے جب وہ اس کو پائے۔ (ادائے حق شرعی سے پہلے مالک کو پھل کھانے کی اجازت معلوم ہو رہی ہے) وَآتُوا حَقَّهُ اس کا عشر۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عشر کے عام ہونے کی دلیل ہے۔ يَوْمَ حَصَادِهِ حَصَادُهُ حَاء کے فتح کے ساتھ۔ بصری شامی اور عاصم نے پڑھا۔ باقی قراء نے حاء کے کسرہ سے پڑھا اور یہ دونوں لغتیں ہیں۔ وَلَا تُسْرِفُوا تمام دیکر اور عیال کو ضائع کر کے۔ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ۔

نَحْمٌ: كُلُوا سے لے کر اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ تک جملہ معترضہ ہے۔

آیت ۱۴۲: وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةٌ وَفَرُشًا اس کا عطف جنات پر ہے۔ یعنی انشأ من الانعام ما يحمل الاثقال۔ اس نے ایسے چوپائے بنائے جو بوجھ اٹھاتے ہیں اور وہ بھی جو ذبح کے لئے لٹائے جاتے ہیں۔ یا بڑے بوجھ بردار جانور اور الفرش سے چھوٹے جیسے بھیڑ، بکری، اونٹ گائے کے بچے کیونکہ وہ قد کے لحاظ سے زمین سے قریب ہوتے ہیں۔ جیسے فرش جو زمین پر بچھا ہوا ہو۔ كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ جو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے تمہارے لئے حلال کیے ہیں ان کو زمانہ جاہلیت کی طرح حرام مت قرار دو۔ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ حرام و حلال میں اس کے طریقوں کی۔ جیسا اہل جاہلیت کرتے تھے۔ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ اپنے دین کے متعلق اس کو متہم سمجھو۔

ثَمْنِيَّةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّانِّ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ۖ قُلْ

”آٹھ طرح کے نر اور مادہ پیدا فرمائے بھیڑ میں سے دو اور بکری میں سے دو، آپ فرمائیے

اَلَّذَكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۖ

کہ اللہ نے ان دونوں نروں کو حرام قرار دیا ہے یا دونوں مادہ کو۔ یا اس بچہ کو جس کو دونوں مادہ پیٹ میں لئے ہوئے ہوں،

نَبِّؤُنِي بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۱۴۳ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ

تم مجھے کسی دلیل سے بتاؤ اگر سچے ہو اور اونٹ میں سے دو اور گائے میں سے دو

الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ۖ قُلْ اَلَّذَكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ

پیدا فرمائیے! کیا اللہ نے ان دونوں نروں کو حرام قرار دیا ہے یا دونوں مادہ کو یا اس بچہ کو جس کو دونوں مادہ پیٹ میں

اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۖ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصَّيْكُمْ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ

لئے ہوئے ہیں۔ کیا تم حاضر تھے جب اللہ نے تمہیں اسکی وصیت فرمائی۔ سو اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا

مِمَّنْ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي

جس نے اللہ پر جھوٹا بہتان باندھا، تا کہ بغیر علم کے لوگوں کو گمراہ کرے بے شک اللہ ظالموں کو

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۴۴

راہ نہیں بتاتا۔

یا تو جانوروں کی اقسام ثمانیہ اور رسمی تحریمات کی تردید:

آیت ۱۴۳: ثَمْنِيَّةَ اَزْوَاجٍ یہ حملہ و فرشا سے بدل ہے۔ مِنَ الضَّانِّ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ دو جوڑے مراد مذکر و مؤنث ہیں۔ واحد کالفظ جب اکیلا ہو تو ایک مراد ہے اور جب اس کے ساتھ اس کی جنس میں سے ہو تو پھر ان میں سے ہر ایک کو زوج کہتے ہیں۔ دونوں زوجان کہلاتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ارشاد الہی ہے خلق الزوجین الذکر والانثی (النجم ۴۵) اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی اس پر دال ہے ثمانیۃ ازواج پھر بطور تفسیر من الضان اثنین ومن المعز اثنین۔ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ الضان اور المعز جمع ضائن اور ماعز ہیں۔ جیسا کہ تاجر اور تاجر۔ قراءت: مکی شامی اور ابو عمرو نے معزین کے فتح کے ساتھ پڑھا اور یہ دونوں لغات ہیں۔ قُلْ اَلَّذَكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ

الْاُنْشِيْنِ اس میں ہمزہ انکار کے لئے ہے۔ الذکرین سے مراد الھان اور المعز کے مذکر ہیں۔ اور الانثین سے الھان اور المعز کی مؤنث مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس بات سے انکار مقصود ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ضان اور معز دونوں نوع میں سے مذکر اور مؤنث کو حرام کیا ہو۔ اور نہ ہی جو حاملات کے پیٹ میں ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کبھی تو مذکر چوپایوں کو حرام کرتے اور کبھی مؤنث کو اور ان کی اولاد میں جیسا کہ مذکر و مؤنث دونوں ہوتے یا کبھی ملے جلے ہوتے تو کہتے ان کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ ان کی اس بات کا انکار کیا گیا۔

نَحْوُ: الذکرین یہ منصوب حُرْم کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح ام الانثین یعنی ام حُرْم الانثین اسی طرح جو اما اشتملت میں ہے۔ نَبْنُوْنِیْ بِعِلْمِ تم مجھے کسی معروف بات کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حوالہ دے کر ثابت کرو جو اس چیز کا حرام ہونا ثابت کرے جو تم نے حرام ٹھہرائی ہے۔ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اس بات میں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام کیا۔

چوپاؤں کی حلت کی تاکید اور من گھڑت تحریم کی تردید:

آیت ۱۴۴: وَمِنْ الْاِبِلِ اُنْثٰیْنِ وَمِنْ الْبَقَرِ اُنْثٰیْنِ۔ قُلْ ؤَالَّذِکَرِیْنِ اِنْ دُوْنُوْنَ مِنْ سِوٰی حُرْمِ اَمِ الْاُنْشٰیْنِ اِنْ مِنْ سِوٰی مَا اشْتَمَلَتْ عَلَیْهِ اَرْحَامُ الْاُنْشٰیْنِ یا جو ان کی مؤنثوں کے پیٹ میں ہے۔ اَمْ کُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصَّکُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ یا تم نے اپنے رب کو دیکھا جس وقت وہ تمہیں ان کی تحریم کا حکم دے رہے تھے۔ جب کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانتے تھے ادھر وہ کہا کرتے تھے کہ جس کو ہم حرام کر رہے ہیں اس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ تو ام کنتم شہداء کہہ کر ان پر تہکم کیا گیا کہ کیا تمہیں مشاہداتی صورت میں یہ بات معلوم ہوئی ہے جبکہ تم سرے سے رسول پر ایمان ہی نہیں رکھتے۔ (تو پھر تمہاری یہ بات کیونکر ممکن ہے) فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلٰی اللّٰهِ کَذِبًا ۚ پس اس کی طرف ایسی چیز کی حرمت منسوب کی گئی جو اس نے حرام نہیں کی۔ لَیْضِلَّ النَّاسَ بِغَیْرِ عِلْمٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ یعنی وہ لوگ جن کے کفر پر خاتمہ کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے۔ یہاں جو چیزیں شمار کی جا رہی تھیں ان میں بعض کو شمار کیا اور بعض آئندہ مذکور ہیں۔ درمیان میں جملہ معترضہ لائے۔ جو معدود سے غیر اجنبی تو نہیں۔ اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر چوپائے بنا کر اور ان میں منفعات رکھ کر احسان فرمایا جملہ معترضہ سے ان چوپاؤں کی حلت کی تاکید مقصود ہے اور وہ لائے بھی اسی لئے جاتے ہیں۔

قُلْ لَا اَجِدُ فِي مَا اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ يَّتَعَمَّهُ اِلَّا اَنْ

”آپ فرما دیجئے جو کچھ میری طرف وحی بھیجی گئی میں اس میں کھانے والے پر کوئی چیز حرام نہیں پاتا۔ سوائے اس کے کہ

يَكُوْنُ مَيِّتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رَجُسٌ اَوْ فَسَقًا

مردار ہو یا بہتا ہوا خون ہو یا سور کا گوشت ہو۔ کیونکہ بلاشبہ وہ ناپاک ہے۔ یا ایسی چیز کو حرام پاتا ہوں۔

اَهْلًا لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ؕ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ

جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو سو جو شخص حالت اضطراری میں ہو اس حال میں کہ باغی اور حد سے آگے بڑھنے والا نہیں سو تیرا رب

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۴۵ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَمْنَا كُلَّ ذٰی ظُفْرِ ؕ وَمِنْ

بخشنے والا مہربان ہے۔ اور یہودیوں پر ہم نے ہر ناخن والا جانور حرام کر دیا اور گائے

الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَمْنَا عَلَيْهِمْ شَحُوْمَهُمَا اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا اَوِ الْحَوَايَا

اور بکری میں سے ہم نے ان پر ان دونوں کی چربیوں کو حرام کر دیں۔ سوائے اس کے جو ان کی پشت پر یا ان کی آنتوں پر لگی ہوئی ہو

اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۚ ذٰلِكَ جَزٰیْنَهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝۱۴۶

یا جو ہڈی کے ساتھ مل جائے یہ ہم نے ان کی بغاوت کی وجہ سے ان کو جزا دی۔ اور بے شک ہم سچے ہیں۔

تحريم صرف وحی سے ہے:

آیت ۱۴۵: قُلْ لَا اَجِدُ فِي مَا اُوْحِيَ اِلَيَّ اس وقت میں یا وحی قرآن میں کیونکہ وحی سنت میں اور بھی حرام کیے گئے۔ یا چوپائے مراد ہیں کیونکہ یہ آیت بحیرہ وغیرہ کی تردید کے سلسلہ میں ہے۔ باقی موقوفہ متردیه اور نطیجہ یہ میتہ کی ہی اقسام ہیں (جن کا تذکرہ سورہ مائدہ میں ہے) اس آیت میں خبردار کر دیا کہ تحریم اللہ تعالیٰ کی وحی اور تشریع سے ثابت ہوتی ہے۔ خواہش نفس سے نہیں۔ مُحَرَّمًا وہ حیوان جس کا کھانا حرام ہو۔ عَلٰی طَاعِمٍ يَّتَعَمَّهُ کسی کھانے والے پر جو اس کو کھائے اِلَّا اَنْ يَكُوْنُ مَيِّتَةً مگر یہ کہ وہ حرام شئی مردار ہو۔ قراءت: ان تکون شامی مکی حمزہ نے تا سے پڑھا میتہ شامی نے پڑھا۔ اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا بہتا ہوا خون۔

مَسْنِيْلَهٗ: جو خون گوشت یا جگر یا تلی میں ہوتا ہے وہ حرام نہیں۔ اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رَجُسٌ پلید ہے۔

فسق کہنے کی وجہ:

أَوْ فَسْقًا یہ ماقبل منصوب پر عطف ہے۔ فانہ رجس یہ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ أَهْلًا لِّغَيْرِ اللّٰهِ بہ یہ محلاً منصوب ہے اور فسقا کی صفت ہے۔ یعنی رفع الصوت علی ذبحہ باسم غیر اللّٰہ۔ اس کو فسق اس لیے کہا کہ یہ باب فسق میں انتہاء پسندی ہے۔ فَمَنْ اضْطُرَّ جب ان محرمات میں سے کسی چیز کے کھانے کی ضرورت پیش آ جائے۔ غَيْرَ بَاغ کسی مجبوری پر جو اس جیسا ہو اس کی ہمدردی کو ترک کرنے والا ہو۔ وَلَا عَادٍ اس کے کھانے میں قدر حاجت سے تجاوز کرنے والا ہو۔ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ اس سے مواخذہ نہ فرمائے گا۔

یہود کی مخصوص محرمات کا بیان اور اس کا سبب:

آیت ۱۴۶: وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفْرٍ یعنی جن کی انگلیاں ہوتی ہیں یا پرندہ اس میں اونٹ اور شتر مرغ بھی شامل ہے، وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا۔ یعنی ہم نے ہر ناخن والے جانور کا گوشت اور چربی حرام کر دی اور اس کی ہر چیز۔ اور گائے اور بکری کی صرف چربی حرام کی گئی اور وہ پردے اور گردے کی چربی ہے۔ إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا مگر جو پشت پر ہو اور پہلو کے چھلکے کے ساتھ ہو۔ أَوْ الْحَوَايَا جو انتڑیوں پر لگی ہو حوایا کی جمع حاویا یا حویہ ہے۔ أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ وہ دنبہ کی چکی۔ یا حرام مغز ہے۔ مَخْرُجًا: ذَالِكَ یہ جَزَيْنَاهُمْ کا مفعول ثانی ہے تقدیر عبارت یہ ہے جزینا ہم ذلک۔ بِبَغْيِهِمْ ان کے ظلم کے باعث۔ وَأَنَا لَصَادِقُونَ اس میں جو ہم نے خبر دی اور ہم کس طرح ان کی قدر دانی کریں۔ جنہوں نے اپنی معصیت کو حلال کے حرام کرنے کا ذریعہ بنایا اور ادھر ہمارے سلف کی معصیت جو تحلیل حرام کے سلسلہ میں تھی اس کے بارے میں فرمایا و عفا عنکم فالئن باشر وھن (البقرہ ۱۸۷)

فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ رَبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ عَنِ الْقَوْمِ

سو اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو آپ فرمادیں کہ تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے۔ اور اس کا عذاب مجرموں سے نہیں ٹالا

الْمُجْرِمِينَ ۱۴۷ سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا

جائے گا۔ جن لوگوں نے شرک کیا وہ عنقریب یوں کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادے اور نہ ہم کسی چیز

حَرَمْنَا مِنْ شَيْءٍ كَذَلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا قُلْ

کو حرام قرار دیتے، اسی طرح جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے یہاں تک کہ انہوں نے ہمارا عذاب چکھ لیا۔ آپ فرما دیجئے

هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ۖ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ

کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے۔ سو تم اسے ہمارے سامنے ظاہر کرو۔ تم صرف گمان کے پیچھے چلتے ہو اور صرف

أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ۱۴۸ قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۖ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ

انکل سے باتیں کرتے ہو۔ آپ فرما دیجئے کہ اللہ ہی کے لیے ہے حجت بالغہ۔ سو اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت

أَجْمَعِينَ ۱۴۹ قُلْ هَلْ مَشِيتُ هَدَاءَ كُمُ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ

دیدیتا۔ آپ فرما دیجئے کہ اے اپنے گواہوں کو جو اس بات کی گواہی دیتے ہوں کہ بے شک اللہ نے ان چیزوں کو حرام قرار

هَذَا ۖ فَإِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَشْهَدُ مَعَهُمْ ۖ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ

دیا۔ سو اگر وہ گواہی دیں تو آپ ان کے ساتھ گواہی نہ دیں، اور آپ ان لوگوں کی خواہش کا اتباع نہ کریں جنہوں نے

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ

ہماری آیات کو جھٹلایا اور جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور دوسروں کو اپنے رب کے برابر

يَعْدِلُونَ ۱۵۰

نہہراتے ہیں۔

ان کو تکذیب کی سزا ذرا ٹھہر کر ملے گی:

آیت ۱۴۷: فَإِنْ كَذَّبُوكَ اس میں جو آپ کی طرف قرآن کی وحی کی گئی۔ فَقُلْ رَبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ اس لئے کہ

تکذیب کرنے والوں کو مہلت دیتا ہے اور ان کو جلد سزا نہیں دیتا۔ وَلَا يَرْدُّ بَاسُهُ اس کا عذاب اور اس کی وسعت رحمت کے ساتھ ساتھ ہیں۔ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ جب آجائے پس اس کی وسعت رحمت کو دیکھ کر عذاب سے بے خوف نہ ہونا چاہیے۔

جوازِ شرک کی مشرکانہ دلیل کہ یہ اللہ کی مشیت سے ہے:

آیت ۱۴۸: سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا یہ اس کی اطلاع ہے جس کو وہ عنقریب کہیں گے۔ لَوْ شَاءَ اللَّهُ یہ کہ ہم شرک نہ کریں۔ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَمْنَا مِنْ شَيْءٍ لیکن اس نے چاہا۔ پس یہ ہمارا عذر ہے۔ مقصد اس سے یہ تھا کہ ان کا اور ان کے آباؤ اجداد کا شرک اور ان کی وہ تحریمات جو ان چیزوں میں انہوں نے کیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا۔ یہ تمام اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت نہ ہوتی تو ان میں سے کوئی چیز نہ ہوتی۔

یہ جواب دیا کہ یہ عذر لنگ ہے:

كَذَلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ جس طرح یہ آپ کی تکذیب کر رہے ہیں۔ متقدمین کی تکذیب ایسی ہی تھی اور وہ بھی اس قسم کے بہانے کرنے والے تھے۔ انکو اس بات نے کوئی فائدہ نہ دیا کیونکہ یہ بات بطور اعتقاد کے انہوں نے نہیں کہی بلکہ استہزاء کے طور پر کہی۔ اور اسلئے بھی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مشیت کو اپنی معذوری کیلئے حجت بنایا۔ حالانکہ یہ صریحاً مردود ہے۔ یہ مشیت کا اقرار نہیں۔

مشیت کا معنی:

مشیت کا معنی یہاں رضاء ہے جیسا کہ حسن بصریؒ نے کہا۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ہمارے آباؤ اجداد کے شرک پر راضی ہے۔ شرک مراد (ارادہ سے ہوتا ہے) ہے مگر وہ پسندیدہ نہیں۔ کیا تم اس آیت کو نہیں دیکھتے کہ فرمایا فلو شاء الله لهداكم اجمعين۔ اس میں خبر دی کہ اگر وہ ان کی ہدایت چاہتا تو وہ تمام ایمان لے آتے لیکن تمام کا ایمان نہ چاہا۔ بلکہ بعض کا ایمان چاہا اور بعض کا کفر چاہا۔ پس لازم ہے کہ مشیت کو اس پر محمول کیا جائے جو ہم نے ذکر کیا تاکہ تناقض دور ہو۔ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَاسَنَا یہاں تک کہ ہم نے ان پر عذاب اتارا۔ قُلْ مَلُؤْا عَنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ ایسی کوئی معروف بات جس سے تمہاری اس بات کی دلیل بن سکے۔ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا پس اس کو ظاہر کرو۔ اِنْ تَتَّبِعُونَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُونَ تم جھوٹ بولتے ہو۔

اللہ کی دلیل کامل ہے:

آیت ۱۴۹: قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ جو تم پر اسکی طرف سے لازم ہے اسکے اوامر و نواہی کی وجہ سے اور تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی مشیت کی کوئی (صحیح) دلیل موجود نہیں۔ فَلَوْ شَاءَ لَهْدَاكُمْ اَجْمَعِينَ یعنی اگر اللہ تعالیٰ تمہاری ہدایت چاہتا اس آیت سے معز لہ کا دبدبہ محض باطل ٹھہرا۔

کفار سے تحریمات پر ثبوت کا مطالبہ:

آیت ۱۵۰: قُلْ هَلُمَّ شُهَدَاءَكُمْ لَوْ تَمُّوا پنے شہداء کو۔ اور نزدیک کرو۔ هَلُمَّ کے کلمہ میں واحد جمع، تذکیر و تانیث اہل جاز کے نزدیک برابر ہے۔ البتہ بنو تمیم اس کی مؤنث اور جمع بناتے ہیں۔ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَمَ هَذَا یعنی وہ جو اپنے خیال میں حرام سمجھتے

ہیں۔ فَإِنْ شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ تو انکی گواہی تسلیم نہ کر اور نہ انکی تصدیق کر۔ کیونکہ جب اسکو تسلیم کر لیا گیا تو گویا انکی گواہی کی طرح وہ گواہی ہو گئی اور انہی میں سے بن گیا۔ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَبُوا بِالْإِنِّا۔ یہاں ضمیر کی جگہ اسم ظاہر لائے۔ تاکہ اس سے ثابت ہو جائے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرتا ہے وہ خواہش پرست ہے۔ اسلئے کہ وہ اگر دلیل کا پیرو ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی آیات کی تصدیق ضرور کرتا اور اسکو وحدہ لا شریک جانتا۔ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وہ مشرک ہیں۔ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ وہ بتوں کو برابر قرار دیتے ہیں۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبِّيَ عَلَيَّكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَ

”آپ فرمادیجئے کہ آؤ میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر بتاؤں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں، یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ ٹھہراؤ اور

بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۖ نَحْنُ

اپنے والدین کے ساتھ احسان کرو، اور اپنی اولاد کو ننگ دتی کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم

نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطْنٌ ۚ

تم کو رزق دیں گے اور ان کو بھی، اور مت قریب جاؤ بے حیائی کے کاموں کے جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو پوشیدہ ہیں۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۖ ذٰلِكُمْ وَصَّكُمْ بِهٖ

اور مت قتل کرو اس جان کو جسے اللہ نے حرام قرار دیا مگر حق کے ساتھ۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کا اللہ نے تمہیں تاکید کی حکم دیا ہے

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۱۵۱ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ

تا کہ تم عقل سے کام لو، اور مت قریب جاؤ یتیم کے مال کے مگر اسی طریقہ سے جو اچھا ہو۔

حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهُ ۚ وَآَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا تُكْلِفُ

یہاں تک کہ وہ سن بلوغ کو پہنچ جائے۔ ناپ اور تول کو انصاف کیساتھ پورا کرو، ہم کسی جان کو اس کی طاقت

نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ

سے زیادہ عمل کرنے کا حکم نہیں دیتے۔ اور جب تم بات کرو تو انصاف کو اختیار کرو اگرچہ وہ تمہارا قربت دار ہی ہو۔ اور اللہ کے عہد کو

اَوْفُوا ذٰلِكُمْ وَصَّكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝۱۵۲ وَاَنْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمًا

پورا کرو، یہ وہ چیزیں ہیں جن کا اللہ نے تمہیں تاکید کی حکم دیا تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اور بلاشبہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے سو تم اس

فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصَّكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ

کا اتباع کرو۔ اور مت اتباع کرو دوسرے راستوں کا سو وہ راستے تمہیں اللہ کے راستہ سے ہٹا دیں گے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کا تمہیں تاکید کی حکم دیا ہے تاکہ تم

تَتَقُونَ ﴿٥٢﴾ ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

پر ہیزگار بنو" پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی جس سے اچھے عمل کرنے والوں پر نعمت پوری ہوگی۔ اور جس میں ہر چیز کا تفصیلی بیان ہے

وَهَدَىٰ وَرَحْمَةً لِّعَالَمٍ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ﴿١٥٤﴾ وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ

اور جو ہدایت ہے اور رحمت ہے تاکہ وہ اپنے رب کی ملاقات کا یقین کریں۔ اور یہ کتاب ہم نے نازل کی

مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا عَذَابَكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٥٥﴾ أَنْ تَقُولُوا إِنَّمَا

جو بابرکت ہے۔ سو اس کا اتباع کرو اور ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحمت ہو۔ اس واسطے کہ کبھی تم کہنے لگو کہ کتاب جو اتری تھی

أَنْزَلَ الْكِتَابَ عَلَى طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۖ وَإِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ

سو انہیں دو فرقوں پر جو ہم سے پہلے تھے اور ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے

لَا
لَغْفَلِينَ ﴿١٥٦﴾

عناقل

نبوت کے بلند مقام پر کھڑے ہونے والے کا بنیادی تحریمات کا مسودہ آیت ۱۵۱ تا ۱۵۳:

آیت ۱۵۱: قُلْ اِنَّ لَوْگوں سے جنہوں نے کھیتی اور چوپائے حرام کیے۔ تَعَالَوْا یہ خاص فعل تھا۔ پھر عام استعمال ہونے لگا۔ اس کی اصل یہ ہے کہ بلند مقام پر کھڑا شخص وادی میں کھڑے شخص کو کہے پھر اس کا استعمال زیادہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ مطلق بلانے کے لئے استعمال ہونے لگا۔ اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ وہ جس کو تمہارے رب نے تمہارے اوپر حرام کیا ہے۔ عَلَیْكُمْ یہ حَرَّمَ کا صلہ ہے۔ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِہٖ شَیْئًا یہ اَنْ مفسرہ ہے۔ فعل تلاوت کی تفسیر کی جارہی ہے اور لا نہیں کا ہے۔ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اور تم والدین کے ساتھ احسان کرو احسان کرنا۔ والدین کے ساتھ اچھا سلوک نہ کرنا بجائے خود برا سلوک و گناہ ہے۔ اور بدسلوکی تو بدترین گناہ ہے۔ اس لیے اس کو محرمات میں ذکر کیا۔ اور یہی حکم بعد والے اوامر کا بھی ہے۔ وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ مِّنْ اَمْلَاقٍ فقر کی وجہ سے اور فقر کے خوف سے جیسا دوسری جگہ فرمایا خشية املاق (الاسراء ۳۱) نَحْنُ نَرْزُقُکُمْ وَاٰیٰہُمْ کیونکہ بندوں کا رزق ان کے آقا کے ذمہ ہوتا ہے۔ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَہَرَ مِنْہَا جو تیرے اور مخلوق کے درمیان ہو۔ یہ الفواحش کا بدل ہے۔ وَمَا بَطَنَ اور جو اللہ اور تیرے مابین ہے۔ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ مثلاً قصاص وارتداد پر قتل اور رجم زانی۔

ذٰلِكُمْ وَصَّكُمُ بِهِ : یعنی یہ مذکورہ تفصیلی احکامات ہیں جن کی نگہبانی کا تمہارے رب نے تمہیں تاکید کر کیا ہے۔ لَعَلَّكُمْ

تَعْقِلُوْنَ : تاکہ تمہیں ان احکام کی عظمت اللہ تعالیٰ کے ہاں معلوم ہو۔

آیت ۱۵۲: وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ : مگر اس طریقہ سے جو کہ اچھا ہو اور وہ اس کی حفاظت کرنے اور اس کو بار آور کرنے والا طریقہ ہے۔ حَتَّىٰ يَبْلُغَ اَشُدَّهُ : یعنی بلوغت کو پہنچ جائے تو اس کا مال اس کے سپرد کر دو۔ اَشُدُّ : یہ شد کی جمع ہے جیسے: فلس و افلس۔ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ : قسط کا معنی برابری اور عدل ہے۔ یعنی تم ماپ تول میں برابری کرو۔ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا سے مراد جن سے انسان عاجز نہ رہے اس کو کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔

ایک حکمت:

ماپ تول میں انصاف کا حکم دینے کے بعد اس کو اس لئے لائے کیونکہ ماپ تول میں حد کی پوری رعایت کو جس میں ذرہ بھر کمی بیشی نہ ہو انصاف کہلاتا ہے اور اس میں تھوڑی بہت کمی بیشی ہونا عین ممکن ہے۔ اس تنگی کو اٹھاتے ہوئے اِلَّا وُسْعَهَا لائے کہ اپنی طاقت کی حد تک اس میں کمی نہ ہونے پائے اور جو طاقت سے زائد ہے وہ معاف کر دی جائے گی۔ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا کا معنی سچ بولنا ہے۔ یعنی جب تم بات کرو تو سچائی کا دامن تھامے رہو۔ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی : اگرچہ جس کے متعلق بات کہی گئی یا جس کے خلاف گواہی وغیرہ دی گئی وہ کہنے والے کے قرابت داروں میں سے ہو جیسا کہ اس قول باری تعالیٰ میں ہے: وَلَوْ عَلٰی اَنْفُسِكُمْ اَوَالِدَيْنِ وَاَلْقَرَبٰیْنِ [النساء: ۱۳۵]۔

وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُواْ ذٰلِكُمْ وَصَّكُمُ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ عہد اللہ عام ہے۔ یوم میثاق والا ہو یا امر و نہی اور وعدہ وعید اور نذر و قسم والا ہو سب ہی مراد ہیں۔ ذٰلِكُمْ کا مثلاً الیہ گزشتہ تمام چیزیں۔

قراءت: حمزہ علی، حفص کے ہاں قرآن مجید میں جہاں بھی آئے گا ایک تا کے حذف اور تخفیف کے ساتھ پڑھا جائے گا۔ دیگر قراء نے تشدید سے پڑھا ہے۔ یہ اصل میں تتذکرون تھا دوسری تا کو ذال میں ادغام کر دیا۔ تذکرون بن گیا۔ معنی یہ ہے: یعنی تمہیں اس لئے حکم دیا تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

آیت ۱۵۳: وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطٌ اس سے پہلے لام مقدر ہے کیونکہ یہ اتباع کی علت ہے۔ یعنی تم اتباع کرو اس لئے کہ یہ میرا راستہ ہے۔

قراءت: شامی نے ان کو تخفیف کے ساتھ ان پڑھا ہے۔ یہ اصل میں وانہ ہے۔ ضمیر شان والحدیث ہے۔ (۲) حمزہ اور علی رحمہما اللہ نے جملہ ابتدائیہ قرار دے کر ان پڑھا ہے۔ مُسْتَقِيْمًا۔ سیدھا۔

خُجُوْۃ: یہ حال ہے۔ یعنی بے شک یہ میرا راستہ ہے۔ اس حال میں کہ وہ سیدھا ہے۔ فَاتَّبِعُوْۃً وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ۔ السُّبُل سے مختلف راستے یعنی یہودیت، نصرانیت، مجوسیت اور تمام بدعات و ضلال کی راہیں مراد ہیں کیونکہ یہ میرا راستہ سیدھا ہے پس تم اس کی اتباع کرو اور متفرق راستوں، یہودیت وغیرہ کی اتباع نہ کرو۔ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهِ پھاڑنے والے درندوں کے ہاتھ تمہیں اللہ تعالیٰ کی سیدھی راہ یعنی دین اسلام سے جدا کر دیں گے۔

روایت میں وارد ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سیدھا خط کھینچا پھر فرمایا۔ یہ ہدایت کی راہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے پس

اس پر چلو پھر اس کی ہر جانب چھ خط ادھر ادھر ٹیڑھے جانے والے کھینچے۔ پھر فرمایا یہ راستے ہیں جن میں سے ہر ایک پر شیطان ہے۔ جو اس راستہ کی طرف بلا رہا ہے۔ پس تم ان راستوں سے بچو اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (الحديث) وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا پھر ان بارہ راستوں میں سے ہر ایک سے چھ راستے نکلے۔ پس یہ بہتر بن گئے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ آیات محکمات ہیں ان میں سے کوئی چیز کسی آسمانی کتاب میں منسوخ نہیں ہوئی اور کعب کہتے ہیں یہ آیات میں سب سے پہلے لکھی گئی ہیں۔ ذَلِكُمْ وَصَّكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ تاکہ تم بھی تقویٰ کے امیدوار بن سکو۔
لطیف نکتہ:

پہلی آیت میں تعقلون پھر دوسری میں تذکرون اور تیسری میں تتقون فرمایا۔ کیونکہ جب وہ سمجھیں گے تو سوچیں گے پھر اس کو یاد رکھیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ نصیحت حاصل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے بچو۔
حوالہ تورات سے ان احکامات کی تصدیق:

آیت ۱۵۴: ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا یعنی تم کو خبر دی ہے کہ ہم نے دی یا اس کا عطف قل پر ہے کہ پھر کہو ہم نے دی یا تم جملہ کے ساتھ واؤ کے معنی میں ہے جیسا اس آیت میں ثم اللہ شہید (یونس ۴۶) عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ اس پر جو محسن اور صالح ہو۔ مراد اس سے جنس محسن ہے اس کی دلیل قراءت عبد اللہ رضی اللہ عنہ علی الذین احسنوا۔ یا اس سے موسیٰ علیہ السلام مراد ہیں۔ یعنی تکمیل کرامت کے لئے اس بندے پر جس نے تبلیغ میں خوب اطاعت اختیار کی اور ہر حکم میں اچھی تابعداری کی۔ وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ دین میں جس چیز کی ان کو ضرورت تھی۔ اس کی بالتفصیل وضاحت وَهْدَى وَرَحْمَةً لِّعَلَّهُمْ یعنی ہم سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ تصدیق کرتے ہیں۔

قرآن کریم سے مزید تصدیق:

آیت ۱۵۵: وَهَذَا قرآن کتب انزلنہ مبرک کثرت خیر والی فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا اس کی مخالفت سے لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

ناخواندگی کے عذر کا خاتمہ:

آیت ۱۵۶: أَنْ تَقُولُوا اس کراہت سے کہ تم کہو یا تاکہ تم یہ نہ کہو۔ إِنَّمَا أُنْزِلَ الْكِتَابُ عَلَى طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا یعنی اہل تورات اور اہل انجیل۔ اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ مجوس اہل کتاب نہیں ہیں۔ وَإِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ ان کتابوں کی تلاوت سے لَغْفَلِينَ۔ اس میں سے کسی چیز کا ہمیں علم نہ تھا۔ إِنْ خَفَفَهُ مِنَ الْمُثْقَلِ ہے۔ اور لام اس لیے لائی گئی کہ إِنْ نَافِيہ سے یہ الگ معلوم ہو۔ اصل عبارت یہ ہے: اِنَّه كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ غَافِلِينَ۔ ہضمیر شان ہے۔ خطاب اہل مکہ کو ہے اور مراد اس سے یہ ہے کہ ان پر کتاب اتار کر جنت تام کی گئی۔ تاکہ قیامت کے دن یہ عذر نہ کریں کہ تورات و انجیل تو ہم سے پہلے لوگوں کو دی گئی اور ہمیں تو ان کے مضامین کی خبر نہ تھی۔ (پس کس طرح ہم ایمان لاتے)

اَوْ تَقُولُوا لَوْ اَنَّا اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّا اَهْدٰى مِنْهُمْ فَقَدْ جَاءَكُمْ

یا تم یوں کہنے لگتے کہ اگر ہم پر کتاب اتاری جاتی تو ہم ان لوگوں سے بڑھ کر زیادہ ہدایت پر چلنے والے ہوتے۔ سو تمہارے رب کی طرف سے

بَيِّنَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ بِآيٰتِ

دلیل اور ہدایت اور رحمت آ گئی ہے سو اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ کی آیات کو

اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنِ الْاَيْتِنَا سُوءَ الْعَذَابِ

جھٹلائے اور ان سے روکے، ہم عنقریب ان کو بڑے عذاب کی سزا دیں گے جو ہماری آیات سے روکتے ہیں

بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ۝۱۵۷

اس سبب سے کہ وہ روکا کرتے تھے۔

قرآن کریم اُتار کر حجت تمام کر دی:

آیت ۱۵۷: اَوْ تَقُولُوا اِسْ خَطْرٌ سَے کہ تم کہنے لگو۔ لَوْ اَنَّا اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّا اَهْدٰى مِنْهُمْ ایام عرب کو خوب یاد کرنے اور فہم کی مضبوطی کی بناء پر فَقَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ یعنی اگر تم اس بات میں سچے ہو جس کا تم اپنے نفوس کو وعدہ دیتے ہو۔ تو تمہارے پاس روشن بیان اور قطعی حجت و دلیل آچکی پس شرط حذف کر دی یہ حذف بہت خوب ہے۔ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ كَذَبَ بِآيٰتِ اللّٰهِ اس کے بعد کہ وہ ان کی صحت و صداقت کو پہچان چکا۔ وَصَدَفَ عَنْهَا یعنی اس سے اعراض کیا۔ سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنِ الْاَيْتِنَا سُوءَ الْعَذَابِ۔ وہ مغلوبیت کی انتہاء ہے۔ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ان کے اعراض کی وجہ سے۔

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ

”یہ لوگ بس اس بات کا انتظار کرتے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آجائیں یا آپ کا رب آجائے یا آپ کے رب کی نشانیں

آیتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ

میں سے کوئی نشانی آجائے جس دن آپ کے رب کی نشانوں میں سے ایک نشانی آجائے گی۔ تو کسی شخص کو اس کا ایمان نفع نہیں دیکھا جو پہلے سے

أَمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا قُلِ انْتَضِرُوا إِنَّا مُنْتَظِرُونَ ﴿١٥٨﴾

ایمان نہیں لایا تھا یا جس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو آپ فرمادیجئے کہ تم انتظار کرو۔ ہم بھی انتظار کر رہے ہیں۔“

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِعَابًا لَسَتْ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ

”بے شک جن لوگوں نے اپنے دین میں تفریق کر دی اور گروہ گروہ بن گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں، بس ان کا معاملہ

إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿١٥٩﴾

اللہ ہی کے حوالے ہے۔ پھر ان کے وہ کام ان کو بتادے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔“

واضح دلائل کے بعد یہ نہیں مانتے گویا قیامت کے منتظر ہیں:

آیت ۱۵۸: هَلْ يَنْظُرُونَ یعنی ہم نے رسالت کے ثبوت اور وحدانیت کے دلائل قائم کر دیئے اور اس گمراہی کو جو ان کے اعتقادات میں گھسی ہوئی تھی باطل کر دیا۔ اب وہ گمراہی کے چھوڑنے میں کس چیز کے منتظر ہیں۔ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ یعنی موت کے فرشتے ان کی ارواح کو قبض کرنے کے لئے۔ قراءت: حمزہ اور کوئی نے یا تہم پڑھا ہے۔ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ یعنی تیرے رب کا حکم اور وہ عذاب یا قیامت ہے اور اس لیے کہ اتیان متشابہ ہے اور اتیان امر تو منصوص علیہ ہے۔ محکم ہے اسی لیے اس کے معنی کو اس کی طرف لوٹایا جائے گا۔ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ یعنی قیامت کی علامات مثلاً مغرب سے طلوع شمس وغیرہ۔ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا اس لیے کہ یہ ایمان اختیاری نہیں۔ بلکہ یہ ایمان تو عذاب اور پکڑ کو اپنے سے دور کرنے کی خاطر ہے۔ لَمْ تَكُنْ أَمَنَتْ مِنْ قَبْلُ یہ نفسا کی صفت ہے۔ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا خیر کا معنی اخلاص ہے جیسا کہ طلوع شمس من المغرب کے بعد کافر کا ایمان قابل قبول نہیں ہوگا۔ اسی طرح منافق کا اخلاص بھی قابل قبول نہیں ہوگا۔ یا اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور تقدیر عبارت یہ ہے۔ لَا يَنْفَعُ إِيْمَانُ مَنْ لَمْ يَأْمِنْ بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا تَوْبَةُ مَنْ لَمْ يُتِبْ قَبْلُ جو ایمان نہیں لایا اس کا ایمان لانا فائدہ نہ دے گا اور نہ توبہ قبول ہوگی جس نے توبہ نہیں کی۔ قُلِ انْتَضِرُوا تین آیات میں سے ایک کا انتظار کرو۔ إِنَّا مُنْتَظِرُونَ کہ ایک ان میں سے کب واقع ہوگی۔

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ امثالِهَا ۚ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ اِلَّا

”جو شخص نیک کام کرے سو اس جیسے دس جیسے لیں گے اور جو شخص برائی کا کام کرے تو اسے صرف اس کے برابر ہی

مثالِهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۱۶۰﴾ قُلْ اِنِّیْ هَدٰی رَبِّیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ

سزا ملے گی۔ اور ان لوگوں پر ظلم نہ ہوگا۔“ آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ میرے رب نے مجھے سیدھے راستے کی ہدایت دی ہے

دِیْنًا قِیْمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِیْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ﴿۱۶۱﴾ قُلْ اِنْ صَلَّیْتُ

یہ مستحکم دین ہے جو ابراہیم کی ملت ہے جو حق کی راہ اختیار کرنے والا تھا اور شرک کرنے والوں میں سے نہ تھا۔ آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ

وَنُسِکِیْ وَنَحْیَیْ وَمَا تَنٰی لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِکَ لَہٗ ۚ وَبِذٰلِکَ

میری نماز اور میری سب عبادتیں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ ہی کے لیے ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور مجھے اسی کا حکم دیا

اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۶۳﴾

گیا ہے اور میں ماننے والوں میں سب سے پہلا فرماں بردار ہوں۔“

فرقہ بندی میں صحیح راہ:

آیت ۱۵۹: اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ دِیْنَ مِیْلٍ اَخْتَلَفُوْا ذٰلِکَ اَوَّلَ فِرْقٍ بَیْنِ مَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰی اِلَّا بِمِثْلِهَا ۚ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۚ اُولٰٓئِکَ سَوَاءٌ اَمْرُهُمْ اِلٰی اللّٰهِ ثُمَّ یَنْبِیْہُہُمْ بِمَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ پس وہ ان کو اس پر سزا دے گا۔

آیت ۱۶۰: مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ امثالِهَا ۚ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰی اِلَّا بِمِثْلِهَا ۚ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۚ

نیکی کا بدلہ کم از کم دس گنا:

آیت ۱۶۰: مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ امثالِهَا ۚ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰی اِلَّا بِمِثْلِهَا ۚ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۚ

قُلْ اَغِيْرَ اللّٰهِ اَبْغٰى رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۚ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ

”آپ فرمادیجئے! کیا میں اللہ کے علاوہ کوئی رب تلاش کروں حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے، اور جو بھی کوئی شخص کوئی گناہ کرے اس کا وبال اسی پر ہے۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنتُمْ فِيْهِ

اور نہ اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ، پھر تم سب کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے سو وہ تمہیں وہ چیزیں بتا دیگا جن میں

تَخْتَلِفُوْنَ ۝۱۶۱ وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ خَلِيْفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ

تم اختلاف کرتے تھے ۝ اور اللہ وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا اور درجات کے اعتبار سے تم میں ایک کو دوسرے پر فوقیت دی تاکہ وہ تمہیں

دَرَجٰتٍ لِّيَّبْلُوْكُمْ فِىْ مَا اٰتٰكُمْ ۚ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۚ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۶۲

ان چیزوں کے بارے میں آزمائے جو تم کو عطا فرمائیں، بے شک آپ کا رب جلد سزا دینے والا ہے۔ اور بلاشبہ وہ ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔

کے مثل دس جنس میزہ کی صفت کو موصوف کے قائم مقام قرار دیا جائے۔ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ثواب کی کمی اور سزا کے اضافہ کے ساتھ۔

میں ملت ابراہیم علیہ السلام پر ہوں، آؤ مان لو:

آیت ۱۶۱: قُلْ اِنِّىْ هَدٰىنِىْ رَبِّىْ۔ قراءت: ابو عمر و اور مدنی نے ربی پڑھا الی صراطِ مُسْتَقِيْمٍ دِيْنًا (دیناً منصوب ہے الی صراطِ مستقیم کے محل کا بدل ہونے کی وجہ سے۔ کیونکہ اس کا معنی یہ ہے ہدانی صراطاً اس کی دلیل یہ ارشاد الہی ہے: وَيَهْدِيْكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا (الفتح: ۲) قِيَمًا قِيَمَہ فاعل کے وزن پر قائم سے ہے یہ قائم سے زیادہ بلغ ہے۔ قراءت: قِيَمًا کوئی شامی نے پڑھا یہ مصدر ہے اور اس کا معنی قیام ہے۔ اس کو بطور صفت کے لایا گیا۔ مِلَّةَ اِبْرٰہِيْمَ یہ عطف بیان ہے۔ حَنِيفًا یہ ابراہیم سے حال ہے۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اے گروہ قریش۔

خلاصہ ملت: عبادت باری اور شرک سے بیزاری:

آیت ۱۶۲: قُلْ اِنَّ صَلَاتِىْ وَنُسُكِىْ لِعَنِىْ مِیْرِ عِبَادَتٍ۔ الناسک عبادت گذار۔ یا میرا ذبیحہ یا میرا حج وَمَحٰیَاىِ وَمَمَاتِىْ اور وہ اعمال جو میں نے زندگی میں کئے اور اس پر میں مروں گا یعنی ایمان اور اعمال صالحہ وغیرہ۔ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اسکی ذات کیلئے خالص ہیں۔ (قراءت) محیای و مماتى میں پہلے یا کا سکون اور دوسرے کا فتح مدنی نے پڑھا دوسروں نے اس کا عکس پڑھا ہے۔ آیت ۱۶۳: لَا شَرِيْكَ لَہٗ اِنِّىْ اَمْرٌ وَّبِذٰلِكَ اَخْلَصْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ کیونکہ ہر پیغمبر کا اسلام اپنے دین پر امت کے اسلام سے مقدم ہوتا ہے۔

میں تو حقیقی رب کو ماننے والا ہوں:

آیت ۱۶۴: قُلْ أَغَيَّرَ اللَّهُ أَبْغَى رَبًّا یہ جواب ہے اس دعوت کا جو وہ اپنے معبودان باطلہ کی طرف دیتے تھے۔ ہمزہ استفہام انکاری کا ہے یعنی میرا اس کے علاوہ کسی اور رب کو تلاش کرنا اوپری بات ہے۔ مفعول کو اس لیے مقدم کیا گیا کیونکہ یہ اہم بات ہے۔ وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ اور اس کے علاوہ تمام مربوب ہیں اور کوئی ایسا موجود نہیں اس کے علاوہ جس کو ربوبیت کا اختیار ہو۔ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا یہ ان کے اس قول کا جواب ہے جس کا تذکرہ دوسری آیت میں فرمایا: اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطِيئَتَكُمْ (العنکبوت: ۱۲) وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ یعنی کوئی شخص کسی کے گناہ کے بدلے نہ پکڑا جائے گا۔ جو گناہ کسی اور نفس نے کیا ہو۔ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ان ادیان میں سے جن میں تم نے اختلاف ڈالا ہے۔

زمین میں آمد و درجہ بندی آزمائش ہے آنے والے حساب کو آیا ہوا سمجھو:

آیت ۱۶۵: وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْخَلِيفَةَ الْأَرْضِ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور ان کی امت آخری امت بنائی گئی کیونکہ وہ ایک دوسرے کے بعد آئیں گے یا وہ اس زمین پر اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہونگے۔ اور اس کے مالک بنیں گے اور اس میں تصرف کریں گے۔ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ رَّتَبَةً میں اور رزق وغیرہ میں دَرَجَاتٍ یہ مفعول دوم ہے یا تقدیر عبارت یہ ہے اِلٰی دَرَجَاتٍ درجات کی طرف یا یہ مصدر کی جگہ آیا ہے گویا اس طرح کہا بلندی کے بعد بلندی لِيَلْبَسُوْكُمْ فِيْ مَا اَتٰكُمْ اس میں جو تمہیں جاہ و مال کی نعمت دے رکھی ہے تم کس طرح اس نعمت کا شکریہ ادا کرو گے۔ کس طرح شریف کہنے کے ساتھ اور مالدار فقیر کے ساتھ اور مالک مملوک کے ساتھ سلوک کرتا ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ بے شک آپ کا رب بہت جلدی بدلہ لینے والا ہے جو اس کی نعمتوں کی ناشکری کرے۔ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ جو اس کے شکر کو ادا کرے گا عقاب کے ساتھ سرعت کی صفت لائی گئی۔ کیونکہ آنے والا ہے اس کو آیا سمجھنا چاہیے وہ قریب ہی ہے۔ جیسا ارشاد فرمایا: وَمَا اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ط (النحل: ۷۷) کہ قیامت کا معاملہ تو پلک جھپک کی طرح یا اس سے بھی زیادہ قریب تر ہے۔ فَاتَّبَعَكَ الْمَلٰٓئِكَةُ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے جس نے سورۃ الانعام کی تین ابتدائی آیات صبح کے وقت تلاوت کیں اللہ تعالیٰ اس کے لیے ستر ہزار فرشتے مقرر کر دیتے ہیں جو اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور اس کے لیے ان کے اعمال کی مثل اعمال قیامت تک لکھے جاتے رہیں گے۔ (فتح القدیر)

تمت بالخیر

ترجمة سورة الانعام يوم الاربعاء بعد العصر - وقت مضت اثنا عشر يوماً من شهر جمادى الاولى سنة ۱۴۲۳ھ

والحمد لله على ذلك

سُورَةُ الْاَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَتَا وَسِتُّ اَيَاتٍ اَرْبَعٌ وَعِشْرُونَ رُكُوعًا

سورہ اعراف مکہ میں نازل ہوئی ہے اس کی ۲۰۶ آیتیں اور ۲۳ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الْمَمَّصَ ۝ كِتَابٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ

لَمَّصَ، یہ کتاب ہے جو آپ کی طرف اتاری گئی۔ سو آپ کے سینہ میں کوئی تنگی نہ ہو،

لِتُنْذِرَ بِهِ وَذِكْرٰی لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اَتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ

تا کہ آپ اس کے ذریعہ ڈرائیں، اور ایمان والوں کے لیے نصیحت ہے، اس چیز کا اتباع کرو جو تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف اتاری گئی،

وَلَا تَتَّبِعُوْا مِّنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَآءَ ۚ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَكَمْ مِّنْ

اور اس کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کا اتباع نہ کرو، تم کم نصیحت حاصل کرتے ہو، اور کتنی ہی بستیاں تھیں جن کو ہم نے ہلاک کر دیا۔ سو

قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا نَارٌ سَانِبَاتًا اَوْ هُمْ قَايِلُوْنَ ۝ فَمَا كَانَ دَعْوَاهُمْ

ان پر ایسے وقت میں ہمارا عذاب آیا جب کہ وہ رات گزار رہے تھے یا ایسی حالت میں عذاب آیا کہ وہ دوپہر کے وقت سوئے ہوئے تھے، سو جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو

اِذْ جَآءَهُمْ بَاسُنَا اِلَّا اَنْ قَالُوْا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝

ان کی پکار اس کے علاوہ کچھ نہ تھی کہ بلاشبہ ہم ظالم تھے۔

آیت ۱: الْمَمَّصَ (اللہ تعالیٰ اس کی مراد جانتے ہیں) زجاج رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول پسندیدہ ہے۔ انا اللہ اعلم وافضل۔ میں ہی اللہ سب کچھ جاننے والا اور سب سے زیادہ عظمت والا ہوں۔

آیت ۲: كِتَابٌ (یہ ایک کتاب ہے) یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے یعنی هُوَ كِتَابٌ وہ کتاب۔ اُنْزِلَ اِلَيْكَ (جو آپ کے اوپر اتاری گئی ہے) یہ کتاب کی صفت ہے کتاب سے مراد سورت ہے۔

تسلیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے انکار سے تنگ دل نہ ہوں:

فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ (آپ کے دل میں اس سے بالکل تنگی نہ ہونی چاہئے) حرج کا معنی شک ہے اور شک کو حرج سے تعبیر اس لیے فرمایا کہ شک کرنے والے کا دل تنگ ہوتا ہے جیسا کہ یقین کرنے والے کے دل میں کشائش ہوتی ہے۔

آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتارے جانے میں شک نہ کر۔ یا اس کی تبلیغ کے سلسلہ میں تنگی نہیں ہونی چاہیے آپ ﷺ اپنی قوم کی تکذیب اعراض و ایذاء کا خدشہ پا کر ان کے ایذاء سے دل میں تنگی محسوس کرتے تھے۔ اور دل میں اس کے متعلق نشاط پیدا نہیں ہو رہی تھی۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطمئن فرما کر اس بات کی بالکل پرواہ نہ کرنے کا حکم دیا۔ فلا یکن میں حرج ہی کی نفی فرمائی گئی۔ کیا خوب بلاغت کے ساتھ فرمایا اس کتاب کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے اس کے اتارے جانے کے بعد آپ دل میں تنگی محسوس نہ کریں لِتُنْذِرَ بِهِ (تاکہ اس کے ذریعہ) (منکروں) کو ڈرائیں) اس میں لام انزل کے متعلق ہے تقدیر عبارت یہ ہے انزل الیک لا نذارک بہ اس کتاب کو آپ کی طرف اتارا گیا تاکہ آپ اس کے ذریعہ ڈرائیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ لام جو تنذر کا ہے اس کا تعلق لایکن کی نہی سے ہے کیونکہ جب آپ ان سے نہ ڈرائیں گے تو ان کو ڈرائیں گے۔ اور اسی طرح جب ان کو یقین ہو جائے گا کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو یقین آپ کو نا فرمانی سے ڈرانے کے لیے جرأت مند بنادے گا کیونکہ صاحب یقین بہادر و جرات مند اور اپنے رب پر توکل کر نیوالا ہوتا ہے۔

نحوی تحقیق:

وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ (اور اہل ایمان کیلئے یہ ایک نصیحت ہے) یہ فعل مضمراً مفعول ہونے کی بناء پر منصوب ہے یعنی تنذیر بہ و تذکر تذكیراً تاکہ تم اس کے ذریعہ ڈراؤ اور نصیحت کرو خوب نصیحت کرنا۔ اَلذِّكْرَىٰ یہ اسم ہے اور تذکیر مصدر کے معنی میں ہے۔ نمبر ۲۔ کتاب پر عطف کی وجہ سے مرفوع ہے۔ یعنی ہو کتاب و ذکر للْمُؤْمِنِينَ وہ کتاب اور نصیحت ہے ایمان والوں کے لئے۔ نمبر ۳۔ مبتداء محذوف کی خبر ہے یعنی وہ مؤمنوں کے لئے نصیحت ہے۔ نمبر ۴۔ محل جریں واقع ہے تنذر کے محل پر عطف کی وجہ سے تقدیر عبارت یہ ہے: لا نذارک وللذکر اذکار کے لئے اور نصیحت کے لئے۔

آیت ۳: اَتَّبِعُوا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ (اس پر چلو۔ جو ہدایت تم پر تمہارے رب کی طرف سے اتاری گئی ہے) انزل الیکم سے مراد قرآن و سنت ہے۔ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ (اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کا اتباع مت کرو) ہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سواء۔ اَوْلِيَاءَ یعنی تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن و انس شیاطین کی دوستی مت اختیار کرو۔ وہ تمہیں اصنام پرستی، خواہشات پرستی اور بدعات پر آمادہ کریں گے۔ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ (تم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو) اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو تم چھوڑتے ہو اور دوسروں کی اتباع کرتے ہو۔

خَجَمٌ: قَلِيلًا پر نصب تذکرون کی وجہ سے ہے یعنی تذکرون تذکراً قَلِيلًا۔ تم بالکل تھوڑی سی نصیحت مانتے ہو۔ ما قلت کی تاکید کے لیے بڑھایا گیا۔ قراءت: شامی نے تذکرون پڑھا ہے۔

نحوی تحقیق:

آیت ۴: وَكَمْ مِنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنَاهَا (اور بہت بستیوں کو ہم نے تباہ کر دیا) کَمْ مبتداء ہے اَهْلَكْنَاهَا اس کی خبر ہے مِنْ قَرْيَةٍ۔ من بیان یہ کم خبریہ کی تمیز پر لایا گیا۔ اهلکنا سے ارادہ ہلاک مراد ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام میں ارشاد ہے: اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا (المائدہ: ۶) میں ارادہ قیام کو قیام فرمایا گیا۔ فَجَاءَ هَا اس کے رہنے والوں پر آیا۔ بَأْسُنَا ہمارا عذاب

بیاتاً یہ مصدر ہے جو حال کی جگہ واقع ہوا ہے۔ اس کا معنی بائیں ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے بات بیاتا حسناً اس نے خوب رات گزاری اَوْ هُمْ قَائِلُونَ یہ بیاتاً پر عطف کی وجہ سے حال ہے گویا تقدیر عبارت یہ ہے فجاء ہم باسنا بائیں اوقائین (ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت پہنچایا ایسی حالت میں کہ دوپہر کے وقت وہ آرام میں تھے) پس ان پر ہمارا عذاب اس حالت میں آیا کہ وہ سو رہے تھے یا قیلولہ کر رہے تھے۔

ایک سوال کا جواب:

سوال: هُمْ قَائِلُونَ کو بغیر واؤ کے ذکر کیا گیا۔ جبکہ اہل عرب کے ہاں جاء نی زید ہو فارس بغیر واؤ کے نہیں لائے۔
جواب: جب پہلے حال پر عطف کیا جائے تو واؤ کو حذف کر دیا جاتا ہے تا کہ دو حروف عطف کا اجتماع لازم نہ آئے۔ کیونکہ واؤ حالیہ وہ حقیقۃً واؤ عاطفہ ہے جو وصل کے لئے عاریۃ استعمال کی گئی ہے۔

ایک اور سوال:

سوال: ان دو اوقات کو عذاب کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ کیا ہے؟
جواب: یہ غفلت کے وقت ہیں پس ان میں عذاب کا نزول زیادہ شدید و سخت ہوتا ہے۔ جیسا کہ قوم لوط کو رات سحری کے وقت ہلاک کیا گیا۔ اسی طرح قوم شعیب کو دوپہر کے وقت قیلولہ کی حالت میں ہلاک کیا گیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ بیاتاً کا معنی رات کو سونے کی حالت ہے۔ یا دن کو قیلولہ کی حالت۔

مقدماتِ عذاب کے وقت اعترافِ جرم:

آیت ۵: فَمَا كَانَ دَعْوَاهُمْ اَنْ كُرِّرْ اِهْثْ اور پکارا اذْجَاء هُمْ بِاُسْنَا (پس جس وقت ان پر ہمارا عذاب آیا۔ اس وقت ان کے منہ سے کوئی بات نہ نکلی تھی) جب ان پر مقدماتِ عذاب اترے۔ اَلَا اَنْ قَالُوْا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ (سوائے اس کے کہ بیشک ہم ظالم تھے) انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم و شرک کا اعتراف کیا۔ جبکہ اس کا کوئی فائدہ نہ تھا۔

مَخْرُجٌ: دَعْوَاهُمْ یہ گان کا اسم ہے اور اَنْ قَالُوْا اس کی خبر ہے اور اس کا عکس بھی جائز ہے۔

فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ ۖ فَلَنَقْصُنَّ عَلَيْهِمْ

”سو جن لوگوں کی طرف رسول بھیجے گئے ہم ان سے ضرور سوال کریں گے اور ہم پیغمبروں سے ضرور پوچھیں گے، سو ہم ان کے روبرو

بِعِلْمٍ وَمَا كُنَّا غَائِبِينَ ۗ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ

علم کے مطابق بیان کر دیں گے اور ہم غائب نہ تھے، اور اس دن وزن واقع ہونے والا ہے۔ سو جن کے وزن بھاری ہوئے

فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۚ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا

ایسے لوگ کامیاب ہوں گے اور جن کے وزن ہلکے ہوں گے سو یہ وہ لوگ ہونگے جنہوں نے اپنی جانوں کا

أَنفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ ۚ

نقصان کر لیا اس وجہ سے کہ وہ ہماری آیات کے ساتھ ظلم کرتے تھے۔

قیامت کی مسئولیت برائے توئیخ:

آیت ۶: فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ (پھر ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کے پاس پیغمبروں کو بھیجا گیا تھا) اُرْسِلَ کا اسنادِ اِلَيْهِمْ کی طرف ہے مطلب یہ ہوا فلنَسْأَلَنَّ المرسل اليهم وهم الامم۔ ہم ضرور امتوں سے سوال کریں گے کہ انہوں نے رسولوں کو کیا جواب دیا۔ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ (اور پیغمبروں سے بھی ضرور پوچھیں گے کہ) ان کو کیا جواب ملا۔

آیت ۷: فَلَنَقْصُنَّ عَلَيْهِمْ (پھر چونکہ ہم پوری خبر رکھتے ہیں۔ ان کے سامنے بیان کر دیں گے) رسولوں اور امتوں پر جو ان کی طرف سے پیش آیا۔ بِعِلْمٍ ہم ان کے احوال ظاہرہ و باطنہ اور اقوال و افعال سے بخوبی واقف ہیں۔ وَمَا كُنَّا غَائِبِينَ (اور ہم بے خبر نہ تھے) ان سے جو ان کی طرف سے پایا گیا۔ یہ سوال صرف توئیخ و خبردار کرنے اور پختہ کرنے کیلئے ہوگا۔ جبکہ وہ زبانوں سے خود اقرار کر لیں گے۔ اور انبیاء ان کے متعلق گواہی دے دیں گے۔

وزن اعمال اظہارِ انصاف اور قطعِ معذرت کیلئے ہے:

آیت ۸: وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ (اور ٹھیک ٹھیک تول اس روز ہوگی) وزن اعمال اور ہلکے بھاری کا فرق۔

مَنْحُورٌ: یہ مبتدا ہے اور یومئذ اس کی خبر ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دن امتوں اور رسولوں سے پوچھیں گے جملہ کو حذف کر کے اس کی جگہ تنوین لائے۔ الْحَقُّ عدل یہ وزن کی صفت ہے۔ اقوال نمبر ۱۔ ایک ایسے میزان کے ساتھ جس کی

زبان اور دوپٹے ہوئے اظہار انصاف اور قطع معذرت کے لئے صحائف اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ نمبر ۲۔ یہ برابر فیصلے اور عادلانہ حکم کی تعبیر ہے اللہ تعالیٰ کو اس کی کیفیت کا علم ہے۔ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ (پس جن لوگوں کے پلڑے بھاری ہو گئے) جمع میزان یا موزون ہے یعنی جس کے تولے جانے والے اعمال بھاری اور قدر والے ہیں اور ایسے اعمال تو اعمال صالحہ ہی ہیں۔ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (تو ایسے لوگ ہی کامیاب ہو گئے) پس یہی لوگ فلاح پائیں گے۔

خفت وزن:

آیت ۹: وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ (اور جن کے پلڑے ہلکے ہو گئے) وہ کفار ہیں ان میں ایمان ہی نہیں۔ کہ جس کے ساتھ عمل معتبر ہوتا۔ ان کے میزان میں خیر نہ ہوگی۔ پس ان کے میزان ہلکے ہو گئے۔ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ۔ (پس وہ لوگ وہی ہو گئے جنہوں نے خود اپنا نقصان کر لیا۔ ہماری آیات کی حق تلفی کرنے کے سبب) يَظْلِمُونَ کا معنی زور سے انکار کرنا۔ آیات سے دلائل مراد ہیں اور آیات سے ظلم کا مطلب ان کو ان کے مقامات سے ہٹانا یعنی انکار کرنا اور ان کو تسلیم نہ کرنا۔

وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ ۚ قَلِيلًا مَّا

”اور بلاشبہ ہم نے تمہیں زمین میں رہنے کی جگہ دی، اور ہم نے تمہارے لیے اس میں زندگی کا سامان پیدا کیا تم بہت کم

تَشْكُرُونَ ۝ وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا

شکر ادا کرتے ہو۔ اور بلاشبہ ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہاری صورتیں بنائیں۔ پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو

لَادَمَ ۖ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ۚ لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ۝ قَالَ مَا

سجدہ کرو سو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے، وہ سجدہ کرنے والوں میں نہیں تھا۔ اللہ کا فرمان ہوا کہ تجھے کس چیز نے

مَنْعَكَ الْأَتَّسُجْدَ إِذْ أَمَرْتُكَ ۚ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ ۖ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ

اس بات سے روکا کہ تو سجدہ کرے جبکہ میں نے تجھے حکم کیا، اس نے کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں، مجھے آپ نے آگ سے پیدا کیا اور اسکو پیدا کیا

مِنْ طِينٍ ۝ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ

کچھڑ سے، فرمایا پس تو یہاں سے اتر جا، سو تجھے کوئی حق نہیں کہ اس میں تکبر کرے سو تو نکل جا!

إِنَّكَ مِنَ الصَّغِيرِينَ ۝ قَالَ أَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمٍ يُبْعَثُونَ ۝ قَالَ إِنَّكَ مِنَ

بے شک تو ذلیلوں میں سے ہے، وہ کہنے لگا کہ مجھے اس دن تک مہلت دیجئے جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے، فرمایا بے شک تو ان لوگوں میں سے ہے

الْمُنْظَرِينَ ۝ قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ۝

جنہیں مہلت دی گئی، وہ کہنے لگا سو اس وجہ سے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا میں ضرور ضرور ان لوگوں کے لیے آپ کے سیدھے راستے پر بیٹھوں گا،

ثُمَّ لَا تَنِيهِمْ مِّنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ

پھر ضرور آؤں گا ان کے پاس ان کے سامنے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کی داہنی جانب سے اور ان کی بائیں

شَمَائِلِهِمْ ۚ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ۝ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْذُومًا

جانب سے، اور آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیں گے فرمایا تو یہاں سے نکل جا ذلیل

مَذْذُورًا ۚ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ أَجْمَعِينَ ۝

اور خوار ہو کر، اس میں شک نہیں کہ جو شخص ان میں سے تیری راہ پر چلے گا تو میں ضرور تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔“

۱۰۸

انعامات معیشت کا تذکرہ:

آیت ۱۰: وَلَقَدْ مَكْنُكُمُ فِي الْأَرْضِ (اور بیشک ہم نے تم کو زمین پر جمایا) ہم نے اس زمین میں تمہارے لئے جگہ اور ٹھہرنے کا مقام بنایا ہم نے تمہیں اس میں اقتدار دیا اور تصرف پر قدرت دی۔ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ (اور ہم نے تمہارے لئے اس میں سامان زندگی پیدا کیا) جمع معیشتہ ہے اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جن پر انسانی گزراوقات ہے مثلاً مطعومات و مشروبات وغیرہ۔ قراءت: معایش میں یا کا ظاہر کرنا اصل ہے کیونکہ یا اصل ہے اس کو صحائف پر قیاس نہیں کر سکتے کیونکہ یا اس میں زائدہ ہے نافع نے ہمزہ پڑھا ہے۔ جیسا کہ صحائف میں پڑھا جاتا ہے۔

قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ (تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو) یہ قلیلاً ماتذکرون (الاعراف ۳) کی طرح ہے۔

تخلیق انسانی کا ذکر:

آیت ۱۱: وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ (اور ہم نے تمہارا اندازہ کیا۔ پھر تمہاری صورت بنائی) ہم نے تمہارے باپ آدم کو پیدا کیا۔ ایسی مٹی سے جس پر تصویر نہ تھی پھر ہم نے ان کی تصویر بنا دی۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا اِلَّا اِبْلٰسَ لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّٰجِدِيْنَ (پھر ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو پس سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس کہ وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا) ان میں سے نہ ہوا جو سجدہ کرنے والے تھے۔

سوال توئیخ:

آیت ۱۲: قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تو جو سجدہ نہیں کرتا تجھ کو اس سے کوئی بات مانع ہے) مَّا، مرفوع ہے اور اٰی شَیْءٍ کے معنی میں ہے یعنی تمہیں کس چیز نے سجدہ سے منع کیا ہے اور لازائدہ ہے اسکی دلیل یہ آیت ہے: مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیْدَیْ (ص: ۷۵) اور اسکی نظیر یہ آیت ہے: لَنَلَّا یَعْلَمَ اَهْلُ الْکِتٰبِ (الحمدید: ۲۹) ای لیعلم۔ اِذْ اَمَرْتُكَ (جبکہ میں تجھ کو حکم دے چکا) یہ حصہ آیت دلیل ہے کہ امر و جواب کیلئے آتا ہے علم کے باوجود سجدہ نہ کرنے والے سے یہ سوال توئیخ کیلئے ہے اور اس بات کو واضح کرنے کیلئے کہ اس نے معاندت و کفر، تکبر اور اپنے اصل پر فخر اور اصل آدم کی تحقیر کرتے ہوئے یہ حرکت کی تھی۔

شیطانی قیاس اور اس کی غلطی:

قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ (کہنے لگا میں اس سے بہتر ہوں۔ آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے) وہ نار جو ہر نورانی ہے وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِیْنٍ (اور اس کو آپ نے خاک سے پیدا کیا ہے) اور وہ ظلماتی ہے اس خبیث نے اس قیاس میں غلطی کی کیونکہ مٹی میں سنجیدگی، وقار ہے اسی سے انسان میں حلم و حیا اور صبر پایا جاتا ہے۔ جو کہ توبہ و استغفار کی طرف لے جانے والا ہے اور آگ میں اضطراب، تیزی، بلند طبعی ہے اور یہی چیز تکبر کی طرف لے جانے والی ہے۔ مٹی ممالک کو پیدا کرنے والی ہے جبکہ آگ ہلاکتوں کو پیدا کرنے والی ہے آگ خیانت کا مرکز اور فناء کا محرک اور مٹی اس کے بالمقابل امانت کی معاون اور نشوونما کی معین ہے مٹی آگ کو بجھاتی ہے جبکہ آگ اس کو تلف و ضائع کر دیتی ہے۔ یہ مٹی کی فضیلتیں ابلیس کی نگاہ سے اوجھل رہیں۔ یہاں تک کہ اپنے غلط قیاسات کی وجہ سے پھسل گیا۔

تنبیہ: قیاس کی نفی کرنے والوں کا یہ کہنا کہ سب سے پہلا شخص جس نے قیاس کیا وہ ابلیس تھا۔ یہ محض قیاس ہے کیونکہ قیاس کو ثابت کرنے والوں کے ہاں بھی ایسا قیاس جو نص کے مقابلہ میں ہو وہ مردود ہے جبکہ ابلیس کا قیاس امر منصوص کے ساتھ محض عناد تھا۔ مامنعك کا جواب اتنا ہی تھا کہ وہ کہتا مجھے اس چیز نے روکا۔ اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں اس لیے کہ اس نے قصہ دہرایا۔ اور اس میں اپنے بارے میں خبر دی کہ وہ آدم سے افضل ہے اور اپنی فضیلت کے سبب میں اس سے بہتر ہے پس اس ساری بات سے یہ جواب حاصل ہوا۔ گویا اس نے کہا منعی من السجود فضلی علیہ کہ سجدہ سے مجھے میری فضیلت نے روکا اور اس پر بڑائی نے روکا۔ اور یہ تو حکم الہی کا انکار ہے مزید یہ کہ مجھ جیسے کو اس جیسے کیلئے سجدہ کرنا بعید از عقل ہے کیونکہ فاضل مفضل کو سجدہ نہیں کرتا۔

آیت ۱۳: قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو یہاں سے اتر جا) جنت سے یا آسمان سے کیونکہ وہ آسمان میں تھا اور وہ متواضع اور مطیع لوگوں کا مقام ہے فاهبط کی فاء، انا خیر کے جواب میں ہے ای ان کنت تتکبر فاهبط۔ اگر تو تکبر کرتا ہے تو اتر جا۔ فَمَا يَكُونُ لَكَ (تجھ کو حق نہیں) تیرے لیے صحیح نہیں۔

ذلت لازمہ تکبر ہے:

أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا (کہ تو یہاں رہ کر تکبر کرے) کہ تو نافرمانی کرے۔ فَأَخْرُجْ إِنْكَ مِنَ الصَّغِيرِينَ (پس نکل بیشک تو ذلیلوں میں شمار ہونے لگا) اہل ذلت تو اللہ تعالیٰ اور ان کے دوستوں کے ہاں ذلت و رسوائی والوں میں سے ہے۔ ہر انسان تیری مذمت کرے گا۔ اور تکبر کی بنیاد پر ہر زبان تجھے لعنت کرے گی۔
مَسْئَلَةٌ: اس سے معلوم ہوا کہ ذلت تکبر کا لازمہ ہے۔

مطالبہ مہلت:

آیت ۱۴: قَالَ أَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمٍ يُبْعَثُونَ (اس نے کہا مجھے اس دن تک چھوٹ دو۔ جس دن اٹھایا جائیگا) مجھے بعث کے دن تک مہلت دو یہ نفع ثانیہ کا وقت ہے۔

مہلت کا ملنا:

آیت ۱۵: قَالَ إِنْكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تجھ کو مہلت دی گئی) نفعہ اولیٰ تک۔ اس تک اسلئے قبول کر لی گئی کیونکہ اس میں ابتلاء و امتحان ہے اور احباب کے دلوں کو اور قریب کرنے کیلئے ہے کہ یہ میرا سلوک اس سے ہے جو مجھے گالیاں دیتا ہے پس تم اندازہ کرو۔ اس سے کیا سلوک ہوگا۔ جو مجھ سے محبت کرتا ہے شیطان نے سوال کی جسارت اسلئے کی کہ وہ حلم خداوندی سے واقف تھا۔

مہلت کے بعد بڑا بول:

آیت ۱۶: قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي (وہ کہنے لگا اب چونکہ تو نے مجھے گمراہ کر ہی دیا ہے) تو نے مجھے گمراہ کر ہی دیا یعنی تیرے مجھے اغواء کرنے کے سبب سے۔ بِمَا کی باء قسم کے محذوف فعل سے متعلق ہے یا با قسم کے لیے ہے تقدیر عبارت یہ ہے فاقسم

باغوائک۔ لَا قُعْدَنَ لَهُمْ صِرَاطُكَ الْمُسْتَقِيمَ (تو میں بھی قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کو گمراہ کرنے کیلئے تیرے سیدھے راستے پر بیٹھوں گا) پس اسلام کے راستے پر گھات لگا کر واپس لوٹانے کے لیے اور رکاوٹ ڈالنے کیلئے سامنے آؤں گا۔ جیسا کہ دشمن راستے پر اس لئے بیٹھ جاتے ہیں تاکہ چلنے کے لئے اس کو بند کر دیا جائے۔

نَحْمُ: صِرَاطُكَ ظَرْفُ کی وجہ سے منصوب ہے جیسا کہتے ہیں ضَرْبُ زَيْدُ الظَّهْرِ۔ ای علی الظہر لطیفہ: حضرت طاؤس مسجد حرام میں تھے ان کے پاس ایک قدری آدمی آیا اور طاؤس نے اسے کہا تو خود کھڑا ہوگا یا تمہیں کھڑا کیا جائے؟ آدمی کھڑا ہوا اس کو کہا گیا تو ایک فقیہ کو اس طرح کہتا ہے تو اس نے کہا ابلیس اس سے بڑا فقیہ تھا۔ اس نے کہا رب بما اغویتنی۔ اور یہ فقیہ کہتا ہے انا اغوی نفسی میرا نفس خود گمراہ ہوتا ہے۔

آیت ۱: ثُمَّ لَا تَبْنِيَهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيهِمْ (پھر ان پر حملہ کروں گا ان کے سامنے سے بھی) آخرت کے متعلق ان کو شک میں مبتلا کروں گا وَمِنْ خَلْفِهِمْ (اور ان کے پیچھے سے بھی) میں ان کو دنیا کی رغبت دلاؤں گا۔ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ (اور ان کے دہنی جانب سے بھی) نیکیوں کی جانب سے وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ (اور ان کے بائیں جانب سے بھی) برائیوں کی طرف سے شامل جمع شامل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں ان پر چاروں طرف سے حملہ کروں گا۔ جن سے عموماً دشمن حملہ آور ہوتے ہیں۔ شقیق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہر صبح شیطان چاروں رستوں پر گھات لگا کر بیٹھ جاتا ہے سامنے سے کہتا ہے کہ تو ڈر نہیں اللہ تعالیٰ بخشے والے ہیں۔ پس میں پڑھ دیتا ہوں وانی لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحاً (ط۔ ۸۲) نمبر ۲۔ پیچھے سے آکر مجھے ڈراتا ہے کہ تیری بیوی بچے ضائع ہو جائیں گے تو میں جواب دیتا ہوں وامن دابة فی الارض الاعلیٰ اللہ رزقہا (حد۔ ۶) دائیں طرف سے آکر میری تعریف کرتا ہے تو میں کہتا ہوں والعاقبة للمتقين (الاعراف ۱۲۸) پھر بائیں طرف سے آکر شہوات کی طرف متوجہ کرتا ہے تو میں یہ آیت پڑھتا ہوں وحیل بینہم و بین مایشتہون۔ (سبا۔ ۵۴) آیت میں من فوقہم نہیں کہا اور نہ ہی من تحتہم کہا گیا اس لیے کہ اوپر سے اللہ تعالیٰ کی رحمت آتی ہے اور نیچے انسان کو سجدہ میسر ہوتا ہے۔

نَحْمُ: اول دونوں میں من ہے جو ابتدائے غایت کیلئے ہے اور اخیر میں عن ہے جو انحراف کیلئے آتا ہے۔ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ (اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائیگا) شاکرین سے مراد مومنین ہیں یہ اس نے گمان کے طور پر کہا جیسا ارشاد ہے: وَلَقَدْ صَدَقَ عَلَيْهِمْ اَبْلِسُ ظَنُّهُ (سبا: ۲۰) نمبر ۲۔ اس نے فرشتوں کی زبان سے سنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مطلع فرمایا۔

آیت ۱۸: قَالَ فَاخْرِجْ مِنْهَا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو یہاں سے نکل جا) جنت سے یا آسمان سے مَذْءُ وُ مَا (عیب دار قرار دیا ہوا) عیب دار اور برا قرار دیا ہوا۔ یہ ذام سے ہے جو مذمت کے معنی میں ہے حقیر قرار دینا۔ مَذْءُورًا (دھتکارا ہوا) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ (جو شخص ان میں سے تیرا کہنا مانے گا) اس میں لام تمہید قسم کے لیے لائی گئی اور اس کا جواب لَا مَلَنَّا جَهَنَّمَ (میں ضرور تم سے جہنم کو بھر دوں گا) یہ جواب قسم ہے اور جواب شرط کے قائم مقام ہے مِنْكُمْ یعنی منك ومنہم تجھ سے اور ان سے ضمیر مخاطب کو تغلیباً ذکر کر دیا۔ اَجْمَعِينَ (یہ تاکید ہے)

وَيَادْرُسُكَ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا

اور اے آدم! رہ تو اور تیری عورت جنت میں، پھر کھاؤ جہاں سے چاہو اور پاس نہ جاؤ

هَذِهِ الشَّجَرَةُ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِيْنَ ۱۹ فَوَسَّوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ

اس درخت کے، پھر ہو جاؤ گے گنہگار۔ پھر بہکایا ان کو شیطان نے تا کہ ان دونوں کے جسم کا وہ حصہ ظاہر

لَهُمَا مَا وَّرٰى عَنْهُمَا مِنْ سَوَاتِيْهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ

کر دے جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھا یعنی وہ حصہ جو ڈھانک کر رکھنے کا تھا۔ اور کہنے لگا کہ اس درخت سے تمہارے رب نے تمہیں اسی لیے

الشَّجَرَةَ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَیْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۲۰ وَقَاسَمَهُمَا اِنِّیْ

روکا ہے کہ تم دونوں اسے کھا کر فرشتے بن جاؤ گے یا ہمیشہ اسی میں رہنے والے ہو جاؤ گے۔ اور اس نے ان کے سامنے قسم کھائی کہ بلاشبہ میں

لَكُمْ لَمِنَ النَّصِيْحِيْنَ ۲۱ فَذَلَّلَهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ

تمہاری خیر خواہی کرنے والوں میں سے ہوں۔ سو فریب دیکر ان دونوں کو نیچے لے آیا۔ سو جب ان دونوں نے اس درخت کو چکھ لیا تو ان کی

لَهُمَا سَوَاتِيْهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفْنَ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۚ وَنَادٰهُمَا رَبُّهُمَا

شرمگاہیں ظاہر ہو گئیں اور دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے جوڑ جوڑ کر رکھنے لگے، اور ان دونوں کو ان کے رب نے پکارا

اَلَمْ اَنْهٰكُمَا عَنْ تِلْكَ الشَّجَرَةِ وَاَقْلُ لَكُمْ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ اَعْدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۲۲

کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہ کیا تھا۔ اور کیا میں نے تم سے یہ نہ کہا تھا کہ بلاشبہ شیطان تم دونوں کا کھلا دشمن ہے

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا ۖ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ

وہ دونوں کہنے لگے کہ اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ فرمائیں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو ضرور ہم تباہ کاروں

الْخٰسِرِيْنَ ۲۳ قَالَ اَهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ

میں سے ہو جائیں گے، فرمایا تم اتر جاؤ تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہیں اور تمہارے لئے زمین میں

مُسْتَقَرٌّ وَ مَتَاعٌ اِلٰی حِيْنٍ ۲۴ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَ فِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَ مِنْهَا

رہنے کی جگہ ہے، اور نفع حاصل کرنا ہے ایک وقت تک، فرمایا تم اسی میں جیو گے اور اسی میں مرد گے اور اسی سے

تُخْرَجُوْنَ ۲۵

نکالے جاؤ گے۔

آدم علیہ السلام کی جنت میں رہائش:

آیت ۱۹: وَيَا آدَمُ (اور اے آدم) اور ہم نے کہا اے آدم، ابلیس کو جنت سے خارج کر دینے کے بعد اسکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ (تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو) تم دونوں اس کو اپنا مسکن بناؤ۔ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا (پھر جس جگہ سے تم چاہو کھاؤ مگر دونوں اس درخت کے پاس نہ جانا۔ ورنہ ان لوگوں کے شمار میں آ جاؤ گے) پس تم ہو جاؤ گے مِنَ الظَّالِمِينَ (جن سے نامناسب کام ہو جایا کرتا ہے)

شیطان کی وسوسہ اندازی:

آیت ۲۰: فَوَسَّوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ (پھر شیطان نے ان دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا) وسوسہ خفیہ کلام کو کہتے ہیں۔ اس کو دھرانا۔ یہ وسوس کا لفظ لازم ہے کہتے ہیں رجل موسوس اس کا مفعول موسوس نہیں آتا۔ البتہ لام یا الی کے صلہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ موسوس لہ موسوس الیہ اس شخص کو کہا جاتا ہے۔ جس کی طرف وسوسہ ڈالا جائے۔ وسوس لہ کا مطلب یہ ہو افعَلِ الوَسْوَسَةَ لَا جِلْمَ ان کی خاطر خفیہ کلام کیا۔ اور وسوس الیہ کا مطلب وہ کلام ان کی طرف ڈالا۔ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوَاتِحِهِمَا (تاکہ ان کے پردہ کا بدن جو ان دونوں سے اب تک پوشیدہ تھا دونوں کے سامنے ظاہر کر دے) تاکہ ان کے سامنے ان کے وہ ستر ظاہر کر دے جو ان سے چھپے ہوئے تھے۔

مَسْتَلَّةً: اس سے معلوم ہوا کہ ستر کھولنا بڑا گناہ ہے اور طباع اور عقول صحیحہ میں یہ قبیح سمجھا جاتا رہا ہے۔

سوال: مَا وُورِيَ کی واؤ ہمزہ سے کیوں نہیں بدلی جیسا کہ او یصل جو واصل کی تصغیر ہے اس کی اصل وویصل ہے۔ واؤ اول کو ہمزہ سے بدل دیا کیونکہ دو واؤ کا اجتماع ناپسند ہے۔

جواب: دوسری واؤ مدہ ہے جیسا کہ واری کی الف پس جس طرح واعد میں اس کا ہمزہ گرنا لازم نہیں اسی طرح ووری میں بھی لازم نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب دو واؤ متحرک ہوں تو ان میں ثقل پیدا ہو جاتا ہے جو اس وقت نہیں ہوتا جبکہ دوسرا ساکن ہو اور یہ ضرورت کا تقاضا ہوتا ہے۔ چنانچہ ثقل کے موقع پر اس کا بدلنا لازم کر دیا۔ دوسرے موقع پر نہیں۔ عبد اللہ نے تو وری قلب سے پڑھا ہے۔ وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَا مَلَکَيْنِ (اور کہنے لگا تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے اور کسی سبب سے منع نہیں فرمایا مگر صرف اس وجہ سے کہ دونوں کہیں فرشتے نہ ہو جاؤ) مگر اس کراہت سے کہ تم دونوں فرشتے بن کر خیر و شر کو جان لو۔ اور غذاء سے مستغنی ہو جاؤ۔

قراءت: مَلَکَيْنِ پڑھا گیا ہے۔ اس ارشاد کے پیش نظر مُلْكٍ لَا يَبْلَى (ط: ۱۳۰) اَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ (یا کہیں ہمیشہ رہنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ) ان لوگوں میں سے جن پر موت نہیں آئے گی اور جنت میں مقیم رہیں گے۔

طریق وسوسہ:

آیت ۲۱: وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ (اور ان دونوں کے سامنے قسم کھائی کہ یقیناً جانے میں آپ دونوں کا خیر خواہ

ہوں) وقاسمہما۔ یعنی ان دونوں کے سامنے قسم کھائی۔ اور کہنے لگا اِنِّیْ لَکُمَا (الایۃ) کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ یہاں ابلیس کی قسم کو باب مفاعلہ سے ذکر کیا کیونکہ اگر وہ قسم اٹھانے والا تھا تو وہ اس کی تصدیق کرنے والے تھے۔ گویا قسم دو طرفہ ہوئی۔ اللہ کا نام لے کر دھوکے سے پھل کھلایا:

آیت ۲۲: فَذَلَّھُمَا (پس وہ ان دونوں کو نیچے لے آیا) درخت سے کھانے کی وجہ ان کو نیچے اتار لایا۔ بِغُرُورٍ (دھوکے سے) اس وجہ سے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر دھوکہ دیا۔ اور مومن اللہ تعالیٰ کے نام پر دھوکہ کھا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو اللہ کے نام سے ہمیں دھوکہ دے گا ہم اس کے دھوکے میں آجائیں گے۔ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ (جب دونوں نے اس درخت کا مزہ چکھ لیا) دونوں نے اس کا ذائقہ پایا جبکہ اس کو کھانا شروع کیا وہ گندم یا انگور کا خوشہ تھا۔

اعضائے مستورہ کا ظہور:

بَدَتْ لَھُمَا سَوَاتِھُمَا (تو دونوں کے پوشیدہ اعضاء ایک دوسرے پر بے پردہ ہو گئے) ان دونوں کا ستر ان کے سامنے ظاہر ہو گیا کیونکہ ان کا لباس اچانک اتر گیا۔ وہ اپنے اعضائے مستورہ کو نہ دیکھے ہوئے تھے اور نہ ایک دوسرے کے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا لباس ناخنوں کی جنس سے تھا۔ یعنی سفیدی ناخنوں جیسی تھی اور انتہائی نرم اور لطیف تھا صرف ناخنوں کے پاس وہ لباس رہ گیا تا کہ نعمت یاد آتی رہے اور احساس شرمندگی تازہ ہوتا رہے۔ وَطَفِقَا (اور دونوں لگے) طفق کا لفظ جب اصل فعل پر داخل ہوتا ہے تو جعل کا معنی دیتا ہے۔ جیسا کہ یہاں ہے یَخْصِفُنْ عَلَیْھُمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ (اپنے اوپر جنت کے پتے چپکانے) وہ اپنے اعضائے مستورہ پر انجیر یا کیلے کے پتے رکھنے لگے اور پتے پر پتہ جوڑنے لگے تاکہ ان سے اعضاء چھپا سکیں جیسا کہ جوتا سیا جاتا ہے۔

عتاب باری تعالیٰ:

وَنَادَھُمَا رَبُّھُمَا اَلَمْ اَنْھُکُمَا عَنْ تِلْکُمَا الشَّجَرَةِ (اور ان کے رب نے ان کو پکارا، کیا میں تم دونوں کو اس درخت سے منع نہ کر چکا تھا) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب ہے اور خطا پر متنبہ کیا گیا روایت میں ہے کہ آدم علیہ السلام کو کہا گیا اے آدم اس درخت کو چھوڑ کر تیرے لیے جنت کے شاندار درخت کافی نہ تھے۔ جو میں نے تجھے عنایت کیے تھے۔ تو آدم علیہ السلام نے جواب دیا کیوں نہیں لیکن اے میرے اللہ مجھے تو گمان تک نہ تھا۔ تیرا جھوٹا نام لے کر کوئی قسم اٹھائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے اپنی عزت کی قسم میں تجھے زمین پر ضرور اتاروں گا۔ پھر وہاں تجھے گزران زندگی، ہاتھ کی کمائی اور خون پسینے کی محنت سے میسر آئے گی پس تم زمین پر اتر جاؤ۔ حضرت آدم کو لوہے کی صنعت سکھادی گئی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین میں فصل بونے کا حکم دیا۔ پس انہوں نے کھیتی بوئی اس کو پانی دیا کاٹا، گاہیا اور اڑایا پیسا آٹا گوندھا اور روٹی بنائی۔ وَاقْلُ لَکُمَا اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمَا عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ (اور یہ نہ کہہ چکا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے)

دعائے آدم علیہ السلام:

آیت ۲۳: قَالَا إِنَّا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (دونوں کہنے لگے اے ہمارے رب ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا۔ اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے۔ تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جائے گا)۔

مَسْئَلَةٌ: اس میں دلیل ہے کہ اگر صغیرہ گناہ معاف نہ کئے گئے تو سزا ان کی ہو سکتی ہے اور معتزلہ کی تردید ہے کہ ان کے ہاں صغیرہ گناہ معاف نہ بھی ہوں تب بھی ان پر سزا نہیں دی جاسکتی۔

آیت ۲۴: قَالَ اهْبِطُوا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم نیچے جاؤ) یہ جمع کے لفظ سے آدم و حواء کو خطاب ہے کیونکہ ابلیس اتارا گیا اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ آسمان میں اتارا گیا ہو پھر زمین میں تمام اکٹھے اتارے گئے ہوں۔ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ (ایسی حالت میں کہ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے) یہ موضع حال ہے یعنی تم دونوں ایک دوسرے سے دشمنی کرنے والے ہو گے اور دونوں سے ابلیس دشمنی کرے گا اور وہ دونوں اس سے دشمنی کریں گے۔ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ (اور تمہارے لئے زمین میں رہنے کی جگہ ہے) ٹھہرنا یا ٹھہرنے کی جگہ وَمَتَاعٌ زِدْنِي (ایک وقت تک) وقت مقررہ کے اختتام تک۔ ثابت بنانی رحمہ اللہ سے مروی ہے جب آدم علیہ السلام کو اتارا گیا اور ان کی موت کا وقت آیا تو فرشتوں نے ان کو گھیر لیا۔ حوا ان کے گرد چکر لگانے لگیں تو آدم نے علیہ السلام سے فرمایا تو مجھے اور میرے رب کے فرشتوں کو چھوڑ دے۔ درمیان سے ہٹ جا۔ بیشک مجھے تیری وجہ سے پہنچا جو پہنچا۔ (اس سے دنیا کے مصائب مراد لیے جائیں تو مفسر پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا) جب آدم علیہ السلام کی وفات ہو گئی تو فرشتوں نے ان کو بیری کے پتوں والے پانی سے غسل دیا۔ اور ان کو خوشبو لگائی اور طاق عدد کپڑوں میں کفن دیا اور قبر کھود کر ان کے لیے لحد بنائی اور ہند کی سرزمین سراندیپ میں ان کو دفن کیا اور ان کے بیٹوں کو خطاب کر کے کہا کہ آئندہ تمہارا یہی طریقہ ہے۔

آیت ۲۵: قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنی ہے) زمین میں وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ۔ (اور وہاں ہی مرنا ہے اور اسی میں سے پھر پیدا ہونا ہے) ثواب و عقاب کے لیے۔ قراءت: حمزہ و علی نے تَخْرُجُونَ معروف پڑھا ہے۔

يَبْنِيْ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِيْ سَوَاتِكُمْ وَرِيْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ۙ

”اے آدم کی اولاد! بے شک ہم نے تمہارے لیے لباس اتارا جو تمہاری شرم کی جگہوں کو چھپاتا ہے اور وہ سب زینت ہے اور تقویٰ کا لباس

ذٰلِكَ خَيْرٌ ۚ ذٰلِكَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ يَذْكُرُوْنَ ۝۲۶ یَبْنٰی اٰدَمَ لَا یَفْتِنٰکُمْ

یہ بہتر ہے یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں اے آدم کی اولاد! تمہیں شیطان ہرگز فتنہ میں نہ ڈال

الشَّیْطٰنُ کَمَا اَخْرَجَ اَبَوٰیْکُمْ مِنَ الْجَنَّةِ یَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِیُرِیَهُمَا سَوَاتِمَهُمَا ۙ

دے جیسا کہ اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے ایسی حالت میں نکالا کہ وہ ان کا لباس اتروا رہا تھا تاکہ دکھائے ان دونوں کو ان کی شرمگاہیں۔

اِنَّہٗ یُرِیْکُمْ ہُوَ وَقَبِیْلَہٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۚ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیْطٰنَ اَوْلِیَآءَ

بے شک وہ اور اس کی قوم تمہیں ایسے طور دیکھتے ہیں کہ تم انہیں نہیں دیکھتے۔ بے شک ہم نے بنا دیا شیطانوں کو ان لوگوں کا

لِّلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝۲۷

دوست جو ایمان نہیں لاتے۔“

سبب لباس پانی آسمان سے اُتارا:

آیت ۲۶: یَبْنٰی اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا (اے اولاد آدم ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا) زمین میں جو کچھ بھی ہے تمام کو منزل من السماء فرمایا کیونکہ ہر چیز کی اصل پانی ہے اور پانی آسمان سے اُترتا ہے۔ یُوَارِیْ سَوَاتِکُمْ (جو کہ تمہارے پردہ دار بدن کو بھی چھپاتا ہے) وہ تمہارے ستروں کو چھپاتا ہے۔ وَرِیْشًا (اور زینت کا سبب بھی ہے) لباس زینت۔ یہ ریش الطائر سے بطور استعارہ لیا گیا۔ کیونکہ پرندے کے پر اس کے لئے زینت اور لباس ہوتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ہم نے تم پر دو لباس اتارے ایک وہ لباس جو تمہارے ستروں کو چھپاتے ہیں دوسرا وہ جو زینت دیتے ہیں۔ وَلِبَاسُ التَّقْوٰی (اور تقویٰ کا لباس) نیکی کا وہ لباس جو عقاب الہی سے بچائے۔

نحو و قراءت:

یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر ذالک خیر پورا جملہ ہے گویا اس طرح فرمایا: لباس التقویٰ ہو خیر۔ کہ لباس تقویٰ ہی بہتر ہے کیونکہ اسمائے اشارہ ضمائر سے ان چیزوں کو دور کر دیتے ہیں جن کا تذکرہ دوبارہ کرنا ہوتا ہے۔ نمبر ۲: یا ذلک یہ مبتداء کی صفت ہے اور خیر یہ مبتداء کی خبر ہے پھر عبارت اس طرح ہے لباس التقویٰ المشار الیہ خیر کہ تقویٰ کا لباس جس کی طرف اشارہ کیا گیا وہ بہت بہتر ہے یا۔ نمبر ۳: لباس التقویٰ مبتداء محذوف کی خبر ہے یعنی ہو لباس التقویٰ۔ مطلب یہ ہے ستر عورت یہ متقین کا

لباس ہے پھر فرمایا یہ بہت بہتر ہے تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اہل تقویٰ کا لباس اون اور کھر درے کپڑے ہیں۔
قراءت: لباس التقویٰ سین کو فتح کے ساتھ لباساً اور ریشاً پر عطف کر کے پڑھا ہے۔ یہ شامی، مدنی، علی قراء کا قول ہے۔ ای
وانزلنا علیکم لباس التقویٰ ہم نے تم پر لباس تقویٰ اتارا۔

تخلیق لباس کا ذکر استطراداً ہے:

ذٰلِكَ خَيْرٌ ذٰلِكَ مِنْ اٰیَةِ اللّٰهِ (یہ اس سے بہتر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے) جو کہ اس کے فضل اور اپنے
بندوں پر رحمت پر دلالت کرنے والی ہے یعنی لباس کا اتارنا۔ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ (تاکہ یہ لوگ یاد رکھیں) تاکہ وہ اس میں اس کی
عظیم نعمتیں پہچانیں۔ یہ آیت بطور استطراد لائی گئی کیونکہ پہلے ستر کے ظاہر ہو جانے کا تذکرہ اور جنت کے پتے جسم پر لپیٹ لینے کا
بیان تھا اس پر اظہار احسان کے لیے تخلیق لباس کا ذکر فرمایا اور اس لیے بھی کہ ننگا ہونا رسوائی ہے اور یہ بتلادیا کہ ستر تقویٰ ہے۔

شیطان تمہارا لباس نہ چھین لے:

آیت ۲۷: یٰبَنِیْ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ کَمَا اَخْرَجَ اَبَوَیْکُمُ مِنَ الْجَنَّةِ (اے اولاد آدم، شیطان تم کو کسی خرابی میں نہ
ڈال دے۔ جیسا اس نے تمہارے دادا دادی کو جنت سے باہر کر دیا) ہرگز تم کو دھوکا میں مبتلا نہ کرے اور تمہیں گمراہ نہ کر دے۔
تاکہ تم پھر جنت میں نہ جاسکو۔ جیسا کہ تمہارے باپ کو فتنہ میں ڈال کر وہاں سے نکالا تھا۔ یَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا (ایسی
حالت سے کہ ان کا لباس بھی ان سے اتروادیا) یہ حال ہے یعنی ان دونوں کو نکلوایا اس حال میں کہ ان کا لباس چھیننے والا تھا۔ وہ اس
طرح کہ لباس اتارنے کا یہ سبب بنا۔ اس میں بظاہر نہیں شیطان کو ہے مگر حقیقت میں اولاد آدم کو ہے کہ تم شیطان کی اتباع نہ کرنا وہ
تمہیں فتنہ میں مبتلا کر دے گا۔ لِيُرِيَهُمَا سَوَاتِهِمَا (تاکہ ان کے پردہ کا بدن دکھائی دینے لگے) ان کے سترانہ (بیشک وہ) ہ
ضمیر شان و حدیث ہے یَرٰکُمْ ھُوَ (تم کو دیکھتا ہے) یہ نہیں کی علت ہے اور اس بات سے ڈرانا مقصود ہے کہ یہ تمہارا دشمنی
چھپانے والا دشمن ہے اس کے فتنہ سے بچو۔ وہ ایسا حیلہ کرے گا کہ تم سمجھ بھی نہ سکو گے۔ وَقَبِيلُهُ (اور اس کا لشکر) اور اس کی اولاد
یا اس کا لشکر جو شیاطین پر مشتمل ہے۔

نحو: اس کا عطف براہِ ضمیر پر ہے۔ ھو سے اس کی تاکید آ رہی ہے۔ اس پر عطف کرنا مقصود نہیں کیونکہ فعل کا معمول ضمیر
مستتر ہے۔ نہ کہ یہ بارز۔ اور عطف اسی پر ہے جو فعل کا معمول ہے۔ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ (ایسے طور پر کہ تم ان کو نہیں دیکھتے)۔

مقولہ ذوالنون مصری رحمہ اللہ:

ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ تمہیں دیکھتا ہے ایسی جگہ سے جہاں سے تم اس کو نہیں دیکھ سکتے۔ تو اس ذات
باری تعالیٰ سے مدد طلب کرو جو اس کو دیکھتا ہے ایسی جگہ سے جہاں سے وہ شیطان نہیں دیکھ سکتا۔ اور ایسی ذات اللہ کریم، ستار، رحیم
، وغفار ہی کی ہو سکتی ہے۔ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیْطٰنَ اَوْلِیَآءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ (ہم شیاطین کو انہیں لوگوں کا دوست ہونے دیتے ہیں
جو ایمان نہیں لاتے) اس میں دلالت ہے کہ خالق الافعال اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔

وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا ۖ قُلْ إِنَّ

اور جب کوئی کام فحش کر لیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو اس پر پایا ہے اور اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے، آپ فرمادیجئے! کہ بے شک

اللَّهُ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ ۖ اتَّقُوا اللَّهَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢٨﴾ قُلْ أَمَرَ

اللہ فحش کاموں کا حکم نہیں دیتا کیا تم اللہ کے ذمہ وہ باتیں لگاتے ہو جنہیں تم نہیں جانتے۔ آپ فرمادیجئے کہ میرے رب نے مجھے

رَبِّي بِالْقِسْطِ ۖ وَاقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ

الصف کا حکم دیا ہے۔ اور یہ کہ تم ہر جگہ کے وقت اپنا رخ سیدھا رکھو۔ اور اس طور پر اللہ کی عبادت کرو کہ اس عبادت کو اللہ ہی کے لیے خالص کرنے

لَهُ الدِّينَ ۚ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ ﴿٢٩﴾ فَرِيقًا هَدَىٰ وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ

والے ہو۔ جیسا اس نے تمہیں شروع میں پیدا فرمایا اسی طرح تم دوبارہ لوگوں، ایک جماعت کو ہدایت دی اور ایک جماعت ایسی ہے جس پر گمراہی

الضَّلَالَةُ ۖ إِنَّهُمْ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَيَحْسَبُونَ

مقرر ہو چکی ہے۔ بلاشبہ ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست بنایا اور وہ سمجھ رہے ہیں

أَنَّهُمْ مُّهْتَدُونَ ﴿٣٠﴾

کہ بے شک وہ راہِ راست پر ہیں۔

بے حیائی کے کام اشارہ شیطانی سے ہیں:

آیت ۲۸: وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً (اور وہ لوگ جب کوئی فحش کام کرتے ہیں) فاحشہ سے مراد انتہائی سخت گناہ ہے اور وہ انکا شرک کرنا اور بیت اللہ کا ننگا طواف کرنا ہے۔ قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا (تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی راستہ پر پایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ہم کو یہی بتلایا ہے) یعنی جب وہ کرتے ہیں تو اس کا یہ عذر لنگ پیش کرتے ہیں کہ ان کے آباؤ اجداد ایسا کرتے چلے آئے۔ اور وہ ان کی اقتداء میں کر رہے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دے رکھا ہے۔ ہمیں اس پر برقرار رکھا ہوا ہے اگر وہ ان کو ناپسند کرتا تو ہم اس کو چھوڑ دیتے۔ اور یہ دونوں باتیں محض باطل ہیں۔ کیونکہ جہال کی تقلید بھی جہالت ہے۔ اللہ تعالیٰ ذی الجلال والاکرام پر افتراء ہے۔ قُلْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ (آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ فحش بات کی تعلیم نہیں دیتا) اس لیے کہ مامور بہ کا حسن ہونا ضروری ہے۔ (جبکہ آمر حکیم ہو) اگرچہ اس میں مراتب ہیں جیسا کہ اصول فقہ میں ہے۔ اتَّقُوا اللَّهَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ (کیا تم اللہ تعالیٰ کے ذمے ایسی بات لگاتے ہو جس کی تم دلیل نہیں رکھتے) یہ استفہام انکار اور توبیخ ہے۔

مخلصانہ عبادت کرو وہ اعادہ کر کے بدلہ دے گا:

آیت ۲۹: قُلْ اَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ (آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے مجھے انصاف کا حکم دیا ہے) قسط کا معنی انصاف ہے۔ انصاف کا اور ہر اس چیز کا جو صحیح عقل والے کے ہاں مستحسن ہے۔ پس وہ کیونکر فحشاء کا حکم دے سکتے ہیں۔ وَاَقِمْوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (اور یہ کہ تم ہر سجدہ کے وقت اپنا رخ سیدھا رکھا کرو) کہہ دو اقیموا وجوہکم یعنی استقامت کے ساتھ اس کی عبادت کا قصد کرو۔ اور ہر وقت سجود میں اس کے علاوہ کسی اور کی طرف مائل ہونے والے مت بنو۔ یا مسجد سے مکان سجود مراد ہے۔ وَاَذْعُوْهُ (اور اللہ تعالیٰ ہی کو پکارو) اور اسی ہی کی عبادت کرو۔ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (اسی طور پر کہ خالص کرنے والے ہو اس کے لئے عبادت کو) یعنی اطاعت کو اس حال میں کہ خالص اس کی رضا مندی چاہنے والے ہو۔ کَمَا بَدَاكُمْ تَعُوْذُوْنَ (اللہ تعالیٰ نے جس طرح شروع میں پیدا کیا تھا۔ اسی طرح تم دوبارہ پیدا ہو گے) جیسا اس نے پہلی مرتبہ تمہیں پیدا کیا۔ وہ تمہیں لوٹائے گا ابتداء خلق سے ان کے انکار بعث پر حجت پیش کی گئی مطلب یہ ہے کہ وہ تمہارا اعادہ کر کے تمہارے اعمال کا بدلہ دے گا۔ پس اس کی مخلصانہ عبادت کرو۔

ہدایت و اضلال اللہ کے پاس ہے:

آیت ۳۰: فَرِيقًا هَدٰى (بعض لوگوں کو تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے) وہ مسلمان ہیں وَفَرِيقًا (اور بعض پر) یعنی ایک فریق کو گمراہ کیا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ (گمراہی کا ثبوت ہو چکا ہے) وہ کافر ہیں اِنَّهُمْ (ان لوگوں نے) وہ گمراہ جس کے متعلق گمراہی ثابت ہو گئی۔ اتَّخَذُوا الشَّيْطٰنَ اَوْلِيَاۤءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (شیطانوں کو دوست بنایا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر) یعنی مددگار وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (اور خیال رکھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں) یہ آیت بھی ہدایت و اضلال کے سلسلہ میں معتزلہ کے رد میں ہماری دلیل ہے۔

يَبْنِيْ اَدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ

اے اولاد آدم! تم مسجد کی حاضری کے وقت اپنی آرائش لے لیا کرو اور کھاؤ اور پیو اور حد سے آگے مت بڑھو،

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝۳۱ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِي اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ

بے شک اللہ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ آپ فرما دیجئے! اللہ نے اپنے بندوں کے لیے جو زینت نکالی ہے

وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ ۚ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً

اور جو کھانے پینے کی چیزیں پیدا فرمائی ہیں انہیں کس نے حرام قرار دیا، آپ فرما دیجئے کہ یہ چیزیں دنیاوی زندگی میں اہل ایمان کے لیے ہیں۔ قیامت کے

يَوْمِ الْقِيَمَةِ ۚ كَذٰلِكَ نَفِصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ ۝۳۲

دن ان کے لیے خالص ہوں گی۔ ہم اسی طرح ان لوگوں کے لیے آیات بیان کرتے ہیں جو جانتے ہیں۔

زینت میں اسراف و تکبر سے بچو:

آیت ۳۱: یَبْنِیْ اَدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ (اے اولاد آدم تم اپنا لباس پہن لیا کرو) اپنی زینت کا لباس عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (مسجد کی ہر حاضری کے وقت) جب بھی تم نماز ادا کرو۔ دوسرا قول زینت سے مراد کنگھی، خوشبو ہے مسنون یہ ہے کہ آدمی نماز کے لیے بہت اچھی حالت بنائے۔ کیونکہ نماز رب سے مناجات کا نام ہے پس زینت مستحب ہے اور عطر لگانا بھی جیسا کہ ستر و طہارت فرض ہے۔ وَكُلُوْا (اور خوب کھاؤ) گوشت اور چکناہٹ و اَشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا (اور پیو۔ اور حد سے مت نکو) حرام میں شروع ہو کر یا پیٹ بھرنے سے تجاوز نہ کرو۔ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے حد سے نکلنے والوں کو) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جو چاہو پیو، جو چاہو کھاؤ، اور جو چاہو پہنو مگر دو باتوں سے بچو، اسراف اور تکبر سے۔

نکتہ: ہارون الرشید خلیفہ عباسی کا ایک نصرانی طبیب تھا۔ اس نے ایک دن علی بن حسین بن واقد کو کہا تمہاری کتاب میں علم طب کی کوئی چیز نہیں حالانکہ علم دوہی ہیں۔ علم الابدان اور علم الادیان۔ تو علی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ساری طب اپنی کتاب کی آدھی آیت میں جمع کر دی اور وہ یہ ارشاد و کُلُوْا وَ اَشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ہے نصرانی طبیب کہنے لگا تمہارے رسول ﷺ سے طب کی کوئی چیز مروی نہیں تو علی نے جواب دیا ہمارے رسول ﷺ نے چند الفاظ میں ساری طب جمع کر دی اور وہ آپ کا ارشاد ہے المَعْدَةُ بَيْتُ الدَّاءِ وَالْحَمِيَّةُ رَأْسُ كُلِّ دَوَاءٍ وَاعْطَ كُلُّ بَدَنٍ مَا عَوَّدَتْهُ۔ (ابن حجر کہتے ہیں کہ میں نے یہ روایت نہیں پائی) (المقاصد ۳۸۹) تو نصرانی طبیب نے کہا پھر تو تمہاری کتاب اور تمہارے رسول نے جالینوس کے لیے طب نہیں چھوڑی۔

تمام حلال زینت مسلمان کے لئے ہے کافر کو تبعاً ملتی ہے:

آیت ۳۲: پھر استفہام انکاری کے طور پر حلال کو حرام قرار دینے پر فرمایا قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ (کہہ دیجئے۔ کس شخص نے حرام کیا ہے اللہ تعالیٰ کی اس زینت کو) یعنی کپڑے اور وہ تمام چیزیں جن سے آدمی خوبصورتی حاصل کرتا ہے۔ الَّتِيْ اَخْرَجَ لِعِبَادِهِ (جو اس نے اپنے بندوں کیلئے پیدا کی ہے) یعنی اس کی اصل جیسے روئی زمین سے اور ریشم کیڑوں سے وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ (اور کھانے پینے کی حلال چیزیں) لذیذ کھانے اور پینے کی اشیاء ایک قول یہ بھی ہے کہ جب وہ احرام باندھتے تو بکری اور جو بھی اس کے گوشت سے چربی اور دودھ نکلتا اس کو حرام قرار دیتے تھے۔ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ اٰمَنُوا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (آپ کہہ دیجئے۔ یہ چیزیں دنیوی زندگی میں ایمان والوں کے لئے ہیں) ان کے لیے خالص نہیں کیونکہ مشرکین ان چیزوں میں ان کے ساتھ شریک ہیں۔ خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ (خالص ہوگی قیامت کے دن) ان کے ساتھ اور کوئی شریک نہ ہوگا۔ یہاں اس لئے یہ نہیں فرمایا لِلَّذِينَ اٰمَنُوا وَلِغَيْرِهِمْ تاکہ بتلادیا جائے کہ یہ اصل میں ایمان والوں کے لیے پیدا کی گئی ہیں اور کفار کو بطور تابع مل رہی ہیں۔

نحوی تراکیب:

نحو: نمبر ۱: خالصة یہ مرفوع ہے نافع نے اسی طرح پڑھا اس صورت میں مبتداء ہے اور اس کی خبر للذین اٰمنوا ہے اور فی الحیوة الدنیا خبر کا ظرف ہے۔ یا نمبر ۲: خالصة یہ خبر ثانی ہے۔ نمبر ۳۔ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ دیگر قراء نے حال کی وجہ سے اس کو منصوب پڑھا ہے یہ اس ظرف کی ضمیر سے حال ہے جو ظرف کی خبر ہے ای ہی ثابتة للذین اٰمنوا فی الحیوة الدنیا فی حال خلوصہا یوم القیامة یعنی وہ ان لوگوں کے لئے ثابت ہے جو ایمان لائے اور دنیا کی زندگی میں اس حال میں کہ وہ خالص ہوگی قیامت کے دن کَذٰلِكَ نَفْصَلُ الْاٰیٰتِ (اسی طرح ہم آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں) ہم حلال و حرام کی تمیز کرتے ہیں۔ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ (سمجھ داروں کیلئے) کہ اس کا کوئی شریک نہیں۔

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ

”آپ فرما دیجئے کہ میرے رب نے فحش کاموں کو جو ظاہر ہوں اور جو چھپے ہوئے ہوں۔ اور گناہ کو اور ظلم کو جو ناحق ہوتا ہے حرام

الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنْزَلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا

قرار دیا ہے اور اس بات کو حرام قرار دیا کہ اللہ کے ساتھ شرک کریں جس کی کوئی دلیل اللہ نے نازل نہیں فرمائی اور یہ بھی حرام قرار دیا کہ تم اللہ کے

تَعْلَمُونَ ۝ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۚ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا

۝۳۳ وہ باتیں لگو جنہیں تم نہیں جانتے اور ہر امت کے لیے ایک وقت مقرر ہے سو جب انکی اجل آگئی تو اس سے ذرا دیر بھی پیچھے نہ نہیں گئے اور مقدم

يَسْتَقْدِمُونَ ۝ يَبْنِيْ اٰدَمَ اِمَّا يَاتِيَنَّكُمْ رُّسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ اٰيَاتِيْ

بھی نہ ہونگے، اے اولاد آدم! اگر تمہارے پاس میرے رسول آئیں جو تمہارے سامنے میری آیات بیان کریں

فَمَنْ اتَّقَىٰ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا

سو جس نے تقویٰ اختیار کیا اور اصلاح کی سو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان سے

وَأَسْتَكْبَرُوا عَنْهَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝۳۴

تکبر کیا وہ لوگ دوزخ والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔“

تمام محرمات کی جڑ شرک و فواحش:

آیت ۳۳: قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ (آپ فرمادیں کہ میرے رب نے صرف فحش باتوں کو حرام کیا ہے) حمزہ نے ربی پڑھا ہے۔ الفواحش جس کی قباحت بہت زیادہ ہو۔ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (جوان میں علانیہ ہیں اور وہ بھی جو پوشیدہ ہیں) ان میں جو پوشیدہ و علانیہ ہیں۔ وَالْإِثْمَ یعنی شرب خمر یا ہر گناہ وَالْبَغْيَ ظلم و تکبر بِغَيْرِ الْحَقِّ یہ بغی سے متعلق ہے۔ اور وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنْزَلْ بِهِ سُلْطَانًا نصب کی دلیل ہے گویا اس طرح فرمایا حرم الفواحش و حرم الشرك کہ اس نے حرام کیا فواحش اور حرام کیا شرک کو۔ يُنْزَلُ کو تخفیف کے ساتھ مکی، بصری نے پڑھا۔ اس میں تکلم ہے اس لئے کہ یہ بات جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کے ہونے کی کوئی دلیل اتاری جائے۔ وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق باتیں بناؤ اور تحریم کے جھوٹے افتراءات باندھو وغیرہ۔

کفارِ مکہ کو وعید:

۳۴: وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ (ہر گروہ کیلئے ایک میعاد معین ہے) وقت معین ہے جس میں ان پر استیصال والا عذاب آئے گا۔ اگر وہ ایمان نہ لائے اس میں اہل مکہ کیلئے مقرر وقت میں عذاب کے اترنے کی وعید ہے۔ جیسا کہ پہلی امتوں پر اُترا۔ فَاِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (جب ان کی میعاد معین پہنچے گی۔ اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے) اس کو ساعت سے مقید کیا گیا۔ مہلت میں سب سے قلیل وقت یہی استعمال کیا جاتا ہے۔

متقی اور اصلاح والے کو کوئی غم نہیں:

آیت ۳۵: يٰۤاَيُّهَا اٰدَمُ اِمَّا يٰتِيْنٰكَم (اے اولادِ آدم اگر تمہارے پاس آئیں) اِمَّا يٰۤاَصْلٰ اَمَّا يٰۤاَصْلٰ (اے اصل میں اِن مَآ ہے اِن شرطیہ کے ساتھ ملا یا گیا تاکہ شرط کے معنی میں تاکید پیدا ہو جائے۔ کیونکہ ما بھی شرط کے لیے ہے اس لیے کہ اس کے فعل پر نون ثقیلہ یا نون خفیفہ لازم کیا جاتا ہے۔ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقْصُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰیٰتِيْ (پیغمبر جو کہ تم ہی میں سے ہونگے۔ جو میرے احکام تم سے بیان کریں گے) میری کتابیں تم پر پڑھیں گے۔ یہ ہمہ یقْصُوْنَ موضع رفع میں رسل کی صفت ہے اور فَمِنْ اَتَقٰی (پس جو شخص پرہیز رکھے) یہ جواب شرط ہے اتقٰی کا سنی شرط سے بچنا ہے۔ وَاَصْلَحَ (اور اصلاں و درق کرے) اَلْکٰتِبٰی سے فَادْحٰثٌ عَلَيْهِمْ رَاٰهُمْ يَحْزَنُوْنَ (پس ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے) بالکل۔ قراءت: یعقوب نے فَلَا خَوْفَ پڑھا ہے۔

مکذب و متکبر کا انجام:

آیت ۳۶: وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا (اور جو لوگ جھوٹا بتلاویں گے) تم میں سے بِالْاِيْمَانِ وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا (ہمارے ان احکام کو اور ان سے تکبر کریں گے) ان پر ایمان لانے سے بڑے بنے اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (وہ لوگ دوزخ والے ہونگے وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے)

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۖ أُولَٰئِكَ يَنَالُهُمُ

”سو اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھے یا اس کی آیات کو جھٹلائے۔ یہ وہ لوگ جنہیں ان کا لکھا ہوا

نَصِيبُهُم مِّنَ الْكِتَابِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۖ قَالُوا

حصہ مل جائے گا۔ یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے فرستادہ ان کی جان قبض کرنے کے لیے آئیں گے تو وہ کہیں گے

أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۖ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا وَشَهِدُوا عَلَٰی

کہ وہ کہاں ہیں جنہیں تم اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے۔ جواب میں کہیں گے کہ وہ سب ہم سے غائب ہو گئے اور اس وقت یہ لوگ اپنے بارے

أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ ۖ ۝۳۷ قَالَ ادْخُلُوا فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ

میں اقرار کر لیں گے کہ ہم کافر تھے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوگا کہ دوزخ میں ان جماعتوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ جو جنات میں سے

مِّنَ الْجِنَّ وَالْإِنسِ فِي النَّارِ ۖ كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَّعْنَتْ أُخْتَهَا ۖ حَتَّىٰ إِذَا

اور انسانوں میں سے تم سے پہلے ہو گزریں۔ جب ایک جماعت داخل ہوگی تو اپنی جیسی دوسری جماعت پر لعنت کرے گی۔ یہاں تک کہ جب

أَدَارَكُوا فِيهَا جَمِيعًا ۖ قَالَتْ أُخْرَاهُمْ لِأُولِهِمْ رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ أَضَلُّونَا

سب دوزخ میں جمع ہو جائیں گے تو پچھلے لوگ پہلے لوگوں کے بارے میں کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا

فَاتِهِمْ عَذَابٌ آخِرٌ ۖ قَالُوا لِكُلِّ ضَعْفٌ وَلَكِنْ لَا تَعْمُونَ ۖ ۝۳۸

لہذا انہیں خوب زیادہ بڑھتا چڑھتا دوزخ کا عذاب دیجئے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ سب ہی کا دوگنا ہے لیکن تم جانتے نہیں ہو،

وَقَالَتْ أُولَهُمُ الْاُخْرَاهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فذُوقُوا الْعَذَابَ

اور جو پہلے لوگ تھے وہ پچھلے لوگوں سے کہیں گے کہ پھر تم کو ہم پر کوئی فضیلت نہیں۔ سوچو لو عذاب

بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ۖ ۝۳۹

اپنے اعمال کے بدلہ میں۔“

مفتری و مذبذب دوزخ کا ایندھن بنے گا:

آیت ۳۷: فَمَنْ أَظْلَمُ (پس ظلم میں اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا) جس نے بہت زیادہ ظلم کیا۔ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ (جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیات کو جھوٹا بتائے) ان میں سے جو منسوب کرتے ہیں اللہ تعالیٰ

کے متعلق جو اس نے نہیں کیا یا اس نے اللہ تعالیٰ کی کہی ہوئی بات کو جھٹلادیا۔ اُولَئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتَابِ (ان لوگوں کے نصیب کا جو کچھ ہے وہ ان کو مل جائے گا) جو ان کے لیے رزق و عمر لکھے گئے حتیٰ اِذَا جَاءَ تَهُمْ رُسُلُنَا (یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے فرشتے آئیں گے) موت کا فرشتہ اور اس کے معاونین حتیٰ یہ ان کا اپنا حصہ پانے اور پورا پورا حصہ پانے کی غایت کے لیے لایا گیا یہی وہ حتیٰ ہے جس کے بعد والا کلام ابتدائیہ ہوتا ہے۔ اور یہاں کلام جملہ شرطیہ ہے اور وہ: اِذَا جَاءَ تَهُمْ رُسُلُنَا هُمْ يَتَوَفَّوْنَهُمْ (ان کی جان قبض کرنے) وہ ان کی روحوں کو قبض کرینگے یہ رسل سے حال ہے۔ ای متوفیہم اس حال میں کہ وہ ان کی روحوں کو قبض کرنے والے ہونگے۔ قَالُوا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُونَ (تو کہیں گے وہ جن کی تم عبادت کرتے تھے) اس میں مآ قرآنی رسم الخط میں این سے مل کر لکھا ہوا ہے مگر حق یہ ہے کہ اس کو جدا لکھا جائے۔ کیونکہ یہ موصولہ ہے اور معنی یہ ہے کہاں ہیں وہ معبود جن کی تم عبادت کرتے تھے؟ مَن دُونَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر) وہ کہاں گئے تاکہ تمہارا دفاع کر سکیں۔ قَالُوا صَلُّوا عَلَیْہِمْ (وہ کہیں گے ہم سے سب غائب ہو گئے) وہ ہم سے غائب ہو گئے ہم انہیں دیکھ نہیں رہے۔ وَشَہِدُوا عَلَیْ اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ کَانُوْا کٰفِرِیْنَ (اور وہ اپنے کافر ہونے کا اقرار کرنے لگیں) وہ اپنے کفر کے سبب لفظ شہادت سے اعتراف کریں گے اور یہ لفظ شہادت قطعی خبر کے لیے آتا ہے۔

آیت ۳۸: قَالَ اَدْخُلُوْا (اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم داخل ہو جاؤ) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کفار کو فرمائیں گے کہ تم داخل ہو جاؤ۔ فِیْ اُمَمٍ (ان جماعتوں کے ساتھ) یہ موضع حال میں ہے یعنی اس حال میں کہ وہ بھی منجملہ ان امتوں میں سے ہوںیوالے ہو جائیں جو ان کے مصاحب ہیں۔ قَدْ خَلَتْ (جو ہوئیں) گزریں مِّنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنَّ وَالْاِنْسِ (تم سے پہلے جنات اور انسانوں کی) جن و انس میں سے جو کافر ہوئے فِی النَّارِ (دوزخ میں) یہ اَدْخُلُوْا سے متعلق ہے۔ کُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ (جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی) آگ میں لَعْنَتْ اُخْتَهَا (اپنی جیسی دوسری جماعت کو لعنت کرے گی) دین میں ان کے ہم شکل یعنی جو ان کی اقتداء میں گمراہ ہوئے۔ حتیٰ اِذَا رَکُّوْا فِیْہَا (یہاں تک کہ جب سب اس میں جمع ہو جائیں گے) یہ اصل میں تَدَارَکُوْا ہے آگ میں مل جاؤ اور جمع ہو جاؤ تاکہ دال سے بدلا اور ادغام کے لیے ساکن کر دیا پھر ہمزہ وصل اس پر داخل کر دیا۔ جَمِیْعًا یہ حال ہے قَالَتْ اُخْرَاهُمْ (پچھلے لوگ کہیں گے) مرتبہ کے لحاظ سے اور اس سے مراد پیروکار اور نیچے درجہ کے لوگ لَا وَلَهُمْ مرتبہ کے لحاظ سے اولیٰ، سردار، سربراہ ہیں۔ لَا و لاہم کا معنی لا جملہم ان کی خاطر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بات کر رہے ہونگے نہ کہ ان لوگوں سے۔ رَبَّنَا (اے ہمارے رب) اے ہمارے پروردگار ھُوْ لَاۤ اَصْلُوْنَا فَاتِہُمْ عَذَابًا ضِعْفًا (ہم کو ان لوگوں نے گمراہ کیا تھا۔ پس ان کو عذاب دو گنا دو) کئی گنا مِّنَ النَّارِ (دوزخ کا) قَالَ لِكُلِّ ضِعْفٌ (اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ سب ہی کو دو گنا ہے) قائدین کو گمراہ کرنے اور اغوا کرے کا اور پیروکاروں کو کفر اور اقتدائے کفر کا وَلٰکِنْ لَا تَعْلَمُوْنَ (لیکن تم کو خبر نہیں) کہ ہر فریق کے لیے کیا عذاب ہوگا۔

قرأت: ابوبکر نے لا یعلمون پڑھا یعنی ہر فریق دوسرے فریق کے عذاب کی مقدار نہ جان سکے گا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِآيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفْتَحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمٰوٰتِ

”بے شک جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے

وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰی يَلْبِغَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي

اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل ہو جائے۔ اور ہم ایسے ہی مجرموں کو

الْمُجْرِمِيْنَ ۚ ۞ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِّنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي

مزد دیتے ہیں۔ ان کے لیے دوزخ کا بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر سے اوڑھنے کا سامان ہوگا اور ہم اسی طرح ظالموں کو

الظّٰلِمِيْنَ ۚ ۞

بدلہ دیتے ہیں۔“

داخلہ جہنم کا ایک منظر:

آیت ۳۹: وَقَالَتْ اُولٰٓئِهٖمۡ لَا خِرَآءُہُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلِ (اور پہلے لوگ پچھلے لوگوں سے کہیں گے کہ پھر تم کو ہم پر کوئی فو قیت نہیں) نچلے درجہ کے لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لِكُلِّ ضِعْفٍ (الاعراف - ۳۸) اس کے بعد یہ کلام لائے یعنی یہ بات ثابت ہو چکی کہ ہم عذاب کے بڑھائے جانے میں برابر کے حقدار ہیں۔ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ (پس تم بھی اپنے کردار کے بدلے میں عذاب کا مزا چکھتے رہو) تمہاری کمائی اور کفر کی وجہ سے اور یہ قائدین کا قول ہے جو نیچے درجہ والے لوگوں کو کہیں گے اس لیے فضل پر وقف نہیں یا ان تمام کو یہ کہا اس صورت میں فضل پر وقف ہے۔

کافروں کا جنت میں داخلہ اسی طرح ناممکن ہے جیسا سوئی کے ناکہ سے اونٹ کا گزرنا ناممکن ہے:

آیت ۴۰: اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِآيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفْتَحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمٰوٰتِ (جو لوگ ہماری آیات کو جھوٹا بتلاتے ہیں اور ان سے تکبر کرتے ہیں ان کے لئے آسمانوں کے دروازے نہ کھولے جائیں گے) ان کو آسمانوں کی طرف چڑھنے کی اجازت نہ دی جائے گی تاکہ جنت میں وہ داخل ہو سکیں۔ کیونکہ جنت تو آسمانوں سے اوپر ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ ان کا کوئی عمل صالح اوپر نہ چڑھے گا اور نہ ان پر برکت اترے گی ایک اور تفسیر یہ ہے کہ موت کے بعد ان کی ارواح آسمان کی طرف صعود نہ کریں گی۔

قراءت: تُفْتَحُ کو تخفیف کے ساتھ ابو عمرو نے پڑھا ہے اور یا اور تخفیف کے ساتھ حمزہ اور علی نے پڑھا ہے۔ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰی يَلْبِغَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ (اور وہ لوگ کبھی جنت میں نہ جائیں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ کے اندر سے نہ چلا جائے) یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ کے میں سے گزر جائے یعنی وہ جنت میں کبھی داخل نہ ہو سکیں گے کیونکہ اس بات کو

انکے مابین تھا انکے مابین محبت و الفت باقی رہ جائے گی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے امید ہے کہ میں عثمان، طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہم میں سے ہونگے۔ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ (ان کے نیچے نہریں جاری ہونگی) یہ ہم ضمیر سے حال ہے جو صدور ہم میں ہے اور اس میں اضافت کا معنی عامل ہے۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا (اور وہ لوگ کہیں گے اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان ہے جس نے ہم کو اس مقام تک پہنچایا) اس لئے کہ اس میں عظیم کامیابی کا ذریعہ ہے اور وہ ایمان ہے وَمَا كُنَّا (مَا كُنَّا) شامی نے بغیر واو کے پڑھا ہے اس طور پر کہ یہ ماقبل کے لیے جملہ موصوفہ ہے۔ لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ (اور ہماری کبھی پہنچ نہ ہوتی اگر اللہ تعالیٰ ہم کو نہ پہنچاتے) لِنَهْتَدِيَ کا لام تاکید نفی کے لیے لایا گیا ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ کی ہدایت نہ ہوتی تو ہمارا ہدایت یافتہ ہونا صحیح نہ ہوتا لولا کا جواب محذوف ہے اس پر اس کا ماقبل دلالت کر رہا ہے۔ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ (ہمارے رب کے پیغمبر سچی باتیں لے کر آئے تھے) پس ہم پر مہربانی ہوئی اور راہ کے بارے میں انہوں نے خبردار کیا تو ہم نے راہ پالی یہ بات جو کچھ انہوں نے پایا اس پر خوش ہو کر اور جو ان کے دل میں تھا ظاہر کرنے کے لئے کہیں گے وَنُودُوا أَنْ تِلْكَ الْجَنَّةُ (اور ان کو پکار کر کہا جائے گا کہ یہ جنت ہے)

نَحْمُ: یہ ان مخففہ من المثلثہ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے اور اس کے بعد والا جملہ اس کی خبر ہے تقدیر عبارت یہ ہے نودوا انه تِلْكَ الْجَنَّةُ ان کو آواز دی جائے گی شان یہ ہے کہ یہ وہی جنت ہے ہضمیر شان ہے یا پھر ان کے معنی میں ہے گویا ان کو کہا جائے گا یہ جنت ہے اُورْتُمُوْهَا (تم کو دی گئی ہے) جو تمہیں عطا کی گئی یہ اور تسم جنت سے حال ہے اور اس میں عامل تِلْكَ اسم اشارہ کا معنی ہے بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (تمہارے اعمال کے بدلے) نکتہ: جنت کو میراث کہا اس لئے کہ جنت عمل سے نہیں ملتی بلکہ وہ محض فضل ہے جس کا وعدہ اس نے طاعات پر فرمایا جیسا کہ میت کی میراث کسی شی کا بدلہ نہیں۔ بلکہ وہ خالص صلہ رحمی کا تقاضا ہے۔

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ کا فرمان:

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ کا فرمان ہے معتزلہ نے اللہ تعالیٰ کی مخالفت کی جو اس نے خبر دی اور اس کی بھی مخالفت کی جو نوح علیہ السلام اور اہل جنت نے اطلاع دی اور اہل نار نے جہنم میں پہنچ جانے کے بعد اطلاع دی اور جو ابلیس نے دربار الہی میں کہا۔ نمبرا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ط (الدثر: ۳۱) نمبر ۲۔ فرمان نوح علیہ السلام: وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِي إِنْ أَرَدْتُ أَنْ أَنْصَحَ لَكُمْ إِنْ كَانَ اللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يُغْوِيَكُمْ ط (ہود: ۳۴) نمبر ۳۔ اہل جنت کا قول: وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ ط (اعراف: ۴۳) نمبر ۴۔ اہل نار کا قول: لَوْ هَدَانَا اللَّهُ لَهْدَيْنَاكُمْ ط (ابراہیم: ۲۱) نمبر ۵۔ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي ط (الاعراف: ۱۶)

وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ أَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا

”اور جنت والے دوزخ والوں کو پکاریں گے کہ ہمارے رب نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا وہ ہم نے حق پایا

فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ۖ قَالُوا نَعَمْ ۖ فَاذِّنْ مُّؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ أَنْ

سو کیوں تم نے بھی اسے حق پایا جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ فرمایا تھا وہ کہیں گے کہ ہاں! پھر ایک اعلان کرنے والا ان کے درمیان اعلان کریگا کہ

لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ۚ الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا ۚ

اللہ کی لعنت ہو ظالموں پر جو اللہ کی راہ سے روکتے تھے اور اس میں کجی تلاش کرتے تھے

وَهُمْ بِالْآخِرَةِ كَافِرُونَ ۝

اور وہ لوگ آخرت کے منکر تھے۔“

اہل جنت و اہل نار کی گفتگو:

آیت ۴۴: وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ أَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا ۖ قَالُوا نَعَمْ ۖ فَاذِّنْ مُّؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ أَنْ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ۚ الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ كَافِرُونَ ۝

ہمارے رب نے وعدہ فرمایا تھا ہم نے اس کو واقع کے مطابق پایا) اَنْ مَخْفَفٌ مِّنَ الْمَثَلِ ۚ ہے یا اَنْ مفسرہ ہے اسی طرح ان لعنة اللہ علی الظالمین میں اَنْ ہے مَا وَعَدْنَا رَبَّنَا یعنی ثواب کا حقیقیہ حال ہے فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ (پس کیا تم سے جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا تم نے بھی اس کو پایا) یعنی عذاب حَقًّا (واقع کے مطابق) تقدیر عبارت وعدہ کم ربکم ہے کم کو سابقہ دلالت کی وجہ سے حذف کر دیا جو کہ وعدہ نا رہنا میں پائی جاتی ہے یہ بات اہل جنت اہل نار کو بطور شامت کہیں گے اور اللہ کی نعمتوں کے اعتراف کے طور پر ذکر کریں گے قَالُوا نَعَمْ (وہ کہیں گے ہاں)

قراءت: علی نے قرآن میں جہاں بھی آیا ہے نَعَمْ پڑھا ہے۔ فَاذِّنْ مُّؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ (پھر ایک منادی دونوں کے درمیان پکارے گا) ایک منادی آواز دے گا اور جس آواز کو اہل جنت اور اہل نار تمام سنیں گے اور وہ منادی فرشتہ ہوگا اَنْ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ (کہ اللہ تعالیٰ کی مار ہو ان ظالموں پر)

قراءت: مکی، شامی، حمزہ، علی نے ان لعنة پڑھا ہے۔

اسباب لعنت کا تذکرہ کر دیا:

آیت ۴۵: الَّذِينَ يَصُدُّونَ (جو اعراض کیا کرتے تھے) وہ منع کرتے ہیں عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ (اللہ کی راہ سے) اس کے دین سے وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا (اور اس میں کجی تلاش کرتے رہتے تھے) یہ يَبْغُونَ کا مفعول دوم ہے یعنی وہ اس لئے کجی تلاش کرتے ہیں اور اس میں تناقض ڈھونڈتے ہیں وَهُمْ بِالْآخِرَةِ (اور وہ آخرت کے بھی) آخرت کے گھر کے كَافِرُونَ (منکر تھے)

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمِهِمْ ۚ وَنَادُوا

”اور دونوں کے درمیان پردہ ہوگا اور اعراف پر بہت سے لوگ ہوں گے جو ہر ایک کو اس کی نشانی سے پہچانتے ہوں گے اور وہ

أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَنْ سَلَّمَ عَلَيْكُمْ ۚ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ ۚ ۴۷ ۚ وَإِذَا صُرِفَتْ

جنت والوں کو پکار کر کہیں گے کہ تم پر سلام ہو۔ یہ لوگ جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے اور امید کر رہے ہوں گے، اور جب ان

أَبْصَارُهُمْ تَلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ ۚ قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ

کی نظریں دوزخ والوں کی طرف پھیر دی جائیں گی تو کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں ظالم قوم کے ساتھ شامل

الظَّالِمِينَ ۚ ۴۸ ۚ وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ رِجَالًا يَعْرِفُونَهُمْ بِسِيمِهِمْ

نہ فرمائیے۔ اور اعراف والے بہت سے آدمیوں کو پکاریں گے جنہیں وہ ان کی نشانی سے پہچانتے ہوں گے

قَالُوا مَا آغَيْنَاكَ بِهٖ عَنَّا جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ ۚ ۴۹ ۚ أَهَؤُلَاءِ الَّذِينَ

کہ تمہارے کام نہ آئی تمہاری جماعت اور نہ تمہارا تکبر کرنا۔ کیا یہ وہی لوگ ہیں

اَقْسَمْتُمْ لَا نَنَالُهُم بِاللّٰهِ بِرَحْمَةٍ ۚ اَدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا اَنْتُمْ

جن کے بارے میں تم نے قسم کھا کر کہا تھا کہ اللہ ان پر رحمت نہیں فرمائے گا انکو یوں صدم ہو گیا کہ داخل ہو جاؤ جنت میں تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم

تَحْزَنُونَ ۚ ۵۰

رنجیدہ ہو گے۔“

اہل اعراف کمزور مومن:

آیت ۴۶: وَبَيْنَهُمَا (اور ان دونوں کے درمیان) جنت و دوزخ کے درمیان یا فریقین کے درمیان حِجَابٌ (ایک آڑ ہوئی) یہ ۱۰۰ یوار ہے جس کا تذکرہ اس ارشاد میں ہے فَضْرَبَ بَيْنَهُمُ (الحدید ۱۳) وَعَلَى الْأَعْرَافِ (اور اعراف کے اوپر) حِجَابٌ کی دیوار پر یہ جنت و دوزخ کے درمیان والی دیوار ہے وہ ان دونوں سے بلند ہے اعراف جمع عرف یہ دراصل عرف الفرس اور عرف الدیک سے بطور استعارہ لیا گیا ہے۔ رِجَالٌ (بہت سے آدمی ہو گئے) یہ بچے کھچے مسلمان ہو گئے یا جنت میں آخر میں داخل ہونے والے مسلمان جن کے گناہ اور نیکیاں برابر ہوں گی۔ یا وہ جن کے ماں باپ ان سے راضی نہ ہو گئے۔ یا مشرکین کے نابالغ بچے يَعْرِفُونَ کُلًّا (وہ لوگ ہر ایک کو پہچانیں گے) یعنی جو سعداء اور اشقیاء کے گروہ سے ہو گئے بِسِيمِهِمْ

وَنَادَىٰ اصْحَابُ النَّارِ اَصْحَابَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ اَوْ مِمَّا

”اور دوزخ والے جنت والوں کو آواز دیں گے کہ ہمارے اوپر کچھ پانی بہا دو یا ان نعمتوں میں سے جو اللہ نے تمہیں

رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۚ قَالُوا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مَعًا عَلٰی الْكٰفِرِيْنَ ۝۵۰ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا

دی ہیں، وہ جواب میں کہیں گے کہ بلاشبہ اللہ نے ان دونوں کو کافروں پر حرام کر دیا ہے، جنہوں نے اپنے دین کو

دِيْنَهُمْ لِهَوًى وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمْ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنۡسُوْهُمْ كَمَا نَسُوْا

لہو و لعب بنایا اور انہیں دنیا والی زندگی نے دھوکہ دیا، سو آج ہم انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں گے جیسا کہ وہ آج کے دن کی

لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۚ وَمَا كَانُوْا بِاٰتِيْنَا يَجْحَدُوْنَ ۝۵۱ وَلَقَدْ جِئْنَاهُمْ بِكِتٰبٍ

ملاقات کو بھول گئے اور جیسا کہ وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے، اور اس میں شک نہیں کہ ہم نے انہیں ایسی کتاب دی ہے

فَصَلَّنٰهُ عَلٰی عِلْمٍ هُدًى وَّ رَحْمَةٍ لِّقَوْمٍ يُّٰمِنُوْنَ ۝۵۲ هَلْ يَنْظُرُوْنَ

جسے علم کے مطابق کھول کر بیان کر دیا جو ہدایت ہے اور رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔ یہ لوگ بس اس انتظار میں ہیں

اِلَّا تَاْوِيْلَهُ ۚ يَوْمَ يٰۤاَتٰى تَاْوِيْلُهُ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ

کہ اس کا انجام ان کے سامنے آجائے۔ جس دن اس کا انجام سامنے آئے گا تو وہ لوگ کہیں گے جو اس کو پہلے بھول گئے تھے کہ

جَاۤءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفْعَآءٍ فَيَشْفَعُوْا لَنَا اَوْ نُرَدُّ

ہمارے رب کے پیغمبر حق لے کر آئے۔ سو کیا ہمارے لیے سفارش کرنے والے ہیں جو ہمارے لیے سفارش کریں یا ہم واپس

فَنَعْمَلْ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۚ قَدْ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا

لوٹا دیئے جائیں سو ہم اس عمل کے علاوہ عمل کریں جو کیا کرتے تھے، ان لوگوں نے اپنی جانوں کو تباہی میں ڈالا اور جو کچھ افتراء پر داری

كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝۵۳

کیا کرتے تھے وہ سب بیکار چلی گئی۔“

اہل جنت و اہل نار کا مکالمہ:

آیت ۵۰: وَنَادَىٰ اصْحَابُ النَّارِ اَصْحَابَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ (اور دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے۔ کہ ہمارے اوپر تھوڑا پانی ہی ڈال دو) اَنْ مفسرہ ہے اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ جنت آگ سے بلند ہے۔ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ

اللّٰهُ (یا اور ہی کچھ دے دو جو اللہ تعالیٰ نے تم کو دے رکھا ہے) ان کے علاوہ مشروبات کیونکہ اضافت کے حکم میں یہ بھی داخل ہے یا ہم پر ڈالو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق طعام و پھلوں کی اقسام میں سے دیا ہے پھر یہ علف تھا تنبا و ماء بارد ا کی قسم میں سے ہے۔ یعنی ماء سے سقیتھا کا فعل محذوف ہے۔

سوال: قبولیت سے ناامیدی کے باوجود یہ سوال کیوں کریں گے؟

جواب: حیران و پریشان وہ بات کرتا ہے جس میں اس کا فائدہ ہو اور ایسی بات بھی اس کے منہ سے نکلتی ہے جو بے فائدہ ہو۔
قَالُوا اِنَّ اللّٰهَ حَرَمَهُمَا عَلٰی الْكَافِرِيْنَ (جنت والے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزوں کو کافروں کیلئے منع کر رکھا ہے) اس تحریم کا معنی منع کرنا اور روکنا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ وحرمناعلیہ المراضع (القصص-۱۲)
نَحْمُ: یہاں وقف ہوگا اگر اس کے مابعد الذین کو مرفوع یا منصوب بطور مذمت کے مانا جائے۔ اگر الذین کو مجرور مانیں تو الکافرین پر وقف نہیں ہوگا۔ بلکہ اگلا جملہ اس کی صفت بن جائے گا۔

بڑے اسبابِ دوزخ دین کا مذاق اڑانا اور طولِ بقاء کا دھوکا:

آیت ۵۱: الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا (جنہوں نے دنیا میں اپنے دین کو لہو و لعب بنا رکھا تھا) پس انہوں نے جو چاہا حرام و حلال کیا یا ان کا دین ان کی عید تھی۔ وَغَرَّتْهُمْ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا (اور جن کو دنیوی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا) وہ طولِ بقاء سے دھوکہ میں رہے۔ فَالْيَوْمَ نُنَسِّهُمْ (پس ہم بھی آج کے روز ان کا نام نہ لیں گے) ہم ان کو عذاب میں چھوڑیں گے۔ كَمَا نَسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا وَمَا كَانُوْا بِالْاٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ (جیسا انہوں نے اس دن کا نام نہ لیا اور جیسا ہی ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے) یعنی ان کے بھلانے اور شدید انکار کی طرح۔

موجودین کی طرف روئے سخن:

آیت ۵۲: وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ (اور ہم نے ان کے پاس ایک ایسی کتاب پہنچادی جس کو ہم نے بہت ہی واضح کر کے بیان کر دیا ہے) ہم نے اس کے حلال و حرام اور مواعظ و قصص کو الگ الگ بیان کیا۔ عَلٰی عِلْمٍ هُدٰى وَّرَحْمَةً (اپنے علم کامل سے جو ذریعہ ہدایت و رحمت ہے) یہ فَصَّلْنٰهُ کی ضمیر سے حال ہے جس طرح عَلٰی عِلْمٍ اس کی ضمیر مرفوع سے حال ہے۔ لَقَوْمٌ يُؤْمِنُوْنَ (ایمان والوں کیلئے)

یہ ضد کی وجہ سے آخری نتیجہ کے منتظر ہیں:

آیت ۵۳: هَلْ يَنْظُرُوْنَ (ان کو کسی چیز کا انتظار نہیں) وہ صرف انتظار کرتے ہیں۔ اِلَّا تَاْوِيْلُهُ (صرف اس کے اخیر نتیجہ کا انتظار ہے) مگر اس کے معاملہ کا انجام و نتیجہ اور وہ باتیں جن سے ان کا صدق واضح ہو اور جو وعدہ و وعید کئے گئے ان کا صحیح طور پر ظہور ہو۔ يَوْمَ يَاتِيْ تَاْوِيْلُهُ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ (جس دن اس کا آخری نتیجہ سامنے آئے گا اس روز جو لوگ اس کو پہلے سے بھولے ہوئے تھے) اس کو چھوڑا اور اس سے اعراض اختیار کیا۔ قَدْ جَاءَتْ رُسُلٌ بِالْحَقِّ (یوں کہنے لگیں گے کہ واقعی

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ

”بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ ۶ دن میں پیدا فرمایا۔ پھر

اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يُغْشَى اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا ۚ وَالشَّمْسُ

عرش پر استواء فرمایا، ڈھانپ دیتا ہے رات سے دن کو، رات اسے طلب کر لیتی ہے جلدی سے، اور پیدا فرمایا چاند کو اور سورج کو

وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ ۚ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۚ تَبَارَكَ اللَّهُ

اور ستاروں کو اس حال میں کہ اس کے حکم سے وہ مسخر ہیں خبردار! پیدا فرمانا اور حکم دینا اللہ ہی کے لیے خاص ہے بابرکت ہے اللہ

رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝

جو سارے جہانوں کا رب ہے۔“

ہمارے رب کے پیغمبر سچی سچی باتیں لاتے تھے (یعنی واضح ہوا اور سچ ثابت ہوا کہ وہ حق لے کر آئے تھے مگر انہوں نے اقرار ایسے وقت کیا جب کہ ان کو اقرار کا فائدہ نہیں۔

اہل ناری بیکار تمنا میں:

فَهَلْ لَنَا مِنْ شُفَعَاءَ فَيَشْفَعُوا لَنَا (پس اب کیا ہمارا کوئی سفارشی ہے جو ہماری سفارش کر دے)۔

نَجْم: یہ استفہام کا جواب ہے۔ اَوْ نُرَدُّ (کیا ہم پھر واپس بھیجے جاسکتے ہیں) یہ جملہ ماقبل پر عطف ہے اور استفہام کے تحت داخل ہے گویا اس طرح کہا گیا فہل لنا من شفعاء او هل نرد؟ کیا ہمارا کوئی سفارشی ہے کیا ہمیں واپس کیا جاسکتا ہے۔ نُرَدُّ مرفوع ہے کیونکہ ایسے موقع پر واقع ہے جو اسم بننے کی صلاحیت رکھتا ہے جیسے کہ وہل یضرب زید؟ یا اس کا عطف اس تقدیر پر ہے۔ هل یشفع لنا شافع او هل نرد؟ فَنَعْمَلْ (تاکہ ہم ان اعمال کے جن کو ہم کیا کرتے تھے) یہ بھی استفہام کا جواب ہے۔ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ قَدْ خَسِرُوا ۚ اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ (بیشک ان لوگوں نے اپنے کو خسارہ میں ڈال دیا اور یہ جو جو باتیں تراشتے تھے سب گم ہو گیا) یعنی جن بتوں کی وہ عبادت کرتے تھے۔

تخلیق ارض و سماء:

آیت ۵۴: إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ (بیشک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا) اس کی مراد آسمان و زمین اور ان کے مابین جو کچھ ہے اس کی تفصیل سورہ حم سجدہ میں فرمائی۔ یعنی نمبر ۱: اتوار سے جمعہ تک۔ نمبر ۲: ملائکہ کے اعتبار سے آہستہ آہستہ۔ نمبر ۳: یہ بتلانے کے لیے کہ معاملات میں تدریج ہے۔ نمبر ۴: اور اس لئے بھی کہ ہر کام کے لیے ایک دن ہے۔ نمبر ۵: اور اس لئے بھی کہ ایک چیز کا دوسری چیز کے بعد بنانا یہ زیادہ

أَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُضْيَةً ۖ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝ ٥٠ وَلَا تُفْسِدُوا

تم اپنے رب کو پکارو عاجزی کے ساتھ اور چپکے چپکے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کو ناپسند فرماتا ہے جو حد سے آگے بڑھنے والے ہیں اور فساد نہ کرو

فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا ۚ إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ

زمین میں اس کی اصلاح کے بعد، اور پکارو اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے۔ بے شک اللہ کی رحمت اچھے کام

مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ۝ ٥١

کرنیوالوں سے قریب ہے۔“

دلالت کرتا ہے کہ اس کا بنانے والا عالم۔ مدبر، اور متصرف و مختار کل ہے۔ اور وہ ان چیزوں کو اپنی مرضی سے چلاتا ہے۔ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ (پھر عرش پر قائم ہوا) متمکن ہوا۔ استیلاء کی اضافت عرش کی طرف کی اگرچہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق پر مستولی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عرش تمام مخلوقات میں سب سے بڑی مخلوق ہے اور سب سے بلند ہے۔ فرقہ مشبہ کی تفسیر عرش کے متعلق چار پائی اور تخت سے اور الاستواء کی تفسیر استقرار سے محض باطل ہے کیونکہ ذات باری تعالیٰ عرش سے قبل بھی لامکان تھے اور اب بھی لامکان ہیں جیسے پہلے تھے۔ اس لیے کہ تغیر و تبدل تو اکوان کی صفات میں سے ہے۔

استواء کے متعلق فرمان اتم:

امام جعفر، حسن بصری، امام ابو حنیفہ، امام مالک رحمہم اللہ سے منقول ہے: ان الاستواء معلوم۔ والکیف فیہ مجهول والایمان بہ واجب والجحود بہ کفر والسئوال عنہ بدعة ان ائمہ سے مروی ہے کہ استواء معلوم ہے کیفیت مجهول ہے اور اس پر ایمان لانا واجب اور اس کا انکار کفر اور اس کے متعلق سوال بدعت ہے۔ یَغْشَى اللَّيْلَ النَّهَارَ (وہ چھپا دیتا ہے رات سے دن کو)۔

قراءت: حمزہ، علی، ابوبکر نے یغشی پڑھا ہے۔ یعنی رات دن کو آملتی ہے اور دن رات کو جاملتا ہے۔ يَطْلُبُهُ حَشِيثًا (اس طور پر کہ وہ رات دن کو جلدی سے آلیتی ہے) یہ لیل سے حال ہے یعنی جلدی۔ طالب اصل میں لیل ہے۔ گویا وہ اپنی تیز روی کی وجہ سے دن کو ڈھونڈ رہی ہے۔ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ (اور سورج اور چاند اور دوسرے ستاروں کو پیدا کیا) یعنی اس نے سورج چاند ستاروں کو بنایا۔ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ (اس طرح کہ وہ اس کے حکم کے تابع ہیں) یہ حال ہے یعنی اس حال میں کہ وہ تابع ہیں قراءت شامی نے مسخرات کو ضمہ سے پڑھا ہے اور الشمس بجمع معطوفات مبتداء اور یہ اس کی خبر ہے۔ بِأَمْرِهِ وہ تکوینی حکم ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا ہی اپنے حکم کے تابع کیا تو فرمایا: أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ (یاد رکھو اللہ تعالیٰ ہی کیلئے خالق ہونا اور حکم ہونا ہے) یعنی وہی ذات ہے جس نے چیزوں کو پیدا کیا اور اختیار بھی اس کا ان پر چلتا ہے۔

تَبَرُّكَ اللَّهُ (اللہ تعالیٰ بڑی خوبیوں والے ہیں) اس کی مہربانیوں کی کثرت ہے یا بھلائیاں دائمی ہیں۔ یہ برکت سے لفظ

بنا ہے۔ نمو کو کہتے ہیں۔ یا البروک سے ہے جس کا معنی قائم و ثابت رہنا ہے البرکۃ اسی سے ہے رَبُّ الْعَالَمِیْنَ (جو تمام عالم کے پروردگار ہیں)

پکارنے کا حکم، مگر حد سے تجاوز کی ممانعت:

آیت ۵۵: اَدْعُوا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَ خُفْیَةً (تم اپنے رب سے دعا کیا کرو گڑ گڑا کر اور چپکے چپکے بھی) یہ دونوں حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں یعنی عاجزی والا اور پوشیدگی والا۔ التضرع یہ تفعل کا وزن ہے الضرعہ سے بنا ہے اور وہ عجز و ذلت کو کہتے ہیں یعنی گڑ گڑا کر اور مسکینی ظاہر کر کے حضور ﷺ نے فرمایا تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو۔ بلکہ تم سمیع و قریب کو پکار رہے ہو۔ وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔ (بخاری ۴۳۸۴، مسلم ۲۷۰۴) حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ پوشیدہ اور علانیہ پکار نے میں سترگنا کافرق ہے۔ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ (بیشک وہ ان کو ناپسند کرتے ہیں جو حد سے نکل جائیں) ہر وہ چیز جس کا حکم دیا گیا دعا وغیرہ اس میں تجاوز کرنے والے۔ ابن جریج کا قول ہے کہ دعا کے لئے آواز بلند کرنے والے اور ابن جریج کا قول ہے دعا میں چیخا مکروہ اور بدعت ہے اور یہ بھی قول ہے اعتداء فی الدعا سے مراد دعا کو لمبا کرنا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ عنقریب کچھ لوگ ہونگے جو دعا میں حد سے تجاوز کریں گے حالانکہ آدمی کو اس طرح کہنا کافی ہے۔ اللّٰھم انی اسئلك الجنة و ما قرب الیہا من قول و عمل و اعوذ بك من النار و ما قرب الیہا من قول و عمل پھر آپ نے یہ آیت۔ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ تک تلاوت فرمائی۔ (ابوداؤد۔ ۱۴۸۰)

شرک و معصیت فساد ہے:

آیت ۵۶: وَلَا تُفْسِدُوا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِہَا (اور دنیا میں درستی کے بعد فساد مت پھیلاؤ) نمبر ۱: اطاعت کے بعد معصیت کر کے۔ نمبر ۲: توحید مان کر شرک کر کے نمبر ۳۔ عدل کے بعد ظلم کر کے۔ وَاذْعُوْهُ خَوْفًا وَ طَمَعًا (اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے) یہ دونوں حال ہیں۔ نمبر ۱۔ یعنی عمل کے رد ہو جانے کا خوف اور قبولیت کی طمع ہو۔ نمبر ۲۔ آگ کا خوف اور جنت کی طمع ہو۔ نمبر ۳۔ فراق کا ڈر اور ملاقات کی طمع ہو۔ نمبر ۴۔ عاقبت کے غائب ہونے کا خوف اور ہدایت کے ظاہر ہونے کی طمع ہو۔ نمبر ۵۔ اللہ تعالیٰ کے عدل سے خوف اور اس کے فضل کی طمع ہو۔

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت کام کرنے والوں کے نزدیک ہے) نمبر ۱۔ قریب کا ذکر رحمت کی تاویل سے ہے خواہ رحم سے ہو یا ترجم سے۔ نمبر ۲۔ موصوف محذوف کی صفت ہے یعنی شی قریب۔ نمبر ۳۔ اس فعل سے تشبیہ دی جو مفعول کے معنی میں ہے۔ نمبر ۴۔ یہ اس لیے کہ رحمت کی تا ثانیث غیر حقیقی کی ہے۔ نمبر ۵۔ مذکر کی طرف اضافت کا لحاظ کر کے لائے۔

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا أَقَلَّتْ

”اور اللہ وہ ہے جو اپنی رحمت سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری دینے والی بنا کر بھیجتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ بھاری بادل کو

سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنَهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِنْ

اٹھالیتی ہیں تو ہم اس کو مردہ زمین کے لیے روانہ کرتے ہیں پھر ہم اس کے ذریعہ پانی نازل کرتے ہیں۔ پھر ہم اس کے ذریعہ نکالتے ہیں

كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۖ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝۵۷ وَالْبَلَدُ

ہر طرح کے پھلوں سے۔ اسی طرح ہم زندہ کریں گے مردوں کو، تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اور جو اچھی زمین

الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۚ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ۖ

ہے اس کا سبزہ نکلتا ہے اس کے رب کے حکم سے اور جو زمین خراب ہے اس کا سبزہ نہیں نکلتا مگر ناقص،

كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَشْكُرُوْنَ ۝۵۸

ہم اسی طرح ان لوگوں کے لیے طرح طرح سے آیات بیان کرتے ہیں جو شکر گزار ہوتے ہیں۔“

قدرت کے دلائل عقلیہ:

آیت ۵۷: وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ (اور وہ ایسا ہے کہ ہواؤں کو بھیجتا ہے)

قراءت: مکی حمزہ، علی نے الرِّيحَ پڑھا۔ بُشْرًا (کہ وہ خوش کر دیتی ہیں) حمزہ وعلی نے نشر کا مصدر نشرًا پڑھا اور اس کے نصب کی وجہ نمبرا۔ یہ ہے کہ ارسل اور نشر قریب قریب ہیں۔ گویا اس طرح کہا۔ نشرھا نشرًا۔ نمبر ۲۔ حال کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی منشورات پھیلائی ہوئی۔ عاصم نے اس کو بُشْرًا پڑھا ہے۔ بُشْرًا تخفیف کے ساتھ ہو تو یہ بشیر کی جمع ہے۔ کیونکہ ریا ح یہ بارش کی خوشخبری دیتی ہیں۔ شامی نے نشر پڑھا اور نشر کی تخفیف نشر رسل اور رسل کی طرح ہے۔ اور بقیہ قراء کی قراءت تخفیف والی ہے۔ نشر جمع نشر یعنی ناشرة للمطر بارش کو پھیلانے والیاں بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ (اپنی باران رحمت سے پہلے) اس کی نعمت سے پہلے اور وہ بارش ہے جو کہ بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ حَتَّىٰ إِذَا أَقَلَّتْ (یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں اٹھالیتی ہیں) اٹھاتی اور بلند کرتی ہے اقلال یہ قلت سے مشتق ہے کیونکہ طاقتور اٹھانے والا جس چیز کو اٹھالیتا ہے اس کو قلیل خیال کرتا ہے۔ سَحَابًا ثِقَالًا (بھاری بادلوں کو) یعنی بھاری پانی کے ساتھ۔ یہ سحابہ کی جمع ہے سُقْنَهُ (تو اس کو چلا کر لے جاتے ہیں) ضمیر مذکر کی لفظ سحاب کا لحاظ کر کے لائی گئی اور اگر اس کو معنی پر محمول کیا جائے جیسا کہ ثقال ہے تو ضمیر مؤنث چاہئے جیسا کہ وصف کو لفظ پر محمول کیا جائے تو ثقیلا کہنا چاہیے۔ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ (کسی خشک سرزمین کی طرف) ایسے شہر کے لئے جس میں بارش نہیں ہوئی اور

اس کو سیراب کرنے کے لئے۔

قراءت: مدنی، حمزہ، علی، حفص نے مِیْتِ پڑھا ہے۔ فَأَنْزَلْنَاهُ بِهٖ الْمَاءَ (پھر اس بادل سے پانی برساتے ہیں) نمبر ۱: بادلوں کے ذریعے۔ نمبر ۲۔ چلانے کے ذریعے اور اسی طرح فَأَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ (پھر اس پانی سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں) كَذٰلِكَ (یوں ہی) اس نکالنے کی طرح اور وہ پھلوں کا نکالنا ہے۔ نُخْرِجُ الْمَوْتٰی لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (ہم مردوں کو نکال کھڑا کریں گے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو) پس یہ تذکیر تمہیں ایمان بالبعث تک لے جائے گی۔ کیونکہ دونوں اخراجوں میں کوئی فرق نہیں۔ اس لئے کہ ہر ایک میں چیز کو بنانے کے بعد لوٹانا ہے۔

مؤمن و کافر کی تمثیل:

آیت ۵۸: وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ (اور جو زمین ستھری ہوتی ہے) یہ زرخیز مٹی والی زمین یَخْرُجُ نَبَاتٌ بِاِذْنِ رَبِّهٖ (اس کی پیداوار تو خدا کے حکم سے خوب نکلتی ہے) آسانی کے ساتھ بِاِذْنِ رَبِّهٖ یہ موضع خال میں ہے گویا عبارت اس طرح ہے یَخْرُجُ نَبَاتٌ حَسَنًا وَاَفِیَا اس کی نباتات اچھی اور شاندار نکلتی ہے کیونکہ یہ نکدا کے مقابلے میں مذکور ہے۔ وَالَّذِیْ خَبِثَ (اور جو زمین خراب ہے) یہ بلد کی صفت ہے اِی الْبَلَدِ الْخَبِیْثِ، شوریلہ خطہ لَا یَخْرُجُ (اس کی پیداوار نہیں نکلتی) یعنی اس کی نباتات اس کو حذف کر دیا اول تذکرہ پر اکتفاء کرتے ہوئے اِلَّا نِکْدًا (مگر بہت کم) وہ جس میں کوئی غلہ نہ ہو یہ دراصل مثال اس شخص کی جس کو وعظ فائدہ دے اور وہ مؤمن ہے اور اس کی مثال جس میں کوئی چیز بالکل اثر نہ کرے اور وہ کافر ہے اور یہ تمثیل بارش کے اثر کے سلسلے میں واقع ہونے والی ہے بارش کا بلدمیت پر اترنا اور اس سے پھلوں کا نکالنا بطور استطراد کے ہے۔ كَذٰلِكَ (یوں ہی) ایسا تصرفُ نَصْرِفُ الْاٰیٰتِ (ہم دلائل طرح طرح سے بیان کرتے ہیں) ہم بار بار اور مکرر آیات کو لاتے ہیں۔ لِقَوْمٍ یَّشْكُرُوْنَ (ان لوگوں کیلئے: جو قدر کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی اور وہ مؤمن ہیں۔ تاکہ وہ اس میں سوچ بچار کریں اور اس سے عبرت حاصل کریں۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهِ

بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا سو انہوں نے کہا کہ اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ تمہارے لیے اس کے سوا کوئی معبود

غَيْرُهُ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝۵۹ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖ

نہیں ہے۔ بے شک میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں۔ ان کی قوم کے بڑے لوگوں نے کہا

اِنَّا لَنَرٰکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝۶۰ قَالَ یَقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَۃٍ وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ

کہ بلاشبہ ہم تجھے کھلی ہوئی گمراہی میں دیکھ رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ اے میری قوم! میرے ساتھ کوئی گمراہی نہیں ہے لیکن میں سارے جہانوں

مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۶۱ اُبَلِّغُکُمْ رِسٰلَتِ رَبِّیْ وَاَنْصَحُ لَکُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ

کے رب کی طرف سے رسول ہوں۔ میں تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں

مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۶۲ اَوْعَجِبْتُمْ اَنْ جَاَءَکُمْ ذِکْرٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَلٰی رَجُلٍ

جو تم نہیں جانتے۔ کیا تم کو اس بات سے تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تم ہی میں سے ایک شخص کے پاس

مِّنْکُمْ لَیْنَذِکْرُکُمْ وَلِتَنْتَقُوْا وَلَعَلَّکُمْ تَرْحَمُوْنَ ۝۶۳ فَکَذَّبُوْهُ فَاَنْجَبٰہُ

نصیحت کی باتیں آگئیں تاکہ وہ تمہیں ڈرائے اور تاکہ تم ڈر جاؤ، اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ سوان لوگوں نے نوح کو جھٹلایا۔ سو ہم نے اسے اور ان

وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ فِی الْفُلْکِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ۚ اِنَّہُمْ کَانُوْا

لوگوں کو جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے نجات دے دی، اور ہم نے ان لوگوں کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔ بلاشبہ وہ

قَوْمًا عَمِیْنَ ۝۶۴

لوگ اندھے تھے۔

دعوتِ نوح علیہ السلام کا تذکرہ:

آیت ۵۹: لَقَدْ اَرْسَلْنَا یٰہِ قَوْمِیْ اِلٰی قَوْمِہِ (ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا) ان کو رسول بنایا جبکہ ان کی عمر پچاس سال تھی اور ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ نوح بن لمک بن متوشلح بن اخنوخ اور یہ اور یس علیہ السلام کا نام ہے۔ فَقَالَ یَقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہُ (پس انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں)۔

قراءت: علی نے غیرہ پڑھا ہے۔

نَحْمُو: رفع تو محل کی وجہ سے ہے گویا عبارت اس طرح ہے مالکم اللہ غیرہ فلا تعبدوا معہ غیرہ تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم اس کے ساتھ کسی اور کی عبادت مت کرو اور جر لفظ کی رعایت کی وجہ سے ہے۔ اِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ (مجھ کو تمہارے لئے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے) نمبرا۔ قیامت کا دن۔ نمبر ۲۔ ان پر عذاب اترنے کا دن۔ اور وہ عذاب طوفان تھا۔

نوح علیہ السلام کو سرداروں کا جواب:

آیت ۶۰: قَالَ الْمَلَأُ (عزت والے لوگوں نے کہا) اشراف و سادات مِنْ قَوْمِہٖ اِنَّا لَنَرٰکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (ان کی قوم میں سے۔ کہ ہم تم کو صریح غلطی میں دیکھتے ہیں) طریق صواب سے جانے کو واضح کر دیا اور رؤیت سے رؤیت قلب مراد ہے۔

نوح علیہ السلام کی تقریر اول:

آیت ۶۱: قَالَ یَقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَۃٌ (انہوں نے فرمایا اے میری قوم مجھ میں تو ذرا غلطی نہیں) یہاں ضلال نہیں کہا جیسا کہ انہوں نے کہا کیونکہ ضلالت ضلال میں سے خاص ہے۔ پس یہ لفظ اپنی ذات سے ضلال کی نفی کے لئے زیادہ بلغ ہے گویا اس طرح کہالیس بی شیء من الضلال مجھ میں ضلال نام کی کوئی چیز نہیں۔ پھر نفی ضلالت کی تاکید کے لئے استدراک کیا اور فرمایا وَلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ (لیکن میں پروردگار عالم کا رسول ہوں) کیونکہ ان کا اللہ کی طرف سے رسول ہونا یہ ان کی رسالت کا مقصود ہے اور اس معنی میں ہے کہ وہ سیدھے راستے پر ہے پس وہ ہدایت کے اعلیٰ درجہ پر تھے۔

تقریر دوم:

آیت ۶۲: اُبَلِّغُکُمْ رِسٰلِیْ رَبِّیْ (میں تم کو اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں) نمبرا جو میری طرف وحی کی گئی مختلف اوقات میں نمبر ۲۔ مختلف مقاصد جیسے اوامر و نواہی، موعظ، بشار، نظائر اُبَلِّغُکُمْ ابو عمرو نے اس طرح پڑھا یہ کلام مستانفہ ہے رسول رب العالمین ہونے کا بیان ہے۔ وَاَنْصَحْ لَکُمْ (اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں) میں اخلاص کے ساتھ تمہاری بھلائی کا قصد کرنے والا ہوں۔ کہا جاتا ہے نصحتہ و نصحت بہ۔ لام لا کر مبالغہ میں اضافہ کر دیا۔ اور نصیحت کے اخلاص پر دلالت کرتا ہے۔ نصح کی حقیقت۔ نمبرا۔ غیر کے لئے اس بھلائی کا ارادہ کرنا جو تم اپنے لیے چاہتے ہو نمبر ۲۔ سچی عنایت میں انتہاء کرنا۔ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان امور کی خبر رکھتا ہوں جو تم نہیں جانتے) یعنی اس کی صفات سے یعنی عظیم قدرت دشمنوں پر اس کی سخت پکڑ اور اس کی پکڑ دشمنوں سے واپس نہیں کی جاسکتی۔

تقریر سوم:

آیت ۶۳: اَوْعَجِبْتُمْ (کیا تم تعجب کرتے ہو) ہمزہ انکار کے لئے ہے واو عاطفہ ہے معطوف علیہ محذوف ہے۔ گویا کہا گیا

اکذبتہم و عجبتم کیا تم جھٹلاتے ہو اور تعجب کرتے ہو اُن جَاءَ کُمْ - مِنْ اُن جَاءَ کُمْ۔ اس لیے کہ تمہارے پاس آیا۔
ذِکْرُ نَصِيحَةٍ مِّنْ رَبِّکُمْ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْکُمْ تم میں سے ایک آدمی کی زبان سے یعنی تمہاری جنس سے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ
وہ نبوت نوح پر تعجب کرتے تھے اور کہا کرتے تھے: مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْ اٰہَالِنَا الْاَوَّلٰیْنَ (المومنون: ۲۴) اس سے ارسال بشر مراد
لیتے ہیں۔، وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَا نَزَلَ مَلَٰئِکَہٗۙ (المومنون: ۲۴) لِيُنْذِرَکُمْ (تاکہ وہ شخص تم کو ڈرائے) تاکہ وہ تمہیں کفر کے انجام
سے ڈرائیں وَلَتَتَّقُوْا (اور تاکہ تم ڈرجاؤ) تاکہ تقویٰ تم سے پایا جائے اور وہ خشیت ہے جو انداز کے سبب سے ہو۔ وَلَعَلَّکُمْ
تُرْحَمُوْنَ (اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے) تاکہ تقویٰ کے سبب تم پر رحم ہو۔ اگر وہ تم میں پایا جائے۔

تکذیب اور نتیجہ:

آیت ۶۴: فَکَذَّبُوْهُ (پس وہ لوگ اس کی تکذیب ہی کرتے رہے) پس انہوں نے ان کی نسبت کذب کی طرف کی۔ فَانْجٰیْنٰہُ
وَالَّذِیْنَ مَعَهُ (تو ہم نے نوح علیہ السلام اور جو لوگ ان کے ساتھ کشتی میں تھے بچالیا) وہ چالیس آدمی تھے اور چالیس عورتیں دوسرا قول
یہ ہے نو آدمی تین ان کے بیٹے سام، حام، یافث اور چھ ان میں سے جو آپ پر ایمان لائے۔ فِی الْفُلْکِ اس کا تعلق معہ کے ساتھ
ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا والذین صحبوا فی الفلک اور وہ لوگ جنہوں نے انکا ساتھ دیا کشتی میں۔ وَاعْرِفْنَا الَّذِیْنَ
کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا۔ اِنَّہُمْ کَاٰنُوْا قَوْمًا عَمِیْنٍ (اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا ان کو ہم نے غرق کر دیا۔ بیشک وہ لوگ
اندھے ہو رہے تھے) حق سے۔ کہا جاتا۔ اَعْمٰی کا لفظ بصر میں اندھے پن کے لئے آتا ہے۔ اور عَم کا لفظ بصیرت میں اندھے پن کے
لئے آتا ہے۔

وَالِی عَادِ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۝ قَالَ یُقَوْمِ اَعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰهٍ

اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ انہوں نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو۔ تمہارے لیے اس کے سوا کوئی معبود

غَیْرُهُ ۝ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝۶۵ قَالَ الْمَلَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖ اِنَّا

نہیں ہے کیا تم ڈرتے نہیں۔ ان کی قوم کے سردار جنہوں نے کفر اختیار کیا جواب میں کہنے لگے کہ بلاشبہ ہم

لَنُرٰکَ فِیْ سَفَاہَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّکَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ ۝۶۶ قَالَ یُقَوْمِ

تجھے بے وقوفی میں دیکھ رہے ہیں۔ اور بلاشبہ ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ تو جھوٹوں میں سے ہے۔ ہود نے کہا اے میری قوم!

لَیْسَ بِیْ سَفَاہَةٍ وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۶۷ اُبَلِّغُکُمْ

مجھ میں بے وقوفی نہیں ہے لیکن میں بھیجا ہوا ہوں پروردگار عالم کا۔ پہنچاتا ہوں تم کو پیغام اپنے

رِسٰلَتِ رَبِّیْ وَاَنَا لَکُمْ نٰصِحٌ اٰمِیْنٌ ۝۶۸ اَوْعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَکُمْ ذِکْرٌ

رب کا اور میں تمہارا خیر خواہ ہوں، امانت دار ہوں، کیا تمہیں اس بات سے تعجب ہوا کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آگئی تم ہی میں سے

مِّنْ رَّبِّکُمْ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْکُمْ لَیْنِدْرِکُمْ ۝ وَاذْکُرُوْا اِذْ جَعَلْکُمْ خُلَفَآءَ

ایک شخص کے واسطے سے تاکہ وہ تمہیں ڈرائے، اور یاد کرو جبکہ اس نے تمہیں قوم نوح کے بعد

مِّنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادْکُمْ فِی الْخَلْقِ بَصۜطَةً ۝ فَاذْکُرُوْا الْاٰیَّ اللّٰہِ

خلیفہ بنا دیا۔ اور جسمانی طور پر تمہارے ذیل ذول میں پھیلاؤ زیادہ کر دیا لہذا تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو۔

لَعَلَّکُمْ تَفْلِحُوْنَ ۝۶۹ قَالُوْا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَہٗ وَنَذَرَ مَا کَانَ

تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ وہ کہنے لگے کیا تو ہمارے پاس اسلئے آیا ہے کہ ہم تمہارا اللہ کی عبادت کریں اور ہمارے باپ دادا جس کی

یَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا ۝ فَاتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝۷۰

عبادت کرتے تھے اے چھوڑ دیں۔ سو ہمارے پاس وہ چیز لے آ جس کی تو ہمیں دھمکی دیتا ہے اگر تو سچوں میں سے ہے۔

دعوت ہود علیہ السلام:

آیت ۶۵: وَالِی عَادِ (اور ہم نے قوم عاد کی طرف بھیجا) اور ہم نے بھیجا عاد کی طرف۔ اس کا عطف نوح پر ہے اَخَاهُمْ (ان کے بھائی) ان میں سے ایک۔ جیسا تم کہو اخوا العرب مراد اس سے ان عربوں میں سے ایک ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک قرار دیا گیا

کیونکہ وہ ان میں فہم ترین انسان تھے۔ پس حجت ان پر خوب لازم ثابت ہوگئی۔ (گنجائش انکار نہ رہی) هُوْدًا (ہود علیہ السلام کو) یہ اخاہم کا عطف بیان ہے۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے: ہود بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح۔ قَالَ يَقُوْمُ اَعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهُۥ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (انہوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ پس کیا تم نہیں ڈرتے) یہاں فقال نہیں فرمایا جیسا کہ قصہ نوح میں فرمایا تھا کیونکہ وہ فاء ایک سائل کے سوال کے جواب میں لایا گیا۔ کہ ان کو نوح علیہ السلام نے کیا کہا تو جواب دیا گیا۔ فقال یقوم اعبدوا اللّٰه یہاں سوال مقدر کے بغیر ہے۔ اس لئے قال یقوم اعبدوا اللّٰه فرمایا اور اسی طرح۔

سرداروں کا جواب:

آیت ۶۶: قَالَ الْمَلَا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهِ (قوم کے سردار کافروں نے کہا) یہاں الملاء کی صفت الذین کفروا سے کی۔ مگر قوم نوح کے ملاء کے تذکرہ الملاء من قومہ کہہ کر کر دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہود علیہ السلام کی قوم کے اشراف میں سے کچھ ایمان لائے تھے جن میں مرشد بن سعد تھے۔ اس وصف کو لا کر ان مسلمان سرداروں کو الگ کرنا مقصود تھا۔ جبکہ قوم نوح کے اشراف میں سے کوئی بھی ایمان نہ لایا۔ اِنَّا لَنَرٰکَ فِیْ سَفَاہَةٍ (ہم تم کو کم عقلی میں دیکھتے ہیں) کہ تجھ میں حلم کی کمی ہے۔ اور عقل کی کمزوری ہے اس لئے کہ تم نے قوم کا دین چھوڑ کر دوسرا دین اپنا لیا ہے۔ یہاں سفاہت کو مجازاً اطرف قرار دیا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ سفاہت اس میں جمی ہوئی ہے اس سے نکل نہیں سکتی۔ وَ اِنَّا لَنَظُنُّکَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ (ہم بیشک تم کو جھوٹے لوگوں میں سے کہتے ہیں) تمہارے دعویٰ رسالت میں۔

ہود علیہ السلام کی جوابی تقریر نمبر ۱:

آیت ۶۷، آیت ۶۸: قَالَ يَقُوْمُ لَیْسَ بِیْ سَفَاہَةٍ وَّ لَکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ اُبَلِّغُکُمْ رِسٰلَتِ رَبِّیْ وَاَنَا لَکُمْ نٰصِیْحٌ اٰمِیْنٌ (انہوں نے فرمایا اے میری قوم مجھ میں کم عقلی نہیں۔ لیکن میں پروردگار عالم کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔ تم کو اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں)

اس چیز میں جس میں میں تمہیں اس کی طرف بلاتا ہوں۔ امین اس پر جو میں تمہیں کہتا ہوں۔ یہاں وانا لکم ناصح امین فرمایا۔ ان کے قول وانا لنظنک من الکاذبین کے مقابلہ میں تاکہ اسم کے مقابلہ میں اسم ہو۔ جملہ اسمیہ استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ حسن ادب: جن لوگوں نے انبیاء کو ضلالت و سفاہت کی طرف منسوب کیا ان کے جواب میں انبیاء نے حلم، چشم پوشی اور ان کے اقوال کا عدم مقابلہ ظاہر فرمایا۔ باوجود یہ کہ وہ جانتے تھے کہ ان کے مخالفین لوگوں میں گمراہ ترین اور احمق ترین لوگ ہیں۔ اس میں حسن ادب، اعلیٰ اخلاق کا شاندار نمونہ ہے اس سے اللہ تعالیٰ اپنے دوسروں کو یہ تعلیم دے رہے ہیں کہ بے وقوفوں سے کس طرح بات کریں اور ان سے کس طرح چشم پوشی اختیار کریں۔ اور ان سے ہونے والی غلطیوں پر کس طرح دامن رحمت ڈالیں۔ (سبحان اللہ)

تقریر نمبر: ۲

آیت ۶۹: **أَوْ عَجِبْتُمْ أَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَى رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَأَذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِن بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ** (اور کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت جو تمہاری ہی جنس کا ہے کوئی نصیحت کی بات آگئی تاکہ وہ شخص تم کو ڈرائے۔ اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو قوم نوح کے بعد آباد کیا) یعنی تم زمین میں ان کے نائب ہو۔ یا اپنے مکانات میں اذیہاں مفعول بہ ہے۔ ظرف نہیں۔ یعنی اذ کروا وقت استخلا فکم اپنے نائب بننے کا وقت یاد کرو۔ **وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصُطَةً** (اور ذیل ڈول میں تم کو پھیلاؤ زیادہ دیا) لمبائی اور درازی (ان میں چھوٹا ساٹھ ہاتھ ہوتا اور لمبا سو ہاتھ ہوتا تھا) یہ اسرائیلی روایات سے ماخوذ ہے بسطہ حجازی، عاصم، علی نے صاد پڑھانہ کہ سین **فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ** (پس اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو) اپنے نائب بننے میں اور اجسام کے بڑے ہونے میں اور اس کے علاوہ اس کے دیگر عطیات میں **الآءِ** کا واحد الیٰ ہے جیسے انی وانا۔ **لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ** (تاکہ تم کو فلاح ہو)

قوم کا اعتراض:

آیت ۷۰: **قَالُوا أَجِئْتَنَا** (وہ کہنے لگے کیا آپ ہمارے پاس اس لئے آئے ہو گئے) اس میں آنے کا یہ معنی ہے کہ ہود علیہ السلام کا قوم سے الگ تھلگ مکان تھا جس میں عبادت کرتے تھے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ بعثت سے قبل حراء میں کرتے تھے۔ جب ان کی طرف وحی آئی تو قوم کی طرف دعوت دینے کے لئے آئے۔ **لِنَعْبُدَ اللَّهَ وَحْدَهُ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا** (کہ ہم صرف اللہ ہی کی عبادت کیا کریں اور چھوڑ دیں جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے) انہوں نے اس بات کو عجیب خیال کیا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ خاص ہونا بعید خیال کیا۔ دین آباء کو ترک کرنا جو کہ بت پرستی تھا اور اسی میں نشوونما ہوئی تھی انہوں نے بہت جیدہجہا۔ **فَاتِنَّا بِمَا نَعْبُدُنَا** یعنی عذاب ان کُنتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (اگر تم سچے ہو) کہ عذاب ہم پر اترنے والا ہے۔

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّن رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَغَضَبٌ ۖ أَتُجَادِلُونَنِي فِي

ہود نے کہا تم پر تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غصہ نازل ہو چکا۔ کیا تم مجھ سے جھگڑتے ہو ان ناموں کے بارے

أَسْمَاءٍ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۖ

میں جو نام تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے خود سے تجویز کر لیے ہیں۔ اللہ نے ان کے بارے میں کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی

فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ﴿٧١﴾ فَانْجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ

سو تم انتظار کرو۔ بلاشبہ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ پھر ہم نے ہود کو اور ان لوگوں کو جو اس کے

مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَّعْنَا دَابِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَمَا كَانُوا

ساتھ تھے اپنی رحمت سے نجات دیدی اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ لوگ

مُؤْمِنِينَ ﴿٧٢﴾

ایمان والے نہ تھے۔

جواب ہود علیہ السلام:

آیت ۷۱: قَالَ قَدْ وَقَعَ (انہوں نے فرمایا بس اب آیا چاہتا ہے) یعنی اتر چاہتا ہے عَلَيْكُمْ (تم پر) آپ نے متوقع عذاب جس کا اترنا ان پر ضروری تھا۔ واقع ہونے والے عذاب کی طرح قرار دیا۔ جیسا کہ وہ آدمی جو تم سے بعض مطالبے کر لے تو تم اسے کہو۔ قد کان کہ تمہارا مطالبہ تو ابھی پورا ہوا۔ مِّن رَّبِّكُمْ رِجْسٌ (عذاب) وَغَضَبٌ (تمہارے رب کا عذاب اور غضب) ناراضگی۔ أَتُجَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاءٍ سَمَّيْتُمُوهَا (کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے بارے میں جھگڑے ہو) ان چیزوں کے متعلق جو کہ محض نام ہیں جن کے نیچے کوئی حقیقت نہیں کیونکہ تم نے اصنام کا نام الہہ رکھا۔ حالانکہ الوہیت کے معنی سے وہ خالی ہیں۔ أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ (تم نے اور تمہارے آباء نے۔ ان کے معبود ہونے کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں بھیجی۔ پس تم منتظر رہو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں)

نتیجتاً کفار کی جڑ کاٹ دی:

آیت ۷۲: فَانْجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ (غرض ہم نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو بچالیا) یعنی جو ان پر ایمان لائے بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَّعْنَا دَابِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا (اپنی رحمت سے۔ اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا)۔ الدابر جڑ یا جو کسی چیز کے بعد ہو۔ اور قطع دابر سے مراد مکمل استیصال اور ملیا میٹ ہونا ہے۔ وَمَا كَانُوا مُؤْمِنِينَ (اور وہ

ایمان لانے والے نہ تھے) فَأَشَدُّ لَكُمْ: ان سے ایمان کی نفی کی اس کے باوجود کہ تکذیب آیات کا ان کے لئے اثبات کیا۔ تو اس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ ہلاکت مکذبین کے ساتھ خاص ہے۔

علاقہ قوم عاد اور مختصر حالات:

قوم عاد، عمان اور حضرموت کے درمیان تمام علاقے میں پھیلے ہوئے تھے۔ ان کے ہاں بت تھے جن کی وہ پرستش کرتے تھے۔ بتوں کے معروف نام یہ تھے۔ نمبرا۔ صداء۔ نمبر ۲۔ صمود۔ نمبر ۳۔ ہباء۔ ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کو بھیجا مگر انہوں نے جھٹلا دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے تین سال کے لئے ان سے بارش کو روک دیا۔ جب ان پر کوئی مصیبت آتی تو اللہ تعالیٰ سے کشادگی طلب کرتے اور دعا کے لئے بیت الحرام مکہ مکرمہ جاتے چنانچہ اس قحط کے لئے قیل بن عنز اور لقیم بن ہزال اور مرشد بن سعد، یہ ہود علیہ السلام پر خفیہ ایمان رکھتا تھا۔ اس وقت ان پر عمالقہ کی حکومت تھی۔ جو کہ عملیق بن لاؤذ بن سام بن نوح کی اولاد تھے۔ اور ان کا سردار معاویہ بن بکر تھا۔ یہ وفد اس کے ہاں مکہ کے بالائی علاقے پر اترے۔ ان کو مرشد نے کہا جب تک تم ہود علیہ السلام پر ایمان نہ لاؤ گے بارش نہ ہوگی۔ انہوں نے مرشد کو پیچھے چھوڑا اور خود نکل کر بیت اللہ کے پاس گئے اور یہ دعا کی۔ اللّٰهُمَّ اسقِ عَادًا مَا كُنْتَ تَسْقِيهِمُ اللّٰهُ تَعَالٰی نے تین بادل سامنے کر دیے۔ سفید، سرخ، سیاہ پھر آسمان کے ایک منادی نے کہا یا قیل اختر لنفسك ولقومك اے قیل ان میں سے اپنی قوم اور اپنے لئے ایک بادل چن لو اس نے سیاہ بادل کا چناؤ کیا کیونکہ اس میں پانی زیادہ ہوتا ہے۔ پھر قوم کی طرف وادی کے قریبی راستہ سے لوٹ گئے اور ان کو خوشخبری سنائی وہ خوش ہوئے اور کہنے لگے ہذا عارض ممطرنا۔ مگر اس سے سخت ہوائی جس نے ان کو ہلاک کر دیا۔ ہود علیہ السلام اور ایمان والوں نے نجات پائی وہ مکہ مکرمہ میں آئے اور مدت تک وہیں رہے۔

وقف لازم

وَإِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا قَالَ يَاقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ

”اور قوم شمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ صالح نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ تمہارے لیے اس کے علاوہ

إِلَهِ غَيْرُهُ ۖ قَدْ جَاءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ هَذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ

کوئی معبود نہیں۔ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس دلیل آ چکی ہے، یہ اللہ کی اوتنی ہے جو

لَكُمْ آيَةٌ فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ

تمہارے لیے نشانی ہے سو تم اسے اللہ کی زمین میں چھوڑے رہو کھاتی پھرا کرے۔ اور اسکو برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگاؤ

فِيَاخُذْكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٣﴾ وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْكُمْ

ورنہ تمہیں دردِ ناک عذاب پکڑ لے گا، اور یاد کرو جب اللہ نے تمہیں عاد کے بعد زمین میں رہنے کا

بَعْدِ عَادٍ وَبَوَاكُم فِي الْأَرْضِ تَتَّخِذُونَ مِنْ سُهُولِهَا قُصُورًا وَتَنْحِتُونَ

ٹھکانہ دے دیا۔ تم اس زمین کے نرم حصہ میں محلات بناتے ہو اور پہاڑوں

الْجِبَالِ بُيُوتًا ۖ فَادْكُرُوا الْآءَ اللَّهِ وَلَا تَعْتَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٧٤﴾

کو تراش کر گھر بناتے ہو۔ سو اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد

قوم صالح علیہ السلام کا تذکرہ:

آیت ۷۳: وَاللّٰی ثَمُودَ - (ہم نے بھیجا ثمود کی طرف) ایک قراءت میں ثمود بھی پڑھا گیا ہے کیونکہ قبیلہ کا نام ہے۔ یا اصل کے لحاظ سے کیونکہ ان کے بڑے دادا کا نام ہے۔ غیر منصرف تو قبیلہ کا نام ماننے کی وجہ سے ہے ایک قول یہ ہے کہ ان کو ثمود اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کے ہاں پانی کم تھا۔ یہ ثمد سے ماخوذ ہے۔ وہ تھوڑے پانی کو کہتے ہیں۔ ان کے مکانات پتھروں کے تھے۔ حجاز و شام کے مابین واقع تھے۔ اَخَاهُمْ صَلِحًا قَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهُ قَدْ جَاءَ تَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ یہ ظاہر نشانی ہے جو میری نبوت کے صحیح ہونے کی دلیل ہے گویا اس طرح کہا ما ہذہ البینۃ؟ کہ یہ دلیل کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا ہذہ نَاقَةُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی اضافت تعظیم و تخصیص کے لئے ہے۔ کیونکہ وہ محض قدرت الہی سے بلا صلب و رحم کے پہاڑ سے نکلی تھی۔ لَكُمْ اٰیۃٌ یہ ناقة سے حال ہے اس میں ہذہ کا اشارہ والا معنی عامل ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ اشیر الیہا اٰیۃٌ میں اس کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔ اس حال میں کہ یہ نشانی ہے۔ ولکم یہ بیان ہے اس بات کا کہ یہ کس کے لئے نشانی ہے۔ کُم سے مراد قوم ثمود ہے۔ جنہوں نے اس کو آنکھوں سے دیکھا تھا۔ فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْ اَرْضِ اللّٰهِ یعنی زمین تو اللہ تعالیٰ کی زمین ہے

اور اونٹنی اللہ کی اونٹنی ہے۔ اس کو چھوڑ دو۔ اس کے رب کی زمین میں تاکہ اپنے رب کی نباتات کھائے پیئے تمہارے ذمہ اس کے چارہ کی مشقت نہیں۔ وَلَا تَمْسُوْهَا بِسُوْءٍ اس کو مت مارو اور نہ کوئیں کاٹو۔ اللہ تعالیٰ کے احترام کا تقاضا یہ ہے فَيَاْ خُذْكُمْ يَہِ نہی کا جواب ہے۔ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (دردناک عذاب)۔

تقریر صالح علیہ السلام انعامات کی یاد دہانی:

آیت ۷۴: وَاذْكُرُوْا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ (اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو عاد کے بعد آباد کیا اور تم کو ٹھکانا دیا) اور تمہیں ٹھہرایا۔ المباءة منزل کو کہتے ہیں۔ فِی الْاَرْضِ (زمین میں تراش) ارض حجر جو شام و حجاز کے درمیان ہے تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهْلِهَا قُصُوْرًا (کہ تم نرم زمین پر محل بناتے ہو) بالا خانے گرمیوں کے آرام کے لئے وَتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا (اور پہاڑوں کو تراش کر ان میں گھر بناتے ہو) سردیوں کے لئے بیوتانہ حال مقدرہ ہے۔ جیسے خط هذا الثوب قمیصا اس کپڑے کی قمیص بناؤ اس لئے کہ پہاڑ گھرنے کے دوران تو گھر نہیں بن سکتا اور نہ ہی کپڑا سلائی کے دوران قمیص ہوتا ہے۔ فَادْكُرُوْا اِلَّا اللّٰهَ وَلَا تَعْتَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ (پس اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد مت پھیلاؤ) روایت میں ہے کہ قوم عاد ہلاک ہو گئی تو ان کے علاقہ کی زمین کو قوم ثمود نے آباد کیا اور اس سرزمین میں ان کے نائب ہو گئے۔ ان کی طویل عمریں تھیں اور انہوں نے پہاڑ کھود کھود کر گھر بنائے۔ تاکہ موت سے قبل منہدم نہ ہوں۔ ان کو وسعت مالی میسر تھی پس وہ اللہ تعالیٰ کی سرکشی پر اتر آئے اور زمین میں فساد مچایا اور بت پرستی پر لگ گئے اللہ نے ان کی طرف صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا یہ عرب لوگ تھے صالح علیہ السلام ان کے متوسط طبقے میں سے تھے انہوں نے ثمود کو اللہ کی طرف بلایا مگر تھوڑے لوگوں کے علاوہ ان کی کسی نے اتباع نہ کی وہ بھی کمزور طبقہ کے لوگ تھے آپ نے مسلسل ان کو ڈرایا۔

بالآخر انہوں نے معینہ پہاڑ سے دس ماہ کی گاہن اونٹنی نکالنے کا مطالبہ کیا آپ نے نماز پڑھ کر دعا فرمائی۔ پہاڑ سے گاہن اونٹنی جیسی آواز نکلی اور ایک قوی ہیکل اونٹنی نکلی اس پر جندع اور ان کی قوم کا ایک گروہ ایمان لے آیا۔

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لِلَّذِينَ اسْتَضَعُّوْا

ان کی قوم کے جو متکبر سردار تھے انہوں نے ضعیفوں سے کہا جو ان میں

لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنْ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۝

سے ایمان لائے تھے کیا تم اس بات کا یقین کرتے ہو کہ صالح اس کے رب کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔

قَالُوْا اِنَّا بِمَا اُرْسِلَ بِهٖ مُّؤْمِنُوْنَ ۝۷۵ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوْا

انہوں نے جواب دیا بے شک جو کچھ ان کو دے کر بھیجا گیا ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ متکبر سرداروں نے کہا

اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنُتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝۷۶ فَعَقَرُوْا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ

کہ اس میں شک نہیں کہ تم جس پر ایمان لائے ہو ہم اس کے منکر ہیں۔ سو انہوں نے اونٹنی کو کاٹ ڈالا اور اپنے رب کا حکم ماننے سے

اٰمِرٍ رَّبِّهٖمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ كُنْتَ مِنَ

سرکش کی، اور کہنے لگے کہ اے صالح! اگر تم پیغمبروں میں سے ہو تو جس چیز کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو وہ

الْمُرْسَلِيْنَ ۝۷۷ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جَثِمِيْنَ ۝۷۸

لے آؤ۔ سو ان کو پکڑ لیا زلزلہ نے۔ سو وہ اوندھے منہ ہو کر اپنے گھروں میں پڑے رہ گئے۔

فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ

پھر صالح نے ان سے منہ موڑا۔ اور فرمایا کہ اے میری قوم! بلاشبہ میں نے تم کو اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا۔ اور تمہاری خیر خواہی

لَكُمْ وَلٰكِنْ لَا تُحِبُّوْنَ النَّصِيْحَانَ ۝۷۹

کی۔ لیکن تم خیر خواہی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

آیت ۷۵: قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ (ان کی قوم میں جو متکبر سردار تھے انہوں نے کہا) قراءت: شامی نے وقال پڑھا ہے۔ لِلَّذِينَ اسْتَضَعُّوْا (غریب لوگوں سے) کفار سرداروں نے جن کو کمزور بنا رکھا تھا۔ لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ۔

نَحْمُ: یہ الذین استضعفوا سے بدل ہے اور اس میں جاء کا اعادہ کیا گیا ہے۔ اس میں دلیل ہے کہ بدل جہاں بھی آئے گا۔ وہاں عامل کا اعادہ مقدر ضرور ہوگا۔ منہم کی ضمیر کا مرجع قوم ہے۔ اس میں دلیل ہے کہ انہوں نے فقط ایمان والوں کو کمزور بنا رکھا تھا۔ یا ضمیر مستضعفین کی طرف لوٹی ہے اور اس میں یہ اشارہ ملتا ہے کہ مستضعفین مؤمن و کافر دونوں طرح کے لوگ تھے۔

اَتَعْلَمُوْنَ اَنْ صَلِحًا مَّرْسَلٌ مِّنْ رَبِّهِ (کیا تم کو اس بات کا یقین ہے کہ صالح اپنے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں) یہ بات انہوں نے بطور تمسخر کہی۔ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَا اُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُوْنَ (انہوں نے کہا ہم تو بیشک اس پر پورا یقین رکھتے ہیں جو ان کو دیکر بھیجا گیا ہے) یہ ان کا جواب ہوا۔ کیونکہ انہوں نے آپ کے رسول بنائے جانے کے متعلق سوال کیا پس انہوں نے آپ کی رسالت کو ایک مسلمہ بات قرار دیا۔ گویا انہوں نے اس طرح کہا کہ مرسل ہونے کا علم اور جو کچھ وہ دیکر بھیجے گئے اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے میں کوئی اشتباہ نہیں کلام اس پر ہے کہ آیا ان پر ایمان لانا واجب ہے پس ہم تمہیں خبر دے رہے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لانے والے ہیں۔

متکبرین کا جوابی رویہ:

آیت ۷۶: قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِيْ اٰمَنْتُمْ بِهِ كٰفِرُوْنَ (متکبر سرداروں نے کہا کہ اس میں شک نہیں کہ تم جس پر ایمان لائے ہو ہم اس کے منکر ہیں) انہوں نے امنتہم بہ کو ارسل بہ کی جگہ ذکر کر کے کفار اس بات کی تردید کر رہے ہیں۔ کہ جس ایمان کو تم مسلم کہتے ہو ہم اسی کا انکار کرتے ہیں

۷۷: فَعَقَّرُوْۤا وَالنَّاقَةَ (غرض اس اونٹنی کو مار ڈالا) عقر کی نسبت پوری قوم کی طرف کی اگرچہ عاقر تو قد ار بن سالف تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ پوری قوم اس پر رضا مند تھی۔ یہ قد ار سرخ نیلگوں بونا تھا۔ جیسا کہ فرعون بھی اسی طرح تھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ پہلوں میں بڑا بد بخت صالح کی اونٹنی کو ذبح کرنے والا تھا۔ اور پچھلوں میں بڑا بد بخت تیرا قاتل ہوگا۔ (مجمع الزوائد: ۲۹۹) وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ (اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی) انہوں نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی اور اس سے منہ موڑا اور تکبر کیا۔ امر ربہم سے مراد وہ حکم ہے جو ان کو صالح علیہ السلام کی زبان پر دیا گیا: فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْ اَرْضِ اللّٰهِ (الاعراف: ۷۳) یا شان رب مراد ہے۔ اور وہ دین ہے۔ وَقَالُوْۤا يٰصَلِحُ اِنْتَنَا بِمَا تَعِدُنَا (اور کہنے لگے اے صالح جس کی آپ ہم کو دھمکی دیتے تھے اسکو منگوائیں) یعنی عذاب اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔ (اگر تم پیغمبروں میں سے ہو)

عذاب کی آمد:

آیت ۷۸: فَآخَذَتْهُمْ الرَّجْفَةُ وَهَ جِئَ جَسَاسٌ مِّنْ رَبِّهِمْ (اور وہ اس سے بے قرار ہو گئے۔ فَاصْبَحُوا فِيْ دَارِهِمْ اِنۡ شَاءَ اللّٰهُ) (اور فرمایا) اے میری قوم ان سے جدائی کے وقت لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَا تُحِبُّوْنَ النَّصِيْحِيْنَ (میں)

تکسر صالح علیہ السلام:

آیت ۷۹: فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ (صالح علیہ السلام ان سے منہ موڑ کر چلے) جب انہوں نے اونٹنی کی کوچیں کاٹیں وَقَالَ يٰقَوْمِ (اور فرمایا) اے میری قوم ان سے جدائی کے وقت لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَا تُحِبُّوْنَ النَّصِيْحِيْنَ (میں)

وَلَوْ طَا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ

”اور ہم نے لوط کو بھیجا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کیا تم بے حیائی کا کام کرتے ہو جسے تم سے پہلے جہانوں میں سے کسی نے

مِّنَ الْعَالَمِينَ ۝۸۰ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُونِ النِّسَاءِ ط

بھی نہیں کیا، بے شک تم عورتوں کو چھوڑ کر شہوت رانی کے لیے مردوں کے پاس آتے ہو

بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ۝۸۱ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا

بلکہ تم لوگ حد سے گزر جانے والے ہو، اور ان کی قوم کا جواب اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا کہ وہ کہنے لگے

أَخْرِجُوهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ إِنَّهُمْ أَنَاسٌ يَّتَطَهَّرُونَ ۝۸۲ فَانْجَيْنَاهُ

کہ ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو۔ بے شک یہ ایسے لوگ ہیں جو پاکیزہ بنتے ہیں، سو ہم نے نجات دی لوط کو

وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ زَكَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ۝۸۳ وَآمَطْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ط

اور اس کے گھر والوں کو سوائے اس کی بیوی کے کہ وہ رہ جانے والوں سے تھی اور ہم نے ان پر ایک بڑی بارش برسا دی۔

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ع ۝۸۴

سو دیکھ! کیسا انجام ہے مجرمین کا۔“

نے تو تم کو اپنے پروردگار کا حکم پہنچا دیا تھا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم لوگ خیر خواہوں کو پسند ہی نہیں کرتے تھے (جو کہ ہدایت کا حکم دینے والے تھے۔ خواہشات کی تزیین کی بناء پر نصیحت کے بارے میں معروف ہے کہ رسوا کن دودھ دینے والی اونٹنی ہے۔ لیکن وہ بدمزہ ہے جس سے غصہ جنم لیتا ہے۔ روایت میں ہے کہ انہوں نے بدھ کو اونٹنی کی کونچیں کاٹیں۔ صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اس کے بعد تین دن زندہ رہو گے۔ پہلے دن تمہارے چہرے زرد پڑ جائیں گے۔ جبکہ دوسرے دن سرخ ہو جائیں گے۔ اور تیسرے دن سیاہ پڑ جائیں گے۔ چوتھے دن عذاب تمہیں دبوچ لے گا۔

بالکل ایسا ہی ہوا آپ ایک سو دس مسلمانوں کو لے کر نکلے۔ اس حال میں کہ آپ پر گریہ طاری تھی۔ جب انکی ہلاکت ہو چکی تو پھر لوٹ کر اسی علاقے میں رہے (مگر واپس وہیں رہائش کی بات محل نظر ہے۔ دیگر مفسرین مکہ مکرمہ ہجرت کا قول نقل کرتے ہیں)۔

تذکرہ قوم لوط علیہ السلام:

آیت ۸۰: وَلَوْ طَا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ (ہم نے لوط کو بھیجا جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا) یعنی اذ کروا لوطا کہ تذکرہ کرو لوط کا اذیہ اس محذوف فعل کا بدل ہے۔ اَتَا تُونَ الْفَاحِشَةَ (کیا تم ایسا فحش کام کرتے ہو) کیا تم انتہائی شدید برائی میں مبتلاء ہو۔

انوکھا جرم:

مَا سَبَقَكُمْ بِهَا (جس کو تم سے پہلے نہیں کیا) جس کو تم سے پہلوں نے نہیں کیا۔ بالتعدیہ کیلئے ہے اور رسول اللہ کے ارشاد کا یہی مطلب ہے۔ سَبَقْتُکُمْ بِهَا عَکَاشَةُ۔ عکاشہ تم سے پہلے کر گیا۔ (احمد ج ۱ ص ۲۵۳) مِنْ أَحَدٍ (کسی نے) مَنْ زَائِدٌ ہے جو تا کید نفی کیلئے لائے اور یہاں استغراق کا معنی دے رہا ہے۔ مِنَ الْعَالَمِينَ (دنیا جہاں والوں میں سے) اس میں مَنْ تَبْعِيضٌ کیلئے ہے۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اول ان پر یہ کہہ کر انکار کیا۔ اتاتون الفاحشة پھر ان کو ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا کہ جہان میں اس عمل کے بانی تم ہو۔

شہوات میں اندھا پن:

آیت ۸۱: اِنَّكُمْ لَتَآتَوْنَ الرَّجَالَ (تم مردوں کے ساتھ کرتے ہو) یہ اتاتون الفاحشة کا بیان ہے۔ اِنَّكُمْ کو مدنی اور حفص نے خبر مانا ہے۔ اور اتی المرأة کا معنی جماع کرنا ہے شَهْوَةٌ (شہوت رانی) یہ مفعول لہ ہے یعنی شہوت کی خاطر۔ تمہیں اس بات پر صرف شہوت آمادہ کرنے والی ہے اور یہ سب سے زیادہ قابل مذمت حرکت ہے۔ کیونکہ بہیمہ والی صفت ہے۔ مِّنْ ذُّوْنَ النِّسَاءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ (بلکہ تم حد ہی سے گزر گئے ہو) انکار سے اعراض کر کے اس حالت کی خبر دی جو ارتکاب قبائح کو لازم کرنے والی ہے۔ اور وہ اس قوم کی عادت اسراف اور ہر چیز میں تجاوز عن الحد و تھی۔ اس لئے انہوں نے قضائے شہوت میں اسراف کرتے ہوئے مقدار راستے سے غیر مقدار کی طرف تجاوز کیا۔

قوم کا جواب خیر کو عیب کہا:

آیت ۸۲: وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ اِلَّا اَنْ قَالُوا اَخْرِجُوهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ (ان کی قوم سے کوئی جواب نہ بن پڑا سوائے اس کے کہ آپس میں کہنے لگے کہ ان لوگوں کو تم اپنی بستی سے نکال دو) یعنی لوط اور جو لوگ ان پر ایمان لائے تھے۔ مطلب یہ ہوا کہ لوط علیہ السلام نے ان سے انکار فاحشہ کے سلسلے میں جو جواب مانگا اس کا انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ جس شرارت کی جڑ کے متعلق لوط نے ان کی نشاندہی کی۔ کہ وہ صرف لوگ ہیں۔ انہوں نے انکا کوئی جواب نہ دیا۔ بلکہ ایسی چیز پیش کی جو ان کے کلام سے بالکل متعلق نہ تھی۔ انہوں نے حکم دیا کہ لوط اور ان پر ایمان لانے والوں کو بستی سے نکال دو۔ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُونَ (یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں) یہ طہارت و پاکیزگی کے دعویدار ہیں اور ایسی بات کے مدعی ہیں کہ ہم خبیث فعل کے مرتکب ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں کی بات کو بطور عیب ذکر کیا۔ جو قابل مدح تھی۔

نتیجہ آمد عذاب:

آیت ۸۳: فَانْجَيْنَاهُ وَاَهْلَهُ (پس ہم نے لوط علیہ السلام اور ان کے متعلقین کو بچا لیا) جو بھی ان کے ساتھ خاص طور پر رشتہ دار متعلق تھے یا مومنین اِلَّا امْرَاَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ (سوائے ان کی بیوی کے کہ وہ انہی لوگوں میں رہی جو عذاب میں رہ گئے تھے) عذاب میں باقی رہنے والے لوگوں میں سے تھی۔ مذکور کو مؤنث پر غلبہ دے کر مذکر صیغہ لایا گیا۔ یہ اہل سدوم میں سے کافرہ تھی۔ روایت میں مذکور ہے کہ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک پتھر اس کو آگیا۔ جس سے وہ ہلاک ہو گئی۔

وَالِی مَدَیْنِ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ۝ قَالَ یَقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ

”اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ انہوں نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود

مِّنْ اِلٰهِ غَیْرُهُ ۝ قَدْ جَاءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَافُوْا الْکَیْلَ

نہیں ہے تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیل آگئی ہے۔ سوناپ اور تول پورا

وَالْمِیْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَاءَهُمْ وَلَا تَفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ

کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر مت دو، اور زمین میں اسکی اصلاح کے بعد فساد

بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝۸۵ وَلَا تَقْعُدُوْا

مت کرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم مومن ہو، اور مت بیٹھ جاؤ

بِکُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنِ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ

ہر راستہ میں کہ تم لوگوں کو دھمکیاں دیتے ہو۔ اور لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روکتے ہو جو اس پر ایمان لائے۔ اور

تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّ اذْکُرُوْا اِذْ کُنْتُمْ قَلِیْلًا فَکَثَرْتُکُمْ وَاَنْظُرُوْا

اس میں کجی تلاش کرتے ہو۔ اور یاد کرو جبکہ تم تھوڑے سے تھے سو اللہ نے تم کو زیادہ کر دیا۔ اور دیکھ لو

کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ ۝۸۶ وَاِنْ کَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْکُمْ

فساد کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔ اور اگر تم میں سے ایک جماعت اس

اٰمَنُوْا بِالَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ یُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰی

حکم پر ایمان لائی جسے دیکر میں بھیجا گیا ہوں اور ایک جماعت ایمان نہ لائی تو صبر کرو یہاں تک کہ

یَحْكُمَ اللّٰهُ بَیْنَنَا ۚ وَهُوَ خَیْرُ الْحٰکِمِیْنَ ۝۸۷

اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ فرمادے اور وہ سب حاکموں سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔“

خاص قسم کی بارش:

آیت ۸۴: وَامْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا (اور ہم نے ان پر ایک نئی طرح کی بارش برسائی) ہم نے ان پر ایک عجیب قسم کی بارش کی کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ اور فاسفوس کی بارش کی۔ ایک قول یہ ہے کہ مقیم لوگوں کو زمین میں دھنسا دیا اور چلنے پھرنے

والوں پر پتھروں کی بارش کی۔ ابو عبیدہ کا قول ہے لفظ اَمْطَرُ عذاب کیلئے اور مَطَرُ کا لفظ رحمت کے لیے آتا ہے۔ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ۔ (پس دیکھ تو سہی ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا) مجرمین سے کافر مراد ہیں۔

قوم شعیب علیہ السلام کا تذکرہ:

آیت ۸۵: وَاللّٰی مَدَّیْنٍ (اور ہم نے مدین کی طرف بھیجا) اور ہم نے بھیجا مدین کی طرف۔ مدین یہ ایک قبیلہ کا نام ہے۔ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا (ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو) ان کو خطیب الانبیاء کہا جاتا ہے اس لئے کہ قوم کو انہوں نے خوب جواب دیئے اور عمدہ انداز سے سمجھایا وہ ماپ تول میں کمی کرنے والے تھے۔

خطیب الانبیاء کی شاندار تقریر:

قَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهُ قَدْ جَاءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ (انہوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں۔ تمہارے پاس تمہارے معبود کی طرف سے واضح دلیل آچکی ہے) یعنی معجزہ اگرچہ وہ قرآن میں موجود نہیں۔ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ (تو تم ماپ تول پوری پوری کیا کرو) ان کو پورا کرو۔ مراد یہ ہے کہ پورا کرو ماپ کو اور میزان کا وزن پورا دو۔ یا میزان میعاد کی طرح بمعنی مصدر ہے۔ وزن کرنے میں۔ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ (اور لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کرو) ان کے حقوق مال میں کمی کر کے اور وزن میں نقص کر کے نہ توڑو۔ وہ فروخت کرتے وقت ہر چیز کم دیتے۔ نخس کا لفظ دو مفعول کی طرف متعدی ہے اور وہ الناس و اشیاء ہم ہے جیسے کہتے ہیں۔ بخت زیداً حقہ یعنی میں نے اس کو کم کر کے دیا۔ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا (اور زمین کی درستی کر دیئے جانے کے بعد فساد مت پھیلاؤ) اس میں اصلاح کرنے کے بعد یعنی اس میں بگاڑ نہ پیدا کرو۔ اس کے بعد کہ نیک انبیاء اور اولیاء نے اس میں اصلاح کی ہے اور اصلاح کی اضافت اسی طرح ہے۔ جیسے: بَلْ مَكْرُ الْيَلِّ وَالنَّهَارِ (۳۳) یعنی بل مکر کم فی الیل و النهار تمہارا دن رات تدابیر شر کرنا۔ ذَلِكُمْ (یہ) اس سے اشارہ و فاء کیل و میزان، ترک نخس اور ترک فساد فی الارض کی طرف ہے۔ خَيْرٌ لَّكُمْ (تمہارے لئے بہتر ہے) انسانیت کے لحاظ سے اور اچھے کرو کردار کے اعتبار سے اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ (اگر تم مؤمن ہو) اگر میری بات میں تم میری تصدیق کرنے والے ہو۔

قوم کا مزاج ڈاکہ زنی:

آیت ۸۶: وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ (اور تم سڑکوں پر اس غرض سے مت بیٹھا کرو) ہر راستے پر تَوَعْدُونَ (کہ دھمکیاں دو) ان کو جو شعیب علیہ السلام پر ایمان لاتے ہیں سزا کے ساتھ۔ وَتَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهِ (اور ایمان والوں کو اللہ کی راہ سے روکو) عبادت سے مومنوں کو اور یہ بھی قول ہے کہ وہ راستے پر ڈاکے ڈالتے دوسرا قول یہ ہے کہ چنگی وصول کرتے۔ وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا (اور اس میں کجی کی تلاش میں لگے رہو) اللہ تعالیٰ کی راہ کے لیے تم ڈھونڈتے ہو۔ یعنی اس کے متعلق لوگوں کو کہتے ہو کہ یہ ٹیڑھا راستہ ہے درست و سیدھا نہیں ہے تاکہ لوگ اس پر چلنے سے رک جائیں۔

نَحْوُ: تو عدوئ اور اس کا معطوف یہ حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ یعنی نہ تم راستوں پر بیٹھو اس حال میں کہ تم لوگوں کو ڈرانے والے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے والے اور اس میں ٹیڑھاپن تلاش کرنے والے ہو۔ **وَ اذْكُرُوا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا** (اور اس حالت کو یاد کرو جب تم تھوڑے تھے)

نَحْوُ: اذ مفعول بہ ہے ظرف نہیں ہے۔ یعنی تم شکریہ کے طور پر اس وقت کو یاد کرو۔ جب تمہاری تعداد بہت کم تھی۔ **فَكَثَّرَكُمُ** (سواللہ نے تمہیں زیادہ کر دیا) اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعداد بڑھادی۔ اور گنتی میں بہت زیادہ کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ مدین بن ابراہیم نے لوط علیہ السلام کی بیٹی سے شادی کی پس اس سے اولاد پیدا ہوئی۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے برکت ڈالی اور بہت زیادہ ہو گئے۔ **وَ اَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ** (اور دیکھو کیا انجام ہوا فساد کرنے والوں کا) آخر انجام ان لوگوں کا جنہوں نے تم سے پہلے فساد برپا کیا جیسے قوم نوح، قوم صالح، لوط، ہود علیہم السلام۔

دونوں فریقوں کو خطاب:

آیت ۸۷: **وَ اِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَ طَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا** (اور اگر تم میں سے بعض اس حکم پر جس کو مجھے دیکر بھیجا گیا ہے۔ ایمان لائے ہیں اور بعض ایمان نہیں لائے تو ذرا ٹھہر جاؤ) پس تم انتظار کرو۔ **حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا** (یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان میں فیصلہ کیے دیتے ہیں) یعنی دونوں فریقوں کے درمیان کہ حق پرستوں کو باطل پرستوں پر غلبہ دیا جائے۔ نمبر ۱۔ یہ دراصل وعید ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں سے انتقام لیں گے۔ یا پھر ایمان والوں کو صبر پر آمادہ کیا گیا۔ کہ وہ مشرکین کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں کو برداشت کریں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے اور کفار کے درمیان فیصلہ فرمادیں اور انتقام لیں۔ نمبر ۳۔ دونوں فریقوں کو مخاطب کیا تا کہ مسلمان ایذائے کفار پر صبر کریں۔ اور کافروں کو ایمان والوں کا ایمان اگر برا معلوم ہوتا ہے تو وہ اس پر صبر کریں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے مابین فیصلہ فرمادیں اور پلید اور پاک کو الگ کر دیں۔ **وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ** (اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے) کیونکہ اس کا حکم برحق اور عادلانہ ہے۔ اس میں ظلم و جور کا شائبہ بھی نہیں۔

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ يَشْعِبُ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا

ان کی قوم کے سردار جو تکبر کرنے والے تھے کہنے لگے کہ اے شعیب ضرور ضرور ہم تجھے اور ان لوگوں کو جو تیرے ساتھ ایمان لائے اپنی بستی سے نکال دیں

مَعَكَ مِنْ قَرِيْنَتِنَا اَوْ لَتَعُوْدَنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۚ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كَرِهِيْنَ ۝۸۸ قَدْ افْتَرَيْنَا

گئے یا یہ کہ تم ہمارے دین میں واپس آ جاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کیا (ہم تمہارے دین میں واپس آ جائیں گے) اگر چہ دل سے برا جانتے ہوں؟ اگر ہم تمہارے دین میں واپس

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجَّيْنَا اللّٰهَ مِنْهَا ۚ وَمَا يَكُوْنُ لَنَا

ہو جائیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم اللہ پر جھوٹی تہمت لگانے والے بن جائیں اس کے بعد کہ اللہ نے اس سے ہم کو نجات دی اور ہم سے یہ نہیں ہو سکتا

اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَا اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ۚ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۚ عَلَى

کہ ہم تمہارے دین میں واپس آ جائیں (الایہ کہ اللہ چاہے جو ہمارا رب ہے۔ ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے ہم نے اللہ پر

اللّٰهُ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ ۝۸۹

بھروسہ کیا۔ اے ہمارے رب ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرما دے اور تو فیصلہ کرنیوالوں میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے

سرداروں کا جواب:

آیت ۸۸: قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ يَشْعِبُ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا مَعَكَ مِنْ قَرِيْنَتِنَا اَوْ لَتَعُوْدَنَّ فِيْ مِلَّتِنَا (ان کو اپنی بستی سے نکال دیں گے۔ یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں واپس آ جاؤ) یعنی دونوں میں سے ایک بات ضرور تسلیم کرنا ہوگی یا نکلتا یا کفر کی طرف لوٹنا۔ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كَرِهِيْنَ (شعیب علیہ السلام نے جواب دیا کہ کیا ہم تمہارے مذہب میں آ جاویں اگرچہ ہم اس کو نا پسند ہی سمجھتے ہوں)

مُخَوِّدًا: اس میں ہمزہ استفہام انکاری کے لیے ہے۔ اور واو حالیہ ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ اتعید و ننافی ملتکم فی حال کراہتنا و مع کونا کارہین قالوا نعم کیا تم ہمیں اپنے مذہب کی طرف لوٹاؤ گے باوجود یہ کہ ہم اس کو نا پسند کرتے ہیں انہوں نے کہا ہاں۔

شعیب علیہ السلام کی جوابی تقریر:

آیت ۸۹: پھر ان کو شعیب علیہ السلام نے فرمایا قَدْ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ (ہم تو اللہ تعالیٰ پر بڑی جھوٹی تہمت لگانے والے ہو جاویں اگر ہم تمہارے مذہب میں آ جائیں) یہ قسم ہے تقدیر عبارت یہ ہے واللہ لقد افترینا علی اللہ کذباً ان عدنا فی ملتکم۔ اللہ کی قسم ہم نے اس وقت اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اگر ہم تمہاری ملت کی طرف لوٹ کر گئے۔ بَعْدَ اِذْ نَجَّيْنَا اللّٰهَ مِنْهَا (اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس سے نجات دی ہو) ہمیں اللہ تعالیٰ نے چھٹکارا دیا۔

وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَئِنْ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا إِنَّكُمْ إِذًا لَخُسْرُونٌ ۙ

اور کہا ان کی قوم کے سرداروں نے جو کفر پر تھے کہ اگر تم شعیب کی راہ پر چلنے لگو گے تو بلاشبہ بڑے نقصان میں پڑ جاؤ گے۔

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جِثْمِينَ ۙ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا

سو پکڑ لیا ان کو زلزلہ نے سو وہ صبح کے وقت اس حال میں ہو گئے کہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ گرے ہوئے تھے جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا

كَانَ لَمْ يَخْنَوْا فِيهَا ۚ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَانُوا هُمُ الْخٰسِرِينَ ۙ فَتَوَلَّىٰ

گویا کہ وہ ان گھروں میں رہے ہی نہیں تھے جن لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا وہی نقصان میں پڑنے والے ہیں سو پشت پھیری

عَنْهُمْ وَقَالَ لِقَوْمِهِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالِیَ زَنِیُّ وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَكَيْفَ اٰسٰی

ان کی طرف سے اور کہا کہ اے میری قوم بے شک میں نے تم کو اپنے رب کے پیغام پہنچا دیئے اور تمہاری خیر خواہی کی سو پھر میں کفر

عَلٰی قَوْمٍ كٰفِرٍیْنَ ۙ

اختیار کرنے والی قوم پر کیوں رنج کروں؟

سوال: ان عدنا فی ملتکم شعیب نے کس طرح کہہ دیا۔ حالانکہ کفر انبیاء تو محال ہے۔

جواب: اس سے قوم کے ان مومنین کا لوٹنا مراد ہے اگرچہ نظم کلام میں تمام شامل ہیں۔ اور بلاشبہ وہ اس سے بری ہیں۔ کلام کو تغلیب کے انداز میں چلایا ہے۔ وَمَا یَكُوْنُ لَنَا (اور ہم سے یہ ممکن نہیں) نہ یہ ہمارے لیے مناسب ہے اور نہ صحیح ہے۔ اَنْ نَّعُوْذَ فِیْهَا اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا (کہ ہم تمہارے مذہب میں پھر آجائیں لیکن ہاں یہ کہ اللہ ہی نے مقدر کیا ہو جو ہمارا مالک ہے) مگر یہ کہ ہماری تقدیر میں لوٹنا لکھا ہو۔ تو اس کو موڑا نہیں جاسکتا۔ کیونکہ ساری کائنات کے خیر و شر اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہیں۔ وَسِعَ رَبُّنَا کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا (ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے) علماء تمہیز ہے یعنی وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ اپنے بندوں کے پلٹنے والے حالات سے بخوبی واقف ہیں اور ان کے دل کس طرح پلٹتے ہیں اس سے بھی واقف ہے۔ عَلٰی اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا (ہم اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں) اس پر کہ وہ ہمیں ایمان پر ثابت قدم رکھے۔ اور یقین میں وہ اضافہ کی ہمت دے۔ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ (اے ہمارے رب ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے موافق فیصلہ کر دیجئے) یعنی تو فیصلہ کر۔ الفتاحۃ فیصلہ کرنا۔ حق فیصلہ بند کام کو کھول دیتا ہے۔ اسی لیے اس کو فتح فرمایا۔ اہل عمان کی لغت میں قاضی کو فتاح کہتے ہیں۔ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ (اور آپ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں)

سرداروں کا قوم کو ان کے خلاف بھڑکانا:

آیت ۹۰: وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِیْنَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَئِنْ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا إِنَّكُمْ إِذًا لَخُسْرُونٌ (اور ان کی قوم کے کافر سرداروں

نے کہا اگر تم شعیب کی راہ پر چلنے لگو گے تو بیشک تم بڑا نقصان اٹھاؤ گے (اس کی اتباع سے نخس و تطفیف کے فوائد سے محروم ہو جاؤ گے۔ کیونکہ وہ ان سے روکتا ہے۔ اور تمہیں ایفاء اور برابری پر آمادہ کرتا ہے۔

نَحْوُ: لَنْ اتَّبَعْتُمْ يَهْلِكُ شَرْطٌ مِنْ شَرْعٍ هُوَ وَالْاَقْتِمُ كَاجَوَابٍ هِيَ۔ اور شَرْطٌ كَاجَوَابٍ اِنْكُمْ اِذَا الْخَاسِرُونَ هِيَ۔ اور وہ دونوں جوابوں کے قائم مقام ہے۔

انکار کا نتیجہ دُنیا میں زلزلہ اور آخرت میں تباہی:

آیت ۹۱: فَآخَذَ تَهُمُ الرَّجْفَةُ (پس ان کو زلزلے نے آ پکڑا) زَلْزَلَهُ فَاصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَثِمِينَ (وہ اپنے گھروں میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے) مردہ۔

آیت ۹۲: الَّذِينَ كَذَبُوا شَعْيًا (جنہوں نے شعیب کی تکذیب کی تھی) **نَحْوُ:** یہ مبتداء اور اس کی خبر گانَ لَمْ يَغْنَوْا فِيهَا (ان کی یہ حالت ہو گئی گویا وہ ان گھروں میں کبھی بے بھی نہ تھے) ہے۔ غنی بالمكان کا معنی اقامت اختیار کرنا ہے۔ گویا وہ مقیم ہی نہیں ہوئے۔ الَّذِينَ كَذَبُوا شَعْيًا (جنہوں نے شعیب کی تکذیب کی تھی) یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر گانُوا هُمُ الْخٰسِرِينَ (وہ خسارہ میں پڑ گئے) ہے۔ اس مبتداء میں خصوصیت والا معنی پایا جاتا ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ الَّذِينَ كَذَبُوا شَعْيًا هُمُ الْمَخْصُوصُونَ بِأَن اَهْلَكُوا كَانَ لَمْ يَقِيمُوا فِي دَارِهِمْ لَانِ الَّذِينَ اتَّبَعُوا شَعْيًا قَدْ اَنْجَاهُمُ اللّٰهُ۔ الَّذِينَ كَذَبُوا شَعْيًا هُمُ الْمَخْصُوصُونَ بِالْخَسْرَانِ الْعَظِيمِ دُونَ اتِّبَاعِهِ فَهَمُ الرَّابِحُونَ۔ اس مبتداء میں خصوصیت کا معنی ہے گویا اس طرح کہا گیا جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا وہ ہلاکت کے ساتھ خاص ہیں۔ کہ ان کو ہلاک کر دیا گیا۔ گویا وہ اپنے گھروں میں رہائش پذیر بھی نہ ہوئے۔ کیونکہ جنہوں نے شعیب کی اتباع کی اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات اور جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا وہ عظیم نقصان کے ساتھ مخصوص تھے۔ شعیب اس تکرار میں مبالغہ ہے اور ان کی تکذیب اور جو ان کے نتیجے میں ان پر گزری اس کو بہت بڑا کر کے پیش کیا گیا (تا کہ عبرت و نصیحت خوب ہو)

تخسر کے کلمات:

آیت ۹۳: فَتَوَلَّى عَنْهُمْ (اس وقت شعیب ان سے منہ موڑ کر چلے) عَذَابٌ نَّازِلٌ هُوَ الْبَعْدُ۔ وَقَالَ يٰ قَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَكَيْفَ اَلْسِي (اور فرمانے لگے اے میری قوم میں نے تم کو اپنے پروردگار کے احکام پہنچا دیئے تھے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی پھر میں کیوں رنج کروں) غم کروں؟ عَلٰی قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ (کافر لوگوں پر) ان کا غم قوم پر سخت ہوا۔ پھر انہی کی طرف توجہ فرما کر فرمانے لگے۔ میں ایسی قوم پر کیوں غم کروں جب کہ وہ غم کے حقدار ہی نہیں۔ کیونکہ وہ کفر کرنے والے تھے اور اس عذاب کے حقدار تھے جو ان پر نازل ہوا۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ انہوں نے ارادہ کیا کہ میں اس عذاب سے بچانے میں جو تم پر اترا اور تبلیغ میں بہت عذر داری پیش کی مگر تم نے میری ایک نہ سنی۔ اب میں کیسے تم پر افسوس کروں۔

وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّبِيٍّ إِلَّا أَخَذْنَا أَهْلَهَا بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ

اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا کہ اس کے رہنے والوں کو ہم نے سختی اور تکلیف کے ساتھ نہ پکڑا ہو تاکہ وہ

يَضُرَّعُونَّ ۙ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتَّىٰ عَفَوا وَقَالُوا قَدْ مَسَّ

عاجزی کریں۔ پھر ہم نے بد حالی کی جگہ خوش حالی بدل دی یہاں تک کہ وہ بڑھتے چلے گئے اور کہنے لگے ہمارے باپ دادوں کو

أَبَاءَنَا الضَّرَّاءِ وَالسَّرَّاءِ فَأَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۚ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ

تکلیف اور خوشی پہنچ چکی ہے۔ سو ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا اس حال میں کہ انہیں خبر بھی نہ تھی۔ اگر ان بستیوں کے رہنے

الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقُوا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِن

والے ایمان لے آتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان کی اور زمین کی برکتیں کھول دیتے۔ لیکن

كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۚ أَفَأَمِّنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُمْ

انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے انہیں پکڑ لیا۔ کیا بستیوں کے رہنے والے اس سے بے خوف ہیں کہ ہمارا عذاب ان کے پاس

بِأَسْنَابِيَّاتٍ وَهُمْ نَائِمُونَ ۚ وَأَمِّنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا ضُحًى

رات کے وقت اس حال میں آجائے کہ وہ سو رہے ہوں یا بستیوں کے رہنے والے اس سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے آجائے

وَهُمْ يَلْعَبُونَ ۚ أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ ۚ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ ۚ

جبکہ وہ کھیل رہے ہوں۔ کیا یہ لوگ اللہ کی تدبیر سے نڈر ہو گئے۔ سو اللہ کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتے مگر وہی لوگ جن کا برباد ہونا ہی طے پا چکا ہو۔

قوموں کا عمومی طرزِ عمل:

آیت ۹۴: وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّبِيٍّ (اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا) ہر شہر کو قریہ کہتے ہیں۔ اس میں حذف ہے۔ یعنی انہوں نے ان کو جھٹلادیا۔ إِلَّا أَخَذْنَا أَهْلَهَا بِالْبَأْسَاءِ (کہ وہاں کے رہنے والوں کو محتاجی میں نہ پکڑا ہو) تنگدستی اور فقر و الضَّرَّاءِ (اور بیماری میں) اتباع پیغمبر سے تکبر کرنے کی بناء پر جسمانی تکالیف اور مرض یا دونوں کا یعنی نفس کا نقصان اور مال کا نقصان لَعَلَّهُمْ يَضُرَّعُونَ (تاکہ وہ ڈھیلے پڑ جائیں) تاکہ وہ گڑگڑائیں اور عاجزی اختیار کریں تکبر کی چادر اتار پھینکیں۔

استدراج الہی:

آیت ۹۵: ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ (پھر ہم نے اس بد حالی کی جگہ خوش حالی بدل دی) یعنی پھر ہم نے ان کو ان

چیزوں کے بدلہ میں جن میں بلاء و محنت تھی نرمی، وسعت اور صحت دے دی۔ حتیٰ عَفْوًا (یہاں تک کہ ان کو خوب ترقی ہوئی) وہ زیادہ ہوئے اور مال و انفس کے لحاظ سے ترقی کر گئے یہ عفا النبات سے لیا گیا جبکہ وہ کثرت سے ہو۔ اسی سے آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔ اَعْفُوا اللّٰحٰی (نسائی، ترمذی) وَقَالُوا قَدْ مَسَّ آبَاءَنَا الضَّرَّاءُ وَالسَّرَّاءُ (اور وہ کہنے لگے کہ ہمارے آباؤ اجداد کو بھی تنگی اور راحت پیش آتیں تھیں) یعنی وہ کہنے لگے کہ یہ زمانہ کا چکر ہے کہ لوگوں میں دکھ سکھ آتا ہے۔ یہ گناہوں کی سزا نہیں اسی لیے جس بات پر قائم ہو اسی پر قائم رہو۔ فَاَخَذْنَاهُمْ بِغْتَةٍ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ۔ (تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا اور ان کو خبر بھی نہ تھی) عذاب کے نازل ہونے کی۔

اگر کفر و شرک سے بچتے تو ہمیں اُن سے بیر نہ تھا:

آیت ۹۶: وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرَآیِ (اور اگر ان بستیوں والے) القرٰی میں الف لام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ القرٰی سے وہی بستی مراد ہے جو اس آیت میں مراد ہے۔ وما ارسلنا فی قریۃ من نبیٰ گویا عبارت اس طرح ہے ولو ان اهل تلك القرى الذين كذبوا و اهلكوا اگر وہ بستی والے جنہوں نے تکذیب کی اور ہلاکت کا شکار ہوئے۔ اٰمَنُوا (ایمان لے آتے) کفر کے بدلے ایمان لاتے۔ وَاتَّقُوا (اور پرہیزگاری اختیار کرتے) شرک سے بچتے بجائے اس کے ارتکاب کے لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم (تو ہم ان پر کھول دیتے) قراءت: شامی نے لَفَتَحْنَا پڑھا۔ بَرَكَتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ (آسمان و زمین کی برکتیں) مراد اس سے نباتات اور بارش یا مطلب یہ ہے کہ ہم ان کو ہر اعتبار سے بھلائی عنایت فرماتے۔ وَلٰكِنْ كَذَّبُوا (لیکن انہوں نے تکذیب کی) انبیاء کو انہوں نے جھٹلایا۔ فَاَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا) ان کے کفر کے سبب اور ان کی بد اعمالیوں کے باعث اور جائز ہے کہ لام جنس کا ہو۔

آیت ۹۷: اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرَآیِ (کیا ان بستیوں والے اس بات سے بے فکر ہو گئے) مراد اس سے ان کے کفار ہیں۔ اَنْ يَّاتِيَهُمْ بَاسُنَا (کہ ان پر ہمارا عذاب آپڑے) ہمارا عذاب بَيَاتًا (رات کے وقت) رات کو یعنی سونے کے وقت کہا جاتا ہے بات بیاتاً۔ وَهُمْ نَآيِمُونَ (اور وہ سو رہے ہوں)

اہل قرٰی کی بے خونی:

آیت ۹۸: اَوَامِنَ اَهْلُ الْقُرَآیِ اَنْ يَّاتِيَهُمْ بَاسُنَا صُحًى۔ (یا بستیوں والے اس سے بے خوف ہیں کہ ہمارا عذاب اُن پر دن چڑھے آجائے)۔ دن کو الصُّحٰی اصل میں سورج کی روشنی جب خوب چمکنے لگے واو اور فاء اَوَامِنَ اور اَفَاَمِنَ میں یہ دونوں حرف عطف ہیں ان پر ہمزہ انکار کا داخل ہوا اور معطوف علیہ فاخذہم ہے۔ یعنی ہم نے انکو پکڑ لیا اور ولو ان اهل القرى سے یکسبون تک جملہ معترضہ ہے۔ جو معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان واقع ہے۔ البتہ پہلے جملے کا عطف فاء سے ہے کیونکہ معنی یہ ہے پس انہوں نے تکبر کیا اور یہ حرکت کی پس ہم نے انکو اچانک پکڑ لیا۔ اہل قرٰی کی بے خونی سے اسی بات کو بعید قرار دیا کہ ان پر ہماری پکڑ رات کو آسکتی اور اس سے بے خوف ہو گئے کہ ہماری پکڑ ان پر چاشت کے وقت آجائے۔ وَهُمْ يَلْعَبُونَ (جس وقت وہ کھیل میں لگے ہوں)

قراءت: یہ شامی اور حجازی نے او کے ساتھ عطف کی بناء پر پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان دو صورتوں میں عذاب کے رات کو

اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَا اَنْ لَّوْنَشَاءُ اَصْبَهُمْ

جو لوگ زمین کے وارث ہوتے ہیں کیا انہیں مذکورہ اقوام کے واقعات نے یہ نہیں بتایا کہ ہم چاہیں تو ان کے گناہوں کی وجہ سے

بَدْنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝۱۰۰ تِلْكَ الْقُرٰى

ان کو ہلاک کر دیں اور ان کے دلوں پر ہم مہر لگائے ہوئے ہیں سو وہ نہیں سنتے۔ یہ بستیاں ہیں

نَقْصُ عَلَیْكَ مِنْ اَنْبِیَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا

ان کی بعض خبریں ہم آپ کو سناتے ہیں اور بے شک ان کے پاس ان کے پیغمبر معجزات لے کر آئے تو جس چیز کو وہ پہلے جھٹلا چکے تھے اس پر

لِیَوْمُنَّوَابٍ مَّا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ۚ كَذٰلِكَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِ الْكٰفِرِیْنَ ۝۱۰۱

ایمان لانے والے نہ تھے اللہ ایسے ہی مہر لگا دیتا ہے کافروں کے دلوں پر

وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَجَدْنَا اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِیْنَ ۝۱۰۲

اور ہم نے ان میں سے اکثر لوگوں میں عہد کا پورا کرنا نہ پایا اور ہم نے ان میں سے اکثر کو نافرمان ہی پایا۔

آنے یا چاشت کے وقت آجانے سے بے خوف ہو جانے کا انکار کیا گیا۔

سوال: حرف عطف پر ہمزہ استفہام کا کس طرح داخل ہوا۔ حالانکہ وہ استفہام کے منافی ہے۔

جواب: ان میں منافات اس وقت ہے کہ جب مفرد کا عطف مفرد پر ہو۔ جب جملہ کا عطف جملہ پر ہو تو کوئی منافات نہیں۔ کیونکہ

اس صورت میں جملہ کا دوسرے جملہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ وَهُمْ یَلْعَبُوْنَ۔ وہ ایسی چیزوں میں مشغول تھے جو بے فائدہ تھیں۔

اللہ کی خفیہ پکڑ سے بے خوف شخص مکمل خسارے والا ہے:

آیت ۹۹: اَفَاٰمِنُوْا (ہاں تو کیا وہ بے فکر ہو گئے) یہ افامن اہل القرٰی کی تکریر کے لئے لایا گیا مَكْرَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی پکڑ

سے) بندے کو اس طرح پکڑنا کہ اس کو شعور بھی نہ ہو۔ حضرت شبلیؒ سے روایت ہے کہ کفار کے ساتھ اس کی خفیہ تدبیر یہ ہے کہ ان کو

اس حالت میں چھوڑ دیا جس میں وہ تھے۔ ربیع بن خثیم کی بیٹی نے اپنے والد کو کہا کہ میں لوگوں کو دیکھتی ہوں کہ وہ سوتے ہیں اور تم

نہیں سوتے۔ تو وہ کہنے لگے اے بیٹی تمہارا باپ اس بات سے خوف زدہ ہے کہ اس پر بیات نہ آجائے۔ گویا تو اس آیت کی طرف

اشارہ کیا ان یَاتِیْهِمْ بِاَسْنَا بِیَاتًا۔ فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ (پس اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کوئی بے فکر نہیں ہوتا

سوائے ان کے جن کی شامت ہی آگئی ہو) مگر کافر جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈالا یہاں تک کہ وہ جہنم میں پہنچ گئے۔

ہم نے بعد میں آنے والوں کو بتلایا کہ گناہوں پر پکڑ ہو سکتی ہے:

آیت ۱۰۰: اَوَلَمْ یَهْدِ (کیا یہ بات نہیں بتلائی) وہ کھول کر بیان کرتا ہے لِلَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَا اَنْ لَّوْنَشَاءُ

اَصْنَبَهُمْ بِذُنُوبِهِمْ (ان لوگوں کو جو ان کے بعد زمین پر ان کی جگہ رہتے ہیں کہ اگر ہم چاہتے تو ان کو ان کے جرائم کی پاداش میں ہلاک کر ڈالتے)

نَحْمُ: ان لو نشاء یہ اولم یهد کا فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور ان مخففہ من المشقلہ ہے یعنی کیا نہیں بتائی ان لوگوں کو یہ بات جو ان کے پیچھے آئے۔ ان لوگوں نے جو ان سے پہلے گزرے انہی علاقوں میں۔ اور وہ ان کی زمین کے اس شان سے وراثت ہوئے کہ اگر ہم چاہیں تو ان کو ان کے گناہوں کے بدلے عذاب میں مبتلا کر دیں۔ جس طرح پہلوں کو مبتلا کیا پھر ہم ان وارثوں کو بھی ہلاک کر دیں جس طرح مورثین کو ہلاک کیا۔ ہدایت کا مفعول لام سے متعدی بنایا گیا ہے کیونکہ یہ تبیین کے معنی میں ہے وَ نَطْعُ (اور ہم بند لگا دیتے ہیں) یہ جملہ مستانفہ ہے یعنی ہم مہر لگا دیتے ہیں عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ (ان کے دلوں پر پس وہ سنتے نہیں) نصیحت کو۔

اہل قرئی نے انبیاء کی نصیحت کو پہلی مرتبہ جھٹلادیا، پھر کبھی تصدیق نہیں کی:

آیت ۱۰: اَتْلَكَ الْقُرْاٰی نَقْصُ عَلٰیكَ مِنْ اَنْبَاِهَا (ان بستیوں کے کچھ واقعات ہم آپ سے بیان کر رہے ہیں) **نَحْمُ:** یہ اس آیت کی طرح ہے: وَ هٰذَا بَعْلٰی شَيْخًا (ہود: ۷۲) کہ وہ مبتداء اور خبر اور حال ہے۔ نمبر ۲۔ القرئی صفت تلک موصوف اور نقص اس کی خبر ہے مطلب یہ ہوا کہ وہ بستیاں جن کا اوپر ذکر ہوا یعنی قوم نوح سے شعیب تک اس کی بعض خبریں تم پر بیان کرتے ہیں۔ اور ان کی کچھ خبریں جو ہم نے تم پر بیان نہیں کیں۔ وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ (اور ان سب کے پاس ان کے پیغمبر معجزات لے لے کر آئے تھے) معجزات کے ساتھ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوْا (پس وہ ماننے والے نہ تھے) جب رسول دلائل لے کر آئے۔ بِمَا كَذَبُوْا مِنْ قَبْلُ (جس چیز کو انہوں نے اول میں جھوٹا کہہ دیا) نمبر ۱۔ جو اللہ تعالیٰ کی نشانیاں رسولوں کے آنے سے پہلے جھٹلا چکے وہ آخری عمر تک اس پر ایمان نہ لائے جس کو پہلی مرتبہ رسولوں کی آمد پر جھٹلایا۔ یعنی آیات مسلسل آتی رہیں مگر انہوں نے تکذیب پر اصرار کیا اور اسی پر ان کی موت واقع ہوئی۔ لایہ تاکید نفی کے لئے ہے كَذٰلِكَ (اسی طرح) اس شدید مہر کی طرح يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ (ہم کافروں کے دلوں پر بند لگا دیتے ہیں) جبکہ ان کی طرف سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کفر پر ثابت قدمی کو ترجیح دیں گے۔

اکثریت عہد و پیمان کو توڑنے والے تھے:

آیت ۱۰۲: وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ (اور اکثر لوگوں میں ہم نے وفائے عہد نہ دیکھا) اس میں ہم کی ضمیر مطلقاً لوگوں کی طرف راجح ہے۔ یعنی اکثریت نے اللہ تعالیٰ کے عہد و میثاق کو ایمان کے سلسلے میں توڑ دیا۔

نَحْمُ: یہ آیت جملہ معترضہ ہے یا اس سے مراد امم مذکورہ ہیں کہ جب یہ لوگ کسی تکلیف و خوف میں اللہ تعالیٰ سے اس طرح عہد کر لیتے لکن انجیتنا لنؤمنن پھر وہ ان کو نجات دے دیتا تو وہ اپنے وعدے سے پھر جاتے وَاِنْ اور حالت اور بات یہ ہے وَجَدْنَا اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ (اور ہم نے اکثر لوگوں کو بے حکم ہی پایا) اطاعت سے نکلنے والے تھے۔

نَحْمُ: وجدنا یہاں علمنا کے معنی میں ہے کیونکہ اس میں ان مخففہ اور لام جواب موجود ہے۔ اور یہ دونوں مبتداء اور خبر پر آ سکتے

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِم مُّوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَظَلَمُوا بِهَا ۚ

پھر ہم نے ان کے بعد اپنی آیات کے ساتھ موسیٰ کو فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا سو انہوں نے ان آیات کے ساتھ ظلم والا معاملہ کیا

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ۝۱۳ وَقَالَ مُوسَىٰ يُفِرْعَوْنُ إِنِّي رَسُولٌ

سو تو دیکھ لے فساد کرنے والوں کا کیا انجام ہوا؟ اور کہا موسیٰ نے کہ اے فرعون بیشک میں رب العالمین کی طرف سے

مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝۱۴ حَقِيقٌ عَلَىٰ أَنْ لَا أَقُولَ عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقُّ قَدْ جِئْتُكُمْ

رسول ہوں میرے لئے یہی شایان شان ہے کہ سچ کے علاوہ اللہ کی طرف کسی بات کو منسوب نہ کروں میں تمہارے پاس تمہارے

بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ فَأَرْسِلْ مَعِيَ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۝۱۵ قَالَ إِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِآيَةٍ

رب کی طرف سے دلیل لایا ہوں سو تو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے۔ فرعون کہنے لگا کہ اگر تو کوئی نشانی لایا ہے

فَأْتِ بِهَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۱۶ فَأَلْقَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ ۝۱۷

تو اسے پیش کر دے اگر تو سچا ہے۔ موسیٰ نے اپنی لٹھی ڈالی تو اچانک وہ بالکل واضح طور پر ایک اژدھا بن گئی

وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ۝۱۸

اور اپنا ہاتھ نکالا تو یکایک وہ دیکھنے والوں کو سفید نظر آ رہا ہے۔

ہیں۔ اور ان افعال پر جو مبتدا اور خبر پر داخل ہو سکتے ہیں۔

واقعہ موسیٰ علیہ السلام و فرعون:

آیت ۱۰۳: ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِم (پھر ان کے بعد ہم نے بھیجا) ہم کی ضمیر لفظ جاء تھم رسلہم میں رسل کی طرف راجع ہے یا امم کی طرف راجع ہے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے دلائل دیکر) واضح معجزات کے ساتھ۔ الیٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَظَلَمُوا بِهَا (فرعون اور اس کے امراء کے پاس بھیجا۔ پس ان لوگوں نے انکا بالکل حق ادا نہ کیا) انہوں نے ہماری آیات کا انکار کیا۔ یہاں ظلم کو کفر کی جگہ لا کر بتلادیا کہ یہ دونوں ایک وادی کے درخت ہیں۔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمان: ۱۳) نمبر ۱۱: انہوں نے اس کے سبب لوگوں پر ظلم ڈھائے۔ خصوصاً ایمان والوں کو نشانہ بنایا۔ نمبر ۲۔ جب ان آیات پر ایمان لازم تھا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ پس ان کا انکار سراسر ظلم تھا۔ اس لئے کہ انہوں نے کفر کو ایمان کی جگہ پر رکھا جو مناسب نہ تھا۔ فَاَنْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ (پس دیکھئے ان مفسدوں کا کیا انجام ہوا) جب کہ اس میں مستغرق ہو گئے۔

تقریر موسیٰ علیہ السلام:

آیت ۱۰۴: وَقَالَ مُوسَىٰ يُفْرِعُونَ (اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے فرعون) اس زمانہ میں ملوک مصر کو فرعون کہا جاتا تھا جس طرح فارس کے بادشاہوں کو کسریٰ۔ گویا اس کا معنی یہ ہوا۔ اے ملک مصر اس کا نام قابوس یا ولید بن مصعب بن الزیان تھا۔ اِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ (میں رب العالمین کی طرف سے پیغمبر ہوں) تیری طرف۔ فرعون نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے اس پر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

آیت ۱۰۵: حَقِیْقٌ عَلٰی اَنْ لَا اَقُوْلَ عَلٰی اللّٰهِ اِلَّا الْحَقُّ (میرے لئے یہی مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سچ کے سواء اور کوئی بات منسوب نہ کروں) میں سچی بات کے زیادہ لائق ہوں یعنی سچی بات کہنا مجھ پر لازم ہے اور اس پر قائم رہنا بھی ضروری ہے۔

قرأت: نافع نے حقیق علی پڑھا ہے یعنی مجھ پر لازم ہے کہ حق بات کے سواء اللہ تعالیٰ پر ہر بات چھوڑ دوں۔ یعنی سچائی اس قرأت کی صورت میں رب العالمین پر وقف ہے۔ اور پہلی قرأت کی صورت میں وصل جائز ہے کیونکہ حَقِیْقٌ۔ رسولوں کی صفت ہے اور علی باء کے معنی میں ہے جیسا کہ ابی بن کعب کی روایت میں ہے یعنی بیشک میں رسول اس بات کے لائق ہوں کہ میں نہ کہوں۔ نمبر ۲۔ علی کو رسول میں پائے جانے والے معنی فعل سے معلق کیا جائے۔ یعنی بیشک میں رسول برحق ہوں رسالت کے لائق ہوں میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے متعلق حق بات کہوں۔ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَیِّنَةٍ مِّنْ رَبِّكُمْ جو میری رسالت کو واضح کر دے۔

بنی اسرائیل کی مصر آمد:

فَاَرْسَلْ مَعِیْ بَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ (سو تو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے) ان کو آزاد کر دے تاکہ وہ ارض مقدس کی طرف واپس لوٹ جائیں۔ جو ان کا اصلی وطن ہے اور یہ اس طرح کہ جب یوسف علیہ السلام فوت ہو گئے۔ تو فرعون نسل اسباط پر غالب آ گیا۔ اور ان کو غلام بنا لیا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ ان کو غلامی سے نجات دی۔ مصر میں داخلے اور نجات کے دن میں چار سو سال کا فاصلہ تھا۔

قرأت: مَعِیْ حفص کی قرأت میں ہے۔

فرعون کا جواب:

آیت ۱۰۶: قَالَ اِنْ كُنْتَ جُنْتَ بَآیَةِ (فرعون نے کہا اگر تو کوئی معجزہ لے کر آیا ہے) اس کی طرف سے جس نے تمہیں رسول بنا کر بھیجا۔ فَاتِ بِهَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (تو اس کو پیش کرو اگر تم سچے ہو) تو میرے پاس لے آتا کہ تیرا دعویٰ درست ثابت ہو سکے اور اس میں تیری سچائی ظاہر ہو۔

عصائے موسوی کا اعجاز:

آیت ۱۰۷: فَالْقَى (پس آپ نے ڈال دیا) موسیٰ علیہ السلام نے عَصَاهُ (اپنا عصا) اپنے ہاتھ سے فَاِذَا هِیَ (تو اچانک) اذا

مفاجات کے لیے ہے یہ ظرف مکان ہے یہ ٹمہ اور ہناک کی طرح ہے۔ ثُعْبَانُ بہت بڑا سانپ مُبِیْنٌ (ایک اژدہا بن گیا) جس کا معاملہ ظاہر ہونے والا تھا۔ روایت میں ہے کہ وہ نر سانپ تھا جو منہ کھولنے والا تھا۔ اس کے جڑوں کا فاصلہ ۸۰ ہاتھ تھا۔ اس نے اپنا نچلا جبر از مین پر اور اوپر والا محل کی بالائی دیوار پر رکھا۔ پھر فرعون کی طرف متوجہ ہوا تو فرعون بھاگ نکلا اور پاخانہ کر دیا۔ اور اس سے قبل اس نے پاخانہ نہ کیا تھا۔ اس نے لوگوں پر حملہ کر دیا جس سے پچیس ہزار آدمی مر گئے۔ لوگوں نے ایک دوسرے کو قتل کر ڈالا فرعون چیخ اٹھا اے موسیٰ اس کو پکڑو میں تجھ پر ایمان لاتا ہوں موسیٰ علیہ السلام نے پکڑا تو وہ عصا بن گیا۔

ید بیضاء کا معجزہ:

آیت ۱۰۸: وَنَزَعَ يَدَهُ (اور اپنا ہاتھ باہر نکال لیا) اپنے گریبان سے فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّظَرِ (پس وہ اچانک سب دیکھنے والوں کیلئے بہت ہی چمکتا ہوا ہو گیا) یعنی وہ سفید تھا دیکھنے کے لیے اور دیکھنے کے لیے سفیدی وہی ہوتی ہے۔ جو سفیدی عجیب اور عام عادت کے خلاف ہو۔ لوگ اس کو دیکھنے کیلئے جمع ہوتے تھے۔ روایت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو اپنا ہاتھ دکھا کر فرمایا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا یہ تیرا ہاتھ ہے۔ پھر اس کو اپنے گریبان میں ڈال کر کھینچا اچانک وہ سفید تھا۔ اس کی شعاعیں سورج کی شعاعوں پر غالب آ گئیں۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام کا رنگ شدید گندمی تھا۔

قَالَ الْمَلَأَمِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ هَذَا السَّحَرُ عَلِيمٌ ۝۱۰۹ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ

سرداروں نے کہا جو فرعون کی قوم میں سے تھے کہ بلاشبہ یہ ایک جادوگر ہے جو بڑا ماہر ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ تمہاری سرزمین سے تمہیں

مِنْ أَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ۝۱۱۰ قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَأَرْسِلْ فِي الْمَدَائِنِ

نکال دے سو تم کیا مشورہ دیتے ہو؟ کہنے لگے کہ اس کو اور اس کے بھائی کو ڈھیل دیدے اور شہروں میں جمع کرنے والوں

حٰشِرِينَ ۝۱۱۱ يَأْتُوكَ بِكُلِّ سِحْرِ عَلِيمٍ ۝۱۱۲ وَجَاءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوا إِنَّ لَنَا

کو بھیج دے جو تیرے پاس ہر ماہر جادوگر کو لے آئیں اور جادوگر فرعون کے پاس آئے کہنے لگے کہ اگر ہم غالب

لَا جَرَّاءَ إِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ۝۱۱۳ قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۝۱۱۴ قَالُوا يَمُوسَىٰ

ہوئے تو کیا ہم کو کوئی بڑا صلہ ملے گا؟ فرعون نے کہا ہاں بیشک تم لوگ مقربین میں شامل ہو جاؤ گے۔ ان جادوگروں نے کہا کہ اے موسیٰ

إِمَّا أَنْ تُلْقَىٰ وَإِمَّا أَنْ تَكُونَ نَحْنُ الْمُلْقِينَ ۝۱۱۵ قَالَ الْقَوَاهُ فَلَمَّا الْقَوَاهُ سَحَرُوا

یا تو آپ ڈالیں یا ہم ڈالنے والے ہو جائیں موسیٰ نے کہا کہ تمہیں ڈالو سو جب انہوں نے ڈالا تو لوگوں کی آنکھوں پر

أَعْيَنَ النَّاسِ وَأَسْتَرْهَبُوهُمْ وَجَاءُوا بِسِحْرِ عَظِيمٍ ۝۱۱۶ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ

جادو کر دیا اور ان پر ہیبت غالب کر دی اور بڑا جادو لے کر آئے اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ

أَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ۝۱۱۷ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوا

تم اپنی لٹھی ڈال دو سو وہ اچانک ان کی بنائی ہوئی جھوٹی چیزوں کو نگٹنے لگی۔ پس حق ظاہر ہو گیا اور وہ باطل ہو گیا

يَعْمَلُونَ ۝۱۱۸ فَخَلَبُوا هَٰذَاكَ وَانْقَلَبُوا صَغِيرِينَ ۝۱۱۹ وَأَلْقَى السَّحَرَةُ سَجْدِينَ ۝۱۲۰

جو انہوں نے بنایا تھا سو وہ اس جگہ مغلوب ہو گئے اور جادوگر سجدہ میں ڈال دیئے گئے

قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝۱۲۱ رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ۝۱۲۲

کہنے لگے کہ ہم ایمان لائے رب العالمین پر جو موسیٰ کا اور ہارون کا رب ہے۔

آیت ۱۰۹: قَالَ الْمَلَأَمِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ هَذَا السَّحَرُ عَلِيمٌ (قوم فرعون کے سرداروں نے کہا بیشک یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے) سحر جاننے والا اور اس کا ماہر اس نے لوگوں کے تخیل میں لٹھی کو سانپ اور گندمی رنگ سپید بنا دیا ہے۔ اس کلام کی نسبت سورۃ شعراء میں فرعون کی طرف کی گئی۔ کہ اس نے اپنے سرداروں کو یہ بات کہی۔ یہاں سرداروں کی طرف کی گئی پس احتمال ہے کہ

فرعون نے بھی کہی اور سرداروں نے بھی کہی۔ فرعون کا وہاں نقل فرمایا جبکہ سرداروں کی بات یہاں نقل کی۔ نمبر ۲۔ فرعون نے پہلے کہی اور سرداروں نے اس کے منہ سے سن کر کہنی شروع کی۔ اور انہوں نے اپنے ماتحتوں کے لیے یہی بات کہی۔

فرعون کا کلام:

آیت ۱۱۰: یُرِیدُ اَنْ یُّخْرِجَکُمْ مِّنْ اَرْضِکُمْ (وہ یہ چاہتا ہے کہ تم کو تمہاری سرزمین سے نکال باہر کرے) یعنی ارض مصر فَمَاذَا تَأْمُرُونَ (پس تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو) تم کیا مشورہ دیتے ہو۔ یہ امرتہ فامرنی بکذا سے لیا گیا۔ جب تم مشورہ کرو اور وہ تمہیں اپنی رائے دے۔ یہ فرعون کا کلام ہے۔ جو اس نے اپنے سرداروں کو اس وقت کہا جب سرداروں نے فرعون سے کہا ان ہذا لساحر علیم یرید ان یشخر حکم یہ پڑھا لکھا جادوگر تمہیں تمہاری سرزمین سے نکالنا چاہتا ہے۔

سرداروں کا مشورہ:

آیت ۱۱۱: قَالُوا اَرْجِهْ (انہوں نے کہا آپ اس کو مہلت دیں) قراءت: عاصم حمزہ نے اس کو سکون ہا سے پڑھا ہے معنی یہ ہے اس کو مؤخر کر اور اس کو روک۔ یعنی اس کے معاملے کو ملتوی کر۔ اور جلد بازی مت کر۔ یا اس نے قتل کا ارادہ کیا تو وہ کہنے لگے کہ اس کے قتل کو مؤخر کرو۔ اور اس کو قید کرو۔ اور اس کو قتل نہ کرو تا کہ لوگوں کے سامنے اس کا سحر ظاہر ہو۔ وَاَخَاهُ (اور اس کے بھائی کو) ہارون کو وَاَرْسِلْ فِی الْمَدَآئِنِ حَاشِرَیْنِ (اور شہروں میں جمع کرنے والے کارندوں کو بھیج دو) جمع کرنے والے۔ آیت ۱۱۲: یَاتُوكَ بِکُلِّ سِحْرِ عَلِیْمٍ۔ (کہ وہ سب ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس حاضر کر دیں) قراءت: حمزہ وعلی نے ساحر کو سحر پڑھا ہے۔ یعنی وہ تیرے پاس اس جیسے پڑھے لکھے جادوگر لائیں یا اس سے بھی بہتر۔

ساحروں کی آمد اور معرکہ:

آیت ۱۱۳: وَجَاءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ (اور جادوگر فرعون کے پاس حاضر ہوئے) مراد یہ ہے کہ فرعون نے ان کی طرف پیغام بھیجا وہ حاضر خدمت ہو گئے۔ قَالُوا اِنَّا لَآ جُرَّاءُ (کہنے لگے کہ اگر ہم غالب ہوئے) خبر پر اور عظیم اجر کے اثبات کے ساتھ یہ حجازی اور حفص کے ہاں ہے یہاں فقہاء کی بجائے قالوا فرمایا گیا۔ کیونکہ یہ ایک سائل کا گویا جواب ہے کہ وہ جب آ گئے۔ تو انہوں نے کیا کہا۔ تو اس کا جواب دیا گیا: اِنَّا لَنَّا جُرَّاءُ یعنی غلبہ پر انعام ملے گا۔ اجراً کو نکرہ تعظیم کے لئے لائے۔ گویا کہ انہوں نے کہا کہ ہم کو بہت بڑا بدلہ چاہیے۔ اِن كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِیْنَ (اگر ہم غالب آ گئے)۔

آیت ۱۱۴: قَالَ نَعَمْ (فرعون نے کہا ہاں) بے شک تمہیں ضرور بدلہ ملے گا۔ وَاَنْتُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ (اور تم مقرب لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے) میرے ہاں تم سب سے اول داخل ہونے والے اور سب سے آخر نکلنے والے ہو گے ان کی تعداد ۸۰ ہزار یا ۷۰ ہزار یا ۳۴، ۳۵ ہزار تھی۔

ساحروں کا موسیٰ علیہ السلام سے کلام:

آیت ۱۱۵: قَالُوا یٰمُوسٰی اِنَّمَا اَنْ تَلْقٰی (ان جادوگروں نے کہا کہ اے موسیٰ! یا تو آپ ڈالیں اپنی لاٹھی) وَاِنَّمَا اَنْ نَّکُوْنَ

نَحْنُ الْمُلْقِينَ (یا ہم ڈالنے والے ہو جائیں اُس کو جو ہمارے پاس ہے) اس میں دلالت ہے کہ ان کی رغبت اس بات کی طرف تھی۔ کہ وہ پہلے ڈالیں۔ اس لیے متصل کی تاکید ضمیر منفصل سے لائے اور خبر کو بھی معرفہ لائے۔

جواب موسیٰ علیہ السلام:

آیت ۱۱۶: قَالَ (کہا) موسیٰ علیہ السلام نے ان کو کہا اَلْقُوا (تم ہی ڈالو) ان کو اختیار دینا تقاضا ادب حسن ہے جس کی رعایت ان کے ساتھ برتی گئی۔ جیسا کہ مناظرہ وجدال میں شروع ہونے سے پہلے کرتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لئے وہ بات خاص کر دی جس کی ان کو رغبت تھی۔ ان کی شان کو گھٹانے اور ان کی طرف بے توجہی اختیار کرتے ہوئے اور اس بات پر اعتماد کرتے ہوئے۔ کہ معجزہ پر کبھی جادو غالب نہیں آسکتا۔

اثراتِ سحر:

فَلَمَّا اَلْقَوْا سَحَرُوْاۤ اَعْيُنَ النَّاسِ (پس جب انہوں نے ڈالا تو لوگوں کی نظر بندی کر دی) حیلوں سے لوگوں کو دکھلائیں اور شعبہ بازی کے انداز سے لوگوں کے خیال میں یہ بات ڈالی حقیقت میں اس کے خلاف تھی۔ روایت میں ہے کہ انہوں نے موٹی موٹی رسیاں ڈالیں اور لمبے لمبے بانس پس انہوں نے سانپوں کی طرح زمین کو بھر دیا اور وہ ایک دوسرے کے اوپر سوار ہو گئے۔ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ (اور ان پر ہیبت غالب کر دی) اور لوگوں کو سخت ڈرایا۔ گویا انہوں نے اپنے ڈر کو حیلہ سے طلب کیا۔ وَجَآءٌ وَّبِسْحَرٍ عَظِيْمٍ (اور ایک قسم کا بڑا جادو دکھلایا) سلسلہ سحر میں یاد رکھنے والوں کی نگاہ میں۔

وحی سے اظہارِ معجزہ کا حکم:

آیت ۱۱۷: وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰی مُوسٰی اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ (اور ہم نے موسیٰ کو حکم دیا کہ آپ اپنا عصا ڈال دیں۔ پس عصا کا ڈالنا تھا اس نے نگلنا شروع کیا) تلقف نگلنے کو کہتے ہیں۔

قراءت: حفص نے تلقف پڑھا۔ مَا يَافِكُوْنَ (ان کے بنے بنائے کھیل کو) ما موصولہ یا مصدر یہ یعنی جو وہ باندھتے تھے یعنی حق سے باطل کو پلٹتے تھے۔ اور جھوٹ کے طور پر پیش کرتے تھے۔ نمبر ۲۔ افک سے مانوک بنایا گیا گھڑا ہوا مراد ہے۔ روایت میں ہے کہ جب اس نے رسیوں اور لائھیوں سے بھری وادی نگل لی۔ موسیٰ نے اس کو اٹھایا۔ تو پہلے کی طرح لائھی بن گئی۔ اور ان بڑے اجسام کو اپنی قدرت سے معدوم کر دیا۔ نمبر ۳۔ ان کے اجزائے لطیفہ میں منتشر کر دیا۔ جادو گر کہنے لگے اگر یہ جادو ہوتا تو ہماری رسیاں اور لائھیاں باقی رہتیں۔

غلبہ حق:

آیت ۱۱۸: فَوَقَعَ الْحَقُّ (پس حق ظاہر ہو گیا) قائم و ثابت ہوا وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (وہ سب بیکار ہو کر رہ گیا جو کچھ انہوں نے بنایا تھا) جادو سے۔

آیت ۱۱۹: فَغَلِبُوْا هٰذَاكَ (پس وہ اس موقع پر ہار گئے) یعنی فرعون اور اس کا لشکر اور جادو گر وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ (اور ذلیل ہو کر واپس چلے گئے) ذلیل اور مبہوت ہو گئے۔

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهِ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَّرْتُمُوْهُ فِی الْمَدِیْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَا

فرعون نے کہا کیا تم اس سے پہلے اُس پر ایمان لے آئے کہ میں تمہیں اجازت دوں بلاشبہ یہ ایک بڑا کمر ہے جو تم سب نے مل کر اس شہر میں کیا ہے تاکہ تم اس کے ذریعہ شہر والوں کو نکال دو

اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعٰمُوْنَ ۝۱۲۳ لَا قُطِیْعَنَ اَیْدِیْكُمْ وَاَرْجُلُكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَصَلَبْنٰكُمْ

سو عنقریب تم جان لو گے ضرور بالضرور میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا پھر تم سب کو سولی پر

اَجْمَعِیْنَ ۝۱۲۴ قَالُوْۤا اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۝۱۲۵ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّا اِلَّا اَنْ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ

لہٰکا ہوں گا۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ بلاشبہ ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں اور تو جو ہم سے انتقام لے رہا ہے اس کا سبب اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم

رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلٰیْنَا صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ ۝۱۲۶

اپنے رب کی نشانیوں پر ایمان لے آئے جب وہ ہمارے پاس پہنچ گئیں۔ اے ہمارے رب ہم پر صبر ڈال دے اور ہمیں اس حال میں موت دے کہ ہم اسلام پر ہوں۔

مغلوبیت کے بعد جادوگر موسیٰ علیہ السلام کا لشکر بن گئے:

آیت ۱۲۰: وَالْقٰی السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ (اور وہ جو ساحر تھے وہ سجدہ میں گر گئے) نمبر ۱۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گئے۔ گویا ان کو کسی ڈالنے والے نے زبردستی ڈال دیا۔ نمبر ۲۔ جو کچھ انہوں نے دیکھا اس کو دیکھ کر وہ اپنے اختیار میں نہ رہے گویا وہ ڈال دیے گئے وہ دن کی ابتداء میں جادوگر کافر تھے اور دن کے آخر میں نیک شہداء بن گئے۔

اعلان حق:

آیت ۱۲۱، آیت ۱۲۲: قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (کہنے لگے کہ ہم ایمان لائے رب العالمین پر) رَبِّ مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ (جو موسیٰ و ہارون کا بھی رب ہے) یہ ماقبل سے بدل ہے۔

فرعون کی مکارانہ تقریر و دھمکی:

آیت ۱۲۳: قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهِ (فرعون کہنے لگا کہ ہاں تم موسیٰ پر ایمان لائے ہو) خبر کی صورت میں۔

قراءت: حفص نے پڑھا ہے اس صورت میں یہ فرعون کی طرف سے ان کو تو بیخ ہے۔ دو ہمزہ کیساتھ۔ حفص کے علاوہ کوئی قراء نے پڑھا۔ پہلا ہمزہ استفہام کا ہے اور اس کا معنی استبعاد اور انکار ہے۔ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ (میری اجازت کے بغیر) میرے تمہیں اجازت دینے سے پہلے اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَّرْتُمُوْهُ فِی الْمَدِیْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَا اَهْلَهَا (حقیقت میں یہ تم سب کی سازش تھی جو تم نے شہر میں اس لئے کی تھی کہ یہاں کے رہنے والوں کو باہر نکال دو) یہ تمہاری حرکت ایک حیلہ ہے جو تم نے اور موسیٰ علیہ السلام نے مصر میں برپا کیا ہے۔ اس سے قبل کہ تم صحراء کی طرف نکل کر مقابلہ کے لئے جاؤ۔ اس میں تمہارا مقصد مخفی ہے کہ مصر

سے قبطیوں کو نکال باہر کرو۔ اور بنی اسرائیل کو وہاں بساؤ۔ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ (پس اب تم کو اس کی حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے) یہ وعید ہے پہلے اس کو اس نے اجمالاً ذکر کیا پھر تفصیل اس قول سے کر دی۔

آیت ۱۲۳: لَا قِطْعَنَ اَيْدِيكُمْ وَارْجُلُكُمْ مِنْ خِلَافٍ (میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا) ہر جانب سے ایک ٹکڑاؤ لے لے گا صَلْبَنَكُمْ اَجْمَعِينَ (پھر تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا) یہ پہلا شخص ہے جس نے دایاں ہاتھ بایاں پاؤں اور بایاں ہاتھ اور دایاں پاؤں کاٹا اور سولی پر لٹکایا۔

ساحروں کا جواب:

آیت ۱۲۵: قَالُوا۟ اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ (انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہم مر کر اپنے مالک ہی کے پاس جائیں گے) پس ہمیں موت کا ڈر نہیں اس لئے کہ ہم اپنے اس رب کی رحمت و ملاقات کی طرف پلٹ جائیں گے۔ یا اِنَّا سے وہ اپنے آپ اور فرعون ہر دو مراد لے کر گویا کہہ رہے تھے کہ ہم دونوں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں واپس جائیں گے وہ خود ہمارے مابین فیصلہ فرمائے گا۔

جو تیرے ہاں عیب ہے وہ ہمارے ہاں حسن ہے:

آیت ۱۲۶: وَمَا تَنْقِمُ مِنَّا اِلَّا اَنْ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَ تٰنَا (اور تو نے ہم میں کونسا عیب دیکھا ہے سوائے اس کے کہ ہم اپنے رب کے احکام پر ایمان لے آئے) تو ہمارا یہی عیب نکالتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان لے آئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو تیری نگاہ میں سب سے بڑا عیب ہے وہ اصل میں سب سے بڑی فخر اور منقبت کی بات ہے اور وہ ایمان ہے شاعر نے یہی بات کہی۔ ولا عیب فیہم غیر ان سیوفہم، بہن فلول من قراع الکتاب (رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا) (اے ہمارے رب ہمارے اوپر صبر کا فیضان فرما) یعنی زور سے ہم پر ڈال دے۔ مطلب یہ ہے کہ ہمیں وسیع صبر عنایت فرما یہاں تک کہ وہ ہم پر بہنے لگے اور ہمیں ڈھانپ لے جیسا کہ پانی ڈھانپ لیتا ہے۔ وَتَوَقَّنَا مُسْلِمِينَ (اور ہمیں اس حال میں موت دے کہ ہم اسلام پر ہوں) اسلام پر ثابت قدم رہنے والے۔

وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتَذَرُ مُوسَى وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَيَذَرَكَ

اور فرعون کی قوم کے سرداروں نے کہا کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو یوں ہی چھوڑے رہے گا تاکہ وہ زمین میں فساد کریں اور تجھے اور تیرے معبودوں کو

وَالِهَتَكَ ط قَالَ سَنُقَاتِلُ أَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ ﴿٢٧﴾

چھوڑے رہیں۔ اس نے کہا کہ ابھی ہم ایسا کریں گے ان کے بیٹوں کو مار ڈالیں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیں گے اور ہم کو ان پر پوری طرح غلبہ حاصل ہے۔

قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلّٰهِ قَدْ يُورِثُهَا مَنْ

موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو بلاشبہ یہ اللہ کی زمین ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا

يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ط وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٢٨﴾ قَالُوا أَوْذَيْنَا مِنْ قَبْلُ أَنْ

وارث بنائے اور عاقبت متقیوں کے لئے ہی ہوتی ہے وہ کہنے لگے کہ ہم کو آپ کے آنے سے پہلے تکلیفیں دی جاتی

تَأْتِينَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ط قَالَ عَلَىٰ رَبِّكُمْ أَنْ يَهْلِكَ عَدُوُّكُمْ

رہی ہیں اور آپ کے آنے کے بعد بھی انہوں نے جواب میں کہا کہ قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے

وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴿٢٩﴾

اور تمہیں زمین میں خلیفہ بنا دے پھر وہ دیکھے گا کیسے عمل کرتے ہو؟

فرعونی سرداروں کا خطرناک مشورہ:

آیت ۱۲۷: وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتَذَرُ مُوسَى وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ (قوم فرعون کے سرداروں نے کہا کہ کیا آپ موسیٰ کو اور ان کی قوم کو یوں ہی رہنے دیں گے کہ وہ ملک میں فساد کرتے پھریں) مصر کی سرزمین میں غلبہ پا کر۔ اور وہاں کے لوگوں کا دین بدل کر۔ کیونکہ جادو گروں کے ایمان لانے پر چھ لاکھ لوگوں نے موافقت کی تھی۔ وَيَذَرَكَ وَالِهَتَكَ (اور وہ آپ کو اور آپ کے معبودوں کو ترک کیے رہیں)

نَحْوُ: لِيُفْسِدُوا۔ پر اس کا عطف ہے کہا جاتا ہے کہ فرعون نے اپنی قوم کے لئے اپنے بت بنوائے اور قوم کو حکم دیا کہ وہ اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے ان بتوں کی پوجا کریں۔ جیسا کہ بتوں کی پوجا کی جاتی ہے۔ جیسا کہ بتوں کے پجاری پوجا کرتے ہوئے یہی کہتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک کر دیں گے اس لیے وہ اپنے آپ کو رب کہلواتا تھا۔ انا ربکم الاعلیٰ۔ (النزلت) فرعون نے سرداروں کو جواب دیتے ہوئے کہا:

جواب فرعون:

قَالَ سَنَقْتُلُ اَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ وَاَنَا فَوْقَهُمْ فَهَرُودَن۔ (فرعون نے کہا ہم ابھی ان کے بیٹوں کو قتل کرنا شروع کر دیں اور عورتوں کو زندہ رہنے دیں۔ اور ہم کو ان پر ہر طرح کا زور حاصل ہے)

قراءت: سَنَقْتُلُ حجازی نے پڑھا یعنی ہم ان پر قتل ابناء کا قانون دوبارہ نافذ کر رہے ہیں۔ تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ ہم ان پر غالب و قاہر ہیں۔ یہ ہمارے مقہور مجبور اور غلام ہیں یہ وہ اسرائیلی بچہ ہے جس کے متعلق ہمارے نجومی پیشینگوئی کرتے تھے۔ کہ سلطنت قبط کو تباہ کرے گا۔ اس سے عامۃ الناس ہماری اطاعت پر قائم رہیں گے اور ان کو بھی اس کی پیروی پر آمادہ کریں گے۔

موسیٰ علیہ السلام کی مسلمانوں کو تلقین صبر و تقویٰ:

آیت ۱۲۸: قَالَ مُوسٰی لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا (موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا کرو اور صبر کرو) یہ اس وقت کہا جب فرعون کی بات سے انہوں نے گھبراہٹ کا اظہار کیا۔ سنقتل ابناء ہم یہ بطور تسلی فرمایا اور آخرت کا وعدہ ان کو یاد دلایا۔ ان الارض نمبرا۔ ارض میں الف لام عہد کا ہے اور ارض مصر مراد ہے نمبر ۲۔ الف لام جنس کا ہے اور ارض مصر پر اس کا اول اطلاق ہوتا ہے اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُورِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے جس کو چاہیں اپنے بندوں میں سے مالک بنادیں) اس میں ان کو ارض مصر کی تمنا دلائی وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (اور بالآخر کامیابی انہی کو ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں) اس میں بشارت ہے کہ اچھا انجام متقین کے لیے ہے۔ خواہ ان میں سے ہو یا قبط میں سے قال موسٰی سے پہلے واؤ نہیں لائے۔ کیونکہ یہ جملہ مستانفہ ہے بخلاف وقال الملاء کے وہ ماقبل و قال الملاء فی قوم فرعون پر معطوف ہے۔

وعدہ آخرت کے متعلق تاخیر کی شکایت:

آیت ۱۲۹: قَالُوْۤا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيْنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا (انہوں نے کہا ہم تو ہمیشہ مصیبت میں ہی رہے۔ آپ کی تشریف آوری سے پہلے اور آپ کی تشریف آوری کے بعد بھی) وہ اس سے قتل ابناء مراد لیتے تھے۔ جو ولادت موسیٰ سے قبل پیش آیا اور اس وقت تک رہا جب تک انہوں نے چاہا اور اب دوبارہ اسی کو نافذ کر رہے تھے۔ ان الفاظ میں فرعون کے متعلق شکوہ اور وعدہ نصرت کے متعلق دیر ہونے کی شکایات ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کا دلا سہ:

قَالَ عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوُّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِی الْاَرْضِ (موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بہت جلد اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دیگا اور بجائے ان کے تمہیں اس سرزمین کا مالک بنا دیگا) جو بشارت پہلے اشارہ سے بیان کی تھی۔ اس میں وضاحت فرمادی اور ان کے سامنے بات کھول دی کہ وہ اللہ تعالیٰ فرعون کو ہلاک کرے گا۔ اس کے بعد سرزمین مصر میں تمہیں نائب بنائے گا۔ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ (پھر تمہارا طرز عمل دیکھے گا) پس وہ تمہاری طرف سے اچھے برے عمل کو دیکھے گا۔ نعمت کی

وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ وَنَقْصٍ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَذْكُرُونَ ﴿١٣٠﴾

اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے فرعون والوں کو قحط سالی کے ذریعہ اور پھلوں میں کمی کے ذریعہ پکڑ لیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

فَإِذَا جَاءَتْهُمْ الْحَسَنَةُ قَالُوا النَّاهِذَةُ ۖ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا بِمُوسَىٰ

پھر جب آ جاتی ان کے پاس خوشحالی تو کہتے تھے کہ یہ تو ہمارے لئے ہونی ہی چاہیے اور اگر انہیں کوئی بد حالی پہنچ جاتی تو موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی

وَمَنْ مَّعَهُ ۖ إِلَّا إِنَّمَا طَئِرُهُمْ عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٣١﴾ وَقَالُوا

نحوست بتاتے تھے 'خبردار ان کی نحوست اللہ کے علم میں ہے لیکن ان میں بہت سے لوگ نہیں جانتے' اور وہ کہنے لگے

مَهُمَّا تَأْتِيَانِي مِنْ آيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۖ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ﴿١٣٢﴾

کہ تو جب کبھی بھی کوئی نشانی ہمارے سامنے لائے گا تاکہ تو اس کے ذریعہ ہم پر جادو کرے سو ہم تیری تصدیق کرنے والے نہیں ہیں۔

ناقدری اور ناشکری کا اندازہ کرے گا۔ تاکہ جو عمل تمہارے سے پایا جائے اس کے مطابق تمہیں بدلہ دیا جائے۔

نکتہ: عمرو بن عبید کہتے ہیں کہ میں خلافت سے قبل منصور کے پاس گیا اس کے دسترخوان پر ایک دوزوٹیاں تھیں۔ منصور نے عمرو کی خاطر اور منگوائیں۔ مگر میسر نہ ہوئیں تو منصور نے یہ آیت پڑھی۔ پھر خلافت کے بعد اس کے ہاں گیا اور یہ واقعہ یاد دلایا۔ تو منصور کہنے لگا ابھی ایک بات باقی ہے۔ فی نظر کیف تعملون ہمارے اعمال سامنے نہیں آئے۔

فرعونیوں پر عذاب کی ابتداء:

آیت ۱۳۰: وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ (ہم نے فرعونیوں کو قحط سالیوں کے عذاب میں مبتلا کر دیا) سنین کا معنی قحط ہے۔ یہ سات سال تھے اور سنہ یہ دابہ اور نجم کی طرح اسمائے غالبہ میں سے ہے۔ وَنَقْصٍ مِنَ الثَّمَرَاتِ (اور پھلوں کی پیداوار کی کمی میں مبتلا کر دیا) قحط دیہاتیوں کے لیے اور نقص اثمار شہریوں کے لیے لَعَلَّهُمْ يَذْكُرُونَ (تاکہ وہ سمجھ جائیں) تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور متنبہ ہو جائیں یہ حال ان کے اصرار کفر کی وجہ سے تھا۔ اور شدت و قحط میں لوگوں کے دلوں میں رقت و نرمی زیادہ ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ فرعون چار سو سال زندہ رہا۔ اس نے تین سو بیس سال تک کوئی تکلیف نہ دیکھی تھی۔ اگر اس کو اس زمانہ میں سردرد بھوک و قحط، بخار پہنچتا تو وہ الوہیت کا مدعی نہ بنتا۔

فرعونیوں کا طرز عمل:

آیت ۱۳۱: فَإِذَا جَاءَتْهُمْ الْحَسَنَةُ (پس جب ان پر خوشحالی آتی) صحت، سرسبزی قَالُوا النَّاهِذَةُ (وہ کہتے کہ یہ تو ہمارے لئے ہونا ہی چاہئے) ہم اس کے مستحق ہیں۔ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ (اور اگر ان کو کوئی بد حالی پیش آتی) خشک سالی اور بیماری يَطَّيَّرُوا (تو نحوست بتاتے) اصل میں يَطَّيَّرُوا تھا تا کو طامین ادغام کر دیا کیونکہ یہ طرف لسان اور اصول ثنایا کے لفظ ہیں۔ بِمُوسَىٰ

وَمَنْ مَعَهُ (موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی) ان کو منحوس قرار دیتے ان سے شگون لیتے اور کہتے کہ یہ ان کی نحوست ہے اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو ہمیں یہ مصیبت نہ پہنچتی۔

نکتہ: یہاں اذا، داخل کیا ”حسنہ“ میں ان، لائے سیئۃ پر اور سیئۃ کو نکرہ لایا گیا کیونکہ جنس حسنۃ تو کثرت کی وجہ سے واقع ہونے کی طرح ہے۔ اور سیئۃ کبھی کبھی اور نادراحوال میں پیش آتی ہے اور اس میں سے بھی معمولی سی آتی ہے اس لیے اس کو نکرہ لائے۔ اَلَا اِنَّمَّا ظٰهَرُهُمْ (یاد رکھو کہ ان کی نحوست) ان کے خیر و شر کا سبب عِنْدَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے) اللہ تعالیٰ کی حکمت و مشیت میں ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کے ہاتھ میں خیر و شر کا پہنچانا ہے۔ جیسا دوسری آیت میں ہے۔ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (لیکن ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے تھے) اس بات کو

میں نہ مانوں کی رٹ:

آیت ۱۳۲: وَقَالُوا مَهْمَا تَأْتِنَا بِهِ مِنْ آيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ۔ (اور یوں کہتے کیسی ہی عجیب بات ہمارے سامنے لاؤ کہ اس کے ذریعہ سے ہم پر جادو چلاؤ۔ جب بھی ہم تمہاری بات ہرگز نہ مانیں گے)

مَخْرُج: اصل مہما کی ماما ہے۔ پہلا ”ما“ جزاء کے لیے ہے دوسرا اس کے ساتھ تاکید جزاء کے لیے لایا گیا۔ جیسا کہتے ہیں۔ متی ما تخرج اخرج۔ ارشاد الہی: اَیْنَ مَا تَكُونُوا (البقرہ: ۱۲۸) فَاَمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ (الزخرف: ۴۱) البتہ درمیان والا الف ما کا تکرار متجانسین کی وجہ سے ہا سے بدل دیا۔ علمائے بصرہ کا درست مذہب یہی ہے۔ اعراب میں یہ تأتینا کی وجہ سے موضع نصب میں ہے۔ یعنی ایما شئی تو حاضر کرتا ہے اور لاتا ہے من آية یہ مہما کا بیان ہے بہ کی ضمیر اور بھا کی ضمیر مہما کی طرف لوٹی ہے البتہ پہلا لفظ کا لحاظ کر کے لائے اور دوسری معنی کا کر کے لائی گئی کیونکہ وہ آیت کے معنی میں ہے اس کو آیت موسیٰ کے نام کا اعتبار کر کے کہا یا ان کا مقصد اس سے استہزاء تھا۔ کہ جس کو تو نشانی کہتا پھرتا ہے یہ بھی کوئی نشانی ہے۔

فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالْدَّمَائِ مِ مَّفْصَلَتٍ ۖ

سو ہم نے ان پر طوفان بھیج دیا اور مڈیاں اور کھن کا کیزا اور مینڈک اور خون ' یہ نشانیاں تھیں کھلی ہوئی۔

فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ۝۱۳۳ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا لِمُوسَى

سو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے اور ان پر جو عذاب واقع ہوتا تو کہتے تھے کہ اے موسیٰ

ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ

اپنے رب سے اس بات کی دعا کر جس کا اس نے تجھ سے عہد کر رکھا ہے۔ اگر تو نے ہم سے عذاب کو ہٹا دیا تو ہم ضرور تیری تصدیق کریں گے

وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۝۱۳۴ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمْ الرِّجْزَ إِلَىٰ آجَلٍ

اور تیرے ساتھ ضرور بنی اسرائیل کو بھیج دیں گے ' پھر جب ہم ان سے عذاب کو ایک مدت تک ہٹا دیتے

هُم بَلَغُوهُ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ ۝۱۳۵ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ

جس مدت تک ان کو پہنچنا تھا تو وہ اسی وقت عہد شکنی کر دیتے تھے۔ پھر ہم نے ان سے انتقام لے لیا سو ان کو اس سبب سے کہ انہوں نے ہماری آیات کو

بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ۝۱۳۶ وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ

جھٹلایا سمندر میں غرق کر دیا ' اور وہ ان سے غافل تھے اور ہم نے ان لوگوں کو زمین کے مشارق اور مغارب کا

كَانُوا يُسْتَزْعَفُونَ مُشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا ۖ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ

وارث بنا دیا جو ضعیف شمار کئے جاتے تھے اور آپ کے رب کی نیک بات

رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۖ بِمَا صَبَرُوا ۖ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ

بنی اسرائیل پر پوری ہو گئی۔ اس سبب سے کہ انہوں نے صبر کیا اور ہم نے برباد کر دیا ان کا رویوں کو

فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ ۝۱۳۷

جو فرعون اور اس کی قوم کے لوگ کیا کرتے تھے اور جو کچھ وہ اونچی عمارتیں بنایا کرتے تھے۔

فرعونی عذابوں کے چکر میں:

آیت ۱۳۳: فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ (پھر ہم نے ان پر طوفان بھیجا) نمبر ۱۔ جس نے ان کو گھیر لیا اور بارش وغیرہ جس نے ان پر غلبہ کر لیا۔ نمبر ۲۔ سیلاب نمبر ۳۔ پانی نے ان کے کھیتوں کو ڈبو دیا آٹھ دن مسلسل بارش ہوتی رہی سخت اندھیرا چھایا رہا۔ دن رات

سورج چاند کو نہ دیکھا اور کوئی گھر سے باہر نہ نکل سکا۔ نمبر ۴: یہ پانی قبطیوں کے گھروں میں داخل ہو گیا۔ یہاں تک کہ پانی ان کے گلے تک پہنچ گیا جو بیٹھتا وہ غرق ہو جاتا۔ بنی اسرائیل کے گھروں میں ایک قطرہ بھی داخل نہ ہوا۔

نمبر ۵۔ جدری کی بیماری تھی نمبر ۶۔ طاعون ان پر مسلط ہوا۔ وَالْجَرَادُ (اور ٹڈیاں) ان کی کھیتیاں کھالیں اور ان کے پھل سڑ گئے اور ان کے گھروں کی چھتوں اور کپڑوں کو دیمک نے چاٹ لیا۔ بنی اسرائیل کے گھروں میں سے کسی کے گھر میں ان میں سے کچھ بھی نہ تھا۔ وَالْقُمَّلَ (جوں یا گھن کا کیڑا) جوئیں یہ مکڑی کی اولاد ہے۔ اس کے پر نکلنے سے پہلے یا پسو یا بڑے چچڑ وَالضَّفَادِعَ (مینڈک) ان کے کھانے اور مشروبات میں گرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب کوئی بات کرتا تو چھلانگ لگا کر اس کے منہ میں پہنچ جاتا۔ وَالْدَّمَ (خون) نکسیر دوسرا قول یہ ہے کہ ان کے پانی خون بن گئے۔ یہاں تک کہ قبطی اور بنی اسرائیلی ایک برتن پر جمع ہو جاتے تو بنی اسرائیلی کے سامنے والا پانی اسی طرح رہتا اور قبطی کے سامنے والا خون بن جاتا تیسرا قول یہ ہے کہ نیل سے خون بہنے لگا۔ اٰیٰتِ (معجزات) یہ اشیائے مذکورہ سے حال ہے۔ مَفْصَلَتٍ (کھلے) ظاہر واضح اس میں کسی عقل مند کو ذرہ بھر شبہ نہ تھا۔ کہ یہ آیات اللہ میں سے ہیں۔ نمبر ۲۔ ان نشانات کا آپس میں ایک ایک ماہ کا فاصلہ تھا۔ فَاسْتَكْبَرُوا (پس وہ تکبر کرتے رہے) موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے سے وَكَانُوا قَوْمًا مُّجْرِمِينَ (اور وہ لوگ کچھ تھے ہی جرائم پیشہ)۔

عذاب کے وقت جھوٹا وعدہ:

آیت ۱۳۴: وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ (جب ان پر کوئی عذاب واقع ہوتا) آخری عذاب اور وہ خون یا یکے بعد دیگرے آنے والا عذاب قَالُوا يٰمُوسٰى اٰدُعْ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عٰهَدْتَ عِنْدَكَ (اے موسیٰ ہمارے لئے اپنے رب سے اس بات کی دعا کر دیجئے جس کا اس نے آپ سے عہد کر رکھا ہے) ما مصدر یہ ہے یعنی جو وعدہ اس نے تیرے ساتھ کیا اور وہ نبوت ہے، اٰدُع سے متعلق ہے یعنی ادع اللہ لنا متوسلاً الیہ بعہدہ عندک تو اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے اس وعدہ کے توسل سے دعا کر جو اس نے تیرے ساتھ کر رکھا ہے۔ لَہُنْ کَشَفَتْ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَکَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنٰی اِسْرَآءِیْلَ (اگر آپ اس عذاب کو ہم سے ہٹا دیں تو ہم ضرور بالضرور آپ کے کہنے سے ایمان لے آویں گے اور ہم بنی اسرائیل کو بھی رہا کر کے آپ کے ہمراہ کر دیں گے)۔

مہلت سے غلط فائدہ:

آیت ۱۳۵: فَلَمَّا کَشَفْنَا عَنْهُمْ الرِّجْزَ اِلٰی اٰجَلٍ (پھر جب ہم ان سے عذاب کو ایک مدت تک ہٹا دیتے) ایک زمانہ تک هُمْ بِالْعُوءِ (جس مدت تک ان کو پہنچنا تھا) بہر صورت پس ان کو سزا ملے گی ان کو پہلی مہلت کام نہ دے گی۔ اور نہ ہی عذاب کا وقتی طور دور ہونا کام آئے گا۔ اِذَا هُمْ یَنْکُثُوْنَ (تو وہ اسی وقت عہد شکنی کر دیتے تھے) یہ لَمَّا کا جواب ہے یعنی جب ہم نے ان سے عذاب ہٹا لیا تو اسی وقت وعدہ توڑنے لگے اور ذرہ بھی تاخیر نہ کی۔

کفر و تکذیب کا نتیجہ غرقابی ہوا:

آیت ۱۳۶: فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ (پھر ہم نے ان سے بدلہ لے لیا) انتقام انعام کی ضد ہے جیسا کہ عقاب ثواب کی ضد ہے فَاعْرِقْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ (یعنی ان کو سمندر میں غرق کر دیا) یم، وہ سمندر جس کی گہرائی معلوم نہ ہو۔ نمبر ۲۔ سمندر کی موجوں اور کثیر پانی کو کہتے ہیں۔ یہ تیمم سے بنا ہے کیونکہ اس سے فائدہ اٹھانے والے اس کا قصد کرتے ہیں بَا نَهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ (کیونکہ وہ ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے اور ان سے بالکل ہی بے توجہی کرتے تھے) ان کا غرق ہونا آیات کی تکذیب اور ان سے غفلت اور عدم توجہ کی بناء پر تھا۔

غلامی سے آزادی اور ایفاء عہد:

آیت ۱۳۷: وَآوَرْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضْعَفُونَ (اور ہم نے ان لوگوں کو جو کہ بالکل کمزور شمار کیے جاتے تھے مالک بنا دیا) یہ بنی اسرائیل ہیں فرعون ان کو قتل اور غلامی سے کمزور کرتا تھا۔ مَشَارِقِ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا (اسی سر زمین کے مشرق و مغرب کا) سر زمین مصر و شام الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا (جس میں ہم نے برکت رکھی ہے) سرسبزی اور وسعت رزق اور کثرت انہار و اشجار کی بناء پر وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ (اور آپ کے رب کا نیک وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں پورا ہو گیا) وہ کلمہ اس آیت میں مذکور ہے: عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ (الاعراف: ۱۲۹) یا پھر اس آیت میں: وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ وَنُفَصِّلُ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِي فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ (القصص: ۲۵) الحسنی یہ احسن کی تانیث ہے اور کلمہ کی صفت ہے علی یہ تمت کا صلہ ہے یعنی مضت علیہم واستمرت علیہم ان پر مسلسل رہا۔ جیسا کہ محاورہ ہے تم علی الامر جبکہ وہ اس پر چل رہا ہو۔ بِمَا صَبَرُوا (ان کے صبر کی وجہ سے) یہ آیت صبر پر آمادہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ یہ دلالت کر رہی ہے۔ کہ جو تکالیف کا مقابلہ جزع فزع سے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس کی تکلیف کے سپرد کر دیتا ہے اور جو صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے کشادگی کا ضامن بن جاتا ہے وَدَمَرْنَا (اور ہم نے درہم برہم کر دیا) ہم نے ہلاک کر دیا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ (فرعون اور اس کی قوم کے تیار کردہ کارخانوں کو اور وہ بلند عمارات جو وہ تعمیر کرتے تھے) نمبر ۱۔ عمارات اور محلات کی تعمیر وغیرہ۔ نمبر ۲۔ باغات میں۔ نمبر ۳۔ جو وہ مضبوط محلات بناتے تھے جیسا ہامانی محل وغیرہ۔

قراءت: شامی اور ابو بکر نے يَعْرِشُونَ پڑھا ہے۔ راء کے ضمہ سے یہ فرعون اور قبیلوں کا واقعہ اور ان کے تکذیب آیات کے حالات کا اختتام ہے۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کا واقعہ ذکر کیا اور جو حالات انہوں نے فرعون کی غلامی سے نجات پانے کے بعد پیدا کیے اللہ تعالیٰ کی عظیم آیات کا معائنہ کرنے اور سمندر پار کرنے کے بعد بھی گائے کی عبادت جیسے فبیج فعل کے ارتکاب کا تذکرہ ہے۔

وَجُوزُنَا بِبَنِي إِسْرَآءِيلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلَى قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلَى أَصْنَامٍ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا سو وہ ایک ایسی قوم پر آئے جو اپنے بتوں پر دھرنا دیتے ہوئے

لَهُمْ ۚ قَالُوا يَمُوسَى اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ ۚ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ

تھے۔ کہنے لگے اے موسیٰ ہمارے لئے معبود تجویز کر دیجئے جیسا کہ ان کے معبود ہیں۔ انہوں نے کہا بیشک تم ایسے لوگ ہو کہ

تَجْهَلُونَ ۚ (۱۳۸) إِنَّ هَؤُلَاءِ مُتَّبِعُونَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۚ

جہالت کی باتیں کرتے ہو بلاشبہ یہ لوگ جس شغل میں ہیں وہ تباہ ہونے والا ہے اور یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں وہ باطل ہے۔

قَالَ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِيكُمْ إِلَهًا وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ۚ (۱۴۰) وَإِذْ أَنْجَيْنَاكُمْ

موسیٰ نے کہا کہ کیا اللہ کے سوا تمہارے لئے کسی کو معبود تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہیں جہانوں پر فضیلت دی اور جب ہم نے

مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يُقْتِلُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ

تمہیں نجات دی آل فرعون سے جو تمہیں بری تکلیفیں دیتے تھے تمہارے بیٹوں کو بکثرت قتل کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ

نِسَاءَكُمْ طُوفِي ذَلِكُمْ بَلَاءٌ مِّنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٌ ۚ (۱۴۱) وَوَعَدْنَا مُوسَى ثَلَاثِينَ

چھوڑ دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش ہے۔ اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا

لَيْلَةً وَأَتَمَمْنَاهَا بِعَشْرِ فَرَسَاتٍ رَّابِعَةٍ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوسَى

وعدہ کیا اور دس راتوں کے ذریعہ ان کی تکمیل کر دی پس ان کے کات مقرر یعنی چالیس اسی تیس راتوں میں ہو گئیں اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا

لَاخِيهِ هَارُونَ أَخْلُفْنِي فِي قَوْمِي وَأَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ ۚ (۱۴۲)

کہ تم میرے بعد میری قوم میں میرے خلیفہ بن کر رہنا اور اصلاح کرتے رہنا اور مفسدین کی راہ کا اتباع نہ کرنا۔

بنی اسرائیل کے حالات پر نظر:

اصل مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی کہ بنی اسرائیل کا آپ سے مدینہ میں سلوک کچھ عجیب نہیں بلکہ اس سے بھی عجیب تر حالات ان کی طرف سے پہلے بھی پیش آچکے۔

بنی اسرائیل میدان صحرائے سیناء میں:

آیت ۱۳۸: وَجُوزُنَا بِبَنِي إِسْرَآءِيلَ الْبَحْرَ (ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر پار کر دیا) روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل نے جس

دن سمندر عبور کیا وہ عاشورہ کا دن تھا۔ فرعون اور قوم فرعون اسی دن غرق ہوئے پس بنی اسرائیل نے عاشورہ کے دن کا بطور شکر یہ روزہ رکھا۔ فَاتُّوا عَلَى قَوْمٍ (پس ان کا گزر ہوا ایک قوم پر) ان کا گزر ایک قوم کے پاس سے ہوا۔

بنی اسرائیل کی پہلی حماقت و جہالت:

يَعْكُفُونَ عَلَىٰ أَصْنَامٍ لَهُمْ (جو اپنے بتوں کی عبادت پر جے ہوئے تھے) جو ان کی عبادت پر مواظبت کرنے والے تھے۔ یہ گائے کی مورتیاں تھیں۔

قراءت: حمزہ اور علی نے يعكفون کاف کے کسرہ سے پڑھا۔ قَالُوا يَمُوسَى اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا (کہنے لگے اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایک ایسا معبود مقرر کر دو) ایک بت بنا دو۔ جس پر ہم بھی جھک بیٹھیں۔ كَمَا لَهُمُ إِلَهَةٌ (جیسے ان کے معبود ہیں) بت ہیں جن کے پاس آس جمائے بیٹھے ہیں۔

نحو: کما کا ما کافہ ہے اس لیے اس کے بعد جملہ آیا۔

نکتہ: ایک یہودی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم نے تو اپنے نبی کی قبر پر چھڑکا جانے والا پانی خشک ہونے سے پہلے ہی اختلاف ڈال دیا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے سمندر کے پانی سے قدم خشک ہونے سے پہلے ہی کہہ دیا (جبکہ موسیٰ و ہارون ابھی وہیں موجود تھے) يَمُوسَى اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمُ إِلَهَةٌ - قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ (موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یقیناً تم لوگ جاہل ہو) اللہ تعالیٰ کی قدرت کی عظیم ترین نشانی دیکھنے کے بعد ان کے اس قول پر تعجب کیا۔ آپ نے اس کو جہل مطلق قرار دیا۔ اور اس کو ان سے مؤکد بھی کیا۔

بت پرستی بے بنیاد چیز ہے:

آیت ۱۳۹: إِنَّ هَؤُلَاءِ (بیشک یہ کام) ان تماثیل کی عبادت کرنے والے مُتَّبِعُونَ (بیکار ہیں) ہلاک ہونے والے ہیں۔ یہ بتار سے بنا ہے۔ مَا هُمْ فِيهِ (جس میں وہ مصروف ہیں) اللہ تعالیٰ ہلاک کر دیں گے اور ان کے لین دین کو مہندم کر دیں گے جس پر وہ چل رہے ہیں میرے ذریعہ یہاں هَؤُلَاءِ کو ان کا اسم بنانے اور خبر کو مقدم کر کے اس بات کو نشان زدہ کر دیا کہ بت پرست دراصل خود ہلاکت کا شکار ہونے والے ہیں۔ اور وہ اس سے بالکل نہیں بچ سکتے۔ وَبِطُلٌ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (اور محض بے بنیاد ہے جو وہ کر رہے ہیں) یعنی جو کچھ وہ بت پرستی کرتے ہیں وہ بے کار اور بے حقیقت ہونے والی ہے۔

آیت ۱۴۰: قَالَ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِيكُمْ إِلَهًا (اور فرمایا کیا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو تمہارا معبود تجویز کر دوں) یعنی کیا میں تمہیں ایسا معبود تلاش کر کے دوں جو سرے سے ہی عبادت کا حقدار نہیں۔ وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ (حالانکہ اس نے تم کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی ہے) بنحو: یہ حال ہے مراد اس زمانہ کے لوگ۔

انعامات سے تذکیر:

آیت ۱۴۱: وَإِذْ أَنْجَيْنَاكُمْ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ - (اور جب ہم نے تمہیں نجات دی آل فرعون سے)۔ قراءت: أَنْجَاكُمْ شامی

نے پڑھا یَسُوْمُوْنُکُمْ سُوْءَ الْعَذَابِ : (جو تمہیں بری تکلیفیں دیتے تھے) وہ تمہارے لیے سخت سزا کے خواہاں تھے۔ یہ سام السبعہ سے لیا گیا ہے جبکہ اس کو طلب کیا جائے۔

مَحْجُوْمٌ : یہ جملہ مستانفہ ہے اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔ نمبر ۲۔ مخاطبین سے حال ہے۔ نمبر ۳۔ آل فرعون سے حال ہے۔ یَقْتُلُوْنَ اَبْنَاءَکُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَاءَکُمْ (وہ تمہارے بیٹوں کو بکثرت قتل کر ڈالتے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے) قراءت: نافع نے یَقْتُلُوْنَ پڑھا۔ وَفِیْ ذٰلِکُمْ (اور اس میں) یعنی نجات دینے یا سزا دینے میں بَلَاءٌ (آزمائش تھی) نعمت یا مشقت مِّنْ رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ۔ (تمہارے رب کی طرف سے بڑی)

کتاب ملنے کا وعدہ:

آیت ۱۴۲: وَوَعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً (ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے تیس رات کا وعدہ کیا) تو رات دینے کے لیے وَ اَتَمَمْنٰهَا بِعَیْسٰی (اور مزید دس راتوں سے ان تیس راتوں کو مکمل کر دیا) روایت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے وعدہ فرمایا جبکہ آپ مصر میں تھے۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دشمن کو ہلاک کر دیا تو تمہیں اپنی طرف سے ایک کتاب دیں گے جب فرعون ہلاک ہو چکا تو موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں کتاب کا سوال کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے تیس دن کے روزے رکھنے کا حکم فرمایا یہ ذی القعدہ کا مہینہ تھا۔ جب تیس دن پورے ہو گئے آپ نے منہ میں مہک محسوس کی اور مسواک کر لی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ روز دار کے منہ کی مہک اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دس دن ذی الحجہ کے بڑھانے کا حکم دیا۔ اسی لیے فرمایا فَمِمَّا فِیْہَا رِبَّیَّةٌ (پس ان کے رب کا وقت مقررہ پورا ہو گیا) جو وقت اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ اور بیان فرمایا تھا۔ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً (چالیس راتیں)

مَحْجُوْمٌ : یہ حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ یعنی پورا ہوا اس حال میں کہ وہ اس گنتی تک پہنچنے والا تھا۔ اجمالاً، اربعین کا تذکرہ سورہ بقرہ میں فرمایا مگر یہاں اس کی تفصیل فرمائی۔

حضرت ہارون علیہ السلام کو ہدایت:

وَ قَالَ مُوْسٰی لَا اِخِیْہٖ هٰرُوْنُ (موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون سے کہہ دیا) اِخِیْہٖ کا عطف بیان ہے۔ اِخْلَفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ (میرے بعد ان لوگوں کا انتظام رکھنا) ان میں میرا خلیفہ بن کر۔ وَ اَصْلِحْ (اور اصلاح کرتے رہنا) اور بنی اسرائیل کے جن معاملات کی درستگی لازم ہے ان کی اصلاح کرتے رہو۔ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ (اور بد نظم لوگوں کی رائے پر عمل مت کرنا) جو ان میں سے فساد کا داعی ہو تو اس کی اتباع نہ کرنا اور اس کی اطاعت نہ کرنا۔

وَلَمَّا جَاءَ مُوسَى لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ ۚ قَالَ رَبِّ اَرِنِي اَنْظُرْ اِلَيْكَ ۖ

اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کئے ہوئے وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے کلام فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے رب مجھے دکھا دیجئے

قَالَ لَنْ تَرِنِي وَلَكِنْ اَنْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنْ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرِنِي ۚ

کہ میں آپ کو دیکھ لوں، فرمایا تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے لیکن پہاڑ کی طرف دیکھو، سو اگر پہاڑ اپنی جگہ برقرار رہا تو تم مجھے دیکھ سکو گے

فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًا وَخَرَّ مُوسَى صَعِقًا ۚ فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ

پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو پہاڑ کو چورا کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے پھر جب ان کو ہوش آیا تو کہنے لگے

سُبْحٰنَكَ تُبَّتْ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۲۳ قَالَ يٰمُوسٰى اِنِّىْ اصْطَفَيْتُكَ

آپ کی ذات پاک ہے میں آپ کے حضور میں توبہ کرتا ہوں اور میں ایمان لانے والوں میں پہلا شخص ہوں۔ فرمایا اے موسیٰ بلاشبہ میں نے اپنی

عَلَى النَّاسِ بِرِسَالَتِيْ وَبِكَلامِيْ ۚ فَخُذْ مَا اَتَيْتُكَ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِيْنَ ۝۱۲۴

پیغمبری اور اپنی ہمکلامی کے ساتھ لوگوں کے مقابلہ میں تمہیں چن لیا، سو میں نے تمہیں جو کچھ دیا ہے وہ لے لو اور شکر گزاروں میں سے ہو جاؤ

موسیٰ علیہ السلام کا طور پر ہمکلامی سے مشرف ہونا:

آیت ۱۲۳: وَلَمَّا جَاءَ مُوسَى لِمِيقَاتِنَا (جب آئے موسیٰ ہمارے مقررہ وقت پر) ہمارے اس ٹائم پر جو ہم نے ان کے لیے مقرر کیا تھا اور جس وقت کی حد بندی کر دی تھی۔ میقات کی لام، لام تخصیص ہے ہمارے میقات کے لیے ان کی آمد خاص کر دی گئی۔ وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ (اور ان کے رب نے ان سے باتیں کیں) بلا واسطہ اور بلا کیف روایت میں ہے کہ وہ کلام ہر جہت سے سن رہے تھے۔ اور شیخ ابو منصور رحمہ اللہ نے اپنی کتاب التاویلات میں ذکر کیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک آواز سنی جو اللہ تعالیٰ کے کلام پر دلالت کرنے والی تھی۔ اور موسیٰ علیہ السلام کا اس کے ساتھ خاص کرنا اس لحاظ سے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک ایسی آواز سنائی جس کی تخلیق کا وہ خود والی و ذمہ دار تھا۔ بغیر اس بات کے کہ وہ آواز مخلوق میں سے کسی ایک کے لئے مکتسب ہو۔ اس کے علاوہ دوسرے لوگ بندوں کے لیے مکتسب آواز سنتے ہیں۔ جس سے اللہ تعالیٰ کا کلام سمجھا جاتا ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے کلام سنا تو غلبہ شوق میں دیدار کی خواہش ظاہر کی۔ اور روایت کے لیے اس طرح سوال کیا۔

غلبہ شوق میں خواہش دیدار:

قَالَ رَبِّ اَرِنِي اَنْظُرْ اِلَيْكَ (تو عرض کیا اے میرے رب مجھے اپنا دیدار کرا دیجئے کہ میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں) اَرِنِي کا دوسرا مفعول محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے اَرِنِي ذَالِكَ اَنْظُرْ اِلَيْكَ یعنی مجھے اپنے دیدار کی اس طرح طاقت عنایت فرما کہ

آپ تجلی فرمائیں اور میں آپ کو دیکھ لوں۔

قراءت: مکی نے اُرنی پڑھا ہے اور ابو عمرو نے، راء کے اختلاس کے ساتھ۔ راء کے نیچے کسرہ۔ اور دیگر قراء نے راء کے کسرہ اشباع کے ساتھ پڑھا۔

امکان رؤیت پر دلائل:

یہ آیت اہلسنت کی دلیل ہے کہ رؤیت باری تعالیٰ جائز و ممکن ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اعتقاد کیا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا جاسکتا ہے یہاں تک کہ ان سے سوال بھی کر دیا۔ اور ایسی چیز کا اعتقاد رکھنا جو اللہ تعالیٰ کے متعلق جائز نہ ہو یہ کفر ہے۔ قَالَ لَنْ تَرٰنِیْ (ارشاد فرمایا تم ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکتے) سوال کر کے نہیں اور نہ اس فانی آنکھ کے ساتھ بلکہ عطاء و نوال کے ساتھ اور باقی رہنے والی آنکھ کے ساتھ۔ یہ بھی اہلسنت کی دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا اِن اُرٰی (کہ مجھے ہرگز دیکھانہ جائے گا) کہ اس سے جواز رؤیت کی نفی ہو۔ اور اگر اس کی ذات دیکھی نہ جاسکتی ہوتی تو اللہ تعالیٰ خبر دیتے کہ انہ لیس بمروئی جبکہ حالت اور حالت بھی ایسی کہ بیان کی ضرورت ہے۔ وَلٰکِنْ اَنْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنْ اَسْتَقَرَّ مَکَانَہُ (لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو۔ اگر یہ اپنی جگہ پر برقرار رہا) وہ اپنی حالت پر باقی رہا۔ فَسَوْفَ تَرٰنِیْ یہ بھی اہلسنت کی تیسری دلیل ہے کیونکہ رؤیت کو استقرار جبل سے معلق کرنا اور وہ ممکن ہے اور کسی چیز کا ممکن سے معلق کرنا اس کے امکان پر دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ تعلیق باممتنع اس کے امتناع کی دلیل ہوتی ہے۔ اور ممکن کی دلیل یہ ارشاد ہے۔ جَعَلْہُ دَکَّحًا یہاں اندک نہیں فرمایا۔ جس کو اللہ تعالیٰ ایجاد کریں اس چیز کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ نہ پائی جائے۔ اگر وہ اس کو ایجاد نہ کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے فعل میں مختار ہیں۔ اور اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مایوس نہیں کیا۔ اور نہ اس پر عتاب کیا اور اگر رؤیت محال ہوتی تو ان کو عتاب کیا جاتا۔ جیسا کہ نوح علیہ السلام کو عتاب ہوا۔ اِنِّیْ اَعْظَمْتُ اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الْجٰہِلِیْنَ (ہود: ۴۶) جب کہ انہوں نے اپنے بیٹے کے متعلق غرق سے بچانے کا سوال کیا۔ فَلَمَّا تَجَلٰی رَبُّہُ لِلْجَبَلِ جَعَلْہُ دَکَّحًا (پس ان کے رب نے جب پہاڑ پر تجلی فرمائی) (تو) تجلی سے اس کے پرچے اڑا دیئے (یعنی ظہور فرمایا۔ اور بلا کیف ظہور فرمایا شیخ ابو منصور نے فرمایا۔ تجلی للجبیل کا معنی وہی ہے جو اشعری نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ میں زندگی، علم، رؤیت پیدا فرمادیا۔ یہاں تک کہ پہاڑ نے اپنے رب کو دیکھا یہ نص قطعی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مرئی ہے۔ ان مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر مکررین رؤیت کی جہالت واضح ہو جاتی ہے۔

اعتراض اور جواب:

اعتراض: موسیٰ علیہ السلام اس بات سے واقف تھے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا نہیں جاسکتا لیکن ان کی قوم نے یہ مطالبہ پیش کیا کہ وہ اپنا رب انہیں دکھائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا قول ذکر کیا: تُوْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرٰی اللّٰہَ جَہْرَۃً (البقرہ: ۵۵) پس آپ نے اس لیے رؤیت کا مطالبہ کیا تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے سامنے ظاہر فرمادیں کہ وہ ذات مرئی نہیں۔

جواب: یہ محض باطل ہے اگر بات اس طرح ہوتی جیسا کہ تم کہتے ہو۔ تو موسیٰ علیہ السلام اس طرح کہتے اَرٰہُمْ یَنْظُرُوْا اِلَیْکَ پھر اللہ تعالیٰ فرمادیتے: لَنْ یَّرَوْنِیْ۔ مگر ایسا نہیں فرمایا اگر رؤیت جائز نہ ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام ان کی تردید کو مؤخر نہ فرماتے۔ بلکہ جونہی ان کا

کلام آپ کے کان تک پہنچا تھا، اسی وقت تردید فرمادیتے کیونکہ اسی وقت تردید نہ کرنے سے کفر پر پختہ کرنا لازم آتا ہے۔ حالانکہ انبیاء کی بعثت تو کفر کی تغیر کے لیے ہے کیا تم نہیں دیکھتے جب بنی اسرائیل نے کہا: یٰمُوسٰی اجعل لنا الٰہا کما لہم الٰہة آپ نے ان کو مہلت نہیں دی بلکہ اسی وقت تردید فرمائی انکم قوم تجهلون؟ جَعَلَهُ دَغًا (تو پہاڑ کو چورا کر دیا) اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا یہ مصدر بمعنی مفعول ہے جیسے ضرب الامیر بمعنی مضروب الامیر الدق اور الدک ہم معنی ہیں یعنی زمین کے برابر کہ اس میں کوئی ٹیلہ نہ تھا کہا جاتا ہے ناقۃ دغاء جس کی کوہان نہ ہو۔

قراءت: حمزہ اور علی نے دکاء پڑھا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام پر بیہوشی:

وَ خَرَّ مُوسٰی صَعِقًا (موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے) یہ حال ہے یعنی موسیٰ پر غشی طاری ہو گئی جس سے زمین پر گر گئے فَلَمَّا اَفَاقَ (پھر جب ہوش آیا) اپنی بے ہوشی سے قَالَ سُبْحٰنَكَ تَبَّتْ اِلَيْكَ (تو عرض کیا بے شک آپ کی ذات پاک ہے میں آپ کی بارگاہ میں معذرت کرتا ہوں) دنیا میں سوال کرنے سے وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ (اور میں سب سے پہلے اس پر یقین رکھتا ہوں) یعنی تیری عظمت اور جلال پر اور اس پر کہ تو دنیا میں دیدار نہیں کراتا۔ باوجود جائز ہونے کے (کعبی کے قول کا رد) کعبی اصم کا قول کہ ارنی انظر الیک کا معنی یہ ہے کہ مجھے کوئی نشانی دکھا جس سے میں آپ کو بطریق ضرورت جان لوں کہ گویا میں آپ کو دیکھ رہا ہوں۔ لن ترانی تو میری پہچان اس انداز سے نہیں کر سکتا۔ ولكن انظر الی الجبل میں اس کے لیے نشانی ظاہر کرتا ہوں۔ اگر اس کی تجلی کے لیے پہاڑ قائم رہا اور اپنی جگہ مستقر رہا عنقریب تو بھی اس کے لیے ثابت وقائم رہے گا۔ اور اس کی طاقت رکھ سکے گا۔ مگر یہ بات غلط ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے ارنی انظر الیک فرمایا الیہا نہیں فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے لن ترانی فرمایا لن تری آیتی نہیں فرمایا۔ پھر اس کا معنی لن تری ایتی کس طرح ہو سکتا ہے۔ جبکہ عظیم ترین نشانی دکھائی کہ پہاڑ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

مشرف ہمسکامی اور تورات کی الواح:

۱۴۴: قَالَ یٰمُوسٰی اِنِّیْ اصْطَفٰیْتُكَ عَلٰی النَّاسِ (ارشاد فرمایا میں نے اے موسیٰ تجھے لوگوں پر امتیاز دیا) میں نے تجھے اہل زمانہ میں سے منتخب کیا۔ بِرَسُلَتِیْ (اپنی پیغمبری سے) وہ تورات کے اسفار ہیں۔ قراءت: حجازی نے برسالتی پڑھا ہے۔ وَبِکَلَامِیْ (اور اپنی ہمسکامی سے) خاص تجھ سے کلام کر کے فَخُذْ مَا اَتٰیْتُكَ (پس جو کچھ میں نے تم کو دیا ہے اس کو لو) جو میں نے تجھے شرف نبوت اور حکمت عنایت فرمائی وَکُنْ مِنَ الشَّاکِرِیْنَ (اور شکر کرو) اس نعمت پر پس یہ عظیم نعمتوں میں سے ہے کہا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام عرفہ کے دن بے ہوش ہو کر گرے اور دس ذی الحجہ کو تورات ملی۔ اس لیے کہ ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے تابع تھے تو اوصفاء کو ان کے ساتھ خاص کر دیا۔

وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْاَلْوَا حِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

اور ہم نے موسیٰ کے لئے تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی

فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا سَأُوْرِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

سو آپ قوت کے ساتھ اسے پکڑیں اور اپنی قوم کو حکم دیں کہ اس کے اچھے اچھے اعمال کو پکڑے رہیں میں عنقریب تمہیں نافرمانوں کا گھر دکھا دوں گا۔

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰتِي الْذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ

میں عنقریب اپنی آیتوں سے ان لوگوں کو برگشتہ رکھوں گا جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں اور اگر وہ ساری نشانیاں دیکھ

اٰيَةً لَا يُؤْمِنُوْا بِهَا وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا وَاِنْ يَّرَوْا

لیں تو ان پر ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اس کو اپنا طریقہ نہ بنائیں اور اگر گمراہی کا راستہ

سَبِيْلَ الْغٰی يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰتِيْنَا وَكَانُوْا عَنْهَا

دیکھیں تو اسے اپنا طریقہ بنا لیں اس وجہ سے کہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے

غٰفِلِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰتِيْنَا وَلِقَاءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ

غافل تھے اور جن لوگوں نے ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا ان کے اعمال اکارت ہو گئے

هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾

ان کو انہیں اعمال کی سزا دی جائے گی جو وہ کیا کرتے تھے۔

تورات بنی اسرائیل کا قانون:

آیت ۱۴۵: وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْاَلْوَا حِ (اور ہم نے ان کو چند تختیوں پر لکھ دی) الواح جمع لوح تورات یہ دس تختیاں تھیں بعض نے کہا سات یہ زمرہ کی بنی ہوئی تھیں دوسرا قول یہ ہے کہ لکڑی کی بنی ہوئی تھیں آسمان سے اتریں اور ان میں تورات درج تھی۔ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ (ہر چیز کی) یہ کتبنا کا مفعول ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔ مَّوْعِظَةً وَ تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل) یہ من کل شئی کا بدل ہے۔ مطلب یہ ہے ہم نے ان کے لیے ہر وہ چیز لکھ دی جس کی بنی اسرائیل کو مواعظ و تفصیل احکام کے سلسلہ میں ضرورت تھی ایک قول یہ بھی ہے کہ تورات ستر اونٹوں پر لادی جاتی تھی۔ اس کو مکمل چار آدمیوں نے پڑھا موسیٰ۔ یوشع۔ عزیر۔ عیسیٰ علیہ السلام۔ فَخُذْهَا (پس تم اس کو عمل میں لاؤ) پس ہم نے انہیں کہا اس کو پکڑو۔ خذھا کا عطف کتبنا پر ہے۔ اور ہا

کی ضمیر الواح کی طرف ہے۔ نمبر ۲۔ لکل شیء کی طرف کیونکہ وہ اشیاء کے معنی میں ہے۔ بِقُوَّةٍ (کوشش کے ساتھ) محنت و عزیمت کے ساتھ جس طرح اولوا العزم رسول کرتے ہیں۔ وَأَمْرٌ قَوْمَكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا (اپنی قوم کو حکم دو کہ اس کے اچھے اچھے احکام پر عمل کرو) یعنی اس میں جو احکام ہیں وہ احسن و حسن پر مشتمل ہیں۔ مثلاً قصاص لینا۔ معاف کرنا۔ بدلہ لینا۔ صبر کرنا۔ ان کو حکم دیں کہ وہ ایسا حکم اپنائیں جو حسن میں زیادہ بہتر اور ثواب میں زیادہ ہو۔ جیسا کہ اس ارشاد میں: وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ (الزمر: ۵۵) سَأُورِيكُمْ دَارَ الْفَاسِقِينَ (میں بہت جلد تم کو ان نافرمانوں کا مقام دکھاؤں گا) فرعون اور اس کی قوم کا علاقہ یعنی مصر اور عاد و ثمود کے مقامات اور ہلاک شدہ اقوام۔ کہ کس طرح یہ علاقے ان سے خالی ہوئے۔ تاکہ عبرت حاصل کریں۔ ان کی طرح فسق اختیار نہ کریں۔ کہیں انہی جیسی دنیوی سزائے بھگتنی پڑے یا جہنم ٹھکانہ نہ بن جائے۔

متکبر حکمت سے محروم رہتا ہے:

آیت ۱۳۶: سَاَصْرِفُ عَنْ أَيْدِي (اور ایسے لوگوں کو میں اپنی آیات سے برگشتہ ہی رکھوں گا) ان کے سمجھنے سے ذوالنون مصریٰ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے کہ باطل پسند بے کار لوگوں کو قرآن مجید کی خفیہ حکمتوں سے نوازے۔ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ (جو لوگ تکبر کرتے ہیں) جو مخلوق پر ظلم کرتے اور قبول حق سے نفرت کرتے ہیں تکبر کی اصل حقیقت اس بڑائی کی بتکلف کوشش کرنا جو باری تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ (زمین میں ناحق) یہ تکبر و ن سے حال ہے ای ی تکبر و ن غیر محققین کیونکہ تکبر تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے۔ وَإِنْ يَرَوْا كَلًّا آيَةً لَا يُؤْمِنُوا بِهَا (اور اگر وہ تمام نشان دیکھ لیں تب بھی ان پر ایمان نہ لاویں) جو ان پر آیات اتاری گئیں۔ وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ (اور اگر وہ ہدایت کا راستہ دیکھیں) معاملے میں ہدایت، بھلائی کا راستہ رُشد ہے۔

قراءت: حمزہ و علی نے الرُّشْدَ پڑھا ہے اور یہ دونوں لفظ السُّقْمِ اور السَّقَمِ کی طرح ہیں۔ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا (تو اس کو اپنا طریقہ نہیں بناتے) وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ (اور اگر وہ گمراہی کا راستہ دیکھ لیں) الْغَيِّ گمراہی۔ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا (تو اس کو اپنا راستہ بنا لیں) ذَلِكَ (یہ) یہ حق سے پھرنا۔ یہ محل رفع میں ہے بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا (اس وجہ سے ہے۔ کہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلادیا) ان کی تکذیب کے باعث ہے۔ وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ (اور وہ ان سے غافل رہے) عناد و اعراض والی غفلت نہ کہ سہو و جہل والی۔

آخرت کے منکروں کا ضبط اعمال:

آیت ۱۳۷: وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ (اور جنہوں نے ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا) **مَنْحُورٌ** یہ اضافت مصدر الی المفعول کی قسم میں سے ہے۔ ای لقاء ہم الآخرة ان کا آخرت کی ملاقات اور اس کے احوال کا مشاہدہ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ (ان کے سب کام تباہ ہو گئے) یہ خبر ہے والذین کی۔ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (ان کو وہی سزا دی جائے گی جو کچھ یہ کرتے تھے) وہ رسولوں کی تکذیب کے سبب احوال کی تکذیب ہے۔

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا آلِهًا خَوَارُ الْمُرِيرُوا

اور موسیٰ کی قوم نے ان کے بعد اپنے زیوروں سے ایک بچھڑے کو معبود بنا لیا جو ایک ایسا جسم تھا کہ اس میں سے گائے کی آواز آرہی تھی۔ کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا

أَنَّهُ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا مَّا اتَّخَذُوهُ وَكَانُوا ظَالِمِينَ ﴿١٤٨﴾ وَلَمَّا

کہ وہ ان سے بات نہیں کرتا اور نہ انہیں کوئی راستہ بتلاتا ہے۔ انہوں نے اس کو معبود بنا لیا اور وہ ظلم کرنے والے تھے اور جب

سُقِطَ فِي أَيْدِيهِمْ وَرَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوا قَالُوا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا

وہ پھٹتے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ بلاشبہ وہ گمراہ ہو گئے تو کہنے لگے کہ اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہ فرمائے

وَيَغْفِرَ لَنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿١٤٩﴾ وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ

اور ہمیں بخش نہ دے تو ہم تباہ کاروں میں سے ہو جائیں گے اور جب موسیٰ اپنی قوم کی طرف اس حال میں واپس ہوئے کہ وہ غصہ میں اور

أَسِفًا قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي مِنْ بَعْدِي أَجَعَلْتُمْ مِمَّا رَكِبْتُمْ قُلُوبُكُمْ وَالْقَىٰ الْأَلْوَاخَ

رنج میں تھے تو انہوں نے کہا کہ تم لوگوں نے میرے بعد میری جگہ پر کیا کیا ہے کیا اپنے رب کا حکم آنے سے پہلے تم نے جلدی کر لی؟ اور موسیٰ نے تختیوں کو ڈال دیا

وَآخِذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُ إِلَيْهِ ط قَالَ ابْنَ أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضَعُّفُونِي

اور بھائی کے سر کو پکڑ لیا جسے اپنی طرف کھینچ رہے تھے انہوں نے کہا کہ اے میرے ماں جائے بلاشبہ قوم نے مجھے کمزور سمجھا

وَكَادُوا يَقْتُلُونَنِي فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْأَعْدَاءَ وَلَا تَجْعَلْنِي مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿١٥٠﴾

اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر ڈالیں لہذا مجھ پر دشمنوں کو مت ہنسواؤ اور مجھے ظالموں میں شمار نہ کرو۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِإِخِي وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿١٥١﴾

موسیٰ نے عرض کیا کہ اے میرے رب مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما اور آپ ارحم الراحمین ہیں۔

بنی اسرائیل کی دوسری حماقت:

آیت ۱۴۸: وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِنْ بَعْدِهِ (اور موسیٰ کی قوم نے بنالیا ان کے بعد) ان کے طور پر تشریف لے جانے کے بعد مِنْ حُلِيِّهِمْ (اپنے زیورات میں سے) ان کی طرف زیور کی نسبت کر دی گئی۔ حالانکہ وہ ان کے پاس عاریت کے طور پر تھے کیونکہ اضافت ادنیٰ تعلق کی بناء پر بھی ہو سکتی ہے۔

نکتہ: اس میں دلیل ہے کہ جو آدمی قسم اٹھائے کہ وہ فلاں کے گھر میں داخل نہیں ہوگا۔ وہ اگر مستعار گھر میں داخل ہو گیا تو تب بھی

حادث ہو جائے گا۔ وہ ان زیورات کے مالک ان کے ہلاک ہونے کے بعد بنے۔ جس طرح ان کی دیگر املاک کے مالک ان کے ہلاک ہونے کے بعد بنے۔

مَسْنَدًا: اس سے ثابت ہوا کہ کفار کے مال میں استیلاء حاصل ہونے سے وہ مال ان کی ملکیت سے نکل جاتے ہیں ان سے وہ زیور لینے والا سامری تھا۔ مگر وہ اس کے فعل پر راضی تھے۔ اس لئے فعل کا اسناد ان کی طرف کر دیا گیا الحلی جمع حلی اس سونے اور چاندی کی چیز کو کہتے ہیں جس سے خوبصورتی حاصل کی جائے۔

قراءت: حمزہ وعلی نے اتباع کی وجہ سے حلیہم پڑھا ہے۔ عَجَلًا جَسَدًا لَّہُ خُوَارٌ (ایک پھڑے کا مجسمہ جس میں ایک آواز تھی) **نَحْوُ** عَجَلًا یہ اتخذ کا مفعول بہ ہے۔ جَسَدًا اس کا بدل ہے یعنی ایک بدن جو گوشت و خون والا تھا۔ جیسے تمام جسم ہوتے ہیں۔ لہ خوار گائے کی آواز کو خوار کہا جاتا ہے اس کا دوسرا مفعول محذوف ہے ای الہا پھر ان کے احمقانہ عقول پر تعجب کرتے ہوئے فرمایا: اَلَمْ یَرَوْا کہ انہوں نے اس کو معبود بنایا۔ اَلَمْ یَرَوْا اَنَّهُ لَا یُکَلِّمُهُمْ وَلَا یَہْدِیْہُمْ سَبِیْلًا (کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ ان سے بات تک نہیں کرتا۔ اور ان کو کوئی راہ نہیں بتلاتا) ان سے کلام کی قدرت بھی نہیں رکھتا اور نہ ہی راستہ کی طرف راہنمائی کر سکتا ہے جبکہ انہوں نے اس کو اس ذات کے مقابلہ میں چنا ہے جس کے کلمات تعریف کو سارے سمندروں کی سیاہی سے بھی رقم نہیں کیا جاسکتا قلم ختم اور سارے سمندروں کی سیاہی ختم ہو جائے گی مگر اس کی حمد و ثنا ختم نہیں ہوگی۔ جس نے مخلوق کو حق کی راہ بھائی عقولوں میں ایسے دلائل کتابیں اتار کر سمجھا دیئے۔ اِتَّخَذُوْہُ (انہوں نے اس کو معبود قرار دیا) یہ جملہ ابتدائیہ کے طور پر لائے۔ کہ انہوں نے اس کو معبود بنادیا۔ اور اس انتہائی فبیج کام کا اقدام کیا۔ وَ کَانُوْا ظَلِیْمِیْنَ (اور انہوں نے بڑا بے ڈھنگا کام کیا)۔

عبادتِ عمل پر شرمندگی:

آیت ۱۴۹: وَلَمَّا سَقَطَ فِیْ اَیْدِیْہُمْ (اور جب وہ شرمندہ ہوئے) جب پھڑے کی پوجا پر ان کی شرمندگی زیادہ ہو گئی۔ اور اس کی اصل اس طرح ہے کہ جو شرمندہ زیادہ ہو جائے وہ غم سے ہاتھ کاٹنے لگ جاتا ہے اور اس کے ہاتھ اس میں گر جاتے ہیں کیونکہ اس کا منہ بھی ہاتھوں میں آپڑتا ہے۔ سقط کی اسناد فی ایدیہم کی طرف کنایات کی قسم میں سے ہے۔ زجاج نے فرمایا اس کا معنی یہ ہے سقط الندم فی ایدیہم یعنی ان کے دلوں اور جانوں میں غم آپڑا۔ جیسا کہا جاتا ہے: حصل فی یدہ مکروہ حالانکہ یہ ممکن ہے کہ وہ امر مکروہ اس کے ہاتھ میں آجائے۔ صرف دل و جان میں حاصل ہونے والی چیز کو آنکھوں اور ہاتھ میں حاصل ہونے والی چیز سے تشبیہ مقصود ہوتی ہے۔ وَ رَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا (اور انہوں نے جان لیا کہ وہ واقعی گمراہی میں پڑ گئے ہیں) ان کی گمراہی اپنے سامنے اس طرح کھل گئی گویا گمراہی کو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ قَالُوْا لَیْنُ لَّمْ یَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَ یَغْفِرْ لَنَا (تو کہنے لگے اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہ کرے اور ہمارا گناہ معاف نہ کرے)

قراءت: حمزہ اور علی نے لنن لم تر حمنا ربنا و تغفر لنا پڑھا ہے۔ ربنا کا منصوب ہونا نداء کی وجہ سے ہے لَنکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (تو ہم بالکل گئے گزرے ہو گئے) جو دنیا و آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کی طور سے واپسی اور ہارون علیہ السلام پر ناراضگی:

آیت ۱۵۰: وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰ (اور جب موسیٰ واپس آئے) طور سے اِلٰی قَوْمِهِ (اپنی قوم کی طرف) بنی اسرائیل غَضَبَانَ (غصے اور) یہ موسیٰ سے حال ہے اَسِفًا (رنج کی حالت میں) یہ بھی حال ہے اس کا معنی غمگین ہونا۔ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي (تو انہوں نے کہا تم نے بہت بڑی نامعقول حرکت کی) تم میری جگہ کھڑے ہوئے اور میرے نائب ہو گئے۔ مِنْ بَعْدِي (میرے بعد) یہ خطاب پچھڑے کی پوجا کرنے والوں اور سامری وغیرہ کو ہے۔ نمبر ۲: ہارون اور ان کے ساتھ مؤمنین کو ہے اور اس پر دوسرا ارشاد دلیل ہے۔ اَخْلَفْنِي فِي قَوْمِي (الاعراف: ۱۴۲) مطلب یہ ہے کہ تم نے میری بہت بری مخالفت کی کہ پچھڑے کی عبادت اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جگہ شروع کر دی۔ نمبر ۲۔ کہ تم نے غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کو نہیں روکا۔ بئس کا فاعل ضمیر ہے جس کی تفسیر ما خلفتُمونی ہے اور مخصوص بالذم محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے بئس خلافة خلفتُمونِیہا من بعد خلافتکم مطلب یہ فیہا من بعدی یہ خلفتُمونی کے قول کے بعد ہے۔ من بعد ما رأیتُم منی من توحید اللہ و نفی الشُرکاء اس کے بعد کہ تم مجھ سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نفی شرکاء دیکھ چکے یا اس کے بعد کہ میں بنی اسرائیل کو توحید پر آمادہ کرتا تھا۔ اور گائے کی عبادت سے روکتا تھا۔ جبکہ انہوں نے کہا: اجعل لنا الٰہًا کما لہم الٰہة۔ خلیفہ کا حق یہ ہے کہ وہ اپنے اصل کا راستہ بتائے۔ اور اختیار کرے۔ اَعْجَلْتُمْ (کیا تم نے جلد بازی کر لی) پچھڑے کی عبادت کی طرف تم نے سبقت کی اَمْرًا بِکُمْ۔ (اپنے رب کا حکم آنے سے پہلے) وہ امر میرے تمہارے پاس چالیس راتوں کے بعد تورات لے کر آنا ہے العجلہ کی اصل کسی چیز کو وقت سے پہلے طلب کرنا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ عجلتم بمعنی ترکتم ہے کہ تم نے چھوڑ دیا۔

غضب اللہ میں جلال موسیٰ علیہ السلام:

وَالْقَى الْاُلُوَاحَ (اور جلدی سے تختیاں ایک طرف رکھ دیں) جب پچھڑے کی عبادت والی بات سنی تو بے قرار ہو کر اللہ تعالیٰ کی خاطر غصہ میں۔ آپ غضب شدید رکھتے تھے۔ ہارون میں آپ کی نسبت نرمی تھی اس لیے بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کی بجائے ہارون کو زیادہ چاہتے تھے الواح ٹوٹ گئیں اور اس کے چھ حصے اٹھا لیے گئے باقی ساتواں حصہ رہ گیا اور جو اٹھا لیا گیا اور اس میں تمام ضروریات دین کی تفصیل تھی اور جو باقی رہا اس میں ہدایت و رحمت کے اصول و مہمانی تھے۔ وَاَخَذَ بِرَاسِ اَخِيهِ (اور اپنے بھائی کا سر پکڑا) بھائی سے ناراض ہو کر اس کے سر کے بالوں کو پکڑ لیا کہ اس نے ان کو پچھڑے کی عبادت سے نہیں روکا۔ يَجْرُؤُا اِلَيْهِ (ان کو اپنی طرف کھینچنے لگے) عتاب کے طور پر نہ کہ تذلیل کے لئے۔

ہارون علیہ السلام کا جواب:

مَنْحُوْرٌ: یہ جملہ موسیٰ سے حال ہے۔ قَالَ ابْنُ اُمِّ (ہارون سے کہا اے میرے ماں جائے) ابن ام یہ خمسہ عشر کی طرح مبنی علی الفتح ہے مگر حمزہ علی، شامی نے میم کے کسرہ سے پڑھا ہے۔ کیونکہ اس کی اصل اُمی ہے یا کو حذف کیا کسرہ پر اکتفاء کرتے ہوئے۔ ہارون موسیٰ کے حقیقی بھائی تھے مگر ماں کا تذکرہ مہربانی یا شفقت یاد دلوانے کے لیے اور اس لئے بھی کہ وہ مخلصہ و مومنہ تھیں۔ اِنَّ

الْقَوْمَ اسْتَزْعِفُونِي وَكَادُوا يَقْتُلُونِي (ان لوگوں نے مجھے بے حقیقت سمجھا اور قریب تھا کہ مجھ کو قتل کر ڈالیں) یعنی میں نے وعظ و نصیحت کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ لیکن انہوں نے مجھے کمزور گردانا اور میرے قتل کے درپے ہو گئے۔ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْأَعْدَاءَ (پس تم مجھ پر مت خوش کرو دشمنوں کو) وہ لوگ جو پچھڑے کی پوجا کرتے رہے۔ یعنی میرے ساتھ کوئی ایسا معاملہ نہ کر جو انکی دلی تمنا کے مطابق ہو کیونکہ وہ میرے متعلق برائی اور توہین کے خواہاں ہیں۔ وَلَا تَجْعَلْنِي مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (اور مجھ کو ظالم قوم کے ساتھ مت شمار کرو) مجھ پر غصہ کے ذریعے مجھے انکا ساتھی مت بنا۔ جب بھائی کا عذر واضح ہو گیا۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔

دعائے موسیٰ علیہ السلام:

آیت ۱۵۱: قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلَا خِي (موسیٰ نے کہا اے میرے رب میری خطا معاف فرما اور میرے بھائی کی بھی) بھائی کو راضی کرنے کے لئے اور شہادت کی نفی کرتے ہوئے ان کو دعا میں اپنے ساتھ شریک فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ اے میرے رب مجھے بخش دے جو مجھ سے میرے بھائی کے سلسلہ میں زیادتی ہوئی اور ان کو بخش دے اگر خلافت و نیابت کے سلسلہ میں ان سے کوئی زیادتی ہوئی۔ وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ (اور ہم دونوں کو اپنی رحمت میں داخل فرما) دنیا میں اپنی عصمت کے پردہ میں داخل فرما اور آخرت میں جنت جنان میں داخلہ عنایت فرما۔ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ (اور آپ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں)۔

ارشاد موسیٰ علیہ السلام:

آیت ۱۵۲: إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ (بیشک جن لوگوں نے پچھڑے کی پوجا کی) معبود بنا کر۔ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَبِّهِمْ (بہت جلد ان پر ان کے رب کا غضب آئے گا) یہ وہی حکم ہے جو توبہ کے سلسلہ میں ان کو اپنے نفسوں کے قتل کرنے کا کہا گیا۔ وَذَلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (اور ذلت پڑے گی دنیا کی زندگی میں ہی) ان کو گھروں سے نکالنا۔ کیونکہ مسافری گردن جھکا دیتی ہے۔ یا جز یہ مقرر ہونا۔ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ (اور ہم افترا کرنے والوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے۔ اور سامری کے اس قول سے بڑھ کر اور افتراء کیا ہو سکتا ہے۔ هَذَا إِلَهُكُمْ وَإِلَهُ مُوسَىٰ (ط: ۸۸)

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذَلَّةٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

بلاشبہ جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنا لیا انہیں ان کے رب کی طرف سے ضرور غصہ پہنچے گا اور ذلت پہنچے گی دنیا والی زندگی میں

وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُفْتَرِیْنَ ۝۱۵۲ وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَآمَنُوْا

اور اسی طرح ہم افتراء کرنے والوں کو سزا دیا کرتے ہیں اور جن لوگوں نے گناہ کئے پھر ان کے بعد توبہ کر لی اور ایمان لے آئے

اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۵۳ وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسٰى الْغَضَبُ اَخَذَ

تو بلاشبہ آپ کا رب اس توبہ کے بعد ضرور بخش دینے والا ہے۔ مہربان ہے اور جب موسیٰ کا غصہ فرو ہوا تو انہوں نے ان تختیوں کو

الْاَلْوَا حِۙ وَفِیْ نُسْخٰتِهَا هُدًی وَّرَحْمَةً لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ۝۱۵۴

اٹھالیا اور ان تختیوں میں جو لکھا ہوا تھا اس میں ہدایت تھی ان لوگوں کے لئے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

آیت ۱۵۳: وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ (اور وہ لوگ جنہوں نے گناہ کئے) کفر و معاصی ثُمَّ تَابُوْا (پھر توبہ کر لی) پھر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ سے لوٹ آئے۔ مِنْۢ بَعْدِهَا وَآمَنُوْا (اس کے بعد اور ایمان لے آئے) اور انہوں نے اپنے ایمان کو خالص کر لیا۔ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا (بے شک تمہارا رب اس توبہ کے بعد) یعنی سیئات یا توبہ لَغَفُوْرٌ (گناہ کو معاف کرنے والا) ان کی ستر پوشی کرنے والا ہے۔ رَّحِيْمٌ (رحم کرنے والا ہے) جنت کے ذریعے ان پر انعام فرمائے گا۔

مَخْرُوْجٌ: اِن اپنے خبر و اسم سمیت الذین کی خبر ہے۔ یہ حکم عام ہے جس میں بچھڑے کی پوجا کرنے والے اور دیگر تمام شامل ہیں اول ان کے گناہ کو بڑا کر کے اصل شکل میں پیش کیا۔ پھر اس کے بعد اپنی عظیم رحمت کا ذکر کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ گناہ خواہ کتنا ہی بڑا ہو۔ مگر اس کی معافی تو اس سے بھی بڑی ہے۔

آیت ۱۵۴: جبکہ غصہ اس شدت کی بناء پر تھا گویا اللہ تعالیٰ ہی موسیٰ کو اس غصے کا حکم دینے والے تھے تو کہا گیا:

زوال غصہ کے بعد حالات:

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسٰى الْغَضَبُ (اور جب موسیٰ کا غصہ دور ہوا) زجاج کہتے ہیں کہ سکت کا معنی سکن ہے اور یہ بھی پڑھا گیا ہے اَخَذَ الْاَلْوَا حِ (تو ان تختیوں کو اٹھالیا) جن کو جلدی سے ڈال دیا تھا۔ وَفِیْ نُسْخٰتِهَا (اور ان کے مضامین میں) نُسْخٰہِیہ فعلہ کا وزن ہے خطبہ کی طرح بمعنی مفعول ہے۔ اس کی کتابت میں هُدًی وَّرَحْمَةً لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ (ان لوگوں کیلئے جو اپنے رب سے ڈرتے تھے ہدایت اور رحمت تھی)

مَخْرُوْجٌ: لام مفعول پر داخل کر دیا کیونکہ وہ مقدم ہے اور فعل کا عمل اس میں کمزور پڑ گیا تو ازالہ کے لیے لام لائے۔

وَاخْتَارَ مُوسٰى قَوْمَهُ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيقَاتِنَا فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ

اور موسیٰ نے اپنی قوم میں سے ستر مرد ہمارے وقت معین کے لئے جن لئے۔ پھر جب ان کو زلزلہ نے پکڑ لیا تو موسیٰ نے کہا اے میرے رب

لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُم مِّن قَبْلُ وَإِيَّايَ أَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا إِنَّ هِيَ إِلَّا

اگر آپ چاہتے تو اس سے پہلے ہی ان کو اور مجھے ہلاک فرما دیتے۔ کیا آپ ہمارے چند بیوقوفوں کی حرکت کے سبب ہمیں ہلاک فرماتے ہیں۔ یہ محض آپ کی

فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَن تَشَاءُ وَتَهْدِي مَن تَشَاءُ أَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا

طرف سے آزمائش ہے آپ اس کے ذریعہ جس کو چاہیں گمراہی میں ڈالیں اور جس کو چاہیں ہدایت پر رکھیں۔ تو ہی ہمارا والی ہے۔ لہذا ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما

وَأَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ ۝۵۵ وَكَتَبْنَا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا

اور بخشش دینے والوں میں تو سب سے بہتر ہے اور لکھ دیجئے ہمارے لئے اس دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی بیشک ہم نے

هُدًى نَّالِيكَ قَالَ عَذَابِيْ أُصِيبُ بِهِ مَن أَشَاءُ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ

تیری طرف رجوع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا عذاب ہے میں اسے پہنچاتا ہوں جسے چاہوں اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے۔

فَسَاكِبْهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُوْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۵۶

سو میں اس کو ان لوگوں کے لئے لکھ دوں گا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو ہماری آیات پر یقین رکھتے ہیں۔

بنی اسرائیل کے منتخب افراد کا بے تکا سوال:

آیت ۱۵۵: وَاخْتَارَ مُوسٰى قَوْمَهُ (اور موسیٰ نے اپنی قوم میں سے منتخب کئے) اپنی قوم میں سے۔

مُخَوِّضًا: اس میں حرف جار کو حذف کر دیا گیا اور فعل کو ساتھ ملا دیا۔ سَبْعِيْنَ رَجُلًا (ستر آدمی) کہا گیا ہے کہ بارہ قبیلوں میں سے ہر قبیلہ کے چھ آدمی کل تعداد بہتر ہو گئی۔ پھر فرمایا تم میں سے دو پیچھے رہیں۔ کالب و یوشع بیٹھ گئے۔ لِّمِيقَاتِنَا (ہمارے وقت مقررہ کیلئے) تاکہ وہ عبادت عجل کے سلسلہ میں معذرت پیش کریں۔ فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ (پس جب ان کو زلزلہ نے آ پکڑا) زلزلہ شدیدہ نے۔

عرض موسوی:

قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُم مِّن قَبْلُ (تو موسیٰ نے عرض کیا اے میرے رب اگر تو چاہتا تو اس سے پہلے ہی ان کو ہلاک کر دیتا) جو ان کی طرف سے پھڑے کی عبادت والا معاملہ پیش آیا۔ وَإِيَّايَ (اور مجھ کو بھی) میرے قبلی کو قتل کرنے کی وجہ سے

اَتَهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا (کیا تو ہم میں سے چند بے وقوفوں کی حرکت پر سب کو ہلاک کر دے گا) کیا آپ ہمیں اس بات کی سزا میں ہلاک کرتے ہیں۔ جو ہم میں سے جاہلوں نے کہا ہے اور وہ چھڑے کی پوجا کرنے والے ہیں۔ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ (یہ واقعہ تو صرف تیری طرف سے محض ایک امتحان ہے) یہ آپ کی آزمائش ہے یہ اس قول کی طرف لوٹتا ہے۔ فَاِنَّا قَدْ فِتْنَا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ (ط: ۸۵) پس موسیٰ نے کہا کہ نمبر ۱۔ یہ آزمائش وہی ہے جس کی آپ نے مجھے خبر دی۔ نمبر ۲۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش ہے۔ جس سے وہ اپنے بندوں کو جس طرح چاہتا ہے آزماتا ہے۔ جیسے و نبلوہم بالشر والخییر فتنۃ (الانبیاء: ۳۵) تُصِلُّ بِهَا (جس کے ذریعے تو گمراہی میں ڈال دیتا ہے) ابتلاء کے ساتھ مَنْ تَشَاءُ (جس کو تو چاہتا ہے) جن کے متعلق تو جانتا ہے کہ انہوں نے گمراہی کا چناؤ کر لیا۔ وَ تَهْدِي (اور سیدھی راہ پر چلاتا ہے) اس ابتلاء کے ساتھ مَنْ تَشَاءُ (جس کو تو چاہتا ہے) جن کے متعلق تو جانتا ہے کہ وہ ہدایت کو اختیار کریں گے۔ اَنْتَ وَلِيْنَا (تو ہمارا کارساز ہے) جو ہمارے کاموں کا متولی ہے۔ فَاَغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ (پس تو ہم پر مغفرت اور رحمت فرما اور آپ سب معاف کرنے والوں سے زیادہ معاف کرنے والے ہیں)

دوسری دُعا:

آیت ۱۵۶: وَ اَكْتُبْ لَنَا (اور ہمارے نام لکھ دے) تو قائم فرما اور قسمت میں کر دے۔ فِیْ هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً (اس دنیا میں نیک حالت) عافیت، حیات طیبہ، اطاعت کی توفیق وَ فِی الْاٰخِرَةِ (اور آخرت میں بھی) جنت اِنَّا هُدْنَا اِلَيْكَ (بے شک ہم آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں) تیری طرف توبہ و رجوع کیا۔ ہاد یہود الیہ کا معنی لوٹنا توبہ کرنا الہود جمع ہا نہ تائب کو کہتے ہیں۔

جوابِ باری تعالیٰ:

قَالَ عَذَابِيْ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اپنا عذاب تو) اس کا معاملہ یہ ہے کہ میں اُصِيبُ بِہِ مِنْ اَشْأَاءِ (اسی کو دیتا ہوں جس کو چاہتا ہوں) یعنی میں جس کو معاف نہیں کرتا وَ رَحْمَتِيْ وَ سِعَتْ كُلُّ شَيْءٍ (اور میری رحمت تمام اشیاء کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے) یعنی میری رحمت کا حال یہ ہے کہ وہ ہر چیز کو اپنی وسعت میں لے لیتی ہے۔ دنیا میں کوئی مسلمان اور کافر ایسا نہیں جس پر میری رحمت کا چھینٹا نہ پڑ رہا ہو۔ فَسَا كُتِبَہَا (سو میں اس کو ان لوگوں کے لئے لکھ دوں گا) یعنی اس رحمت کو لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ (جو کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں) شرک سے بچنے والی امت محمدیہ ﷺ سے وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوٰةَ (اور وہ زکوٰۃ دیتے ہیں) فرض زکوٰۃ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا (اور وہ جو کہ ہماری آیات پر) ہماری تمام کتابوں پر یُؤْمِنُوْنَ (ایمان لاتے ہیں) ان میں سے کسی چیز کا انکار نہیں کرتے۔

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ

جو لوگ رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جنہیں وہ اپنے پاس توریت و انجیل میں

فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ

لکھا ہوا پاتے ہیں وہ انہیں اچھے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں اور ان کے لئے

لَهُمُ الطَّيِّبَاتُ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ

پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور خبیث چیزوں کو ان پر حرام قرار دیتے ہیں اور ان پر سے ان کے بوجہ دور کرتے ہیں اور طوق ہٹاتے

الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ

ہیں جو ان پر تھے۔ سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور ان کی تکریم کی اور ان کی مدد کی اور اس نور کا اتباع کیا جو ان

الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ ۖ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٥٧﴾

کے ساتھ اتارا گیا یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

روئے سخن امت محمدیہ کی طرف اور رسالت مآب ﷺ کی تعریف:

آیت ۱۵۷: الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ (جو لوگ کہ ایسے رسول کی اتباع کرتے ہیں) وہ جو ہم اسکی طرف وحی کرینگے اس کتاب کی صورت میں جو اس کے ساتھ خاص ہوگی اور وہ قرآن ہے۔ النَّبِيُّ (جونبی) معجزات والے الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ (جن کو یہ لوگ پاتے ہیں) اسکی تعریف وہ لوگ پائیں گے جو بنی اسرائیل میں سے انکی اتباع کریں گے۔ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ (لکھا ہوا اپنے پاس توریت اور انجیل میں وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں) شرکاء سے علیحدگی اور بندوں سے انصاف کا وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ (اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں) عبادت اصنام اور قطع ارحام و يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ (اور وہ پاکیزہ چیزوں کو ان کیلئے حلال بتاتے ہیں) جو پاکیزہ چیزیں ان پر حرام کی گئیں۔ مثلاً چربی وغیرہ۔ یا جو شریعت کے اعتبار سے اچھی ہیں۔ جن پر بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے اور جس میں حرام کی کمائی شامل نہیں۔ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ (اور گندی چیزوں کو ان پر حرام قرار دیتے ہیں) جو ان میں سے خبیث ہیں۔ جیسے خون، مردار، لحم خنزیر غیر اللہ کی نیازات یا جو حکم کے لحاظ سے خبیث ہیں مثلاً سود، رشوت وغیرہ برے کمائی کے ذرائع وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ (اور ان پر سے ان کے بوجہ دور کرتے ہیں) اِصْرُ اس بوجہ کو کہتے ہیں جو اٹھانے والوں کو بوجہ کی وجہ سے حرکت سے روک دے۔ مراد اس سے شدید تکالیف جو ان پر ڈالی گئیں مثلاً توبہ کے لیے قتل نفس خطا کرنے والے اعضاء کو کاٹ ڈالنا۔ قراءت: اِصْرُہم شامی نے پڑھا ہے۔

وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ (اور وہ طوق جو ان پر تھے) وہ مشکل احکام مثلاً قصاص میں قتل خواہ قتل عمد ہو یا خطا دیت جائز نہ تھی۔ کپڑے اور چمڑے میں سے نجاست والی جگہ کو کاٹنا۔ غنائم کا جلا دینا۔ گھروں کے دروازوں پر گناہوں کا ظاہر ہو جانا۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ

آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو! بلاشبہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ جس کے لئے بادشاہت ہے آسمانوں کی

وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ

اور زمین کی۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے۔ سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر جو نبی

الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿۵۸﴾

امی ہے۔ جو ایمان لاتا ہے اللہ پر اور اس کے کلمات پر اور اس کا اتباع کرو تا کہ تم ہدایت پا جاؤ۔

ان احکام کو غل (طوق) سے تشبیہ دی کیونکہ وہ اسی طرح لازم تھے۔ جیسے طوق۔ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ (پس جو لوگ ایمان لاتے ہیں اس نبی پر) حضرت محمد ﷺ پر وَعَزَّرُوهُ (اور ان کی حمایت کرتے ہیں) اور ان کی تعظیم کی نمبر ۲ دشمن سے انکا دفاع کیا۔

یہاں تک کہ دشمن کو ان پر قوت نہ ہو سکے۔ العذر کی اصل روکنا ہے اور تعزیر اسی سے ہے۔ کیونکہ یہ بھی برائی اسی طرح روکتی ہے جس طرح حد روکتی ہے۔ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ (اور انکی مدد کرتے ہیں اور اس نور کی پیروی کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے) یعنی نور سے قرآن مراد ہے۔ مع کا تعلق اتباع سے ہے یعنی واتبعوا القرآن المنزل مع اتباع النبی والعمل بسنتہ انہوں نے قرآن منزل کی اتباع نبی اکرم ﷺ کی اتباع اور آپ کی سنت پر عمل کے ساتھ ساتھ کی۔ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (ایسے لوگ ہی پوری فلاح پانے والے ہیں) ہر خیر کو پانے والے اور ہر شر سے نجات پانے والے ہیں۔

آیت ۵۸: قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا (کہہ دیں اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں) تمام رسول اپنی اقوام خاص کی طرف مبعوث ہوئے اور حضرت محمد ﷺ تمام جن وانس کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔

مخبر: یہ الیکم سے حال ہے۔ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے) اعنی مفسر کی وجہ سے یہ محل نصب میں ہے اور یہ نصب مدح کہلاتا ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں)

مخبر: یہ الذی کا صلہ له ملک السموات سے بدل ہے اور اسی طرح یحی و یمیت بدل ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ یہ ماقبل جملہ کا بیان ہے کیونکہ جو ذات تمام عالم کی بادشاہ ہے۔ وہی حقیقی الہ ہے۔ یُحْيِي وَيُمِيتُ (وہ زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے) میں الوہیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے خاص ہونے کی وضاحت کی۔ کہ زندگی اور موت اسی کے اختیار میں ہے۔ جب احیاء و اماتت پر اور کسی کو قدرت نہیں تو الوہیت بھی اور کسی کے لائق نہیں۔ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَتِهِ (پس تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر جو نبی امی ہے جو کہ اللہ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہوں) کلمات سے مراد کتب منزلہ ہیں۔ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (اور ان کا اتباع کرو تا کہ تم راہ پر آ جاؤ)

سوال: یہاں انی رسول اللہ الیکم کے بعد اس طرح نہیں فرمایا: فامنوا باللہ و بی کہ اللہ تعالیٰ اور مجھ پر ایمان لاؤ۔

جواب: تاکہ جو صفات آپ کی بیان کی گئیں وہ آپ پر جاری کی جائیں۔ اور التفات میں بلاغت کلام ملحوظ ہے۔ تاکہ یہ بھی ظاہر ہو جائے کہ جس پر ایمان لانا واجب ہے وہ یہ شخص ہے جو نبی الامی الذی یومن باللہ و کلماتہ سے متصف ہوا جو بھی ہو میں یا میرے علاوہ۔ دیگر اس میں منصف مزاج کے لیے انصاف کی دعوت دی گئی اور عصبیت سے الگ کر کے اپنی ذات کو پیش کیا گیا۔

وَمِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ﴿۵۹﴾ وَقَطَّعْنَهُمْ

اور موسیٰ کی قوم میں ایک ایسی جماعت ہے جو حق کی ہدایت دیتے ہیں اور اسی کے موافق انصاف کرتے ہیں اور ہم نے ان کو

اثنی عشر آسباطاً أمماً وأوحینا الی موسیٰ إذا استسقیه قومه

بارہ خاندانوں میں تقسیم کر کے الگ الگ جماعتیں بنا دیں اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی جب ان کی قوم نے پانی مانگا

ان اضرب بعصاك الحجر فانبجست منه اثنتا عشرة عیناً قد علم

کہ اپنی لاٹھی کو پتھر میں مارو سو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ ہر قبیلہ نے

کل اناس مشربهم وظللنا علیهم الغمام وانزلنا علیهم المن

اپنے پانی پینے کی جگہ جان لی اور ہم نے ان پر بادلوں کا سایہ کیا اور ان پر من اور سلوی

والسلوی کلوامن طیب ما رزقناکم وما ظلمونا ولكن كانوا انفسهم

اتارا کھاؤ، پاکیزہ چیزیں اس رزق میں سے جو ہم نے تمہیں دیا اور انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا لیکن اپنی جانوں پر ظلم

یظلمون ﴿۶۰﴾ واذ قیل لہم اسکنوا هذه القرية وکلوامنھا حیث

کرتے ہیں اور جب ان سے کہا گیا کہ سکونت کرو اس بستی میں اور کھاؤ اس میں سے جہاں سے

شدتم وقولوا حطة وادخلوا الباب سجداً انغفر لکم خطیئتکم سنزید

چاہو اور کہو کہ ہمارے گناہ معاف ہوں اور دروازہ میں جھکے ہوئے داخل ہو جاؤ۔ ہم بخش دیں گے تمہاری خطاؤں کو ہم غنقریب اچھے کام

المحسنین ﴿۶۱﴾ فبدل الذین ظلموا منهم قولاً غیر الذی قیل

کرنے والوں کو اور زیادہ دیں گے۔ سو ان میں سے جنہوں نے ظلم کیا اس قول کو بدل دیا اس قول کے علاوہ جو ان سے کہا

لہم فارسلنا علیہم رجلاً من السماء بما كانوا یظلمون ﴿۶۲﴾

گیا۔ سو ہم نے ان پر عذاب بھیج دیا اس سبب سے کہ وہ ظلم کرتے تھے۔

بنی اسرائیل میں حق پرست طبقہ:

آیت ۱۵۹: وَمِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ (اور موسیٰ کی قوم میں سے ایک جماعت ایسی بھی ہے جو حق کے موافق ہدایت کرتے ہیں) وہ لوگوں کی راہنمائی کرنے والے ہیں اس حال میں کہ وہ حق پرست ہیں۔ نمبر ۲۔ اس حق کے سبب جس پر وہ

قائم ہیں۔ دوسروں کو حق کی طرف راہنمائی کرنے والے ہیں۔ وَبِهِ يَعْدِلُونَ (اور اسی کے موافق انصاف بھی کرتے ہیں) حق کے ساتھ اپنے مابین حکم میں عدل و انصاف کرتے ہیں۔ اور ظلم نہیں کرتے بعض نے کہا یہ ایک قوم ہے جو چین سے آگے رہتی ہے۔ جولیۃ المعراج میں مسلمان ہوئے۔ (مگر یہ روایت خود پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی) نمبر ۲۔ یہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور اسکے ساتھی ہیں۔

بنی اسرائیل کے بارہ قبائل اور اُن پر انعامات:

آیت ۱۶۰: وَقَطَّعْنَهُمْ (ہم نے ان کو ٹکڑوں میں بانٹ دیا) یعنی گروہوں میں اور ایک دوسرے سے ممتاز کر دیا۔ اِثْنَتِي عَشْرَةَ اَسْبَاطًا (بارہ خاندانوں میں) جیسا کہتے ہیں اِثْنَتِي عَشْرَةَ قَبِيلَةً۔ الاسباط بیٹے کی اولاد جمع سبط۔ یہ یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کی اولاد میں بارہ قبائل تھے۔

مخبر: عشرہ تک کے علاوہ کی تمیز مفرد آتی ہے اور یہاں اسباط جمع ہے مگر یہاں مراد اثنتی عشرہ قبیلہ ہے اور ہر قبیلہ سبط ہے نہ کہ اسباط پس یہاں قبیلہ کی جگہ اسباط کہہ دیا۔ معنی کا لحاظ کرتے ہوئے۔ اُمَمًا (جماعتوں کی صورت میں) یہ اثنتی عشرہ سے بدل ہے یعنی قطعنا ہم اُمَمًا ہم نے ان کو جماعتوں میں بانٹ دیا کیونکہ ہر اسباط ایک عظیم امت تھی اور ہر ایک کا قصد کیا جاتا تھا۔ برخلاف اس کے کہ دوسری اس کی اقتداء اور قصد کرے۔ وَ اَوْحَيْنَا اِلٰی مُوسٰی اِذَا سَتَسْقُہٗ قَوْمُہٗ اَنْ اَضْرِبَ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ (اور موسیٰ کو ہم نے حکم دیا جب ان کی قوم نے ان سے پانی مانگا کہ اپنے اس عصا کو فلاں پتھر پر مارو) پس انہوں نے مارا۔ فَانْبَجَسَتْ (پس پھوٹ نکلے) پس اس سے پھوٹ نکلے۔ مِنْہٗ اِثْنَتَا عَشْرَةَ عِیْنًا (اس سے بارہ چشمے) قَدْ عَلِمَ کُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرِیْبُهُمْ (ہر شخص نے اپنے پانی پینے کا مقام جان لیا) اناس جمع مکسر نہیں بلکہ اسم جمع ہے۔ وَ ظَلَّلْنَا عَلَیْہِمْ الْغَمَامَ (اور ہم نے ان پر بادلوں کا سایہ کیا) تہ میں ان پر بادلوں کا سایہ کر دیا۔ وَ اَنْزَلْنَا عَلَیْہِمْ الْمَنَّٰ وَ السَّلْوٰی (اور ان کو ترنجبین اور بئیریں پہنچائیں) اور ہم نے ان کو کہا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ وَ مَا ظَلَمُوْنَا (تم کھاؤ نفیس چیزوں سے جو کہ ہم نے تم کو دی ہیں اور انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا) ان کے ظلم کا ضرر و نقصان جو ان کے کفران نعمت کے باعث پہنچنے والا تھا۔ وہ ہم پر اثر انداز نہ تھا۔ وَلٰکِنْ کَانُوْۤا اَنْفُسَہُمْ یَظْلِمُوْنَ (اور لیکن اپنا ہی نقصان کرتے تھے) لیکن وہ اپنے نفوس کو خود نقصان پہنچانے والے تھے۔ اور ان کے ظلم کا وبال انہی کو ملنے والا تھا۔

بیت المقدس میں داخلے کا حکم:

آیت ۱۶۱: وَ اِذْ قِيلَ لَهُمْ اَسْكُنُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ (اور جب ان کو حکم دیا گیا کہ تم اس آبادی میں جا کر رہو) اِذْ كُرُوا اِذْ قِيلَ لَهُمْ اس وقت کو یاد کرو جب ان سے کہا گیا اَسْكُنُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ بیت المقدس میں وَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُولُوا حِطَّةٌ وَ اَدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيئَتَكُمْ (اور کھاؤ اس سے جس جگہ تم رغبت کرو اور زبان سے یہ کہتے جانا توبہ ہے توبہ اور

جھکے جھکے دروازے میں داخل ہونا ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے)

قرأت: مدنی اور شامی نے تغفر لکم پڑھا خطیئاتکم مدنی اور خطایا کم ابو عمرو نے خطیئتکم شامی نے پڑھا ہے۔

سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ (اور نیک کام کرنے والوں کو مزید عنایت کریں گے)

ظالموں نے الٹ بات بنائی:

آیت ۱۶۲: فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْجًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ (پس بدل ڈالا ان ظالموں نے ایک اور کلمہ جو خلاف تھا اس کلمہ کے جس کا ان کو حکم دیا گیا تھا اس پر ہم نے ایک آفت آسمان سے ان پر بھیجی اس وجہ سے کہ وہ حکم کو ضائع کرتے تھے) اس میں اور دوسری آیات میں کوئی تناقض نہیں۔ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا جِوْا سِی سورت میں ہے۔ اور اس قول میں جو سورة البقرہ میں ہے۔ اَدْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا (البقرہ: ۵۸) کیونکہ داخلہ اور سکونت پائی گئی۔ حِطَّة کو دروازہ میں داخلہ سے پہلے کہا ہو۔ یا بعد میں کہا ہو مقصد یہ ہے کہ وہ دونوں باتوں کو جمع کرنے والے تھے۔ اور پچھلی دونوں آیات میں وعدہ کا ذکر چھوڑ دینا اس کے دوسری آیات میں ذکر کر دینے کے مخالف نہیں۔ اور اس ارشاد الہی میں: نَغْفِرْ لَّكُمْ خَطَايَا كَمِ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ میں دو چیزوں کا وعدہ ہے۔ نمبرا۔ غفران۔ اضافہ اور واؤ کا چھوڑ دینا اس میں مخل نہیں۔ کیونکہ یہ جملہ متانفہ ہے جو کسی سائل کے اس قول پر مرتب ہوتا ہے۔ کہ ماذا بعد الغفران؟ مغفرت کے بعد کیا ہوگا۔ تو جواب دیا۔ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ کہ ہم مخلصین کو اور زیادہ دیں گے۔ اس طرح منہم کا اضافہ اور ارسلا اور انزلنا اور یظلمون اور یفسقون کے الفاظ کا تبادلہ تناقض کو ظاہر نہیں کرتا بلکہ یہ الفاظ قریب المعنی ہیں۔

وَسَأَلَهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ اِذْ يَعْدُونَ فِي

اور آپ اس بستی کے بارے میں ان سے پوچھ لیں جو دریا کے قریب آباد تھی جبکہ وہ لوگ سنیچر کے دن میں

السَّبْتِ اِذْ تَأْتِيهِمْ حَيَاتُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ

زیادتی کرتے تھے۔ جبکہ ان کے پاس ان کی مچھلیاں سنیچر کے دن اوپر کو ظاہر ہو کر آتی تھیں اور جس دن سنیچر کا دن نہ ہوتا

لَا تَأْتِيهِمْ كَذَلِكَ نَبْلُوهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝۱۶۳ وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ

اس دن ان کے پاس نہ آتی تھیں۔ اسی طرح ہم انہیں آزماتے تھے اس سبب سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا

مِنْهُمْ لَمْ تَعْظُونَنَا لَمَّا مَنَّ اللَّهُ مُهْلِکُهُمْ اَوْ مَعْدِبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا قَالُوا

کہ ایسی قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک فرمانے والا ہے یا انہیں عذاب دینے والا ہے سخت عذاب انہوں نے کہا

مَعْدِرَةٌ اِلَى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّكُمْ يَتَّقُونَ ۝۱۶۴ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ

کہ تمہارے رب کے حضور معذرت پیش کرنے کے لئے اور اس لئے کہ شاید یہ لوگ گناہ سے بچ جائیں۔ سو جب وہ لوگ بھول گئے اس بات کو جس کے ذریعہ ان کو نصیحت

عَنِ السُّوءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَیْسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝۱۶۵

کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو بچا لیا جو برائی سے منع کرتے تھے اور ان لوگوں کو پکڑ لیا جنہوں نے ظلم کیا اس سبب سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے

فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِیْنَ ۝۱۶۶ وَاِذْ تَاَذَنَ

پھر جب اس کام کے بارے میں وہ حد سے نکل گئے جس سے منع کئے گئے تھے تو ہم نے ان سے کہا کہ تم ہو جاؤ بندر ذلیل اور آپ کے رب نے یہ بات

رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَنْ يُّسُوْمُهُمْ سُوءَ الْعَذَابِ اِنَّ

بتا دی کہ وہ قیامت کے دن تک ضرور ان پر ایسے اشخاص کو بھیجتا رہے گا جو انہیں برا عذاب چکھائیں گے بے شک

رَبُّكَ لَسَرِیْعُ الْعِقَابِ ۝۱۶۷ وَاِنَّهُ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۱۶۸

تیرا رب جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

بنی اسرائیل کا شکاری گروہ اور ان کی حرکات:

آیت ۱۶۳: وَسَأَلَهُمْ (اور آپ ان سے حال پوچھیں) ان یہود سے سوال کریں عَنِ الْقَرْيَةِ (اس بستی والوں کا) نمبر ۱۔ ایلہ، نمبر ۲۔ مدین۔ ان کے کفر و ناشکری کو مقدم کر کے یہ سوال درحقیقت ان کے کان کھولنے کے لئے ہے۔ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةً

الْبَحْرِ (جو سمندر کے قریب آباد تھے) سمندر کے قریب اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ (جبکہ وہ ہفتہ کے بارے میں حد سے نکل رہے تھے) جبکہ وہاں وہ اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرنے والے تھے۔ اور وہ ہفتہ کے دن مچھلیوں کا شکار تھا۔

نَحْمٌ: اذِیْعِدُوْنَ یہ قریہ سے بدل ہونے کی وجہ سے محل جرم میں ہے۔ یہاں قریہ سے اہل قریہ مراد ہیں۔ گویا اس طرح فرمایا وَاَسْلَمَهُمْ عَنْ اَهْلِ الْقَرْيَةِ وَقْتَ عَدْوَانِهِمْ فِي السَّبْتِ یہ بدل اشتمال ہے۔ اِذْ تَأْتِيهِمْ (جبکہ ان کے سامنے آتیں تھیں) نمبر ۱۔ یہ یعدون کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر ۲۔ دوسرا بدل ہے۔ حِثَّانُهُمْ (ان کی مچھلیاں) جمع حوت واو کے ماقبل کسرہ ہونے کی وجہ سے یا سے بدل ہے۔ یَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرْعًا (ان کے ہفتہ کے دن ظاہر ہو کر) اس حال میں کہ وہ پانی کی سطح پر ظاہر ہونے والی تھیں۔ شُرْعًا جمع شارع یہ حِثَّانُهُمْ سے بدل دیا۔ السبت یہ مصدر ہے۔ سبت الیہود کہا جاتا ہے جبکہ مچھلی کا شکار ہفتہ والا دن چھوڑ کر اس کی تعظیم کریں۔ اور عبادت میں مشغول رہیں اور مطلب یہ ہے جبکہ وہ اس دن کی تعظیم کے معاملہ میں حد سے گزر رہے تھے اور اسی طرح یوم سبتہم کا معنی ہفتہ کے معاملہ میں ان کی تعظیم کا دن اور اس پر دلالت یہ آیت کر رہی ہے۔ وَیَوْمَ لَا یَسْبِتُوْنَ لَا تَأْتِيهِمْ (اور جب ہفتہ کا دن نہ ہوتا تو ان کے سامنے نہ آتی تھیں) ہے یہاں یوم لا تاتئہم کا ظرف ہے کَذٰلِكَ نَبْلُوْهُمْ بِمَا کَانُوْا یَفْسُقُوْنَ (اسی طرح ہم ان کی آزمائش کرتے تھے اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے) ان کے فسق کے سبب ہم نے ان کو اس سخت آزمائش میں ڈالا۔

ثابت قدم لوگوں کی فہمائش:

آیت ۱۶۴: وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ (اور جبکہ ان کی ایک جماعت نے اس طرح کہا) اس کا اذِیْعِدُوْنَ پر عطف ہے اور جواراب اس کا ہے وہی اس کا ہے۔ صلحائے قریہ کی وہ جماعت جو ان کو نصیحت کر کے مایوسی کی حد تک پہنچ چکی تھی۔ اور ان کی طرف سے بہت تکالیف اور مشکلات بھی اٹھا چکی تھی دوسری جماعت کو کہنے لگی جو کسی صورت نصیحت سے علیحدگی اختیار کرنے کو تیار نہ تھی۔ لَمْ تَعْظُوْنَ قَوْمًا اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا (کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کیے جاتے ہو جن کو اللہ تعالیٰ بالکل ہلاک کرنے والے ہیں یا ان کو سخت سزا دینے والے ہیں) انہوں نے یہ بات اس لئے نہیں کہی کہ وہ جانتے تھے کہ ان لوگوں کو وعظ فائدہ نہ دے گا۔ قَالُوْا مَعْذِرَةٌ اِلٰی رَبِّکُمْ (انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے رب کے سامنے عذر کرنے کیلئے) یعنی ہماری نصیحت تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معذرت کے لئے ہے تاکہ نبی عن المنکر میں ہماری نسبت تفریط کی طرف نہ کی جائے۔ معذرة کو حفص نے نصب کے ساتھ مفعول لہ ہونے کی بناء پر پڑھا ہے۔ یعنی وعظناہم لمعذرة وَلَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ (اور اس لئے کہ شاید یہ ڈر جائیں) اس طمع میں کہ شاید وہ بچ جائیں۔

ترک نصیحت پر عذاب:

آیت ۱۶۵: فَلَمَّا نَبَسُوا (سوجب وہ بھول گئے) یعنی جب اہل قریہ نے چھوڑ دیا مَاذُکُمْ وَاِبٰہ (اس بات کو جس کے ذریعے ان کو نصیحت کی گئی تھی) جو صالحین نے ان کو نصیحت کی تھی۔ جیسا کہ بھولنے والا بھلائی ہوئی چیز کو چھوڑتا ہے۔ اَنْجَبِنَا الَّذِیْنَ یَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْءِ (نجات دی ہم نے ان لوگوں کو جو برائی سے روکتے تھے) سخت عذاب سے وَاَخَذْنَا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا (تو ہم

نے پکڑ لیا ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا (منکر کا ارتکاب کرنے والے اور وہ لوگ جو لم تعظون کہنے والے تھے وہ بھی نجات پانے والے تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دو جماعتیں عذاب سے بچ سکیں اور ایک گروہ ہلاک ہوا جنہوں نے مچھلیوں کا شکار کیا تھا۔ بعد ازاں بیس سخت۔ کہا جاتا ہے کہ ہوس بیوس باس جبکہ وہ زیادہ سخت ہو جائے تو بیس کہلاتا ہے۔
 قراءت: شامی نے بیس پڑھا مدنی نے بیس پڑھا۔ بیس فیعل کے وزن پر۔ ابو بکر نے حماد کے علاوہ پڑھا: بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ۔ (کیونکہ وہ حکم عدولی کرتے تھے)

حد توڑنے پر سزائے مسخ:

آیت ۱۶۶: فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَا نُهُوا عَنْهُ (جب وہ اس کام میں حد سے نکل گئے جس سے ان کو روکا گیا تھا) اسکو چھوڑنے سے جو ممنوع تھی۔ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ (تو ہم نے ان کو کہہ دیا کہ ذلیل بندر ہو جاؤ) یعنی ہم نے ان کو ذلیل بندر بنا دیا۔ اس حال میں کہ وہ ذلیل اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہونے والے تھے۔ فلما عتوا یہ فلما نسوا کی تکریر ہے۔ اور عذاب بیس مسخ کا عذاب تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ نوجوان بدر بن گ اور بوٹوں کی کھنڈیں لایا گیا تھا۔ وہ اپنے اقارب کو پہچانتے تھے اور روتے تھے۔ مگر کلام نہ کر سکتے تھے۔ جمہور کا مسلک یہی ہے کہ وہ تین دن بعد مر گئے بعض نے کہا کہ وہ باقی رہے اور ان کی نسل چلی۔

سزایافتہ یہود:

آیت ۱۶۷: وَادْتَأَذَنَ رَبُّكَ (اور وہ وقت یاد کرنا چاہئے جب آپ کے رب نے یہ بات بتلا دی) جب تمہارے رب نے اعلان کر دیا۔ اس کو فعل قسم کی جگہ لایا گیا اس لیے جواب میں قسم والا معاملہ کیا گیا۔ کہ لام تاکید اور نون ثقیلہ لائے۔ لَيُبَعَثَنَّ عَلَيْهِمْ (وہ ضرور ان پر مسلط کرتا رہے گا) یعنی اس نے اپنے ذمہ لے لیا کہ وہ یہود پر ضرور دوسروں کو مسلط کریں گے۔ اِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَنْ يَسُومُهُمْ (جوان کو قیامت کے دن تک تکلیف دیتا رہے گا) جو ان پر ذمہ دار ہو۔ سُوءَ الْعَذَابِ (سخت سزا کی) وہ مجوس کو جزیہ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ آپ نے بھی ان پر جزیہ مقرر فرمایا۔ اور آخری زمانے تک لگایا جائے گا۔ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ (بیشک آپ کا رب جلدی ہی سزا دے دیتا ہے) کفار کو وَ اِنَّكَ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ (اور بلاشبہ وہ بڑی مغفرت اور بڑی رحمت والا ہے) ایمان والوں کیلئے۔

وَقَطَّعْنَهُمْ فِي الْأَرْضِ أُمَمًا مِّنْهُمْ الصَّالِحُونَ وَمِنْهُمْ دُونَ ذَلِكَ وَبَلَوْنَهُمْ

اور ہم نے زمین میں ان کی متفرق جماعتیں کر دیں۔ ان میں نیک لوگ تھے اور ان میں دوسری طرح کے بھی تھے اور ہم نے ان کو خوشحالیوں اور بدحالیوں

بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿١٦٨﴾ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتَابَ

کے ذریعہ آزمایا تاکہ باز آ جائیں پھر ان کے بعد ایسے ناخلف آ گئے جو کتاب کے وارث بنے

يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَذَا الْأَدْنَىٰ وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا وَإِنْ يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُ

جو اس گھٹیا چیز کے سامان کو لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ غفریب ہماری مغفرت کر دی جائے گی اور اگر ان کے پاس اسی جیسا اور سامان آ جائے

يَأْخُذُوهُ ۖ أَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيثَاقُ الْكِتَابِ أَنَّ لَا يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ

تو اسے لے لیتے ہیں کیا ان سے کتاب کا یہ عہد نہیں لیا گیا کہ اللہ کی طرف حق کے سوا کسی بات کی نسبت نہ کرو

وَدَرَسُوا مَا فِيهِ ۚ وَالْدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ ۖ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿١٦٩﴾ وَالَّذِينَ

اور انہوں نے اس کو پڑھ لیا جو کتاب میں ہے اور آخرت کا گھر ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو ڈرتے ہیں کیا تم سمجھ نہیں رکھتے؟ اور جو لوگ

يُمْسِكُونَ بِالْكِتَابِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ ۖ إِنَّا لَا نَضِيعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ ﴿١٧٠﴾ وَاذْنَبْنَا

مضبوطی سے کتاب کو پکڑتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں بیشک اصلاح کرنے والوں کا ثواب اللہ ضائع نہیں فرماتا اور جب ہم نے

الْجِبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ وَظَنُّوا أَنَّهُ وَاقِعٌ بِهِمْ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ

ان پر اکھاڑ دیا پہاڑ گویا کہ وہ سائبان ہے اور انہوں نے یقین کر لیا کہ وہ ان پر گرنے والا ہے جو ہم نے تمہیں دیا مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو

وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٧١﴾

اور اس میں جو کچھ ہے یاد کرو تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

زمین میں منتشر کر دیا:

آیت ۱۶۸: وَقَطَّعْنَهُمْ فِي الْأَرْضِ أُمَمًا (اور ہم نے متفرق کر دیں زمین میں ان کی جماعتیں) ہم نے ان کو زمین میں متفرق

کر دیا۔ کوئی ملک اس فرقہ سے خالی نہیں۔ مِنْهُمْ الصَّالِحُونَ (بعضے ان میں سے نیک تھے) نمبر ۱۔ وہ جو ان میں سے مدینہ میں

ایمان لائے۔ نمبر ۲۔ جو چین کے پیچھے ہیں وَمِنْهُمْ دُونَ ذَلِكَ (بعضے ان میں اور طرح کے تھے) ان میں کچھ لوگ جو اس وصف

سے خالی ہیں وہ فاسق ہیں۔

نَحْوُ: دون ذلک محل رفع میں ہے یہ موصوف محذوف کی صفت ہے۔ یعنی ان میں سے ایک گروہ بھلائی سے گرا ہوا ہے۔
تقدیر عبارت منهم ناس دون ذلک منحطون عن الصلاح وَبَلَّوْنَهُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ (اور ہم ان کو آزماتے رہے خوشحالیوں اور بدحالیوں سے) وہ متنبہ ہوئے پس ان کو ثواب دیا جائے گا۔ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (شاید کہ وہ باز آجائیں)
نالائقوں کی آمد:

آیت ۱۶۹: فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ (پھر ان کے بعد جانشین ہوئے) ان مذکورین کے بعد خَلَفَ (نالائق لوگ) یہ وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تھے۔ خَلَفَ نالائق اور خَلَفَ لام کے فتح کے ساتھ لائق جانشین کو کہتے ہیں۔ وَرِثُوا الْكِتَابَ (جنہوں نے ان سے کتاب کو حاصل کیا) تورات اور اس کے اوامرو نواہی کی اطلاع پائی اور حلال و حرام کو جانا مگر اس پر عمل نہ کیا۔
يَا خُذُوْنَ عَرَضَ هَذَا الْاَدْنٰى (یہ لوگ دنیا کے حقیر مال کو لے لیتے ہیں) یہ ورثوا کی ضمیر سے حال ہے۔ العرض۔ سامان بدلہ اس چیز کا حقیر ہے مراد اس سے دنیا اور اس کی اشیاء ہیں۔ یہ الدنو سے ہے جس کا معنی قرب ہے کیونکہ وہ جلد آنے والی قریب ہے۔ اور اس سے مراد احکام کے سلسلہ میں لے جانے والی رقوم اور اسی طرح کلمات کی تحریف پر جانے والا کل مال مراد ہے۔
هذا الْاَدْنٰى کہہ کر اس چیز کی خست اور تحقیر ظاہر فرمائی۔ وَيَقُولُوْنَ سَيُعْفِرُ لَنَا (اور کہتے ہیں ہماری مغفرت ہو جائے گی) جو ہم لیں اللہ تعالیٰ اس پر مواخذہ نہ فرمائے گا۔ نمبر ۱۔ فعل کی اسناد الاخذ کی طرف ہے۔ نمبر ۲۔ جار مجرور کی طرف یعنی لَنَا وَانْ يَّا تِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهُ يَّا خُذُوْهُ (حالانکہ اگر ان کے پاس ویسا ہی سامان دنیا آنے لگے تو اس کو لے لیتے ہیں) واؤ حالیہ ہے۔ کہ ایک طرف مغفرت کے مدعی اور دوسری طرف قبیح افعال پر اصرار کرنے والے اور ان کو بار بار لوٹانے والے۔ اور اس سے توبہ نہ کرنیوالے۔ اَلَمْ يُوْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيثَاقُ الْكِتَابِ (کیا ان سے اس کتاب کے اس مضمون کا پکا وعدہ نہیں لیا گیا) یعنی وہ میثاق جو کتاب میں مذکور ہے۔ اَنْ لَا يَقُولُوْا عَلٰى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقُّ (کہ اللہ کی طرف سچی بات کے سوا اور کسی بات کی نسبت نہ کریں) یعنی ان سے یہ میثاق لیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق سچی بات کہنا۔ یہ میثاق کتاب کا عطف بیان ہے۔ وَدَّرَسُوْا مَا فِيْهِ (اور انہوں نے اس کتاب میں جو کچھ تھا اس کو پڑھ لیا) انہوں نے کتاب میں جو کچھ ہے وہ پڑھا اس کا عطف الم یوخذ علیہم پر ہے کیونکہ یہ تقدیر ہے گویا تقدیر عبارت یہ ہے اخذ علیہم میثاق الكتاب و درسوا ما فیہ ان سے کتاب میں میثاق لیا گیا اور انہوں نے جو کچھ اس کتاب میں تھا وہ پڑھا۔ وَالذَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ (اور آخرت والا گھر بہت بہتر ہے) اس حقیر سامان سے لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ (ان لوگوں کیلئے جو پرہیز کرتے ہیں) رشوت اور حرام کاموں کے ارتکاب سے بچتے ہیں اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (پھر کیا تم نہیں سمجھتے) کیا وہ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ بات اسی طرح ہے۔

قراءت: مدنی وحفص نے تعقلون تاء سے پڑھا ہے۔

حاملین کتاب قابل بدلہ ہیں:

آیت ۱۷۰: وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتَابِ (اور جو لوگ کتاب کے پابند ہیں) قراءت: ابو بکر نے يُمَسِّكُوْنَ پڑھا ہے اور الامساك اور التمسك کسی چیز کو مضبوطی سے تھامنا۔ اور اس سے چمٹنا۔ وَاقَامُوا الصَّلٰوةَ (اور نماز کی پابندی کرتے ہیں) یہاں

نماز کو خاص کر ذکر کیا۔ باوجود اس کے کہ تمسک بالکتاب تو ہر عبادت کو شامل ہے۔ کیونکہ نماز دین کا ستون ہے۔
نَحْوُ: نمبر ۱۔ الذین مبتداء ہے اور انالا نضیع اس کی خبر ہے۔ اِنَّا لَا نُضِيعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِينَ (ہم ان اصلاح والوں کا ثواب ضائع نہیں کریں گے) یعنی ہم ان کا اجر ضائع نہیں کریں گے۔ نمبر ۲۔ جائز ہے کہ یہ مجرور ہو اس صورت میں اس کا عطف الذین یتقون پر ہوگا۔ اور انالا نضیع جملہ معترضہ ہوگا۔

بنی اسرائیل کی تیسری حماقت اور سزا:

آیت ۱۷۱: وَاذْنَبْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ (اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے پہاڑ کو ان کے اوپر معلق کر دیا) اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے اس کو اکھاڑا اور ان پر بلند کیا جیسا کہ ارشاد ہے وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ (النساء: ۵۴) كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ (چھت کی طرح) ظلہ ہر وہ چیز جو تم پر سایہ کرے۔ جیسے چھپر یا بادل۔ وَظَنُّوا أَنَّهُ وَاقِعٌ بِهِمْ (اور ان کو یقین ہوا کہ اب وہ ان پر گرا چاہتا ہے) انہوں نے گرنے کا یقین کر لیا اور یہ اس وجہ سے پیش آیا کہ انہوں نے تورات کے احکام سخت ہونے کی بناء پر ماننے سے انکار کر دیا۔ اور ان کو بوجھل سمجھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے طور پہاڑ کو ان پر لشکر کی مقدار کے مطابق بلند کر دیا۔ اور وہ ایک فرسخ ۳×۳ میل تھا۔ اور انہیں کہہ دیا گیا کہ اگر تم تورات کے احکام قبول کرتے ہو تو ٹھیک ورنہ طور تم پر گرا دیا جائے گا۔ جب انہوں نے پہاڑ کو دیکھا تو ہر آدمی بائیں ابرو پر گر پڑا اور دائیں آنکھ سے پہاڑ کو دیکھ رہے تھے اور ڈر رہے تھے کہ کہیں ان پر آگرے اس لیے تو یہودی بائیں ابرو پر سجدہ کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ وہی سجدہ ہے جس کی وجہ سے ہم سے سزا کو ہٹایا گیا۔ اور ہم نے انہیں کہا کہ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ (قبول کرو جو احکام اس میں ہیں) یعنی کتاب بِقُوَّةٍ (مضبوطی کے ساتھ) اس کی تکالیف اور مشقتوں کو برداشت کرنے کا عزم کرتے ہوئے۔ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ (اور اس میں جو کچھ ہے یاد کرو) اوامر و نواہی اور ان کو مت بھلاؤ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (تاکہ تم متقی بن جاؤ) جس پر تم ہو۔

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى

اور جب آپ کے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی ذریت کو نکالا اور انہیں ان کی جانوں پر

أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا أَن تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ

گواہ بنایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا ہاں آپ ہمارے رب ہیں، ہم نے اقرار کر لیا، کبھی تم قیامت کے دن کہنے لگو کہ بیشک ہم

هَذَا غَفْلِينَ ﴿٧٢﴾ أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ

اس سے غافل تھے یا یوں کہو کہ پہلے سے ہمارے باپ دادوں نے شرک کیا اور ہم ان کے بعد میں آنے والی اولاد تھے

أَفْتَهَلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ ﴿٧٣﴾ وَكَذَلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ الْآيَاتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٧٤﴾

کیا آپ ہم کو باطل عمل والوں کے فعل کی وجہ سے ہلاک کرتے ہیں اور ہم ایسے ہی واضح طور پر آیات کو بیان کرتے ہیں تاکہ وہ لوگ رجوع ہو جائیں۔

میشاقِ بنی آدم اور عہد الست:

آیت ۷۲: وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ (اور جبکہ آپ کے رب نے اولادِ آدم کو نکالا) ای واذکر اذ اخذیہاں اذکر محذوف ہے مِنْ ظُهُورِهِمْ (ان کی پشتوں سے) یہ بنی آدم سے بدل ہے۔ اور تقدیر عبارت یہ ہے واذخذ ربك من ظہور بنی آدم جب اللہ تعالیٰ نے ظہور بنی آدم سے میثاق لیا۔ ذُرِّيَّتَهُمْ اور اخذ ذریت کا معنی باپوں کی اصلا ب سے انکا نکالنا ہے۔ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا (اور ان سے ان کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے جواب دیا کیوں نہیں؟ ہم سب گواہ بنتے ہیں) یہ باب تمثیل سے ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ربوبیت اور وحدانیت پر دلائل قائم کیے اور اس پر ان کی عقول کو گواہ بنایا۔ اور جو عقول ان میں رکھی گئی تھیں۔ اور جن عقول کو ہدایت و ضلالت میں تمیز کر نیوالا بنایا تھا گویا کہ خود ان کو ان کی ذات پر گواہ بنایا۔ اور اس کو پختہ کیا اور انہیں فرمایا۔ الست بر بکم گویا کہ انہوں نے کہا بلی انت ربنا شہدنا علی انفسنا و اقررنا بوحدانیتک کیوں نہیں تو ہمارا رب ہے ہم نے اپنے نفسوں پر گواہی دی اور تیری وحدانیت کا اقرار کیا۔ اَنْ تَقُولُوا (تاکہ تم لوگ نہ کہنے لگو) یہ مفعول لہ ہے یعنی ہم نے ایسے دلائل قائم کئے کہ جن کی صحت پر عقول شاہد ہیں اس خطرے کے پیش نظر کہ وہ قیامت کو کہنے لگیں۔ یَوْمَ الْقِيَمَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَفْلِينَ (قیامت کے روز کہ ہم تو اس سے بالکل بے خبر تھے) ہم ان پر متنبہ نہ ہو سکے۔

انقطاع اعدار:

آیت ۷۳: أَوْ تَقُولُوا (یا یوں نہ کہنے لگو) او کراہۃ یا اس خطرے سے کہ تم کہنے لگو إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ (کہ ہمارے بڑوں نے شرک کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد ان کی نسل میں ہوئے) ہم نے ان کی اقتداء کی کیونکہ توحید

پر دلائل کا قائم کرنا اور جس سے وہ متنبہ ہوں وہ ان کے ساتھ قائم کیے پس ان کے پاس ان سے اعراض کرنے کے لیے کوئی عذر نہیں۔ اور رہی آباء کی اقتداء جس طرح آباء کا کوئی عذر شرک کے سلسلے میں قابل سماعت نہیں اس کے دلائل تو حیدان کے لئے بھی قائم تھے۔ اَفْتَهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ (کیا ان غلط راہ والوں کے فعل پر آپ ہم کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں) وہ ہمارے لیے شرک کا باعث تھے کیونکہ انہوں نے شرک کی بنیاد رکھی اور ہمارے لیے طریقہ چھوڑا۔

آیت ۱۷۴: وَكَذَلِكَ (اور اسی طرح) اس بلغ تفصیل کے بعد نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ (ہم آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں) ان کے لیے وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (اور تاکہ وہ باز آجائیں) اپنے شرک سے ہم ان کی تفصیل کرتے ہیں۔ اہل تفسیر میں سے محقق علمائے تفسیر نے یہی تفسیر کی ہے جن میں شیخ ابو منصور الزجاج، زنجیزی ہیں۔ جمہور مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذریت آدم کو آدم علیہ السلام کی پشت سے چیونٹیوں جیسی چھوٹی شکلیں دے کر نکالا اور ان سے میثاق ربوبیت اس قول سے لیا۔ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ پس انہوں نے بکلی سے جواب دیا۔ علماء نے فرمایا یہی وہ فطرت ہے جس پر لوگوں کو پیدا کیا گیا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور آدم کو انہیں چیونٹیوں جیسی چھوٹی شکل میں دکھایا۔ اور ان کو عقل عنایت فرمائی اور فرمایا یہ تمہاری اولاد ہے۔ میں ان سے عہد لوں گا کہ وہ میری عبادت کریں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دخول جنت سے قبل مکہ و طائف کے مابین پیش آیا ایک اور قول یہ ہے کہ جنت سے اتارے جانے کے بعد۔ ایک قول یہ ہے کہ جنت میں پیش آیا۔ پہلے علماء کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا من بنی ادم من ظہورہم جمع فرمایا من ظہر آدم نہیں فرمایا اور دوسری بات یہ ہے کہ جب ہمیں یہ یاد نہیں تو پھر ہماری دلیل کیسے بنے گی۔

قراءت: ذرّیاتہم مدنی، بصری، شامی نے پڑھا ہے۔ اور ابو عمرو نے او تقولوا کو او یقولوا پڑھا ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاتَّبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ

اور آپ ان کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنائیے جسے ہم نے اپنی آیات دیں پھر وہ ان سے نکل گیا۔ پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا تو وہ

مِنَ الْغَوِيْنَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ ۝

گمراہوں میں سے ہو گیا اور اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں کی بدولت اس کو بلند کر دیتے لیکن وہ بالکل ہی زمین کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی خواہش کے پیچھے لگ گیا

فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ إِن تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۚ ذَٰلِكَ

سواں کی ایسی حالت ہے جیسے کتے کی حالت ہوتی ہے۔ اگر تو اس پر بوجھ لا دے تب بھی ہانپے اور اگر اس کو چھوڑ دے تب بھی ہانپے۔ یہ

مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝

مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ سو آپ قصوں کو بیان کیجئے تاکہ وہ لوگ غور و فکر کریں۔

سَاءَ مَثَلًا الْقَوْمُ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَأَنْفُسُهُمْ كَانُوا بِظُلْمٍ ۝

بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

بنی اسرائیل کے ایک عالم کا قصہ:

آیت ۱۷۵: وَاْتْلُ عَلَيْهِمْ (اور ان کو پڑھ کر سنائیں) یہود پر نبیِّ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا (اس کا حال جس کو ہم نے اپنی آیات دیں) یہ بنی اسرائیل کا ایک عالم تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بلعم بن باعوراء تھا جس کو اللہ تعالیٰ کی کسی کتاب کا علم ملا۔ فَانْسَلَخَ مِنْهَا (پھر وہ ان سے بالکل ہی نکل گیا) وہ ان آیات سے اس طرح نکل گیا کہ اس نے انکا انکار کر دیا۔ اور ان آیات کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا۔ فَاتَّبَعَهُ الشَّيْطَانُ (پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا) شیطان اس کو پیچھے سے ملا اور اس کو آلیا اور اس کا ساتھی بن گیا۔ فَكَانَ مِنَ الْغَوِيْنَ (پس وہ گمراہ لوگوں میں سے ہو گیا) وہ گمراہ کفار میں سے ہو گیا۔ روایت میں ہے کہ اس کی قوم نے اس سے مطالبہ کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے خلاف بددعا کرے۔ مگر اس نے انکار کر دیا لیکن وہ اس کو چمٹے رہے۔ یہاں تک کہ اس نے بددعا کر دی اس کے پاس اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم تھا۔

آیت ۱۷۶: وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ (اور اگر ہم چاہتے تو اس کو بلند کر دیتے) علمائے ابرار کے مقامات کی طرف بہا (ان آیات کی وجہ سے) ان آیات کے ساتھ وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ (لیکن وہ دنیا کی طرف مائل ہو گیا) وہ دنیا کی طرف مائل ہوا اور اس میں خوب رغبت ظاہر کی۔ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ (اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا) دنیا اور اس کی لذات کو آخرت اور اس کی نعمتوں کے مقابلہ میں ترجیح دینے میں۔

خواہش پرستی میں کتے کی مثال:

فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ (اس کی حالت کتے کی سی ہوگئی اگر تو اس پر حملہ کرے) ڈانٹے اور دھتکارے يُلْهَثُ أَوْ تُتْرَكُهُ (تب بھی ہانپے یا اس کو چھوڑ دے) بغیر دھتکارے يُلْهَثُ (تب بھی ہانپے) مطلب یہ ہے کہ یہ اپنی خست اور کمینگی میں کتے کی طرح ہے جو اپنی انتہائی قبیح حالت و صورت میں ہو۔ اور وہ حالت اس کا ہمیشہ ہانپنا ہے اس پر حملہ آور ہوں اور بھڑکا کر اس کو دھتکاریں یا بلا تعرض اس کو چھوڑ دیں اور یہ اس طرح ہے تمام حیوانات اس وقت ہانپتے ہیں جب وہ حرکت کریں مگر کتا سب سے مختلف ہے کہ دونوں حالتوں میں ہانپتا ہے کلام کا تقاضا یہ تھا کہ کہا جاتا: لکنہ اخلد الی الارض فحططناه ووضعنہ منزلتہ لیکن وہ زمین کی طرف مائل رہا پس ہم نے ان کو گرا دیا اور اس کے مرتبے کو گرا دیا اللہ تعالیٰ نے اس کی بجائے یہ تمثیل رکھ دی۔ جو کہ اس مقصد کو زیادہ بلیغ انداز میں پیش کر کے اور دیگر کئی فوائد پر مشتمل ہے۔

نحو: جملہ شرطیہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے گویا اس طرح کہا گیا کمل الکلب ذلیلاً دائم الذلة لاهٹا فی الحالین کتے کی طرح ہمیشہ ذلیل اور دونوں حالتوں میں ہانپنے والا ہے۔ کہا گیا ہے کہ جب بلعم نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے بد دعا کی تو اس کی زبان نکل آئی اور اس کے سینے پر لٹکنے لگی اور وہ اسی طرح ہانپنے لگا جس طرح کتا ہانپتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ گمراہ ہے اس کو نصیحت کرو یا چھوڑ دو فائدہ ندارد۔ عطاء کہتے ہیں کہ جس نے علم سیکھا اور اس پر عمل نہ کیا وہ کتے کی طرح ہے اس کو دھتکارو یا چھوڑو بھونکتا ہے۔ ذَلِکَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَّبُوا بِآیَاتِنَا (یہی حالت ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا) یہود میں سے اس کے باوجود کہ انہوں نے تورات میں رسول اللہ ﷺ کی نشانیاں پڑھ لیں۔ اور قرآن مجید کا تذکرہ اور جو کچھ اس میں ہے اور انہوں نے آپ ﷺ کی بعثت کے قرب کی لوگوں کو بشارتیں دیں۔ فَاَقْصُصِ الْقَصَصَ (پس آپ اس حالت کو بیان کر دیں) یعنی بلعم کا واقعہ جو ان کے واقعات کی طرح ہے۔ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (شاید کہ وہ لوگ کچھ سوچیں) پس اس انجام سے محتاط ہو جائیں جبکہ وہ اس جیسی سیرت اختیار کریں۔

جھٹلانے والوں کا برا انجام:

آیت ۷۷: سَاءَ مَثَلًا الْقَوْمُ الَّذِیْنَ کَذَّبُوا بِآیَاتِنَا (ان لوگوں کی حالت بھی بُری حالت ہے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں) یعنی قوم کی مثال۔ مضاف کو حذف کر دیا۔ ساء کا فاعل ضمیر ہے یعنی ساء المثل مثلاً اور مثلاً تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔ وَأَنْفُسُهُمْ کَانُوا يَظْلِمُونَ (اور وہ اپنا نقصان کرتے ہیں) اس کا عطف کذبوا پر ہے۔ نمبر ۱: پس یہ صلہ کی جگہ میں داخل ہو جائے گی۔ یعنی الذین جمعوا بین التکذیب بایات اللہ و ظلم انفسهم وہ لوگ جنہوں نے تکذیب آیات اور ظلم انفس کو جمع کیا نمبر ۲۔ صلہ سے منقطع ہو تو ما ظلموا الا انفسهم بالتکذیب انہوں نے تکذیب سے اپنے ہی نفسوں پر ظلم کیا۔ مفعول کو مقدم، اختصاص کے لیے کیا۔ یعنی خصوا انفسهم بالظلم ولم يتعد الی غیر ہا انہوں نے اپنے نفسوں کو ظلم کے ساتھ خاص کر لیا اور ظلم ان سے آگے دوسروں کی طرف نہ بڑھا۔

مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيٌّ وَمَنْ يُضِلَّ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿١٧٨﴾

جسے اللہ ہدایت دے، سو وہی ہدایت پانے والا ہے اور وہ جسے گمراہ کرے تو یہ لوگ ہیں نقصان میں پڑنے والے،

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۚ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا ۚ

اور تحقیق ہم نے پیدا کیا جہنم کے لئے بہت سے جنات کو اور بہت سے انسانوں کو، ان کے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں؟

وَلَهُمْ آعِیْنَ لَا يَبْصُرُونَ بِهَا ۚ وَلَهُمْ أَذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ

اور ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں، اور ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں، یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں

بَلْ هُمْ آضِلٌ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغٰفِلُونَ ﴿١٧٩﴾

بلکہ یہ ان سے بڑھ کر بے راہ ہیں، ایسے لوگ غفلت والے ہی ہیں۔

طالبین ہدایت کو ہدایت ملتی ہے:

آیت ۱۷۸: مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيٌّ (جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے پس ہدایت پانے والا وہی ہوتا ہے) لفظ پر محمول کیا وَمَنْ يُضِلَّ (اور جس کو وہ گمراہ کر دے) جس کو وہ گمراہ کرے فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ (پس ایسے ہی لوگ خسارہ میں رہتے ہیں) اس کو معنی پر محمول کیا جائے اگر بقول معتزلہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف بیان کا نام ہوتا تو کافر و مؤمن برابر ہوتے۔ کیونکہ بیان دونوں کے حق میں ثابت ہونے والا ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق اور معونت اور عصمت ہوتی ہے اگر یہ کافر کو حاصل ہو جائے تو وہ راہ ہدایت پائے جیسا مؤمن پاتا ہے۔

دوزخی لوگوں کا مزاج، دل، آنکھ، کان کو صحیح استعمال نہیں کرتے:

آیت ۱۷۹: وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ (اور ہم نے بہت سے جن و انس کو دوزخ کیلئے پیدا کیا ہے) وہ دونوں فریق کفار ہیں جو اللہ کی آیات میں تدبر سے اعراض کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ان کا اختیار کفر معلوم ہے۔ پس ان سے کفر کو چاہا اور ان میں اس کو پیدا کیا اور اسی وجہ سے انکا ٹھکانہ جہنم بنا دیا اس آیت اور دوسری آیت میں کوئی منافات نہیں: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذاریات: ۵۶) کیونکہ ان میں سے عبادت کے لیے ان کو پیدا کیا جن کے متعلق جانا کہ وہ اس کی عبادت کریں گے اور جن کے بارے میں جانا کہ وہ کفر کریں گے پس ان کو اس کے لیے پیدا کر دیا جس کے متعلق جانا۔ پس خلاصہ کلام یہ ہوا کہ جن کے متعلق ازل میں علم الہی ٹھہرا چکا کہ اس سے عبادت ہوگی اس کو عبادت کے لئے پیدا کر دیا اور جس کے بارے میں ازل میں جانا کہ اس سے کفر ہوگا اس کو اس کے لئے پیدا کر دیا بہت سے ایسے عام ہیں جن سے خاص مراد لیا جاتا ہے۔ باقی رہا معتزلہ کا یہ قول کہ لام یہاں عاقبت کا ہے۔ یعنی جن کا انجام جہنم تھا اسی طرح کر دیا گویا ان کی خلقت جہنم کے لیے کی گئی یہ

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْهُ بِهَا ۖ وَذَرُوْا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْ اَسْمَائِهِ ۖ

اور اللہ کے لئے اچھے نام ہیں سو تم اسے ان ناموں سے پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں کج روی اختیار کرتے ہیں۔

سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾

عنقریب ان کو ان اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔

قول صرف ارادہ معاصی سے فرار اختیار کرنے اور آیت کو ظاہر سے موڑنے کا راستہ ہے۔ لَہُمْ قُلُوْبٌ لَا یَفْقَهُوْنَ بِہَا (ان کے دل ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے) حق کو اور نہ ہی اس میں سوچ بچار کرتے ہیں۔ وَلَہُمْ اَعْيُنٌ لَا یُبْصِرُوْنَ بِہَا (اور ان کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے نہیں دیکھتے) رشد کو وَلَہُمْ اُذَانٌ لَا یَسْمَعُوْنَ بِہَا (اور ان کے کان ایسے ہیں جن سے وہ نہیں سنتے) وعظ ونصیحت کو اُولٰٓئِکَ کَا لَا نَعَام (یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں) عدم تفقہ اور عبرت حاصل نہ کرنے میں اور تفکر کی خاطر کان نہ لگانے میں بَلْ ہُمْ اَضَلُّ (بلکہ یہ لوگ زیادہ بے راہ ہیں) چوپایوں سے۔ کیونکہ انہوں نے عقول صحیحہ کی مخالفت کی اور رسول سے معاندت کی اور فضولیات کے پیچھے پڑے رہے۔ پس چوپایوں کے منافع طلب کیے جاتے ہیں اور ان کے نقصانات سے بچا جاتا ہے اور یہ اپنے نقصان ہی سے واقف نہیں۔ اس لئے انہوں نے آگ کو پسند کر لیا اور ذرا سوچو مکلف ذمہ دار اور معذور قرار دے کر چھوڑا ہوا کیونکر برابر ہو سکتے ہیں۔

انسان کی چار اقسام:

انسان کی چار اقسام ہیں۔ نمبر ۱۔ انسان روحانی۔ نمبر ۲۔ شہوانی نمبر ۳۔ سماوی نمبر ۴۔ ارضی۔
نمبر ۱۔ انسان روحانی اگر روح خواہش پر غالب آجائے تو ملائکہ سے بھی بڑھ جائے۔ نمبر ۲۔ شہوانی خواہش روح پر غالب آجائے تو بہائم سے بھی نیچے اتر جائے۔ نمبر ۳۔ سماوی اگر روح غلبہ پا کر آسمان کی طرف پرواز کرنے کے قابل ہو جائے۔ نمبر ۴۔ ارضی۔ شہوات غلبہ پا کر زمین ہی کا بن کر رہ گیا۔ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْغٰفِلُوْنَ (یہ لوگ غافل ہیں) وہ غفلت میں کامل ہیں۔
آیت ۱۸۰: وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی (اور اچھے اچھے نام اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہیں) اللہ تعالیٰ کے نام سب سے اچھے ہیں کیونکہ وہ اچھے معانی پر دلالت کرتے ہیں ان میں سے بعض نام وہ ہیں۔ نمبر ۱۔ جن کا وہ حقداران کے حقائق کی وجہ سے ہے مثلاً القدیم ہر چیز سے پہلے الباقی ہر چیز کے بعد القادر ہر چیز پر قابو پانے والا۔ العالم ہر چیز کو جاننے والا۔ الواحد وہ اکیلا جس کی مثل کوئی چیز نہیں۔ نمبر ۲۔ دوسری قسم وہ نام جنکے نفوس آثار کی وجہ سے مستحسن قرار دیتے ہیں۔ مثلاً الغفور الرحیم، الشکور، الحلیم، نمبر ۳۔ ایسے اسماء جن کو اپنا واجب ہے مثلاً الفضل العفو۔ نمبر ۴۔ ایسے نام جو احوال کی نگہبانی کو لازم کرتے ہیں۔ مثلاً السمع، البصیر، المقتدر نمبر ۵۔ وہ نام جو اجلال کو لازم کرتے ہیں۔ مثلاً العظیم، الجبار، المتکبر۔ فَادْعُوْهُ بِہَا (پس انہی ناموں سے اللہ تعالیٰ کو پکارا کرو) پس اس کے یہی نام لو وَذَرُوْا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْ اَسْمَائِهِ (اور ایسے لوگوں سے تعلق نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے

وَمَنْ خَلَقْنَا اُمَّةً يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَّعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِآيٰتِنَا

اور جن کو ہم نے پیدا کیا ان میں ایک جماعت ایسی ہے جو حق کے موافق ہدایت کرتے ہیں اور اسی کے موافق انصاف کرتے ہیں اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۱۸۳﴾ اَوَلَمْ

ہم ان کو اس طرح ڈھیل دیں گے کہ ان کو خبر بھی نہ ہو اور میں انہیں ڈھیل دوں گا بے شک میری تدبیر مضبوط ہے۔ کیا ان لوگوں نے

يَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸۴﴾ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِى مَلَكُوْتِ

غور نہیں کیا کہ ان کے صاحب کو کوئی جنون نہیں ہے۔ وہ تو صرف واضح طور پر ڈرانے والا ہے۔ کیا ان لوگوں نے آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ وَّاَنْ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ

اور زمین کی بادشاہت میں اور دوسری چیزوں میں غور نہیں کیا جو اللہ نے پیدا فرمائی ہیں اور اس بات میں کہ ان کی اجل قریب

اَجَلُهُمْ فِىْ اَيِّ حَدِيْثٍۭۙ بَعْدَہٗ يَوْمُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ مَنْ يُضِلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِیَ لَہٗ ۚ وَ

آپہنجی ہو۔ سو اس کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے۔ اللہ جسے گمراہ کرے سو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور

يَذَرُهُمْ فِى طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

وہ انہیں گمراہی میں بھٹکتے ہوئے چھوڑ دیتا ہے۔

ہیں) اور ان لوگوں کے بنائے ہوئے ناموں کو چھوڑ دو۔ جو ان ناموں کے سلسلہ میں حق و صواب سے مائل ہوتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کے علاوہ نام رکھتے ہیں۔ ایسا نام رکھنا جائز نہیں مثلاً اس طرح کہیں یا سخی۔ یارفتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نام یہ نہیں بتلائے اور الحاد یہی ہے کہ اس کے ایسے نام رکھنا جس میں جسمیت، جوہر، عقل، علت پائی جائے۔

قراءت: ہمزہ نے یَلْحَدُوْنَ پڑھا ہے لحد اور الحد کا معنی ایک ہے یعنی مائل ہونا۔ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (ان کو ان کے کیے کی ضرور سزا ملے گی)

داعیان حق:

آیت ۱۸۱: وَمَنْ خَلَقْنَا اُمَّةً (اور ہماری مخلوق میں) جنت کے لئے کیونکہ یہ ولقد ذرأنا لہنم کے مقابلہ کے لئے ہے۔ اُمَّةً يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَّعْدِلُوْنَ (ایک گروہ ایسا بھی ہے جو حق کے مطابق ہدایت کرتا ہے اور حق کے موافق عدل کرتا ہے) اپنے احکام میں۔ کہا گیا ہے کہ اس سے علماء اور داعیان دین مراد ہیں۔

حجیت اجماع:

مَسْنَدُہ: اس میں دلالت ہے کہ ہر زمانہ کے اہل حق کا اجماع حجت ہے۔

مکذبین کو موقعہ بموقعہ پکڑیں گے:

آیت ۱۸۲: وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ (جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں ہم ان کو آہستہ آہستہ لئے جا رہے ہیں) ان کو عنقریب آہستہ آہستہ اتاریں گے۔ ایسی چیز کی طرف جو ان کو ہلاک کر دے گی۔ مَن حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ (اس طور پر کہ ان کو خبر بھی نہیں) کیا مقصود اس سے ہے اور وہ اس طرح کہ گمراہی میں انہماک کے باوجود ان پر متواتر انعامات کرے۔ جب نئی نعمت آئے تو ان کا تکبر بڑھ جائے۔ اور ان کی معصیتیں جدید ہو جائیں۔ پھر وہ معاصی میں درجہ بدرجہ اترتے جائیں۔ پے درپے انعام کی وجہ سے یہ گمان کر کے کہ متواتر انعامات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ترجیح اور قرب کی بناء پر ہیں حالانکہ وہ رسوائی اور رحمتوں سے دور ہٹانا ہے۔ یہ درجہ سے باب استفعال ہے۔ استصعاد یا استنزال درجۃ بعد درجۃ بدرجہ چڑھانا یا اتارنا کہ خبر بھی نہ ہو۔

امہال مجرمین:

آیت ۱۸۳: وَأَمْلِي لَهُمْ (اور میں ان کو ڈھیل دیتا ہوں) اس کا سنسندر جہم پر عطف ہے مگر یہ سین کے حکم میں داخل نہیں۔ اس لیے اس کا معنی امہلہم میں ان کو مہلت دیتا ہوں۔ اِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ (بے شک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے) میری پکڑ سخت ہے۔ اس کو کید سے تعبیر کیا کیونکہ یہ کید کے مشابہ ہے کہ ظاہر میں یہ احسان اور حقیقت میں خسران اور ندامت ہے۔ آیت ۱۸۴: جب کفار نے نبی اکرم ﷺ کی نسبت جنون کی طرف کی تو یہ آیت اتری۔

کفار کے اعتراض جنون کا جواب:

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِهِمْ (کیا انہوں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ ان کے ساتھی کو نہیں ہے) محمد ﷺ۔ مانا یہ ہے وقف کے بعد یعنی کیا وہ اپنی بات کو نہیں سوچتے۔ پھر جنون کی آپ ﷺ سے نفی فرمائی۔ مَن جَنَّةٍ (ذرا بھر جنون) جَنَّةٍ کا معنی جنون ہے۔ اِنَّ هُوَ اِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ (وہ تو صرف ایک صاف ڈرانے والے ہیں) آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے منذر اور اس کے انذار کو واضح کرنے والے ہیں۔

غور کر کے انہیں حق کی تلاش اور اچانک عذاب سے بچاؤ تلاش کرنا چاہئے:

آیت ۱۸۵: اَوَلَمْ يَنْظُرُوا (کیا انہوں نے غور نہیں کیا) دلیل حاصل کرنے کی نظر سے فِی مَلَكُوتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آسمان وزمین کی حکومت میں) ملکوت عظیم بادشاہی وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ (اور دوسری چیزوں میں جو اللہ نے پیدا کی ہیں) اور جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہیں۔ اور جس پر شئی کا لفظ بولا جاسکتا ہے۔ اپنی ان گنت اجناس واعداد کے ساتھ وَأَنُّ عَسَىٰ (کہ ممکن ہے) یہ اَنْ محققہ من المثلہ ہے اور اصل اس طرح ہے اِنَّہ عَسَىٰ، ضمیر شان ہے اور ملکوت پر عطف کی وجہ سے

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا

وہ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ اس کا واقعہ ہوتا کب ہے؟ آپ فرمادیجئے کہ اس کا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے اس کے وقت پر

إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمُ إِلَّا بَغْتَةً يُسْأَلُونَكَ كَانَتْ خَفِيًّا

وہی ظاہر فرمائے گا وہ آسمانوں میں اور زمین میں بھاری پڑ جائے گی۔ تمہارے پاس اچانک ہی آجائے گی وہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ گویا آپ اس کے بارے میں مکمل

عَنْهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۸۷﴾

معلومات حاصل کر چکے ہیں آپ فرمادیجئے کہ اس کا علم صرف اللہ ہی کے پاس ہے لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

موضع جرم میں واقع ہے مطلب یہ ہے کیا وہ غور نہیں کرتے اس بات میں کہ حالت و بات یہ ہے کہ ہو سکتا ہے اَنْ يَكُونَ قَدْ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ (کہ ان کا وقت مقررہ قریب آپہنچا ہو) شاید کہ وہ جلدی مرجائیں پس ان کو غور میں جلدی کرنی چاہیے اور حق کی تلاش اور اس چیز کو جو ان کو اچانک موت اور عذاب کے نازل ہونے سے پہلے بچا سکتی ہو۔ جلد ڈھونڈنا چاہیے۔ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ (پھر قرآن کے بعد کس بات پر یہ لوگ ایمان لائیں گے) ہ کی ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے۔ یؤمنون جب کہ وہ ایمان نہ لائیں یہ عسلی ان یكون قد اقترب اجلهم کے متعلق ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا کہ لعل اجلهم قد اقترب فما لهم لا يبا درون الايمان بالقران قبل الموت و ماذا ينظرون بعد وضوح الحق - وبأی حدیث احق منه یريدون ان يؤمنوا - شاید کہ ان کا وقت مقررہ قریب ہو پس انہیں کیا ہو گیا کہ پھر قرآن پر موت سے پہلے ایمان لانے میں جلدی نہیں کرتے؟ حق ظاہر ہو جانے کے بعد اب یہ کس چیز کے منتظر ہیں۔ اس سے زیادہ اور کون سی بات ہے جس پر وہ ایمان لانا چاہتے ہیں۔

گمراہ راہ پر نہیں آ سکتا:

آیت ۱۸۶: مَنْ يَضِلِ اللَّهُ فَلَآ هَادِيَ لَهُ (جس کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی راہ پر نہیں لاسکتا) یعنی اللہ تعالیٰ اس کو گمراہ کر دے۔ وَيَذَرُهُمْ (اور وہ ان کو چھوڑ دیتا ہے) قراءت: عراقی نے یا سے پڑھا ہے اور حمزہ علی نے محل فلا هادی له پر عطف کر کے یذرهم جزم سے پڑھا ہے۔ گویا عبارت اس طرح ہے مَنْ يَضِلُّ اللَّهُ لَا يَهْدِيهِ أَحَدٌ وَيَذَرُهُمْ رَفَعِ كِي صَوْرَتِ فِي جَمْلَةٍ مُتَّافِهِ هِيَ اَوْرُوهُ يَذَرُهُمْ هِيَ بَاقِي قِرَاءَتِ نَزَرُهُمْ پڑھا ہے۔ فِي طُغْيَانِهِمْ (ان کی گمراہی میں) اپنے کفر میں يَغْمَهُونَ (وہ بھٹکتے پھریں) حیران ہیں۔

وقوع قیامت کا سوال:

آیت ۱۸۷: جب یہود یا قریش نے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی تو یہ آیت اتری۔ يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ (یہ لوگ آپ

سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں) یہ قیامت کے اسمائے غالبہ میں سے ہے جیسے ثریا کو نجم کہتے ہیں۔ نمبر ۱۔ قیامت کو ساعۃ کہنے کی وجہ اس کا اچانک آنا ہے۔ نمبر ۲۔ اس میں بہت جلد حساب ہوگا۔ نمبر ۳۔ قیامت اپنی طوالت کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ہاں مخلوق کی ایک ساعت کی طرح ہے۔ اَيَّانَ (کہ کب ہوگا) کب یہ ای سے اشتقاق کیا گیا ہے اس کا وزن فعلان ہے کیونکہ اس کا معنی اس وقت ہے مُرْسَلًا (اس کا وقوع) اس کا لنگر انداز ہونا۔ آنا یہ المدخل کی طرح مصدر میمی ہے۔ ادخال کے معنی میں ہے۔ مراد وقت ارسائے ای اثباتھا اس کے ثابت وقائم ہونے کا وقت مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو کب قائم فرمائیں گے۔

وقوع قیامت کا علم فقط اللہ کو ہے:

قُلْ اِنَّمَا عَلِمُهَا عِنْدَ رَبِّي (آپ فرمادیں کہ اس کا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے) یعنی اس کی آمد کا وقت اس نے اپنے ہاں رکھا ہے۔ کسی ملک مقرب یا نبی مرسل کو بھی خبر نہیں دی تاکہ یہ بات اطاعت کی طرف زیادہ رجحان کا سبب بنے۔ اور معصیت سے زیادہ رکاوٹ لائے جیسا کہ خاص وقت مقررہ موت بالکل مخفی ہے۔ اسی لیے لَا يُجَلِّیْهَا لَوْ فُتِّهَا اِلَّا هُوَ (اس کے وقت پر اس کو اللہ کے سوا کوئی ظاہر نہیں کریگا) اللہ تعالیٰ جو وحدہ لا شریک ہے وہی اس کے معاملے کو ظاہر کرے گا۔ اور اس کے مخفی علم کو منکشف کرے گا۔ ثَقُلْتُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (وہ آسمان وزمین کا سب سے بھاری حادثہ ہوگا) آسمان وزمین کے رہنے والے خواہ ملائکہ ہوں یا ثقلین ان کے لیے قیامت کا معاملہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ ہر ایک ان میں سے اس بات کا متمنی ہے کہ اس کو اس کا علم ہو جائے۔ اس کا مخفی رہنا ان پر بڑا گراں اور بھاری ہو رہا ہے۔ نمبر ۲۔ آسمان وزمین میں قیامت بھاری ہے کیونکہ آسمان وزمین کے رہائشی اس کے احوال وشدائد سے ترساں ولرزاں ہیں۔ لَا بَأْسَ بِكُمُ اِلَّا بَعْتَهُ (وہ تم پر اچانک ہی آپڑے گی) اچانک تمہاری غفلت کی حالت میں یَسْأَلُوْنَكَ كَمَا نَكَ حَفِيُّ عَنْهَا (وہ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں گویا کہ آپ اس کی تحقیقات کر چکے ہیں) گویا کہ آپ اس کو جانتے ہیں اس کی حقیقت یہ ہے گویا آپ اس کے متعلق مبالغہ سے دریافت کرنے والے ہیں۔ جو کسی مسئلہ کے متعلق سوال میں مبالغہ کرتا ہے اور اس کے متعلق کھود کرید کرتا ہے اس چیز کے متعلق اس کا علم مستحکم ہو جاتا ہے۔ اس ترکیب کا مقصد مبالغہ ہے اسی سے احفاء الشارب ہے نمبر ۲۔ عنہا یہ یسألونک کے متعلق ہے یسألونک عنہا کانک حفی عالم بها وہ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں گویا کہ آپ اس کا علم رکھنے والے ہیں۔ قُلْ اِنَّمَا عَلِمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ (آپ فرمادیں کہ اس کا علم تو صرف اللہ ہی کو ہے) یسألونک کو دوبارہ لائے اور انما علمھا کانک حفی عنہا کے لئے تاکید و اضافہ کے لیے ہے۔ اسی لیے علماء کے اپنی کتابوں میں مکررات فائدہ سے خالی نہیں۔ جیسا محمد بن الحسن کی مکررات وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے) اسی ہی کو خاص طور پر اس کا علم ہے۔

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۚ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبِ

آپ فرما دیجئے کہ میں اپنی جان کے لئے کسی نفع اور ضرر کا مالک نہیں ہوں مگر اتنا ہی جتنا اللہ نے چاہا اور اگر میں غیب کو جانتا ہوتا

لَأَسْتَكْثِرَ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسْنِيَ السُّوءُ ۚ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ

تو بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی ناگوار چیز نہ پہنچتی میں تو ان لوگوں کو صرف بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہوں جو ایمان

يُؤْمِنُونَ ۚ

رکھتے ہیں۔

علم و اختیار کی نفی کا اعلان:

آیت ۱۸۸: قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ (آپ کہہ دیں کہ میں خود اپنی ذات خاص کیلئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ نقصان کا مگر اتنا جتنا اللہ نے چاہا) اس میں اظہارِ عبودیت ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے جو علم خاص ہے اس سے براءت کا اظہار ہے۔ یعنی میں تو ایک کمزور بندہ ہوں اپنے نفس کے لیے جلبِ منفعت اور دفعِ مضرت کا ذرہ بھر اختیار غلاموں کی طرح نہیں رکھتا۔ مگر جو میرے لئے نفع دینا اور نقصان دور کرنا چاہے۔ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبِ لَأَسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسْنِيَ السُّوءُ (اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیا کرتا اور کوئی دکھ بھی مجھ کو نہ پہنچتا) خیر کی کثرت چاہنے اور تکلیف و نقصان سے بچنے میں میری حالت موجودہ حالت سے بہتر ہوتی۔ یہاں تک کہ ان تکالیف میں سے کوئی چیز مجھے نہ پہنچتی اور نہ ہی لڑائیوں میں ایک مرتبہ غالب اور دوسری مرتبہ مغلوب ہوتا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ الغیب سے مراد مقرر وقت اور الخیر سے مراد عمل اور السوء سے پریشانی و خوف مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ لاستکثرت کے معنی میں قحط کے لئے خوشحالی تیار کر لیتا۔ السوء سے فقر مراد ہے اور تردید فرمائی۔ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ (میں تو صرف ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں) میں تو ایک بندہ ہوں جس کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا گیا ہے۔ میری شان نہیں کہ میں غیب کو جانوں۔ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں) اس میں لام نذیر و بشیر کے متعلق ہے کیونکہ انذار اور بشارت ایمان والوں کو ہی فائدہ پہنچانے والی ہے۔ یا صرف بشیر کے متعلق ہے اور نذیر کا متعلق محذوف ہے یعنی الا نذیر للکافرین۔ کافروں کے لیے ڈرانے والے و بشیر لقوم یؤمنون اور مؤمنوں کو بشارت سنانے والے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا فَلَمَّا

وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنا دیا تاکہ وہ اس کے پاس ٹھکانہ پکڑے۔ پھر جب

تَغَشَّيَا حَمَلٌ خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهِ ۖ فَلَمَّا أَثْقَلَتْ دَعَوَا اللَّهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ

اس نے جوڑے کو ڈھانکا تو عورت کو ہلکا سا حمل رہ گیا۔ پھر وہ اس کو لئے ہوئے چلتی پھرتی رہی۔ پھر جب وہ بوجھل ہو گئی تو دونوں اللہ سے دعا کرنے لگے جو ان کا رب ہے کہ اگر

اتَّيْتَنَا صَالِحًا لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ۝۱۸۹ فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلْنَا لَهُ شُرَكَاءَ

آپ نے ہمیں صحیح سالم بچہ عطا فرمادیا تو ہم شکر کرنے والوں میں سے ہوں گے۔ پھر جب اللہ نے ان کو صحیح سالم بچہ عطا فرمادیا تو جو چیز ان کو عطا فرمائی اس میں اللہ کے

فِيمَا آتَاهُمَا ۖ فَتَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝۱۹۰

لئے شریک قرار دینے لگے۔ سو اللہ برتر ہے ان کے شریک بنانے سے۔

آدم علیہ السلام وحواء علیہما السلام کی پیدائش:

آیت ۱۸۹: هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ (وہی ہے جس نے تم کو ایک جسم سے پیدا کیا) وہ آدم کی ذات ہے وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا (اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا) حواء۔ ان کو آدم کے جسم کی پسلیوں میں سے کسی پسلی سے پیدا فرمایا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا (تاکہ وہ اپنے اس جوڑے سے انس حاصل کرے) تاکہ وہ مطمئن اور مائل ہوں کیونکہ جنس جنس کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے۔ خاص طور پر جبکہ وہ اس کا ایک حصہ ہو جیسا کہ انسان اپنے بیٹے سے مانوس ہوتا ہے اور اس سے اس طرح محبت کرتا ہے جیسا اپنی جان سے محبت کرتا ہے کیونکہ وہ اس کا ٹکڑا ہے۔

نَحْوُ: لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا کو مذکر لائے۔ جبکہ دوسری آیت میں مؤنث لائے وَاحِدَةٍ وخلق منها زوجها معنی کا لحاظ کر کے تاکہ واضح ہو جائے کہ مراد اس سے آدم کی ذات ہے۔ فَلَمَّا تَغَشَّيَا (پھر جب خاوند نے اپنی بیوی سے قربت کی) اس سے قربت کی حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا (تو اس کو حمل رہ گیا ہلکا سا) وہ اس پر آسان ہے اور اس کو وہ کرب واذی کی صورت پیش نہیں آئی۔ جو بعض حوامل کو پیش آتی ہیں۔ اور اس کو بوجھل کیا۔ جیسا دوسری عورتیں بوجھل ہوتی ہیں۔ فَمَرَّتْ بِهِ (پس وہ اس کو لئے ہوئے چلتی پھرتی رہی) ولادت کے وقت تک اس کو لے کر چلتی رہی بغیر کسی کمی اور ناتمام گرنے کے نمبر ۲۔ حملت حَمْلًا خَفِيْفًا سے حالت نطفہ مراد ہے مَرَّتْ بِهِ سے اٹھنا بیٹھنا مراد ہے۔ فَلَمَّا أَثْقَلَتْ (پھر جب وہ بوجھل ہو گئی) جب اس کے حمل کے بوجھ کا وقت قریب آیا۔ دَعَوَا اللَّهَ رَبَّهُمَا (دونوں میاں بیوی اللہ تعالیٰ سے جو ان کا رب تھا دعا کرنے لگے) آدم وحواء نے اپنے رب کو پکارا۔ وہ مالک جس کو ان پر پورا اختیار ہے۔ اور وہ پکارے جانے کے لائق ہے۔ اور اسی سے پناہ مانگی جاتی ہے تو دونوں نے کہا: لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحًا (اگر آپ نے ہم کو صحیح سالم بچہ دیا) اگر اللہ نے ہمیں صحیح سالم بچہ عنایت فرمایا۔ نمبر ۲۔ بیٹا دیا کیونکہ زینہ اولاد

بھی صلاح میں داخل ہے لَنْكُونَنَّ مِنَ الشَّكِرِيْنَ (تو ہم بڑے شکر گزار ہوں گے) تیرے شکر گزار اَتَيْتَنَا اور لَنْكُونَنَّ کی ضمیر ان دونوں کی طرف راجع ہے اور ہر اولاد والے کی طرف راجع ہے۔

فرد سے جنس کی طرف التفات:

آیت ۱۹۰: فَلَمَّا اَتَاهُمَا صَالِحًا (پھر جب اللہ نے ان کو صحیح سالم اولاد دے دی) ان کو دے دیا جو انہوں نے تندرست و سالم بچہ مانگا۔ جَعَلَالَهُ شُرَكَاءَ (تو دونوں اللہ کا شریک قرار دینے لگے) یعنی ان کی اولاد نے اس کے لیے شریک بنائے۔

تجوید: گویا مضاف محذوف ہے۔ اور مضاف الیہ کو اس کا قائم مقام بنا دیا۔ فِيمَا اَتَاهُمَا (اللہ کی دی ہوئی چیز میں) یعنی ان کی اولاد کو جو دیا اس کی دلیل آیت کا یہ حصہ۔ فَتَعَلَّى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (پس اللہ تعالیٰ پاک ہے ان کے شرک سے) ہے اس لئے کہ ضمیر جمع کی لائی گی اور اس لیے بھی کہ آدم و حوا علیہما السلام شرک سے بری ہیں۔ اور اشرکھم فیہا اِتَاهُمُ اللّٰهُ سے مراد اولاد کے نام عبد العزیٰ، عبد مناف، عبد شمس وغیرہ رکھ لیے حالانکہ اس کی بجائے عبد اللہ عبد الرحمن، عبد الرحیم ہونے چاہئے تھے۔ نمبر ۲۔ یہ خطاب قریش کو ہے جو عہد رسول اللہ ﷺ میں تھے وہ اور آل قصی ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ ذات جس نے ایک نفس (قصی) سے پیدا کیا اور اس کی جنس سے عربی قریشی بیوی اس کو دی تاکہ اس کو سکون حاصل ہو۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو مطلوبہ صحیح سالم بیٹا عنایت کر دیا تو اس اولاد میں اللہ تعالیٰ کا شریک بنانے لگے۔ اپنی ساری اولاد کے نام مشرکانہ رکھ دیئے۔ عبد العزیٰ، عبد مناف، عبد قصی، عبد الدار۔ اَیُّشِرْکُوْنَ میں ضمیر ان دونوں کی طرف راجع ہے کیونکہ ان دونوں کے پیچھے ان کی اولاد نے شرک میں ان کی اتباع کی۔

قراءت: شِرْکًا مدنی والو بکرنے پڑھا ہے یعنی ذوی شِرْکٍ اور وہ شرکاء ہیں۔

اَيُّشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلِقُوْنَ ۝۱۹۱ وَلَا يَسْتَطِيعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّ لَا

کیا وہ لوگ ان کو شریک بناتے ہیں جو کچھ پیدا نہیں کرتے اور وہ پیدا کئے جاتے ہیں اور وہ ان کی مدد پر قدرت نہیں رکھتے اور نہ

اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ۝۱۹۲ وَاِنْ تَدْعُوهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ سَوَآءٌ

وہ اپنی جانوں کی مدد کر سکتے ہیں اور اگر تم ان کو ہدایت کی طرف بلاؤ تو تمہارے کہنے پر نہ چلیں گے برابر ہے

عَلَيْكُمْ اَدْعَوْتُكُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ۝۱۹۳ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

تم ان کو پکارو یا تم خاموش رہو ہر بیشک تم جن کو اللہ کے سوا پکارتے ہو

عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَاَدْعُوْهُمْ فَلَيْسَتْ جَبِيْۤوَالَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۱۹۴ اَلْهُمَّ

وہ تمہارے جیسے بندے ہیں سو تم ان کو پکارو پھر وہ تمہاری پکار کو قبول کر لیں اگر تم سچے ہو؟ کیا ان کے

اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَا اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَا اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَا اَمْ

پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں

اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا قُلْ اَدْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كَيْدُوْنَ فَلَا

یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں؟ آپ فرمادیجئے کہ اپنے شریکوں کو بلاؤ پھر میرے بارے میں ضرر پہنچانے کی جو تدبیر کر سکتے ہو کر لو اور پھر

تَنْظُرُوْنَ ۝۱۹۵ اِنَّ وَلِيَ اللّٰهِ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۚ وَهُوَ يَتَوَلٰى الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۹۶

مجھے مہلت نہ دو بیشک میرا مددگار اللہ ہے جس نے کتاب نازل فرمائی اور وہ نیک بندوں کی مدد فرماتا ہے

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَّ لَا اَنْفُسُهُمْ يَنْصُرُوْنَ ۝۱۹۷

اور جن لوگوں کو اس کے سوا تم پکارتے ہو وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے اور نہ وہ اپنی جانوں کی مدد کر سکتے ہیں

وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا وَّ تَرٰهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝۱۹۸

اور اے مخاطب اگر تو ان کو ہدایت کی طرف پکارے تو وہ نہ سنیں گے اور تو سمجھے گا کہ وہ تجھے دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ نہیں دیکھ رہے ہیں۔

خالق کے ساتھ مخلوق کو شریک کر لیا:

آیت ۱۹۱: اَيُّشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا (کیا وہ ان کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو بنا نہ سکیں) یعنی بت و وہم یُخْلِقُوْنَ (اور وہ خود ہی بنائے جاتے ہیں) یہاں اصنام کو اہل علم کے قائم مقام رکھا گیا کیونکہ انکا اعتقاد بتوں کے متعلق اسی طرح تھا۔

مطلب یہ ہے کیا وہ ان کو شریک کر رہے ہیں۔ جو کسی چیز کو پیدا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ حالانکہ وہ پیدا کئے گئے ہیں کیونکہ ان کا خالق تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ نمبر ۲۔ ہم یخلقون کی ضمیر عابدین کی طرف لوٹی ہے یعنی کیا ان کو شریک کرتے ہیں جو ذرہ بھر پیدا نہیں کر سکتے۔ اور وہ خود اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ پس ان کے لیے مناسب ہے کہ اپنے خالق کی عبادت کریں۔ نمبر ۳۔ عابدین معبودین دونوں کی طرف راجع ہے اور عابدین کو غلبہ دے کر تمام کو اولوالعلم قرار دیا۔

اپنا بچاؤ نہیں کر سکتے:

آیت ۱۹۲: وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا (اور وہ ان کو کسی قسم کی مدد نہیں دے سکتے) اپنے عابدین کے لیے وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ (اور وہ خود اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے) کہ جس سے اپنے اوپر آنیوالے حوادث توڑ پھوڑ کا بچاؤ کر لیں بلکہ ان کے پجاری ان سے یہ حوادث دور کرتے ہیں۔

اگر بتوں کو پکارو وہ اُس پکار تک نہ نہ پہنچ سکیں:

آیت ۱۹۳: وَإِنْ تَدْعُوهُمْ (اور اگر تم ان کو پکارو) اگر تم ان بتوں کو بلاؤ اِلٰی الْهُدٰی (بات بتلانے کیلئے) جو کہ ہدایت و رشد ہے نمبر ۲۔ اس بات کے لیے کہ تمہاری راہنمائی کر دیں یعنی تم ان سے خیر و ہدایت اسی طرح طلب کرو۔ جیسا اللہ تعالیٰ سے طلب کرتے ہو۔ لَا يَتَّبِعُكُمْ (وہ تمہارے کہنے پر نہ چلیں گے) یعنی تمہاری مراد اور طلب کی طرف وہ تمہیں جواب نہیں دے سکتے۔ جیسے اللہ تعالیٰ تمہیں جواب دیتے ہیں۔

قراءت: لَا يَتَّبِعُكُمْ نافع نے پڑھا ہے۔ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْ تُمُوهُمْ أَمْ أَنْتُمْ صَامِتُونَ (تمہارے لحاظ سے دونوں امر برابر ہیں خواہ تم ان کو پکارو یا تم خاموش رہو) ان کی پکار سے نہ ان کے ساتھ کامیابی ہے اور نہ وہ تمہیں جواب دیں گے۔ جملہ فعلیہ سے جملہ اسمیہ کی طرف عدول آیات کے سروں کی رعایت کے لئے ہے۔

جن کو پکارا جاتا ہے وہ مملوک ہیں:

آیت ۱۹۴: إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ (بے شک تم خدا کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو) یعنی جن کی تم عبادت کرتے اور جن کو تم الہ مانتے ہو۔ عِبَادٌ مِثَالُكُمْ (وہ بھی تم ہی جیسے بندے ہیں) یعنی وہ تمہاری طرح مخلوق و مملوک ہیں۔ فَادْعُوهُمْ (پس تم ان کو پکارو) حصول نفع یا دفع ضرر کے لیے فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ (پھر ان کو چاہئے کہ تمہارا کہنا مانیں) پس چاہیے کہ وہ جواب دیں اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (اگر تم سچے ہو) اس بات میں کہ وہ الہہ ہیں۔ پھر اسی بات کا ابطال کیا کہ وہ تم جیسے بھی ہوں۔

بے بسوں کی عبادت کیوں؟

آیت ۱۹۵: اَللَّهُمَّ ارْجُلُ يَمْشُونَ بَهًا (کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں) تمہاری طرح چلنا۔ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَبْتَطِشُونَ بَهًا (یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے کسی چیز کو پکڑتے ہیں) جن سے وہ چیزیں لیں۔ پکڑیں اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُونَ بَهًا (یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہوں) اَمْ لَهُمْ اُذَانٌ يَسْمَعُونَ بَهًا (یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہوں) پس پھر تم ان کی

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ﴿۱۹۹﴾ وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ

معاف کرنے کو اختیار کیجئے اور نیک کاموں کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے کنارہ کیجئے اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے

الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۖ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۰۰﴾

کوئی وسوسہ آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیجئے۔ بلاشبہ وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

کیوں عبادت کرتے ہو جو تم سے کم تر ہیں۔

میرے خلاف زور لگالو:

قُلْ اَدْعُوا شُرَكَاءَكُمْ (آپ کہہ دیں کہ تم اپنے سب شرکاء کو بلاؤ) میری دشمنی میں ان سے مدد حاصل کرو۔ ثُمَّ كِيدُوْنَ (پھر تدبیر کرو میرے متعلق) تم اور تمہارے شرکاء مل کر۔

قراءت: کیدونی۔ یعقوب نے پڑھا ابو عمرو نے وصل میں اس کی موافقت کی۔ فَلَا تُنْظَرُوْنَ (پھر مجھ کو ذرا مہلت نہ دو) مجھے تمہاری کوئی پرواہ نہیں مشرکین آپ کو اپنے شرکاء سے ڈراتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کو اس طرح خطاب فرمائیں۔ قراءت: فلا تنظرون یعقوب نے پڑھا۔

میرا کارساز اللہ ہے اُس کا یہ حکم نامہ ہے:

آیت ۱۹۶: اِنَّ وَلِيََّ (یقیناً میرا مددگار اللہ تعالیٰ ہے) تمہارے خلاف میرا مددگار اللہ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ (جس نے یہ کتاب اتاری) جس نے میری طرف وحی بھیجی اور رسالت کے اعزاز سے نوازا۔ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّٰلِحِيْنَ (اور وہ نیکوں کی مدد کیا کرتا ہے) اس کا طریقہ یہی ہے کہ وہ اپنے بندوں میں سے صالحین کی مدد کرتا ہے اور ان کو رسوا نہیں کرتا۔

جو اپنی مدد نہ کر سکے تمہاری کیا مدد کرے گا:

آیت ۱۹۷: وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ (اور تم جن لوگوں کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو) اللہ تعالیٰ کے سواء۔ لَا يَسْتَطِيعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَا اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ (وہ تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتے نہ وہ اپنی مدد کر سکتے ہیں)

۱۹۸: وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا وَاَتَرٰهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ (اور اگر تم انکو کوئی بات بتلانے کیلئے پکارو تو نہیں سنتے اور آپ دیکھتے ہیں کہ گویا وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں) وہ تمہاری طرف دیکھنے والوں کے مشابہ ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے بتوں کی تصاویر ایسی بنا رکھی تھیں جیسے کوئی کسی چیز کو ٹکلی باندھ کر دیکھ رہا ہو۔ وَهُمْ لَا يَبْصُرُوْنَ (حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں دیکھتے) دیکھی ہوئی چیز۔

عفو و درگزر سے کام لیں اور جاہلوں کو مٹنے نہ لگائیں:

آیت ۱۹۹: خُذِ الْعَفْوَ (سرسری برتاؤ کو آپ قبول کریں) یہ جہد کی ضد ہے۔ یعنی لوگوں کے اخلاق و افعال میں سے جو آپ

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَافٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ ﴿٢٠١﴾

بلاشبہ جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جب ان کو شیطان کی طرف سے کوئی خطرہ پہنچ جاتا ہے تو وہ ذکر میں لگ جاتے ہیں۔ سوا چانک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں

وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ ﴿٢٠٢﴾ وَإِذَا الْمَتَاتِيهِمْ بَايَعَهُ قَالُوا

اور جو لوگ شیطان کے بھائی ہیں شیاطین ان کو گمراہی میں کھینچے چلے جاتے ہیں، سودہ کی نہیں کرتے۔ اور جب آپ ان کے پاس کوئی نشانی نہ لائیں تو کہتے ہیں

لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا قُلْ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ مِنْ رَبِّي هَذَا بَصَائِرُ مِنْ

کہ آپ نے یہ معجزہ کیوں نہ اختیار کیا؟ آپ فرمادیجئے میں تو صرف اس کا اتباع کرتا ہوں جو میرے رب سے میری طرف وحی کی جاتی ہے، یہ تمہارے رب کی طرف

سَرِّبْكُمْ وَهْدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٢٠٣﴾

سے بصیرت کی باتیں ہیں اور ہدایت ہیں اور رحمت ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔

معاف فرمائیں اور ان سے ایسی مشقت نہ لیں جو ان پر گراں گزرے جس سے وہ متنفر ہو جائیں۔ جیسا کہ رسول اللہ نے خود ارشاد فرمایا یَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا (بخاری و مسلم) آسانی کرو۔ تنگی نہ کرو۔ وَأَمْرٌ بِالْعُرْفِ (اور نیک بات کی تعلیم کر دیا کریں) عمدہ افعال یا ہر وہ خصلت جو عقل کی نگاہ میں درست ہو اور شرع بھی اس کو قبول کرے۔ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ (اور جاہلوں سے کنارہ کش ہو جایا کریں) بیوقوفوں سے انکے افعال کا بدلہ اسی طرح کے افعال سے نہ چکاؤ اور نہ ان سے جھگڑے میں پڑو بلکہ انکے ساتھ حوصلہ سے پیش آؤ۔ حضرت جبریلؑ نے اسکی تفسیر اسی ارشاد سے کی۔ صَلِّ مِنْ قِطْعِكَ وَاعْطِ مِنْ حَرَمِكَ وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ تَوَقَّطِ رَحِمَ صَلَاحِ رَحْمِي كَرَّ اور محروم کو دے۔ اور جس نے زیادتی کی اس کو معاف کر دے۔ (طبری) جعفر صادقؑ سے مروی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو مکارم اخلاق کا حکم دیا اور یہ آیت قرآن مجید میں مکارم اخلاق کو سب سے زیادہ جمع کرنے والی ہے۔

وسوسہ کے ازالہ کے لئے استعاذہ ضروری:

آیت ۲۰۰: وَمَا يَنْزَعُكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْعٌ (اور اگر کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے) اگر شیطان کی طرف سے پہنچے اس طرح کہ وہ وسوسہ اندازی سے اس کے خلاف آمادہ کرنے کو کوشش کرے۔ جس کا آپ کو حکم ملا ہے۔ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ (تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں) اس کی بات مت مانیں۔ نمبر ۱۔ النزغ اور الخس کا معنی چوکا لگانا۔ گویا وہ لوگوں کو انگلیوں سے گچھو کا لگاتا ہے جب کہ ان کو گناہوں پر آمادہ کرتا ہے۔ یہاں النزغ کو النازغ قرار دیا۔ کہا جاتا ہے جَدَّ جَدَّہ اس نے پورا زور لگایا۔ نمبر ۲۔ نزغ شیطان سے مراد غصہ بھڑکانا۔ جیسا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ان لی شیطان یعتزینی میرا شیطان مجھے غصہ دلاتا ہے۔ اِنَّهُ سَمِيعٌ (بے شک وہ خوب سننے والا) اس کے کچھو کے کو عَلِيمٌ (خوب جاننے والا ہے) اس کے دفاع کو جانتا ہے۔

مستحقین کا وسوسہ میں طریق:

آیت ۲۰۱: إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَافٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ (یقیناً جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں جب ان کو کوئی شیطانی وسوسہ

آجاتا ہے) قراءت: طیف کی بھری علی نے پڑھا۔ طائف کا معنی لمحہ، وسوسہ، اثر۔ یہ طاف بہ الخیال یطیف طیفاً سے اس میں ایک تصویر خیالی آگئی۔ بقول ابو عمرو یہ دونوں ایک ہیں اور یہ وسوسہ ہے یہ دراصل اس کی تاکید ہے۔ جو اس سے قبل شیطان سے استعاذہ کو لازم قرار دیا گیا۔ جبکہ وہ کچھ کا لگائے۔ متقین کی عادت ہے کہ جب ان کو معمولی سا شیطانی وسوسہ آتا ہے۔ یا آنے لگتا ہے۔ تَذَكُّرُوا (وہ یاد میں لگ جاتے ہیں) اس کو یاد کر لیتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق حکم دیا۔ اور جس سے روکا۔ فَاِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ (پس یکا یک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں) اسی وقت وہ سیدھا راستہ دیکھ لیتے ہیں۔ اور اپنے وسوسے کو دور کر لیتے ہیں۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ شیطان سے اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگتے ہیں تو ان کی بصیرت اللہ تعالیٰ کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑھادی جاتی ہے۔

اخوانِ شیطین گمراہی کا شکار رہتے ہیں:

آیت ۲۰۲: وَ اٰخْوَانُهُمْ (اور جو شیطین کے تابع ہیں) باقی شیطان انس میں سے جو شیطین کے بھائی ہیں۔ تو شیطین یَمْدُوْنَهُمْ فِی الْغٰی (وہ ان کو گمراہی میں کھیلتے ہیں) ان کو گمراہی میں مدد دیتے ہیں اور ان کے دست و بازو بنتے ہیں۔ قراءت: یَمْدُوْنَهُمْ امداد سے مدنی نے پڑھا ہے۔ ثُمَّ لَا یُقْصِرُوْنَ (پھر وہ باز نہیں آتے) پھر وہ اپنے اغوا سے باز نہیں رہتے بلکہ اس پر اصرار کرتے ہیں۔ اور اس سے رجوع نہیں کرتے اور یہ بھی درست ہے کہ اخوان سے مراد شیطین لیے جائیں اور متعلق بہ کی ضمیر جاہلوں کی طرف راجع ہو مگر پہلی تفسیر زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ اخوانہم کا لفظ یہ الذین اتقوا کے مقابلہ میں لایا گیا ہے۔ اور اخوانہم میں ضمیر کو جمع جنس کی وجہ سے لایا گیا۔ اگرچہ شیطان کا لفظ مفرد لایا گیا ہے۔

منہ مانگی نشانی طلب کرنے والوں کو جواب:

آیت ۲۰۳: وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰیَةٍ (اور جب آپ کوئی معجزہ ان کے سامنے ظاہر نہیں کرتے) جو وہ منہ سے مانگتے تھے۔ قَالُوْا لَوْلَا جِئْتِنَا بِاٰیَةٍ (تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ یہ معجزہ کیوں نہ لائے) تم کیوں نہ گھڑ لائے جیسا کہ پہلے گھڑ کر لائے۔ (نعوذ باللہ) قُلْ اِنَّمَا اَتَّبِعُ مَا یُوحِیْ اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ (تو آپ کہہ دیں کہ میں اس کا اتباع کرتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے میرے پاس وحی کے ذریعے پہنچتا ہے) میں ان کو اپنی طرف سے ایجاد کرنے والا نہیں ہوں۔ هٰذَا بَصَاۤیِرُ مِنْ رَّبِّکُمْ (یہ تمہارے رب کی طرف سے حکمتوں کا مجموعہ ہے) یہ قرآن تمہارے لیے بصیرت کے دلائل ہیں۔ جس سے وجوہ حق سامنے آتی ہیں۔ وَ هُدًی وَ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں) اس پر۔

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۲۰۴﴾

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

وَإِذْ كُنَّا فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ

اور اپنے دل میں عاجزی کرتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے اور ایسی آواز سے اپنے رب کو یاد کیجئے جو زور کی بات سے کچھ کم ہو صبح کے وقت

وَالْأَصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ ﴿۲۰۵﴾ إِنَّ الَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ

اور شام کے اوقات میں اور غفلت والوں میں سے مت ہو جانا بے شک جو لوگ آپ کے رب کے نزدیک ہیں وہ اس کی عبادت سے

عِبَادَتِهِ وَيَسَبِّحُونَهُ وَلَهُ يَسْجُدُونَ ﴿۲۰۶﴾

تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اس کو سجدہ کرتے ہیں۔

قراءت قرآن کے وقت استماع والنصات:

آیت ۲۰۴: وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو اس امید پر کہ تم پر رحمت ہوگی) آیت کا ظاہر استماع اور النصات کو نماز میں قراءت قرآن کے وقت واجب کر رہا ہے۔ اور نماز سے باہر بھی یہی حکم معلوم ہوتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے کہ جب تم پر اللہ تعالیٰ کے رسول نزول کے وقت قرآن کی تلاوت کریں تو غور سے سنو۔ جمہور صحابہ اُس بات کے قائل ہیں کہ یہ آیت مقتدی کے استماع کے لئے ہے دوسرا قول خطبہ کے استماع کے لئے۔

تیسرا قول خطبہ اور نماز دونوں سے متعلق ہے یہ زیادہ درست ہے۔

پست آواز اور عاجزی سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا حکم:

آیت ۲۰۵: وَإِذْ كُنَّا فِي نَفْسِكَ (اور اپنے رب کو یاد کرو اپنے دل میں) یہ آیت اذکار کے متعلق عام ہے۔ خواہ قراءت قرآنی، دعا، تسبیح، تہلیل وغیرہ ذالک جو بھی ہو۔ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً (عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ) اس حال میں کہ تم گڑگڑانے والے ہو۔ اور ڈرنے والے ہو۔ وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ (اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ) جہر سے کم کلام کرنے والے ہو کیونکہ اخفاء میں زیادہ اخلاص ہے اور تفکر و تدبر کے لیے زیادہ خوب ہے۔ بِالْغُدُوِّ وَالْأَصَالِ (صبح اور شام) اس لیے کہ یہ دونوں وقت فضیلت والے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ استقامت فکر کیساتھ ہمیشہ ذکر کرنا۔ الغدو کا معنی اوقات الغدو ہے اور وہ صبح کے تمام اوقات ہیں۔ الاصال جمع اصل اور اصل جمع اصیل اور وہ سورج ڈھلنے کے بعد کا وقت ہے۔ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ (اور اہل غفلت میں شامل نہ ہو جاؤ) ان لوگوں میں سے جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت برتتے ہیں۔

مقربین بارگاہ نہ تو متکبر ہیں اور نہ عبادت میں کسی کو شریک بناتے ہیں:

آیت ۲۰۶: اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ (بے شک وہ لوگ جو تیرے رب کے پاس ہیں) معزز و مکرم ہیں۔ مکان و جگہ کا قرب مراد نہیں مراد اس سے فرشتے ہیں۔ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهِ (وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے) اس سے تکبر نہیں کرتے۔ بڑے نہیں بنتے وَيُسَبِّحُوْهُ (اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں) اس کو پاک سمجھتے ہیں۔ ان باتوں سے پاک قرار دیتے ہیں جو اس کے لائق نہیں۔ وَلَهُ يَسْجُدُوْنَ (اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں) اور اسی کو عبادت کے ساتھ خاص قرار دیتے ہیں۔ اور دوسروں کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتے۔

اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ بِحَرَمَةِ النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمُ
وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

الحمد لله الذي تم بنعمته السابعة ترجمة سورة الاعراف اثنين من جمادى الاخرى ١٣٢٣ هـ

سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ خَمْسُونَ سَبْعُونَ آيَةً وَعِشْرَتُ رُكُوعًا

سورہ انفال مدینہ میں نازل ہوئی اس میں پچھتر آیات اور دس رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوا

یہ لوگ آپ سے انفال کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ فرمادیجئے کہ انفال اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہیں۔ سو تم اللہ سے ڈرو اور آپس میں

ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَاَطِيعُوا اللّٰهَ وَرِسُوْلَهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ①

تعلقات کو درست کرو اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو۔

تقسیم غنائم فقط اللہ اور اس کے رسول کا حق ہے:

آیت ۱: يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ (آپ سے یہ لوگ مال غنیمت کا حکم دریافت کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیں۔ یہ غنیمتیں تو اللہ کی ہیں اور رسول اللہ کی ہیں) انفل غنیمت کو کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور عطیہ ہے۔ الْاَنْفَالُ الغنائم بدر کے غنائم کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف ہوا کہ اس کا مستحق کون اور تقسیم کس طرح ہے۔ پس انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے استفسار کیا کہ ہم کس طرح تقسیم کریں۔ اور تقسیم میں مہاجرین و انصار یا دونوں ہی کا حق ہے۔ تو جواب آیا کہ ان سے فرمادیں کہ وہ حق رسول اللہ ﷺ کو ہے۔ اور وہی اس سلسلہ میں حاکم ہیں۔ جو چاہیں حکم دیں۔ ان کے علاوہ کسی کو فیصلہ کا اختیار نہیں۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے تذکرے کو اسلئے اکٹھا کیا کیونکہ غنائم کا حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی تقسیم کا حکمت کے مطابق حکم دیں گے۔ اور اس کا رسول ﷺ اس حکم کو نافذ کرے گا۔ ان کی تقسیم میں قطعاً کسی کی رائے کا دخل نہیں ہے۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ (اختلاف اور باہمی جھگڑوں میں اللہ سے ڈرو) اور اللہ تعالیٰ کی خاطر بھائی بھائی بن جاؤ۔ وَاَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ (اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو) اپنے مابین احوال۔ یعنی تمہارے مابین جو حالات ہیں۔ یہاں تک کہ وہ الفت و محبت اور اتفاق کے حالات ہوں۔

زجاج رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ذات بینکم کا معنی حقیقی ملاپ البین ملنا مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جو حکم دیا ہے۔ اس پر اکٹھے ہو جاؤ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ آیت ہم اصحاب بدر کے متعلق اتری جبکہ ہم نے مال غنیمت کے متعلق اختلاف کیا اور اختلاف شدید ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ہمارے ہاتھوں سے چھین لیا اور

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ

ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی

اٰيَتُهُ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝۱۱ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ

جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں جو نماز کو قائم کرتے ہیں

وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُوْنَ ۝۱۲ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَّهُمْ دَرَجَتٌ عِنْدَ

اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو سچے ایمان والے ہیں ان کے لئے ان کے رب کے پاس

رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ ۝۱۳ وَرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝۱۴

درجات ہیں اور مغفرت ہے اور رزق کریم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مقرر کر دیا۔ آپ ﷺ نے اس کو مسلمانوں کے درمیان برابر تقسیم کر دیا۔ وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ (اور اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو) جس کا تمہیں غنائم وغیرہ کے سلسلہ میں حکم دیا گیا۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (اگر تم ایمان والے ہو) کامل الایمان۔

مؤمن کے سامنے ذکر اللہ سے اس کے ایمان میں اضافہ:

آیت ۲: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ (بے شک ایمان والے) بیشک کامل الایمان الَّذِينَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ (تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں) اللہ تعالیٰ کی عظمت کی خاطر اس کے ذکر سے ان کے دلوں میں خوف پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس کی عزت و دبدبہ اور جلال سے ان پر ہیبت طاری ہو جاتی ہے۔ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيَتُهُ (جب اللہ کی آیات اُن کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں) یعنی قرآن زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا (تو وہ آیات ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں) انکا اطمینان اور یقین بڑھ جاتا ہے۔ کیونکہ ظہور دلائل مدلول علیہ کو زیادہ قوت بخشنے والا اور اس کے قدموں کو اور مضبوط کرنے والا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے ان آیات کے ذریعہ ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان کے نزول سے قبل تو اس کے احکامات پر انکا عمل نہیں تھا۔ (کیونکہ وہ نازل ہی نہ ہوئی تھیں) وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں) وہ اپنے رب پر اعتماد کرتے ہیں اور اپنے رب کے سواء اپنے امور کسی اور کو تفویض نہیں کرتے اور رجاء و خوف بھی صرف اسی سے ہے۔

علاماتِ مؤمنین:

آیت ۳: الَّذِينَ يَقِيْمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنَهُمْ يُنْفِقُوْنَ (جو نماز کو قائم کرتے اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے اور وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں) اعمالِ قلوبِ نرمی، اخلاص اور توکل اور اعمالِ جوارح نماز و صدقہ کو جمع کر دیا۔

پختہ مؤمن:

آیت ۴: اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا (سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں) نمبر ۱۔ یہ مصدر محذوف کی صفت ہے۔ یعنی وہی سچا ایمان رکھتے ہیں۔ نمبر ۲۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ جملے کی یہ تاکید ہے جیسا کہا جاتا ہے۔ ہو عبد اللہ حقاً یعنی یہ بالکل پختہ بات ہے۔

نکتہ: حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے مجھ سے سوال کیا۔ اُمّو من انت؟ میں نے جواب دیا اگر تم مجھ سے ایمان باللہ، اور ملائکہ اور اس کی کتابوں، اور اس کے رسولوں اور قیامت کے دن اور جنت و دوزخ اور بعث و حساب پر ایمان کے متعلق پوچھتے ہو۔ تو میں مؤمن ہوں اور اگر تیرا سوال انما المؤمنون الایۃ کے متعلق ہے۔ تو پھر مجھے معلوم نہیں کہ آیا میں ان میں سے ہوں یا نہیں؟

اقوالِ ائمہ رحمہم اللہ:

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کہتے ہیں جس کا یہ گمان ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ پر پختہ ایمان رکھتا ہے پھر اس نے یہ شہادت نہ دی کہ وہ جنتی ہے تو گویا اس کا ایمان آدھی آیت پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح یہ بات قطعی طور پر نہیں کہی جاسکتی کہ وہ قطعی اور یقینی طور پر ثواب پانے والے مؤمنین میں سے ہے۔ اسی طرح قطعی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ قطعی طور پر مؤمن ہے۔ اسی قول کو ان لوگوں نے اختیار کیا ہے۔ جنہوں نے انا مؤمن ان شاء اللہ کا قول کہا ہے۔

مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس بات کے قائل نہیں ہیں۔ ایک دن انہوں نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ کو کہا تم اپنے ایمان میں استثناء کیوں کرتے ہو؟ قتادہ رحمہ اللہ نے جواب دیا ابراہیم علیہ السلام کے اس ارشاد کی اتباع کرتے ہوئے۔ وَالَّذِيْ اٰطَمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ (اشعراء: ۸۲) تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا تم ان کے اس قول کی اقتداء کیوں نہیں کرتے اولم تؤمن قال بلی (البقرہ: ۲۶۰) ابراہیم تمہی کہتے ہیں یہ کہو: انا مؤمن حقاً اگر تمہارا قول سچا ہے تو اس کا ثواب پاؤ گے اور اگر تم جھوٹ بول رہے ہو کہ دل سے کافر ہو اور ایمان ظاہر کر رہے ہو۔ تو تمہارا کفر اس قول سے زیادہ شدید اور عذاب کا باعث ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ جو منافق نہیں وہ قطعی مؤمن ہے۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اس سے استدلال کرتے ہوئے احمد کو فرمایا۔ تیرا کیا نام ہے۔ اس نے کہا احمد! تو آپ نے فرمایا کیا تم کہو گے۔ انا احمد حقاً او انا احمد ان شاء اللہ تو احمد نے کہا میں انا احمد حقاً کہوں گا۔ تو عبد اللہ فرمانے لگے تیرے والد نے جو تیرا نام رکھا ہے اس سے تو تو استثناء نہیں کرتا اور اس کے ساتھ انشاء اللہ نہیں کہتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں قرآن میں مؤمن کہا تو اس کے ساتھ انشاء اللہ کہتا ہے۔

کَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۖ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَرِهُونَ ۖ

جیسا کہ آپ کے رب نے آپ کے گھر سے حق کے ساتھ آپ کو نکالا اور بلاشبہ مؤمنین کی ایک جماعت کو گراں گزر رہا تھا

يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ ۖ

وہ آپ سے حق کے بارے میں جھگڑ رہے تھے اس کے بعد اس کا ظہور ہو چکا تھا، گویا کہ وہ موت کی طرف ہانکے جا رہے ہیں اس حال میں کہ وہ دیکھ رہے ہیں

وَأَذِيعُكُمْ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهُمَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ

اور جب اللہ تم سے وعدہ فرما رہا تھا کہ دو جماعتوں میں سے ایک جماعت تمہارے لئے ہے اور تم خواہش کر رہے تھے کہ جو جماعت شوکت والی

الشُّوْكَةُ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَن يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ ۖ

نہیں ہے وہ تمہارے لئے ہو جائے اور اللہ چاہتا ہے کہ اپنے کلمات کے ذریعہ حق کا حق ہونا ثابت فرما دے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ۝

تاکہ حق کو سچا کر دے اور باطل کا باطل ہونا ثابت کر دے اگرچہ مجرموں کو ناگوار ہو۔

(خَلَاَصَةُ الْكَلَامِ: پہلے اور دوسرے اقوال میں نزاع لفظی ہے حقیقی نہیں۔ انا مؤمن حقاً کا مطلب یہ ہے کہ میرا ایمان شک و شبہ سے پاک ہے۔ اور انا مؤمن انشاء اللہ کا مطلب یہ ہے کہ انشاء اللہ ایمان پر خاتمہ کی امید ہے قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا)

لَهُمْ دَرَجَاتٌ (ان کے لئے بڑے درجات ہیں) اعمال کے مطابق بعض کے مراتب بعض سے بڑھ کر۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ (ان کے رب کے ہاں اور مغفرت ہے) اور ان کی سینات سے تجاوز و رِزْقٌ كَرِيمٌ (اور عزت کی روزی ہے) کمانے کی مشقت اور حساب کے خطرے سے محفوظ۔

آیت ۵: كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ (جیسا کہ آپ کے رب نے آپ کو گھر سے روانہ کیا) مَخْرُجًا: کما کا کاف محل نصب میں واقع ہے کیونکہ یہ فعل مقدر کے مصدر کی صفت ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے قل الا نفال استقرت لله والرسول وثبتت مع كراهتهم ثباتا مثل اخراج ربك اياك من بيتك و هم كارهون کہہ غنائم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کیلئے پختہ ہو چکے اور ان کی ناپسندیدگی کے باوجود ثابت ہو چکے پورے طور پر ثابت ہونا جبکہ آپ کو آپ کے رب نے آپ کے گھر سے نکالا اس حال میں کہ وہ اس کو ناپسند کر رہے تھے۔ مِنْ بَيْتِكَ نمبرا۔ مدینہ میں حجرات نبوت یا، نمبر ۲۔ مدینہ منورہ مراد ہے۔ کیونکہ وہ آپ کا بیت ہجرت و مسکن ہے اور بیتك سے اختصاص اسی طرح ہے جیسا کہ کسی گھر والے کو اس کے گھر سے خاص کیا جائے۔ بِالْحَقِّ (مصلحت کے ساتھ) ایسا نکلنا جو حکمت و صواب پر مبنی تھا۔ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ

لَكَرْهُوْنَ (اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کو گراں سمجھتی تھی) **مَنْحُورٌ**: نمبر ۱۔ یہ موضع حال میں ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔
اَخْرَجَكَ فِیْ حَالٍ كَرَاهَتِهِمْ اَپ کو نکالا ان کی کراہت کی حالت میں اور اس کا واقعہ اس طرح ہے۔ (نمبر ۲۔ جملہ مستأنفہ ہونا ظاہر ہے کیونکہ مدینہ میں سے نکلنا تو کسی کو ناگوار نہ تھا)

اسباب بدر: قریش کا ایک قافلہ بہت بڑے تجارتی مال کیساتھ شام سے واپس لوٹ رہا تھا۔ اس کی حفاظت کیلئے چالیس سواروں کا دستہ تھا۔ قافلہ کی قیادت ابوسفیان بن حرب کے ہاتھ میں تھی۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم ﷺ کو بتلایا آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو خبر دی۔ قافلہ میں زرکثیر کی بناء پر قافلے کا سامنا مناسب معلوم ہوا (تاکہ جہادی ضرورتوں میں اس مال کو صرف کیا جاسکے) نیز قافلے کی حفاظت پر معمولی دستہ متعین تھا۔

مسلمانوں کا مدینہ سے خروج:

مسلمان جب مدینہ منورہ سے نکلے تو قریش کو اسی وقت اطلاع مل گئی۔ ابو جہل تمام اہل مکہ کو لے کر چڑھ دوڑا۔ یہ کوچ تھا۔ مثال مشہور ہے۔ لا فی العیر ولا فی النفر۔ اس کو بتلایا گیا کہ قافلہ تو طریق ساحل پر بچ نکلا تم لوٹ چلو! اس نے انکار کر دیا۔ وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر بدر کی طرف چل دیا۔ بدر ایک پانی کا نام ہے۔ جہاں سال میں ایک مرتبہ بازار لگتا تھا۔ جبریل علیہ السلام آئے اور آکر بتلایا یا رسول اللہ، اللہ تعالیٰ نے آپ سے دو میں سے ایک گروہ پر کامیابی کا وعدہ فرمایا۔ خواہ قافلہ ہو یا لشکر قریش نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور فرمایا۔ قافلہ پسند ہے یا لشکر؟ انہوں نے جواب دیا قافلہ زیادہ پسند ہے بہ نسبت لشکر کا سامنا کرنے کے۔ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک بدل گیا۔ پھر آپ نے بات لوٹائی کہ قافلہ تو ساحل بحر پر جا چکا اور یہ ابو جہل آرہا ہے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ آپ قافلے کا پیچھا کریں۔ دشمن کو چھوڑیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے بیانات:

آپ ﷺ کے غصہ کو دیکھ کر ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کھڑے ہوئے اور بہت خوب بیان کیا پھر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ اپنے معاملے کو دیکھ کر گزریں اللہ کی قسم۔ اگر آپ عدن ابن تک جائیں تب بھی انصار کا ایک آدمی بھی پیچھے نہ رہے گا۔ پھر مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا اس پر چلئے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا۔ آپ ہمیں جہاں لے جائیں جانے کو تیار ہیں۔ ہم اس طرح نہ کہیں گے جیسا بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا: فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هُنَا قَاعِدُونَ (المائدہ: ۲۴) بلکہ ہم کہتے ہیں: اذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا مَعَكُمْ مُقَاتِلُونَ! آپ اپنے رب کی مدد سے چلئے ہم آپ کے ساتھ ملکر لڑیں گے۔ جب تک ایک پلک جھپکنے والی آنکھ باقی ہے۔ اس پر آپ ﷺ بہت خوش ہوئے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ اپنے ارادہ کو کر گزریں مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ اگر آپ ہمیں اس سمندر پر لے جائیں اور اس میں آپ داخل ہو جائیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ داخل ہو جائیں گے۔ ایک آدمی بھی ہم میں سے پیچھے نہ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی برکت سے ہمیں لے کر چلیں۔

رسول اللہ ﷺ سعد کے قول سے خوش ہو کر نشاط میں آگئے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ کی برکت کے ساتھ چلو تم خوش ہو جاؤ۔ اللہ

تعالیٰ نے مجھ سے ایک گروہ پر غلبہ کا وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم گویا اب میں کفار کی قتل گاہوں کو آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ بعض صحابہ کرام کی طرف سے ناپسندیدگی کی وجہ **وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكُرْهُوْنَ** سے جھگڑا کر رہے تھے تو وہ قافلے کو لشکر پر ترجیح کی بات تھی۔ **بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ** رسول اللہ کے بتلا دینے کے باوجود کہ ان کو فتح ہوگی۔ جدال: سے مراد ان کا یہ قول ہے کہ ہم لشکر کے لئے تیار ہو کر نہیں نکلے۔ آپ ہمیں بتلا دیتے کہ ہم تیاری کر لیتے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لڑائی کو ناپسند کرتے تھے۔

گھبراہٹ کی کیفیت:

آیت ۶: **يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ** (وہ اس مصلحت میں جھگڑ رہے تھے) وہ حق جس کے متعلق وہ رسول اللہ ﷺ سے جھگڑا کر رہے تھے وہ قافلے کو لشکر پر ترجیح کی بات تھی۔ **بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ** (اس کے ظاہر ہو جانے کے بعد) رسول اللہ ﷺ کے بتلا دینے کے باوجود کہ ان کو فتح ہوگی۔ جدال سے مراد ان کا یہ قول ہے کہ ہم لشکر کیلئے تیار ہو کر نہیں نکلے۔ آپ ہمیں بتلا دیتے تاکہ ہم تیاری کر لیتے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لڑائی کو ناپسند کرتے تھے۔ **كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ** (کہ گویا کوئی ان کو موت کی طرف ہانکے لئے جاتا ہے اور وہ دیکھ رہے ہیں) ان کی زیادہ گھبراہٹ کو، باوجودیکہ ان کو کامیابی اور غنیمت کی خوشخبری دی جا چکی تھی۔ اس آدمی کی حالت سے تشبیہ دی جس کو قتل کی طرف کھینچ کر لے جایا جا رہا ہو۔ اور ذلت کے ساتھ موت کی طرف دھکیلا جا رہا ہو۔ اور وہ موت کے اسباب کا مشاہدہ کر رہا ہو۔ اور موت کی طرف اس طرح دیکھ رہا ہو کہ اس میں کوئی شک نہ ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا خوف قلت تعداد کی وجہ سے تھا۔ وہ تمام پیدل تھے صرف دو سوار تھے۔

وعدۃ الہی اور قافلہ سے ٹکراؤ کی خواہش:

آیت ۷: **وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ** (اور تم لوگ اس وقت کو یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ تم کو ان دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کرتے تھے) **نَحْنُ**: اذکر کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ **إِحْدَى** مفعول ثانی ہے۔ **أَنَّهَا لَكُمْ** (کہ وہ تمہارے ہاتھ آجائے گی) **إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ** سے بدل ہے۔ **الطَّائِفَتَيْنِ** سے مراد۔ قافلہ اور لشکر تقدیر عبارت یہ ہے **وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ** ان **إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ** لکم جب اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ کیا کہ دو گروہوں میں سے ایک تمہارا ہوگا۔ (اس پر کامیابی دی جائے گی) **وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشُّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ** (اور تم اس تمنا میں تھے کہ غیر مسلح جماعت تمہارے ہاتھ لگے) یعنی قافلہ۔ **ذَاتِ الشُّوْكَةِ**۔ اسلحہ، گروپ۔ شوکت لشکر میں تعداد و تیاری دونوں لحاظ سے تھی۔ یعنی تمہاری تمنا یہ تھی کہ قافلہ تمہارے لئے ہو۔ کیونکہ وہ بے اسلحہ گروہ تھا۔ تم دوسرے گروہ کو نہ چاہتے تھے۔

اللہ کی رضا:

وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُحَقِّقَ الْحَقَّ (اور اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ وہ حق کا حق ہونا ثابت کرے) اس کو ثابت اور بلند کریں۔ **بِكَلِمَتِهِ** (اپنے احکام سے) اپنی ان آیات کے ساتھ جو مسلح لشکر کے ساتھ لڑنے کے سلسلہ میں اتاریں اور ان آیات کے ساتھ جن میں فرشتوں کو ان کی مدد کیلئے اترنے کا حکم دیا۔ اور اس کے ساتھ جو اس نے ان کو قتل کرنے اور قلب بدر میں پھینکنے کا حکم دیا۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ بِالْفِیْ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفٰیۙ ۹

جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے سو اس نے تمہاری دعا قبول فرمائی کہ میں ایک ہزار فرشتوں کے ذریعہ تمہاری مدد کروں گا جو مسلسل آتے رہیں گے

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰی وَلِتَطْمَیْنُۢ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ

اور اللہ نے اس امداد کو نہیں بنایا مگر بشارت اور تاکہ مطمئن ہو جائیں تمہارے دل اور مدد صرف اللہ کی

عِنْدَ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۱۰

طرف سے ہے۔ بے شک اللہ غلبہ والا حکمت والا ہے۔

وَيَقْطَعُ دَابِرَ الْكٰفِرِیْنَ (اور کافروں کی جڑ کاٹ دے) ان کے آخر کو، الدابر آخر کو کہتے ہیں۔ یہ دبر سے فاعل کا صیغہ ہے جبکہ وہ پیٹھ پھیرے قطع دابر یہ استیصال کی تعبیر ہے۔ یعنی تم جلد ملنے والا فائدہ چاہتے تھے اور سطحی معاملات۔ اور اللہ تعالیٰ بلند معاملات اور حق کی مدد، کلمہ حق کی برتری چاہتے تھے اور دونوں مقاصد میں بہت فرق ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مسلح لشکر کو پسند کیا۔ اور تمہارے ضعف کے ذریعہ ان کی قوت کو پارہ پارہ کر دیا اور تمہیں عزت بخشی جبکہ ان کو ذلیل کر دیا۔

اثبات اسلام اور ابطال باطل:

آیت ۸: لِيُحَقِّقَ الْحَقَّ (تاکہ حق کا حق ہونا) نمبر ۱۔ یہ یقطع سے متعلق ہے نمبر ۲۔ فعل محذوف کے متعلق ہے جس کی تقدیر عبارت یہ ہے: لِيُحَقِّقَ الْحَقَّ۔ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ (اور باطل کا باطل ہونا ثابت کر دے) فعل ذلك تاکہ وہ حق کو ثابت کر دے اور باطل کو بے کار کر دے اس نے ایسا کر دیا۔ مقدر کو آخر میں اس لئے ذکر کیا تاکہ اختصاص کا فائدہ حاصل ہو یعنی اس کو انہی دو اغراض کی خاطر کیا اور وہ اظہار و اثبات اسلام اور احق و ابطال کفر ہے اس میں تکرار نہیں کیونکہ پہلی مرتبہ دونوں ارادوں میں فرق و امتیاز کیلئے لائے۔ اور یہ دوسری مرتبہ مسلح لشکر کو دوسرے گروہ کے مقابلہ میں ترجیح دینے اور مسلمانوں کو ان پر غلبہ دینے کا کیا مقصد تھا اس کی وضاحت و بیان کیلئے لائے۔ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ (اگرچہ مجرم لوگ یہ ناپسند ہی کریں) اس کو مشرک اگرچہ ناپسند کریں۔

اللہ سے استغاثہ:

آیت ۹: اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ (اور یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے) مخمور: یہ اذیعدکم سے بدل ہے۔ نمبر ۲۔ لِيُحَقِّقَ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ کے متعلق ہے۔ جب صحابہ کرام کو یقین ہو گیا کہ لشکر کا سامنا بہر صورت ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگے اور کہنے لگے اے ہمارے رب انصرنا علی عدوك تو اپنے دشمن پر ہمیں فتح دے۔ یا غیاث المستغیثین اغثنا اے ہمارے فریادرس ہماری فریادری فرما۔ استغاثہ طلب غوث کو کہتے ہیں۔ اور طلب غوث کا معنی ہے ناپسند

حالت سے چھٹکارا پانا۔ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ (پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی) پس اسنے قبول فرمایا۔ اِنِّیْ مُمِدُّكُمْ (کہ میں تم کو مدد دوں گا) اصل بَآئِیْ مُمِدُّكُمْ ہے جار کو حذف کر دیا اور استجاب کو اس پر مسلط کر دیا پس اس نے محل کو نصب دی۔ بِالْفِ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِیْنَ (ایک ہزار فرشتوں سے جو سلسلہ وار چلے آئیں گے) قراءت: مدنی نے مُرْدِفِیْنَ پڑھا ہے جبکہ دوسروں نے مُرْدِفِیْنَ پڑھا ہے۔ کسرہ کی بناء پر معنی انہوں نے دوسروں کا پیچھا کیا۔ اور فتح کی صورت میں ہر فرشتہ دوسرے کے پیچھے آیا۔ کہا جاتا ہے رد فہ جبکہ وہ اس کا پیچھا کرے اور ارد فہ ایاہ، میں نے اس کا پیچھا کیا۔

نصرت ملائکہ تو اطمینان قلبی کے لئے ہے:

آیت ۱۰: وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ (اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد نہیں عطاء کی) یعنی وہ امداد جس پر ممد کم دلالت کرتا ہے۔ اِلَّا بُشْرٰی (مگر صرف بشارت کیلئے) مگر وہ تمہارے لئے نصرت کی بشارت وَلِتَطْمَیْنُ بِہِ قُلُوْبُكُمْ (اور تاکہ تمہارے دلوں کو اطمینان ہو جائے) یعنی تم نے فریاد طلب کی اور اپنی قلت کی بناء پر گڑ گڑائے پس ملائکہ کے ذریعہ امداد وہ تمہارے لئے نصرت کی خوشخبری اور تسکین کا باعث تھی۔ اور تمہارے دلوں کیلئے ڈھارس تھی۔ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (اور نصرت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے) یعنی تم وہ مدد ملائکہ کی طرف سے مت سمجھو اصل مددگار تمہارے لئے اور فرشتوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ نمبر ۲۔ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ مدد ملائکہ وغیرہ اسباب سے نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے منصور وہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ مدد کرے۔

کیا فرشتے براہ راست لڑے؟

بدر کے دن فرشتوں کے براہ راست لڑنے کے متعلق اختلاف ہے۔ نمبر ۱۔ جبریل علیہ السلام پانچ سو فرشتوں کے ساتھ اسلامی لشکر کے میمنہ پر اترے جس میں ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے۔ اور میکائیل علیہ السلام پانچ سو کے ساتھ میسرہ پر اترے۔ جس میں علی رضی اللہ عنہ تھے۔ فرشتے انسانی صورت میں سفید لباس اور سفید عمامے زیب تن کرنے والے تھے۔ اور پگڑیوں کے شملے کندھوں کے درمیان ڈالنے والے تھے۔ اور انہوں نے باقاعدہ لڑائی کی یہاں تک کہ ابو جہل نے عبد اللہ بن مسعود کو کہا ہمیں تلوار کی ضرب کہاں سے آتی تھی جبکہ ہم کسی ذات کو نہ دیکھتے تھے۔ تو عبد اللہ نے جواب دیا وہ ضرب ملائکہ کی طرف سے تھی۔ اس نے کہا وہ ہم پر غالب آئے نہ کہ تم۔ نمبر ۲۔ فرشتے اترے تعداد بڑھانے اور مسلمانوں کو ثابت قدم رکھنے کیلئے انہوں نے قتال نہیں کیا۔ ورنہ ایک فرشتہ پوری دنیا کو ہلاک کرنے کیلئے کافی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ (بیشک اللہ زبردست) اپنے دوستوں کی مدد کیلئے حَکِیْمٌ (حکمت والے ہیں) اپنے دشمنوں کو مغلوب کرتے ہیں۔

اِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسُ اَمْنَةً مِّنْهُ وَيُنْزِلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُمُ

جب چین دینے کے لئے اللہ اپنی طرف سے تم پر اونگھ طاری فرما رہا تھا اور تم پر آسمان سے پانی نازل فرما رہا تھا تاکہ تمہیں پاک کر دے

بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمُ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰی قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهٖ الْاَقْدَامَ ۝۱۱

اور تم سے شیطان کے دوسے کو دور فرما دے اور تاکہ تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور اس کے ذریعہ قدموں کو جما دے۔

غلبہ اونگھ:

آیت ۱۱: اِذْ يُغَشِّيكُمُ (یاد کرو جب اللہ تعالیٰ تم پر طاری کر رہا تھا) **نَحْمُ**: یہ اذیعہ کم سے دوسرا بدل ہے۔ نمبر ۲۔ النصر کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر ۳۔ اذکر مضمومان کر منصوب ہے۔

قراءت: مدنی نے یغشیکم پڑھا ہے۔ النُّعَاسُ (اونگھ) نیند۔ دونوں قراءتوں کے مطابق فاعل اللہ ہی ہے۔ مکی اور ابو عمرو نے یغشاکم النعاس پڑھا ہے۔ اَمْنَةً (چین دینے کیلئے) نمبر ۱۔ یہ مفعول لہ ہے۔ جب تم امن کیلئے اونگھ رہے تھے۔ ای لامنکم، نمبر ۲۔ مصدر ہے پس تم امن میں ہو گئے امن میں ہونا۔ نیند سے رعب چلا جاتا ہے اور نفس کو آرام ملتا ہے۔ مِّنْهُ (اپنی طرف سے) یہ امنہ کی صفت ہے یعنی امنہ حاصلہ لکم وہ امن جو تمہیں اللہ کی طرف سے حاصل ہونے والا تھا۔

نزول کی مطر:

وَيُنْزِلُ (اور برسا رہا تھا) تمام قراء نے تشدید سے پڑھا جبکہ مکی و بصری نے یُنْزِلُ تخفیف سے پڑھا ہے۔ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً (تم پر آسمان سے پانی) بارش لِيُطَهِّرَكُمْ بِهِ (تاکہ اس پانی سے تم کو پاک کر دے) پانی کے ذریعہ حدث اور جنابت سے وَيُذْهِبَ عَنْكُمُ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ (اور تم سے شیطان کے وسوسہ کو دور کر دے) نمبر ۱۔ ان کی طرف جو وسوسہ ڈالتا اور پیاس سے ڈراتا ہے۔ نمبر ۲۔ احتلام کے ذریعے جنابت سے کیونکہ احتلام شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور ان کے دل میں یہ وسوسہ پیدا کیا کہ جنابت کی حالت میں مد نہیں ہے۔ وَلِيَرْبِطَ عَلٰی قُلُوْبِكُمْ (اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے) صبر کے ذریعہ وَيُثَبِّتَ بِهٖ الْاَقْدَامَ (اور تمہارے پاؤں جما دے) پانی کے ساتھ مسلمانوں کے قدم ریت میں دھنس دھنس جاتے تھے۔ نمبر ۲۔ ربط کے ذریعہ کیونکہ جب دل میں صبر پختہ ہو جائے تو لڑائی میں قدم خود مضبوط ہو جاتا ہے۔

اِذْ يُوحِي رَبُّكَ اِلَى الْمَلَائِكَةِ اَنْيْ مَعَكُمْ فَثَبَّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَالِقِيْنَ فِيْ قُلُوْبٍ

جب کہ آپ کا رب فرشتوں کو حکم دے رہا تھا کہ بلاشبہ میں تمہارے ساتھ ہوں سو تم ایمان والوں کو جماؤ میں عنقریب کافروں کے

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الرَّعْبَ فَاُضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝۱۲

اور ان کے ہر پورے پر مارو۔

سو تم گردنوں پر مارو

دلوں میں رعب ڈال دوں گا۔

فرشتوں کو ہمت بڑھانے کے حکم والا:

آیت ۱۲: اِذْ يُوحِيْ (اس وقت کو یاد کرو جب حکم دیتا تھا) مَخْرُوجًا: اذیعہدکم سے بدل سوم ہے۔ نمبر ۲۔ یثبت سے منصوب ہے۔ رَبُّكَ اِلَى الْمَلَائِكَةِ اَنْيْ مَعَكُمْ (آپ کا رب فرشتوں کو کہ میں تمہارے ساتھ ہوں) مدد کے ساتھ فَثَبَّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (تم سب ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ) بشارت کے ساتھ۔ فرشتہ انسانی صورت میں صف کے آگے چلتا اور کہتا ابشروا فان الله ناصر کم۔ خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ تمہارا ناصر ہے۔ سَالِقِيْنَ فِيْ قُلُوْبٍ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الرَّعْبَ (میں ابھی کفار کے قلوب میں رعب ڈالے دیتا ہوں) خوف سے ان کے دل کو بھرنا۔

قراءت: شامی، علی نے الرُّعْبَ پڑھا ہے۔۔

کفار کی گردنیں اڑادو:

فَاُضْرِبُوْا (پس تم مارو) مسلمانوں کو حکم دیا نمبر ۲۔ ملائکہ کو اس میں دلیل ہے کہ ملائکہ نے قتال کیا۔ فَوْقَ الْاَعْنَاقِ (گردنوں پر) نمبر ۱۔ یعنی گردنوں کے اوپر والے حصے جو کہ ذبح کے مقامات ہیں تاکہ سراسر اٹائے جائیں۔ نمبر ۲۔ سر مراد ہیں کیونکہ گردنوں پر سر ہی ہوتا ہے۔ مطلب کھوپڑی پر مارنا ہے۔ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ (اور ان کے پور پور پر مارو) وہ انگلیاں ہیں۔ مراد اطراف ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تم ان کے قتل کے مقامات اور اطراف جسم دونوں پر مارو۔ ضرب مقتل پر پڑے یا غیر مقتل پر ان دونوں اقسام میں ضرب مشتمل ہونی چاہیے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُۥ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُۥ فَاِنَّ اللّٰهَ

یہ اس وجہ سے کہ بلاشبہ انہوں نے اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرے سو اللہ

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۱۳ ذٰلِكُمْ فَذُقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكَافِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ۱۴

سخت سزا دینے والا ہے۔ سو یہ سزا تم چکھو اور بلاشبہ کافروں کے لئے دوزخ کا عذاب ہے۔

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِيْتُمْ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحٰفًا فَلَا تُولُوْهُمْ الْاَدْبَارَ ۱۵

اے ایمان والو! جب تم کافروں سے دو بدو مقابل ہو جاؤ تو ان سے پشت مت پھیرد

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرًاۙ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحِيْزًاۙ اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ

اور اس دن بجز اس شخص کے جو لڑائی کیلئے رخ بدلنے والا ہو یا اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے والا ہو جو شخص پشت پھیرے گا سو وہ

بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَلْوٰهُ جَهَنَّمَۙ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۱۶

اللہ کے غصہ کو لے کر لوٹا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔

یہ سزا اللہ اور رسول (ﷺ) کی مخالفت کی وجہ سے ملی:

آیت ۱۳، ۱۴: ذٰلِكَ (یہ) یہ ضرب، قتل، جلد پہنچنے والی سزا تمام کی طرف اشارہ ہے۔ یہ مبتداء ہے۔ بِاَنَّهُمْ شَاقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُۥ (اس بات کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی) اس کی خبر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ عذاب ان پر مخالفت خدا و رسول کی وجہ سے پڑا۔ شَاقُّوا کا لفظ الشق سے ہے۔ ہر دشمنی کرنے والا ایک جانب اور دوسری جانب اس کا مقابل کذا المعاداة و المخاصمة کیونکہ ایک ایک جانب اور دوسرا دوسری جانب ہوتا ہے۔ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُۥ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (اور جو اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سخت سزا دیتے ہیں) ذٰلِكَ کا کاف میں خطاب رسول سے ہے یا ہر فرد اور ذٰلکم میں بطور التفات کے کفار کو خطاب ہے۔ ذٰلِکُمْ محل رفع میں ہے۔ نمبر ۱۔ ذٰلِکُمْ الْعِقَابِ نمبر ۲۔ الْعِقَابِ ذٰلِکُمْ۔ فَذُقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكَافِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ (سو یہ سزا تم چکھو اور بلاشبہ کافروں کے لئے دوزخ کا عذاب ہے) واو، مع کے معنی میں ہے۔ یعنی ذوقوا هذا العذاب العاجل مع الآجل الذی لکم فی الآخرة اس جلد ملنے والے عذاب کو چکھو اس کے ساتھ مؤجل عذاب آخرت کا تیار ہے۔ گویا ظاہر کو ضمیر کی جگہ لایا گیا۔

دو بدو جنگ کے احکامات:

آیت ۱۵: يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِيْتُمْ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحٰفًا (اے ایمان والو! جب تم کافروں سے دو بدو مقابل ہو جاؤ)

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ

سو تم نے انہیں قتل نہیں کیا اور لیکن اللہ نے انہیں قتل کیا اور جب آپ نے پھینکا تو آپ نے نہیں پھینکا لیکن اللہ نے پھینکا

وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۱۷ ذَلِكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ

اور تاکہ اللہ مومنین کو اپنی طرف سے اچھا انعام دے بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ یہ بات ہے اور بلاشبہ اللہ

مُوهِنٌ كَيْدَ الْكَافِرِينَ ۱۸

کافروں کی تدبیر کو کمزور کرنے والا ہے۔

یہ الذین کفروا سے حال ہے۔ الزحف وہ لشکر جو کثرت کی وجہ سے اس طرح نظر آئے گویا وہ ریگ رہا ہے۔ یہ زحف الصبی سے بنا ہے۔ جبکہ وہ اپنے سرینوں پر آہستہ آہستہ سرکنے لگے۔ مصدر سے بطور نام کے استعمال ہوتا ہے۔ فَلَا تُؤْكُلُوهُمْ إِلَّا دُبَارَ (تو ان سے پشت مت پھیرنا) ان سے شکست کھا کر مت پھرو۔ یعنی جب ان سے لڑائی میں سامنا کرو، ان کی تعداد زیادہ اور تمہاری کم ہو تو پیٹھ پھیر کر نہ بھاگو۔ چہ جائیکہ تم تعداد میں ان سے قریب یا برابر ہو۔ نمبر ۲۔ مؤمنین سے حال ہے۔ نمبر ۳۔ فریقین سے حال ہے جب تم اور وہ گڈمڈ ہو کر لڑو۔

بھاگنے والے کے جرم کی شدت:

آیت ۱۶: وَمَنْ يُؤْلِهِمْ يَوْمَ ذُبُرَ إِلَّا مُتَحَرِّفًا (اور جو شخص ان سے اس موقع پر پشت پھیرے گا۔ مگر ہاں جو پینتر ابدلتا ہو) مائل ہونے والا۔ لِقَتَالِ (لڑائی کیلئے) وہ مڑ کر حملہ کرنے کیلئے پسپا ہوتا ہے دشمن کو خیال ہو کہ بھاگ گیا پھر اس پر مڑ کر حملہ آور ہو۔ یہ ایک جنگی طرز ہے۔ اَوْ مُتَحَيِّزًا (یا ملنے والا ہو) اِلَىٰ فِتْنَةٍ (اپنی جماعت کی طرف) پناہ لینے آتا ہو وہ متشکی ہے ملنے والا ہو مسلمانوں کی جماعت جو اس کی پشت میں ہو۔

نَحْمُ: یہ دونوں یولہم کی ضمیر فاعلی سے حال ہیں۔ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَا وَدَّ جَهَنَّمَ وَبَشَسَ الْمَصِيرُ (وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں آجائے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے) متحیز کا وزن مُتَفِعِلٌ ہے مُتَفِعِلٌ نہیں کیونکہ وہ حاز، یحوز سے ہے اس سے متحوز، متفعل بنتا ہے نہ کہ متحیز۔

ایک مشت خاک کا اعجاز:

آیت ۱۷: جب اہل مکہ کی قوت ٹوٹ گئی اور قتل و قید ہو گئے۔ تو قاتل تفاخر کے طور پر قتلٹ اور اُسرت کہنے لگے تو ان کو کہا گیا۔ فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ (پس تم نے ان کو قتل نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا) مخذوف شرط کے جواب میں ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ ان افتخروا بقتلہم فانتم لم تقتلوہم اگر تم ان کے قتل پر فخر کرتے ہو تو تم نے ان کو قتل نہیں کیا۔ جب جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ایک مٹھی مٹی لے کر ان کی طرف پھینکو۔ آپ نے پھینکا اور بددعا فرمائی شاہت الوجہ

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَاءَكُمْ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا

اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو فیصلہ تمہارے سامنے آ چکا ہے اور اگر تم باز آ جاؤ تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم پھر وہی کام کرو گے

نَعْدُ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۹

تو ہم بھی وہی کام کریں گے اور تمہاری جماعت ہرگز تمہارے کچھ کام نہ آئے گی۔ اگرچہ کثیر تعداد میں ہو اور بلاشبہ اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔

کوئی مشرک ایسا نہ رہا مگر وہ اپنی آنکھیں ملنے میں مشغول ہو گیا پس کفار شکست کھا گئے۔ کہا گیا: وَمَا رَمَيْتَ اے محمد (ﷺ) اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی (اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی) وہ کنکریاں جو آپ نے پھینکیں، حقیقت میں آپ نے نہیں پھینکیں۔ کیونکہ اگر آپ پھینکتے تو اس کا اثر اتنا ہی ہوتا جتنا انسان کے پھینکنے کا ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے پھینکنے کا اثر بہت بڑا ہوا (ہر کافر کی آنکھ میں کنکری پہنچ گئی اور اس کو بے بس کر دیا)

مَنْ يَنْتَلِلْہ: اس آیت میں اس بات کی وضاحت ہے کہ بندے کے فعل کی نسبت اس کی طرف کسب کی حیثیت سے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف خلق کی حیثیت سے اس طرح نہیں جیسا کہ جبریہ اور معتزلہ کہتے ہیں۔ کیونکہ اِذْ رَمَيْتَ کہہ کر بندے کے فعل کو ثابت کیا پھر بندے سے اس کی نفی لیکن اللہ رمی کہہ کر کر دی۔

قراءت: اور لکن اللہ قتلہم اور لکن اللہ رمی میں لکن کو شامی، حمزہ اور علی نے تخفیف سے پڑھا ہے۔ وَلِيْلِي الْمُوْمِنِيْنَ (تا کہ وہ مومنین کو اجر دے) تا کہ وہ مومنوں کو دے مِنْہُ بَلَاءٌ حَسَنًا (خوب اجر) عطاے جمیل۔ مطلب یہ ہے کہ مومنوں پر احسان کیلئے اس نے کیا جو کچھ کیا اور یہ سب کچھ اسی خاطر کیا۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ (بے شک اللہ سننے والا ہے) ان کی دعاؤں کا عَلِيْمٌ (جاننے والا ہے) ان کے حالات کو۔

کافروں کی تدبیر کمزور کر دی:

آیت ۱۸: ذٰلِكُمْ (ایک بات تو یہ ہوگی) یہ بلائے حسن کی طرف اشارہ ہے۔

مُحْجُو: یہ محل رفع میں ہے اور ذٰلِكُمْ پر اس کا عطف ہے مراد بلائے مومنین اور توہین مکائد کافرین ہے۔ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنٌ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ (اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کافروں کی تدبیر کا کمزور کرنا تھا)

قراءت: مُوْهِنٌ کَیْدِ شامی و کوئی نے پڑھا ہے۔ جبکہ حفص نے مُوْهِنٌ کَیْدِ اور دیگر قراء نے مُوْهِنٌ کَیْدِ پڑھا۔

آیت ۱۹: اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَاءَكُمْ الْفَتْحُ (اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو وہ فیصلہ تو تمہارے سامنے آ موجود ہوا) اگر تم مدد طلب کرتے تھے تو مدد آ گئی مگر تمہارے خلاف۔ یہ اہل مکہ کو خطاب فرمایا کیونکہ روانہ ہوتے وقت انہوں نے استار کعبہ سے چمٹ کر کہا اللّٰھم ان کان محمد علی الحق فانصرہ و ان کنا علی الحق فانصرنا۔

دوسرا قول ان تستفتحو ا یہ مومنوں کو خطاب ہے۔ کہ اگر تم فیصلہ کے طالب تھے تو وہ آ گیا۔ وَاِنْ تَنْتَهُوْا (اگر تم باز آ جاؤ) یہ کفار کو خطاب ہے۔ ان تنتہوا کا مطلب عداوت رسول سے باز آنا ہے۔ فَهُوَ (تو یہ) یہ باز آنا۔ خَيْرٌ لَّكُمْ (نہایت خوب)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنَّهُ وَانْتُمْ

اے ایمان والو! اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو، اور اس سے روگردانی نہ کرو حالانکہ تم

تَسْمَعُونَ ۚ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۚ إِنَّ

سننے ہو، اور ان میں سے مت ہو جاؤ جنہوں نے کہا کہ ہم نے سن لیا اور حال یہ ہے کہ وہ نہیں سنتے، بیشک

شَرَّالذِّوَابِ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۚ وَلَوْ

زمین پر چلنے پھرنے والوں میں اللہ کے نزدیک سب سے برے وہ لوگ ہیں جو گونگے ہیں، بہرے ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے، اور اگر

عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّأَسْمَعَهُمْ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُّعْرِضُونَ ۚ

اللہ جانتا کہ اُن میں کوئی بھلائی ہے تو ان کو ضرور سنا دیتا، اور اگر ان کو سنا دے تو وہ ضرور روگردانی کریں گے بے رخی کرتے ہوئے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۚ

اے ایمان والو! تم حکم مانو اللہ کا اور رسول ﷺ کا جب وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائے جو تمہیں زندہ کرتی ہے،

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۚ

اور جان لو کہ بیشک اللہ حائل ہو جاتا ہے آدمی کے اور اس کے دل کے درمیان، اور بیشک تم اللہ ہی کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ

اور تم ایسے فتنہ سے بچو جو خاص کر انہی لوگوں پر واقع نہ ہو گا جو تم میں سے گناہوں کے مرتکب ہوئے، اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ

شَدِيدُ الْعِقَابِ ۚ

سخت عذاب والا ہے۔

ہے) بہت بہتر اور سلامتی والا ہے۔ وَإِنْ تَعُوذُوا (اور اگر تم پھر وہی کام کرو گے) ان کے ساتھ لڑائی کے لیے۔ نَعُدُّ (تو ہم بھی پھر یہی کام کریں گے) تمہارے خلاف ان کی مدد کیلئے۔ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ (اور تمہاری جمعیت تمہارے کام نہ آوے گی) تمہاری پارٹی شینا و لو کثرت (ذرا بھی۔ اگرچہ کتنی زیادہ ہو) تعداد میں وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ (اور بیشک اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے)

قراءت: مدنی، شامی و حفص نے اللہ کو فتح کیساتھ پڑھا۔ اور اسلئے کہ اللہ تعالیٰ مدد کے ذریعہ مومنین کے ساتھ ہے۔ ایسا ہوا۔ دیگر قراء نے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے اور اس کی تائید عبد اللہ کی قراءت سے ہوتی ہے۔ وَاللَّهُ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ۔

اطاعتِ رسول (ﷺ) کا دامن تھا مے رکھو:

آیت ۲۰: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ (اے ایمان والو! اللہ کا کہنا مانو اور اس کے رسول کا اور اس کہنا ماننے سے روگردانی مت کرو) رسول اللہ ﷺ سے کیونکہ اطیعوا الرسول کا معنی اس ارشاد کی طرح ہے: وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضَوْهُ (التوبہ: ۶۲) اور اس لئے بھی کہ اطاعت اللہ اور اطاعت رسول ایک چیز ہے جیسا اس ارشاد میں ہے: مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (النساء: ۸۰) ایک کی طرف ضمیر کا لوٹنا دونوں کی طرف ضمیر لوٹنے کی طرح ہے جیسا کہ کہتے ہیں۔ الاحسان والاجمال لا ینفع فی فلان۔ نمبر ۲۔ ضمیر کا مرجع اطاعت کا حکم ہے۔ یعنی اس امر اور اس کے ہم مثل اوامر سے منہ نہ موڑو۔ تَوَلَّوْا اصل میں تتولوا ہے ایک تا کو تخفیف کیلئے حذف کر دیا۔ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ (حالانکہ تم سنتے ہو) یعنی تم اس کو سنتے ہو۔ نمبر ۳۔ رسول اللہ ﷺ سے منہ نہ موڑو اور نہ ہی ان کی مخالفت کرو حالانکہ تم ان کی تصدیق کرتے ہو اس لئے کہ تم مؤمن ہو۔ تم بہرے جھٹلانے والے کفار کی طرح نہیں ہو۔

منافقین اور اہل کتاب کا طرز مت اپناؤ:

آیت ۲۱: وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ (اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم نے سن لیا) یعنی سننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور وہ منافقین اور اہل کتاب ہیں۔ وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ (حالانکہ وہ سنتے کچھ نہیں) کیونکہ وہ اس کی تصدیق کرنے والے نہیں گویا کہ وہ سنتے ہی نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تم قرآن و نبوت کی تصدیق کرتے ہو۔ جب بعض امور میں اطاعت رسول سے منہ موڑو گے جیسے تقسیم غنائم وغیرہ تو تمہارا سننا ان کے مشابہ ہو جائے گا۔ جو ایمان نہیں رکھتے پھر فرمایا۔

کافر بدترین جانور:

آیت ۲۲: إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ (بیشک مخلوق میں بدترین وہ لوگ ہیں جو بہرے ہیں گونگے ہیں جو کہ ذرا نہیں سمجھتے) مطلب یہ ہے کہ زمین پر چلنے والوں میں بہائم سب سے بدترین ہیں اور بہائم میں سے بدترین وہ ہیں جو کہ حق سے بہرے بے عقل ہیں۔ اس کو نہیں سمجھتے کفار کو جنس بہائم سے قرار دیا پھر ان کو ان سے بھی زیادہ برا قرار دیا کیونکہ انہوں نے مانوس ہونے کے بعد عناد اختیار کیا اور عقل کے ہوتے ہوئے کفر پر ضد اختیار کی۔

وہ خوبی سے خالی ہیں:

آیت ۲۳: وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ (اگر اللہ تعالیٰ ان میں دیکھتے) ان گونگے بہرے لوگوں میں خیراً (کوئی خوبی) سچائی اور رغبت لَّا سَمِعَهُمْ (تو ان کو سننے کی توفیق دے دیتے) تو ان کو سننے والے بنا دیتا یہاں تک کہ وہ بھی تصدیق کرنے والوں کی طرح سنتے۔ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا (اور اگر ان کو اب سنادیں تو ضرور روگردانی کریں گے) اس سے منہ موڑتے یعنی اگر ان کو سنادیتا اور وہ تصدیق کر دیتے تو اس کے بعد بھی ارتداد اختیار کر لیتے اور استقامت پر نہ رہتے۔ وَهُمْ مُعْرِضُونَ (بے رخی کرتے ہوئے) ایمان سے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی فوراً تعمیل کرو:

آیت ۲۴: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ (اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول کے کہنے کو بجالایا کرو جب کہ وہ تم کو بلا رہے ہیں) اس میں بھی خبر واحد لائی گئی کیونکہ استجاب رسول استجاب باری تعالیٰ کی طرح ہے اور استجاب کا معنی اطاعت، امتثال ہے۔ امتثال بالدعوة۔ مقرر کرنا اور آمادہ کرنا ہے۔ لِمَا يُحْيِيكُمْ (جو تمہیں زندہ کرتی ہے) دیانات اور شرائع کے علوم مراد ہیں۔ کیونکہ علم زندگی ہے۔ جیسا کہ جہالت موت ہے۔ جیسا کہ شاعر نے کہا لَا تَعْبِجَنَّ الْجَهْلُ حِلَّتَهُ - فَذَاكَ مِيتٌ وَثَوْبُهُ كَفَنٌ (جاہل کو اپنے جہالت کے لباس پر فخر نہ کرنا چاہیے کیونکہ وہ مردہ ہے۔ اور اس کا لباس کفن ہے۔

نمبر ۲۔ کفار سے جہاد کیلئے کیونکہ اگر وہ اس کا انکار کریں تو مغلوب ہو جائیں اور قتل کر دیے جائیں۔ نمبر ۳۔ شہادت کے لئے اس لئے کہ ارشاد الہی ہے: بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (آل عمران: ۱۶۹)

اللہ کے حائل ہونے کا مطلب:

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ (اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ آڑ بن جایا کرتا ہے آدمی کے اور اس کے قلب کے درمیان) یعنی اس کو مار دیتا ہے اور اس سے وہ فرصت فوت ہو جاتی ہے جس کو وہ پانے والا تھا۔ اور وہ فرصت یہ ہے کہ اخلاص قلب سے دین پر جماؤ میسر ہو۔ پس تم اس فرصت کو غنیمت سمجھو۔ اور اپنے دلوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کیلئے خالص کرو۔

نمبر ۲۔ اس کے اور اس کی تمناؤں کے درمیان جو وہ لمبی زندگی کے سلسلہ میں کرتا ہے پس اس کے عزائم کو منسوخ کر دیتا ہے وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ (اور تم سب کو اللہ ہی کے پاس جمع ہونا ہے) تم یقین کر لو اسی کی بارگاہ میں تمہیں اکٹھا ہونا ہوگا۔ پس وہ دلوں کی سلامتی اور مخلصانہ اطاعت کی مقدار کے برابر ثواب عنایت کرے گا۔

فتنے کا وبال عام ہے:

آیت ۲۵: وَاتَّقُوا فِتْنَةً (اور تم ایسے وبال سے بچو) عذاب، لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً (جو خاص انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں) یہ جواب امر ہے یعنی اگر وہ عذاب تمہیں پہنچے گا تو فقط ظالموں کو ہی نہیں پہنچے گا بلکہ سب کو عام ہوگا۔ جواب امر میں تاکید کا نون داخل کرنا درست ہے۔ کیونکہ اس میں نہی کا معنی ہے۔ جیسا تم کہو انزل عن الدابة لا تطرحك اور لا تطرحنك بھی درست ہے منکم میں من تبعض کیلئے ہے۔ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے) جب وہ سزا دیتا ہے۔

وَلَا تُكْرُوا اِذَا اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَفَكُمُ

اور اس وقت کو یاد کرو جب تم تھوڑے تھے۔ زمین میں کمزور شمار کئے جاتے تھے تم اس بات سے ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں

النَّاسُ فَاُولَئِكَمُ وَيَدُكُمْ بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾

اچک لیں، سو اللہ نے تمہیں ٹھکانہ دیا اور اپنی مدد سے تم کو قوت دی اور تمہیں پاکیزہ چیزیں عطا کیں تاکہ تم شکر گزار ہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمْنَكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۳۷﴾

اے ایمان والو! خیانت نہ کرو اللہ کی اور رسول ﷺ کی، اور نہ خیانت کرو اپنی آپس کی امانتوں میں حالانکہ تم جانتے ہو۔

وَأَعْلَمُوا أَنَّكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۖ وَأَنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿۳۸﴾

اور تم جان لو کہ بیشک تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں اور بلاشبہ اللہ کے پاس بڑا اجر ہے،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ

اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو تو اللہ تمہیں فیصلہ والی چیز دے گا اور تمہارے گناہوں کا کفارہ فرما دے گا

وَيَغْفِرَ لَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿۳۹﴾

اور تمہاری بخشش فرما دے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

سابقہ حالت کو یاد رکھو تاکہ شکر یہ کی توفیق ہو:

آیت ۳۶: وَادْكُرُوا اِذَا اَنْتُمْ قَلِيْلٌ (اور اس حالت کو یاد کرو جبکہ تم قلیل تھے) اذ انتم قلیل مفعول یہ ہے ظرف نہیں۔ یعنی اذ کرو وقت کو نکم اقلہ اذلة اپنی قلت و کمزوری کے وقت کو یاد کرو۔ مُسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ (زمین میں کمزور شمار کئے جاتے تھے) ہجرت سے قبل سرزمین مکہ میں قریش نے تمہیں کمزور بنا رکھا تھا۔ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَفَكُمُ النَّاسُ (اور تم اس اندیشہ میں رہتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں اچک نہ لیں) کیونکہ وہ لوگ مسلمانوں کے مخالف اور دشمن تھے۔ فَاُولَئِكَمُ (پھر اس نے رہنے کی جگہ دی) مدینہ میں وَ اَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهِ (اور تم کو اپنی نصرت سے قوت دی) انصار کی پشت پناہی کے ذریعہ اور بدر کے دن ملائکہ کو بھیج کر وَ رَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ (اور تم کو نفیس نفیس چیزیں عنایت فرمائیں) اموال غنیمت جو تم سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ ہوئے تھے۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (تاکہ تم شکر کرو) ان نعمتوں کا۔

اللہ کے حقوق میں خلل مت ڈالو:

آیت ۲۷: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ - (اے ایمان والو! تم اللہ کے حقوق میں خلل مت ڈالو) اس کے فرائض کو معطل کر کے۔ وَالرَّسُولَ (رسول کے) اور رسول کے طریقہ کو نہ اپنا کر۔ وَتَخُونُوا أَمْنَكُمْ (اور اپنی قابل حفاظت چیزوں میں مت خلل ڈالو)

نَحْمُ: اس پر جزم لا تخونوا پر عطف کی وجہ سے ہے ای لا تخونوا۔ اپنے مابین اس طرح کہ ان کی حفاظت نہ کرو۔ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (اور تم تو جانتے ہو) نمبر ۱۔ اس کا انجام اور وبال نمبر ۲۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ تم خیانت کر رہے ہو۔ مطلب یہ ہے خیانت تم سے جان بوجھ کر پائی جائے بھول کر نہیں۔ نمبر ۳۔ تم علماء ہو اچھی چیز کے حسن اور فتنہ کی قباحیت سے واقف ہو۔ الخون کمی کرنا۔ جیسا الوفاء کا معنی پورا کرنا۔ اور اسی سے تخونہ اذا انتقصه بولتے ہیں۔ پھر یہ امانت و وفاء کے عکس کے طور پر استعمال ہونے لگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی کی خیانت کرنے سے کسی کی چیز میں نقصان داخل کر دیا جاتا ہے۔

مال و اولاد باعث آزمائش:

آیت ۲۸: وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (اور تم جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہے) یعنی فتنہ میں پڑنے کے اسباب میں سے ہیں۔ فتنہ گناہ اور عذاب دونوں کو کہتے ہیں۔ نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم کس طرح اس کی حدود کی نگہبانی کرتے ہو۔ وَأَنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ (اور اس بات کو بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا بھاری اجر ہے) پس تمہارا فرض بنتا ہے کہ اس کی طلب میں حرص کرو اور دنیا میں زہد اختیار کرو۔ اور حب اولاد اور جمع اموال کی حرص میں نہ پڑو۔

تقویٰ سے حق و باطل کی پہچان رہے گی:

آیت ۲۹: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا (اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ایک فیصلہ کی چیز دیگا) مدد۔ نمبر ۱۔ کیونکہ وہ حق و باطل میں فرق کرنے والی ہے۔ باطل پرستوں کو ذلیل کر کے اور اہل اسلام کو عزت دیکر۔ نمبر ۲۔ وضاحت اور ظہور ہے جس سے تمہارا معاملہ مشہور ہو جائے گا۔ اور تمہاری شہرت اور آثار زمین کے اطراف میں پھیل جائیں گے۔ جیسا کہا جاتا ہے۔ سطع الفرقان جبکہ فجر طلوع ہو نمبر ۳۔ شبہات سے نکلنے کی راہ اور شرح صدر نمبر ۳۔ تمہارے اور غیر مسلموں کے درمیان جدائی اور دنیا و آخرت میں مراتب۔ وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ (اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا) صغیرہ گناہ وَيَغْفِرْ لَكُمْ (اور تم کو بخش دے گا) تمہارے گناہ یعنی کبار وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے) اپنے بندوں پر۔

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ ۖ وَيَمْكُرُونَ

اور جب کافر لوگ آپ کے بارے میں تدبیریں سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو قتل کر دیں یا آپ کو جلا وطن کر دیں، اور وہ اپنی تدبیریں کر رہے تھے

وَيَمْكُرُ اللَّهُ ۗ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكِرِينَ ۝۳۰

اور اللہ بھی تدبیر فرما رہا تھا اور اللہ تدبیر کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔

کفار قریش کی تدابیر:

آیت ۳۰: وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا (اور اس واقعہ کو یاد کرو جبکہ کافر لوگ آپ کی نسبت تدبیریں سوچ رہے تھے) جب اللہ تعالیٰ نے مکہ کو فتح کروایا تو قریش کی حیلہ بازیوں کا ذکر کیا جو مکہ میں انہوں نے کیں تاکہ انکی فریب کاریوں سے نجات پانے پر آپ شکر یہ ادا کریں اور ان پر جو غلبہ عنایت فرمایا اس پر شکر بجالائیں۔ مطلب یہ ہے اس وقت کو یاد کرو جب تمہارے خلاف وہ خفیہ تدابیر کر رہے تھے۔ معاملہ کچھ اس طرح ہے کہ جب انصار نے اسلام قبول کر لیا۔ تو قریش کو خطرہ ہوا کہ آپ کا معاملہ مضبوط ہو جائیگا۔

دارالندوہ کا اجلاس:

چنانچہ انہوں نے دارالندوہ میں آپ کے متعلق مشورہ کیلئے میٹنگ بلائی۔ ابلیس ان کے پاس ایک شیخ کی صورت میں آیا اور کہنے لگا میں نجد کا ایک شیخ ہوں۔ جب میں مکہ میں داخل ہوا تو مجھے تمہارے اجتماع کا علم ہوا۔ میں نے اس میں حاضری کا فیصلہ کر لیا، میں رائے اور خیر خواہی میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھوں گا۔

میٹنگ شروع ہوئی ابوالخیر نے کہا اس کو ایک گھر میں بند کر کے بیڑیوں میں جکڑ دو اور روشندان کے علاوہ اس کمرے کے تمام دروازے بند کرو۔ وہاں کھانا پینا دو اور اس کے متعلق حوادث کا انتظار کرو۔ ابلیس نے کہا یہ بدترین رائے ہے اس کی قوم کے لڑاکے جمع ہو کر تمہارے ہاتھوں سے چھڑ والیں گے۔ ہشام بن عمرو نے کہا اس کو ایک اونٹ پر سوار کر کے مکہ سے نکال دو۔ باہر جو کرے تمہیں کچھ نقصان نہ ہوگا۔ اور تم آئے روز کی پریشانی سے چھٹکارا پا لو گے۔ ابلیس: یہ بھی بدترین رائے ہے۔ تمہارے علاوہ دوسری قوم کو بگاڑ کر تمہارے خلاف لڑے گا۔ ابو جہل عمرو بن ہشام نے کہا ہر قبیلہ سے ایک نوجوان لوہ تلوار لے کر اس کا گھیراؤ کریں اور یکبارگی وار کر کے اس کا کام تمام کر دیں۔ تمام قبائل میں اس کا خون تقسیم ہو جائیگا۔ بنو ہاشم تمام قریش سے لڑائی کی طاقت نہیں رکھتے مجبوراً دیت لینے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ اور ہم اس سے چھوٹ بھی جائیں گے۔ ابلیس لعین نے کہا اس نے سچ کہا ہے اس کی رائے سب سے عمدہ ہے۔ ابو جہل کی رائے پر اتفاق ہو گیا۔ آپ کے قتل کی بات طے پا گئی۔ جبریل علیہ السلام نے آ کر رسول ﷺ کو اطلاع دی اور کہا کہ آج رات آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہجرت کی اجازت دی۔ آپ نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بستر پر سونے کا حکم دیا وہ آپ کے بستر پر سو گئے اور آپ کے حکم سے آپ کی چادر اوپر اوڑھ لی۔ آپ نے ان کو تسلی دی کہ تمہیں کوئی ناگوار

وَإِذَا تُلِيٰ عَلَيْهِمُ آيَاتُنَا قَالُوا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَذَا إِنْ هَذَا

اور جب ان پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اگر ہم چاہیں تو اس جیسا کام کہہ سکتے ہیں۔ یہ

إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ

کچھ بھی نہیں ہے مگر وہ باتیں ہیں جو اگلے وقتوں کے لوگوں سے نقل ہوتی چلی آرہی ہیں اور جب ان لوگوں نے کہا کہ اے اللہ اگر یہ آپ کی طرف سے واقعی

عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حَجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ وَإِنَّنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ وَمَا كَانَ

حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دیجئے یا ہم پر کوئی درد ناک عذاب واقع کر دیجئے اور اللہ انہیں اس حالت میں عذاب نہیں

اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۝

دے گا جبکہ آپ ان میں موجود ہوں اور اللہ تعالیٰ انہیں اس حال میں عذاب نہیں دے گا کہ وہ استغفار کرتے ہوں۔

معاملہ پیش نہ آئے گا۔ مشرکین نے رات آپ کی گھات میں گزار دی۔ صبح آپ کے بستر کو دیکھا تو علی رضی اللہ عنہ کو بیدار ہوتے پایا۔ وہ ششدر رہ گئے اللہ تعالیٰ نے ان کی کوشش ناکام کر دی۔ پھر انہوں نے آپ کے نشان ہائے قدم کا پیچھا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس تدبیر کو بھی ناکام بنا دیا۔ لِيُثْبِتُوكَ (کہ آپ کو قید کر لیں) آپ کو قید کر کے باندھ دیں۔ أَوْ يَقْتُلُوكَ (یا آپ کو قتل کر ڈالیں) اپنی تلواروں کے ذریعہ أَوْ يُخْرِجُوكَ (یا آپ کو نکال باہر کریں) مکہ مکرمہ سے وَيَمْكُرُونَ (اور وہ تو اپنی تدبیریں کر رہے تھے) خفیہ تدبیر آپ کے متعلق بنا رہے تھے۔ وَيَمْكُرُ اللَّهُ (اور اللہ تعالیٰ اپنی تدبیر کر رہے تھے) اللہ تعالیٰ نے جو ان کے لئے مخفی تیار کیا ہے۔ وہ اچانک ان کو آ لے گا۔ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ (اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہے) اس کی تدبیر دوسروں کی تدبیر سے زیادہ اثر و نفوذ رکھتی ہے۔

آیت ۳۱: شَأْنُ نَزْوَالِ: آپ ﷺ قرآن پڑھتے اور اپنی قراءت میں گزشتہ زمانے کے واقعات ذکر کرتے۔ ایک دن نظیر بن حارث کہنے لگا اگر میں چاہوں تو ایسے واقعات بیان کر سکتا ہوں۔ یہ فارس کے سفر میں رستم، اسفندیار اور عجمیوں کے قصے لے کر آتا اور لوگوں کو سناتا اس پر یہ آیت اتری۔

قرآن کے متعلق کفار کا تاثر:

وَإِذَا تُلِيٰ عَلَيْهِمُ آيَاتُنَا (اور جب ان کے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں) یعنی قرآن قَالُوا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَذَا إِنْ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ (تو وہ کہتے ہیں سن لیا۔ اگر ہم ارادہ کریں تو ایسا ہی ہم بھی کہہ سکتے ہیں یہ تو کچھ بھی نہیں صرف بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے منقول چلی آرہی ہیں) یہ ان کی ڈھٹائی اور بے حیائی تھی کیونکہ انہوں نے ایک سورت قرآن کی مثل لانے کا دعویٰ کیا مگر لانہ سکے۔

جو مانگا وہ مل گیا:

آیت ۳۲: وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا (اور جب ان لوگوں نے کہا اے اللہ اگر یہ) یعنی قرآن ہو الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ (آپ کی جانب سے حق ہی ہے)

مَحْجُوْرٌ: ہذا۔ کان کا اسم ہے ہو، ضمیر فصل ہے اور الحق خبر کان ہے۔ روایت میں ہے نصر نے جب کہا: ان هذا الا اساطیر الاولین۔ تو نبی اکرم ﷺ نے اس کو فرمایا افسوس ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ نصر نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور کہنے لگا: اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ (تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دیجئے) یعنی اگر قرآن برحق ہے تو سزا کے طور پر ہم کو پتھروں سے سزا دے جیسا کہ اصحاب فیل کے ساتھ کیا۔ اَوَاثِنَا بِعَذَابِ الْيَمِّ (یا ہم پر کوئی دردناک عذاب واقع کر دیجئے) عذاب الیم کی اور کسی جنس سے عذاب دے۔ چنانچہ وہ بدر کے روز فی النار والسقر ہوا۔

نکتہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سباء کے رہنے والے ایک شخص کو کہا۔ تمہاری قوم کتنی جاہل ہے کہ انہوں نے عورت کو حکمران بنایا۔ اس نے کہا میری قوم سے تمہاری قوم بڑی جاہل ہے کہ جب رسول ﷺ نے ان کو حق کی طرف بلایا تو جواباً کہنے لگے ان کان هذا هو الحق من عندك فامطر علينا حجارة من السماء۔ تمہاری قوم نے یہ نہیں کہا ان کان هذا هو الحق فاهد ناله ہجرت تک عذاب رکا رہا:

آیت ۳۳: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (اور اللہ ایسا نہیں کریگا کہ ان کے اندر آپ کے موجود ہوتے ہوئے ان کو عذاب دے) اس میں لام نفی تاکید کیلئے ہے۔ اس میں یہ دلالت ہے کہ جب تک آپ ان میں اقامت پذیر ہیں ان کو عذاب نہ دیا جائے گا کیونکہ آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا اور اللہ تعالیٰ کا طریقہ سابقہ امم میں یہ چلا آ رہا ہے کہ کسی قوم کو استیصال کا عذاب اس وقت نہیں دیا جاتا جب تک ان کا پیغمبر ان میں موجود ہو۔ اس سے یہ اشارہ مل رہا ہے کہ پیغمبر ﷺ کے ہجرت کرنے تک عذاب ان سے رکا ہوا ہے۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینے والا نہیں ایسی حالت میں کہ وہ استغفار بھی کرتے رہتے ہیں) یہ موضع حال میں ہے اس کا معنی ان سے استغفار کی نفی ہے۔ یعنی نمبر ۱: کہ اگر یہ ان لوگوں میں سے ہوتے جو ایمان لاتے اور کفر سے استغفار کرتے تو ان کو اللہ تعالیٰ عذاب نہ دیتے۔ نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس وقت تک عذاب دینے والا نہیں جب تک ان میں استغفار کرنے والے موجود ہیں۔ اور وہ مسلمان ہیں جو مکہ میں موجود تھے اور کمزوری کی وجہ سے ہجرت نہ کر سکے۔

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْا

اور ان کا کیا استحقاق ہے کہ اللہ انہیں عذاب نہ دے حالانکہ وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں حالانکہ وہ اس کے

اَوْلِيَآءُ اِنْ اَوْلِيَآؤُهُ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَمَا كَانَ

اولیاء نہیں ہیں اس کے اولیاء صرف متقی لوگ ہیں۔ لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے اور بیت اللہ کے

صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَّاءٌ وَتَصْدِيَةٌ فَذُقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۵﴾

نزدیک ان کی نماز بس یہی تھی کہ سیٹیاں بجاتے اور تالیاں پیٹتے تھے۔ سو عذاب چکھ لو اس وجہ سے کہ تم کفر کرتے تھے۔

قریش مستحق عذاب ہو چکے:

آیت ۳۴: وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ (اور ان کا کیا استحقاق کہ اللہ تعالیٰ ان کو سزا نہ دے) یعنی اللہ تعالیٰ ان کو آپ کے ہوتے ہوئے عذاب نہ دیں گے۔ بلکہ جب آپ جدا ہو جائیں گے ان کو عذاب دیا جائے گا۔ اور ان کو اللہ تعالیٰ عذاب کیوں نہ دے۔ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (حالانکہ وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں) ان کو کیسے عذاب نہ دیا جائے جبکہ ان کی حالت یہ ہے کہ وہ لوگوں کو مسجد حرام سے روکتے ہیں۔

جیسا انہوں نے حدیبیہ والے سال آپ کو روک لیا اور آپ ﷺ اور مومنوں کو مسجد حرام سے نکال دیا۔ بلکہ وہ تو بڑے فخر سے کہتے ہم بیت اللہ کے متولی ہیں جس کو ہم چاہیں روکیں اور جس کو چاہیں داخل کریں۔ ان کو کہا گیا وَمَا كَانُوْا اَوْلِيَآءَ (حالانکہ وہ لوگ اس مسجد کے متولی نہیں) تم بیت اللہ کے متولی کس طرح ہو ایک تو تم مشرک ہو اور دوسری طرف حرم کے متولیوں سے عداوت پر تلے ہوئے ہو۔ اِنْ اَوْلِيَآؤُهُ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (اس کے متولی تو سوائے متقیوں کے اور کوئی لوگ نہیں) نمبر ۱: مسلمانوں میں سے نمبر ۲۔ دونوں ضمائر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہیں۔ کہ یہ مشرک اللہ تعالیٰ کے اولیاء نہیں اللہ تعالیٰ کے اولیاء تو متقین ہیں۔ وَلٰكِنْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (لیکن ان میں اکثر لوگ علم نہیں رکھتے) اس کو نہیں جانتے گویا یہ مستثنیٰ کیا اس میں سے جو جانتے اور عناد کرتے ہیں۔ نمبر ۲۔ اکثر سے تمام مراد ہیں۔ جیسا کہ کبھی قلت سے عدم مراد لیتے ہیں۔

مشرکین کی نماز:

آیت ۳۵: وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَّاءٌ (ان کی نماز تو خانہ کعبہ کے پاس صرف سیٹیاں تھی) مکاء پرندے جیسی آواز یہ خوبصورت آواز والا پرندہ ہے اس کا وزن فعال ہے مکاء، یمکو سیٹی بجانا۔ وَتَصْدِيَةٌ (اور تالیاں بجانا) تالی بجانا۔ یہ تفعلة کا وزن الصدی سے ہے۔ واقعہ اس طرح ہے کہ وہ بیت اللہ کا طواف ننگا کرتے وہ دوران طواف اپنی انگلیوں کو انگلیوں میں ڈال کر آواز نکالتے اور تالیاں بجاتے اور رسول ﷺ جب نماز ادا فرما رہے ہوتے تو اس وقت بھی یہ حرکات کرتے تاکہ نماز میں

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَن سَبِيْلِ اللّٰهِ

بیشک جو لوگ اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں۔ تاکہ اللہ کی راہ سے روکیں

فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةٌ ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ۗ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

سو یہ لوگ ابھی اپنے مالوں کو خرچ کریں گے پھر یہ مال ان کے حق میں حسرت کا سبب بن جائیں گے پھر یہ لوگ مغلوب ہوں گے اور جن لوگوں نے کفر کیا

اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ۚ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ

وہ دوزخ کی طرف جمع کئے جائیں گے تاکہ ناپاک کو اللہ پاک سے جدا کر دے اور ناپاک کو

بَعْضُهُ اَعْلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمُهُ جَمِيْعًا فَيَجْعَلُهُ فِيْ جَهَنَّمَ ۚ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۚ

بعض کو بعض کے ساتھ ملا دے۔ پھر اس کو اکٹھا ڈھیر بنا دے پھر اس کو دوزخ میں داخل فرما دے۔ یہ لوگ تباہ کار ہیں۔

قُلْ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ يَنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ

جن لوگوں نے کفر کیا آپ ان سے فرمادیجئے اگر وہ باز آجائیں تو جو کچھ گزر چکا وہ ان کے لئے معاف کر دیا جائے گا اور اگر وہ پھر بھی وہی کریں جو کرتے رہے ہیں تو

مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۳۸

پہلے لوگوں کا طریقہ گزر چکا ہے۔

خلل ڈالیں۔ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ (پس اس عذاب کا مزہ چکھو) قتل اور بدر کے دن قید کا عذاب بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ (لیکن ان میں اکثر لوگ علم نہیں رکھتے) اپنے کفر کے باعث۔

صنادید قریش کی شہ خرچی اور اس پر ندامت:

آیت ۳۶ یہ آیت ان کے بارے میں اتری جو بارہ آدمی بدر کے ایام میں یومیہ دس اونٹ ذبح کرتے اور لشکر کو کھلاتے یہ تمام خاندان قریش سے تھے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَن سَبِيْلِ اللّٰهِ (بے شک یہ کافر اپنے مالوں کو اس لئے خرچ کر رہے ہیں کہ اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکیں) اس اتفاق سے ان کی غرض یہ تھی کہ لوگوں کو اتباع محمد ﷺ جو کہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے اس سے روکیں۔ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةٌ (پس یہ لوگ اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہی رہیں گے پھر وہ مال ان کے حق میں باعث حسرت ہو جائیں گے) ان کے اتفاق کا انجام حسرت و ندامت کے سواء کچھ نہ ہوگا۔ گویا خود وہ خرچہ بعینہ شرمندگی بن جائیگا۔ ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ (پھر مغلوب ہو جائیں گے) انجام کار۔ یہ نبوت کی پیشینگوئی ہے۔ کیوں کہ وقوع سے پہلے اطلاع دی اور ایسا ہو کر رہا۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اور کافر لوگ) جو ان میں کافر ہیں۔ اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ (جہنم کی طرف ہٹکا

کر لیجائے جائیں گے) کیونکہ ان میں بعض ایمان لائے اور اسلام پر پختہ رہے۔

مؤمن و کافر میں امتیاز ہوگا:

آیت ۳۷: لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ (تاکہ اللہ ناپاک کو الگ کر دے) خبیث کفار کا گروپ مِنَ الطَّيِّبِ (پاک سے) ایمان والوں کی جماعت۔

مَحْمُود: لِيَمِيزَ کا لام يُحْشَرُونَ سے متعلق ہے۔

قراءت: حمزہ علی نے لِيَمِيزَ پڑھا ہے۔ وَيَجْعَلُ الْخَبِيثَ (اور ملا دے ناپاکوں کو) خبیث گروہ بَعْضُهُ عَلَى بَعْضٍ فَيَرْكُمُهُ جَمِيعًا (ایک دوسرے سے ان سب کو جمع کر دے) پس ان کو جمع کرے گا۔ فَيَجْعَلُهُ فِي جَهَنَّمَ (پھر ان سب کو جہنم میں ڈال دے) فریق خبیث کو اُولَئِكَ (ایسے لوگ) یہ اشارہ فریق خبیث کی طرف ہے۔ هُمُ الْخٰسِرُونَ (وہی پورے خسارے میں ہیں) اپنے نفوس و احوال کو خسارہ میں ڈالنے والے ہیں۔

کفار کو عداوت رسول ترک کرنے کی دعوت:

آیت ۳۸: قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا (آپ کافروں سے کہہ دیں) یعنی ابوسفیان اور ان کے ساتھی اِنْ يَنْتَهُوْا (اگر یہ لوگ باز آ جائیں) رسول اللہ ﷺ کی عداوت اور آپ کے ساتھ قتال سے باز آ کر اسلام میں داخل ہو جائیں۔ يُغْفِرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ (ان کے سارے گناہ جو پہلے ہو چکے ہیں سب معاف کر دیئے جائیں گے) ان کی تمام عداوت و اِنْ يَّعُوْذُوْا (اور اگر اپنی وہی عادت رکھیں گے) آپ کے ساتھ لڑائی کی طرف۔ فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ (تو گزشتہ کافروں کے حق میں قانون نافذ ہو چکا ہے) نمبر ۱: دنیا میں ہلاک کر کے اور آخرت میں عذاب دیکر نمبر ۲۔ جب کفار کفر سے باز آ جائیں اور اسلام لے آئیں تو ان کے کفر و معاصی کو بخش دیا جائے گا۔

مَسْنَدُ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس سے استدلال کیا کہ جب مرتد دوبارہ اسلام لے آئے تو متروکہ عبادات کی قضاء اس پر لازم نہیں آتی۔

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ فَإِنْ انْتَهَوْا

اور ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے اور سارا دین اللہ کے لئے ہو جائے سو اگر وہ باز آ جائیں

فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝۳۹ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَاَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَوْلَاكُمْ

تو بیشک اللہ ان کاموں کو دیکھتا ہے جو وہ کرتے ہیں اور اگر وہ روگردانی کریں تو یقین جانو کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارا مولیٰ ہے

نِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ ۝۴۰

وہ اچھا مولیٰ اور اچھا مددگار ہے۔

فسادِ اعتقاد تک لڑو:

آیت ۳۹: وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ (اور تم ان سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فسادِ عقیدہ نہ رہے) جس وقت تک ان میں شرک نہ پایا جائے۔ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ (اور دین اللہ ہی کا ہو جائے) ہر دین باطل مضحک ہو جائے اور فقط دین اسلام باقی رہ جائے۔ فَإِنْ انْتَهَوْا (پھر اگر یہ باز آ جائیں) کفر سے باز آ جائیں اور اسلام لے آئیں۔ فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (تو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب دیکھتے ہیں) ان کو اسلام پر ثواب دے گا۔

اگر وہ روگردانی کریں تو تم اللہ کی کار سازی پر اعتماد کرو:

آیت ۴۰: وَإِنْ تَوَلَّوْا (اور اگر وہ روگردانی کریں) ایمان سے اعراض کریں اور کفر سے باز نہ آئیں فَاَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَوْلَاكُمْ (تو یقین رکھو کہ اللہ تمہارا مددگار ہے) تمہارا مددگار و معین ہے پس اس کی ولایت و نصرت پر پختہ یقین کرو۔ نِعْمَ الْمَوْلَىٰ (وہ بہت ہی اچھا حامی ہے) جو اس سے دوستی کرتا ہے اس کو وہ ضائع نہیں کرتا وَنِعْمَ النَّصِيرُ (اور بہت اچھا مددگار ہے) جس کی وہ مدد کرے اس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ نعم کا مخصوص بالمدح محذوف ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔

وَاَعْلَمُوْا اَنْمَّا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَاَنْ لِلّٰهِ خُمُسُهُ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى

اور تم جان لو کہ جو کوئی چیز تمہیں مال غنیمت سے ملے سو بلاشبہ اللہ کے لئے اس کا پانچواں حصہ ہے اور رسول کے لئے اور قرابت والوں کے لئے

وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰی

اور یتیموں کے لئے اور مسکینوں کے لئے اور مسافروں کے لئے اگر تم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور اس چیز پر جو ہم نے

عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ التَّقٰی الْجَمْعِیْنِ ۖ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِیْرٌ ۝۴۱

نازل کی اپنے بندہ پر فیصلہ کے دن جس روز بھڑگئی تھیں دونوں جماعتیں اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

تقسیم غنائم:

آیت ۴۱: **وَاَعْلَمُوْا اَنْمَّا غَنِمْتُمْ** (اور اس بات کو جان لو کہ جو بطور غنیمت تم کو حاصل ہو) **نَحْنُوْا**: ما الذی کے معنی میں ہے اس کو الگ لکھنا ضروری ہے۔ ورنہ ما، کافہ بن جائے گا۔ غنمتم اس کا صلہ ہے اور موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے الذی غنمتموہ۔ **مِنْ شَيْءٍ** (یعنی کوئی چیز) یہ اس کا بیان ہے۔ کہا گیا کہ دھاگہ اور سوئی تھی۔ **فَاَنْ لِلّٰهِ خُمُسُهُ** (اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا پانچواں حصہ اللہ کا ہے) **نَحْنُوْا**: فاس لئے لائے کہ الذی میں مجازات کا معنی ہے۔ یہ فقرہ محل رفع میں ہے خواہ مبتدائے محذوف کی خبر مانیں تقدیر عبارت یہ ہے فالحکم ان للہ خمسہ پس حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے اس کا پانچواں حصہ ہے۔ **وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنِ السَّبِيْلِ** (اور رسول کا ہے۔ اور آپ کے قرابت داروں کا ہے اور یتیموں کا ہے اور مسکینوں کا ہے اور مسافروں کا ہے) خمس، رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ نمبر ۱: رسول اللہ ﷺ کا حصہ۔ نمبر ۲: قرابت والوں کا حصہ جو بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب میں سے تھے بنی عبد شمس اور بنی نوفل کو نہیں ملتا تھا۔ وہ نصرت دینی کی وجہ سے اس کے مستحق ہوئے۔ جیسا کہ حضرت عثمان اور جبیر بن مطعم کا واقعہ آتا ہے۔ (رواہ البیہقی فی السنن والذلائل) نمبر ۳: تین حصے یتامی، مساکین، ابن سبیل کیلئے۔

لِللّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ کا مطلب:

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کا حصہ آپ کی وفات سے ساقط ہو گیا۔ اسی طرح قرابت والوں کا حصہ۔ البتہ ان کو فقر کی وجہ سے دیا جائے گا۔ ان کے مالداروں کو نہ دیا جائے گا۔ یتیموں، مساکین اور ابن سبیل میں تقسیم ہوگا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اس کے چھ حصے ہو گئے۔ نمبر ۱: ۲۔ للہ والرسول دو حصے نمبر ۳: ایک حصہ اقارب رسول ﷺ آپ ﷺ کی وفات تک اور تین یتامی، مساکین، ابن سبیل۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور بعد والے خلفاء رضی اللہ عنہم نے تین حصوں پر تقسیم کیا۔

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدُوِّ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدُوِّ الْقُصُوِّ وَالرَّكْبُ اسْفَلَ مِنْكُمْ

جبکہ تم قریب والے کنارے پر تھے اور وہ لوگ دور والے کنارے پر، اور قافلے والے تم سے نیچے کی طرف تھے

وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ لِاخْتِلَافْتُمْ فِي الْمِيعَادِ وَلَكِنْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ اَمْرًا كَانَ

اور اگر تم آپس میں وعدہ کر لیتے تو تم میعاد کے بارے میں اختلاف کر لیتے اور لیکن تاکہ اللہ تعالیٰ اس امر کا فیصلہ فرمائے

مَفْعُولًا لِّيهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ۗ وَ

جو ہو جانے والا تھا تاکہ جو شخص ہلاک ہو جت قائم ہونے کے بعد ہلاک ہو اور جو شخص زندہ رہے وہ جت قائم ہونے کے بعد زندہ رہے اور

اِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيعٌ عَلِيْمٌ ۚ اِذْ يُرِيكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكُمْ قَلِيْلًا ۙ وَلَوْ اَرَاكُمْ

بلاشبہ اللہ سننے والا جاننے والا ہے جبکہ اللہ ان کو آپ کے خواب میں کم دکھا رہا تھا اور اگر وہ تمہیں ان کی تعداد

كَثِيْرًا لَّفَسَلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلَكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ

زیادہ دکھاتا تو تم ہمت ہار جاتے اور اس امر میں باہمی تم میں نزاع ہو جاتا لیکن اللہ نے بچا لیا۔ بیشک وہ دلوں کی باتوں کو

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۚ وَاِذْ يُرِيكُمُوْهُمْ اِذَا التَّقَيْتُمْ فِيْ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَيُقَلِّلُكُمْ

خوب جاننے والا ہے اور جبکہ تم باہم مقابل ہوئے وہ ان کو تمہاری آنکھوں میں کم کر کے دکھا رہا تھا

فِيْ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ۙ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۚ

اور تمہیں ان کی آنکھوں میں کم کر کے دکھا رہا تھا تاکہ اس بات کا فیصلہ ہو جائے جس کا وجود میں آنا مقرر ہو چکا تھا اور تمام امور اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔

اللہ و للرسول کا معنی رسول اللہ ﷺ کیلئے جیسا اس ارشاد میں: وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَحَقُّ اَنْ يُرْضَوْهُ (التوبہ: ۶۲) اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ (اگر تم اللہ پر یقین رکھتے ہو) تو اس تقسیم کو جان لو اور اس پر راضی ہو جاؤ۔ ایمان حکم کے ساتھ رضا مندی کو لازم کرتا اور عمل علم کے ساتھ رضا مندی کو ضروری قرار دیتا ہے۔ وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ (اور اس چیز پر جس کو ہم نے اپنے بندہ پر فیصلہ کے دن نازل فرمایا تھا) نَحْوَ: یہ باللہ پر معطوف ہے یعنی ان کنتم آمنتم باللہ و بالمنزل۔ اگر تم اللہ تعالیٰ پر اور نازل شدہ وحی پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر بدر کے دن اتاری۔ يَوْمَ التَّقْيِ الْجَمْعِ (جس دن دونوں جماعتیں باہم مقابل ہوئیں) مسلمانوں اور کافروں کے لشکر۔ مراد اس سے جو اس دن نشانیاں اتاریں اور فرشتے اور فتح۔ نَحْوَ: یہ یوم الفرقان سے بدل ہے۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اور اللہ ہر شے پر پوری قدرت رکھنے والا ہے) وہ قدرت رکھتا ہے کہ قلیل کو کثیر پر غلبہ دے جیسا بدر کے دن کیا۔

غزوہ بدر کا ذکر:

آیت ۴۲: اِذْ اَنْتُمْ (اور وہ وقت تھا کہ جب تم) **مُحْجُوْنَ**: یہ یوم الفرقان سے بدل ہے۔ یا نمبر ۲۔ اذکروا کا مفعول ہے ای اذکروا اذانتہم۔ بِالْعُدُوِّ (میدان کے کنارے پر تھے) وادی کا کنارہ قراءت: مکی اور ابو عمرو نے الْعُدُوِّ پڑھا ہے۔ الدُّنْيَا (قریب والے) مدینہ والی جانب۔ یہ ادنیٰ کی مؤنث ہے۔ وَهُمْ بِالْعُدُوِّ الْقُصْوٰی (اور وہ لوگ اس میدان کے دور والے کنارہ پر تھے) مدینہ سے دور والا کنارہ قصویٰ اقصیٰ کی مؤنث ہے۔ یہ دونوں فعلی کے وزن پر ہیں قیاس کا تقاضہ یہ تھا کہ واؤ کو یا سے بدل دیا جائے جیسا کہ علیا جو اعلیٰ کی مؤنث ہے۔ البتہ یہ القود کی طرح اصل پر ہے۔ وَالرَّكْبُ (اور قافلہ) یہ جمع راکب ہے۔ اَسْفَلَ مِنْكُمْ (تم سے نشیب کی طرف تھا) یہ معنی کے لحاظ سے ظرف ہے۔ ای مکانا اسفل من مکانکم۔ یعنی تین میل اسفل وادی میں۔ یہ محلاً مرفوع ہے کیونکہ مبتداء کی خبر ہے۔ وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ (اور اگر تم اور وہ کوئی بات ٹھہرا لیتے) تم اور اہل مکہ آپس میں لڑائی کا وقت طے کر لیتے لَاحْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَدِ (تو ضرور اس تقرر کے بارہ میں تم میں اختلاف ہوتا) ایک دوسرے سے وعدہ میں پس و پیش کرتے تمہاری قلت اور ان کی کثرت، وعدہ پر رہنے سے روک دیتی اور ان کو رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کا رعب لڑائی سے رکاوٹ ڈال دیتا۔ لڑائی کا اتفاق نہ ہوتا۔ جو اللہ کے اسباب جنگ پیدا کرنے سے ہو گیا۔ وَلٰكِنْ (اور لیکن) اس نے بلا میعاد تمہیں اور انہیں جمع کر دیا۔

اعزاز دین کا فیصلہ:

لَيَقْضِيَ اللَّهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا (تاکہ جو کام اللہ کو کرنا منظور تھا اس کی تکمیل کر دے) نمبر ۱۔ اپنے دین کا اعزاز اور اپنے کلمہ کی بلندی نمبر ۲۔ لام کا تعلق محذوف سے ہے یعنی تاکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پورا کرے جس کے لئے ہونا مناسب تھا۔ اور وہ اپنے دوستوں کی مدد اور اس کے بعد دشمنوں کی مغلوبیت شیخ ابو منصور رحمہ اللہ نے کہا۔ نمبر ۱: قضاء کے لفظ میں حکم کا احتمال ہے۔ تاکہ وہ فیصلہ کر دے جس کا ہونا اس کے علم میں تھا۔ نمبر ۲۔ تاکہ وہ اس کام کو پورا کرے جس کا ارادہ فرمایا اور جس کا ارادہ اس نے فرمایا وہ یقیناً ہو کر رہے گا وہ اسلام و مسلمانوں کی عزت اور کفر اور کفار کی ذلت لَيَهْلِكْ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيٰی مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ (تاکہ جس کو برباد ہونا ہے واضح دلیل آنے کے بعد برباد ہو۔ اور جس کو زندہ ہونا ہے وہ واضح نشان کے بعد زندہ ہو) یہ لایقضی سے متعلق ہے۔

قراءت: نافع اور ابو عمرو نے حَتّٰی پڑھا ہے۔ ادغام، التقاء، مثلین کی وجہ سے ہے۔ اور اظہار اس لئے ہے کہ حرکت ثانی غیر لازم ہے۔ مضارع اس کا یہ ہے۔ یحییٰ۔ زیادہ استعمال ادغام کے ساتھ ہے۔ ہلاک اور حیات کے الفاظ کفر و اسلام کے متعلق بطور استعارہ استعمال کئے گئے۔ مطلب یہ ہے تاکہ کافر کا کفر حق کے واضح ہونے کے بعد کسی اشتباہ کی بناء پر نہ ہو۔ کل اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی الزام باقی نہ رہ جائے۔ اور تاکہ اسلام کو سچا دین سمجھ کر یقین سے قبول کریں۔ جو اس کو قبول کرنا اور اس پر قائم رہنا چاہتا ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ بدر کا واقعہ ان واضح نشانات میں سے ہے کہ اس کے بعد کفر کرنے والا مکابرہ اور محض مغالطہ میں پڑنے والا ہے۔

اس لئے اس میں فریقین کے مراکز ذکر کر دیے۔ کہ قافلہ تم سے کچھلی جانب ساحل سمندر پر جا رہا تھا۔ باوجودیکہ ان کے عمل و مشاہدہ میں یہ بات آچکی تھی۔ دوسروں کو اس سے یہ سمجھایا کہ نصرت و غلبہ کثرت و اسباب سے نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ دینے والے ہیں۔ وہ اس طرح کہ دور والا کنارہ جہاں مشرکین نے پڑاؤ ڈالا وہاں پانی میسر، مناسب زمین اور نزدیکی کنارہ کے پاس والی زمین نرم جس میں پاؤں دھنس دھنس جاتے تھے۔ اور بڑی مشقت سے اس میں چلا جاتا۔ ادھر قافلہ کثیر تعداد مسلح دشمن کے عقب میں تھا۔ ادھر مسلمان کمزور، قلیل التعداد۔ پھر ہوا جو کچھ ہوا۔ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ (بے شک اللہ سننے والا ہے) ان کے اقوال کو عَلِيمٌ (جاننے والا ہے) کافروں کے کفر اور ان کی سزا اور مومنوں کے ایمان اور بدلے کو۔

خواب میں اُن کی تعداد کم دکھائی گئی:

آیت ۴۳: اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ (اور یاد کرو اس وقت کو جب اللہ نے آپ کو دکھائے وہ لوگ) **مِنْهُمْ** : یہ اذکر محذوف کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر ۲۔ سمیع علیم کے متعلق ہے یعنی وہ مصالح کو جانتے ہیں۔ جبکہ ان کو تمہاری آنکھوں میں کم کر دیا۔ فِیْ مَنْامِكَ قَلِيْلًا (آپ کے خواب میں کم تعداد میں) تمہارے خواب میں واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کی تعداد خواب میں بہت کم دکھائی۔ آپ نے اپنے صحابہ کرام کو خبر دی۔ اس سے ان کے دلوں میں دشمن کے خلاف حوصلہ پیدا ہوا۔ وَلَوْ اَرَاكَهْمْ كَثِيْرًا لَّفَسَلْتُمْ (اور اگر آپ کو وہ لوگ زیادہ کر کے دکھلا دیتے تو تم ہمت ہار جاتے) تم بزدل ہو جاتے اور تمہارے قدم اکھڑ جاتے وَلَسْنَا زَعَمُ فِی الْاَمْرِ (اور اس معاملے میں تم میں باہم نزاع ہو جاتا) لڑائی کے معاملہ میں اور ثابت قدمی اور فرار میں متردد ہو جاتے۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهُ سَلَّمَ (اور لیکن اللہ تعالیٰ نے بچالیا) اور بزدلی سے سلامتی کا احسان فرمایا اور تنازع اور اختلاف سے بچالیا۔ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذٰتِ الصُّدُوْرِ (بے شک وہ دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے) وہ جانتا ہے جس میں عنقریب بزدلی، جرأت اور صبر و گھبراہٹ ظاہر ہوگی۔

کفار کو مسلمان قلیل اور کثیر دونوں طرح دکھلائے:

آیت ۴۴: وَاِذْ يُرِيْكُمْوْهُمْ (اور وہ وقت یاد کرو جب اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کو دکھلا رہا تھا) دونوں ضمیریں مفعول کی ہیں یعنی تمہیں وہ دکھا رہا تھا۔ اِذْ التَّقِيْتُمْ (جب کہ تم مقابل ہوئے) دشمن سے ملاقات کے وقت فِیْ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا (تمہاری نظر میں تھوڑے) یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے کفار کو مسلمانوں کی آنکھوں میں تھوڑا کر کے دکھایا تا کہ رسول اللہ ﷺ کے خواب کی تصدیق ہو جائے۔ اور صحابہ آنکھوں سے خبر کو دیکھ کر خوب کوشش کریں۔ اور ثابت قدم رہیں اور ان کے یقین میں اضافہ ہو جائے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ ہماری آنکھوں میں اتنے قلیل نظر آئے کہ میں نے اپنے پہلو میں کھڑے آدمی کو کہا کیا تیرے خیال میں ان کی تعداد ستر ہے۔ اس نے کہا ایک سو ہونگے حالانکہ ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔

وَيَقْلِلُكُمْ فِیْ اَعْيُنِهِمْ (اور تم کو ان کی نگاہ میں کم کر کے دکھلا رہا تھا) یہاں تک کہ ان میں سے ایک نے کہا وہ تو اونٹ کا ایک لقمہ ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ مسلمانوں کو کفار کی آنکھوں میں لڑائی سے پہلے قلیل تعداد میں دکھلایا۔ پھر بعد میں زیادہ تعداد میں دکھلایا۔ تاکہ وہ ان پر بے پرواہ ہو کر حملہ آور ہوں۔ پھر اچانک انکو کثرت دکھادی جائے تاکہ حیران و ششدر رہ جائیں اور خوفزدہ ہوں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا

اے ایمان والو! جب تم کسی جماعت سے بھڑ جاؤ تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو

لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ ۝۴۵ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا قَتْلُوهَا

تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ اور اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے

وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا ۝۴۶ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝۴۷ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ

اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو بلاشبہ اللہ صابروں کے ساتھ ہے اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ

خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِطَرَاوِرِ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۝۴۸

جو اپنے گھروں سے اترتے ہوئے لوگوں کو دکھانے کے لئے نکلے اور وہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روک رہے تھے

وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۝۴۹

اور اللہ ان کے اعمال کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

مَسْنَدُہ: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کثیر کو قلیل دیکھیں دوسروں کو اللہ تعالیٰ کسی پردے سے ڈھانپ دے۔ یا ان کی آنکھوں میں ایسی چیز پیدا کر دی جائے جس سے کثیر کو قلیل سمجھیں۔ جیسے بھینگے کی آنکھ میں پیش آتا ہے۔ کہ وہ ایک کی دود دیکھتا ہے۔

نکتہ: ایک آدمی نے بھینگے کو کہا کہ بھینگے کو ایک کی دو چیزیں نظر آتی ہیں۔ اور اس کے سامنے ایک مرغا تھا۔ تو بھینگا صاحب کہنے لگا وہ لوگ غلط کہتے ہیں۔ پھر تو مجھے تو یہ دو مرغ چار نظر آنے چاہئیں۔ کیونکہ

لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ط وَ إِلَى اللَّهِ تَرْجَعُ الْأُمُورُ (تاکہ جو کام اللہ کو کرنا منظور تھا اس کی تکمیل کر دے اور تمام معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے) پس وہ اس میں فیصلہ کرے گا جو وہ چاہتا ہے۔

قراءت: شامی، جزہ، علی نے تَرْجَعُ پڑھا ہے۔

مسلمانوں کو ثابت قدمی کا حکم:

آیت ۴۵: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً (اے ایمان والو جب تم کو کسی جماعت سے مقابلہ کا اتفاق ہوا کرے) جب کفار کی کسی جماعت سے تمہارا مقابلہ ہو۔ فِئۃ کی صفت کو چھوڑ دیا کیونکہ مسلمانوں کی لڑائی ہی کفار سے ہوتی ہے۔ اللقاء یہ تغلبا لڑائی کا نام ہے۔ فَاثْبُتُوا (تو ثابت قدم رہو) ان سے لڑائی کیلئے اور مت بھاگو۔ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا (اور اللہ تعالیٰ کا خوب کثرت سے ذکر کرو) لڑائی کے مقامات میں اس کے ذکر سے پشت پناہی اور مدد طلب کرنے والے ہو۔ اور دشمن کے خلاف اس کو پکارنے والے ہو۔ اللَّهُمَّ اخْذِلْهُمْ اللَّهُمَّ اقْطَعْ دَابِرَهُمْ اے اللہ ان کو رسوا کر ان کی جڑ کاٹ دے۔ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ

(امید ہے کہ تم کامیاب ہو) تاکہ تم اپنی مراد پا لو۔ یعنی کامیابی اور ثواب۔
مَنْ يَنْتَظِرْ: اس میں بتلادیا کہ بندے کیلئے لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے کبھی سست نہ پڑے خواہ اس کا دل کتنا مشغول ہو۔ خواہ اس پر کتنا غم سوار ہو۔ اس کی یاد میں اس کا دل جما ہوا ہونا چاہیے۔ خواہ دوسرے سے پراگندہ ہو۔

اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور جھگڑانہ کرو:

آیت ۴۶: **وَاطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ** (اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیا کرو) جہاد کے حکم اور دشمن کے مقابلے میں ثابت قدمی وغیرہ میں۔ **وَلَا تَنَا زَعُوا فَتَفْشَلُوا** (اور آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے) پس تم بزدل ہو جاؤ گے۔ یہ اُن مضمہ کی وجہ سے منصوب ہے اور اس کے لئے دلیل **وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ** ہے۔ یعنی تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ رعب جاتا رہے گا جیسا کہتے ہیں ہبت رباح فلان ای دالت له الدولة ونفذ امره۔ اس کا حکم چلتا ہے۔ بزدلی کے اثر و نفوذ کو ہوا اور اس کے چلنے سے تشبیہ دی۔ ایک قول یہ ہے کہ مدد بالکل نہ تھی مگر ایک ہوا کے ذریعے جس کو اللہ تعالیٰ بھیجتے تھے۔ حدیث شریف میں فرمایا۔ نصرت بالصباء وأهلك عاد بالدبور۔ میری مدد صبح کی ہوا سے کی گئی اور قوم عاد کو دبور سے ہلاک کیا گیا۔ **وَاصْبِرُوا** (اور صبر کرو) دشمن کے ساتھ قتال میں ثابت قدم رہو۔ **إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ** (بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں) اللہ تعالیٰ انکا مددگار اور معین ہے اور ان کی محافظت کرنے والا ہے۔

شکر ابو جہل کا حال:

آیت ۴۷: **وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ** (اور ان لوگوں کی طرح مت ہونا جو اپنے گھروں سے اترتے ہوئے اور لوگوں کو دکھلاتے ہوئے نکلے) وہ اہل مکہ ہیں جو قافلے کی حمایت میں نکل کھڑے ہوئے۔ ابو سفیان کا قاصدان کو آلا اور کہنے لگا۔ تم واپس لوٹ چلو۔ تمہارا قافلہ صحیح سلامت گزر گیا۔ ابو جہل نے انکار کیا اور کہا ہم تو بدر تک جائیں گے۔ وہاں شراب کے جام انڈیلیں گے اور اونٹ ذبح کر کے انکا گوشت اڑائیں گے۔ اور ناچ رنگ کی محفلیں منعقد کریں گے اور عرب سرداروں کی دعوت کریں گے اسی کو بطر فرمایا اور رِئَاءَ لوگوں کو کھانا کھلانا تھا۔ مگر اس کی بجائے ان کو موت کا جام پینا پڑا اور راک رنگ کی محافل کی بجائے ماتم کی محفلیں قائم ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار کی طرح بطر، طرب اور اپنے اعمال میں ریاکاری سے منع کیا۔ ان کو تقویٰ کا دامن ہاتھ میں لینا چاہیے۔ اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے غم زدہ اور دکھ زدہ رہ کر اپنے تمام اعمال میں اخلاص برتنا چاہیے۔ **الْبَطَرُ** کثرت نعمت و مال، شکر سے غافل کر دے۔ **وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ** (اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے تھے) دین اللہ۔ **وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ** (اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو احاطہ میں لئے ہوئے ہے) جاننے والا ہے۔ اور یہ وعید ہے۔

وَإِذْ زَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمْ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ

اور جب شیطان نے ان کو اعمال خوشنما کر کے دکھائے اور اس نے یوں کہا کہ لوگوں میں سے آج تم پر کوئی بھی غلبہ پانے والا نہیں ہے

وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَأَتْ الْفِئَتَيْنِ نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ

اور میں تمہاری حمایت کرنے والا ہوں پھر جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں تو وہ الٹے پاؤں بھاگ نکلا اور اس نے کہا کہ بلاشبہ میں تم سے بری

مِّنْكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ ۖ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝۴۸

ہوں بے شک میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ سخت عذاب والا ہے۔

ترتیب شیطانی:

آیت ۴۸: وَإِذْ زَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمْ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ (اور اس وقت کا ان سے ذکر کرو جب کہ شیطان نے ان کو ان کے اعمال خوشنما کر کے دکھائے اور کہا کہ لوگوں میں سے آج تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں) اذ کروا۔ اس وقت کو یاد کرو جب شیطان نے ان کے لئے اعمال کو مزین کر دیا۔ وہ اعمال جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی دشمنی میں کئے تھے۔ اور ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ وہ بالکل مغلوب نہ ہونگے۔ غالب یہی بالفتح ہے جیسے لارجل لکم موضع رفع میں لا کی خبر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے لا غالب کائن لکم کوئی غالب تم پر ہونے والا نہیں۔ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ (اور میں تمہارا حامی ہوں) میں تمہیں پناہ دینے والا ہوں۔ اس نے ان کے وہم میں بات ڈالی کہ شیطان کی اطاعت ایسی چیز ہے جو ان کو پناہ دے گی۔ فَلَمَّا تَرَأَتْ الْفِئَتَيْنِ (جب دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں) جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں۔ نَكَصَ (وہ بھاگ گیا) شیطان بھاگ گیا عَلٰی عَقِبَيْهِ (الٹے پاؤں) ایزویوں کے بل۔ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنْكُمْ (اور کہا کہ میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں) میں نے تمہیں جو امان کی ضمانت دی تھی اس سے رجوع کرتا ہوں۔ اور روایت میں ہے کہ ابلیس سراقہ بن مالک کی شکل میں اپنے شیاطین کے ساتھ جھنڈا لے کر آیا۔ جب ملائکہ کو اترتے دیکھا تو الٹے پاؤں دم دبا کر بھاگا۔ حارث بن ہشام نے اس کو کہا کیا تو ہم سے اس حالت میں علیحدگی اختیار کرتا ہے۔ اس نے جواب دیا إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ (میں ان چیزوں کو دیکھ رہا ہوں جو تم کو نظر نہیں آتیں) یعنی ملائکہ کو۔ کفار کو شکست ہوئی۔ جب مکہ پہنچے تو کہنے لگے لوگوں کو سراقہ نے شکست دلوائی ہے۔ جب سراقہ کو یہ بات پہنچی تو اس نے کہا اللہ کی قسم! مجھے تمہارے جانے کا بھی علم نہیں۔ البتہ تمہاری شکست کا علم ہوا۔ جب یہ مسلمان ہو گئے تو ان کو علم ہوا کہ وہ شیطان تھا۔ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ (میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں) اس کی سزا سے۔ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ (اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے)

اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّهُوَ لَاءِ دِيْنِهِمْ ط

جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے یوں کہہ رہے تھے کہ ان لوگوں کو ان کے دین نے گھمنڈ میں ڈال دیا

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۴۹ وَلَوْ تَرٰى

اور جو کوئی شخص اللہ پر بھروسہ کرے تو بلاشبہ اللہ حکمت والا ہے غلبہ والا ہے۔ اور اگر آپ دیکھیں

اِذْ يَتَوَفّٰى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ

جبکہ فرشتے کافروں کی جان قبض کرتے ہوئے ان کے مونہوں پر اور ان کی پشتوں پر

وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝۵۰ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمْتُمْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنْ

مارتے جاتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ جلنے کا عذاب چکھ لو۔ یہ ان اعمال کی وجہ سے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے اور بلاشبہ

اللّٰهُ لَيْسَ بِظَلٰمٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝۵۱ كَذٰبِ الْاِلٰ فِرْعَوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط

اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ جیسا کہ آل فرعون کی حالت تھی اور ان لوگوں کی جو ان سے پہلے تھے

كَفَرُوْا بِآيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۵۲

انہوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا سو اللہ نے ان کے گناہوں کے سبب ان کو پکڑ لیا بے شک اللہ قوی ہے سخت عذاب والا ہے۔

منافقین کا ڈھنڈورا:

آیت ۴۹: اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ (اور وہ وقت یاد کرو جب منافقین کہتے تھے) مدینہ میں۔ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری تھی) نمبر ۱: یہ منافقین کی صفت ہے۔ نمبر ۲۔ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو ایک کنارے پر تھے۔ اسلام میں ثابت قدم نہ تھے۔ غَرَّهُوَ لَاءِ دِيْنِهِمْ (ان کو ان کے دین نے بھول میں ڈال رکھا ہے) اس سے مراد وہ مسلمان تھے جنکو ان کے دین نے دھوکہ میں مبتلا کیا کہ ایک ہزار کے مقابلہ میں تین سو سے کچھ اوپر مقابلہ کرنے آئے ہیں۔ پھر ان کو جواباً کہا وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے) اپنا معاملہ اس کے سپرد کر دیتا ہے۔ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ (تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ زبردست) غالب ہیں قلیل و کمزور کو طاقتور و کثیر پر مسلط کر سکتا ہے۔ حَكِيْمٌ (حکمت والے ہیں) اپنے دوست و دشمن میں برابری نہیں کرتا۔

منافقین کی حالت مرگ:

آیت ۵۰: وَلَوْ تَرَىٰ (اور اگر دیکھیں) اگر تم مشاہدہ کرتے اور آنکھوں سے دیکھتے۔ لَوْ مُضَارِعٌ کو ماضی کی طرف بدل ڈالتا ہے۔ جیسا اِن ماضی کو مضارع کے معنی میں کر دیتا ہے۔ اذِیہ ظرف ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ اِذْ یَتَوَفَّی الذِّیْنَ کَفَرُوْا (جبکہ ان کافروں کی جان قبض کرتے جاتے ہیں) ان کی روحوں کو قبض کرتے ہیں الْمَلٰٓئِکَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهُهُمْ (فرشتے ان کے منہ پر مارتے ہیں) **نَحْمٌ**: نمبر ۱: ملائکہ فاعل ہے اور یضربون حال ہے۔ وجوہہم ان کے چہروں پر مارتے ہیں۔ جب وہ سامنے آتے ہیں۔ وَ اَذْبَارَهُمْ (اور ان کی پشتوں پر) ان کی پشتوں اور سرینوں پر جب وہ واپس مڑتے ہیں۔ نمبر ۲۔ ان کے چہروں پر جب وہ آگے بڑھتے ہیں اور پشتوں پر جب وہ شکست کھا کر بھاگتے ہیں۔

نَحْمٌ: یہ بھی کہا گیا کہ یتوفی کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے اور الملائکہ یہ ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے اور یضربون اسکی خبر ہے۔ مگر پہلی صورت زیادہ بہتر ہے کیونکہ کفار اس بات کے مستحق نہیں کہ بلا واسطہ اللہ تعالیٰ ان کو موت دے۔ اس کی دلیل ابن عامر کی قراءت ہے یتوفی۔ تا کے ساتھ۔ جب صیغہ مؤنث کا ہوا تو فاعل ملائکہ بنے گا۔ وَ ذُوْقُوْا (اور تم چکھو) ان کو کہتے ہیں۔ **نَحْمٌ**: اس کا عطف یضربون پر ہے۔ لو کا جواب محذوف ہے لرأیت امرأ فظیعاً، عَذَابَ الْحَرِیْقِ (آگ کی سزا) نمبر ۱۔ آگ کے عذاب کا مقدمہ (کفر پر موت) نمبر ۲۔ ذوقوا سے آخرت کے عذاب کی بشارت ہے۔ نمبر ۳۔ قیامت کو انہیں سزا دیتے وقت یہ کہا جائے گا۔ ذوقوا۔

آیت ۵۱: ذٰلِکَ بِمَا قَدَّمْتُ اَیْدِیْکُمْ (یہ عذاب ان اعمال کی وجہ سے ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں کئے ہیں) یعنی کمایا اس آیت میں جبر یہ فرقہ کی تردید ہے۔ نمبر ۱۔ یہ کلام اللہ تعالیٰ کا ہے۔ نمبر ۲۔ یہ ملائکہ کا قول ہے۔ **نَحْمٌ**: ذٰلِکَ مبتداء، بما قدمت اس کی خبر ہے وَأَنَّ اللّٰهَ (اور بیشک اللہ تعالیٰ) اس کا معطوف ہے۔ وَأَنَّ اللّٰهَ یعنی یہ عذاب دو وجہ سے ہے۔ نمبر ۱۔ کفر و معاصی کی وجہ سے نمبر ۲۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ذرہ بھر ظلم کرنے والے نہیں۔ لَیْسَ بِظَلٰمٍ لِّلْعٰبِدِ (اپنے بندوں پر ظلم کرنے والے نہیں) کیونکہ کفار کو سزا دینا عین عدل ہے۔ ظلام: نمبر ۱: انواع ظلم کی نفی کے لئے لائے۔ نمبر ۲: تکثیر کا صیغہ بندوں کی کثرت کی وجہ سے استعمال فرمایا۔

ان کا حال آل فرعون جیسا ہے:

آیت ۵۲: کَذٰبِ اِلٰ فِرْعَوْنَ (ان کی حالت آل فرعون جیسی ہے) کاف محل رفع میں ہے یعنی داب ہولا ء کذاب ال فرعون۔ دابہم انکا وہ عمل اور عادت جس پر مداومت کرنے والے تھے۔ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (اور جیسے ان سے پہلے لوگوں کی حالت تھی) نمبر ۱۔ قریش سے پہلے نمبر ۲۔ آل فرعون سے پہلے۔ کَفَرُوْا (انہوں نے انکار کیا) یہ داب آل فرعون کی تفسیر ہے۔ بَاٰیَتِ اللّٰهِ فَآخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیُّ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (اللہ کی آیات کا پس اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں پر ان کو پکڑ لیا بیشک اللہ تعالیٰ بڑی قدرت والے سخت سزا دینے والے ہیں) مطلب یہ ہے یہ لوگ تکذیب میں ان کی عادت پر چلے ہم نے ان کے بعد انکا نمبر لگا دیا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُ وَاَمَّا بِاَنْفُسِهِمْ ۚ

یہ اس وجہ سے کہ بلاشبہ اللہ کسی نعمت کا بدلنے والا نہیں جو کسی قوم کو دی ہو یہاں تک کہ وہ خود ہی اپنے ذاتی اعمال کو نہ بدل دیں

وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝۵۳ كَذٰبِ اِلٰ فِرْعَوْنَ ۚ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوْا

اور بلاشبہ اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ جیسا کہ آل فرعون کی اور ان لوگوں کی حالت تھی جو ان سے پہلے تھے انہوں نے اپنے

بَاٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلٰكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَاَعْرَقْنٰ اِلٰ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلُّ كَاٰنٍ اٰظِلِمِیْنَ ۝۵۴

رب کی آیات کو جھٹلایا۔ سو ہم نے ان کے گناہوں کے سبب انہیں ہلاک کر دیا اور ہم نے آل فرعون کو ڈبو دیا اور یہ سب ظالم تھے

اِنَّ شَرَّ الدّٰوَابِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝۵۵

بیشک زمین پر چلنے پھرنے والوں میں اللہ کے نزدیک بدترین لوگ وہ ہیں جنہوں نے کفر اختیار کیا سو وہ ایمان نہ لائیں گے۔

نعمت، نعمت سے اعمال کے بدلنے پر بدلتی ہے:

آیت ۵۳: ذٰلِكَ (یہ بات) یہ عذاب یا انتقام بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُ وَاَمَّا بِاَنْفُسِهِمْ (اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی نعمت کو جو کسی قوم کو عطاء فرمائی ہو، نہیں بدلتے جب تک کہ وہی لوگ اپنے ذاتی اعمال کو نہیں بدل ڈالتے) اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ ہے کہ کسی قوم کے ساتھ نعمت والا معاملہ اس وقت تک تبدیل نہیں کرتا جب تک وہ اپنی حالت کو نہیں بدل لیتے۔ یہ بلاشبہ درست ہے کہ مشرکین مکہ اور آل فرعون کا پہلے بھی طرز عمل ایسا نہ تھا کہ پھر اس کو انہوں نے ناراضگی میں بدلا بلکہ بات یہ ہے کہ ناراضگی والی حالت بھی زیادہ اور شدید ترین ناراضگی کی طرف بدلی جاسکتی ہے اور جاتی ہے۔ چنانچہ غور کرو کفار مکہ بعثت سے قبل بت پرست تھے مگر جب اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغمبر آیات دیکر بھیج دیا۔ تو انہوں نے اس کی تکذیب ہی نہیں کی بلکہ اس کا خون بہانے کی کوشش کی اس طرح انہوں نے اپنی بری حالت کو بدترین حالت میں بدل دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مہلت کے قانون کو عجلت سے بدل دیا۔ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ (اور بیشک اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے ہیں) ان باتوں کو جو رسولوں کی تکذیب کرنے والے کہتے ہیں۔ عَلِیْمٌ (بڑے جاننے والے ہیں) ان کے افعال کو جاننے والے ہیں۔ ہلاکت میں آل فرعون کی طرح ہیں:

آیت ۵۴: كَذٰبِ اِلٰ فِرْعَوْنَ (ان کی حالت آل فرعون جیسی ہے) نمبر ۱۔ تاکید کیلئے دوبارہ لائے۔ نمبر ۲۔ پہلی مرتبہ بلا وضاحت گناہ کی بناء پر پکڑنا ذکر کیا اور یہاں اس کی وضاحت اہلاک و استیصال سے کر دی۔ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوْا بِآٰتِ رَبِّهِمْ (اور ان سے پہلے والوں جیسی حالت ہے۔ کہ انہوں نے اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا) اور بایات ربہم لا کرو واضح کر دیا کہ خاص طور پر اس نعمت کو ٹھکرایا۔ اور حق کا انکار کیا۔ فَاَهْلٰكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَعْرَقْنٰ اِلٰ فِرْعَوْنَ (اور اس پر ہم نے ان کو ان کے

الَّذِينَ عَاهَدْتَ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ﴿٥٦﴾

یہ وہ لوگ ہیں جن سے آپ نے معاہدہ کیا پھر وہ اپنے عہد کو توڑ ڈالتے ہیں اور وہ نہیں ڈرتے

فَمَا تَتَّقُهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرَّ دُبِّهِمْ مَنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَدَّكُرُونَ ﴿٥٧﴾ وَمَا تَخَافَنَّ

سو اگر آپ ان کو جنگ میں پالیں تو ان کے ذریعہ ان لوگوں کو منتشر کر دیجئے جو ان کے پیچھے ہیں تاکہ ان کو عبرت حاصل ہو اور اگر آپ کو کسی قوم سے

مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْذِرْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ﴿٥٨﴾

خیانت کا اندیشہ ہو تو ان سے جو عہد آپ نے کیا ہے وہ ان کی طرف بھینک دیجئے تاکہ وہ اور آپ برابر ہو جائیں بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا اور ہم نے آل فرعون کو ڈبودیا) سمندر میں وکُلُّ (وہ سب) ڈوبنے والے قبیلے اور مقتول قریشی گَانُوا ظَلَمِينَ (ظالم تھے) اپنے نفسوں پر کفر و معاصی سے ظلم کر رہے تھے۔
یہ کفر پر مصر ہیں:

آیت ۵۵: إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (بلاشبہ وہ مخلوق میں بدترین لوگ ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ کافر لوگ ہیں تو یہ ایمان نہ لائیں گے) انہوں نے کفر پر اصرار کیا ہے ان سے ایمان کی توقع نہیں ہے۔
معاہدہ توڑنے والوں کو عبرتناک سزا دو:

آیت ۵۶: الَّذِينَ عَاهَدْتَ مِنْهُمْ (جن کی یہ کیفیت ہے کہ آپ ان سے عہد لے چکے ہیں) یہ الذین کفروا سے بدل ہے یعنی الذین عاہد تھم من الذین کفروا وہ کافر لوگ جن سے تم نے معاہدہ کیا۔ کفار کو بدترین جاندار قرار دیا۔ کیونکہ لوگوں میں سب سے بدتر کافر ہیں۔ اور کافروں میں شدید ترین وہ ہیں جو اپنے وعدوں کو توڑنے والے اور کفر پر اصرار کرنے والے ہیں۔ ثُمَّ يَنْقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ (پھر وہ ہر بار اپنا عہد توڑ ڈالتے ہیں) ہر معاہدہ میں وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ (اور وہ ڈرتے نہیں) دھوکے کے انجام سے نہیں ڈرتے اور اس میں جو عار اور آئندہ نتیجہ میں جو نار ہے اس سے نہیں ڈرتے۔

آیت ۵۷: فَمَا تَتَّقُهُمْ فِي الْحَرْبِ (پس اگر آپ لڑائی میں ان پر قابو پالیں) جب آپ کا ان سے سامنا ہو جائے اور ان پر کامیابی پالو۔ فَشَرَّ دُبِّهِمْ مَنْ خَلْفَهُمْ (تو ان کے ذریعہ پچھلے لوگوں کو منتشر کر دو) اپنی لڑائی اور قتل سے ان کو اس طرح منتشر کر دو کہ ان کے پچھلے کافروں کو بھی عبرت ہو تاکہ وہ آئندہ جرأت نہ کریں اور ان سے عبرت حاصل کر لیں۔ زجاج کہتے ہیں۔ ان سے ایسا سلوک کرو جس سے ان کی اجتماعیت پارہ پارہ ہو جائے اور ان کے علاوہ بھی ان سے منتشر کر دو۔ لَعَلَّهُمْ يَدَّكُرُونَ (تاکہ وہ لوگ سمجھ جائیں) شاید کہ منتشر ہونے والے نصیحت حاصل کر لیں۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۖ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ۝۵۹ وَأَعِدُّوا لَهُمْ

اور کافر لوگ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ وہ آگے بڑھ کر بیچ نکلے۔ وہ لوگ عاجز نہیں کر سکیں گے اور ان کے مقابلہ کے لئے تیاری کرو

مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهَبُونَ بِهِ ۚ عَدُوُّ اللَّهِ وَعَدُوُّكُمْ

جو کچھ تم سے ہو سکے قوت سے بھی اور پلے ہوئے گھوڑوں سے بھی اس کے ذریعہ تم اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو

وَأَخْرَيْنَ مِنْ دُونِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۖ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ

اور ان لوگوں کو جو ان کے علاوہ ہیں ڈراتے رہو تم ان کو نہیں جانتے اللہ ان کو جانتا ہے اور جو بھی کوئی چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ

فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَظْلَمُونَ ۝۶۰

کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دے دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

خطرہ خیانت سے معاہدہ واپس کر دو:

آیت ۵۸: وَمَا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ (اور اگر آپ کو کسی قوم سے) معاہدہ والے۔ خِيَانَةً (خیانت کا) نشانات سے معاہدہ توڑنا معلوم ہو رہا ہو۔ فَالْبُذِ إِلَيْهِمْ (تو ان کا عہد ان کو اسی طرح واپس کر دیں) ان کا عہد ان کی طرف پھینک دو واپس کر دو۔ عَلٰی سَوَاءٍ (کہ تم اور وہ برابر ہو جائیں) تا کہ تمہیں اور انہیں برابر نقض عہد کا علم ہو جائے۔ یہ نابذ اور منبوذ سے حال ہے۔ ای حاصلین علی استواء فی العلم دونوں کو برابر علم ہو جائے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخٰٓفِيْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا) وعدہ توڑنے والے کو۔

کافر ہم سے بھاگ نہیں سکتے:

آیت ۵۹: وَلَا يَحْسَبَنَّ (اور اپنے متعلق یہ خیال نہ کریں) قراءت: شامی، حمزہ، یزید، حفص نے يَحْسَبَنَّ پڑھا ہے۔ ابو بکر نے تَحْسَبَنَّ پڑھا ہے۔ جبکہ دیگر قراء نے تَحْسَبَنَّ سین کے کسرہ سے پڑھا ہے۔ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا (کافر کہ وہ بیچ گئے) نکل گئے اور قابو میں نہیں آئے۔ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ (یقیناً وہ لوگ عاجز نہیں کر سکتے) وہ بیچ کر نہیں نکل سکتے اور ڈھونڈنے والے کو عاجز بھی نہیں کر سکتے۔

قراءت: شامی نے اِنَّهُمْ پڑھا ہے۔ ای لانہم حمزہ مکسورہ ہو یا مفتوحہ دونوں ہی تعلیل کیلئے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ مکسورہ مستانفہ ہو کر تعلیلیہ ہے اور مفتوحہ صراحتہ تعلیلیہ ہے۔ اور جنہوں نے تا سے پڑھا تو انہوں نے الذين كفروا کو مفعول اول اور سبقوا کو مفعول ثانی بنایا ہے اور جنہوں نے یا سے پڑھا انہوں نے الذين كفروا کو فاعل قرار دیا اور سبقوا کو مفعول۔ تقدیر عبارت یہ ہے اَنْ سَبَقُوا۔ اَنْ کو حذف کر دیا اور یہ ان مخففہ من المثلہ ہے ای انہم سبقوا تو یہ دو مفعولوں کے قائم مقام ہے۔

نمبر ۳۔ فاعل مضمَر ہے ای ولا یحسبن محمد الکافرین سابقین ہرگز محمد ﷺ کافروں کو ہم سے سبقت کرنے والے گمان نہ کریں۔

بعض لوگوں نے حمزہ کو اس قراءت میں متفرد قرار دیا مگر ان کا قول محل نظر ہے۔ جیسا کہ ہم واضح کر چکے۔ زہری سے روایت ہے یہ ان لوگوں کے بارے میں اتری جو شکست کھانے کے بعد بچ گئے۔

کفار کے مقابلہ کی پوری تیاری کرو:

آیت ۶۰: وَأَعِدُّوا (اور تم سامان درست رکھو) اے ایمان والو! لَھُمْ (ان کافروں کیلئے) وعدہ خلافوں کیلئے یا تمام کفار کیلئے مَا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ (جس قدر تم سے ہو سکے ہتھیار سے) ہر وہ چیز جس سے لڑائی میں مدد مل سکتی ہے۔ حدیث میں ہے الا ان القوة الرمی آپ نے منبر پر یہ بات فرمائی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مراد قلعے ہیں۔ وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ (اور پلے ہوئے گھوڑوں سے) یہ ان گھوڑوں کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں باندھے جاتے ہیں۔ نمبر ۲۔ رباط جمع ہے ربط کی جیسے فصیل و فصال۔ گھوڑوں کو قوت کیلئے اسی طرح خاص کیا۔ جیسے جبرائیل اور میکائیل کو ملائکہ میں سے وَجِبْرِیلَ وَمِیْکَلَ (البقرہ: ۹۸) تَرْهَبُونَ بہ (اس کے ذریعہ تم رعب جمائے رکھو) جس حد تک تم طاقت رکھتے ہو۔ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ (اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن پر) یعنی اہل مکہ وَالْاٰخِرِیْنَ مِّنْ دُوْنِهِمْ (اور ان کے علاوہ دوسرے دشمنوں پر بھی) ان کے علاوہ اور وہ یہود یا منافقین یا اہل فارس یا کفار جن کا ذکر حدیث میں ہے ان الشیطان لا یقرب صاحب فرس۔ شیطان صاحب فرس کے قریب نہیں آتا۔ ولا داراً فیہا فرس عتیق نہ وہ گھر جس میں آزاد گھوڑا ہو۔ (قال ابن حجر لم اجده) روایت میں ہے کہ گھوڑے کا ہنہانا جنات کو ڈراتا ہے۔ (اس کی بھی اصل نہیں ملی) لَا تَعْلَمُوْهُمْ (جن کو تم نہیں جانتے) تم ان کو معین طور پر نہیں پہچانتے ہو۔ اللّٰهُ یَعْلَمُھُمْ (اللہ تعالیٰ ہی ان کو جانتا ہے) وَمَا تَنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یُوَفَّ اِلَیْكُمْ (اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کرو گے وہ تم کو پورا پورا دے دیا جائے گا) اس کی وافر جزاء تمہیں ملے گی۔ وَاَنْتُمْ لَا تَظْلَمُوْنَ (اور تم پر ظلم نہ کیا جائے گا) جزاء میں کمی نہ کی جائے گی بلکہ پوری دے دی جائے گی۔

وَأَنْ جَنْحُوا لِلْسَّلَامِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٦١﴾

اور اگر وہ لوگ صلح کے لئے مائل ہو جائیں تو آپ بھی اس کے لئے مائل ہو جائیں اور اللہ پر بھروسہ کیجئے۔ بے شک وہ سننے والا جاننے والا ہے

وَأِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ فَإِنْ حَسِبَكَ اللَّهُ هُوَ الَّذِي آيْدُكَ بِنَصْرِهِ وَ

اور اگر وہ لوگ آپ کو دھوکہ دینے کا ارادہ کریں تو بیشک اللہ آپ کو کافی ہے اللہ وہی ہے جس نے اپنی مدد کے ساتھ اور اہل ایمان کے ساتھ

بِالْمُؤْمِنِينَ ۖ وَالْأَفْ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلْفَتْ

آپ کو قوت دی اور ان کے دلوں میں الفت پیدا فرمائی۔ اگر آپ سب کچھ خرچ کر دیتے جو زمین میں ہے تب بھی آپ ان کے دلوں میں

بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلْفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٢﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ

افت پیدا نہیں کر سکتے تھے اور لیکن اللہ نے ان کے درمیان الفت پیدا فرمائی بے شک وہ غلبہ والا ہے اے نبی! آپ کو اللہ

اللَّهُ وَمَنْ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٤﴾

کافی ہے اور وہ مومن بندے جنہوں نے آپ کا اتباع کیا۔

آیت ۶۱: وَأَنْ جَنْحُوا (اگر وہ صلح کی طرف جھکیں) مائل ہوں۔ جنح کا صلہ لام ہو یا الی اس کا معنی مائل ہونا آتا ہے۔ لِلْسَّلَامِ صلح کیلئے قراءت: ابوبکر نے سین کے کسرہ سے پڑھا ہے۔ سَلَمَ یہ مؤنث ہے اس کی ضد بھی تانیث ہے اور وہ الحرب کا لفظ ہے۔ فَاجْنَحْ لَهَا (تو آپ بھی جھک جائیں) تو ان کی طرف مائل ہو۔ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ (اور اللہ پر بھروسہ کریں) اور ان کے باطن میں مکر ہو کہ مائل ہو کر دھوکہ کریں گے تو پرواہ نہ کریں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کافی ہے اور ان کے مکر سے بچانے والا ہے۔ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے) وہ آپ کے اقوال کو سننے والا اور آپ کے احوال کو جاننے والا ہے۔

آیت ۶۲: وَأِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ (اگر وہ آپ کو دھوکہ دینا چاہیں) وہ مکر کریں گے اور دھوکہ دیں گے۔ فَإِنْ حَسِبَكَ اللَّهُ، (اللہ آپ کو کافی ہے) اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کافی ہے۔ هُوَ الَّذِي آيْدُكَ (وہ وہی ہے جس نے آپ کو قوت دی) بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ (اپنی امداد سے اور مسلمانوں سے) تمام ایمان والوں سے یا انصار کے ذریعہ

اوس و خزرج میں الفت کا امتنان:

آیت ۶۳: وَالْأَفْ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ (اور ان کے قلوب میں اتفاق پیدا کر دیا) ایک سو بیس سال سے جنگی دشمنی تھی ان اوس و خزرج کے دلوں میں الفت ڈال دی۔ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلْفَتْ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ (اگر آپ دنیا بھر کا مال خرچ کرتے

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ ۖ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عَشْرُونَ صَابِرُونَ

اے نبی آپ مؤمنین کو جہاد کی ترغیب دیجئے اگر تم میں سے بیس افراد ثابت قدم رہنے والے ہوں گے

يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ

تو دو سو پر غالب ہو جائیں گے اور اگر تم میں سے سو افراد ہوں گے تو ہزار کافروں پر غالب ہو جائیں گے۔ اس وجہ سے کہ یہ

قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ۖ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ عَزَمَ أَنْ يَغْلِبَ أَلْفٌ بِأَلْفٍ فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ

لوگ سمجھ نہیں رکھتے۔ اب اللہ نے تمہارا بوجھ ہلکا کر دیا اور اس نے جان لیا کہ بے شک تمہارے اندر کمزوری ہے۔ سو اگر تم میں سے

مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ

ثابت قدم رہنے والے سو افراد ہوں گے تو وہ دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار افراد ہوں گے تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب ہوں گے اور

اللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ۖ

اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

تب بھی ان کے دلوں میں اتفاق پیدا نہ کر سکتے) ان کی عداوت اس مقام تک پہنچ چکی تھی۔ اگر کوئی خرچ کرنے والا ان کی عداوت کو مٹانے کیلئے زمین کے تمام مال بھی خرچ کر ڈالتا پھر بھی عداوت کو الفت سے نہ بدل سکتا تھا۔ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلْفَ بَيْنَهُمْ (لیکن اللہ تعالیٰ ہی نے ان میں باہم الفت ڈال دی) اپنے فضل و رحمت سے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان کی قوت جمع کر دی۔ ان میں محبت و الفت پیدا کر دی اور باہمی بغض و عداوت دور کر دی۔ إِنَّهُ عَزِيزٌ (بیشک وہ زبردست ہیں) آپ کو دھوکہ دینے والوں کو مغلوب کر دے گا۔ حَكِيمٌ (حکمت والے ہیں) آپ کے پیروں کی مدد کرے گا۔

اللہ کی مدد اور مومنوں کا تعاون کافی ہے:

آیت ۶۳: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (اے نبی (ﷺ) آپ کیلئے اللہ کافی ہے اور جن مومنین نے آپ کا اتباع کیا وہ کافی ہیں) واو بمعنی مع ہے۔ نمبر ۱۔ اور اس کا مابعد منصوب ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ اور آپ کے پیروکار مومنین کی مدد کیلئے کافی ہے۔ نمبر ۲۔ اور محل رفع میں بھی جائز ہے۔ اِی کفاک اللہ و کفاک المؤمنون تمہیں اللہ تعالیٰ کافی ہے مددگار ہونے کے لحاظ سے اور مومن کافی معاون ہونے کے اعتبار سے۔ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر تینتیس مرد اور چھ عورتیں ایمان لائے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو یہ آیت اتری۔

ترغیب قتال کا حکم:

آیت ۶۵: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ (اے پیغمبر! آپ مومنین کو قتال کی ترغیب دیں) التحریض

لڑائی کے معاملے پر آمادگی میں مبالغہ کرنا۔ الحرض جس کو مرض اتنا کمزور بنا دے کہ وہ موت کو جھانکنے لگے۔ اِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عَشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ۔ وَاِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اگر تم میں سے بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو وہ دوسو پر غالب آجائیں گے اور اگر تم میں سے سو آدمی ہوں گے تو ایک ہزار کفار پر غالب آجائیں گے) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ اور بشارت ہے۔ کہ اگر مومنوں کی جماعت لڑائی میں جی رہے گی تو اپنے سے دس گنا کفار پر غالب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد اور تائید سے۔ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُوْنَ (اس وجہ سے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے) اس وجہ سے کہ کفار جاہل ہیں بغیر ثواب اور طلب ثواب کے وہ حیوانات کی طرح لڑتے ہیں۔ اس سے ان کی ثابت قدمی کم ہے جہالت کی وجہ سے وہ نصرت الہی سے محروم ہیں۔ برخلاف اس کے جو بصیرت کے ساتھ لڑنے والا ہو وہ خالص اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت کا امیدوار ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان پر لازم تھا کہ وہ نہ بھاگیں گے اور ایک دس کے مقابلہ میں ثابت قدم رہے گا۔ جب یہ گراں گزرا تو اس حکم کو منسوخ کر کے تخفیف کردی کہ دو کے مقابلہ میں ایک کو ثابت قدم رہنا ضروری ہے۔

تخفیف حکم:

آیت ۶۶: اَلَّذِيْنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا (اب اللہ تعالیٰ نے تم سے بوجھ ہلکا کر دیا اور اس کو معلوم ہو گیا کہ تمہارے اندر طاقت کم ہے) ضعفا حمزہ وعاصم نے پڑھا۔ فَاِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ (پس اب اگر تم میں سے جم کر لڑنے والے سو ہوں گے) کوئی نے یکن، یا کے ساتھ پڑھا ہے۔ بصری نے پہلے میں اس کی موافقت کی۔ مراد اس سے ضعف فی البدن ہے۔ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَاِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ اَلْفٌ يَغْلِبُوا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (تو وہ دوسو دشمنوں پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار صابر ہوں گے تو وہ دو ہزار دشمنوں پر غالب آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اللہ تعالیٰ صابریں کے ساتھ ہیں) اپنے سے دو گنا جماعت کے ساتھ مقابلہ کو تخفیف سے قبل اور بعد دوبارہ ذکر کیا تا کہ یہ بتلادیا جائے کہ قلت و کثرت کے باوجود حالت میں فرق نہیں ہوتا کیونکہ حالت کبھی بیس اور دو سو اور سو اور ہزار کے مقابلے میں مختلف ہوتی ہے۔ اسی طرح سو اور دو سو اور ایک ہزار اور دو ہزار کے مابین مقابلہ میں بھی مختلف ہوتی ہے۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَضَ

نبی کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے پاس قیدی موجود رہیں جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح خون ریزی نہ کر لے تم دنیا کا سامان

الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۖ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٧﴾ لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ

چاہتے ہو اور اللہ آخرت کو چاہتا ہے اور اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کا نوشتہ پہلے سے مقدر نہ

سَبَقَ لِمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٦٨﴾ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ

ہو چکا ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا ہے اس کے بارے میں تم کو بڑا عذاب پہنچ جاتا سو کھاؤ اس میں سے جو تمہیں بطور غنیمت کے مل گیا حلال پاکیزہ ہونے کی حالت میں

وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٦٩﴾

اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اسیرانِ بدر کا مسئلہ اور اختلافِ رائے:

آیت ۶۷: مَا كَانَ لِنَبِيٍّ (نبی ﷺ) کی شان کے لائق نہیں) نہ صحیح ہے اور نہ مناسب ہے۔ اَنْ يَكُونَ لَهُ اَسْرٰی (کہ ان کے قیدی باقی رہیں)

قراءت: بصری نے ان تکون پڑھا ہے۔ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ (جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح خون ریزی نہ کر لے) اشخان، کثرت قتل اور مبالغہ فی القتل یہ ثخانة سے ہے جس کا معنی غلظت اور کثافت ہے یہاں تک کہ کافروں میں قتل کی اشاعت سے کفر جھک جائے اور اسلام کا غلبہ اور زور ثابت ہو جائے پھر جو ملے اس کو قید کر لیا جائے۔

روایت میں ہے آپ ﷺ کے پاس ستر قیدی لائے گئے۔ جن میں عم رسول عباس اور برادر علی عقیل بھی تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا انہوں نے کہا کہ یہ آپ کی قوم و خاندان کے لوگ ہیں۔ ان کو فدیہ لے کر چھوڑیں شاید اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق دے دے اور فدیہ سے ہم قوت حاصل کریں گے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا انہوں نے آپ کو مکہ سے باہر نکالا، جھٹلایا۔ ان کی گردنیں اڑا دیں یہ کفر کے مقتداء ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کو فدیہ سے بے نیاز کر دیں گے۔ عقیل علی کے سپرد کریں۔ حمزہ کے حوالہ عباس کریں۔ مجھے فلاں عنایت کریں پھر حکم دیں تاکہ ہم ان کی گردنیں مار دیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابو بکر تمہاری مثال ابراہیم علیہ السلام کی ہے جب انہوں نے کہا: وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (ابراہیم: ۳۶) اور اے عمر تیری مثال نوح علیہ السلام جیسی ہے جبکہ انہوں نے کہا: رَبِّ لَا تَذَرُ عَلَيَّ الْأَرْضَ مِنَ الْكُفْرَيْنَ دِيَارًا۔ (نوح: ۲۶) پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اگر تم چاہتے ہو تو انہیں قتل کر دو۔ اور اگر چاہو ان کا فدیہ لے لو۔ لیکن اتنی تعداد تم میں سے شہید ہوگی۔ انہوں نے کہا ہم ان سے فدیہ لیتے ہیں۔ چنانچہ اُحد میں ستر صحابہ شہید ہوئے۔ جب فدیہ لے لیا تو یہ آیت اتری: تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا (تم دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہو) عرض کا معنی دنیا کا سامان یعنی فدیہ۔ عرض اس لئے کہا کیونکہ

جلد زائل ہونے والا اور کم باقی رہنے والا ہے۔

وَاللّٰهُ يُرِيدُ الْاٰخِرَةَ (اور اللہ تعالیٰ آخرت کو چاہتا ہے) جو کہ جنت کا سبب ہے۔ جس سے اسلام کی عظمت و عزت بڑھتی ہے اور وہ اساطین کفر کا قتل کرتا ہے۔ (تاکہ اسلام کے راستہ میں رکاوٹ نہ رہے) وَاللّٰهُ عَزِيزٌ (اللہ زبردست قوت والا ہے) اپنے دشمنوں پر غالب ہے۔ حَكِيْمٌ (بڑی حکمت والا ہے) اپنے دوستوں پر عتاب میں۔

نوشتہ تقدیر میں فدیہ کی حلت:

آیت ۶۸: لَوْ لَا كَتَبَ مِنَ اللّٰهِ (اگر اللہ تعالیٰ کا ایک نوشتہ مقدر نہ ہو چکتا) اگر اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہوتا۔ سبق کسی اجتہاد کرنے والے کو سزا نہ دی جائے۔ اور یہ بات ان سے بطور اجتہاد ہوئی کیونکہ۔ نمبر ۱: انہوں نے اس بات کی طرف نگاہ کی کہ انکا چھوڑ دینا ان کے اسلام کا سبب بن جائے گا۔ اور فدیہ سے جہاد پر قوت حاصل کی جائے گی۔ مگر دوسرا پہلو ان سے مخفی رہا کہ ان کے قتل میں اسلام کی عزت و شان ہے اور پچھلوں پر اس سے رعب طاری ہوگا۔ نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھ دیا کہ اہل بدر کو عذاب نہ دیا جائے گا۔ نمبر ۳۔ بیان و معذرت سے پہلے مواخذہ نہیں۔

آپ کا مشورہ اس بات کی دلیل ہے کہ اجتہاد جائز ہے یہ منکرین قیاس کے خلاف دلیل ہے۔ کتاب مبتداء، من اللہ صفت اول سبق صفت دوم، خبر مخدوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے لولا کتاب ثابت من اللہ ای لولا کتاب بھذہ الصفة فی الوجود۔ سبق یہ خبر نہیں ہے کیونکہ لولا کی خبر کبھی ظاہر نہیں ہوتی۔ لَمَسَّكُمْ (تو تم پر واقع ہوتی) تمہیں ملتا اور پہنچتا فِيمَا أَخَذْتُمْ (جو امر تم نے اختیار کیا) یعنی قیدیوں کا فدیہ عَذَابٌ عَظِيمٌ (بڑی سزا) روایت میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو روتا ہوا پایا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے بتلائیں اگر میں بھی روسکوں تو رؤوں۔ اور اگر رونا نہ آئے تو رونے والی صورت بنالوں گا۔ آپ نے فرمایا مجھے تمہارے ان ساتھیوں پر رونا آ رہا ہے۔ جنہوں نے فدیہ لیا۔ میرے سامنے انکا عذاب اس درخت سے زیادہ قریب تر دکھایا گیا۔ وہ درخت آپ کے نزدیک ہی تھا۔ (مسلم ۱۷۶۳) اور دوسری روایت میں ہے کہ اگر وہ عذاب آسمان سے اترتا تو اس سے عمر اور سعد بن معاذ کے سوا کوئی نہ بچ سکتا اس لئے کہ انہوں نے اشخان کو پسند کیا تھا۔ (ابن جریر)

اموال غنائم کے استعمال کی اجازت:

آیت ۶۹: فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ (پس تم کھاؤ اس کو جو کچھ تم نے لیا ہے) روایت میں ہے کہ صحابہ کرام غنائم سے رک گئے اور انہوں نے اس کو ہاتھ بھی نہ لگایا۔ پس یہ آیات اتریں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں فدیہ کو مباح کیا گیا کیونکہ یہ بھی غنائم میں سے ہے۔ فاسیہ ہے اور سبب مخدوف ہے۔ مطلب یہ ہے قد احللت لکم الغنائم کہ میں نے غنائم تمہارے لیے حلال کر دیے۔ پس تم کھاؤ۔ حَلَالٌ (حلال) عتاب و عقاب سے آزاد ہو کر۔ حلال یہ حل العقال سے ہے۔

اونٹ کا عقال کھول دیا۔ نمبر ۱۔ یہ مغنوم (غنیمت کے طور پر حاصل شدہ مال) سے حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ نمبر ۲۔ مصدر کی صفت ہے یعنی اکلًا حلالًا کھاؤ حال کھانا۔ طَبِيبًا (پاک سمجھ کر) لذیذ و خوشگوار نمبر ۳۔ شرعاً حلال، طبعاً پاکیزہ و مرغوب وَاتَّقُوا اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو) ایسی چیز کی طرف اقدام نہ کرو۔ جس کی اجازت نہیں دی گئی۔ اِنَّ اللّٰهَ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَىٰ ۖ إِنَّ يَعْلَمَ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا

اے نبی جو قیدی آپ کے قبضہ میں ہیں ان سے فرما دیجئے کہ اگر اللہ کو تمہارے دلوں میں ایمان معلوم ہو گا

يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّا أَخَذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۖ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝۷۰ وَإِنْ يُرِيدُوا

تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر تم کو عطا فرما دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر وہ لوگ آپ کی

خِيَانَتِكَ فَقَدْ خَانُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝۷۱

خیانت کا ارادہ کریں۔ سو وہ اس سے پہلے اللہ کی خیانت کر چکے ہیں پھر اللہ نے ان پر قابو دے دیا اور اللہ جاننے والا ہے۔ حکمت والا ہے۔

غَفُورٌ (بیشک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے) جو کچھ پہلے تم کر چکے رَحِيمٌ (رحمت والے ہیں) غنیمت کو حلال قرار دے کر۔

اگر دل میں ایمان ہوگا تو دو گنا ملے گا:

آیت ۷۰: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ (اے پیغمبر کہہ دیجئے اُس سے جو آپ کے قبضہ میں) تمہاری ملکیت میں گویا

تمہارے ہاتھ ان کو پکڑنے والے ہیں۔ مِنَ الْأَسْرَى (قیدی ہیں) جمع اسیر

قراءت: ابو عمرو نے اُساری پڑھا جو اُساری کی جمع ہے۔ إِنَّ يَعْلَمَ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا (اگر اللہ تعالیٰ کو تمہارے دل میں

ایمان معلوم ہوگا) خلوص ایمان اور صحت نیت یُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّا أَخَذَ مِنْكُمْ (تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے۔ اس سے بہتر تم کو

دے دے گا) یعنی فدیہ۔ نمبر ۱۔ خواہ دنیا میں دو گنا دے۔ نمبر ۲۔ آخرت میں ثواب دے وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (اور تم کو بخش دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں بڑی رحمت والے ہیں)۔

بحرین کا مال

روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے پاس بحرین کا مال آیا۔ جس کی مقدار اسی ہزار تھی۔ آپ نے نماز ظہر کیلئے وضو کیا۔ اور تقسیم

کر کے نماز ادا فرمائی۔ عباس کو حکم دیا کہ وہ اس میں سے لے لیں انہوں نے اپنے اٹھانے کی مقدار اس میں سے لیا۔ اور وہ کہا

کرتے تھے یہ اس سے بہتر ہے جو ہم سے لیا گیا اور مجھے مغفرت کی امید ہے ان کے بیس غلام تھے ان میں سے سب سے کم مال کی

تجارت کرنے والا بیس ہزار میں تجارت کرتا تھا۔ عباس کہا کرتے اللہ تعالیٰ نے ایک وعدہ پورا کر دیا اور مجھے دوسرے کا یقین ہے۔

(ابن جریر)

اگر فدیہ میں چاہلوسی مقصود تھی تو دوبارہ پکڑے جائیں گے:

آیت ۷۱: وَإِنْ يُرِيدُوا (اور اگر یہ لوگ ارادہ رکھتے ہیں) قیدی خِيَانَتِكَ (آپ کے ساتھ خیانت کا) نمبر ۱۔ ارتداد اختیار کر

کے آپ کے ساتھ کیا ہوا وعدہ توڑ دیا۔ نمبر ۲۔ جس فدیہ کی ضمان دی تھی وہ روک لیا۔ فَقَدْ خَانُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ (تو اس سے پہلے

انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خیانت کی تھی) اس کا انکار کر کے اور ہر عاقل سے جو وعدہ لیا گیا اس کی خلاف ورزی کر کے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجِهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ

اَوْوَا وَنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۖ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا

جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہ آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہیں اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی

لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنْ اَسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ

تمہارا ان سے میراث کا کوئی تعلق نہیں جب تک کہ ہجرت نہ کریں اور اگر وہ تم سے دین میں مدد طلب کریں

فَعَلَيْكُمْ النَّصْرُ ۗ اِلَّا عَلٰٓى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۷۳

تو تمہارے ذمہ ان کی مدد لازم ہے سوائے اس قوم کے مقابلہ میں کہ ان میں اور تم میں کوئی معاہدہ ہو اور اللہ تعالیٰ ان کاموں کو دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِی الْاَرْضِ وَفَسَادٌ

اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہیں اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں بڑا فتنہ اور بڑا

کَبِيْرٌ ۝۷۴ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجِهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ

فساد ہو گا اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ

اَوْوَا وَنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۚ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ کَرِيْمٌ ۝۷۵ وَالَّذِيْنَ

جنہوں نے ٹھکانہ دیا اور مدد کی یہ وہ لوگ ہیں جو واقعی ایمان والے ہیں ان کے لئے مغفرت ہے اور رزق کریم ہے اور جو لوگ

اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدِ وَهَاجَرُوْا وَجِهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ۚ اُولُو الْاَرْحَامِ

اس کے بعد ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ مل کر جہاد کیا سو یہ لوگ تم میں سے ہیں اور جو لوگ رشتہ دار ہیں

بَعْضُهُمْ اَوْلٰٓىٰٓ بِبَعْضٍ فِیْ کِتٰبِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بِکُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۷۶

وہ اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے قریب تر ہیں بلاشبہ اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَاَمَّا مَنۢ مِنْهُمْ (پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو گرفتار کر دیا) اللہ تعالیٰ نے ان پر تمہیں اختیار دیا۔ یعنی ان پر غلبہ دیا۔ جیسا کہ بدر کے دن اور اگر وہ غداری کی طرف گئے تو ان پر تمہیں دوبارہ قابو دیں گے۔ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ (اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں) مال کو حَکِیْمٌ (بڑی حکمت والے ہیں) اس بات میں جس کافی الحال ان کو حکم دیا۔

مہاجرین و انصار کا تذکرہ:

آیت ۷۲: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا (بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت میں مکہ سے ہجرت کی وَجْهًا وَبَا مَوَالِيْهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اور اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد بھی کیا) وہ مہاجرین ہیں۔ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَنَصَرُوْا (اور وہ لوگ جنہوں نے رہنے کو جگہ دی اور مدد کی) یعنی انہوں نے اپنے گھروں میں ٹھکانہ دیا اور ان کی اعانت کی۔ یہ جماعت انصار ہے۔ اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ (یہ لوگ ایک دوسرے کے وارث ہیں) میراث میں وہ ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ ابتداء ہجرت و نصرت کی وجہ سے انصار و مہاجرین وارث بنتے تھے۔ قربات کی وجہ سے نہیں یہاں تک کہ یہ حکم اس ارشاد سے منسوخ ہو گیا۔ وَاُولُواْ الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ (الاحزاب: ۶) دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے نصرت و معاونت مراد ہے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی) مکہ سے مَالَكُمْ مِّنْ وَّلَا يَتِيْهِمْ (تمہارا نہیں ان سے میراث میں) میراث میں تولیت۔ قراءت: حمزہ نے وَلَا يَتِيْهِمْ واؤ کے کسرہ سے پڑھا ہے۔ بعض نے کہا یہ دونوں ایک لفظ ہیں۔

ہجرت فرض تھی:

مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا (کوئی تعلق نہیں یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں) وہ مسلمان جس نے ہجرت نہ کی ہو وہ وارث نہ بنتا تھا۔ ان مسلمانوں کا جو ایمان لانے کے بعد ہجرت کرنے والے تھے۔ مَسْتَكِلَّةً: اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کیلئے جنہوں نے ہجرت نہیں کی تھی ایمان کا لفظ باقی رکھا۔ حالانکہ ہجرت فرض تھی۔ اس کے ترک سے وہ مرتکب کبیرہ بن گئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ کبیرہ گناہ والا ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ جیسا کہ خوارج و معتزلہ کا مسلک ہے۔

کفار کے خلاف ان کی مدد کرو:

وَ اِنْ اَسْتَنْصَرُوْكُمْ (اور اگر وہ تم سے مدد چاہیں) جو اسلام لایا اور ہجرت نہ کی۔ فِيْ الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمْ النَّصْرُ (دین کے کام میں تو تم پر مدد کرنا واجب ہے) اگر ان کے اور کفار کے درمیان لڑائی ہو جائے اور وہ تم سے امداد طلب کریں تو کفار کے خلاف ان کی مدد ضروری ہے۔ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ (مگر اس قوم کے مقابلہ میں نہیں کہ تم میں اور ان میں عہد ہو) ان کے خلاف مدد کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ انہوں نے تمہارے خلاف لڑائی میں ابتداء نہیں کی۔ معاہدہ اس بات سے مانع ہے کہ تم ابتداء کرو۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو دیکھتے ہیں) حد شرع سے تجاوز کرنے کی ممانعت فرمائی۔

کفار میں باہمی موالات:

آیت ۷۳: وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ (اور جو لوگ کافر ہیں وہ باہم ایک دوسرے کے وارث ہیں) اس آیت کا ظاہر ان میں موالات کو ثابت کر رہا ہے۔ مطلب و مقصد یہ ہے کہ مسلمان موالات کفار سے باز رہیں۔ اور ان سے دور رہنا ضروری ہے۔ اور قطع تعلقی لازم ہے۔ اگرچہ وہ اقارب ہی ہوں۔ اور ایک دوسرے کا وارث بننا ترک کر دیں۔ پھر فرمایا اَلَا تَفْعَلُوْهُ (اور اگر تم اس پر عمل نہ کرو گے) اگر تم نے وہ نہ کیا جو میں نے حکم دیا ہے کہ مسلمان سے مواصلت کرو اور وہی تمہارے وارث و متولی ہیں۔ اسلام کی نسبت قرابت نسبی سے بڑھ کر ہے۔ تم قرابت کفار کو دو قرابتیں مت بناؤ۔

تَكُنْ فِتْنَةً فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ (تو دنیا میں بڑا فتنہ اور بڑا فساد پھیلے گا) زمین میں فتنہ پھیل جائیگا۔ اور بہت بگاڑ پیدا ہوگا۔ کیونکہ مسلمان کفر کے خلاف ایک دست و بازو نہ بن سکیں گے۔ شرک غالب آئے گا اور فساد تو اس سے زائد ہے۔

مہاجرین و انصار سے عہد ہائے مغفرت:

آیت ۷۴: وَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِينَ اٰوَوْا وَنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا (اور جو لوگ مسلمان ہوئے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے اپنے ہاں ٹھہرایا اور ان کی مدد کی یہ لوگ ایمان کا پورا حق ادا کرنے والے ہیں) کیونکہ انہوں نے اپنے ایمان کو سچا کر دیا۔ اور اس کے مقتضیات کو حاصل کر کے ثابت کر دیا۔ جیسے وطن چھوڑنا اہل و عیال چھوڑنا۔ گھر کو خیر باد کہنا۔ مال و دنیا سے علیحدگی اختیار کرنا۔ جس میں سوائے دین اور آخرت کے اور کوئی مقصد نہ تھا۔ لَھُمْ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ کَرِيْمٌ (ان کیلئے بڑی مغفرت اور بڑی معزز روزی ہے) جس میں احسان جتنا نہیں اور نہ گدلا پن اور اس آیت میں تکرار نہیں کیونکہ یہ دوسری آیت میں وعدہ کریم کے ساتھ ان کی مدح کر رہی ہے۔ اور پہلی آیت میں باہم امداد کرنے اور تعلقات مضبوط کرنے کا حکم تھا۔ گویا مقصد الگ ہونے کی وجہ سے تکرار نہیں۔

سابقین کے بعد والوں کا حکم:

آیت ۷۵: وَالَّذِينَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ (اور جو لوگ بعد کے زمانہ میں ایمان لائے) سابقین بالہجرة کے ساتھ لاحق ہونے والے مراد ہیں۔ وَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ (اور انہوں نے ہجرت کی اور تمہارے ساتھ جہاد کیا پس یہ لوگ تمہارے ہی شمار میں ہیں) ان کو انہیں سے بطور فضل اور برائے ترغیب قرار دیا۔ وَاُولٰٓئِكَ اُولٰٓئِیْ بَعْضُهُمْ (اور جو لوگ رشتہ دار ہیں ایک دوسرے کے) قرابت والے وراثت میں زیادہ حقدار ہیں۔ یہ آیت توارث بالہجرت و النصرۃ کی ناسخ

ہے۔ فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی کتاب میں وہ زیادہ حقدار ہیں) نمبر ۱۔ اس کے حکم اور تقسیم میں نمبر ۲۔ لوح محفوظ میں نمبر ۳۔ قرآن مجید میں وہ آیت میراث ہے۔ ہم احناف کیلئے وہ توریت ذوی الارحام کی دلیل ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں) پس وہ اپنے بندوں میں جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔ لوگوں کی چار قسمیں ہیں نمبر ۱۔ مومن مہاجر نمبر ۲۔ مومن انصار نمبر ۳۔ مومن مگر ہجرت نہ کی۔ نمبر ۴۔ کافر رہے ایمان نہ لائے۔

تمت سورة الانفال وتليها سورة التوبة

سُوْرَةُ التَّوْبَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ مَائَتٌ وَتِسْعٌ وَعَشْرُونَ آيَةً سِتَّةٌ وَعِشْرُونَ رُكُوْعًا

سورہ برأت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو انتیس آیات اور سولہ رکوع ہیں۔

بَرَاءَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۖ فَسِيحُوا فِي

اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے ان مشرکوں کی طرف براءت ہے جن سے تم نے عہد کیا۔ بہ تم چلو پھرو

الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُجْزِي اللَّهِ ۖ وَإِنَّ اللَّهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ ۝

زمین میں چار مہینے اور جان لو کہ بیشک تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور یہ بات کہ اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے

سورت کے نام:

اس سورت کے کئی نام ہیں۔ نمبر ۱۔ البراءۃ۔ نمبر ۲۔ التوبہ نمبر ۳۔ المشقشقة۔ نمبر ۴۔ المبعثرة۔ نمبر ۵۔ المشردة۔ نمبر ۶۔ المخزیه۔ نمبر ۷۔ الفاضحة۔ نمبر ۸۔ المثیرۃ۔ نمبر ۹۔ الحافرة۔ نمبر ۱۰۔ المنکلة۔ نمبر ۱۱۔ المدممة۔ وجہ تسمیہ: البراءۃ کہنے کی وجہ اس میں کفار سے بیزاری اور دست برداری کا اعلان ہے۔ نمبر ۲۔ التوبہ اسلئے کہتے ہیں اس میں مسلمانوں کی توبہ کا تذکرہ ہے۔ نمبر ۳۔ المشقشقة اس لئے کہتے ہیں کہ نفاق سے بیزاری کا اظہار کرتی ہے۔ (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) نمبر ۴۔ المبعثرة منافقین کے اندرونی رازوں سے پردہ اٹھاتی ہے۔ (ابن منذر) نمبر ۵۔ المشردة: منافقین کو منتشر کرنے والی نمبر ۶۔ المخزیه: منافقین کو رسوائی میں مبتلا کرنے والی۔ نمبر ۷۔ الفاضحة۔ منافقین کو رسوا کرنے والی۔ (ابن عباس رضی اللہ عنہما) نمبر ۸۔ المثیرۃ۔ نفاق کی حالت کو اکھاڑ کر سامنے لانے والی۔ نمبر ۹۔ الحافرة۔ منافقین کو کرید کر ظاہر کرنے والی۔ نمبر ۱۰۔ المنکلة۔ منافقین پر عذاب لانے والی۔ نمبر ۱۱۔ المدممة۔ منافقین پر تباہی لانے والی عذاب اتارنے والی (حذیفہ رضی اللہ عنہ)

ابتداء میں ترک تسمیہ کی وجہ:

نمبر ۱۔ حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بسم اللہ امان ہے اور براءت تو امان کو اٹھانے اور ختم کرنے کیلئے اتری۔ نمبر ۲۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جب کوئی سورت یا آیت اترتی۔ تو ارشاد فرماتے اس کو فلاں

مقام پر رکھ دو۔ رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی اس کے بارے میں نہیں بتلایا کہ کہاں رکھیں۔ اس کا واقعہ سورہ انفال کے مشابہ تھا۔ کیونکہ اس میں وعدوں کا تذکرہ ہے اور اکیس معاہدوں سے بیزاری کا اعلان ہے۔ اسی لئے دونوں کو ملا دیا گیا ان دونوں سورتوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم القرنین کہتے ہیں اور سبع طوال میں سے ساتویں سورت شمار کرتے ہیں۔ نمبر ۳۔ کہا جاتا ہے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ نے اس میں اختلاف کیا۔

بعض نے کہا انفال و براءت ایک سورت ہے اور قتال کے متعلق نازل ہوئیں۔ بعض نے کہا یہ دو سورتیں ہیں۔ دونوں کے درمیان فاصلہ ان کے قول کے پیش نظر چھوڑ دیا گیا۔ جو ان کو دو سورتیں کہتے تھے۔ اور جو ایک سورت کہتے تھے۔ ان کے قول کے پیش نظر بسم اللہ چھوڑ دی گئی۔

مشرکین سے اعلان بیزاری:

آیت ۱: بَرَاءَةٌ (دست برداری) **نَحْوُ**: یہ مبتداء محذوف ہذہ کی خبر ہے۔ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ اِلَى الَّذِيْنَ عَاهَدْتُمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین سے جن سے تم نے عہد کر رکھا ہے) **نَحْوُ**: نمبر ۱۔ من یہ ابتدائے غایت کیلئے ہے اور محذوف سے متعلق ہے۔ یہ صفت نہیں جیسا کہ اس قول میں برئت من الدین۔ اب تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ ہذہ براءۃ و اصلۃ من اللہ و رسولہ الی الذین عاہدتم۔ یہ براءت ملنے والی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان لوگوں کو جن سے تم نے معاہدہ کیا۔ یہ اس طرح ہے جیسا تم کہو۔ کتاب من فلان الی فلان۔

نمبر ۲۔ براءۃ مبتداء ہے کیونکہ صفت سے اس کی تخصیص کی گئی اور الی الذین عاہدتم یہ خبر ہے۔ جیسا تم کہو۔ رجل من بنی تمیم فی الدار۔ مطلب اس طرح ہوگا۔ اللہ اور اس کا رسول دونوں بری الذمہ ہیں اس عہد سے جو تم نے مشرکین سے کیا اور وہ عہدان کی طرف واپس کیا جا رہا ہے۔

چار ماہ کی مہلت:

آیت ۲: فَسَيُحْوَا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ (پس تم لوگ اس سرزمین میں چار ماہ چل پھرو) پس تم زمین عرب میں چل پھر لو جس طرح چاہو۔ السیح مہلت کے ساتھ چلنا۔ روایت میں ہے کہ انہوں نے مشرکین مکہ اور دیگر عرب سے معاہدے کئے۔ پس وہ رکے رہے مگر ان میں سے کچھ قبائل وہ بنو ضمرہ، بنو کنانہ پس عہد توڑنے والوں کی طرف انکا عہد پھینک دیا گیا۔ اور ان کو چار ماہ جو کہ اشہر حرم ہیں۔ سرزمین عرب میں امن سے چلنے کی اجازت دی۔ فاذا جیسا اس آیت میں ہے فاذا انسلخ الاشهر الحرم فاقتلوا المشرکین (التوبہ: ۵) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اشہر حرام میں قتل و قتال ممنوع چلا آ رہا ہے۔

نزول آیت:

یہ آیت ۹ھ میں نازل ہوئی۔ مکہ ۸ھ میں فتح ہوا۔ مکہ کے امیر عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے تھے۔ اس موقع پر ابو بکر

صدق ﷺ کو رسول اللہ ﷺ نے ۹ھ میں امیر الحج مقرر فرمایا۔ پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنی اونٹنی عضباء پر سوار کر کے ان کے پیچھے بھیجاتا کہ حاجیوں کے مجمع میں سورہ توبہ کی تلاوت کر دیں۔ آپ سے یہ کہا گیا کہ اگر آپ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیتے تو آپ نے فرمایا لا یؤدی عنی الا رجل منی۔ معاہدات کی براءت میرے خاندان کا آدمی کر سکتا ہے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر کے اتنا قریب پہنچے کہ وہ اونٹنی کی آواز سن پارہے تھے وہ فوراً بول اٹھے یہ تو رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی آواز ہے۔ حضرت علی ان کو آملے۔ تو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہلا سوال یہ تھا۔ امیر ام ما مور؟ تو انہوں نے جواب دیا ما مور۔ جب سات ذی الحجہ کا دن آیا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ دیا۔ اور حج کے احکام ان کو بتلائے۔ دس ذی الحجہ یوم النحر علی جمرہ عقبہ کے پاس کھڑے ہوئے اور یہ اعلان کیا۔ یا ایہا الناس رسولُ رسول اللہ الیکم! میں رسول اللہ کا قاصد تمہارے پاس آیا ہوں۔ مجمع نے سوال کیا۔ کیا حکم لائے۔ آپ نے تمیں یا چالیس آیات سورہ توبہ کی پڑھ کر سنائیں اور پھر کہا مجھے چار باتوں کا حکم ہوا ہے۔

مندرجات اعلان:

نمبر ۱۔ الا یقرب البیت بعد هذا لعام مشرک۔

نمبر ۲۔ لا یطوف بالبیت عریان

نمبر ۳۔ لا یدخل الجنة الا کل نفس مومنة۔

نمبر ۴۔ ان یتیم الی کل ذی عہد عہدہ۔ مشرک آئندہ بیت اللہ کے پاس نہ پھٹکے۔ ننگا طواف نہ ہوگا۔ جنت میں صرف

مؤمن جائے گا۔ معاہد کا عہد پورا کیا جائیگا۔

مجمع: اے علی! تیرے چچا زاد بھائی نے بات پہنچا دی۔ ہم نے معاہدے پس پشت ڈال دیئے۔ ہمارے اور اس کے درمیان صرف تیر اندازی اور تلوار چلانے کا معاہدہ ہے۔ چار مہینے یہ ہیں نمبر ۱۔ شوال، ذوالعقدہ، ذوالحجہ، المحرم یا ذی الحجہ کے بیس ایام، المحرم، صفر، ربیع الاول، دس دن ربیع الآخر کے۔ یہ حرم۔ نمبر ۱۔ اس لئے تھے کہ ان کو ان چار ماہ میں امن دیا گیا تھا۔ اور قتل و قتال ان سے حرام کیا گیا تھا۔ نمبر ۲۔ تغلیباً حرم کہا کیونکہ ذی الحجہ اور المحرم انہی اشہر حرم میں سے تھے۔

مسک جمہور:

اشہر حرم میں قتال اب مباح ہے اور یہ حکم منسوخ ہو چکا۔ واعلموا انکم غیر معجزی اللہ (اور یہ جان لو کہ تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے) اس سے بڑھ کر بھاگ نہیں سکتے اگرچہ وقتی طور پر تمہیں مہلت دی گئی ہے۔ وَاَنَّ اللہَ مُخْزِی الْکَافِرِیْنَ (اور بیشک اللہ تعالیٰ کافروں کو رسوا کریں گے) قتل سے دنیا میں ذلیل کرے گا۔ اور آخرت میں عذاب دیکر۔

وَإِذْ أُنْذِرَ مَنِ اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِّنَ

اور حج اکبر کے دن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے لوگوں کے لئے اعلان ہے کہ اللہ اور اس کا رسول

الْمُشْرِكِينَ ۚ وَرَسُولُهُ ۚ فَإِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا

مشرکین سے بری ہے۔ سو اگر تم توبہ کر لو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم اعراض کرو تو یہ جان لو

أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ ۚ وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۚ إِلَّا الَّذِينَ

کہ بلاشبہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور کافروں کو درد ناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔ سوائے ان لوگوں کے

عَهْدُ تُمْ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا

جن سے تم نے معاہدہ کیا پھر انہوں نے تمہارے ساتھ ذرا کمی نہ کی اور نہ تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد کی۔

فَاتِمُوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مَدَّتِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۚ فَإِذَا انْسَلَخَ

سو تم ان کے معاہدہ کو ان کی مدت مقررہ تک پورا کر دو۔ بلاشبہ اللہ تقویٰ اختیار کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ پھر جب اشہر حرم

الْأَشْهَرِ الْحَرَمِ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَأَحْصُرُوهُمْ

گزر جائیں سو تم مشرکین کو قتل کرو جہاں بھی پالو اور ان کو پکڑو اور گھیرو اور اُن کی تاک میں گھات کے

وَأَقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصِدٍ ۚ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا

ہر موقع پر بیٹھو۔ سو اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ

سَبِيلَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۚ وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ

چھوڑ دو بلاشبہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص آپ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دیجئے

حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلِمَ اللَّهِ ثُمَّ ابْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ ۚ

یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے پھر اسے امن کی جگہ پہنچا دیجئے۔ یہ اس لئے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو علم نہیں رکھتے۔

اعلان کا تعلق تمام سے:

آیت ۳: وَإِذْ أُنْذِرَ مَنِ اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَى النَّاسِ (اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے عام لوگوں کے سامنے اعلان کیا جاتا

(ہے) **نَجْوً**: براءت جس طرح مرفوع ہے۔ اسی طرح یہ بھی مرفوع ہے۔ پھر جملہ کا عطف بھی اسی طرح ہے۔ الاذان بمعنی اعلان ہے۔ جیسا کہ امان اور عطاء بمعنی ایمان اور اعطاء آئے ہیں۔ دونوں جملوں میں فرق صرف یہ ہے کہ پہلا جملہ ثبوت براءت کی خبر ہے۔ اور دوسرا جملہ اس اعلان کے لازم ہونے کی اطلاع ہے جو ثابت ہو چکا۔

براءت کو معاہدہ والے مشرکین سے معلق کیا اور اعلان کو لوگوں سے معلق کیا کیونکہ براءت کا تعلق معاہدین اور توڑنے والوں کے ساتھ خاص ہے اور اعلان کا تعلق معاہد اور غیر معاہد تمام قسم کے لوگوں کیلئے ہے۔ خواہ معاہدین نے عہد توڑا ہو یا نہ توڑا ہو۔ **يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ** (بڑے حج کی تاریخوں میں) نمبر ۱: یوم عرفہ کیونکہ عرفہ افعال حج میں سب سے بڑا رکن ہے۔ نمبر ۲: یوم نحر مراد ہے کیونکہ حج کی تکمیل طواف زیارت نحر، حلق، رمی، سے اسی دن میں ہوتی ہے۔ حج اکبر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ عمرہ کو حج اصغر کہا جاتا ہے۔ **أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ** (اللہ اور اس کا رسول دونوں دست بردار ہوتے ہیں) یعنی بان اللہ۔ الاذان کے صلہ کو تخفیف کیلئے حذف کر دیا۔ **وَرَسُولُهُ** نمبر ۱: بری ہے جو کہ نیت میں تھا۔ اس پر اس کا عطف ہے۔ نمبر ۲: ابتداء پر اور خبر محذوف ہے۔ ای ورسولہ بری۔

قراءت: ان کے اسم پر عطف کر کے منصوب پڑھا گیا۔ اس میں جر جواری کی وجہ سے ہے۔ یا قسم کی وجہ سے جیسا کہتے ہیں **لَعَمْرُكَ**۔ اہمیت تعلیم:

بیان کیا گیا کہ ایک اعرابی نے سنا کہ کوئی شخص اس آیت کو اس طرح پڑھا رہا ہے کہ معنی الٹ جاتا ہے۔ اس نے سکر کہا اگر اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے بری ہے تو میں اس سے بری۔ اس کی زبان سے یہ کلمہ سن کر اس کا گریبان تھامے عدالت فاروقی میں لے گیا۔ اعرابی نے اس آدمی کی قراءت نقل کی اس وقت فاروق اعظمؓ نے حکم دیا عربی تعلیم دی جائے تاکہ اعراب کی غلطیاں لوگ نہ کریں۔ **فَإِنْ تُبَتُّمُ** (اور اگر تم نے توبہ کی) کفر اور دھوکے سے۔ **فَهُوَ** (تو وہ) یہ توبہ خیر لکم (تمہارے لئے بہت بہتر ہے) کفر پر اصرار سے **وَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ** (اور اگر تم نے اعراض کیا) نمبر ۱: توبہ سے نمبر ۲: اسلام کے خلاف اعراض اور تولی سے توبہ کرو۔ **فَاعْلَمُوا أَنكُمُ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ** (تو یہ سمجھ لو کہ تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے) تم اللہ تعالیٰ سے سبقت نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی اس کی سزا اور پکڑ سے نکل جانے والے ہو۔ **وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ** (اور ان کافروں کو دردناک سزا کی خبر سنا دیں) ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کے ساتھ بشارت کی بجائے۔

استثناء معاندین:

آیت ۴: **إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ** (ہاں مگر وہ مشرکین مستثنیٰ ہیں۔ جن سے تم نے عہد لیا ہے) یہ فسیحوا فی الارض سے استثناء ہے۔ مطلب یہ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان بیزار ی ہے۔ ان مشرکین کے متعلق جن سے تم نے معاہدہ کیا۔ پس تم ان سے کہہ دو تم چل پھرو۔ مگر وہ لوگ جن سے تم نے معاہدہ کیا۔ **ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوا شَيْئًا** (پھر انہوں نے تمہارے ساتھ ذرا کمی نہیں کی) معاہدے کی شرائط سے یا عہد کو پورا کرو اس کو نہ توڑو۔

قراءت: **لَمْ يَنْقُصُوا** کم بھی پڑھا گیا۔ یعنی انہوں نے عہد نہیں توڑا اور یہ مناسب تر ہے۔ لیکن مشہور قراءت زیادہ بلغ ہے۔

کیونکہ تمام کے مقابلہ میں ہے۔ وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا (اور نہ تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد کی) انہوں نے کسی دشمن کی تمہارے خلاف معاونت نہیں کی۔ فَاتَّمُوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ (پس ان کے معاہدہ کو پورا کرو) ان کو مکمل و تام ادا کرو۔ اِلَىٰ مُدَّتِهِمْ (ان کی مدت تک) ان کی مدت کے مکمل ہونے تک۔

نَحْوُ: استثناء یہاں استدراک کے معنی میں ہے۔ گویا انکو عہد توڑنے والوں کے بارے میں حکم دیکر کہا لیکن وہ لوگ جنہوں نے عہد نہیں توڑا انکا عہد مدت تک پورا کرو اور انکے قائم مقام نہ ٹھہراؤ اور پورا کرنے والے کو دھوکا دینے والے کی طرح مت قرار دو۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ احتیاط رکھنے والوں کو پسند کرتے ہیں) یعنی تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں فریقین کے مابین برابری نہ کی جائے۔ پس تم اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

عہد توڑنے والوں کے خلاف کارروائی کا حکم:

آیت ۵: فَاِذَا اُنْسَلَخَ (جب گزر جائیں) گزرنایا نکلنا اَلْاَشْهُرُ الْحُرْمِ (حرمت والے مہینے) جن میں عہد توڑنے والوں کو بھی چلنے پھرنے کی اجازت دی گئی۔ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ (تو ان مشرکین کو قتل کرو) وہ جنہوں نے عہد کو توڑ دیا۔ اور تمہارے خلاف دشمنوں کی معاونت کی۔ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ (جہاں تم چاہو) حرم میں یا حل میں وَخُذُوهُمْ (اور ان کو پکڑو) اور ان کو قید کرلو۔ اِلَا خِذْ قِيْدًا بِنَدِيْ (اور ان کو باندھو) اور ان کو قید کرلو۔ اور علاقہ میں تصرف سے روک دو۔ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصِدٍ (اور داؤ گھات کے مواقع میں ان کی تاک میں بیٹھو) ہر راستے اور گزرگاہ پر۔

نَحْوُ: یہ ظرف کی وجہ سے منصوب ہے۔ فَاِنْ تَابُوْا (پھر اگر وہ توبہ کر لیں) کفر سے وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوْا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ (اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو انکا راستہ چھوڑ دو) نمبر ۱: ان کو قید و بند سے آزاد کرو۔ یا نمبر ۲: ان سے ہاتھ روک لو۔ اور تعرض نہ کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والے) کفر چھپانے اور اسلام سے دھوکا دہی کو رَحِيْمٌ (رحمت کرنے والے ہیں) قتل کا حکم نہ دیا التزام کی ادائیگی سے پہلے۔

پناہ کی اجازت:

آیت ۶: وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاجْرْهُ (اگر کوئی مشرکین میں سے تمہاری پناہ کا طالب ہو۔ تو آپ اس کو پناہ دیں) **نَحْوُ:** اَحَدٌ کا لفظ فعل مضمر کی وجہ سے مرفوع ہے۔ جس کی تفسیر فعل ظاہر کر رہا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے وان استجارك احد استجارك۔ مطلب یہ ہے۔ اگر ان مہینوں کے گزرنے کے بعد کوئی مشرک تمہارے پاس آجائے جس کے ساتھ تمہارا کوئی معاہدہ نہیں اور وہ تم سے امن کا خواہاں ہے تاکہ تو حید، قرآن سے استفادہ کرے تو اس کو امن دے دو۔

حَتّٰی يَسْمَعَ كَلِمَ اللّٰهِ (یہاں تک کہ وہ کلام الہی سن لے) اور اس میں تدبر کرے اور اسلام کی حقیقت اس کے سامنے آجائے۔ ثُمَّ اَبْلَغُهُ (پھر اس کو پہنچا دو) اس کے بعد مَا مَنَّا (اس کے امن کی جگہ میں) اس کے اس گھر میں جہاں وہ امن پانے والا ہے۔ اگر وہ اسلام نہیں لایا۔ پھر اگر چاہو تو اس سے لڑ سکتے ہو۔

مَسْنَلَةٌ: اس میں دلیل ہے جس کو امن دیا جائے اس کو ایذا پہنچانا جائز نہیں۔ مگر ہمارے دارالاسلام میں وہ اقامت اختیار نہیں

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهِ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُمْ

اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک مشرکین کا عہد کیسے رہے گا مگر جن لوگوں سے تم نے مسجد حرام کے

عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوا لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

نزدیک عہد لیا، سو جب تک یہ لوگ تم سے سیدھی طرح رہیں تم بھی ان سے سیدھی طرح رہو۔ بلاشبہ اللہ تقویٰ اختیار کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے

الْمُتَّقِيْنَ ۝ كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فَيْكُمْ اِلَّا وَاِذْمَةً ۝ ط

ان کا عہد کیسے رہے گا اور حال ان کا یہ ہے کہ اگر وہ تم پر غلبہ پا جائیں تو تمہارے بارے میں نہ کسی قرابت کی پاسداری کریں اور نہ کسی معاہدہ کی ذمہ داری کا خیال کریں۔

يَرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ وَاَكْثَرُهُمْ فَسِقُوْنَ ۝ اِشْتَرَوْا بِاٰيَاتِ

یہ لوگ تمہیں اپنے منہوں سے راضی کرتے ہیں اور ان کے دل انکار کرتے ہیں اور ان میں اکثر فاسق ہیں۔ انہوں نے اللہ کی آیات کے

اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهِ ۝ اِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ لَا يَرْقُبُوْنَ

بدلہ تھوڑی قیمت کو خرید لیا، سو انہوں نے اللہ کے راستہ سے روک دیا۔ بلاشبہ وہ جو کام کرتے ہیں برے کام ہیں، وہ کسی مومن کے بارے میں

فِيْ مُؤْمِنٍ اِلَّا وَاِذْمَةً ۝ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا

کسی قرابت داری کا اور کسی ذمہ داری کا پاس نہیں رکھتے..... اور یہ وہ لوگ ہیں جو زیادتی کرنے والے ہیں۔ سو اگر یہ لوگ توبہ کریں اور نماز

الصَّلٰوةَ وَاَتَوْا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ۝ وَنُفِصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ ۝

قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو یہ تمہارے دینی بھائی ہوں گے اور ہم تفصیل کے ساتھ احکام بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں۔

کر سکتا۔ اس کو لوٹنے کا اختیار دیا جائے گا۔ ذٰلِكَ (یہ حکم) اجازت والا حکم جو اس ارشاد فاجرہ میں ہے۔ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُوْنَ (اس وجہ سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو پوری خبر نہیں رکھتے) اس وجہ سے کہ وہ جاہل لوگ ہیں اسلام کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔ اور نہ ہی ان کو تمہاری دعوت کی حقیقت کا علم ہے۔ پس ان کو امن دینا ضروری ہے تاکہ کلام اللہ کو سن کر یا سمجھ کر حق کو قبول و عدم قبول کا فیصلہ کریں۔

مشرک عہد پر قائم نہیں رہ سکتا:

آیت ۷: كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهِ (ان مشرکین کا عہد اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک کیسے رہے گا) **منحور**: کیف یہ استفہام انکاری کے معنی میں ہے یعنی ان کا عہد پر قائم رہنا اوپری و عجیب بات

ہے پس تم ان سے یہ توقع مت رکھو اور نہ دلوں میں یہ بات لاؤ اور نہ ان کے قتل کے متعلق سوچو۔ پھر اِلَّا الَّذِيْنَ عَلٰہِدْتُمْ (مگر وہ جن سے تم نے عہد لیا ہے) سے استدراک کیا۔ کہ اس سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جن سے تم نے معاہدہ کیا۔ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (مسجد حرام کے پاس) اور ان سے نقض عہد آج تک پیش نہیں آیا۔ جیسے بنو کنانہ، بنو ضمرہ، تو ان کے معاملہ میں ڈھیل پیدا کرو اور ان سے نہ لڑو۔ فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ (پس جب تک یہ لوگ تمہارے ساتھ سیدھی طرح رہیں) اور ان سے نقض عہد ظاہر نہ ہو۔ یعنی جب تک وفائے عہد پر قائم رہیں۔ فَاسْتَقِيْمُوا لَهُمْ (تم بھی ان کے ساتھ معاہدہ پر قائم رہو) وفا کرتے ہوئے۔

خُجُم: ما شرطیہ بمعنی فَاِنْ ہے۔ کہ اگر وہ استقامت اختیار کریں تو تم بھی معاہدہ کی پابندی کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ کو احتیاط رکھنے والے پسند ہیں) یعنی انتظار ان کے سلسلہ میں متقین کے خصائل میں سے ہے۔

کافروں کو کسی چیز کا پاس لحاظ نہیں:

آیت ۸: كَيْفَ وَاِنْ يُّظْهَرُوا عَلَيْكُمْ (کیسے؟ حالانکہ ان کی حالت یہ ہے کہ اگر وہ تم پر کہیں غلبہ پا جائیں) دوبارہ اس لئے لائے تاکہ مسلمانوں کو بتلادیا جائے کہ مشرکین سے عہد کی پابندی بعید تر ہے۔

خُجُم: فعل کو معلوم ہونے کی بناء پر حذف کر دیا۔ ای کیف یكون لهم عهد و حالهم انهم ان يظهروا عليكم وہ معاہدہ کی پاسداری کیونکر کریں گے کہ انکا حال یہ ہے کہ اگر وہ تم پر کامیابی پالیں اس کے بعد بھی کہ معاہدے کی پختہ قسمیں اٹھا چکے لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ اِلَّا (تمہارے متعلق وہ پاس و لحاظ نہ کریں گے قربت کا) وہ کسی قسم کی رعایت نہ کریں گے اور نہ قربت کا لحاظ و لَا ذِمَّةً (اور نہ قول و قرار کا) عہد کا پاس یُرْضَوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ (وہ لوگ اپنی زبانی باتوں سے راضی کر رہے ہیں) قسموں سے وعدہ کر کے اور وفاداری کا عہد کر کے۔ ان کے ظاہر و باطن میں اختلاف کو بیان کرنے کیلئے یہ ابتدائی کلام ہے اور دوبارہ اس لئے لائے کہ معاہدہ کی پابندی ان سے بہت بعید اور دور ہے۔ وَتَابٰی قُلُوْبُهُمْ (اور ان کے دل نہیں مانتے) ان قسموں سے اور وعدے کی وفاداری سے وَ اَكْثَرُهُمْ فَسِقُوْنَ (ان میں زیادہ آدمی شریر ہیں) عہد کو توڑنے والے ہیں۔ یا کفر میں سرکشی اختیار کرنے والے ہیں۔ انسانیت کی کوئی حد ان کو جھوٹ بولنے سے نہیں روک سکتی۔ اور نہ کوئی اخلاقی قدر توڑنے سے باز رکھ سکتی ہے جیسا کہ بعض کفار میں ان دونوں باتوں کی قربانی پائی جاتی ہے۔

آیت ۹: اِشْتَرَوْا (انہوں نے اختیار کر رکھا ہے) بدلہ میں لیا۔ بِاَيْتِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے) قرآن کے ثَمَنًا قَلِيْلًا (حقیر بدلہ) معمولی سامان اور وہ شہوات و ہوا کی اتباع ہے۔ فَصَدُّوا عَنْ سَبِيْلِهِ (پس یہ لوگ اللہ کے رستہ سے ہٹے ہوئے ہیں) اس سے اعراض کیا اور دوسروں کو روکا۔ اِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (ان کا یہ عمل بہت ہی برا ہے) ان کی یہ حرکت بدترین حرکت ہے۔

کسی مؤمن سے تو رشتہ کا بھی پاس نہیں:

آیت ۱۰: لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلَّا وَّ لَا ذِمَّةً (یہ لوگ کسی مؤمن کے متعلق نہ قربت کا لحاظ کریں اور نہ قول و قرار کا) یہ سابق

کی تکرار نہیں بلکہ ما کانوا یعملون کی تشریح ہے اول آیت سے مراد خاص ہے اس لئے کہ فیکم کا لفظ ہے۔ اور دوسری آیت عام ہے کیونکہ اس میں فی مؤمن ہے۔ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُونَ (یہ لوگ بہت ہی زیادتی کر رہے ہیں) جو ظلم و شرارت میں انتہاء سے تجاوز کرنے والے۔

توبہ اور اس کی علامات:

آیت ۱۱: فَإِنْ تَابُوا (اگر یہ لوگ توبہ کر لیں) کفر سے وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَأَخْوَانُكُمْ (اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو وہ تمہارے بھائی ہو جائیں گے) پس وہ تمہارے بھائی ہیں۔

مَحْجُوز: مبتداء محذوف ہے۔ فی الدین (دینی) نسب میں نہیں وَنُفِصِلُ الْآيَاتِ (اور ہم تفصیل سے احکام بیان کرتے ہیں) ہم کھول کر بیان کرتے ہیں۔ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (سمجھ دار لوگوں کیلئے) سمجھتے اور اس میں سوچ و بچار کرتے ہیں۔ یہ جملہ معترضہ ہے گویا اس طرح کہا: ان من تامل تفصيلها فهو العالم تحريضا على تامل ما فصل من احكام المشركين المعاهدين و على المحافظة عليها۔

جو اس کی تفصیل میں غور کرے تو وہ جان لے گا۔ معاہدہ کرنے والوں اور توبہ کرنے والوں کے احکام کی تفصیل پر غور کی ترغیب دینے کیلئے اور اس کی پاسداری کیلئے۔ یہ جملہ مستقل ذکر کیا گیا ہے۔

وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا

اور اگر وہ لوگ اپنے معاہدہ کے بعد اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعن کریں تو تم کفر کے سرغٹوں سے

أَيُّمَةُ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ۚ ۱۲ أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا

جنگ کرو بلاشبہ یہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کے یہاں قسمیں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں تاکہ وہ باز آجائیں۔ کیا تم ایسے لوگوں سے جنگ نہیں کرتے

نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهُمْ مُوَٰبِخُونَ الرُّسُولِ وَهُمْ بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ أَتَخْشَوْنَهُمْ

جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ دیا اور رسول کو ناکا لےنے کا پختہ ارادہ کیا اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے تم سے پہلے خود چھیڑ چھاڑ کی ابتداء کی۔ کیا تم ان سے ڈرتے ہو۔

فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۚ ۱۳ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ

سواللہ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو۔ ان سے جنگ کرو اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں ان کو

بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْرِجُهُمْ مِنْكُمْ وَيُنْصِرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيُشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ۚ ۱۴ وَيَذْهَبْ

مزا دے گا اور ان کو ذلیل کرے گا اور ان کے مقابلہ میں تمہاری مدد کرے گا اور مسلمانوں کے سینوں کو شفاء دے گا اور ان کے دلوں کی

غِيْظَ قُلُوْبِهِمْ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلٰی مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللَّهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۚ ۱۵ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا

جلن کو دور فرما دے گا اور اللہ جس کو چاہے توبہ نصیب فرمائے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ کیا تم کو یہ گمان ہے کہ چھوڑ دیئے جاؤ گے

وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رُسُولِهِ

اور حالانکہ اللہ نے ابھی تم میں سے ان لوگوں کو نہیں جانا جنہوں نے جہاد کیا اور جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مومنین کے علاوہ

وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَّلِيَّةَ ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۚ ۱۶

کسی کو دوست نہیں بنایا اور اللہ ان کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔

اگر معاہدہ توڑیں اور طعنہ زنی کریں تو قابل گردن زدنی ہیں:

آیت ۱۲: وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ (اگر وہ لوگ عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں) یعنی انہوں نے قسموں کے ذریعہ کئے جانے والے معاہدے توڑ دیے۔ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَيُّمَةُ الْكُفْرِ (اور تمہارے دین میں طعنہ کریں۔ تو تم ان کفر کے راہنماؤں سے لڑو) قراءت: دونوں ہمزہ کے ساتھ کوئی شامی نے پڑھا ہے۔ بقیہ قراء نے ایک ہمزہ سے پڑھا جو کہ غیر ممدودہ اور اس کے بعد یائے مکسورہ ہے۔ اس کی اصل اُلممۃ یہ جمع امام ہے جیسے عماد جمع اعمدة۔ پہلی میم کی

حرکت نقل کر کے ہمزہ ساکنہ کو دی اور میم کو دوسری میم میں ادغام کر دیا۔ جنہوں نے دونوں ہمزہ کو باقی رکھا انہوں نے دوسرے ہمزہ کو کسرۃ ماقبل کی وجہ سے یا سے بدلا ہے۔ فَإِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ (ان کی قسمیں نہیں رہیں) پہلا حصہ آیت وان نکثوا ایمانہم میں ان کے لئے ایمان کو ثابت کیا مگر یہاں نفی کر دی۔

وجہ فرق یہ ہے کہ جو ایمان وہ ظاہر کرتے ہیں وہ شروع آیت میں مراد ہے اور اس حصہ میں حقیقت کا اعتبار کر کے فرمایا لَا أَيْمَانَ لَهُمْ۔

مَنْ تَلَا: کافر کی قسم قسم شمار نہیں ہوتی۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس آیت کا معنی یہ کیا ہے وہ قسم پوری نہ کریں گے کیونکہ ان کے ہاں کافر کی قسم قسم شمار ہوگی کیونکہ اس کی تعریف میں نکث (ٹوٹنا) کا لفظ آیا ہے۔

قراءت: شامی نے لَا أَيْمَانَ بمعنی لا اسلام پڑھا ہے۔ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ (اس ارادے سے کہ یہ باز آجائیں) یہ فقاتلوا ائمة الکفر سے متعلق ہے ان کے مابین جملہ معترضہ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے لیکن غرضکم فی مقاتلتہم انتہاء ہم عما ہم علیہ بعد ما وجد منہم من العظائم۔ ان کے ساتھ تمہاری لڑائی کی غرض یہ ہونی چاہیے کہ وہ جس چیز پر ہیں اس سے باز آجائیں۔ اس کے باوجود کہ ان سے یہ بڑے بڑے معاملات پائے گئے۔ گناہ گار کیلئے درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غایت کرم ہی تو ہے بس!

لڑائی پر آمادگی:

آیت ۱۳: پھر لڑائی پر آمادہ کیا۔ اَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُوا أَيْمَانَهُمْ (تم ایسے لوگوں سے کیوں نہیں لڑتے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا) جو انہوں نے معاہدہ میں حلف اٹھایا۔ وَهَمُّوا بِاخْرَاجِ الرَّسُولِ (اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلاوطن کرنے کی تجویز کی) مکہ سے وَهُمْ بَدَءُ وُكُمُ أَوَّلَ مَرَّةٍ (اور انہوں نے تم سے خود پہلے تمہاری دشمنی کی ابتداء کی) لڑائی میں۔ اور ابتداء کرنے والا بڑا ظالم ہوتا ہے پس ان کے ساتھ لڑائی سے تمہیں کوئی رکاوٹ ہے؟ اس میں مسلمانوں کو ایسے لوگوں کے ساتھ ترک قتال پر توبیخ کی اور ساتھ ساتھ لڑائی پر آمادہ کیا۔ پھر لڑائی پر ابھارنے کے اسباب ذکر کئے۔ جیسے نقص عہد، اخراج رسول، بلا سبب ابتداء قتال۔ اتَّخَشَوْنَهُمْ (کیا تم ان سے ڈرتے ہو) کفار سے ڈرنے پر توبیخ ہے۔ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ (اللہ تعالیٰ زیادہ حقدار ہے کہ اس سے ڈرو) کہ اس سے ڈرا جائے۔ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (اگر تم ایمان رکھتے ہو) پس اس ہی سے ڈرو یعنی کامل ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ فقط اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرا جائے اور دوسرے کی کوئی پرواہ نہ کی جائے۔

کفار سے لڑو واللہ ان کو تمہارے ہاتھوں سزا دیں گے:

آیت ۱۴: جب ان کو ترک قتال پر توبیخ کر دی تو کھل کر ان کو حکم دیا۔ فَاتِلُوهُمْ (ان سے لڑو) ایمان والوں سے نصرت کا وعدہ کیا تاکہ ان کے دل مضبوط رہیں اور ان کی نیتوں میں بھی خرابی نہ آئے۔ يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ (اللہ تعالیٰ ان کو تمہارے ہاتھوں سزا دے گا) قتل کروا کرو وَاخْزِهِمْ (اور ان کو ذلیل کرے گا) قیدی بنا کرو وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ (اور تم کو ان پر غالب کرے گا) تمہیں ان پر غلبہ دیکرو وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ (اور مسلمانوں کے دلوں کو شفا دے گا) ان میں سے ایک جماعت کو۔ اس

سے مراد بنو خزاعہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے حلیف تھے۔ (جن پر حملہ کر کے بنو بکر نے قریش کی مدد سے بنو خزاعہ کو حرم میں قتل کیا تھا۔ جس سے فتح مکہ کا واقعہ پیش آیا) تو بنو خزاعہ کے مسلمان مراد ہیں۔

مسلمانوں کی بے چینی کا ازالہ:

آیت ۱۵: وَيَذْهَبُ غِيْظُ قُلُوْبِهِمْ (اور ان کے دلوں کی بے چینی دور کرے گا) جو کفار کی طرف سے ان کو تکلیف پہنچی اللہ تعالیٰ نے یہ تمام وعدے پورے کر دیئے یہ آپ کی نبوت کی دلیل و ثبوت ہے۔ وَيَتُوبُ اللّٰهُ عَلٰی مَنْ يَّشَاءُ (اور جس کو چاہے گا اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق دیگا) یہ ابتدائے کلام ہے اور اس بات کی اطلاع ہے کہ بعض اہل مکہ اپنے کفر سے توبہ کریں گے اور یہ واقعہ ہوا ان میں بہت سے لوگ اسلام لائے جیسے ابوسفیان، عکرمہ بن ابی جہل، سہیل بن عمرو۔

رو معتزلہ: اس میں معتزلہ کے اس قول کا رد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ تمام کافروں کی توبہ قبول کرے لیکن وہ اپنے اختیار سے توبہ نہ کریں گے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ (اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں) وہ آئندہ کے حالات کو جاننے والے ہیں جیسا کہ ماضی سے واقف ہیں حَکِيْمٌ (بڑی حکمت والے ہیں) توبہ قبول کرنے میں۔

مجاہدین کی پہچان کی جائیگی:

آیت ۱۶: اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ (کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم یوں ہی چھوڑ دیئے جاؤ گے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی ان لوگوں کو تمہارے اندر سے چھاننا ہی نہیں جنہوں نے جہاد کیا) **مَحْجُوْمٌ**: اَمْ منقطعہ ہے ہمزہ تو بیخ کیلئے ہے کیونکہ حساب کا معنی پایا جاتا ہے تقدیر یہ ہے لا تُتْرَكُوْنَ عَلٰی مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰی يَتَبَيَّنَ الْمُخْلَصُونَ مِنْكُمْ وَهُمْ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَوْ جَهِدُوْا L

وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً (اور اللہ اور رسول اور اسکے مؤمنین کے سوا کسی کو خاص دوست نہ بنایا) یعنی انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کے مخالفین کو راز دار نہیں بنایا۔ لہذا یہ توقع کیلئے ہے اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ایسا ہونا بالکل متوقع ہے کہ مخلصین و غیر مخلصین کو چھانٹ لیا جائے۔

مَحْجُوْمٌ: لَمْ يَتَّخِذُوْا كَا عَظْفٍ جَاهِدُوْا پَر ہے اور یہ صلہ کے تحت داخل ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے وَلَمَّا يَعْلَمِ الْمُجَاهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالْمُخْلِصِيْنَ غَيْرِ الْمُتَّخِذِيْنَ وَلِيْجَةً مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَقْصُوْدُ نَفْسِيْ عِلْمُ كِيْ هے۔ معلوم کی نہیں جیسا کہتے ہیں مَا عِلْمُ اللّٰهِ مَنِ مَا قِيلَ فِيْ اس سے تمہاری مراد یہ ہے مَا وَجَدَ ذَالِكَ مَنِ كِيْ ہے بات میری طرف سے پائی ہی نہیں گئی۔ مطلب یہ ہوگا کہ تمہارا خیال ہے کہ بلا مجاہدہ تمہیں چھوڑ دیا جائیگا۔ اور مشرکین سے تمہیں الگ نہ کیا جائیگا۔ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے) خیر یا شر سے۔ پس وہ اس پر تمہیں بدلہ دے گا۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسْجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَى أَنْفُسِهِم بِالْكَفْرِ

مشرکین اس کے اہل نہیں ہیں کہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں اس حال میں کہ وہ اپنے بارے میں کافر ہونے کی گواہی دے رہے ہیں۔

أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ ۝۱۷ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللَّهِ

یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال اکارت ہو گئے اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اللہ کی مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں

مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ فَعَسَىٰ

جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور جنہوں نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرے۔ سو توقع ہے

أُولَٰئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ۝۱۸ أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ

کہ یہ لوگ ہدایت پانے والوں میں سے ہوں گے۔ کیا تم نے حج کرنے والوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کے آباد

الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَوْنَ

کرنے کو اس شخص کے برابر بنا دیا جو اللہ پر ایمان لائے اور آخرت کے دن پر اور جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ اللہ کے نزدیک یہ لوگ

عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝۱۹ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا

برابر نہیں ہیں اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی

وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَكْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ

اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا۔ یہ لوگ اللہ کے نزدیک درجے کے اعتبار سے بڑے ہیں

وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝۲۰ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّتِ

اور یہ لوگ کامیاب ہیں۔ ان کا رب اپنی طرف سے انہیں رحمت کی اور رضا مندی اور ایسے باغوں کی بشارت دیتا ہے

لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ۝۲۱ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝۲۲

جن میں ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں۔ یہ لوگ ان میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ بلاشبہ اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔

مشرک اللہ کی مسجد کو آباد کرنے والا کیسے؟

آیت ۱۷: مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ (مشرکین اس لائق نہیں) ان کے لئے درست اور مناسب نہیں أَنْ يَعْمُرُوا مَسْجِدَ اللَّهِ (کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد کریں) قراءت: مکی، بصری نے مَسْجِدَ اللَّهِ پڑھا اور اس سے مسجد حرام مراد لی۔

نمبر: اقراءت میں جمع اس لئے لائے کہ قبلہ مساجد وہی ہے اور تمام مساجد کا امام بیت اللہ ہے پس اس کی آبادی کرنے والا گویا تمام مساجد کو آباد کرنے والا ہے۔ کیونکہ اس کا ہر حصہ مسجد ہے۔

نمبر ۲۔ جنس مساجد مراد ہے۔ جب ان میں اس کی جنس کو درست کرنے کی صلاحیت نہیں تو اس کے تحت مسجد حرام بھی داخل ہوگئی کہ وہ اس کی آبادی کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اس لئے مسجد حرام تو اس جنس کا مرکزی نکتہ ہے اور سینہ ہے اور یہ کنایہ کا مؤکد ترین طریقہ ہے جیسا تم کہو فلاں لا یقرأ کتاب اللہ یہ بات قراءت قرآن کے بارے میں تصریح سے زیادہ مؤثر ہے۔
شَهِدِیْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ بِالْکُفْرِ (ایسی حالت میں کہ وہ خود اپنے کافر ہونے کا اقرار کر رہے ہیں) اس لئے کہ وہ عبادت اصنام کا اعتراف کرتے ہیں۔ یہ یعمر و اکی واؤ سے حال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ما استقام ان یجمعوا بین امرین متضادین عمارۃ متعبدات اللہ مع الکفر باللہ و بعبادتہ ان کو مناسب نہیں دو متضاد باتیں اپنے میں جمع کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت گاہیں تعمیر کرتے ہیں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کا انکار کرتے ہیں۔ اُولَئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَفِی النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ (ان لوگوں کے تمام اعمال بے کار ہیں وہ لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے) ہمیشہ رہنے والے۔

مَوْسَنَ مَسْجِدَکَ وَآبَادَکَ کرنے والا ہے:

آیت ۱۸: اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسْجِدَکَ اللّٰہ (اللہ تعالیٰ کی مساجد کو آباد کرنا تو صرف ان لوگوں کا کام ہے) اس کی تعمیر، بوسیدہ کی مرمت، صفائی، روشنی کا انتظام، جن چیزوں کیلئے مساجد نہیں بنائی گئیں ان سے حفاظت مثلاً دنیا کی باتیں کیونکہ مسجد کی تعمیر کا مقصد عبادت اور ذکر الہی کیلئے ہے اور علم پڑھانا بھی اس ذکر میں شامل ہے۔ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ (جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لائیں) یہاں ایمان بالرسول کا تذکرہ نہیں کیا۔ کیونکہ یہ خود معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے کو رسول پر ایمان لانا ضروری ہے۔ کیونکہ شہادت، اذان، اقامت وغیرہ میں دونوں شہادتیں ساتھ ساتھ ہیں۔ نمبر ۲۔ اس ارشاد سے ایمان بالرسول پر دلالت کردی و اَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاَتٰی الزَّکٰوۃَ وَلَمْ یَخْشَ اِلَّا اللّٰہَ (اور نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی سے نہ ڈریں) اخلاص پر متنبہ کیا۔ مراد خشیت سے دین میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی پر کسی دوسری رضا مندی کو کسی توقع کے خوف سے ترجیح نہ دے۔ اس لئے کہ بعض اوقات مومن محذورات سے ڈرتا ہے اور ڈرنے کے علاوہ اس کو کسی چیز کا اختیار ہی نہیں رہتا۔ دوسرا قول یہ ہے پہلے وہ اصنام سے ڈرا کرتے تھے۔ اور ان سے امیدیں لگاتے تھے پس اس خوف کی نفی ان سے کی گئی ہے۔

فَعَسٰی اُولَئِكَ اَنْ یَّکُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ (پس ایسے لوگوں کی نسبت توقع ہے کہ وہ اپنے مقصود تک پہنچ جائیں گے) ہدایت کے مواقع سے مشرکین تو بہت دور ہیں اور ان کے شرک کی وجہ سے اعمال سے انتفاع بھی نہیں ہو سکتا۔ عسی کا کلمہ استعمال فرمایا جو طمع کیلئے اور امید کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان مساجد کی تعمیر ان لوگوں کے مناسب ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں انہی کے حق میں یہ چیزیں مقبول ہیں دوسروں کیلئے نہیں۔

کفر کے ہوتے ہوئے تعمیر مسجد سقایہ حجاج بے وزن اعمال ہیں:

آیت ۱۹: اَجْعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوْنَ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (کیا تم نے حجاج کے پانی پلانے کو اور مسجد حرام کے آباد رکھنے کو اس شخص کے برابر قرار دے لیا ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا ہو۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابر نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بے انصاف لوگوں کو سمجھ نہیں دیتا) السقایہ۔ العمارۃ۔ یہ دونوں مصدر ہیں۔ فعل سَقَى، عمر جیسا الصيانة والوقاية۔ یہاں مضاف محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ اجعلتم اهل سقاية الحاج و عمارة المسجد الحرام كمن امن بالله۔ کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے والوں اور مسجد حرام کی تعمیر کرنے والے کو ایمان والوں کے برابر قرار دیا۔ دوسرا قول: مصدر اسم فاعل کے معنی میں ہے۔ ابن زبیر کی قراءت اس کی معاون ہے۔ سُقَاة الْحَاجِّ و عَمَرَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مطلب یہ ہے کہ مشرکین کے مؤمنین سے مشابہ ہونے کا انکار ہے۔ مشرکین کے اعمال جبط شدہ اور مسلمانوں کے اعمال ثابت و قائم شدہ ہیں۔ اور اس بات سے انکار کیا گیا کہ ان کے مابین برابری مانی جائے۔ اور ان کے برابر قرار دینے کو کفر کے بعد ایک اور ظلم قرار دیا۔ کیونکہ انہوں نے مدح و فخر کو ایسے مقام کیلئے تجویز کیا جو مدح و فخر کا مقام ہرگز نہیں۔

نشان نزول: یہ عباس رضی اللہ عنہ کے جواب میں اتری جب بدر میں وہ قید ہوئے تو علی رضی اللہ عنہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لڑائی کے سلسلے میں ڈانٹ ڈپٹ کرنے لگے۔ اور قطع رحمی پر بھی ان کو کھری کھری سنائیں تو عباس رضی اللہ عنہ کہنے لگے تم ہمارے محاسن کو چھوڑ کر ہماری غلطیاں گناتے ہو۔ تو ان سے پوچھا گیا تمہارے محاسن کیا ہیں۔ تو کہنے لگے ہم بیت اللہ کو تعمیر کرتے، حاجیوں کو پانی پلاتے، قاتل کی گردن چھڑاتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ عباس رضی اللہ عنہ نے سقایہ پر فخر کیا اور شبہ نے عمارت پر اور علی رضی اللہ عنہ نے اسلام اور جہاد پر۔ اللہ تعالیٰ نے علی رضی اللہ عنہ کی تصدیق کر دی۔

ایمان، ہجرت و جہاد مقبول ترین عمل ہیں جو جنت کا باعث ہیں:

آیت ۲۰: الَّذِينَ اٰمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ (جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کی اور جان و مال سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے مرتبہ والے ہیں) اہل سقایہ اور اہل تعمیر کے مقابلہ میں وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَٰرِزُونَ (اور یہی لوگ کامیاب ہیں) نہ کہ تم کامیابی سے مخصوص ہو ان کی بجائے۔

آیت ۲۱: يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ (ان کا رب ان کو بشارت دیتا ہے) قراءت: حمزہ نے يُبَشِّرُهُمْ پڑھا بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَ جَنَّاتٍ (اپنی طرف سے بڑی رحمت اور بڑی رضامندی اور ایسے باغات) رحمت، رضوان، جنات کی بشارت دی اور ان کو نکرہ ذکر کیا تا کہ بتلایا جائے کہ یہ انعامات غیر معمولی ہیں اور کسی وصف کے ساتھ بیان سے باہر ہیں اور معرف کو معرفہ ذکر کیا گیا۔ لَّهُمْ فِيْهَا (جن میں ان کیلئے) ان جنات میں نَعِيمٌ مُّقِيمٌ (دائمی نعمتیں ہوں گی) دائمی۔

آیت ۲۲: خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (ان میں یہ ہمیشہ ہمیشہ کور ہیں گے بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر ہے) جو غیر منقطع ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ

اے ایمان والو! اپنے باپوں کو اور بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان کے مقابلہ میں پسند

عَلَى الْإِيمَانِ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٢٣﴾ قُلْ إِن كَانَ

کرتے ہوں اور تم میں سے جو شخص ان سے دوستی کرے گا تو یہ لوگ ہی ظلم کرنے والے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اگر تمہارے

أَبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا

باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور کنبہ اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں

وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِينُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ

اور وہ تجارت جس کے نہ چلنے سے تم ڈرتے ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو تمہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اور اس کی راہ میں

وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي

جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ جائے اور اللہ فاسق قوم کو

الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿٢٤﴾

ہدایت نہیں دیتا۔

۲۳۶

آیت ۲۳: تَنَازُلُ: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا تو ایک آدمی اپنے بیٹے کو کہنے لگا اور اپنے بھائی اور دیگر قریب و اقربوں کو کہ ہمیں تو ہجرت کا حکم مل گیا۔ ان میں سے بعض نے جلدی سے ہجرت کو اختیار کر لیا۔ اور بعض سے ان کے بیٹے اور ازواج چٹ گئیں ہمیں تو یہاں خالی ہاتھ چھوڑ رہا ہے۔ ہم ضائع ہو جائیں گے۔ وہ یہ سن کر ان کے ساتھ رہ پڑا اور ہجرت کو چھوڑ بیٹھا پس یہ آیت اتری۔

کافر غیرے خواہ باپ ہو:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ (اے ایمان والو۔ اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ لوگ کفر کو ایمان کے مقابلہ میں عزیز رکھیں) یعنی کفر کو ترجیح دیں اور پسند کریں۔ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ (اور جو شخص تم میں سے ان کے ساتھ رفاقت رکھے گا) جو کافروں سے دوستی اختیار کرے گا۔ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (پس ایسے لوگ بڑے نافرمان ہیں)

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ

یہ واقعی بات ہے کہ اللہ نے بہت سے مواقع میں تمہاری مدد فرمائی اور حنین کے دن بھی جب تمہیں اپنی کثرت پہ گھمنڈ ہو گیا۔

فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمُ

پھر اس کثرت نے تمہیں کچھ بھی فائدہ نہ دیا اور زمین اپنی فراخی کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی۔ پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ

مُذَبِّرِينَ ۚ ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ

کھڑے ہوئے پھر اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر اور مؤمنین پر اطمینان قلبی نازل فرمایا اور ایسے

جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۚ

لشکر اتار دیئے جنہیں تم نہیں دیکھ رہے تھے اور اللہ نے کافروں کو عذاب دیا اور یہ سزا ہے کافروں کی

ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۚ

پھر اس کے بعد اللہ جس کی چاہے توبہ قبول فرمائے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ رشتہ داریاں اللہ اور رسول کے مقابلے میں بے حیثیت ہیں:

آیت ۲۴: قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَنِسَاءُكُمْ وَأَخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ (آپ کہہ دیں کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ) تمہارے اقارب۔ قراءت: ابو بکر نے وعشیراتکم پڑھا ہے۔ وَأَمْوَالُكُمْ فَاقْتَرَفْتُمُوهَا (اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں) جو مال تم نے کمایا۔ وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا (اور وہ تجارت جس میں نکاسی ہونے کا تم کو خطرہ ہو) گرم بازاری کے وقت فوت ہونے کا و مَسْلِكُ تَرَضُوتُهَا أَحَبُّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ (اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو۔ تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہیں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دے) جلد آنے والا عذاب یا بدیر ملنے والا عذاب یا فتح مکہ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (اور اللہ تعالیٰ بے حکمی کرنے والوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتے) یہ آیت ان لوگوں کی شاعت احوال کا بیان ہے جو عقیدہ کی کمزوری اور یقین کے ضعف میں مبتلا ہیں۔ بڑے پرہیزگار بھی باپ، اولاد، مال متاع سے زیادہ دین سے محبت نہیں کرتے۔

مواقع نصرت:

آیت ۲۵: لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ (اللہ تعالیٰ نے تم کو بہت مواقع میں غلبہ دیا) نمبر ۱۔ جیسا واقعہ بدر، قریظہ،

بنی نضیر، حدیبیہ، خیبر، فتح مکہ، نمبر ۲۔ وہ مواقع جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کی مدد کی اور ایمان والوں کی امداد فرمائی وہ اسی ۸۰ ہیں۔ موطن الحرب: مقامات و مواقع حرب و یوم حنین (اور حنین کے دن بھی) یہاں یوم سے پہلے اذکر و امحذوف ہے۔ یعنی تم یوم حنین کو یاد کرو۔

غزوہ حنین:

حنین ایک وادی ہے جو مکہ اور طائف کے مابین ہے۔ اس میں مسلمانوں اور کفار کے درمیان معرکہ پیش آیا۔ مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ ہوازن و ثقیف جنگی تعداد چار ہزار بتلائی جاتی ہے۔ (مگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے چوبیس ہزار لکھی ہے) جب مسلمانوں کا ان سے سامنا ہوا تو کسی مسلمان کی زبان سے نکل گیا۔ لن نغلب الیوم من قلة آج ہم قلت کی وجہ سے مغلوب نہ ہونگے۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ بات گراں گزری۔ اذ (جب) یہ یوم سے بدل ہے۔ اَعْجَبْتُكُمْ كَثْرَتُكُمْ (جب تمہاری کثرت نے تمہیں خود پسندی میں مبتلا کر دیا) کثرت کی خود پسندی والی بات سامنے آگئی اور یہ بات ان کی نگاہ سے (بعض مراد ہیں) اوجھل ہو گئی کہ کثرت جنود سے فتح نہیں بلکہ من جانب اللہ ہے۔ پس اول وہلہ میں شکست کھا گئے اور شکست خوردہ مکہ پہنچ گئے۔ (مگر یہ بات خود قابل تحقیق ہے کسی معتبر روایت میں شکست خوردہ کا مکہ پہنچنا منقول نہیں)

آپ کی ثابت قدمی:

رسول اللہ ﷺ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ آپ کے نچر کی لگام عباس بن عبدالمطلب اور رکاب سفیان بن حارث تھامے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عباس! لوگوں کو آواز دو۔ ان کی آواز بہت بلند تھی۔ چنانچہ انہوں نے آواز دی یا اصحاب الشجرہ۔ آواز پہنچتے ہی منتشر صحابہ یہ کہتے ہوئے آواز کی طرف بڑھے۔ لبیک، لبیک، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابلق گھوڑوں پر سوار سفید کپڑوں میں ملبوس فرشتے اترے۔ اسی وقت رسول ﷺ نے مٹی کی ایک مٹھی لے کر خدا کے حکم سے دشمنوں کی طرف پھینکی پھر فرمایا خدا کرے تم شکست کھا جاؤ۔ رب کعبہ کی قسم تم شکست کھا جاؤ۔ پس کفار کو شکست ہو گئی (مسلم) اس دن رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا مانگی، اللھم لك الحمد واليك الم شکستکی وانت المستعان“ یہ موسیٰ علیہ السلام کی دعا ہے جو آپ نے سمندر پار کرتے وقت مانگی تھی۔

کثرت نے فائدہ نہ دیا:

فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَ ضَاقتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ (تمہاری کثرت نے تم کو کچھ فائدہ نہ پہنچایا اور تم پر زمین باوجود اپنی وسعت کے تنگی کرنے لگی) **مَحْجَمٌ**: مارحبت کا مصدر یہ ہے۔ اور با بمعنی مع ہے۔ ای مع رحبھا۔ وسعت کے باوجود اور اصل میں متلبسة برحبھا ہے۔ اس طرح کہ جار و مجرور حال ہیں۔ جیسا کہتے ہیں۔ دخلت علیہ بشیاب السفر یعنی متلبسا بشیاب السفر۔ میں ان کے ہاں آیا سفر کے کپڑے پہننے کی حالت میں اب مطلب آیت کا یہ ہے کہ دشمن سے بھاگنے کی تمہیں جگہ نہیں مل رہی تھی۔ گویا کہ زمین ان پر تنگ ہو گئی۔ ثُمَّ وَلَّيْتُمُ مُدْبِرِينَ (پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے) پھر تم شکست کھا گئے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ

اے ایمان والو! مشرکین پلید ہی ہیں سو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے

بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ

پاس نہ آئیں اور اگر تم فقر سے ڈرتے ہو تو عنقریب اللہ تمہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا

إِنْ شَاءَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ٢٨

اگر چاہے بے شک اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

نزول سکینہ:

آیت ۲۶: ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ (پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی تسلی اتاری) اس کی وہ رحمت جس سے ان کو سکون ملا اور وہ ایمان لائے۔ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا (اور ایسے لشکر نازل فرمائے جن کو تم نے نہیں دیکھا) یعنی ملائکہ فرشتوں کی تعداد آٹھ ہزار تھی یا پانچ ہزار تھی یا سولہ ہزار تھی۔ وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا (اور کافروں کو سزا دی) قتل اور قید کا اور عورتوں اور بچوں کے قیدی بننے کا وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ (اور یہ کافروں کی سزا ہے)

آیت ۲۷: ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَلَى مَنْ يَشَاءُ (پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں توبہ نصیب کر دیں) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان میں سے اسلام لے آئے۔ وَاللَّهُ غَفُورٌ (اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں) اسلام کے ذریعہ وہ کافر کے کفر کو چھپا دیتا ہے۔ رَحِيمٌ (بڑی رحمت کرنے والے ہیں) شکست کے بعد بھی دوست کی مدد کرتا ہے۔

مشرکین نجس ہیں ان کا داخلہ مسجد حرام میں ممنوع ہے:

آیت ۲۸: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ (اے ایمان والو۔ مشرک لوگ نرے ناپاک ہیں) پلیدی والے ہیں نجس مصدر ہے کہا جاتا ہے: نجس نجسًا و قدّر قدرًا کیونکہ ان میں وہ شرک تھا۔ جو بمنزلہ نجاست ہے۔ اور اسلئے بھی کہ نہ وہ طہارت کرتے ہیں۔ نہ غسل کرتے ہیں نہ نجاسات سے بچتے ہیں تو گویا گندگی ان کو لباس کی طرح چمٹی ہوئی ہے۔ یا ان کو بعینہ نجاست قرار دیا۔ تاکہ وصف نجاست میں ان کے متعلق مبالغہ ظاہر ہو۔ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ (وہ لوگ مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں) نہ وہ حج کو آئیں اور نہ عمرہ کریں جیسا کہ وہ جاہلیت میں کیا کرتے تھے۔

بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا (اس سال کے بعد) یہ وہی بات ہے جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امیر الحج بنا کر بھیجا گیا تھا۔ قریب آنے کی نفی سے مراد حج و عمرہ کی ممانعت ہے۔ اور یہی ہمارا مذہب ہے البتہ دخول حرم اور مسجد حرام اور دیگر مساجد سے ان کو روکا نہیں جاسکتا۔ مگر امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ان کو مسجد حرام کے قریب نہ آنے دیا جائے گا۔ اور امام مالک رحمہ اللہ کے ہاں مسجد حرام اور دیگر تمام مساجد سے بھی ان کو روکا جائے گا۔

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ

ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے انہیں اسے حرام

اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ

نہیں سمجھتے اور دین حق کو قبول نہیں کرتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں کتاب دی گئی ان سے یہاں تک جنگ

يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ۚ

کرو کہ وہ ماتحت ہو کر ذلت کی حالت میں اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔

دوسرا قول مشرکین کو مسجد کے قریب آنے کی نفی کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان ان کو حرم میں اقتدار و اختیار حاصل نہ کرنے دیں۔

خطرہ افلاس کی ممانعت:

وَأَنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً (اگر تم کو مفلسی کا خطرہ ہو) حج سے مشرکین کو روکنے کی وجہ سے اگر تمہیں فقر کا خطرہ ہو۔ کیونکہ ان کے آنے کی وجہ سے کئی سہولتیں اور اشیاء میسر آتی تھیں۔ فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ (تو اللہ تعالیٰ تم کو اپنے فضل سے محتاج نہ رکھے گا) نمبر ۱۔ غنائم کے ذریعہ یا نمبر ۲۔ بارش اور نباتات کی کثرت سے نمبر ۳۔ مسلمان حاجی تبار کے ذریعہ اِنْ شَاءَ (اگر اللہ چاہے گا) اس میں تعلیم دی کہ اپنے معاملات کو اللہ تعالیٰ کی مشیت سے معلق کیا کرو۔ تاکہ تمام امیدیں اسی تک پہنچ کر منقطع ہوں۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ (بیشک اللہ خوب جاننے والا) تمہارے احوال کو حَكِيْمٌ (حکمت والا ہے) تمہاری امیدوں کو پورا کرنے میں۔ نمبر ۲۔ وہ بندوں کی مصلحتوں سے واقف ہے اور جو وہ حکم دیتا ہے اور ارادہ کرتا ہے اس میں حکمت والا ہے۔

اہل کتاب اور دیگر کفار سے حکم قتال:

آیت ۲۹: یہ اہل کتاب کے متعلق اتری۔ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (تم ان لوگوں سے لڑو جو نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں) کیونکہ یہ یہود و خدا اور نصاریٰ تثلیث کے قائل ہیں۔ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ (اور نہ آخرت پر) کیونکہ اس کے متعلق وہ اس کے برخلاف ہیں جو ان پر لازم ہے ان کا عقیدہ ہے کہ جنت میں اکل و شرب نہیں ہے۔ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ (اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حرام بتلایا ہے) کیونکہ جو اللہ تعالیٰ نے کتاب و سنت میں حرام کیا اس کو حرام قرار نہیں دیتے۔ یا تورات و انجیل میں جو کچھ لکھا ہے اس کو ہی نہیں جانتے۔ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ (اور نہ سچے دین کو قبول کرتے ہیں) وہ دین اسلام پر اعتقاد نہیں رکھتے۔ جو کہ برحق دین ہے۔ کہا جاتا ہے: فلان یدین بكذا۔ جب کہ وہ اس کو دین کے طور پر اختیار کر لے اور اس کا معتقد ہو جائے۔ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ (یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو اہل کتاب ہیں) یہ الذین جو پہلے مذکور ہو اس کا بیان ہے۔

مجوس کا حکم: جزیہ کے سلسلہ میں مجوس کا حکم اہل کتاب کی طرح ہے اسی طرح ترک، ہنود وغیرہ بھی صرف مشرکین عرب کا حکم مختلف ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عِزِّيُّ بْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصْرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَلِكَ

اور یہودیوں نے کہا کہ عزیر ابن اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح، اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ

قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِيُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَتَلَهُمُ

ان کی باتیں ہیں جو ان کے منہوں سے نکلتی ہیں۔ یہ ان لوگوں کی طرح باتیں کرتے ہیں جنہوں نے ان سے پہلے کفر اختیار کیا۔ اللہ انہیں

اللَّهُ أَنِّي يُؤْفِكُونُ ۝۳۰ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ

غارت کرے، کدھرائے جا رہے ہیں۔ ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں کو اور درویشوں کو

دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحِ ابْنِ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا

رب بنا لیا اور مسیح ابن مریم کو بھی اور حالانکہ ان کو یہی حکم ہوا تھا کہ صرف ایک معبود کی عبادت کریں

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝۳۱

جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اس چیز سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔

امام زہری سے مروی ہے کہ نبی اکرمؐ نے عرب کے علاوہ دیگر تمام بت پرستوں سے جزیہ پر صلح کر لی۔ (عبدالرزاق فی تفسیرہ) حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ (یہاں تک کہ جزیہ دینا قبول کر لیں) یہاں تک کہ وہ اسکو قبول کر لیں۔ جزیہ کو اسلئے جزیہ کہتے ہیں۔ نمبر ۱۔ کہ جن پر یہ لازم کیا جاتا ہے۔ ان پر اس کی ادائیگی ضروری ہے۔ نمبر ۲: ذلت کے ساتھ کفر میں جو مہلت ملی یہ اس کی سزا ہے۔ عَنْ يَدٍ (ماتحت ہو کر) یعنی ایسے ہاتھ سے جو موافقت کرنے والا ہو۔ ممانعت کرنے والا اور باز رہنے والا نہ ہو۔ کیونکہ جس نے انکار کیا اور دینے کیلئے تیار نہ ہوا۔ اس کا ہاتھ امان میں نہ دیا گیا۔ البتہ مطیع و فرمانبردار اپنی مدد کا ہاتھ دینے والا ہے۔ اسی لئے محاورہ ہے۔ اعطی بیدہ اس وقت بولتے ہیں جب مطیع ہو جائے۔ اسی طرح کہا جاتا ہے نزع يدہ عن الطاعة۔ فلاں سرکش ہوا۔ نمبر ۲۔ یہاں تک کہ جزیہ دست بدست دیں اُدھار نہیں۔ اور خود آ کر دیں کسی کے ہاتھ نہ بھیجیں۔ بلکہ دینے والا لینے والے کو خود دے۔ وَهُمْ صَٰغِرُونَ (اور رعایا بن کر رہیں) یہ ان سے بطور ذلت لیا جائے گا اور اس کی صورت یہ ہے کہ دینے کے لئے پیدل آئے سوار نہ ہو اور کھڑا ہونے کی حالت میں دے جبکہ وصولی والا نمائندہ اپنی نشست گاہ پر بیٹھنے والا ہو۔ اور اس کو خنجر اُٹا جائے اور گریبان سے پکڑا جائے اور اس طرح کہا جائے اے ذمی جزیہ ادا کرو۔ اور اگر وہ ادا کر رہا ہو تو اس کو پیچھے دھکیلا جائے اسلام لانے کی صورت میں جزیہ ساقط ہو جائے گا۔

یہود و نصاریٰ پہلے کفار کی طرح ہیں:

آیت ۳۰: وَقَالَتِ الْيَهُودُ (اور یہود نے کہا) تمام یا بعض نے عِزِّيُّ بْنُ اللَّهِ (کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے) یہ مبتداء اور خبر ہے۔

جیسا کہ مسیح ابن اللہ کی ترکیب ہے۔ عزیر، یہ عجبی نام ہے غیر منصرف ہے علم و عجمیت کی وجہ سے ہے جنہوں نے اس کو منصرف مانا انہوں نے تنوین سے پڑھا وہ عاصم، علی ہیں۔ وَقَالَتِ النَّصْرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ (اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں یہ ان کا قول ہے۔ ان کے منہ سے کہنے کا) یہ ایسا قول ہے جس کی معاون کوئی دلیل صحیح موجود نہیں ہے۔ اور نہ کسی کا بیان اس کی سند میں پیش کیا جاسکتا ہے بس یہ منہ سے نکالا جانے والا لفظ محض ہے۔ جو اپنے ساتھ کوئی معنی نہیں رکھتا جیسا کہ مہمل الفاظ ہوتے ہیں۔

يُضَاهِيَهُنَّ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ (یہ بھی ان لوگوں جیسی باتیں کرنے لگے جو ان سے پہلے کافر ہو چکے) اس میں حذف مضاف ضروری ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے یضاهى قولهم قولهم انکا قول ان کے قول کے مشابہ ہے۔ پھر مضاف کو حذف کر کے ضمیر کو اس کے قائم مقام کر دیا۔ اسلئے یہ مرفوع میں بدل گیا۔ یعنی ان الذين كانوا فى عهد رسول الله ﷺ من اليهود والنصارى يضاهاى قولهم قول قد مائهم مطلب یہ ہے کہ انکا پرانا کفر ہے جو ان میں چلا آ رہا ہے جدید نہیں نمبر ۲۔ ضمیر نصاریٰ کی طرف راجع ہے۔ یعنی یضاهاى قولهم۔ نصاریٰ کا قول یہود کے قول کے مشابہ ہے نصاریٰ نے مسیح ابن اللہ کہا ہے۔ جبکہ یہود نے جو ان سے پہلے ہوئے انہوں نے عزیر ابن اللہ کہا۔

قراءت: يضاهاون عاصم نے پڑھا۔ اور اصل المضاهاة بمعنی مشابہت اکثر قراء نے ہمزہ کو چھوڑا اور ان کا قول امرأة ضہیاء سے مشتق ہے۔ اس عورت کو کہتے ہیں جو مردوں کی مشابہت اختیار کرے کہ اس کو حیض نہ آئے زجاج کا قول یہی ہے۔ قَتَلَهُمُ اللَّهُ (اللہ ان کو غارت کرے) یعنی وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کو یہ کہا جائے اَنِّیْ یُوفِّکُوْنَ (یہ کدھرائے جا رہے ہیں) دلیل کے واضح ہو جانے کے باوجود وہ حق سے کس طرح پھر رہے ہیں۔

انہوں نے حلال و حرام اپنے علماء و عابدوں کے حوالہ کر دیا ہے:

آیت ۳۱: اتَّخَذُوا (انہوں نے بنا رکھا ہے) اہل کتاب نے اَحْبَارَهُمْ (اپنے علماء کو) اپنے علماء وَرُهْبَانَهُمْ (اپنے عابدوں کو) اَرْبَابًا (معبود) مِّنْ دُونِ اللَّهِ (اللہ کو چھوڑ کر) اس طرح کہ ان کی اطاعت اس چیز کو حلال کرنے میں جو اللہ تعالیٰ نے حرام کی ہے اور اس چیز کو حرام کرنے میں جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا۔ اسی طرح کرتے جیسے ارباب کی اطاعت اوامر و نواہی میں کی جاتی ہے۔ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ (اور مسیح ابن مریم کو بھی) یہ احبار پر عطف ہے انہوں نے مسیح کو رب یعنی ابن اللہ بنایا۔ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا (اور ان کو صرف یہ حکم کیا گیا ہے کہ فقط ایک معبود کی عبادت کریں) اس پر وقف بھی جائز ہے۔ کیونکہ اس کا مابعد مبتداء بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور واحد کی صفت بن سکتا ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ (جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں وہ پاک ہے ان کے شرک سے) شرک سے اس کا پاک قرار دینا۔

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھا دیں۔ حالانکہ اللہ کو اس کے علاوہ کوئی بات منظور نہیں کہ وہ اپنے نور کو

نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿ ۳۲ ﴾ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ

پورا کرے۔ اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو۔ اللہ وہی ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق دے کر

الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۚ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿ ۳۳ ﴾

بھیجا تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرکین کو ناگوار ہو۔

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا:

آیت ۳۲: يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (وہ لوگ اس طرح چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں مگر اللہ بغیر اس کے کہ اپنے نور کو پورا کمال تک پہنچا دے مانے گا نہیں اگرچہ کافر لوگوں کو یہ بات ناگوار ہو) ان کی مثال نبوت محمد ﷺ کو نا کام کرنے میں اور تکذیب میں اس طرح ہے جیسے کوئی شخص کسی عظیم روشنی کو پھونک مار رہا ہو جو روشنی آفاق میں پھیلنے والی ہو۔ اللہ تعالیٰ اس روشنی کو بڑھانے والے ہوں اور اس کو چمکا کر انتہاء تک پہنچانے والے ہوں۔ پھونک کا مقصد اس روشنی کو بجھانا ہو (تو جس طرح اس کی پھونک سے وہ روشنی بجھ نہیں سکتی اسی طرح نور اسلام بھی ان کی باطل تدبیروں سے ختم نہیں ہو سکتا۔ وَيَأْبَى اللَّهُ لَوْلَا يُرِيدُ كِيْ بَجَائے لایا گیا۔ اسی لئے کہ وہ یریدون کے مقابلہ میں آرہا ہے۔ ورنہ تو یہ نہیں کہا جاسکتا۔ کرہت او ابغضت الا زیداً۔

اللہ تعالیٰ نے دین کو بہر صورت تمام ادیان پر غلبہ دینا ہے:

آیت ۳۳: هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى (وہ اللہ ایسا ہے کہ جس نے اپنے رسول کو ہدایت دیکر بھیجا) محمد ﷺ بِالْهُدَى قرآن کے ساتھ وَدِينِ الْحَقِّ (اور سچا دین) اسلام لِيُظْهِرَهُ (تاکہ وہ غالب کر دے) وہ بلند و غالب کرے عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ (تمام دینوں پر) تمام اہل ادیان پر نمبر ۲۔ دین حق کو ہر دین پر غالب کرے۔ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ (اگرچہ مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں)۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لِيَآكُلُونَ أَمْوَالَ

اے ایمان والو! بلا شبہ بہت سے علماء اور راہب ایسے ہیں جو لوگوں کے مال باطل طریقہ پر

النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ

کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے

وَالْفِضَّةَ وَلَا يَفْقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ٣٤ يَوْمَ

ہیں اور اے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے جس روز

يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا

ان کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا۔ پھر ان کی پیشانیوں، کروٹوں اور پشتوں کو داغ دیا جائے گا یہ

مَا كُنْتُمْ لَأَنْفُسِكُمْ فِدْوًا مَّا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ ٣٥

وہ ہے جس کو تم نے اپنی جانوں کے لئے جمع کیا تھا۔ سو اب اسے تم چھ لو جسے تم جمع کرتے تھے۔

حرام خوراک اور رہبان:

آیت ۳۴: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لِيَآكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ (اے ایمان والو! اکثر احبار اور درویش لوگوں کے مال کھاتے ہیں) لینے کو کھانے کے لفظ سے بطور استعارہ کے لائے بِالْبَاطِلِ (ناجائز طریقے سے) احکام میں رشوت کے ذریعہ وَيَصُدُّونَ (اور وہ روکتے ہیں) اپنے ماتحتوں کو عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ (اللہ کی راہ سے) اس کے دین سے۔

جس مال سے اللہ کا حق نہ دیا جائے وہ کنز ہے اس کی یہ سزا ہے:

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ (اور جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں) جائز ہے کہ اکثریت نمبر ۱۔ احبار اور رہبان کی طرف اشارہ ہو۔ کیونکہ ان میں یہ دونوں مذموم خصلتیں جمع تھیں مثلاً رشوت خوری، جمع اموال اور انفاق سے بخل وغیرہ۔

نمبر ۲۔ اس سے وہ مسلمان جو مال جمع کرتے ہیں اور اس کو ابواب خیر میں صرف نہیں کرتے گویا اہل کتاب کے رشوت خور اور مسلمان غیر منفق مالدار ایک شمار و قطار میں رکھے گئے تاکہ مذمت میں مبالغہ ہو۔ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے۔ جس مال کی زکوٰۃ دے دی جائے وہ کنز نہیں۔ اگرچہ وہ خفیہ رکھا ہو۔ اور جو مال زکوٰۃ کی حد تک پہنچے مگر اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے وہ کنز ہے۔ اگرچہ وہ ظاہر ہو۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط وجمع الزوائد)

بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم جیسے عبدالرحمان بن عوف، طلحہ، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مال جمع کرتے اور اس میں تصرف کرتے مگر

ان کو کسی نے معیوب نہیں سمجھا۔ خاص کر ان حضرات نے کہ جو جمع کرنے سے اعراض کرنے والے تھے۔ کیونکہ جمع مال سے اعراض یہ افضل ہے جمع کرنا مباح ہے اس کی مذمت نہیں کی جاسکتی۔ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ (اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے)

ضمیر معنی کی طرف لوٹی ہے اسی لئے مؤنث ہے کیونکہ سونا و چاندی ہر ایک دراہم و دنانیر ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسا فرمایا وان طائفتان من المؤمنين اقتتلوا (الحجرات: ۹) ضمیر جمع کی مرجع تشبیہ افراد کا لحاظ کر کے لائی گئی۔

نمبر ۲۔ مراد کنوز و اموال ہیں۔ پس ضمیر مؤنث ہے۔

نمبر ۳۔ اور وہ چاندی کو خرچ نہیں کرتے اور سونے کو جیسا کہ شاعر کا یہ قول
فانی و قیّارُ بھا لغریبُ گویا ہر ایک کی طرف ضمیر الگ الگ لوٹ رہی ہے۔

یعنی انی لغریب بھا و قیّار غریب بھا

تمام اموال میں خاص کر ذہب و فضہ کو ذکر کیا گیا کیونکہ یہ دونوں مال داری کا قانون اور اشیاء کی اثمان کا ذریعہ ہیں اور ان دونوں کے اکتناز کا ذکر دوسرے اموال کے تذکرے کی دلیل ہے۔ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيمٍ (پس ان کو آپ ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنادیں)

قیامت کے دن یہی مال آلہ سزا ہوگا:

آیت ۳۵: اور اس ارشاد کا معنی یَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ (جو کہ اس روز واقع ہوگی جبکہ ان کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا) آگ ان پر بھڑکائی جائے گی۔

نحو: فعل کا ذکر کر دیا کیونکہ اس کا اسناد جار مجرور کی طرف ہے۔ اس کی اصل یہ ہے: یوم تحمی النار علیہا۔ جس دن آگ اس پر بھڑکائی جائے گی۔ جب النار کا لفظ حذف کیا اور کہا: یحمی کیونکہ اسناد سے منتقل ہو کر علیہا کی طرف منتقل ہو گیا۔ جیسا کہا جاتا ہے رفعت القصة الی الامیر اگر قصہ کا ذکر نہ کریں اور کہہ دیں رفع الی الامیر۔ تو تب بھی درست ہے۔

فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ (پھر اس سے ان کی پیشانیوں کو اور ان کے پہلوؤں اور پشتوں کو داغ دیا جائے گا) ان اعضاء کو خاص کرنے کی حکمت یہ ہے کہ جب وہ فقیر کو دیکھتے تو پہلے چہرے پر بل ڈال لیتے۔ جب فقیر اور وہ ایک مجلس میں جمع ہو جاتے تو اس سے پہلو تہی اختیار کرتے اور پشت پھیر کر چلتے بنتے۔ نمبر ۲۔ ان کے چاروں اطراف سے داغ دیئے جائیں گے آگے پیچھے دائیں بائیں۔ هَذَا مَا كُنْتُمْ لَاَنْفُسِكُمْ (یہ وہ ہے جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کر کے رکھا تھا) ان کو کہا جائے گا۔ یہ وہ ہے جو تم نے جمع کیا تا کہ اس سے اپنے آپ کو فائدہ پہنچاؤ۔ تمہیں معلوم نہیں تھا کہ تم اس کو جمع کر رہے ہو تا کہ اس سے تمہیں نقصان پہنچے یہ درحقیقت تو بخ ہے۔ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ (پس اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو) یعنی نمبر ۱۔ اس مال کا وبال جو تم جمع کرتے رہے۔ نمبر ۲۔ اس بات کا وبال کہ تم جمع کرنے والے تھے۔

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ

بلاشبہ اللہ کے نزدیک اللہ کی کتاب میں جس دن اس نے آسمان اور زمین پیدا فرمائے مہینوں کی گنتی بارہ

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ

مہینے ہیں۔ ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ یہ دین مستقیم ہے

فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَافَّةً كَمَا

سو ان مہینوں میں تم اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور تمام مشرکین سے قتال کرو جیسا کہ

يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَافَّةً وَّاعْلَمُوْا اَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝۳۶ اِنَّمَا النَّسِيْءُ زِيَادَةٌ

وہ تم سب سے قتال کرتے ہیں اور جان لو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔ مہینوں کی حرمت کو آگے بڑھا دینا

فِي الْكُفْرِ يَضِلُّ بِهٖ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَہٗ عَامًا وَيَحْرِمُوْنَہٗ عَامًا لِّيُوَاطِّئُوْا

کفر میں ترقی کرنا ہے جس سے کافر لوگ گمراہ کئے جاتے ہیں کہ وہ اس مہینے کو کسی سال حلال کر لیتے ہیں اور کسی سال حرام قرار دے دیتے ہیں تاکہ ان مہینوں کی

عِدَّةٌ مَّا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلُّوْا مَّا حَرَّمَ اللَّهُ ۝ زَيْنَ لَهُمْ سُوْءُ اَعْمَالِهِمْ ۝ وَاللَّهُ

گنتی پوری کر لیں جنہیں اللہ نے حرام قرار دے دیا ہے۔ پھر اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینے کو حلال کر لیتے ہیں ان کے برے اعمال ان کے لئے مزین کر دیئے گئے اور اللہ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ ۝۳۷

کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

تخلیق ارض و سماء کے وقت سے مہینے بارہ ہیں:

آیت ۳۶: اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا (یقیناً مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہے) بغیر اضافہ کے۔ اس سے یہ وضاحت کی گئی ہے کہ احکام شرع کا دار و مدار قمری مہینوں پر ہے۔ جو چاند سے گنے جاتے ہیں۔ شمسیہ سے نہیں۔ فِیْ كِتَابِ اللَّهِ (کتاب الہی میں) نمبر ۱: جو اپنی حکمت سے واجب کر دیا اور اس میں قائم و ثابت کر دیا۔ نمبر ۲: یا اس سے مراد لوح محفوظ ہے۔ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ (جس روز اللہ نے آسمان و زمین پیدا کئے تھے ان میں چار مہینے خاص ادب کے ہیں) تین مسلسل ذوالقعدہ لڑائی سے باز رہنے کا، ذوالحجہ حج کیلئے اور محرم حرمت قتال کیلئے اور ایک اکیلا ہے اور وہ رجب ہے کیونکہ عرب اس کی تعظیم کرتے تھے ترجیب تعظیم کو کہتے ہیں۔ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ (یہی دین مستقیم ہے) یہ مضبوط

وسید ہادیں ہے وہ نہیں جو اہل جاہلیت میں رواج ہے۔ مطلب یہ کہ چار مہینوں کی حرمت یہ صراطِ مستقیم ہے۔ اور ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کا دین ہے۔ عربوں نے اس بات کو مضبوطی سے قائم رکھا۔ وہ ان میں قتال کو حرام قرار دیتے اور ان کی تعظیم کرتے رہے یہاں تک کہ ایک نئی رسم ایجاد ہوئی جس سے اس میں تبدیلی آگئی۔ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ (پس تم ان مہینوں کے بارے میں نقصان مت کرنا) حرم میں یا بارہ مہینوں میں۔ اَنْفُسَكُمْ (اپنا) گناہوں کا ارتکاب کر کے وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً (اور ان تمام مشرکین سے جنگ کرو)

نحو: کافۃً یہ فاعل یا مفعول سے حال ہے۔

كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً (جیسا کہ وہ تم سے لڑتے ہیں) اَكْثُهُ وَاعْلَمُوا اَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ (اور یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں کے ساتھ ہے) یعنی ان کا مددگار ہے۔ اس میں متقین کو تقویٰ کی ضمانت دیکر تقویٰ پر آمادہ کیا۔

رسم نسی کی تردید:

آیت ۳: اِنَّمَا النَّسِيءُ (بے شک مؤخر کر دینا) یہ ہمزہ کے ساتھ نساء کا مصدر ہے۔ مؤخر کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ یہاں نسیء کا معنی ہے ان کے ہاں مہینہ کی حرمت کو دوسرے مہینے میں مؤخر کر دینا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لوٹ مار اور لڑائی بھڑائی والے لوگ تھے۔ جب حرمت والے مہینے آجاتے اور وہ لڑائی میں مصروف ہوتے تو لڑائی کا اسی حالت میں چھوڑنا ان پر گراں گزرتا پس اس مہینے کو لڑائی کیلئے حلال کر لیتے اور دوسرا مہینہ اس کی جگہ حرام کر لیتے۔ یہاں تک کہ اشھر حرم کی حرمت کے ساتھ تخصیص کا بھی انکار کر دیتے۔ پھر وہ سال میں مطلق چار مہینوں کو حرام قرار دیکر گنتی مکمل کرتے۔

زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ (کفر میں ترقی ہے) انکا یہ فعل کفر میں ایک اور اضافہ تھا۔ يَضِلُّ (گمراہ کئے جاتے ہیں) ابوبکر کے علاوہ دوسرے کو فی قراء نے پڑھا ہے۔ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا (جس سے کافر) نسیء کے ذریعہ اور يَحْلُوْنَ عَامًا وَيُحَرِّمُوْنَ عَامًا (وہ اس حرام مہینے کو کسی سال حلال کر لیتے ہیں اور کسی سال حرام سمجھتے ہیں) میں ضمیر نسیء کی طرف راجع ہے یعنی جب وہ ایک مہینے کو اشھر حرام میں سے حلال کر لیتے تو اگلے سال رجوع کر کے دوبارہ اس کو حرام کر دیتے۔ لِيُؤْاطِنُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ (تاکہ اللہ تعالیٰ نے جو مہینے حرام کئے ہیں ان کی گنتی پوری کر لیں) تاکہ وہ اس گنتی کی موافقت ثابت کریں اور وہ چار مہینے ہیں وہ اس کی مخالفت نہ کرتے تھے البتہ اس تخصیص کے مخالف تھے جو کہ واجبات میں سے ایک ہے اور لام یحلونہ و یحرمونہ سے متعلق ہے یا یحرمونہ کافی ہے اور یہ ظاہر ہے۔

فِيْحَلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ (پھر اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینے کو حلال کر لیتے ہیں) یعنی فیحلوا بمواطاة العدة و حدھا من غیر تخصیص ما حرم اللہ من القتال وہ گنتی کی موافقت کیلئے بغیر تخصیص کے اس چیز کو حلال کر لیں۔ جو قتال اللہ تعالیٰ نے حرام کیا۔ نمبر ۲۔ جو چیز اللہ تعالیٰ نے حرام کیں یعنی مہینہ کو معین طور پر حرام کرنا اس کو انہوں نے حلال کر لیا اور اس کی تخصیص ختم کر دی۔ زَيْنَ لَهُمْ سُوءُ اَعْمَالِهِمْ (ان کی بد اعمالیاں ان کی نظر میں مرغوب معلوم ہوتی ہیں) شیطان نے ان کے لئے یہ مزین کیا کہ برے اعمال کو انہوں نے اچھا سمجھا۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ (اور اللہ تعالیٰ اس سے کافروں کو ہدایت نہیں دیتے) جب تک وہ باطل پر پختگی اختیار کرنے والے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ أَنْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَتَأْتِلْتُمْ إِلَى

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکل کھڑے ہو تو زمین پر بوجھل

الْأَرْضِ طَأْرَضْتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ

بن جاتے ہو کیا تم آخرت کو چھوڑ کر دنیا والی زندگی پر راضی ہو گئے۔ سو دنیا والی زندگی آخرت کے مقابلہ میں بہت

الْأَقِيلُ ۝۳۸ إِلَّا تَنْفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ

تھوڑی سی ہے اگر تم نہ نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہارے علاوہ دوسری قوم کو تمہارے بدلہ پیدا فرما دے گا

وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۳۹ إِلَّا تَنْصَرُوا فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ

اور تم اس کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے ہو اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے اگر تم اس کے رسول کی مدد نہ کرو تو اللہ نے ان کی

إِذَا أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَلَاثِينَ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ

مدد کی ہے جبکہ ان کو کافروں نے نکال دیا تھا۔ جبکہ وہ دو آدمیوں میں سے ایک تھے۔ جبکہ وہ دونوں غار میں تھے۔ جبکہ وہ اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے

لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا

کہ غم نہ کرو بلاشبہ اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر اللہ نے آپ پر اپنا سکینہ نازل فرمایا اور ایسے لشکروں کے ذریعہ آپ کی مدد فرمائی جنہیں تم نے نہیں دیکھا

وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَى ۚ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۚ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝۴۰

اللہ نے ان لوگوں کی مانیچی کر دی جو کفر اختیار کئے ہوئے تھے اللہ کی مانیچی ہی ہے اللہ عز والا ہے حکمت والا ہے

ترغیب جہاد:

آیت ۳۸: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ أَنْفِرُوا (اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ نکلو) فِي سَبِيلِ اللَّهِ (اللہ کی راہ میں) تَوَلَّوْا (تم بوجھل بننے ہو) اس کی اصل تَأْتِلْتُمْ ہے۔ تا کوٹا کر کے اس میں ادغام کر دیا پھر ہمزہ وصل ابتداء بال سکون کی وجہ سے بڑھا دیا۔ مطلب یہ ہے کہ تم سستی کرتے ہو۔ اِلَى الْأَرْضِ (زمین کو) الی کے ساتھ متعدی کر کے میل و اخلاص کا معنی شامل کیا۔ نمبر ۱: یعنی تم دنیا اور اس کی شہوات کی طرف مائل ہو۔ اور سفر کی صعوبتیں اور تھکاوٹیں ناپسند کرتے ہو۔

نمبر ۲: تم اپنے گھروں اور زمینوں میں رہنے کی طرف مائل ہو۔ یہ غزوہ تبوک کا موقع تھا جب تنگدستی کے زمانہ میں سفر جہاد

کا حکم دیا گیا سفر دور دراز علاقے کا، سخت گرمی، حالت قحط، مسلح کثیر تعداد میں دشمن پس ایسے حالات میں بعض مسلمانوں پر گراں گزرا۔ آپ جس غزوہ میں نکلے کسی دوسری طرف کا بتلایا۔ صرف غزوہ تبوک میں صاف بتلادیا تا کہ پوری تیاری کر سکیں۔ اَرْضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ (کیا تم نے آخرت کے بدلے دنیاوی زندگی کو پسند کر لیا) آخرت کے بدلے فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ (پس دنیاوی زندگی کا نفع آخرت کے مقابلے میں) (مگر بہت قلیل ہے)۔

بوجھل پن پر اظہارِ ناراضی:

آیت ۳۹: اِلَّا تَنْفِرُوْا (اگر تم نہ نکلو گے) لڑائی کی طرف يُعَذِّبُكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّ يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا (تو اللہ تم کو دردناک سزا دے گا اور تمہارے بدلے دوسری قوم پیدا کر دے گا اور تم اللہ کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکو گے) اس میں بوجھل پن پر ناراضی کا اظہار کیا گیا ہے ان کو دردناک عذاب کی دھمکی دی گئی اور اس کو مطلق ذکر کر کے دونوں جہانوں کے سلسلہ میں عام کر دیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر دے گا اور ان کی بجائے اور لے آئے گا۔ جو ان سے بہتر اور زیادہ مطیع ہونگے اور اس کو اپنے دین کی امداد کیلئے انکی محتاجی نہیں اور ان کا یہ بوجھل پن دین کو قطعاً متاثر نہ کر سکے گا۔

ایک قول یہ بھی ہے لَا تَضُرُّوْهُ کی ضمیر رسول اللہ ﷺ کیلئے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کا وعدہ فرمایا آپ کی نصرت کا وعدہ بہر صورت پورا ہو کر رہے گا۔ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ (اور اللہ رکھتا ہے ہر چیز پر) سزا دینے اور ان کی جگہ دوسرا لانے میں قَدِيْرٌ (قابو)

نصرت دین کرو ورنہ اللہ تمہاری نصرت کا محتاج نہیں:

آیت ۴۰: اِلَّا تَنْصُرُوْهُ (اگر تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کرو گے) پس عنقریب اس کی وہ مدد کرے گا۔ جس نے اس کی اس وقت مدد کی جبکہ ان کے ساتھ ایک آدمی تھا۔ پس اپنے اس ارشاد فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ (تو اللہ آپ کی مدد کر چکا ہے) اس سے ظاہر کر دیا کہ وہ مستقبل میں امداد کرے گا۔ جیسا اس وقت میں امداد کی۔ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اس وقت جبکہ کافروں نے آپ کو جلا وطن کر دیا تھا) اس میں اخراج کی نسبت کفار کی طرف کی گئی کیونکہ کفار نے جب نکالنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نکلنے کا حکم دیا گویا کہ انہوں نے نکالا۔

واقعہ ہجرت:

فَاِنِّيْ اَتَيْنِيْنِ (جبکہ دو آدمیوں میں سے ایک آپ تھے) دو میں سے ایک جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ ثَلَاثُ ثَلَاثَةٍ (المائدہ: ۷۳) اور وہ دونوں رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے۔

مَخْرَجٌ: حال کی وجہ سے منصوب ہے۔ اِذْهُمَا (جس وقت کہ دونوں) یہ اِذْ اَخْرَجَهُ سے بدل ہے۔ فِي الْغَارِ (غار میں تھے) ثَوْر کے بلند حصہ میں غار ہے مکہ سے ایک گھنٹہ کے سفر پر مکہ سے دائیں جانب ثور پہاڑ ہے۔ اسی میں تین دن قیام رہا۔ اِذْ

يَقُولُ (جبکہ آپ فرما رہے تھے) یہ دوسرا بدل ہے۔ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنُ إِنَّ اللَّهَ مَعَنا (اپنے ساتھی سے تم غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ہمراہ ہے) نصرت و حفاظت کے ساتھ۔

یہ بھی کہا گیا کہ مشرکین نے غار کے اوپر پہنچ کر جھانکا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خطرہ محسوس ہوا۔ تو عرض کی اگر آج پکڑے گئے تو اللہ تعالیٰ کا دین ختم ہو جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَا ظَنُّكَ يَا نَسِيبُ اللَّهِ ثَالِثُهُمَا (بخاری و مسلم کے الفاظ اس سے کچھ مختلف ہیں۔) ایک قول یہ ہے کہ جب آپ غار میں داخل ہو چکے تو دو کبوتر اللہ تعالیٰ نے بھیجے۔ انہوں نے اس کے نچلی جانب اٹھ دے دیئے اور مکڑی کو بھیج دیا۔ اس نے جالا بن دیا۔ (بزار) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللَّهُمَّ أَعْمِ أَبْصَارَهُمْ (اس کی سند نہیں) وہ غار کے ارد گرد پھرنے لگے مگر ان کو سمجھ نہیں آرہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں سے آپ کی حفاظت فرمائی۔

علماء کا قول:

جو شخص ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحبت کا منکر ہے۔ وہ کافر ہے کیونکہ اس سے کلام اللہ کا انکار لازم آتا ہے۔ اور بقیہ صحابہ کیلئے یہ نہیں (مگر وَالَّذِينَ مَعَهُ بھی ظاہر ہے فافہم)

نزول سکینہ:

فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ (پس اللہ تعالیٰ نے اپنی تسلی نازل فرمائی) جو آپ کے قلب اطہر میں امن ڈالا گیا جس سے اس موقع پر سکون حاصل ہوا اور آپ نے جانا کہ دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتے۔ عَلَيْهِ (آپ پر) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر کیونکہ وہی آپ کے متعلق ڈر رہے تھے۔ اور آپ تو پر سکون تھے۔ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا (اور آپ کو ایسے لشکروں سے قوت دی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا) نمبر ۱۔ وہ فرشتے تھے جنہوں نے کفار کے چہروں اور آنکھوں کو آپ کی طرف دیکھنے سے پھیر دیا۔ نمبر ۲۔ بدر اور احزاب میں فرشتوں سے امداد فرمائی اور اسی طرح حنین کے دن۔ وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا (اور کافروں کی بات کو کر دیا) یعنی کفر کی طرف ان کی دعوت کو السُّفْلَى (نیچا) وَكَلِمَةَ اللَّهِ (اور اللہ ہی کا بول) اسلام کی طرف دعوت هِيَ الْعُلْيَا (رہا اونچا) هِيَ ضَمِيرُ فَاصِلٍ ہے۔ یعقوب نے کلمۃ اللہ نصب سے پڑھا عطف کی بناء پر اور رفع کی صورت میں جملہ مستانفہ ہے اور یہ بہتر وجہ ہے کیونکہ وہ اس وقت سے لے کر اب تک بلند ہے۔

وَاللَّهُ عَزِيزٌ (اور اللہ تعالیٰ زبردست) وہ اپنی مدد سے اہل حق کو عزت دیتا ہے۔ حَكِيمٌ (حکمت والا ہے) اہل شرک کو اپنی حکمت سے ذلیل کرتا ہے۔

اِنْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ذَلِكُمْ

نکل کھڑے ہو ہلکے ہونے کی حالت میں اور بھاری ہونے کی حالت میں اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرو یہ

خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۴۱﴾ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَسَفَرًا قَاصِدًا

تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ اگر قریب ہی میں سامان ملنے والا ہوتا اور سفر معمولی ہوتا تو

لَاتَّبَعُوكَ وَلَكِنْ بَعْدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ وَسَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا

وہ آپ کے ساتھ ہو لیتے لیکن ان کو مسافت دور دراز نظر آئی اور وہ عنقریب اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم میں طاقت ہوتی

لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ يُهْلِكُونَ أَنْفُسَهُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿۴۲﴾

تو ہم ضرور آپ کے ساتھ نکلتے۔ وہ اپنی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک وہ جھوٹے ہیں۔

سامان (اسلحہ، اسباب) خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ اللہ کی راہ میں نکلو:

آیت ۴۱: اِنْفِرُوا خِفَافًا (اور تم نکل پڑو تھوڑے سامان سے) اس کی طرف نشاط سے جاؤ وَثِقَالًا (زیادہ سامان سے) اس کے متعلق مشقت محسوس کرتے ہوئے۔ نمبر ۲۔ خفاف جب تمہارے اہل و عیال تھوڑے ہوں اور ثقال اہل و عیال زیادہ ہوں۔ نمبر ۳۔ کم مقدار میں اسلحہ ہو یا خوب اسلحہ ہو۔ نمبر ۴۔ سوار اور پیدل نمبر ۵۔ جوانی و بڑھاپے میں نمبر ۶۔ کمزور اونٹوں پر اور موٹے تازے اونٹوں پر نمبر ۷۔ صحت مندی اور مرض کی حالت میں۔

وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ (اور جہاد کرو اپنے مال اور جان سے) ان دونوں کے ساتھ جہاد ممکن ہو۔ تو دونوں کے ذریعہ۔ اور اگر ایک سے ممکن ہو تو ایک کے ساتھ جس طرح حالت و ضرورت ہو۔ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ذَلِكُمْ (اللہ کی راہ میں) جہاد خَيْرٌ لَّكُمْ (تمہارے لئے بہتر ہے) اس کے چھوڑنے سے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (اگر تم یقین رکھتے ہو) اس کا بہتر ہونا تو پھر اس کی طرف سبقت کرو۔ آیت ۴۲: شَانَ نَزْوِل: جو منافقین غزوہ تبوک میں پیچھے چھوڑ دیئے گئے ان کے متعلق اتری۔

تذکرہ تبوک اور بہانہ باز منافقین:

لَوْ كَانَ عَرَضًا (اگر وہ ہوتا سامان) دنیا کے جو منافع سامنے آئیں کہا جاتا ہے دنیا عرض حاضر یا کل منہ البر والفاجر۔ یعنی اگر ان کو غنیمت کی طرف دعوت دی جاتی۔ قَرِيبًا (جلد ہاتھ لگنے والا) آسانی سے میسر ہونے والی۔ وَ سَفَرًا قَاصِدًا (اور سفر بھی معمولی سا ہوتا) درمیانہ قریبی سفر، القاصد اور القصد معتدل کو کہتے ہیں۔ لَا تَبْعُوكَ (تو یہ لوگ ضرور آپ کے ساتھ ہو لیتے) وہ نکلنے میں آپ کی موافقت کرتے۔ وَلَكِنْ بَعْدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ (لیکن ان کو مسافت ہی دور دراز معلوم ہونے لگی) دور کی پر مشقت مسافت وَاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ (یہ ابھی اللہ کی قسمیں کھا جائیں گے کہ اگر ہمارے بس کی بات ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے) یہ نبوت کے نشانات میں سے ہے کہ آئندہ پیش آنے والی بات کی خبر دی

عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ حَتَّىٰ يَتَّبِعَنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا

اللہ نے آپ کو معاف فرما دیا آپ نے ان کو کیوں اجازت دی جب تک کہ آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہو جاتے

وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ ﴿٤٣﴾ لَا يَسْتَازِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

اور جب تک آپ جھوٹوں کو معلوم نہ کر لیتے۔ آپ سے وہ لوگ اجازت نہیں مانگتے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں

أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ﴿٤٤﴾ إِنَّمَا

کہ وہ اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کریں اور اللہ متقیوں کو جانتا ہے۔ آپ سے

يَسْتَازِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ

وہی لوگ اجازت مانگتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

فَهُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا يَتَرَدَّدُونَ ﴿٤٥﴾ وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَهُ

سو وہ اپنے شک میں حیران ہیں اور اگر وہ لوگ نکلنے کا ارادہ کرتے تو اس کے لئے ضرور تیاری

عُدَّةٌ وَلَكِنْ كَرِهَ اللَّهُ انْبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيلَ اقْعُدُوا مَعَ الْقُعْدِيْنَ ﴿٤٦﴾

کرتے لیکن اللہ نے ان کے جانے کو پسند نہیں فرمایا سو ان کو روک دیا اور کہا گیا کہ بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔

جو منافقین کی طرف سے لوٹنے کے وقت پیش آنے والی تھی۔ چنانچہ جیسا کہ اسی طرح پیش آیا۔ باللہ، سَيَحْلِفُونَ کے متعلق ہے یا یہ بھی ان کے من جملہ کلام میں سے ہے۔ اور دونوں صورتوں میں قول مراد ہے یعنی سَيَحْلِفُونَ المتخلفين عند رجوعك من غزوة تبوك معتذرین يقولون باللہ لو استطعنا لخرجنا معكم۔ مختلف لوگ آپ کو غزوہ تبوک سے رجوع کے وقت معذرت کرتے ہوئے قسمیں اٹھائیں گے۔ کہ اللہ کی قسم اگر ہم میں استطاعت ہوتی تو ضرور تمہارے ساتھ نکل کر جاتے۔

نمبر ۲۔ سَيَحْلِفُونَ باللہ يقولون لو استطعنا۔ عنقریب اللہ تعالیٰ کی قسمیں لو استطعنا کہتے ہوئے اٹھائیں گے اور لخرجنا کو جواب قسم کے قائم مقام لائے اور لو کے جواب میں بھی۔ اور استطاعت کا مطلب۔ تیاری کی استطاعت یا بدنی استطاعت گویا انہوں نے اپنے آپ کو بحکف بیمار ظاہر کیا۔ يُهْلِكُونَ أَنْفُسَهُمْ (وہ لوگ اپنے آپ کو تباہ کر رہے ہیں) یہ سَيَحْلِفُونَ سے بدل ہے یا اس سے حال ہے۔ یعنی مہلکین انفسهم مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے نفوس کو جھوٹی قسموں سے ہلاک کرنے والے ہیں یا لخرجنا سے حال ہے یعنی ہم ضرور تمہارے ساتھ نکلتے خواہ ہماری جانیں گرمی میں جانے کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں اور ہمیں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا پڑتا واللہ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ (اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ لوگ یقیناً جھوٹے ہیں) اس بات میں جو وہ کہتے ہیں۔

لطیف عتاب:

آیت ۴۳: عَفَا اللَّهُ عَنْكَ (اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کر دیا) یہ لغزش سے کنایہ ہے کیونکہ عفو اس کے بعد لائے۔ اور یہ لطیف عتاب ہے۔ خطاب میں عفو کو صدر کلام میں لائے۔ اس میں آپ ﷺ کی تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت ظاہر ہوتی ہے اس لئے کہ اور کسی پیغمبر کے لئے اس طرح مذکور نہیں۔

آپ ان کو اجازت نہ دیتے تاکہ ان کا سچ جھوٹ سامنے آتا:

لَمْ أَذْنَبْ لَهُمْ (آپ نے ان کو اجازت کیوں دیدی تھی) یہ اس کا بیان ہے جس کو عفو کے ساتھ کنایہ ذکر کیا گیا تھا۔ مطلب یہ ہے آپ کو کیا ہوا کہ آپ نے ان کو غزوہ سے بیٹھ رہنے کی اجازت دیدی جبکہ وہ آپ سے اجازت طلب کرنے آئے اور آپ کے سامنے اپنے بہانے پیش کئے۔ آپ نے اذن میں تاخیر کیوں نہ فرمائی؟ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ (جب تک کہ آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہو جاتے اور جھوٹوں کو معلوم نہ کر لیتے) آپ کے سامنے سچا معذور اور جھوٹا عذر خواہ واضح ہو جاتے۔ ایک قول یہ ہے کہ دو باتیں تھیں جن کا آپ کو حکم ابھی نہ ملا تھا مگر آپ نے ان کو کیا نمبر ۱۔ منافقین کو اجازت نمبر ۲۔ فدیہ اساری بدر۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب ہوا۔

مَسْئَلَةٌ: انبیاء علیہم السلام کو اجتہاد جائز ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے یہ اجتہاد سے کیا۔ اور عتاب کی وجہ ترک افضل تھی۔ انبیاء علیہم السلام کو ترک افضل پر بھی عتاب کیا جاتا کیونکہ ان کے مراتب اعلیٰ ہوتے ہیں۔

مومن پیچھے رہنے کی اجازت نہیں مانگتے:

آیت ۴۴: لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا (جو لوگ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ آپ سے اجازت نہیں مانگیں گے۔ جہاد کرنے میں) مسلمانوں کی یہ عادت نہیں کہ وہ جہاد سے اعراض کرتے ہوئے آپ سے اجازت طلب کریں۔ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ (اپنے مال اور جان کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ ان متقیوں کو خوب جانتا ہے) ان کے لئے بہت بڑے ثواب کا وعدہ ہے۔

طالبین اجازت منکرِ آخرت ہیں:

آیت ۴۵: إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (آپ سے وہ لوگ رخصت مانگتے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے) یعنی منافقین ان کی تعداد انتالیس ۳۹ تھی۔ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ (اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں) ان کو اپنے دین میں اشتباہ ہے۔ اور اپنے عقیدہ میں وہ مضطرب ہیں۔ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ (پس وہ اپنے شکوک میں پڑے ہوئے حیران ہیں) وہ حیران ہیں کیونکہ تردد کا معنی شک و شبہ میں پڑنا۔ الثبات کا معنی دکیل سے کسی چیز کا ماننا۔

اگر بول سچے ہیں تو کچھ تیاری کرتے:

آیت ۴۶: وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَا عُدُوًّا لَهُ (اگر وہ چلنے کا ارادہ کرتے تو اس کا سامان درست کرتے) خروج یا جہاد کیلئے

لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَا أَوْضَعُوا خِلَافَكُمْ يَبْغُونَكُمْ

اگر وہ تم میں شامل ہو کر نکل جاتے تو زیادہ فساد کرنے کے سوا کچھ کام نہ کرتے اور تمہارے درمیان فتنہ پردازی کی فکر میں تیزی کے ساتھ

الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيكُمْ سَمْعُونُ لَهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۚ لَقَدْ

دوڑے پھرتے اور تمہارے اندر وہ لوگ ہیں جو ان کے لئے جاسوسی کرنے والے ہیں اور اللہ ظالموں کو جانتا ہے۔ وہ پہلے سے

ابْتَغُوا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُورَ حَتَّىٰ جَاءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ

فتنہ پردازی کی فکر میں لگے رہے ہیں اور آپ کے لئے کارروائیوں کا الٹ پھیر کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ حق آ گیا اور اللہ کا

أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَرِهُونَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَقُولُ ائْذَنْ لِّي وَلَا تَفْتِنِّي ۚ

عالم غالب ہوا حالانکہ ان کو ناگوار ہو رہا تھا اور ان میں ایسا شخص بھی ہے جو کہتا ہے کہ آپ مجھے اجازت دیجئے اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالئے

أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا ۚ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ ۚ

خبردار وہ فتنے میں پڑ چکے ہیں اور بلاشبہ جہنم کافروں کو گھیرنے والا ہے۔

عُدَّةً (کسی قدر) تیاری، کیونکہ وہ خوشحال تھے۔ لو ارادوا الخروج کیونکہ وہ کیلئے تیاری کرنے کی نفی کا معنی دے رہا تھا۔ تو فرمایا: وَلَٰكِنْ كَرِهَ اللَّهُ انْبِعَاثَهُمْ (لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے جانے کو پسند نہیں کیا) انکا خروج کیلئے اٹھنا اللہ تعالیٰ نے ناپسند کیا۔ گویا اس طرح فرمایا مخرجوا ولكن تشبطوا عن الخروج لكرهه انبعاثهم۔ وہ نہیں نکلے لیکن خروج سے باز رہے۔ کیونکہ وہ اٹھنا پسند نہیں کرتے۔ فَتَبَطَّحَهُمْ (اس لئے ان کو توفیق نہیں دی) پس ان کو ست کر دیا اور جانے کیلئے رغبت کمزور کر دی۔ التثبیط کسی معاملے سے بے رغبتی کرتے ہوئے رکنا۔ وَقِيلَ اقْعُدُوا (اور یوں کہہ دیا گیا کہ تم یہاں بیٹھے رہو) انہوں نے ایک دوسرے کو کہا یا نمبر ۲۔ رسول اللہ ﷺ نے ان پر ناراض ہو کر کہا۔ نمبر ۳۔ شیطان نے بطور وسوسہ کہا۔ مَعَ الْقُعْدَيْنِ (اپاچ لوگوں کے ساتھ) اس میں ان کی مذمت ہے۔ اور ان کو عورتوں اور بچوں اور مزن امراض والوں کے ساتھ شامل کیا گیا۔ جنکا کام ہی گھروں میں رہنا ہے۔

منافقین کے نکلنے میں فتنہ پردازی کا نقصان ہے:

آیت ۴: لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَا أَوْضَعُوا خِلَافَكُمْ يَبْغُونَكُمْ (اگر وہ لوگ تمہارے ساتھ شامل ہو جاتے تو نہ اضافہ کرتے) تمہارے ساتھ نکل کر آلا خبالاً (مگر شرفساد)

مخوف: نمبر ۱ یہ استثناء متصل ہے۔ کیونکہ معنی یہ ہے۔ وہ اور کسی چیز میں اضافہ نہ کرتے سوائے فساد کے۔ نمبر ۲۔ استثناء منقطع یہ

ہے کہ مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کی جنس الگ ہو جیسا کہتے ہیں ما زادو کم خیراً الا خبالاً وہ تمہاری بھلائی میں اضافہ نہ کریں گے مگر فساد کا۔ اس کلام میں مستثنیٰ منہ مذکور نہیں ہے۔ جب مذکور نہ ہو۔ تو اس وقت استثناء کسی بھی چیز سے ہوتا ہے۔ پس استثناء متصل ہے۔ کیونکہ خبال اس کا بعض حصہ ہے۔ وَلَا أَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ (تو وہ تمہارے درمیان دوڑے دوڑے پھرتے) وہ تمہارے درمیان لڑائی جھگڑے اور چغل خوری کی کوشش کرتے اور باہمی معاملات کو بگاڑتے۔ کہا جاتا ہے وضع البعير وضعاً جبکہ اونٹ تیز چلے اور اوضاعہ انا مطلب یہ ہے کہ تمہارے درمیان اپنی سواریاں دوڑاتے اور اس سے مراد چغل خوری میں تیزی کرنا ہے۔ کیونکہ سوار پیدل سے زیادہ تیز ہوتا ہے۔

رسم الخط: وَلَا أَوْضَعُوا الف زائدہ کے ساتھ۔ عربی خط سے قبل فتح کو الف کی صورت میں لکھا جاتا تھا اور عربی رسم الخط نزول قرآن کے قریبی زمانہ میں ایجاد ہوا۔ اور طبائع میں اس الف کا اثر باقی تھا۔ پس انہوں نے ہمزہ کو الف کی صورت میں لکھ دیا۔ اور دوسرے الف سے اس کو فتح دیا اور اس کی دوسری نظیر أَوْلَا اذْبَحْنَهُ (انمل: پ/۲۱) ہے۔

يَبْغُونَكُمْ (تمہارے درمیان) یہ اوضاع کی ضمیر سے حال ہے۔ الْفِتْنَةُ (فتنہ پردازی کی فکر میں) وہ خواہش مند ہیں کہ تمہیں فتنے میں مبتلا کریں اس طرح کہ تمہارے درمیان اختلاف ڈالیں اور غزوہ کے متعلق تمہاری نیت میں بگاڑ و فساد پیدا کر دیں۔ وَفِيكُمْ سَمْعُونُ لَهُمْ (اور تم میں ان کے کچھ جاسوس موجود ہیں) جاسوس ہیں جو تمہاری باتیں سکران کو منتقل کرتے ہیں۔ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ (اور اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو خوب سمجھے گا) مراد منافقین کو۔

منافقین کی ایک بڑی سازش:

آیت ۴۸: لَقَدْ ابْتَغُوا الْفِتْنَةَ (انہوں نے فتنہ پردازی کی فکر کی تھی) نمبر ۱۔ لوگوں کو منع کر کے۔ نمبر ۲۔ تبوک سے واپسی پر گھائی کی رات آپ پر اچانک حملہ کرنا چاہا۔ نمبر ۳۔ احد کے دن واپس لوٹ کر۔ مِنْ قَبْلُ (اس سے پہلے) غزوہ تبوک سے پہلے وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُورَ (اور آپ کے لئے کارروائیوں کی الٹ پھیر کرتے ہی رہے) آپ کے متعلق مختلف حیلے بہانے کئے اور آپ کا معاملہ خراب کرنے کیلئے اپنی آراء سے دامن تزویر پھیلایا۔ حَتَّىٰ جَاءَ الْحَقُّ (یہاں تک کہ سچا وعدہ آگیا) وہ آپ کی تائید و مدد ہے۔ وَظَهَرَ أَمْرُ اللَّهِ (اور اللہ کا حکم غالب رہا) اللہ تعالیٰ کا دین غالب ہوا اور شریعت کا جھنڈا ہرانے لگا۔ وَهُمْ كَرِهُونَ (اور ان کو ناگوار ہی گزرتا رہا) ان کی ناپسندیدگی کے باوجود۔

بعض منافقین کا عذر برتر از گناہ:

آیت ۴۹: وَمِنْهُمْ مَّنْ يَقُولُ ائْذَنْ لِّي وَلَا تَفْتِنِّي (ان میں بعض لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ مجھ کو اجازت دے دو اور مجھ کو خرابی میں نہ ڈالو) تو مجھے فتنہ میں نہ ڈال۔ یعنی گناہ میں۔ اس طرح کہ تم مجھے اجازت دے دو تا کہ تیری اجازت کے بغیر پیچھے رہ جانے سے میں گناہ میں مبتلا نہ جاؤں۔ نمبر ۲۔ تم مجھے ہلاکت میں مت ڈالو کیونکہ میرے چلے جانے سے میرے مال و اہل ہلاک ہو جائیں گے۔

ایک قول یہ ہے کہ جد بن قیس منافق نے یہ بات کہی۔ کہنے لگا انصار کو معلوم ہے کہ میں عورتوں کا بڑا شوق مند ہوں۔ تم

اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُوءُهُمْ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ اَخَذْنَا

اگر آپ کو اچھی حالت پیش آجائے تو انہیں بری لگتی ہے اور اگر آپ کو کوئی مصیبت پہنچ جائے تو یوں کہتے ہیں کہ ہم نے تو پہلے ہی

اَمْرًا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَهُمْ فَرِحُونَ ﴿۵۰﴾ قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا اِلَّا مَا كَتَبَ

اپنا کام سنبھال لیا تھا اور پشت پھیر کر خوش ہوتے ہوئے چل دیتے ہیں۔ آپ فرمادیجئے کہ اس کے علاوہ ہمیں تکلیف نہ پہنچے گی جو اللہ نے

اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۵۱﴾ قُلْ هَلْ

ہمارے لئے لکھ دی ہے وہ ہمارا کار ساز ہے اور ایمان والے اللہ ہی پر بھروسہ کریں۔ آپ فرمادیجئے کہ

تَرْبُّوْنَ بِنَا اِلَّا اَحَدَى الْحُسَيْنَيْنِ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُصِيبَكُمْ

تم ہمارے بارے میں یہی انتظار کرتے ہو کہ ہمیں دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی مل جائے اور ہم تمہارے بارے میں یہ انتظار کرتے ہیں کہ اللہ تم پر

اللّٰهُ بَعْدَ اِيَّائِمْ عِنْدِهٖ اَوْ بَايْدِيْنَا فَرَبَّصُوْا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُونَ ﴿۵۲﴾

اپنے ماس سے کوئی عذاب بھیج دے یا ہمارے ہاتھوں سے عذاب دے دے سو تم انتظار کرو بلاشبہ ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہیں

رومیوں کی عورتوں میں لے جا کر مجھے فتنہ میں نہ ڈالو۔ کہیں ان کے عشق میں نہ مبتلا ہو جاؤں۔ البتہ مال سے معاونت کر سکتا ہوں۔ مجھے یہیں رہنے دیں۔ اَلَا فِی الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا (خوب سمجھ لو کہ یہ لوگ خرابی میں تو پڑ ہی چکے) فتنہ تو اصل وہی ہے جس میں وہ مبتلا ہیں اور وہ جہاد سے تخلف ہے۔ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَفْرِ (اور یقیناً دوزخ ان کافروں کو گھیرے گی) ابھی کیونکہ احاطہ کے اسباب ان میں موجود ہیں۔ نمبر ۲۔ قیامت کے دن ان کو گھیرے گی۔

منافقین بیدار مغزی کے چیمپین:

آیت ۵۰: اِنْ تُصِبْكَ (اگر آپ کو پیش آتی ہے) بعض غزوات میں حَسَنَةٌ (کوئی اچھی حالت) کامیابی اور غنیمت تَسُوءُهُمْ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ (تو وہ ان کے لئے باعث غم ہوتی ہے۔ اور اگر آپ پر کوئی حادثہ آ پڑتا ہے) تکلیف اور بعض غزوات میں سختی جیسا احد کے دن ہوا۔ يَقُولُوا قَدْ اَخَذْنَا اَمْرًا (تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اپنا احتیاط کا پہلو اختیار کر چکے تھے) وہ احتیاط، بیدار مغزی اور محتاط عمل جس کی ہم نشاندہی کرتے تھے۔ مِنْ قَبْلُ (پہلے سے) اس واقعہ سے پہلے۔ وَيَتَوَلَّوْا (اور وہ چلے جاتے ہیں) وہ واقعہ کے مقام سے اپنے اہل کی طرف لوٹتے ہیں۔ وَهُمْ فَرِحُونَ (خوش ہوتے ہوئے) وہ خوش و خرم ہیں۔

آیت ۵۱: قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا (آپ فرمادیں ہم پر کوئی حادثہ نہیں پڑ سکتا مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقدر فرمایا ہے) جو خیر و شر تقدیر میں تھا۔ هُوَ مَوْلَانَا (وہ ہمارا مالک ہے) جو ہمارا نگہبان ہے اور ہم اس کی راہ میں چلنے والے ہیں۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (سب مسلمانوں کو اپنے سب کام اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد کرنے چاہئیں) مومنوں کا حق یہی ہے

قُلْ أَنْفِقُوا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا لَنْ يُتَقَبَلَ مِنْكُمْ إِنْ كُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿۵۲﴾ وَمَا

آپ فرمادیجئے کہ تم خوشی سے خرچ کرو یا نا خوشی سے ہرگز تم سے قبول نہ کیا جائے گا، بلاشبہ تم نافرمان لوگ ہو اور ان کے

مَنْعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَتُهُمْ إِلَّا أَنْهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَلَا

صدقات قبول کئے جانے سے کوئی چیز اس کے سوا مانع نہیں ہے کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا، اور یہ لوگ

يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَى وَلَا يُنْفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كِرْهُونَ ﴿۵۳﴾

نماز نہیں پڑھتے مگر سستی کے ساتھ اور خرچ نہیں کرتے مگر ناگواری کے ساتھ

فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي

سو آپ کو ان کے مال اور ان کی اولاد تعجب میں نہ ڈالیں، اللہ یہی چاہتا ہے کہ انہیں دنیا والی زندگی میں ان چیزوں کے ذریعہ

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿۵۴﴾ وَيَخْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنْهُمْ لَمِنْكُمْ ط

عذاب دے اور یہ کہ ان کی جانیں اس حال میں نکل جائیں کہ کفر کی حالت میں ہوں۔ وہ لوگ قسم کھاتے ہیں کہ بلاشبہ وہ تم میں سے ہیں

وَمَا هُمْ مِنْكُمْ وَلَكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْرُقُونَ ﴿۵۵﴾ لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَأًا أَوْ مَغْرَبًا أَوْ مَدْخَلًا

حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں لیکن وہ ایسے قوم ہیں جو بھرتے ہیں اگر انہیں کوئی پناہ کی جگہ یا کوئی غار مل جائے یا گھس بیٹھنے کے لئے کوئی جگہ حاصل ہو جائے

لَوْ لَوْ إِلَى اللَّهِ وَهُمْ يَجْمَحُونَ ﴿۵۶﴾

تو پیٹھ پھیر کر جلدی سے اسی کی طرف دوڑتے چلے جائیں۔

کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی پر بھروسہ نہ کریں۔

دو دو باتوں کے منتظر مومن مدد الہی و شہادت کے اور کافر عذاب اور کفر پر قتل کے:

آیت ۵۲: قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا (آپ فرمادیں تم تو ہمارے بارے میں منتظر رہتے ہو) ہمارے متعلق منتظر ہو۔ إِلَّا أَحَدَى

الْحُسْنَيْنِ (مگر دو بہتریوں میں سے ایک بہتری ہی کے منتظر رہتے ہو) وہ مدد الہی اور شہادت ہے۔ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ

(اور ہم تمہارے بارے میں اس کے منتظر رہا کرتے ہیں) دو میں سے ایک برائی کے حاصل ہونے کے یا تو اُن یُصِيبُكُمُ اللَّهُ

بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهِ (کہ اللہ تعالیٰ تم پر کوئی عذاب واقع کرے گا اپنی طرف سے) وہ آسمان سے اترنے والا عذاب جیسا عاد و ثمود

پر اترا۔ أَوْ بَايَدِينَا (یا ہمارے ہاتھ سے) عذاب، کفر میں قتل کیا جانا۔ فَتَرَبَّصُوا (پس تم انتظار کرو) تم ہمارے بارے میں منتظر

رہو۔ جب ہم نے ذکر کر دیا۔ إِنَّا مَعَكُمْ مُتَرَبَّصُونَ (ہم تمہارے ساتھ انتظار کرنے والے ہیں) کہ تمہارا انجام کیا ہوتا ہے۔

آیت ۵۳: قُلْ أَنْفِقُوا (آپ فرمادیں تم خرچ کرو) نیکی کے راستہ میں طَوْعًا أَوْ كَرْهًا (خوشی و ناخوشی) پسند و ناپسند۔

خجور: یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔

قراءت: حمزہ علی نے کُرْہًا۔ کاف کی پیش سے پڑھا ہے۔ یہ امر ہے جو خبر کے معنی میں ہے۔

تمہاری کوئی بات قابل قبول نہیں:

مطلب یہ ہے۔ لَنْ يُتَقَبَّلَ مِنْكُمْ (تم سے کسی طرح قبول نہ ہوگا) ای انفقتم طوعًا او کرہا تم پسند و ناپسند جس صورت میں بھی خرچ کرو ہرگز قابل قبول نہ ہوگا۔ اور دوسری آیت میں اسی طرح فرمایا۔ استغفر لہم اولاً تستغفر لہم (التوبہ: ۸۰) ان کے حق میں استغفار کرنا نہ کرنا برابر ہے۔

اور ایک شاعر کا یہ قول

أَبْنِي بِنَا وَاحْسَنِي لَا مَلُومَةً ☆ لَدِينَا وَلَا مَقْلَبَةً أَنْ تَقَلَّتْ

ہم تمہیں ملامت نہ کریں گے تو ہمارے ساتھ بدسلوکی کرے یا احسان سے پیش آئے اور اس کا عکس بھی جائز ہے جیسا اس قول میں۔ رحمہ اللہ زیداً اور اس کا معنی ان کی بات قبول نہ کرنا ہے۔ کہ آپ ﷺ ان کی بات قبول نہ کریں۔ بلکہ رد کر دیں۔ یا اللہ اس کو ثواب و بہتری نہ دے (گویا بددعا ہے) طوعًا کا مطلب اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لازم کرنے کے بغیر۔ کُرْہًا کا مطلب لازم کرنے والے ہیں۔ الزام کو اکراہ اسلئے کہا کیونکہ وہ منافق تھے۔ انکا الزام انفاق تھا جو اکراہ کی طرح ان پر بھاری تھا۔ اِنَّكُمْ (بلاشبہ تم) انفاق کو رد کرنے کی علت ذکر کی۔ کُنْتُمْ قَوْمًا فَاسِقِينَ (بلاشبہ تم عدولی حکم کرنے والے لوگ ہو) سرکشی کرنے والے اور حدود کو توڑنے والے۔

صدقہ قبول نہ کرنے کی وجہ کفر ہے:

آیت ۵۴: وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَتُهُمْ (اور ان کے خیر خیرات قبول ہونے میں اور کوئی چیز مانع نہیں) حمزہ علی نے يُقْبَلُ یا سے پڑھا ہے۔ اِلَّا اَنَّهُمْ كَفَرُوا (مگر یہ کہ انہوں نے کفر کیا) منع کا فاعل ہم ہے۔ اور ان تقبل مفعول ہے۔ مطلب یہ ہے ان کے نفقات کو قبول نہ کرنے کی وجہ انکا کفر ہے۔ بِاللّٰهِ وَبِرَسُولِهِ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰی (اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اور وہ نماز نہیں پڑھتے مگر ناگواری سے) کسالی جمع کسلان اور وہ ناپسندیدگی سے خرچ کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے طالب نہیں ہیں۔ نکستہ: پہلی آیت میں طوعاً سے ان کی تعریف کی گئی اور یہاں اس کی نفی کر دی۔ کیونکہ طوع سے مراد یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لازم کرنے کے بغیر اس کو خرچ کرتے ہیں۔ یا اپنے رؤسا کی مرضی کے بغیر اور یہ اطاعت بھی اضطراری ہے رغبت و اختیار سے قطعاً نہیں۔ وَلَا يَنْفِقُونَ اِلَّا وَهُمْ كَرِهُونَ (اور خرچ نہیں کرتے مگر ناپسندیدگی کے ساتھ)

منافقین کے لئے ان کے اموال باعث عذاب ہیں:

آیت ۵۵: فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (پس ان کے مال اور

اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں اللہ تعالیٰ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے ان کو دنیوی زندگی میں عذاب میں گرفتار رکھے (الا عجاب بالشیء۔ کسی چیز پر رضا مندی والی خوشی ہو اور اس کے حسن پر تعجب ہو۔ مطلب یہ ہے کہ۔ نمبر ۱۔ ان کو جو دنیا کی زینت ملی ہے اس کو مستحسن مت قرار دو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو کچھ دیا ہے اس سے ان کو مصائب کے ساتھ سزا دینا مقصود ہے۔ نمبر ۲۔ یا خیر کے راستوں پر خرچ کروا کر جبکہ اندرونی طور پر یہ نہیں چاہتے۔ نمبر ۳۔ ان کے اموال لوٹ کر اور ان کی اولاد کو قید کر کے۔ نمبر ۴۔ مال کو جمع کر کے۔ اس سے محبت کر کے اور اس کے متعلق بخل اختیار کر کے اور اس پر خوف ڈال کر ان کو عذاب دیا۔ وَتَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ (اور ان کی جانیں کفر ہی کی حالت میں نکل جائیں) ان کی روئیں نکلتے وقت، الزهوق مشقت سے نکلنا۔ نکلتا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ بندے کیلئے صلح اللہ تعالیٰ پر لازم والا معتزلہ کا عقیدہ باطل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں اطلاع دی ہے کہ منافقین کو مال و اولاد تعذیب اور امات علی الکفر کیلئے دیا ہے۔ معاصی بھی اس کے ارادہ سے ہوتے ہیں کیونکہ ارادہ عذاب خود اس چیز کا ارادہ ہے جس پر اسے سزا دی جا رہی ہے۔ اسی طرح کفر پر مارنے کا ارادہ۔

منافقین کا دعویٰ مسلمانی ڈر کی وجہ سے:

آیت ۵۶: وَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ (یہ لوگ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں) وہ من جملہ مسلمانوں میں سے ہیں وَمَا هُمْ مِنْكُمْ وَلَكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرُقُونَ (حالانکہ وہ تم میں سے نہیں لیکن وہ ڈر پوک لوگ ہیں) وہ قتل سے ڈرتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں جو مشرکین سے کیا جانے والا ہے۔ پس تقیہ کے طور پر اسلام کو ظاہر کرتے ہیں۔

وہ پناہ گاہ کے متلاشی ہیں:

آیت ۵۷: لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَاً (اگر ان لوگوں کو کوئی پناہ کی جگہ مل جاتی) بچنے کیلئے پناہ کی جگہ خواہ پہاڑ کی چوٹی ہو یا قلعہ یا جزیرہ۔ اَوْ مَغَارٍ (یا غار) غاریں اَوْ مَدًى خَلَاً (یا کوئی گھس بیٹھنے کی جگہ) سرنگ جس میں گھس سکیں۔ یہ دخل باب سے مقتعل کا وزن ہے۔ لَوْ لَوَا اِلَيْهِ (تو یہ ضرور اس کی طرف تیزی سے چل دیتے) وہ ضرور اس کی طرف متوجہ ہونگے۔ وَهُمْ يَجْمَحُونَ (اس حال میں کہ منہ اٹھائے ہوئے) وہ اتنی تیزی سے اس کی طرف جائیں گے کہ کوئی چیز ان کو واپس نہ کر سکے گی یہ الفرس الجموح منہ زور گھوڑے سے لیا گیا ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطُوا مِنْهَا

اور ان میں بعض وہ لوگ ہیں جو صدقات کے بارے میں آپ پر طعن کرتے ہیں، سو اگر ان میں سے ان کو دے دیا جائے تو راضی ہو جاتے ہیں اور اگر ان میں سے نہ دیا جائے

إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ^{۵۸} وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا

تو اسی وقت وہ ناراض ہو جاتے ہیں اور ان کے لئے یہ بہتر ہے کہ وہ اس پر راضی ہوں جو اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے انہیں دیا اور وہ یوں کہیں

حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ^{۵۹}

کہ اللہ ہمیں کافی ہے۔ عنقریب اللہ ہمیں اپنے فضل سے عطا فرمائے گا اور اس کا رسول ﷺ بے شک ہم اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي

صدقات صرف فقراء کے لئے اور مساکین کے لئے اور ان کارکنوں کے لئے ہیں جو صدقات پر متعین ہیں اور ان لوگوں کے لئے جن کی دلجوئی کرنا منظور ہو اور

الرِّقَابِ وَالْغُرَمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ^{۶۰}

گروہوں کے چھڑانے میں اور قرض داروں کے قرضہ میں اور اللہ کے راستہ میں اور مسافروں کے لئے ہیں یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر کیا ہوا ہے اور اللہ علیم ہے اور حکیم ہے۔

صدقات میں طعنہ زنی:

آیت ۵۸: وَمِنْهُمْ (اور ان میں سے بعض وہ لوگ ہیں) منافقین میں سے مَّنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ (جو صدقات کے بارے میں آپ پر طعن کرتے ہیں) صدقات کی تقسیم میں آپ پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطُوا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ (پس اگر ان صدقات میں سے ان کو مل جاتا ہے تو وہ راضی ہو جاتے ہیں اور اگر ان کو نہیں ملتا تو وہ ناراض ہو جاتے ہیں) اِذَا، مفاجات کیلئے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ان کو نہ ملے تو اچانک ناراض ہو جاتے ہیں۔ منافقین کی یہ حالت بیان کی کہ ان کی ناراضگی یا رضا مندی ذاتی ہے۔ دینی نہیں اور نہ ہی اہل اسلام کیلئے ہے۔

آپ ﷺ نے غزوہ حنین کے موقع پر اہل مکہ کی دلجوئی کیلئے ان کو غنائم میں سے کثرت سے مال عنایت فرمایا۔ اس پر منافقین کو تنگی اور اکتاہٹ محسوس ہوئی۔

ان کو تقسیم رسولِ دل سے پسند کرنی چاہئے:

آیت ۵۹: وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ (اور اگر وہ اس پر راضی رہتے جو کچھ ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے دیا تھا تو ان کے لئے بہتر ہوتا اور یوں کہتے کہ ہم کو اللہ کافی ہے اور آئندہ اللہ اپنے فضل سے ہم کو اور دیگا اور اس کے رسول دینگے ہم اللہ ہی کی طرف راغب ہیں) لَوْ، کا جواب محذوف

ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے: وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ۔ مطلب یہ ہے اگر وہ اس مال غنیمت پر راضی ہو جاتے جو اللہ کے رسول نے ان کو دیا اور دل سے پسند کرتے خواہ ان کا حصہ قلیل ہی کیوں نہ ہو بلکہ وہ اس طرح کہتے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہمارے لئے کفایت کرنے والا ہے۔ اور اس کی مرضی ہمارے لئے کافی ہے اور جو ہمیں تقسیم کر کے دے دیا۔ وہ مناسب ہے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ اور مال غنیمت ہمیں عنایت فرمادیں گے اور اس کا رسول ﷺ اس سے بڑھ کر عنایت فرمائے گا جتنا آج ہمیں ملا۔ بیشک ہم اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں اس بات میں کہ وہ اپنے فضل سے ہمیں غنیمت عنایت فرمائے گا۔ اگلی آیت میں مال صدقات کو خرچ کرنے کے مواقع ذکر فرمادیے۔

مواقع صدقات کی تفصیل:

آیت ۶۰: إِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ (صدقات تو صرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا) اللہ تعالیٰ نے جنس صدقات کو ان محدود اقسام پر خرچ کرنے کا حکم فرمایا کہ یہ افراد اس کے ساتھ خاص ہیں۔ ان کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف نہ جائیں گے گویا اس طرح فرمایا۔ انما ہی لهم لا لغيرهم۔ یہ انہی کے لئے ہیں نہ کہ اوروں کیلئے۔ جیسا کہا جاتا ہے انما الخلافة لقريش اس سے مراد ان سے تجاوز نہ کرے گی اور نہ غیر کو ملے گی۔

البتہ یہ احتمال ہے کہ تمام اصناف میں خرچ کیا جائے یا بعض اصناف میں خرچ کر دینا کافی ہے۔ جیسا کہ احناف کا قول ہے۔ حضرت حذیفہ۔ ابن عباس وغیرہما بھجا بہ رضی اللہ عنہم اور تابعین سے مروی ہے۔ جس قسم میں بھی تم نے خرچ کر دیا تمہارے لئے کافی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تمام اصناف میں صرف کرنا ضروری ہے۔ اور یہ عکرمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے۔ فقیر وہ ہے جو سوال نہ کرے کیونکہ اس کے پاس اپنی موجودہ حالت کیلئے کافی ہے۔

مسکین وہ ہے جو سوال کرے کیونکہ اس کے پاس کچھ نہیں یہ پہلے سے حالت میں کمزور تر ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس کے برعکس تعریف ہے۔

وَالْعَمِلِينَ عَلَيْهَا (اور وہ کارکن جو ان صدقات پر متعین ہیں) وہ لوگ جو صدقات کے جمع کرنے پر مامور ہوں۔ وَالْمَوْلَفَةَ قُلُوبُهُمْ (اور ان لوگوں کے لئے جن کی دل جوئی منظور ہو) اشراف عرب جن کے دلوں کی تالیف کیلئے تاکہ اسلام لے آئیں یا جو اسلام لے آئے ہیں وہ اس پر پختہ ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے ان کو عنایت فرمایا۔ وَفِي الرِّقَابِ (اور غلاموں کی گردنیں چھڑانے کے لئے) وہ مکاتب جن کو بدل کتابت کی ادائیگی کیلئے رقم درکار ہے تاکہ وہ آزاد ہو جائیں۔ وَالْغُرَمِينَ (اور قرض داروں کے قرضہ کیلئے) جو قرض میں دبے ہوئے ہیں۔ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ (اور اللہ کی راہ میں) فقراء غازی یا وہ حاجی جو راستہ میں لٹ پٹ جائیں۔ وَابْنِ السَّبِيلِ (اور مسافروں کیلئے) وہ مسافر جو اپنے مال سے دور پڑا ہے۔

نکتہ: آخری چار میں لام کی بجائے فی لایا گیا ہے۔ تاکہ یہ بتلایا جائے کہ یہ لوگ پہلے لوگوں کی نسبت صدقہ کے زیادہ مستحق ہیں۔ فی ظرفیت کے لئے ہے۔ اس پر دینے والوں کو متنبہ کیا کہ یہ ایسے برتن ہیں جو اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ ان میں صدقہ ڈالا جائے اور صدقہ کا مقام ان کو قرار دیا جائے۔ اور فی کو فی سبیل اللہ اور ابن سبیل میں دوبارہ لا کر اشارہ کر دیا کہ ان کو رقاب اور

وَمِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أَذْنٌ قُلْ أَذْنٌ خَيْرٌ لَّكُمْ يُؤْمِنُ

اور ان میں بعض وہ لوگ ہیں جو نبی کو تکلیف دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بس وہ تو کان ہیں۔ آپ فرمادے تھے کہ وہ تمہارے لئے خیر کا کان ہیں وہ ایمان

بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ

لاتے ہیں اور اللہ پر یقین کرتے ہیں مومنین کی بات کا اور وہ ان لوگوں کے لئے رحمت ہیں جو تم میں سے مومن ہیں اور جو لوگ اللہ کے رسول ﷺ کو

رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۖ يَخْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيَرْضَوْكُمْ وَاللَّهُ

تکلیف دیتے ہیں۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یہ لوگ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تمہیں راضی کر لیں اور اللہ

وَرَسُولُهُ أَهَقٌ أَنْ يَرْضَوْهُ إِنَّ كَانُوا مُؤْمِنِينَ ۖ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَنْ

اور اس کا رسول ﷺ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ انہیں راضی کریں اگر یہ لوگ مومن ہیں کیا ان لوگوں نے اس بات کو نہیں جانا کہ جو

يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ذَلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ ۖ

مخاص اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرے اس کے لئے دوزخ کا عذاب ہے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔ یہ بڑی رسوائی ہے۔

غار میں کے مقابلہ میں ترجیح و فضل حاصل ہے ان کو صدقہ دو۔ منافقین کے تذکرہ کے دوران۔ اس آیت کو لا کر یہ دلالت کرنا مقصود ہے کہ مصارف صدقات یہی ہیں۔ اور نہیں، اور جب منافقین ان میں سے کسی قسم میں داخل نہیں۔ تو ان کو صدقات سے طمع ہٹا لینی چاہیے جب وہ صدقات کا مصرف نہیں تو ان کو اس مال سے کیا اور مال کو ان سے کیا تعلق۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ اس مال پر مسلط کرے ان کو اس پر اعتراض کرنے کا قطعاً کوئی حق نہیں ہے۔ مؤلفۃ القلوب کا حصہ خلافت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ابتداء میں اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے ساقط مانا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت عنایت فرمائی اور اس بات سے مستغنی و بے نیاز کر دیا۔

قاعدہ: جب حکم کسی خاص مقصد کی وجہ سے لگا ہو تو اس مقصد کے حاصل ہونے اور ختم ہونے سے خود اٹھ جائے گا۔

فَرِيضَةٌ مِّنَ اللَّهِ (یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر ہے) یہ فریضۃ کا لفظ مصدر مؤکد کے معنی میں ہے۔ کیونکہ انما الصدقات کا معنی فرض اللہ الصدقات لہم۔ اب فریضۃ اسی کا مصدر لایا گیا۔ وَاللَّهُ عَلِيمٌ (اور اللہ بڑے علم والے) مصلحت کو حکیم (بڑی حکمت والے ہیں) تقسیم میں حکمت والے ہیں۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہہ کر ایذا دینے والے کہ یہ ”کان“ ہے:

آیت ۶۱: وَمِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أَذْنٌ (اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو نبی کو ایذا میں پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں آپ تو ہر بات کان دے کر سن لیتے ہیں) الاذن سے مراد ایسا آدمی جو ہر سنی سنائی بات کی تصدیق کر دے۔ اور ہر ایک کی بات کو قبول کر لے اور اس ظاہری عضو کو بولتے ہیں جو سننے کا آلہ ہے۔ گویا کہ یہ آدمی صرف کان ہی کان ہے۔ دراصل اس سے

آپ کو تکلیف دینا مقصود تھا۔ اس سے وہ آپ کی مذمت کرنا چاہتے تھے کہ آپ عقل و قلب کے اعتبار سے فرزانہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کا وہ مطلب بیان فرمایا جس میں آپ کی مدح اور ثناء تھی۔ (اور منافقین کے مقصد کی کنایہ مذمت کردی) قُلْ اُذُنْ خَيْرٌ لَّكُمْ (آپ فرمادیں وہ نبی کان لگا کر تو وہی بات سنتے ہیں جو تمہارے حق میں خیر ہے) یہ اسی طرح ہے جیسا محاورہ ہے رجل صدق مراد اس سے اس کی کثرت جو دو صلاح ہے گویا کہ خود مجسمہ صدق بن گیا۔ اس طرح ان کو فرمایا ہاں وہ کان ہیں لیکن وہ بہت خوب کان ہیں اور یہ مطلب بھی درست ہے وہ خیر حق میں کان ہیں۔ اور اس میں جس کا سننا اور قبول کرنا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ وہ کسی بات میں کان نہیں ان کو بری بات سننا گوارا ہی نہیں۔ پھر خیر کے کان ہونے کی خود تفسیر فرمائی۔

يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ (کہ وہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں) وہ اللہ تعالیٰ کی بات مانتے ہیں جس پر اس کی طرف سے دلائل قائم ہیں۔ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ (اور مؤمنین پر اعتماد کرتے ہیں) اور مخلص مؤمن مہاجرین و انصار کی بات کو قبول کرنے والے ہیں۔ فرق: ایمان باللہ کو با کے صلہ سے ذکر کیا اور کیونکہ اس سے وہ تصدیق مراد تھی جو کفر کی ضد ہے اور مؤمنین کیلئے لام کو استعمال کیا کیونکہ اس سے مقصود ان کی باتوں کا سننا ہے۔ اور جو وہ کہیں اس کو تسلیم کرنا۔ اور جو وہ کہیں اس میں ان کو سچا جاننا کیونکہ وہ سچے ہیں۔ یہ مراد ہے دوسرے ارشاد میں ہے وما انت بمؤمن لنا (یوسف: ۱۷) با سے یہ خبر کس طرح دی جاسکتی ہے۔ وَرَحْمَةً (اور مہربانی کرتے ہیں) اس کو اذن پر عطف کیا۔

قراءت: حمزہ نے ورحمۃ کسرہ سے پڑھا اور خیر پر عطف کیا ہے۔ یعنی وہ خیر کا کان ہیں۔ اور رحمت کا کان ہیں ان دو کے علاوہ وہ اور کچھ نہیں سنتے اور نہ قبول کرتے ہیں۔

لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ (ان لوگوں کے حق میں جو تم میں سے ایمان کا اظہار کرتے ہیں) یعنی وہ رحمت ہیں ان لوگوں کیلئے جو تم میں ایمان لانے والے ہیں یعنی ایمان کو ظاہر کرنے والے ہیں۔ اے منافقو! وہ تو تمہارا ظاہری ایمان قبول کرنے والے ہیں۔ تمہارے اسرار کو نہیں کھولتے اور نہ تم سے وہ سلوک کرتے ہیں جو مشرکین سے کیا جاتا ہے۔ نمبر ۲۔ وہ ایمان والوں کے لیے رحمت ہیں اس طرح کہ ان کو کفر سے نکال کر ایمان کی طرف لائے۔ اور آخرت میں ان کی شفاعت اسی دنیا میں قبول کئے ہوئے ایمان کی وجہ سے ہوگی۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (اور جو لوگ رسول اللہ کو ایذائیں پہنچاتے ہیں ان کے لئے درد ناک سزا ہوگی) دونوں جہانوں میں۔

مسلمانوں کو خوش کرنے کے لئے قسمیں کھانا، حالانکہ اللہ اور رسول کو راضی کرنا چاہئے:

آیت ۶۲: يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيَرْضَوْكُمْ (وہ لوگ تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم کو راضی کر لیں) اس میں مسلمانوں کو خطاب فرمایا۔ منافقین طعنہ زنی کرتے یا جہاد سے تخلف اختیار کرتے پھر معذرت کیلئے آجاتے اور پکی قسمیں اٹھا کر معذرتیں پیش کرتے اور مسلمانوں کو راضی کرتے اس میں انہیں فرمایا۔

وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَحَقُّ اَنْ يُرْضَوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ (حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق رکھتے ہیں کہ اگر یہ لوگ سچے مسلمان ہیں تو ان کو راضی کریں) یعنی اگر تم اپنے زعم و خیال کے مطابق مؤمن ہو تو اللہ اور اس کے رسول کو اطاعت و وفاداری سے

يَحْذَرُ الْمُنْفِقُونَ اَنْ تَنْزَلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ قُلْ

منافقین اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ان کے بارے میں کوئی ایسی سورت نازل نہ ہو جائے جو ان باتوں کو بتادے جو ان کے دلوں میں ہیں آپ فرمادیتے

اَسْتَهْزِءُ وَاِنْ اِنَّ اللَّهَ مَخْرُجٌ مَّا تَحْذَرُونَ ۝۶۵ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ اِنَّمَا كُنَّا

کہ تم مذاق بنا لو۔ بلاشبہ اللہ اس چیز کو ظاہر کرنے والا ہے جس سے تم ڈرتے ہو اور اگر آپ ان سے سوال کریں گے تو وہ کہہ دیں گے کہ ہم تو بس

نَحْوُصٌ وَنَلْعَبُ قُلْ اِبَاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ۝۶۶ لَا تَعْتَذِرُوْا

یونہی باتوں میں مشغول تھے اور دل لگی کر رہے تھے۔ آپ فرمادیتے کیا تم اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ہنسی کرتے تھے۔ عذر

قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبُ طَآئِفَةً ۚ

بیان نہ کرو۔ تم اپنے ایمان کے بعد کافر ہو گئے اگر ہم تم میں سے ایک جماعت کو معاف کر دیں گے تو دوسری جماعت کو ہم عذاب دیں گے

بَاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝۶۷

اس وجہ سے کہ وہ مجرم تھے۔

۸۷۸

کرنا تمہارا فرض ہے۔ ہ کی ضمیر واحد لا کر بتلا دیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی رضا مندی ایک چیز ہے اس میں کوئی فرق نہیں۔ جیسا کہا جاتا ہے احسان زید واجمالہ نعشہ۔ اب احسان واجمال ایک شے ہی ہے۔

نمبر ۲۔ واللہ احق ان یرضوہ ورسولہ احق ان یرضوہ اللہ تعالیٰ اس بات کے حق دار ہیں کہ اس کو راضی کیا جائے اور اس کا رسول بھی اس بات کا حقدار ہے کہ اس کو راضی کیا جائے۔

اللہ ورسول کا مخالف جہنمی ہے:

آیت ۶۳: اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّهُ (کیا ان کو معلوم نہیں کہ شان یہ ہے) معاملہ اور شان یہ ہے مَنْ يُحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (جو شخص اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا) مخالفت میں جو حد سے تجاوز کرنے والا ہے۔ یہ حاد، مفاعلہ کے وزن پر ہے۔ یہ الحد سے بنا ہے۔ جیسا الشق سے المشاقہ فَاَنَّ لَهُ (تو یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ ایسے شخص کیلئے) اس کی خبر محذوف ہے۔ یعنی فحق اَنَّ لَهُ پس واقعہ یہ ہے کہ اسی کے لئے نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ذَلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ (دوزخ کی آگ ہے اس میں وہ ہمیشہ رہے گا یہ بہت بڑی رسوائی ہے)

منافقین کو اپنے متعلق سورت اترنے کا خطرہ:

آیت ۶۴: يَحْذَرُ الْمُنْفِقُونَ (منافق اس سے اندیشہ کرتے ہیں) یہ خبر ہے جو امر کا معنی دیتی ہے ای لیحذر المنافقون۔

منافقین کو ڈرنا چاہیے۔ اَنْ تَنْزَلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ (کہ مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت اتار دی جائے) مکی و بصری قراء نے تَنْزِيلَ تخفیف سے پڑھا ہے۔ تَنْبِيْهُمْ بِمَا فِي قُلُوْبِهِمْ (جو ان کو منافقین کے دل کی بات پر مطلع کر دے) کفر اور منافقت۔ نمبر ۱۔ اس میں ضمیر منافقین کی طرف لوٹی ہیں جب سورت ان کے متعلق نازل ہوتی ہے تو گویا ان پر اترتی ہے اس کی دلیل یہ آیت ہے قل استهزؤا ۱۔ یہ استہزاء کرنے والے منافقین ہی تھے۔ نمبر ۲۔ پہلی دونوں ایمان والوں کی طرف اور تیسری منافقین کی طرف اور یہ درست ہے کیونکہ معنی اس کی طرف لے جاتا ہے۔

امر تہدید:

قُلِ اسْتَهْزِؤْا ۱ (آپ فرمادیں کہ اچھا تم استہزاء کرتے رہو) یہ امر تہدید کیلئے ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ (بے شک اللہ اس چیز کو ظاہر کر کے رہے گا جس کا تم اندیشہ کرتے تھے) اس کو ظاہر کرنے والے ہیں جس سے تم ڈر رہے ہو۔ یعنی تمہیں اپنے نفاق کے ظاہر ہونے کا ڈر ہے۔ چنانچہ منافقین ہر وقت اسلام اور مسلمانوں کے سلسلہ میں استہزاء کرنے پر محسوس کرتے کہ کہیں وحی نازل ہو کر ان کی رسوائی نہ کر دے۔ یہاں تک کہ بعض کہنے لگے کہ مجھے تو یہ پسند ہے۔ کہ سامنے لا کر سو کوڑے مار لئے جائیں مگر کوئی رسوا کن چیز ہمارے بارے میں نہ اترنے پائے۔

استہزاء پر استفسار اور خوش طبعی کا بہانہ کر دیا:

آیت ۶۵: وَلَٰكِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ (اور اگر آپ ان سے پوچھیں تو ضرور کہہ دیں گے ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی کر رہے تھے) رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ منافقین کی ایک جماعت آپ سے آگے آگے چل رہی تھی۔ وہ آپس میں کہنے لگے اس شخص کو دیکھو شام کے قلعے اور محلات فتح کرنا چاہتا ہے یہ بعید، بہت بعید ہے کہ یہ امید پوری ہو۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو مطلع کر دیا آپ نے فرمایا احبسوا علی الرکب ان سواروں کو روک کر میرے پاس لاؤ۔ جب وہ آئے تو آپ نے فرمایا تم نے یہ، یہ بات کی ہے۔ اس پر کہنے لگے۔ یا نبی اللہ! ہم آپ کے متعلق یا آپ کے اصحاب کے متعلق کوئی بات نہیں کر رہے تھے۔ بلکہ ہم ایسی بات میں مصروف تھے۔ جس سے سفر کی مشقت و صعوبت کم ہو۔ یعنی اگر آپ ان سے پوچھیں تم نے یہ کیوں کر کہا۔ تو ضرور یہ جواب دیں گے ہم تو ایک دوسرے سے ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ آپ ان کو فرمادیں۔

کیا منافقین کو ہنسی مذاق کے لئے اللہ و رسول ہی ملا ہے:

قُلْ اَبَا لِلّٰهِ وَالِیْهِ وَرَسُوْلُهُ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِؤْنَ (آپ کہہ دیں کہ کیا اللہ کے ساتھ اور اس کی آیتوں کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ تم ہنسی کرتے تھے) نمبر ۱۔ ان کی معذرت کی کوئی پرواہ نہ کی کیونکہ وہ جھوٹ بول رہے تھے۔ پس ان کو اپنے استہزاء کا گویا معترف قرار دیا گیا۔ (کہ استہزاء کا تو تمہیں اعتراف ہے اور اب موقعہ جھوٹ بول کر دوسرا بتاتے ہو؟) نمبر ۲۔ ہمزہ تقریری کو باللہ و آیاتہ الایہ پر داخل کر کے ظاہر کر دیا کہ ان کو اپنے استہزاء کا اعتراف تھا۔ کیونکہ یہ ہمزہ ثابت

الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنْفِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ

منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں سب ایک ہی طرح کے ہیں۔ بری باتوں کا حکم کرتے ہیں اور اچھی باتوں سے

عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ إِنَّ الْمُنْفِقِينَ هُمُ

روکتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں۔ یہ اللہ کو بھول گئے، سو اللہ انہیں بھول گیا، بے شک منافقین

الْفٰسِقُونَ ﴿٦٧﴾ وَعَدَّ اللَّهُ الْمُنْفِقِينَ وَالْمُنْفِقَاتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ

نافرمان ہی ہیں۔ اللہ نے منافق مردوں سے اور منافق عورتوں سے اور تمام کافروں سے دوزخ کی آگ کا وعدہ فرمایا ہے۔ وہ اس میں ہمیشہ

فِيهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَلَعْنَهُمُ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿٦٨﴾

رہنے والے ہیں۔ ان کے لئے دوزخ کافی ہے اور اللہ نے ان کو ملعون قرار دیا اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔

شدہ چیز پر داخل ہوتا ہے۔ گویا وہ مذاق کے معترف تھے۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو توبہ کی کہ یہ موضوع سخن تمہارا غلط ہے۔

جھوٹے بہانے نہ بناؤ تم تو کافر ہو گئے ہو توبہ کرو:

آیت ۶۶: لَا تَعْتَذِرُوا (تم اب بہانے مت کرو) اپنے جھوٹے اذکار میں مشغول مت رہو یہ تمہارا منافقت والا راز ظاہر ہونے

کے بعد قطعاً فائدہ مند نہ ہونگے۔ قَدْ كَفَرْتُمْ (تم تو کفر کرنے لگے) تم نے تو اپنے استہزاء سے چھپا ہوا کفر ظاہر کر دیا۔ بَعْدَ

إِيمَانِكُمْ (اپنے ایمان کے بعد) ایمان کے ظاہر کرنے کے بعد اِنْ نَّعَفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ (اگر ہم تم میں سے بعض کو چھوڑ بھی

دیں) ان کی توبہ اور نفاق کے بعد مخلصانہ ایمان لانے سے نَعَذِّبُ طَآئِفَةً بَّآثِمِهِمْ (تو ہم دوسرے گروہ کو تو سزا

دیں گے اس سبب سے کہ وہ مجرم تھے) نفاق پر اصرار کرنے والے اور اس سے توبہ کرنے والے نہ تھے۔

قراءت: تُعَذِّبُ طَائِفَةً عَاصِمٍ کے علاوہ دوسروں نے پڑھا ہے۔

منافقین مرد و عورتیں کامل فاسق ہیں:

آیت ۶۷: الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنْفِقَاتُ (منافق مرد اور منافق عورتیں تعلیم دیتے ہیں) منافق مردوں کی تعداد تین سو (۳۰۰) اور

عورتوں کی تعداد ایک سو ستر (۱۷۰) تھی۔ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ (سب ایک طرح کے ہیں) گویا وہ ایک جان کی طرح ہیں۔ اس

میں ان کے مؤمن ہونے کی نفی ہے اور ان کی تکذیب ان کے اس قول میں موجود ہے و يحلفون بالله انهم لمنكم اور یہ و ما

هم منكم کو اور پختہ کر رہی ہے۔ ان کی تعریف ایسے الفاظ سے بیان فرمائی جو مسلمانوں کی حالت کے بالکل متضاد و مخالف ہے۔

يَأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ (وہ بری بات کی تعلیم دیتے ہیں) کفر و معصیت کا وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ (اور اچھی بات سے منع کرتے

ہیں) اطاعت اور ایمان سے وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ (اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں) نیک مقام پر خرچ سے بخل برتتے ہوئے

اور صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ سے گریز کرتے ہوئے

نَسُوا اللَّهَ (وہ اللہ کو بھول گئے) اللہ تعالیٰ کے حکم کو چھوڑ دیا یا اس کے ذکر سے غفلت اختیار کی فَانْسِيَهُمْ (پس اللہ تعالیٰ نے ان کا خیال نہ کیا) ان کو اپنی رحمت و فضل سے محروم کر دیا۔ اِنَّ الْمُنْفِقِينَ هُمُ الْفٰسِقُونَ (بلاشبہ منافق بڑے ہی سرکش ہیں) وہ کامل فاسق ہیں جس کو کفر میں سرکشی اور ہر بھلائی سے علیحدگی کا نام دینا چاہئے مؤمن کے لئے یہ ڈانٹ کافی ہے کہ اس کے عمل پر اس برے نام کا اطلاق ہو، جس کو اللہ تعالیٰ نے منافقین کی انتہائی قابل مذمت صفت کہہ کر ذکر کیا۔ (سورہ حجرات کی آیت میں بھی فرمایا) (بنس الاسم الفسوق بعد الايمان)

کفار و منافقین ہمیشہ کی جہنم کے حقدار اور ملعون ہیں:

آیت ۶۸: وَعَدَ اللَّهُ الْمُنْفِقِينَ وَالْمُنْفِقَاتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا (اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کفار سے دوزخ کی آگ کا وعدہ کر رکھا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے) اس میں ان کے لئے خلود طے ہو چکا۔ ھٰی (وہ) آگ حَسْبُهُمْ (ان کے لئے کافی ہے) اس میں ان کے عذاب کے بہت بڑے ہونے کی دلالت ہے کہ جس پر اضافے کی ضرورت نہیں۔ وَلَعَنَهُمُ اللَّهُ (اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت سے دور کر دے گا) ان کی تعذیب کے ساتھ توہین کی جائیگی اور ان کو مذمت میں ملعون شیاطین کے زمرہ میں شامل کر دیا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ (اور ان کے لئے لازوال عذاب ہوگا) جو اس جلدی ملنے والی زندگی میں ہمیشہ رہے گا اس سے کبھی الگ نہ کیا جائے گا اور وہ۔ نمبر ۱۔ منافقت کی مشقت۔ نمبر ۲۔ مسلمانوں کے خوف سے باطن کا ظاہر سے مخالف ہونا۔ نمبر ۳۔ رسوائی کا ہر گھڑی دغدغہ۔ نمبر ۴۔ اسرار پر اطلاع کی صورت میں نزول عذاب کی لٹکنے والی تلوار۔

كَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَ أَكْثَرَ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوا

جو تم سے پہلے تھے وہ لوگ قوت میں تم سے زیادہ سخت اور مال و اولاد میں تم سے زیادہ تھے۔ سو انہوں نے اپنے حصہ سے

بِخَلَالِقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ

فائدہ حاصل کیا جو تم سے پہلے تھے سو تم نے بھی اپنے حصہ سے خوب فائدہ حاصل کیا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے اپنے حصہ سے فائدہ حاصل کیا تھا

وَحُضُّتُمْ كَالَّذِي خَاضُوا أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

اور تم بھی ایسے ہی گھٹے چلے گئے جیسا کہ وہ لوگ گھٹے تھے۔ ان کے اعمال دنیا و آخرت میں اکارت ہو گئے

وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿٦٩﴾ أَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ

اور وہ لوگ نقصان میں پڑنے والے ہیں۔ کیا ان کے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے تھے یعنی قوم نوح اور عاد

وَتَمُودَ هَٰؤُلَاءِ قَوْمِ إِبْرٰهِيْمَ وَأَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكِ أَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

اور ثمود اور قوم ابراہیم اور مدین والے لوگ اور الٹی ہوئی بستیاں ان کے پاس ان کے رسول کھلی دلیلیں

بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسُهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٧٠﴾

لیکر آئے سو اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

اے منافقو! تمہارا حال پہلوں جیسا ہے جو دنیا کے مزے لوٹ کر عذاب کا شکار بنے تم بھی بنو گے:

آیت ۶۹: كَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَ أَكْثَرَ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ

بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ۔ (تمہاری حالت ان لوگوں جیسی ہے جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں وہ

طاقت کے اضافہ اور مال و اولاد کی کثرت میں تم سے بڑھ کر تھے پس انہوں نے اپنے حصے سے خوب فائدہ حاصل کیا پس تم نے بھی

اپنے حصے سے خوب فائدہ حاصل کیا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے اپنے حصے سے فائدہ حاصل کیا تھا) کاف کالذین میں محل رفع

میں واقع ہے یعنی ان لوگوں کی طرح ہو جو تم سے پہلے ہوئے۔ نمبر ۲۔ یہ منصوب ہے فعلتم کی وجہ سے ای فعلتم مثل فعل الذین

من قبلکم تم نے وہی فعل کیا جو ان لوگوں نے کیا جو تم سے پہلے ہوئے۔ اور وہ فعل یہ ہے کہ تم نے اپنے دنیوی حصہ سے خوب

فائدہ اٹھایا جیسا ان لوگوں نے اٹھایا مطلب یہ ہے دنیا کی لذتوں سے فائدہ اٹھایا۔ الخلاق، حصہ یہ خلق سے بنا ہے۔ وہ اندازے

کو کہتے ہیں۔ ما خلق للانسان کا معنی ما قدر من خیر جو خیر مقدر ہو۔ وَحُضُّتُمْ (اور تم بری باتوں میں گھس گئے) باطل میں

كَالَّذِي خَاضُوا (جیسا وہ گھسے تھے) اس فوج کی طرح جو گھسنے والی ہو۔ نمبر ۱۔ اس گھسنے کی طرح جیسے وہ گھسے۔ الخوض کا معنی لہو و باطل میں داخل ہونا۔

نکتہ: فاستمتعوا بخلاقهم کو پہلے ذکر کیا گیا حالانکہ استمتع الذین من قبلکم بخلاقهم اس کی جگہ کفایت کرنے والا ہے۔ یہ اس لئے شروع میں لائے تاکہ پہلے لوگوں کا حظوظ دنیا سے لذت اندوز ہونا اور شہوات فانیہ میں مشغول ہونا ظاہر ہو۔ وہ دنیا میں پڑ کر عاقبت کو بالکل بھول گئے اور آخرت کی قطعاً طلب نہ رہی پھر کما استمتع لا کر موجودہ لوگوں کی حالت کو ان کی حالت سے تشبیہ دی۔ اُولَئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (اور ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے) یہ اس قول کے بالمقابل لائے: وَآتَيْنَاهُ اَجْرًا فِي الدُّنْيَا وَاِنَّهٗ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ (العنکبوت: ۲۷) وَاُولَئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (اور وہ لوگ بڑے نقصان میں ہیں) پھر پہلے لوگوں کے حالات ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

پہلی اقوام کی انکو خبریں ملیں مگر عبرت حاصل نہیں کی بلکہ اسی کفر و تکذیب کے سبب وہ ہلاک ہوئے:

آیت ۷۰: اَلَمْ يَأْتِيَهُمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمُ نُوحٍ (کیا ان لوگوں کو ان کی خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے ہوئے ہیں جیسے قوم نوح علیہ السلام) یہ الذین سے بدل ہے۔ وَاَعَادُوْا وَاْتَمُوْا۔ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ (اور عاد اور ثمود اور ابراہیم علیہ السلام کی قوم اور اہل مدین) اہل مدین یہ شعیب علیہ السلام کی قوم تھی۔ وَالْمُؤْتَفِكِ (اور الٹی ہوئی بستیاں) قوم لوط کے شہر انتفاکھن ان کی حالت خیر کو شر سے پلٹ دیا۔ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُظْلِمَهُمْ (کہ ان کے رسول ان کے پاس صاف نشانیاں لے کر آئے پس اللہ نے تو ان پر ظلم نہیں کیا) یہ صحیح نہیں کہ اسی نے ان کو ظلم سے ہلاک کیا ہو کیونکہ وہ حکیم ہے بلا جرم سزا نہیں دیتا۔ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے) کفر اور تکذیب رسل کے ساتھ۔

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ

اور مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں بعض بعض کے مددگار ہیں۔ بھائیوں کا حکم کرتے ہیں

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ

اور برائیوں سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اس کے رسول کی

اللَّهِ وَرَسُولَهُ ۖ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۖ وَعَدَ اللَّهُ

فرمانبرداری کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر عنقریب اللہ رحم فرمائے گا۔ بے شک اللہ عزت والا ہے حکمت والا ہے۔ اللہ نے

الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَمَسْكِنٍ

مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ فرمایا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ایسے عمدہ مکانوں کا

طَيِّبَةٍ فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ ۖ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۖ

وعدہ فرمایا جو بیشکی والے باغوں میں ہوں گے اور اللہ کی رضا مندی سب سے بڑی چیز ہے یہ بڑی کامیابی ہے۔

مومن مردوں اور عورتوں پر اللہ کی رحمتیں ہوں گی:

آیت ۸: وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ (اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں) تناصر و تراحم میں یأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ (وہ نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں) اطاعت و ایمان کے ذریعہ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں) شرک اور معصیات وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۖ (اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانتے ہیں ان لوگوں پر ضرور اللہ تعالیٰ رحمت کرے گا) سین لائی گئی جو بہر صورت وجود رحمت کا فائدہ دے رہی ہے۔ اس سے وعدے کی تاکید کر دی جیسا کہ وعید میں یہ سین وعید کی تاکید کیلئے آئی ہے مثلاً سَأَنْتَقِمُ مِنْكَ يَوْمًا۔ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ (بے شک اللہ تعالیٰ قادر ہے) ہر چیز پر غالب ہے اور قادر ہے ثواب و عقاب دے سکتا ہے حَكِيمٌ (حکمت والا ہے) ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھنے والا ہے۔

ان سے ہمیشہ کی جنت کا وعدہ:

آیت ۹: وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَمَسْكِنٍ طَيِّبَةٍ (اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسے باغات کا وعدہ کر رکھا ہے جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور شاندار مکانوں کا) جن میں زندگی خوب گزرے گی۔ حضرت حسن علیہ السلام فرماتے ہیں موتیوں کے محلات، یا قوت احمر

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمَ

اے نبی کافروں سے اور منافقوں سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے

وَيَبْسُ الْمَصِيرُ ۖ يَخْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا

اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔ وہ لوگ قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم نے نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کفر کا کلمہ کہا ہے اور مسلمان ہونے کے بعد

بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهُمْ مُوَاعِلُونَ وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ

کافر ہو گئے اور انہوں نے اس چیز کا ارادہ کیا جو انہیں نہ ملی اور صرف انہوں نے اس بات کا بدلہ دیا ہے کہ اللہ نے اور اس کے رسول نے

وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ فَإِنْ يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَهُمْ ۚ وَإِنْ يَتَوَلَّوْا يَكُ عَذَابُ اللَّهِ

اپنے فضل سے انہیں مالدار کر دیا سو اگر وہ توبہ کر لیں تو یہ ان کے لئے بہتر ہو گا اور اگر روگردانی کریں تو اللہ انہیں

عَذَابًا أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۖ

دنیا و آخرت میں دردناک عذاب دے گا اور ان کے لئے روئے زمین میں نہ کوئی یار ہو گا اور نہ کوئی مددگار۔

اور زبرد کے بنگلے۔ فِی جَنَّتِ عَدْنُ (جو کہ ان ہمیشگی کے باغوں میں ہوں گے) عدن یہ نام ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا: جَنَّتِ عَدْنُ ۖ اِلَیَّی وَعَدَ الرَّحْمٰنُ (مریم: ۶۱)

نکتہ: الذی اور التی کو جملہ کے شروع میں لاتے ہیں جبکہ جملہ کو معرفہ کی صفت بنائیں۔ پس عدن یہاں اسی طرح لایا گیا ہے۔ یہ جنت کا شہر ہے۔ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ (اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی) اللہ تعالیٰ کی رضامندیوں میں سے کچھ اکبر (سب سے بڑی چیز ہے) ان تمام سے بڑھ کر ہے کیونکہ اس کی رضا ہر سعادت و کامیابی کا اصل سبب ہے۔ ذٰلِکَ (یہ) نمبر ۱۔ اس وعدے کی طرف اشارہ فرمایا۔ نمبر ۲۔ رضوان کی طرف اشارہ ہے۔ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (بڑی کامیابی ہے) صرف یہی کامیابی ہے وہ کامیابی نہیں جس کو لوگ کامیابی قرار دیتے ہیں۔

کفار و منافقین سے سخت رویہ اختیار کریں:

آیت ۷۳: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ (اے نبی جہاد کریں کفار سے) تلواریں (اور منافقین سے) دلیل سے وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (اور ان پر سختی کریں) ان دونوں جہادوں میں اور ان سے مت ڈرو۔

مَسْئَلَةٌ: ہر وہ شخص جس کے عقیدہ میں خرابی ہو اس کا یہی حکم ہے کہ دلیل سے اس کے ساتھ جہاد کیا جائے گا اور اس کے معاملے میں حتی الامکان سختی برتی جائے گی۔ وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ (اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے) جہنم۔

آیت ۷۴: شَانِ نَزُولِ: رسول اللہ ﷺ نے دو ماہ تک تبوک میں قیام فرمایا۔ آپ پر قرآن مجید اترتا رہا۔ منافقین متخلفین

کے سربستہ عقائد کو طشت از بام کرتا رہا۔ ان میں سے جو ساتھ تھے وہ ان آیات کو سنتے رہے ان میں سے ایک جلاس بن سوید تھا۔ اس نے آیات کو سن کر کہا اللہ کی قسم! اگر محمد ﷺ کی بات ہم پیچھے رہ جانے والے سرداروں کے متعلق درست ہے تو ہم گدھوں سے بھی زیادہ برے ہیں۔ اس پر عامر بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ نے جلاس کو کہا جی ہاں محمد ﷺ صادق المصدق ہیں۔ اور تو گدھے سے بھی زیادہ بدتر ہے۔ جب یہ بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ نے جلاس کو بلایا۔ تو وہ جھوٹی قسم کھا گیا کہ اس نے یہ بات نہیں کہی۔ اس پر عامر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی اللھم انزل علی عبدک و نبیک تصدیق الصادق و تکذیب الکاذب اس پر یہ آیت اتری۔

منافقین کا کلمہ کفر:

يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ (وہ لوگ قسمیں کھا جاتے ہیں کہ انہوں نے فلانی بات نہیں کہی حالانکہ انہوں نے کفر کی بات کہی تھی) نمبر ۱۔ یہ کلمہ ان کاں ما یقول محمد حقاً فنحن شر من الحمیر۔

جلاس کی توبہ:

نمبر ۲۔ استہزائے کلمات۔ اس پر جلاس کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم میں نے یہ کلمات کہے ہیں عامر نے سچ کہا ہے جلاس تائب ہو گیا اور آئندہ اس کی توبہ پکی رہی۔ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ (اور اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے) اسلام کے اظہار کے بعد کفریہ کلمات کا اظہار کیا۔

مَسْئَلَةٌ: اس میں یہ دلالت پائی جاتی ہے کہ ایمان اور اسلام ایک چیز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ۔ اسلام کے انکار کو کفر قرار دیا جیسا کہ ایمان کا انکار کفر ہے۔ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا (اور انہوں نے ایسی بات کا ارادہ کیا تھا جو ان کے ہاتھ نہ لگی) نمبر ۱۔ حضرت محمد ﷺ کو قتل کا منصوبہ نمبر ۲۔ عامر کو قتل کا منصوبہ کیونکہ انہوں نے جلاس کا اسی لمحہ جواب دیا۔ نمبر ۳ عبد اللہ بن ابی کی تاج پوشی کا منصوبہ تیار کیا اگرچہ رسول اللہ ﷺ پسند نہ کریں۔

کیا یہ احسان کا بدلہ ہے:

وَمَا نَقْمُوا (اور انہوں نے یہ صرف اس بات کا بدلہ دیا ہے) انہوں نے عیب نہیں لگایا اور اوپری حرکت کا ارتکاب نہیں کیا۔ اَلَا اَنْ اَغْنِيَهُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ (کہ ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے رزق ہی سے مالدار کر دیا) یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری کے وقت تنگی والی زندگی گزار رہے تھے۔ نہ گھوڑوں پر سواری نہ حصول غنیمت۔ آپ کی تشریف آوری کے بعد مالدار ہو گئے۔ جلاس کا غلام قتل ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اس کی دیت بارہ ہزار درہم دلوائی جس سے وہ مالدار ہو گیا۔

دعوتِ توبہ:

فَاِنْ يَتُوبُوا (پس اگر وہ توبہ کریں) منافقت سے یکتا ثواب ہوگا جو خیراً لھُمْ (ان کے لئے بہتر ہوگا) یہ آیت کا وہ حصہ ہے جس پر جلاس کا نصیب جاگ اٹھا اور وہ مخلصانہ تائب ہو گیا۔ وَاِنْ يَتُوبُوا (اور اگر روگردانی کریں) نفاق پر اصرار کریں۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۷۵

اور ان میں بعض ایسے ہیں جو اللہ سے عہد کرتے ہیں کہ اگر اللہ نے ہمیں اپنے فضل سے عطا فرمایا تو ہم ضرور ضرورت خیرات کریں گے اور ضرور ضرورت ہم نیک آدمیوں میں شمار ہو جائیں گے

فَلَمَّا اٰتٰهُمْ مِنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝۷۶ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا

سو جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمادیا تو اس میں کجی کرنے لگے اور وہ اعراض کرتے ہوئے روگردانی کر گئے سو اللہ نے اس دن تک جو اللہ کی ملاقات کا

فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰی يَوْمٍ يَلْقَوْنَہٗ بِمَا اَخْلَفُوْا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝۷۷

دن ہوگا ان کی سزا میں ان کے دلوں میں نفاق قائم کر دیا اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا اس کی خلاف ورزی کی اور اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے

اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلٰمُ الْغُیُوْبِ ۝۷۸

کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ اللہ ان کے دلوں کے راز کو اور ان کے خفیہ مشوروں کو جانتا ہے اور یہ کہ اللہ غیب کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔

يُعَذِّبُهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فِی الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت میں دردناک سزا دے گا) دنیا میں قتل اور آخرت میں آگ و مالہم فی الارض من ولیّ و لا نصیر (اور ان کا دنیا میں نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار) جو ان کو عذاب سے نجات دلائے۔

آیت ۷۵: وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهُ (اور ان میں بعض آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں) روایت میں ہے کہ ثعلبہ بن حاطب نے کہا یا رسول اللہ! میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے مال عنایت فرمادے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے ثعلبہ! قلیل مال جس کا شکریہ ادا کیا جائے وہ اس کثیر سے بہت بہتر ہے جس کے شکریہ کی طاقت نہ ہو۔ اس نے درخواست کا اعادہ کیا اور کہا جس ذات نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ مال دے دیا تو میں ہر حق والے کو اس کا حق دوں گا۔ آپ نے دعا فرمادی۔ اس نے بکریاں خریدیں وہ اس طرح بڑھیں جیسے کیڑے بڑھتے ہیں یہاں تک کہ مدینہ میں اس کی اپنی جگہ تنگ ہو گئی۔ پس اس نے وادی میں جا کر ڈیرہ لگا دیا اور جمعہ و جماعت سے منقطع ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق پوچھا تو بتلایا گیا کہ اس کا مال اس قدر بڑھ گیا ہے کہ وادی میں وہ سمانہیں سکتا۔ تو آپ نے فرمایا یا ویح ثعلبہ۔ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ وصول کرنے والوں کو بھیجا۔ لوگوں نے اپنے صدقات ان کو دیے۔ ثعلبہ کو بھی انہوں نے صدقہ کیلئے کہا تو کہنے لگا یہ جزیہ ہے پھر ان کو کہا واپس جاؤ تا کہ میں اپنی رائے قائم کر لوں۔ جب وہ واپس لوٹے تو انہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اس سے پہلے کہ وہ دونوں قاصد کوئی بات کرتے۔ یا ویح ثعلبہ! یا ویح ثعلبہ! پس یہ آیت اتری۔ پھر ثعلبہ صدقہ لے کر آیا۔ تو آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے تیرا صدقہ قبول کرنے سے منع کر دیا ہے وہ اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگا۔ آنحضرت ﷺ کی وفات ہو گئی۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس صدقہ لے کر آیا۔ آپ نے قبول نہ کیا۔ پھر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کے زمانہ خلافت میں صدقہ لایا

انہوں نے منظور نہ کیا۔ خلافت عثمانی میں وہ مر گیا۔ (رواہ البیہقی فی دلائل النبوة۔ مگر اس کی اسناد میں اس قدر ضعف ہے کہ قابل حجت نہیں۔ ایسا واقعہ تو کثرت سے نقل ہونا چاہیے تھا جبکہ احادیث کی کتابوں میں دور تک انکا نشان بھی نہیں ملتا۔ فافہم وتدبر)

لَیْنُ اتْنَا مِنْ فَضْلِهِ (کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے فضل سے عطا فرمادے) یعنی مال لَنَصَّدَّقَنَّ (تو ہم خوب خیرات کریں) ہم صدقہ ضرور نکالیں گے۔ نَصَّدَّقَنَّ اصل میں نَتَصَدَّقَنَّ ہے تاکہ صادمیں ادغام کر دیا کیونکہ دونوں میں قرب مخرج پایا جاتا ہے۔ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ (اور ہم خوب نیک کام کیا کریں) صدقہ نکال کر۔

مال ملا تو بخل کرنے لگے:

آیت ۷۶: فَلَمَّا اتَّهَمُ مِنْ فَضْلِهِ (پس جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دے دیا) اللہ تعالیٰ نے ان کو دے دیا اور انہوں نے اپنی تمنا پالی۔ بَخِلُوا بِهِ (تو وہ اس میں بخل کرنے لگے) انہوں نے اللہ تعالیٰ کا حق روک لیا اور وعدہ وفائی نہ کی۔ وَتَوَلَّوْا (اور روگردانی کرنے لگے) اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے وَهُمْ مُعْرِضُونَ (اور وہ تو روگردانی کے عادی ہیں) اعراض پر انکا اصرار قائم رہا۔

پھر جب مال سے نفاق دل میں گھر گیا:

آیت ۷۷: فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ (پس اللہ تعالیٰ نے ان کی سزائیں ان کے دلوں میں نفاق قائم کر دیا) بخل نے ان کے دلوں میں نفاق کو پختہ کر دیا کیونکہ نفاق کا وقتی سبب یہی بنا۔ اِلَى يَوْمٍ يَلْقَوْنَهُ (جو اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کے دن تک رہے گا) اپنے فعل کی سزائیں گے وہ دن قیامت کا ہے۔ بِمَا أَخْلَفُوا اللَّهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ (اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے وعدہ میں خلاف ورزی کی اور اس سبب سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے) اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو صدقہ، صلاح کا وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کی تو جھوٹے ثابت ہو گئے۔ اسی لئے وعدہ خلافی کو نفاق کا تیسرا حصہ کہا جاتا ہے۔

اللہ تو ان کی سرکشیوں سے بھی واقف ہے:

آیت ۷۸: اَلَمْ يَعْلَمُوْا (کیا ان کو یہ خبر نہیں) وہ منافقین اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ (کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے دل کا راز معلوم ہے) وعدہ کی خلاف ورزی کے سلسلہ میں جو نفاق کا پختہ ارادہ چھپایا ہوا ہے۔ وَنَجَّوْهُمْ (اور ان کی سرگوشی بھی) دین کے متعلق جو مطاعن اپنی خفیہ مجالس میں بکتے ہیں۔ اور صدقات کو جزیہ کہتے ہیں۔ اور اس کو روکنے کی تدابیر اور بہانے کرتے ہیں۔ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ (اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام غیب کی باتوں کو خوب جانتے ہیں) اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ

یہ ایسے لوگ ہیں جو ان مؤمنین پر صدقات کے بارے میں طعن کرتے ہیں جو اپنی خوشی سے صدقات دیتے ہیں اور ان لوگوں پر جن کو اپنی محنت کے علاوہ

الْأَجْهَدَ هُمْ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللَّهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ٧٩

کچھ میسر نہیں آتا ' سو یہ ان سے تمسخر کرتے ہیں۔ اللہ ان کے تمسخر کا بدلہ دے گا اور ان کے لئے عذاب الیم ہے۔

اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ٨٠

آپ ان کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں اگر آپ ان کے لئے ستر مرتبہ استغفار کریں تب بھی اللہ انہیں نہ بخشے گا۔

ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ٨١

یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ اور اللہ کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

نفلی صدقات والوں پر طعنہ زنی:

آیت ۷۹: الَّذِينَ (یہ ایسے لوگ ہیں) نمبر ۱۔ یہ محل نصب میں ہے۔ نمبر ۲۔ ذم کی وجہ سے محل رفع میں ہے۔ نمبر ۳۔ سرہم و نجواہم کی ضمیر سے بدل ہونے کی بناء پر مجرور ہے۔ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ (جو ان نفلی صدقہ دینے والوں پر طعن کرتے ہیں) جو نفلی صدقات و تبرعات کرنے والوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ (جو ایمان والوں میں سے ہیں صدقات کے سلسلہ میں) یہ یلمزون کے متعلق ہے روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ پر آمادہ کیا۔ عبدالرحمان بن عوف چار ہزار درہم لائے۔ اور عرض کی میرے پاس آٹھ ہزار تھے۔ میں نے چار ہزار اپنے رب کو قرض دے دیے۔ اور چار ہزار اپنے اہل و عیال کیلئے رکھ لیئے۔ اس پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بَارَكَ اللَّهُ فِيمَا أَعْطَيْتَ وَفِيمَا أَمْسَكْتَ (رواہ البزار) اللہ تعالیٰ نے ان کو برکت عنایت فرمائی۔ یہاں تک کہ ان کی بیوی تماشہ سے ان کی صلح آٹھویں حصہ کے ربع پر ہوئی جس کی مقدار اسی ہزار تھی۔ حضرت عاصم نے صدقہ میں کھجور کا ایک وسق خرچ کیا۔ وَالَّذِينَ (اور ان لوگوں پر) اس کا عطف المطووعین پر ہے۔ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ (جن کو میسر نہیں مگر صرف محنت و مزدوری) اپنی طاقت (کی مقدار) نافع نے جہدہم پڑھا۔ یہ دونوں ایک ہی لفظ ہیں بعض نے کہا الجہد طاقت اور الجہد مشقت۔ ابو عقیل رضی اللہ عنہ ایک صاع کھجور لائے اور عرض کی میں نے تمام رات دو صاع کھجور کے بدلے اونٹ کی رسی کھنچی۔ ایک صاع اہل و عیال کیلئے چھوڑا اور ایک صاع حاضر خدمت کر دیا۔ منافقین نے ان پر طعنہ زنی کرتے ہوئے کہا عبدالرحمان اور عاصم نے تو ریاکاری کیلئے خرچ کیا ہے۔ اور ابو عقیل نے جو صاع دیا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی ضرورت نہیں۔ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ (پس ان کا مذاق اڑاتے ہیں) سَخِرَ اللَّهُ مِنْهُمْ۔ (اللہ تعالیٰ ان کی مسخری پر ان کو بدلہ دے گا) اور یہ اگرچہ صورت میں بددعا معلوم ہوتی ہے مگر یہ خبر ہے بددعا نہیں۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (اور ان کے لئے

دردناک سزا ہوگی) درد انگیز۔

آیت ۸۰: جب عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی میرا والد بیمار ہے اس کے لئے استغفار فرمادیں تو یہ آیت نازل ہوئی:

عبد اللہ بن ابی کے لئے استغفار کی ممانعت:

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ (آپ خواہ ان کے لئے استغفار کریں یا ان کے لئے استغفار نہ کریں) یہ امر خبر کے معنی میں ہے گویا اس طرح فرمایا گیا ان یغفر اللہ لهم استغفرت لهم ام لم تستغفر لهم۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہ بخشے گا آپ نے ان کے لئے استغفار کر دیا۔ یا نہیں کیا۔ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (اگر آپ ان کے لئے استغفار کریں گے ستر مرتبہ بھی تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو نہ بخشے گا) السبعون کا عدد اہل عرب کے ہاں کثرت بیان کیلئے استعمال ہوتا تھا۔ یہ تحدید و غایت کیلئے یہاں نہیں لایا گیا۔ اس لئے کہ اگر آپ ساری زندگی ان کے لئے استغفار کرتے تب بھی ان کے لئے معافی نہ تھی کیونکہ وہ کافر تھے اللہ تعالیٰ کافر کی بخشش نہیں فرماتے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر آپ نے استغفار کے اندر مبالغہ کیا تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو معاف نہ فرمائیں گے۔

نکتہ: سبعین کا تذکرہ بہت سی روایات میں آیا ہے، وہ تمام روایات کثرت پر دلالت کرتی ہیں تحدید و غایت کو بیان نہیں کرتیں۔ تمام اعداد میں ستر کا عدد منتخب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عدد دو قسم کے ہیں نمبر ۱۔ قلیل۔ نمبر ۲۔ کثیر۔ قلیل تین سے کم ہوتا ہے اور کثیر تین سے اوپر تمام گویا کثیر کا سب سے چھوٹا عدد تین ہے اور بڑے کی کوئی حد نہیں۔ پھر عدد کی ایک تقسیم ہے۔ نمبر ۱۔ عدد طاق۔ نمبر ۲۔ عدد جفت۔ سب سے پہلا جفت ۲ دو ہے۔ اور سب سے پہلا طاق ۳ تین ہے۔ اور ایک عدد نہیں۔ ان دونوں قسموں کی پہلی جمع کثرت سات ہے کیونکہ اس میں ۳ ایک طاق اور تین جفت ہیں اور دس کامل حساب ہے۔

کیونکہ دس سے بڑھ کر تو احاد کی اضافت عشرہ کی طرف ہی ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ اثناعشر، ثلاثہ عشر بیس تک۔ اور عشرون میں عشرہ کو دو مرتبہ لایا گیا۔ ثلاثون میں تین مرتبہ دس کو دہرایا گیا۔ اسی طرح سو تک۔ پس ستر کا عدد کثرت اور نوع کو جامع ہے۔ اور کثرت اسی سے ہے۔ اور کمال حساب اور کثرت اسی سے ہے۔

گویا کمال حساب اور کثرت دونوں کو اس نے اپنے اندر سمیٹ لیا۔ اس لئے اہل عرب سے سبعون کو کثیر عدد میں سب سے کم درجہ کا عدد ہر بات کا لحاظ کر کے شمار کر لیا۔ کثرت کی تو کوئی انتہاء نہیں۔ پس سبعین کی تخصیص ممکن ہے اسی حکمت کی بناء پر ہو۔ واللہ اعلم ذلک (یہ) یہ مغفرت سے یا س کی طرف اشارہ ہے۔ بَاتَّهْمُ (اس وجہ سے ہے) اس سبب سے کہ وہ کَفَرُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ (کہ انہوں نے اللہ اور رسول کے ساتھ کفر کیا) کفار کیلئے مغفرت نہیں وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (اور اللہ تعالیٰ ایسے سرکش لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا) وہ ایمان سے نکلنے والے ہیں جب تک کہ کفر و سرکشی کو اپنے لئے منتخب کرنے والے ہیں۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُولِ اللَّهِ وَكَرِهُوا أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ

جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد پیچھے ڈالے گئے۔ وہ اپنے بیٹھے رہ جانے پر خوش ہوئے اور انہیں یہ ناگوار ہوا کہ اپنے مالوں اور

وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا لَوْ

جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور کہنے لگے کہ گرمی میں مت نکلو۔ آپ فرمادیجئے کہ دوزخ کی آگ بہت زیادہ گرم ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ

كَانُوا يَفْقَهُونَ ۝۸۱ فَلْيُضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكِوْا كَثِيرًا بَعْزَاءُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝۸۲

یہ لوگ سمجھتے۔ سو یہ لوگ تھوڑا سا ہنس لیں اور زیادہ روئیں ان اعمال کے بدلہ جو وہ کیا کرتے تھے۔

فَإِنْ رَجَعَكَ اللَّهُ إِلَى طَائِفَةٍ مِنْهُمْ فَاسْتَأْذِنُوكَ لِلْخُرُوجِ فَقُلْ لَنْ تَخْرُجُوا

سو اگر اللہ آپ کو ان کی کسی جماعت کی طرف واپس لے جائے پھر وہ آپ سے نکلنے کی اجازت مانگیں تو آپ فرمادیجئے کہ تم ہرگز کبھی

مَعِيَ أَبَدًا وَلَنْ تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا إِنَّكُمْ رَضِيتُمْ بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوا

میرے ساتھ نہ نکلو گے اور ہرگز میرے ساتھ کسی دشمن سے جنگ نہ کرو گے۔ بے شک تم پہلی مرتبہ بیٹھنے پر راضی ہو گئے۔ سو تم پیچھے رہ جانے والوں کے

مَعَ الْخَلِيفَيْنِ ۝۸۳

ساتھ بیٹھے رہو۔

تخلف جہاد پر منافقین کی خوشی:

آیت ۸۱: فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ (یہ پیچھے رہ جانے والے خوش ہو گئے) نمبر ۱۔ وہ منافقین جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی اور ان کو اجازت دے دی گئی اور غزوہ تبوک میں ان کو مدینہ میں ہی چھوڑ دیا گیا۔ نمبر ۲۔ جو لوگ سستی سے پیچھے رہ گئے اور ان کو نفاق اور شیطان نے اس بات پر آمادہ کیا۔ بِمَقْعَدِهِمْ (اپنے بیٹھے رہنے پر) غزوہ میں نہ جانے کی بناء پر خِلَفَ رَسُولِ اللَّهِ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں یہ مفعول لہ یا حال ہے ای قعدوا لمخالفتہ یا مخالفین لہ وہ مخالفت کی وجہ سے بیٹھے رہے یا اس حال میں بیٹھے رہے کہ وہ آپ کی مخالفت کرنے والے تھے۔ وَكَرِهُوا أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (اور ان کو ناگوار ہوا کہ اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کریں) انہوں نے وہ نہ کیا جو مسلمان کرتے ہیں۔ اپنی جان اور مال کا نذرانہ بارگاہ الہی میں پیش کرتے ہیں۔ اور وہ اس کو ناپسند کیوں نہ کرتے۔ جبکہ ان میں ایمان اور یقین کے دواعی میں سے کوئی چیز موجود نہ تھی۔

وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِّنْهُم مَّا تَأْتِي قَبْرَهُ إِلَّا تَقَمُّ عَلَى قَبْرِهِ ۖ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ

اور ان میں سے جو کوئی شخص مر جائے آپ اس پر کبھی نماز نہ پڑھیں اور اس کی قبر پر کھڑے نہ ہوں بے شک ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا

وَمَا تُوُوا وَهُمْ فَيَسْقُونَ ۖ وَلَا تَعْبُجُكَ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ ۖ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ

اور وہ اس حال میں مر گئے کہ نافرمان تھے اور آپ کو ان کے اموال اور اولاد تعجب میں نہ ڈالیں اللہ یہی چاہتا ہے کہ

يُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَرْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ۖ

ان کو ان چیزوں کے ذریعہ دنیا میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حالت میں نکل جائیں کہ وہ کافر ہوں۔

استہزائی جملے:

وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ ۖ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا لَّوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ (آپ کہہ دیں کہ جہنم کی آگ بہت زیادہ گرم ہے کیا خوب ہوتا اگر وہ سمجھتے) اے میں ان کی جہالت کو واضح کیا کہ ایک گھڑی کی مشقت سے جو اپنے کو بچائے اور اس کی وجہ سے ہمیشہ کی مشقت میں مبتلا ہوئے وہ تو عقل مند کیا اہل الجاہلین میں سے ہے۔

آیت ۸۲: فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا (پس یہ ہنسیں گے تھوڑا اور روتیں گے بہت) وہ دنیا میں اپنے پیچھے رہنے پر ذرا سی خوشی منالیں آخرت میں ان کو اس کی سزا میں بہت رونا پڑے گا۔

نکتہ: یہاں خبر کو امر کے انداز سے ذکر کر کے اس کا حتمی اور لازمی ہونا بتلایا کہ اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہ پیش آئے گی۔ روایت میں ہے کہ منافقین آگ میں دنیا کی عمر کی مقدار روتے رہیں گے ان کے آنسوؤں کے نہ پائیں گے اور نہ ہی پلک جھپک کیلئے نیند کریں گے۔ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (ان کاموں کے بدلہ میں جو وہ کیا کرتے تھے) نفاق سے جو کما تے تھے۔

آیت ۸۳: فَإِنْ رَجَعَكَ اللَّهُ (پس اگر اللہ تعالیٰ آپ کو واپس لائے) اللہ تعالیٰ آپ کو تبوک سے واپس لے جائیگا۔ اِلَى طَائِفَةٍ مِّنْهُمْ (انکے کسی گروہ کی طرف) یہاں طائفہ فرمایا اسلئے کہ بعض نے توبہ کر لی اور بعض طبعی موت مر گئے۔ فَاسْتَأْذَنُوكَ لِلْخُرُوجِ (پھر یہ لوگ نکلنے کی اجازت مانگیں) غزوہ تبوک کے بعد والے غزوہ میں فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا (تو آپ فرما دیں کہ تم بھی میرے ساتھ نہ نکلو گے) قراءت: حمزہ، علی، ابو بکر نے یا کے سکون سے یخرجوا پڑھا ہے۔ وَلَكِنْ تَقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا (اور نہ میرے ساتھ مل کر کسی دشمن سے لڑو گے) حفص نے مَعِيَ پڑھا۔ اِنَّكُمْ رَضِيتُمْ بِالْقُعُودِ اَوَّلَ مَرَّةٍ (تم نے پہلی بار بیٹھ رہنے کو پسند کیا) پہلی مرتبہ جب تمہیں تبوک کی طرف بلایا گیا۔ فَاقْعُدُوا مَعَ الْخَلِيفَيْنِ (پس تم پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو) انکے ساتھ جو عذر کی وجہ سے پیچھے رہے ہیں۔

آیت ۸۴: عبد اللہ نے اپنے والد عبد اللہ بن ابی کے متعلق درخواست کی کہ آپ میرے باپ کے کفن کیلئے اپنی قمیص مبارک مرحمت فرمائیں اور اس پر نماز جنازہ ادا فرمائیں۔ آپ نے قبول فرمایا۔ حضرت عمرؓ آئے تو آپ نے فرمایا۔ اے عمر! یہ بات

وَإِذَا أَنْزَلْتُ سُورَةً أَنْ آمِنُوا بِاللَّهِ وَجَاهِدُوا مَعَ رَسُولِهِ اسْتَأْذِنَكَ أُولُوا

اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ مل کر جہاد کرو تو ان میں سے مقدور والے لوگ آپ سے اجازت

الطُّولِ مِنْهُمْ وَقَالُوا ذَرْنَا نَكُنْ مَعَ الْقَعْدِيْنَ ۝۸۶ رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ

مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دیجئے۔ ہم بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ ہو جائیں، یہ لوگ اس بات پر راضی ہو گئے کہ گھروں میں پیچھے رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ رہ جائیں

وَطَبَعَ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝۸۷

اور ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی سو وہ نہیں سمجھتے۔

اسکو نفع نہ دیگی۔ مگر مجھے امید ہے کہ اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی ایمان لے آئیں گے۔ (ابن جریر فی تفسیر) پس یہ آیت اتری۔ وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ (اور آپ ان میں سے کسی کی نماز جنازہ نہ پڑھیں) منهم سے مراد منافقین ہیں اور صلوة سے مراد نماز جنازہ ہے روایت میں ہے کہ خزر ج کے ایک ہزار آدمی مخلصانہ اسلام لے آئے جب انہوں نے دیکھا کہ وہ ثوب نبوی کے ساتھ تبرک کا خواہش مند تھا۔ مَاتَ (جو کوئی مر جائے) یہ احد کی صفت ہے اور ابداً (کبھی) یہ تُصَلِّ کا ظرف ہے۔ عادت طیبہ: آپ ﷺ جب میت کو دفن کر لیتے تو اس کی قبر پر کھڑے ہو کر اس کے لئے دعا فرماتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ ط إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَسِقُونَ (اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا ہے اور وہ حالت کفر ہی میں مر گئے ہیں) اس لا تقم کی نہی فرمانے کی علت ذکر فرمائی گئی ہے کہ یہ دعا کے حقدار نہیں ہیں کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہیں۔

ان کا مال و اولاد ان کے حق میں سو ہاں روح ہیں:

آیت ۸۵: وَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ (اور ان کے اموال اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں اللہ تعالیٰ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے ان کو دنیا میں بھی عذاب میں گرفتار رکھے اور ان کا آخری سانس حالت کفر ہی میں نکلے) مبالغہ اور تاکید کیلئے دوبارہ لائے۔ تاکہ مخاطب بھولنے نہ پائے۔ اور اس کو یقین ہو جائے کہ یہ اہم ترین بات ہے اور ہر آیت میں ایک گروہ کا تذکرہ ہے جو دوسرے گروہ سے مختلف ہے۔ جہاد کے حکم سے مالدار بھاگتے ہیں:

آیت ۸۶: وَإِذَا أَنْزَلْتُ سُورَةً (جب بھی کوئی سورت اتاری جاتی ہے) اس سورت سے مکمل سورت بھی مراد لی جاسکتی ہے۔ اور سورت کا بعض حصہ بھی مراد لیا جاسکتا ہے جیسا کہ قرآن اور کتاب کا لفظ تمام اور بعض ہر دو پر بولا جاتا ہے۔ أَنْ آمِنُوا بِاللَّهِ (اور اس میں یہ نازل کیا جاتا ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ) با محذوف ہے ای بَانَ آمِنُوا یا أَنْ مفسرہ ہے۔ یہ کہ اللہ پر ایمان لاؤ۔ وَجَاهِدُوا مَعَ رَسُولِهِ اسْتَأْذِنَكَ أُولُوا الطُّولِ مِنْهُمْ (اور اس کے رسول کے ساتھ مل کر جہاد کرو تو ان میں سے دولت والے آپ سے رخصت مانگتے ہیں) مال و وسعت والے وَقَالُوا ذَرْنَا نَكُنْ مَعَ الْقَعْدِيْنَ (اور کہتے ہیں کہ ہم کو اجازت دیں کہ ہم

لٰكِنَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاُوْلٰئِكَ

لیکن رسول اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کیا اور یہ وہ لوگ ہیں

لَهُمُ الْخَيْرَاتُ زَوَاوٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۸۸ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنَّتٍ تَجْرٰى

جن کے لئے خوبیاں ہیں اور یہ وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغ تیار فرمائے ہیں جن کے نیچے نہریں

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۸۹

جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

وَجَاءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا اللّٰهَ

اور دیہاتوں میں سے کچھ لوگ بہانہ کرنے والے آئے تاکہ ان کو اجازت دے دی جائے اور جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے

وَرَسُوْلَهٗ سَيُصِيبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۹۰ لَيْسَ عَلٰى الضُّعَفَاءِ وَلَا

جھوٹ بولا تھا وہ بیٹھے رہ گئے جو لوگ ان میں سے کفر ہی پر رہیں گے انہیں دردناک عذاب پہنچے گا۔ ضعیفوں اور مریضوں

عَلٰى الْمَرْضٰى وَلَا عَلٰى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يَنْفِقُوْنَ حَرْجٌ اِذَا نَصَحُوْا اللّٰهَ

اور ان لوگوں پر کوئی گناہ نہیں جو خرچ کرنے کے لئے نہیں پاتے جبکہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے خلوص دل سے

وَرَسُوْلَهٗ مَا عَلٰى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ۝۹۱ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۹۲

حاضر ہوں، محسنین پر کوئی الزام نہیں ہے اور اللہ غفور ہے رحیم ہے اور ان

بھی یہاں ٹھہرنے والوں کے ساتھ رہ جائیں) ان لوگوں کے ساتھ جن کو نہ جانے کیلئے مرض، اپاہج پن کا عذر ہے۔

وہ خانشہ نشینی کے خواہاں ہیں: آیت ۸۷: رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ (وہ لوگ خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہو گئے) الخوالف سے عورتیں مراد ہیں اس کی واحد خالفہ ہے۔ وَطَبَعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (اور ان کے دلوں پر مہر لگ گئی) کفر و منافقت کو اختیار کرنے کی وجہ سے مہر کر دی گئی۔ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ (پس وہ نہیں سمجھتے) جہاد میں کیا سعادت مندی اور کامرانی مخفی ہے اور پیچھے رہنے میں کیا شقاوت و ہلاکت ہے۔

رسول اور مومن جہاد کرنے والے ہیں:

آیت ۸۸: لٰكِنَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ (لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ ایمان والے انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا) اگر یہ لوگ نہیں گئے تو ان سے بہت بہتر لوگ تو غزوہ کیلئے

گئے۔ وَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ (انہی کے لئے ساری بھلائیاں ہیں) خیرات کا لفظ دونوں جہان کی کامیابیوں کو شامل ہے کیونکہ لفظ مطلق ہے اور اسمیں گنجائش ہے۔ نمبر ۲۔ حوریں مراد ہیں کیونکہ اس ارشاد میں ہے فیهن خیرات حسان۔ (الرحمان: ۷۰) وَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الْمُفْلِحُونَ (اور یہی لوگ کامیاب ہیں) ہر مطلوب ان کو ملے گا۔

جنت کے حقدار:

آیت ۸۹: أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جنکے نیچے سے نہریں جاری ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہینگے یہی بڑی کامیابی ہے) أَعَدَّ کا لفظ بتلا رہا ہے کہ جنت مخلوق ہے۔ بہانہ باز دیہاتی:

آیت ۹۰: وَجَاءَ الْمُعَذِّرُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ (اور دیہاتیوں میں سے کچھ بہانہ باز لوگ آئے تاکہ ان کو اجازت مل جائے) نمبر ۱۔ اس حکم میں عذر کی بناء پر اجازت دی جائے۔ جبکہ اس سے اسمیں کوتاہی اور سستی ہوگئی ہو۔ اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ اس کو وہم ہے کہ وہ پیچھے رہنے میں معذور ہے حالانکہ اس کو کوئی عذر نہیں۔

نمبر ۲۔ المعتذرون اصل میں المعتذرون ہے تاکہ دال میں ادغام کر دیا۔ اور حرکت عین کو دی۔ اس سے مراد باطل معذرتیں بنانے والے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد بنو اسد، بنو غطفان ہیں انہوں نے کہا کہ ہمارے اہل و عیال ہیں اور ہم میں تنگدستی ہے پس ہمیں پیچھے رہنے کی اجازت دے دیں۔ وَقَعَدَ الَّذِينَ كَذَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ (اور بیٹھ رہے وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے بالکل ہی جھوٹ بولا تھا) یہ منافق دیہاتی ہیں جو نہ آئے اور نہ ہی معذرت پیش کی اس سے ظاہر ہو گیا کہ ایمان کے دعویٰ میں انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا ہے۔ سَيُصِيبُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (جو ان میں سے کافر ہیں گے ان کو دردناک عذاب پہنچے گا) دیہاتیوں میں سے جو کافر ہیں دنیا میں قتل کی صورت میں اور آخرت میں آگ کی شکل میں۔

ضعفاء و معذورین کا استثناء:

آیت ۹۱: لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ (کم طاقت لوگوں پر نہیں) بوڑھے اور اچانچ وَلَا عَلَى الْمَرْضَى وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يَنْفِقُونَ (اور نہ بیماروں پر اور نہ ان لوگوں پر جن کو خرچ کرنے کو میسر نہیں) یہ مزینہ، جہینہ اور بنی عذرہ کے فقراء مراد ہیں۔ حَرَجٌ (کوئی گناہ) گناہ اور تاخیر کرنے میں تنگی إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ (جبکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اخلاص رکھیں) اس طرح کہ ظاہر و پوشیدہ ایمان لائیں اور اطاعت کریں جیسا کہ مخلص اپنے دوست کے ساتھ کرتا ہے۔ مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ (نیکیوں کا روں پر نہیں ہے) مخلص معذورین مِنْ سَبِيلٍ (کسی قسم کا الزام) یعنی ان پر نہ تو کوئی گناہ ہے اور نہ ہی وہ کسی عتاب کے مستحق ہیں۔ وَاللَّهُ غَفُورٌ (اور اللہ بڑی مغفرت والے) ان کی پیچھے رہنے والی خطاء معاف فرما دیں گے۔ رَحِيمٌ (رحم والے ہیں) ان پر مہربان ہیں۔

وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا اتَّوَكَّلْتُمْ عَلَيْهِمْ قُلْتُ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ

لوگوں پر بھی کوئی گناہ نہیں جو آپ کے پاس اس لئے حاضر ہوئے کہ آپ ان کو سواری دے دیں۔ آپ نے کہہ دیا کہ میں ایسی کوئی چیز نہیں پاتا جس پر تمہیں سوار کر دوں

تَوَلَّوْا وَاعْيُذْهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ ﴿۹۲﴾

وہ اس حال میں واپس ہو گئے کہ اس رنج میں ان کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے کہ وہ خرچ کرنے کے لئے نہیں پاتے۔ الزام تو

السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَستَازِنُونَكَ وَهُمْ أَغْنَاءُ رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ

انہی لوگوں پر ہے جو مالدار ہوتے ہوئے آپ سے اجازت چاہتے ہیں وہ اس بات پر راضی ہو گئے کہ پیچھے رہ جانے والے عورتوں کے ساتھ

الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۹۳﴾

رہ جائیں اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی سو وہ نہیں جانتے۔

زا و سفر سے معذور لوگ:

آیت ۹۲: وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا اتَّوَكَّلْتُمْ عَلَيْهِمْ (اور نہ ان لوگوں پر کہ جس وقت وہ آپ کے پاس آئے اسلئے تاکہ آپ ان کو سواری دیں) سواری عنایت کریں قُلْتُ (آپ نے کہہ دیا) یہ اتَّوَكَّلْتُمْ کی کاف سے حال ہے اور اس سے پہلے قد مضمر ہے ای اذا اتوك فانلا۔ جب وہ یہ کہتے ہوئے آئے کہ ہمیں سواری دیں تو آپ نے انہیں جواب دیا۔ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا (میرے پاس تو کوئی چیز نہیں جس پر میں آپ کو سوار کر دوں تو وہ واپس چلے جاتے ہیں) یہ اذا کا جواب ہے وَاعْيُذْهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ (اس حالت میں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہاں ہوتے ہیں) بہتے ہیں تَفِیْضُ دَمْعًا بِمَنْسَبِ تَفِیْضِ دَمْعِهَا سے زیادہ بلیغ۔ یہ گونکہ اسمیں آنکھ کو اس طرح قرار دیا گویا وہ چمکتے آنسو ہیں۔ ان سے یہ کہتے ہیں افدیک من رجل جارو مجرور ملکر تمیز کی وجہ سے محل نہ ب میں واقع ہیں اور یہ بھی درست ہے کہ قُلْتُ لَا أَجِدُ جملہ مستانفہ ہو۔ گویا اس طرح کہا گیا اذا ما اتوك لتحمليهم تَوَلَّوْا۔ جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تاکہ تم ان کو سواری دو وہ واپس لوٹتے ہیں۔

تو سوال پیدا ہوا وہ روتے ہوئے کیوں واپس لوٹ رہے ہیں؟ تو جواب دیا۔ قُلْتُ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ۔ تم نے کہا میرے پاس تمہیں دینے کیلئے سواری نہیں۔ البتہ اس جملے کو شرط و جزاء کے درمیان معترضہ جملہ کی طرح لایا گیا ہے۔ حَزَنًا (اس غم میں) یہ مفعول لہ ہے أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ (کہ ان کو خرچ کرنے کو کچھ میسر نہیں) اسلئے کہ وہ خرچہ کیلئے کچھ نہیں پاتے۔ یہ مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور اس کا نا ص حَزَنًا ہے نہر سواری طلب کرنے والے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھی ہیں۔ نمبر ۲۔ رونے والے چھ انصاری ہیں۔

مالدار پیچھے رہنے کی وجہ سے گنہگار ہیں:

آیت ۹۳: إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَستَازِنُونَكَ (صرف الزام ان لوگوں پر ہے جو آپ سے اجازت چاہتے ہیں) پیچھے رہنے میں وَهُمْ أَغْنَاءُ رَضُوا (باوجود اسکے کہ وہ مالدار ہیں وہ راضی ہو گئے) رضوا یہ جملہ مستانفہ ہے گویا اس طرح کہا گیا کیا وجہ ہے کہ انہوں نے مالدار ہونے کے باوجود اجازت طلب کی۔ تو جواب ملا وہ اس بات پر راضی اور خوش ہیں بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ (کہ وہ خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہیں) کہ وہ بھی من جملہ خوالف کی لڑی میں پروردہ جائیں وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (اللہ تعالیٰ نے انکے دلوں پر مہر کر دی جسے وہ جانتے ہی نہیں)

(عنت) جدر زول